احادیث کا عظیم ذخیرہ

ثمرۃ النجاح

شرح

نور الایضاح

جلد ثانی

کتاب الصلاۃ (باب الصلوۃ المریض)
کتاب الصوم تا کتاب الحج

ترجمہ و تشریح
مولانا ثمیر الدین قاسمی صاحب دامت برکاتہم

زمزم پبلشرز

فہرست مضامین ثمرۃالنجاح جلداول

نمبر شمار	عنوانات	کس مسئلہ نمبر سے	صفحہ نمبر	فائل نمبر
	دیباجۃالکتاب	٠	٩	١
	کتاب الطہارۃ	١	٣٠	٢
	فصل فی احکام السور	١٦	٥٥	=
	فصل فی التحری	٢١	٦٠	=
	فصل فی مسائل الآبار	٢٣	٦١	=
	فصل فی الاستنجاء	٣٦	٦٩	=
	فصل فی مایجوز بہ الاستنجاء	٥١	٧٨	=
	فصل فی الوضوء	٦٣	٨٥	=
	فصل فی احکام الوضوء	٧٧	٩٣	=
	فصل فی سنن الوضوء	٨٤	٩٨	٣
	فصل فی اداب الوضوء	١٠١	١٠٥	=
	فصل فی المکرّوہات	١١٤	١١٠	=
	فصل فی اوصاف الوضوء	١١٩	١١٢	=
	فصل فی نواقض الوضوء	١٣٤	١١٧	=
	فصل فی مالاینقض الوضوء	١٤٤	١٢٥	=
	فصل فی موجبات الغسل	١٥٣	١٢٩	=
	فصل فی مالایوجب الغسل	١٦٠	١٣٣	=
	فصل فی بیان فرائض الغسل	١٦٧	١٣٦	=
	فصل فی سنن الغسل	١٧٢	١٣٩	=
	فصل فی اداب الغسل	١٧٨	١٤٢	=
	فصل فی مایسن لہ الغسل	١٧٩	١٤٣	=

فہرست مضامین ثمرۃ النجاح جلداول

نمبر شمار	عنوانات	کس مسئلہ نمبر سے	صفحہ نمبر	فائل نمبر
	باب التیمم	۱۸۶	۱۴۷	=
	فصل سنن التیمم	۲۰۶	۱۵۸	۴
	باب المسح علی الخفین	۲۱۷	۱۶۴	=
	فصل فی الجبیرۃ ونحوھا	۲۳۶	۱۷۳	=
	باب الحیض و النفاس والاستحاضۃ	۲۴۳	۱۷۶	=
	باب الانجاس والطھارۃ عنھا	۲۶۷	۱۸۸	=
	فصل فی لواحقھا	۲۸۶	۲۰۱	=
	کتاب الصلوۃ	۲۹۲	۲۰۵	=
	فصل فی اوقات المکروھۃ	۳۱۲	۲۱۹	=
	باب اذان	۳۲۳	۲۲۶	۵
	باب شروط الصلوۃ وارکانھا	۳۴۵	۲۳۷	=
	فصل فی لواحقھا	۳۷۲	۲۵۳	=
	فصل فی واجبات الصلوۃ	۳۹۰	۲۶۲	=
	فصل فی سننھا۔	۴۰۸	۲۷۶	=
	طوال مفصل	۴۲۰	۲۸۶	۶
	فصل فی آداب الصلوۃ	۴۴۶	۲۹۹	=
	فصل فی کیفیۃ ترکیب الصلوۃ	۴۵۲	۳۰۳	=
	باب الامامۃ	۴۷۷	۳۱۹	=
	فصل فی مسقطات حضور الجماعۃ	۴۹۵	۳۳۰	=
	فصل فی احق بالامامۃ	۵۰۲	۳۳۵	=
	فصل فی فیما یفعلہ المقتدی بعد فراغ امامہ	۵۱۱	۳۴۲	=
	فصل فی اذکار الواردۃ بعد الفرض	۵۱۶	۳۴۴	=

فہرست مضامین ثمرۃ النجاح جلداول

نمبر شمار	عنوانات	کس مسئلہ نمبر سے	صفحہ نمبر	فائل نمبر
	باب مایفسد الصلوۃ	۵۲۰	۳۴۷	۷
	باب زلۃ القاری	۵۴۹	۳۶۷	=
	فصل فی مالایفسد الصلوۃ	۵۵۰	۳۷۷	=
	فصل فی مکروہات الصلوۃ	۵۵۲	۳۷۹	=
	فصل فی اتخاذ السترۃ	۵۷۷	۳۹۹	=
	فصل فی مالایکرہ للمصلی	۵۸۴	۴۰۳	=
	فصل فی فیمایوجب قطع الصلوۃ وما یجیزہ	۵۹۴	۴۰۸	=
	باب الوتر	۶۰۰	۴۱۰	=
	فصل فی النوافل	۶۱۶	۴۲۰	۸
	فصل فی تحیۃ المسجد وصلوۃ الضحی	۶۲۳	۴۲۵	=
	فصل فی صلوۃ النفل جالسا	۶۲۸	۴۲۹	=
	فصل فی صلوۃ الفرض والواجب علی الدابۃ	۶۳۷	۴۳۳	=
	فصل فی الصلوۃ فی السفینۃ	۶۴۱	۴۳۶	=
	فصل فی التراویح	۶۴۸	۴۳۸	=
	باب الصلوۃ فی الکعبۃ	۶۵۹	۴۴۵	=
	باب صلوۃ المسافر	۶۶۴	۴۴۸	=

فہرست مضامین ثمرۃ النجاح جلداول

نمبر شمار	عنوانات	کس مسئلہ نمبر سے	صفحہ نمبر	فائل نمبر
	دیباجۃ الکتاب	۰	۹	۱
	کتاب الطہارۃ	۱	۳۰	۲
	فصل فی احکام السور	۱۶	۵۵	=
	فصل فی التحری	۲۱	۶۰	=
	فصل فی مسائل الآبار	۲۳	۶۱	=
	فصل فی الاستنجاء	۳۶	۶۹	=
	فصل فی مایجوز بہ الاستنجاء	۵۱	۷۸	=
	فصل فی الوضوء	۶۳	۸۵	=
	فصل فی احکام الوضوء	۷۷	۹۳	=
	فصل فی سنن الوضوء	۸۴	۹۸	۳
	فصل فی اداب الوضوء	۱۰۱	۱۰۵	=
	فصل فی المکرّوہات	۱۱۴	۱۱۰	=
	فصل فی اوصاف الوضوء	۱۱۹	۱۱۲	=
	فصل فی نواقض الوضوء	۱۳۴	۱۱۷	=
	فصل فی مالاینقض الوضوء	۱۴۴	۱۲۵	=
	فصل فی موجبات الغسل	۱۵۳	۱۲۹	=
	فصل فی مالایوجب الغسل	۱۶۰	۱۳۳	=
	فصل فی بیان فرائض الغسل	۱۶۷	۱۳۶	=
	فصل فی سنن الغسل	۱۷۲	۱۳۹	=
	فصل فی اداب الغسل	۱۷۸	۱۴۲	=
	فصل فی مایسن لہ الغسل	۱۷۹	۱۴۳	=

فہرست مضامین ثمرۃ النجاح جلد اول

نمبر شمار	عنوانات	کس مسئلہ نمبر سے	صفحہ نمبر	فائل نمبر
	باب التیمم	۱۸۶	۱۴۷	=
	فصل سنن التیمم	۲۰۶	۱۵۸	۴
	باب المسح علی الخفین	۲۱۷	۱۶۴	=
	فصل فی الجبیرۃ ونحوھا	۲۳۶	۱۷۳	=
	باب الحیض و النفاس والاستحاضۃ	۲۴۳	۱۷۶	=
	باب الانجاس والطھارۃ عنھا	۲۶۷	۱۸۸	=
	فصل فی لواحقھا	۲۸۶	۲۰۱	=
	کتاب الصلوۃ	۲۹۲	۲۰۵	=
	فصل فی اوقات المکروھۃ	۳۱۲	۲۱۹	=
	باب اذان	۳۲۳	۲۲۶	۵
	باب شروط الصلوۃ وارکانھا	۳۴۵	۲۳۷	=
	فصل فی لواحقھا	۳۷۲	۲۵۳	=
	فصل فی واجبات الصلوۃ	۳۹۰	۲۶۲	=
	فصل فی سننھا۔	۴۰۸	۲۷۶	=
	طوال مفصل	۴۲۰	۲۸۶	۶
	فصل فی آداب الصلوۃ	۴۴۶	۲۹۹	=
	فصل فی کیفیۃ ترکیب الصلوۃ	۴۵۲	۳۰۳	=
	باب الامامۃ	۴۷۷	۳۱۹	=
	فصل فی مسقطات حضور الجماعۃ	۴۹۵	۳۳۰	=
	فصل فی احق بالامامۃ	۵۰۲	۳۳۵	=
	فصل فی فیما یفعلہ المقتدی بعد فراغ امامہ	۵۱۱	۳۴۲	=
	فصل فی اذکار الواردۃ بعد الفرض	۵۱۶	۳۴۴	=

فہرست مضامین ثمرۃ النجاح جلد اول

نمبر شمار	عنوانات	کس مسئلہ نمبر سے	صفحہ نمبر	فائل نمبر
	باب مایفسد الصلوۃ	۵۲۰	۳۴۷	۷
	باب زلۃ القاری	۵۴۹	۳۶۷	=
	فصل فی مالایفسد الصلوۃ	۵۵۰	۳۷۷	=
	فصل فی مکروہات الصلوۃ	۵۵۲	۳۷۹	=
	فصل فی اتخاذ السترۃ	۵۷۷	۳۹۹	=
	فصل فی مالا یکرہ للمصلی	۵۸۴	۴۰۳	=
	فصل فی فیمایوجب قطع الصلوۃ وما یجیزہ	۵۹۴	۴۰۸	=
	باب الوتر	۶۰۰	۴۱۰	=
	فصل فی النوافل	۶۱۶	۴۲۰	۸
	فصل فی تحیۃ المسجد وصلوۃ الضحی	۶۲۳	۴۲۵	=
	فصل فی صلوۃ النفل جالسا	۶۲۸	۴۲۹	=
	فصل فی صلوۃ الفرض والواجب علی الدابۃ	۶۳۷	۴۳۳	=
	فصل فی الصلوۃ فی السفینۃ	۶۴۱	۴۳۶	=
	فصل فی التراویح	۶۴۸	۴۳۸	=
	باب الصلوۃ فی الکعبۃ	۶۵۹	۴۴۵	=
	باب صلوۃ المسافر	۶۶۴	۴۴۸	=

ثمرة النجاح

علی نور الایضاح

۹۹۴ھ - ۱۰۶۹ھ

احادیث کا عظیم ذخیرہ

حضرت مولانا ثمیر الدین قاسمی صاحب دامت برکاتہم

جلد اول

جامعہ روضۃ العلوم
نیا نگر، ضلع گڈا، جھارکھنڈ، انڈیا

نام کتاب..................................ثمرۃ النجاح علی نور الایضاح
نام شارح .... مولانا ثمیر الدین قاسمی
ناشر .... جامعہ روضۃ العلوم نیانگر ، جھارکھنڈ
باہتمام .... مولانا ابوالحسن قاسمی ، نیانگر
نگران ....مولانا مسلم قاسمی سیپوری
طباعت بار اول .... مارچ ۲۰۱۰ء
کمپیوٹر کمپوزنگ .... مولانا ثمیر الدین قاسمی
پرنٹر ....ایچ،ایس آفسیٹ پرنٹرز،دریا گنج،نئی دہلی
فون۔23244240
قیمت ۲ جلدیں ....۱۲ پونڈ

شارح کا پتہ
Maulana Samiruddin Qasmi
70 Stamford Street
Old Trafford - Manchester
England M16 9LL
Tel 00 44 (0161)2279577

انڈیا کا پتہ
مولانا ابوالحسن، ناظم جامعہ روضۃ العلوم، نیانگر
At Post. Nayanagar
Via Mahagama Dist Godda
Jharkhand-INDIA
Pin 814154
Tel 0091 9304 768719
Tel 0091 9891213348

ملنے کے پتے

شارح کا پتہ
Maulana Samiruddin Qasmi
70 Stamford Street
Old Trafford - Manchester
England M16 9LL

Tel 00 44 (0161)2279577

انڈیا کا پتہ

مولانا ابوالحسن، ناظم جامعہ روضۃ العلوم، نیا نگر

At Post. Nayanagar,Via Mahagama, Dist Godda

Jharkhand-INDIA ,Pin 814154

Tel 0091 9304 768719

Tel 0091 9162463760

جناب مولانا مسلم قاسمی صاحب، خطیب مسجد بادل بیگ، نمبر 5005

بازار سرکی والان, حوض قاضی۔ دہلی نمبر 6

انڈیا, پین کوڈ نمبر 110006

فون نمبر 09891 213348

جناب مولانا نثار احمد صاحب

ثاقب بک ڈپو، دیوبند, ضلع سہارنپور، یوپی

انڈیا، پین کوڈ نمبر 247554

فون نمبر 09412496688

﴿خصوصیات ثمرۃ النجاح﴾

ثمرۃ النجاح کے ہر مسئلے کے لئے تین حدیث تین حوالے لانے کی کوشش کی گئی ہے، اور اس کا پورا حوالہ دیا گیا ہے	(۱)
طلباء کے ذہن کو سامنے رکھتے ہوئے ہر مسئلے کا محاوری اور آسان ترجمہ پیش کیا ہے۔	(۲)
کمال یہ ہے کہ عموما ہر ہر مسئلے کو تین مرتبہ سمجھایا ہے، تا کہ طلباء مسئلہ اور اسکی دلیل بھی آسانی سے سمجھ جائیں	(۳)
مسائل کی تشریح آسان اور سلیس اردو میں کی ہے۔	(۴)
فرائض اور واجبات، اور سنتوں کو گن کر ایک نظر میں پیش کیا گیا ہے تا کہ یاد کرنے میں آسانی ہو	(۵)
وجہ کے تحت ہر مسئلے کی دلیل نقلی قرآن اور احادیث سے مع حوالہ پیش کی گئی ہے۔	(۶)
کونسا مسئلہ کس اصول پر فٹ ہوتا ہے وہ اصول بھی بیان کیا گیا ہے۔	(۷)
لغت کے تحت مشکل الفاظ کی تحقیق پیش کی گئی ہے۔	(۸)
لفظی ابحاث اور اعتراض و جوابات سے دانستہ احتراز کیا گیا ہے تا کہ طلباء کا ذہن پریشان نہ ہو۔	(۹)
جو حدیث ہے اس کے لئے 'حدیث، اور جو قول صحابی ہے اس کے لئے قول صحابی، اور جو قول تابعی ہے اس کے	(۱۰)
لئے قول تابعی، لکھ دیا گیا ہے۔	(۱۱)
حدیث کے حوالے کے لئے پورا باب لکھا۔ پھر بیروتی کتب خانہ والی کتابوں کا صفحہ نمبر لکھا اور بیروتی یا سعودی	(۱۲)
کتابوں کا احادیث نمبر لکھ دیا گیا تا کہ حدیث نکالنے میں آسانی ہو۔	(۱۳)
پرانے اوزان کے ساتھ نئے اوزان بھی لکھ دئے گئے ہیں تا کہ دونوں اوزان میں بآسانی موازنہ کیا جا سکے۔	(۱۴)
یہ کتاب طلباء اور اساتذہ کے لئے تو مفید ہے ہی، اماموں اور مفتیوں کے لئے بھی بہت کار آمد ہے	(۱۵)

﴿ہم ثمرة النجاح ہی کو کیوں پڑھیں ؟﴾

(۱) اس شرح میں ہر مسئلے کے تحت تین حدیثیں، تین حوالے ہیں جس سے دل کو سکون ہو جاتا ہے کہ کس مسئلے کے لئے کون سی حدیث ہے۔

(۲) کوشش کی گئی ہے کہ احادیث صحاح ستہ ہی سے لائی جائے، تا کہ حدیث مضبوط ہوں۔

(۳) ایک ایک مسئلے کو تین تین بار مختلف انداز سے سمجھایا ہے، جس سے مسئلہ آسانی سے سمجھ میں آجاتا ہے۔

(۴) بلاوجہ اعتراض و جوابات نہیں لکھا گیا ہے۔

(۵) سمجھانے کا انداز بہت آسان ہے۔

(۶) پرانے اوزان کے ساتھ نئے اوزان مثلا گرام وغیرہ کو لکھ دیا گیا ہے، جس سے پرانا اور نیا دونوں وزنوں سے واقفیت ہوتی ہے۔

(۷) فرائض، وجبات، اور سنن کو اس طرح گنایا ہے کہ زبانی یاد ہو جائے ۔

(۸) یہ کتاب اماموں اور مفتیوں کے لئے بھی بہت کار آمد ہے کہ آسانی سے مسئلہ اور حدیث نکل آتی ہے۔

فہرست مضامین ثمرۃ النجاح جلداول

نمبرشمار	عنوانات	کس مسئلہ نمبر سے	صفحہ نمبر	فائل نمبر
	دیباجۃ الکتاب	۰	۹	۱
	کتاب الطہارۃ	۱	۳۰	۲
	فصل فی احکام السور	۱۶	۵۵	=
	فصل فی التحری	۲۱	٦۰	=
	فصل فی مسائل الآبار	۲۳	٦۱	=
	فصل فی الاستنجاء	۳٦	٦۹	=
	فصل فی مایجوز بہ الاستنجاء	۵۱	۷۸	=
	فصل فی الوضوء	٦۳	۸۵	=
	فصل فی احکام الوضوء	۷۷	۹۳	=
	فصل فی سنن الوضوء	۸۴	۹۸	۳
	فصل فی اداب الوضوء	۱۰۱	۱۰۵	=
	فصل فی المکرّوہات	۱۱۴	۱۱۰	=
	فصل فی اوصاف الوضوء	۱۱۹	۱۱۲	=
	فصل فی نواقض الوضوء	۱۳۴	۱۱۷	=
	فصل فی مالاینقض الوضوء	۱۴۴	۱۲۵	=
	فصل فی موجبات الغسل	۱۵۳	۱۲۹	=
	فصل فی مالایوجب الغسل	۱٦۰	۱۳۳	=
	فصل فی بیان فرائض الغسل	۱٦۷	۱۳٦	=
	فصل فی سنن الغسل	۱۷۲	۱۳۹	=
	فصل فی اداب الغسل	۱۷۸	۱۴۲	=
	فصل فی مایسن لہ الغسل	۱۷۹	۱۴۳	=

فہرست مضامین ثمرۃ النجاح جلداول

نمبر شمار	عنوانات	کس مسئلہ نمبر سے	صفحہ نمبر	فائل نمبر
	باب التیمم	۱۸۶	۱۴۷	=
	فصل سنن التیمم	۲۰۶	۱۵۸	۴
	باب المسح علی الخفین	۲۱۷	۱۶۴	=
	فصل فی الجبیرۃ ونحوھا	۲۳۶	۱۷۳	=
	باب الحیض و النفاس والاستحاضۃ	۲۴۳	۱۷۶	=
	باب الانجاس والطھارۃ عنھا	۲۶۷	۱۸۸	=
	فصل فی لواحقھا	۲۸۶	۲۰۱	=
	کتاب الصلوۃ	۲۹۲	۲۰۵	=
	فصل فی اوقات المکروھۃ	۳۱۲	۲۱۹	=
	باب اذان	۳۲۳	۲۲۶	۵
	باب شروط الصلوۃ وارکانھا	۳۴۵	۲۳۷	=
	فصل فی لواحقھا	۳۷۲	۲۵۳	=
	فصل فی واجبات الصلوۃ	۳۹۰	۲۶۲	=
	فصل فی سننھا۔	۴۰۸	۲۷۶	=
	طوال مفصل	۴۲۰	۲۸۶	۶
	فصل فی آداب الصلوۃ	۴۴۶	۲۹۹	=
	فصل فی کیفیۃ ترکیب الصلوۃ	۴۵۲	۳۰۳	=
	باب الامامۃ	۴۷۷	۳۱۹	=
	فصل فی مسقطات حضور الجماعۃ	۴۹۵	۳۳۰	=
	فصل فی احق بالامامۃ	۵۰۲	۳۳۵	=
	فصل فی فیمایفعلہ المقتدی بعد فراغ امامہ	۵۱۱	۳۴۲	=
	فصل فی اذکار الواردۃ بعد الفرض	۵۱۶	۳۴۴	=

فہرست مضامین ثمرۃ النجاح جلد اول

نمبر شمار	عنوانات	کس مسئلہ نمبر سے	صفحہ نمبر	فائل نمبر
	باب مایفسد الصلوۃ	۵۲۰	۳۴۷	۷
	باب زلۃ القاری	۵۴۹	۳۶۷	=
	فصل فی مالایفسد الصلوۃ	۵۵۰	۳۷۷	=
	فصل فی مکروہات الصلوۃ	۵۵۲	۳۷۹	=
	فصل فی اتخاذ السترۃ	۵۷۷	۳۹۹	=
	فصل فی مالا یکرہ للمصلی	۵۸۴	۴۰۳	=
	فصل فی فیمایوجب قطع الصلوۃ وما یجیزہ	۵۹۴	۴۰۸	=
	باب الوتر	۶۰۰	۴۱۰	=
	فصل فی النوافل	۶۱۶	۴۲۰	۸
	فصل فی تحیۃ المسجد وصلوۃ الضحی	۶۲۳	۴۲۵	=
	فصل فی صلوۃ النفل جالسا	۶۲۸	۴۲۹	=
	فصل فی صلوۃ الفرض والواجب علی الدابۃ	۶۳۷	۴۳۳	=
	فصل فی الصلوۃ فی السفینۃ	۶۴۱	۴۳۶	=
	فصل فی التراویح	۶۴۸	۴۳۸	=
	باب الصلوۃ فی الکعبۃ	۶۵۹	۴۴۵	=
	باب صلوۃ المسافر	۶۶۴	۴۴۸	=

ارشادگرامی

فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا شعیب ڈیسائی صاحب مد ظلہ العالی

خطیب مسجد عمر شفیلڈ، وصدر مدرس مدرسہ اسلامیہ، شفیلڈ، انگلینڈ

حضرت والا وہ پہلے عالم ربانی ہیں جنکے احسان کی بارش علاقہ جھارکھنڈ کے غریب مسلمانوں پر مسلا دھار برس رہی ہے، ایک زمانے سے یہ سلسلہ جاری ہے اور تاہنوز اس میں اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے جنکے بار احسان کے لئے ہم علاقہ جھارکھنڈ شکر گزار ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ یہ سایہ دراز سے دراز تر ہوتا رہے۔

حضرت کی مسجد ایک عظیم خانقاہ ہے، ہر موقع پر انکے اعمال زندہ کئے جاتے ہیں، ذی الحجہ کے موقع پر دس روزے، محرم کے موقع پر دو روزے تقریباً تمام مصلیوں سے رکھوائے جاتے ہیں، ایام بیض کے روزے بھی کافی مصلی رکھتے ہیں، رات کو دس بجے ریسیور پر دعا پڑھا کر سلاتے ہیں اور صبح کو دعا پڑھا کر جگاتے ہیں، عصر کے بعد ذکر کی مجلس لگتی ہے اور خانقاہ کا سماں بندھ جاتا ہے۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ ہر آدمی کی زکوۃ ادا ہو جائے، کوئی آدمی صدقۃ الفطر دئے بغیر نہ رہے، کسی آدمی کی قربانی باقی نہ رہے انکے لئے وہ بڑی دلسوزی کے ساتھ ترغیب دیتے ہیں، جب اس پر تقریر فرماتے ہیں تو ایک سماں باندھ دیتے ہیں، وہ ان غرباء و مساکین تک پہونچانے کا انتظام کرتے ہیں جو واقعی اس کے مستحق ہیں، مجھ سے ایک مرتبہ فرمایا کہ مولانا ثمیر یہ لوگ رات میں ٹیکسی چلا کر اور اپنی نیند حرام کر کے زکوۃ اور صدقۃ الفطر دیتے ہیں اس لئے یہ انتہائی غریب، بیوہ اور محتاج عورتوں تک پہونچنا چاہئے، میں قطعاً نہیں چاہتا کہ اس سے کسی مدرسے کی بلڈنگ بنے یا کسی عظیم الشان جلسوں میں خرچ ہو، اس اصول پر وہ اتنے پابند ہیں کہ مجھے بار بار اس کی نصیحت کرتے ہیں اور اس کا احتساب بھی کرتے ہیں۔

ناچیز کی کتاب اثمار ہدایہ چھپ کر آئی تو میں اس کو لیکر حضرت کے دولت خانہ پر حاضر ہوا اور اس کو پیش کرنے کی سعادت حاصل کی، حضرت نے اس کو سرسری نگاہ سے دیکھا اور فرمایا کہ آپ نے اس میں صرف حضرت امام ابوحنیفہؒ کے دلائل پیش کئے ہیں، میرا دل چاہتا ہے کہ اس عظیم شرح میں حضرت امام شافعیؒ، حضرت امام مالکؒ، اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے مسلک بھی مذکور ہوں اور انکے دلائل بھی احادیث سے مزین ہوں یہ حضرات بھی ہمارے جلیل القدر ائمہ ہیں اور ان کے مسالک اور دلائل بھی اہمیت کے حامل ہیں، صاحب ھدایہ نے کہیں کہیں ان کا ذکر کیا ہے میری تمنا ہے کہ ہر مسئلے کے ساتھ ان ائمہ کا مسلک موجود ہو اور انکے دلائل بھی موجود ہوں تاکہ تحقیق کرنے والے علما کو اس کی بصیرت ہو، اور جو حضرات اس پر عمل کرنا چاہیں وہ آسانی سے کر سکیں۔

واپسی پر بہت دیر تک حضرت کے ارشاد گرامی پر غور کرتا رہا، اور سوچتا رہا کہ حضرت کتنا گہرا مطالع کے حامل ہیں اور کتنا وسیع الظرف ہیں کہ تمام ائمہ کے مسالک کے ساتھ دلائل بھی چاہتے ہیں تاکہ ان حضرات کی حقانیت بھی سامنے آئے اور عمل کرنے والوں کے لئے مشعل راہ ہو۔ واقعی اگر ہدایہ پر یہ کام ہو جائے تو ناچیز کے لئے بہت بڑی سعادت ہوگی، اور علمی دنیا میں ایک بہت بڑا کام

ہوجائے گا، اور تفصیلی مطالعہ کرنے والے حضرات کے لئے بہت بڑی نعمت ہوگی، یہ کام ہوا ضرور ہے، لیکن ا یکجا نہیں ہے اس لئے تحقیق کرنے والوں کے لئے پریشانی ہے، اگر ایک ہی جگہ تمام حضرات کے دلائل اور احادیث حوالے کے ساتھ ہوں تو بہت کم وقت میں تفصیلات سامنے آجائے گی اور اہل علم کے لئے علمی ذخیرہ ہوگا، اور ہر مسلک والے اطمینان کے ساتھ اس پر عمل کرسکیں گے۔

خدا کرے کہ حضرت علام کی یہ تمنا پوری ہو اور دونوں کے لئے ذریعہ نجات بنے آمین یارب العالمین۔

ایسے حضرات دنیا میں کہاں ملتے ہیں! اور ہم جیسے زلف پریشاں کی طرح خستہ حال آدمی پر کون رحم کھاتا ہے!

ع :۔ خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

ثمیر غفرلہ

۲۷/۱۱/ ۲۰۰۹ء

دعائیہ کلمات

حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب لاجپوری مدظلہ العالی

خلیفہ ومجاز حضرت مسیح الامت مولانا مسیح اللہ خان صاحب

مقیم حال: باٹلی، انگلینڈ

شیخ وقت حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب دامت برکاتہم ان عظیم ہستیوں میں سے ہیں جنہوں نے میری شروحات کے ساتھ والہانہ محبت کا اظہار فرمایا، اور دامے درمے سخنے اس میں مدد کی۔ تقریبا ہر دو تین ماہ میں تشریف لاتے رہے اور مختلف مشورہ دیتے رہے، کبھی پریشان ہوتا تو فون پر بہت دیر تک تسلی دیتے، اور ان شروحات کی افادیت کو تفصیل سے سمجھاتے، اور کافی دیر تک ڈھارس بندھوانے کی کوشش کرتے، حضرت کی نصیحتوں سے ہمت بنتی اور دوسرے دن پھر سے سفر شروع کرتا، یہ سلسلہ آج آٹھ سال سے چل رہا ہے، اور آرزو ہے کہ تاحیات یہ پرکیف ہمت افزائی باقی رہے۔ قدوری کی شرح ختم ہوئی تو حضرت نے اتنی ترغیب دی کہ اسی لمحہ ھدایہ کی شرح شروع کردی، اور ایک دن بھی آرام کئے بغیر سفر شروع کر دیا، اور الحمد للہ انکی دعاؤں کی برکت سے یہ شرح بہت کامیابی کے ساتھ اختتام کو بھی پہنچی اور بہت مقبول ہوئی، حضرت ہی کی ترغیب سے نورالایضاح کی شرح شروع کی، اس کے لکھنے کے درمیان بھی تسلی دیتے رہے اور ہمت افزائی کرتے رہے حضرت مولانا نے اپنے خاندان کے ایک بزرگ حضرت مولانا محمد بن یوسف دیوان صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۴۳ھ مطابق ۱۹۲۴ء) نے اور حضرت مولانا مرغوب صاحب نے نورالایضاح کا ترجمہ فرمایا تھا، اور حضرت مولانا عبدالروف صاحب نے اس کو کمپیوز کروایا، حضرت نے وہ بھی مجھے عنایت کی، وہ ترجمہ بہت اچھا ہے اس لئے اکثر جگہ اسی ترجمہ کو سیٹ کر دیا گیا۔ اس کتاب میں حضرت کا یہ بھی احسان ہے۔ حضرت ان بزرگ ہستیوں میں سے ہیں جو ہمارے علاقے کے غریب مسلمانوں پر رحم وکرم کرتے ہیں اور بڑی وسعت کے ساتھ انکے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کرتے آرہے ہیں۔ حضرت کی اب پھر سے ترغیب ہے کہ ہدایہ آخیرین کی شرح لکھوں تا کہ ہدایہ کی پوری شرح ایک ساتھ طلبہ اور علماء کے ہاتھوں میں آئے اور اسکے انوکھے انداز اور احادیث سے استفادہ کرے۔

ناچیز اس ترغیب اور ہمت افزائی کا تہ دل سے شکر گزار ہے، اللہ تعالی انکو اجر آخرت سے نوازے اور ان شروحات کے ثواب میں برابر کا شریک کرے، آمین یارب العالمین

ثمیر غفرلہ

استاذ محترم
حضرت مولانا ثمیر الدین صاحب قاسمی دامت برکاتہم
کی حیات و یادیں

از .....(مولانا) مرغوب احمد لاجپوری (شیخ الحدیث)
مقیم ڈیوز بری، انگلینڈ

نوٹ: راقم الحروف نے مولانا کے حالات پر یہ مضمون آپ کے ایک رسالہ ''یاد وطن'' کی طباعت کے وقت ''تذکرۃ المؤلف'' کے طور پر لکھا تھا، مگر وہ اس میں شائع نہ ہو سکا۔

۱۴۰۷ھ مطابق ۱۹۸۷ء کی بات ہے، راقم الحروف نے ''مدرسہ تعلیم الاسلام ڈیوز بری'' میں داخلہ لیا، اس سال مجھے ''مشکوۃ'' وغیرہ کتب پڑھنی تھیں، اساتذہ کے متعلق تفتیش پر معلوم ہوا کہ ''جامعہ رحمانی مونگیر'' کے استاذ حدیث مولانا ثمیر الدین صاحب قاسمی مدظلہ امسال درس حدیث کے لئے تشریف لا رہے ہیں۔

شوال کی کوئی تاریخ تھی، راقم مدرسہ پہنچا، دیکھا تو ایک صاحب مولانا عبد القادر صاحب پٹنی مدظلہ کی معیت میں کتب خانہ کے سامنے تشریف فرما ہیں۔ گندمی چہرہ، میانہ اندام، متوسط قد و قامت، سفید لباس، چہرہ پر بشاشت، میں حاضر خدمت ہوا، سلام کیا ''وعلیکم السلام'' خیریت ہے؟ یہ پہلی ملاقات تھی جو استاذ محترم سے ہوئی، پھر تو تعلقات یگانگت میں روز افزوں اضافہ ہوتا گیا۔

ایک مرتبہ استاذ محترم کی تصنیفی مصروفیت کو دیکھ کر میں نے پوچھا: حضرت کیا تحریر فرما رہے ہیں؟ جواب یہ تھا: ''اپنے علاقہ کے صنادید کی تاریخ مرتب کر رہا ہوں''۔

بات ختم ہوگئی۔ ابھی چند دنوں پہلے ملاقات پر میں نے اس کتاب کا تذکرہ کیا، تو فرمانے لگے: وہ مسودہ طوالت لئے ہوئے تھا، اب اسے قطع و برید کر کے مختصر کر دیا ہے، اس کو اب کتابت کے لئے ارسال کر رہا ہوں۔ میں نے عرض کیا: مولانا! آپ کے علاقہ کے بزرگوں کا تذکرہ ہیں، میری قلبی چاہت ہے کہ میں آپ کا مختصر تذکرہ اس میں شامل کر دوں۔ مولانا نے سختی سے انکار کر دیا، مگر میرا اصرار آپ کے انکار پر غالب آ گیا اور یہ چند اوراق سیاہ کر لئے۔

ولادت، تعلیم، درس و تدریس، بیعت

مولانا کی ولادت ۲۵ر محرم الحرام ۱۳۷۰ھ مطابق ۶ر نومبر ۱۹۵۰ء میں ہوئی۔

ابتدائی تعلیم وطن میں حاصل کی۔ ''ہدایہ اولین'' وغیرہ کتب دار العلوم چھاپی، گجرات میں پڑھیں۔ چھاپی سے حدیث و تفسیر کی

اعلیٰ تعلیم کے لئے ازہر ہند دارالعلوم دیوبند پہنچے۔ مادر علمی میں تین سال قیام فرما کر ۱۳۹۰ھ مطابق ۱۹۷۰ء میں سند فراغ حاصل کی اور صحاح ستہ مندرجۂ ذیل اساتذہ باکمال سے پڑھیں۔

''بخاری شریف'' حضرت مولانا فخر الدین صاحب رحمہ اللہ سے، ''ترمذی شریف'' حضرت مولانا فخر الحسن صاحب رحمہ اللہ سے ''مسلم شریف'' حضرت مولانا شریف صاحب صاحب رحمہ اللہ سے ''ابوداؤد شریف'' اور ''نسائی شریف'' حضرت مولانا محمد حسن صاحب بہاری رحمہ اللہ سے پڑھیں۔

فراغت کے بعد ایک سال دارالعلوم میں رہ کر عربی ادب کی تکمیل کی۔ علم فلکیات کی باقاعدہ تعلیم بھی دارالعلوم میں حاصل کی۔ اس کے بعد میٹرک میں بھی کامیابی حاصل کی۔

آپ کے تدریسی دور آغاز ''مدرسہ کنز مرغوب'' پٹن، گجرات سے ہوا۔ متوسط کتابیں زیر درس تھیں، پھر ''تعلیم الاسلام'' آنند میں تدریسی خدمات انجام دیں، یہاں مختلف کتابوں کے ساتھ ''ابوداؤد شریف'' بھی پڑھائی۔ اس کے بعد بہار کی عظیم درسگاہ'' جامعہ رحمانی مونگیر'' بہار کے منتظمین کی دعوت پر بہار تشریف لے گئے، یہاں بھی ''ابوداؤد شریف'' اور ''ترمذی شریف'' زیر درس رہی۔۔ پھر حضرت مولانا کمال صاحب رحمہ اللہ مانچیسٹر انگلینڈ کے مدرسہ میں چار سال تک ''ترمذی شریف'' ''ابوداؤد شریف'' مشکوۃ شریف'' وغیرہ کتابوں کا درس دیتے رہے۔

فراغت کے بعد حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ سے بیعت ہوئے۔

خصوصیات درس

راقم نے مولانا سے ڈیوزبری میں ''طحاوی شریف'' جلالین شریف'' اور ''ہدایہ ثالث'' پڑھیں۔ مولانا بڑی محنت سے پڑھاتے تھے۔ فنون کی مختلف کتابیں متعدد مرتبہ پڑھانے کی سعادت حاصل تھی، تاہم بغیر مطالعہ کے کوئی کتاب نہیں پڑھاتے۔ مطالعہ بھی گہرا ہوتا تھا، اسی کا نتیجہ تھا کہ طالب علم کے سوال کا بالفور تسلی بخش جواب دیتے۔ ایک مرتبہ مولانا ''طحاوی شریف'' میں ''**باب الجنب يريد النوم او الاكل او الشرب او الجماع** '' پر تقریر فرمارہے تھے، راقم نے پوچھا کہ: اس باب میں نظر کیا ہے؟ امام طحاوی رحمہ اللہ نے یہاں دلیل عقلی بیان نہیں فرمائی۔ مولانا نے فرمایا کہ: ہاں شراح نے دلیل عقلی لکھی ہے کہ: وضو کا حکم کسی چیز کی تعظیم کے لئے ہے اور کھانا پینا سونا وغیرہ امور کوئی خاص تعظیمی نہیں، البتہ بشاشت کی وجہ سے مستحب ہے۔

انداز تفہیم بہت عمدہ تھا، مشکل سے مشکل مضامین کو آسان پیرایہ میں سمجھانے کی عجیب صلاحیت تھی۔ طالب علم ''ہدایہ'' کی عبارت پڑھتا، مولانا ترجمہ کئے بغیر زبانی پورا مسئلہ مع دلائل کے سمجھا دیتے، ائمۂ ثلاثہ کے دلائل کا تسلی بخش جواب دیتے، پھر عبارت سے منطبق فرماتے۔ اس طرز سے ''ہدایہ'' کی مشکلات کا احساس تک طالب علم کو نہ ہوتا۔

''طحاوی شریف'' میں بھی باب کے عنوان پر پوری تقریر فرماتے ''**قال ابو جعفر، فذهب قوم، خالفهم فی ذلک**

آخرون ''پرائمۂ ثلاثہ وامام ابوحنیفہ رحمہم اللہ کے مسلک کی تشریح' احادیث کے جوابات اور نظر طحاوی پر سیر حاصل بحث فرماتے۔ میں نے دوران درس ''طحاوی'' کی تقریر نقل کی تھی، وہ بہت جامع اور مانع ہے۔

تصنیف وتالیف

درس وتدریس کے ساتھ تصنیف وتالیف کا ذوق بھی ابتدائے عمر سے تھا۔ آپ کی تصنیفات کی فہرست درج ذیل ہیں:

(۱)......انوار فارسی۔

(۲)......تفریق وطلاق قرآن وحدیث کی روشنی میں۔

(۳)......خلاصۃ التعلیل۔

(۴)......تفہیم البلاغہ (غیر مطبوعہ)۔

(۵)......حاشیہ سفینۃ البلغاء (عربی۔ غیر مطبوعہ)۔

(۶)......عیسائیت کیا ہے؟

(۷)......تحفۃ الطلباء شرح اردو سفینۃ البلغاء (جزء ثانی)۔

(۸)......فلکیات جدیدہ۔

(۹)......رؤیت ہلال علم فلکیات کی روشنی میں۔

(۱۰)......اسلامی کیلنڈر۔

(۱۱)......صدائے دردمند۔

(۱۲)......تاریخ علاقہ گڈاو بھاگلپور۔

(۱۳)......علاقہ میں کمیٹی کی ضرورت۔

(۱۴)......یاد وطن۔

(۱۵)......سائنس اور قرآن۔

(۱۶)......طلاق مغلظہ آٹھویں مرحلہ پر۔

(۱۷)......اصلاح معاشرہ۔

(۱۸)......ثمیری کیلنڈر۔

(۱۹)......الشرح الثمیری (چار ضخیم جلدوں میں)۔

(۲۰)......اثمار الہدایہ (پانچ ضخیم جلدوں میں)۔

(۲۱)......اوراب یہ ''ثمرۃ النجاح'' (دوضخیم جلدوں میں)

آخری تین کتابیں مولانا کی محنت کا عظیم شاہکار اور برسوں کی کاوش کا نتیجہ ہیں۔ان میں آپ نے''قدوری''اور''ہدایہ'' اور نور الایضاح، کے ہر مسئلہ کی دلیل احادیث نبویہ سے دی ہے۔یہ تینوں کتابیں ہر طالب علم اوراہل علم کے پاس ضرور ہونی چاہئے۔

ان کے علاوہ ماہنامہ''الفرقان'' لکھنؤ''الفاروق'' کراچی''النور'' برطانیہ''الہلال'' مانچسٹر''دارالعلوم'' دیوبند' ہفت روزہ ''الراوی'' وغیرہ رسائل میں آپ کے تحقیقی وعلمی وادبی مضامین شائع ہوتے رہے ہیں۔ ہفت روزہ''الراوی'' کے بہت کم جرائد ایسے ہوں گے جن کے صفحات آپ کی ادبی تحریروں کی زینت نہ بنے ہوں۔

اخلاق وعادات

مولانا صاحب علم وفضل ہونے کے باوجود بلند اخلاق' پاکیزہ اوصاف اورانتہائی متواضع اور منکسر المزاج انسان ہیں ہر آنے والے کی دریادلی کے ساتھ مہمان نوازی کرتے ہیں۔حوصلہ افزائی جو آپ کی ذات میں دیکھنے کو ملی وہ کم ہی دیکھنے کو مل سکی، بلکہ شاعر کی زبان میں ؎

ہم نے ہرادنی کواعلی کردیا　　خاکساری اپنی کام آئی بہت

کے پوری طرح مصداق ہیں' انتہائی سادہ مزاج اور یہ سادگی خورد ونوش' نشست و برخاست' رہن وسہن' لباس اور گفتگو ہر چیز میں نمایاں ہیں۔

راقم الحروف کی' تصنیفی وتحریری کام کی طرف توجہ یہ مولانا ہی کی ترغیب کے باعث ہوئی اور میری تصنیفات''تذکرہ عبدالعلی'' حیات احمد''اطیب القطرات تذکرہ بعض مشائخ گجرات''ذکر ابراہیم' وغیرہ کی کتابت میں مولانا نے از حد تعاون فرمایا۔اللہ تعالی آپ کی عمر میں برکت عطا فرمائے، آمین۔

ایں دعا ازمن از جملہ جہاں آمین باد

مرغوب احمد لاجپوری (شیخ الحدیث)

حال مقیم ڈیوز بری

۲۰۰۹/۱۲/۱۹ء

از حضرت مولانا مرغوب لاجپوری صاحب
مقیم ڈیوزبری انگلینڈ

صاحبِ نور الایضاح
علامہ حسن شرنبلالیؒ

نام ونسب

صاحب نورالایضاح کا نام حسن، ہے کنیت ابوالاخلاص، ہے، والد کا نام عمار، اور دادا کا نام علی، ہے، وفائی سے آپ مشہور ہیں، شبرابلولہ، جو مصر کی دیہات میں ایک بستی ہے اس میں پیدا ہوئے ہیں، اسی کی طرف منسوب کر کے آپ کو شرنبلالی، کہتے، یہ خلاف قیاس ہے، لیکن اسی طرح مشہور ہو گئے ہیں۔

پیدائش

آپ ۹۹۴ھ مطابق ۱۵۸۶ء میں پیدا ہوئے

مقام پیدائش

مقام شبرابلولہ، میں پیدا ہوئے، یہ مصر کی دیہات میں ایک گاؤں کا نام ہے۔

تحصیل علم

ابھی آپ کی عمر چھ سال کے قریب تھی کہ والد ماجد نے تعلیم کا سلسلہ شروع فرما دیا۔ یہ وقت وہ تھا کہ مصر میں علماء کبار، فقہاء، فصحاء کی بڑی تعداد علمی خدمات میں مشغول تھیں، یہیں حفظِ قرآن پاک کی تکمیل کی اور شیخ محمد حموی، اور شیخ عبدالرحمٰن المیسری سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ امام عبداللہ نحریری، اور علامہ محمد الحجی سے علم فقہ حاصل کیا۔ شیخ الاسلام نورالدین علی بن غانم مقدسی وغیرہ علماء سے بھی کافی استفادہ کیا۔

فضل وکمال

صاحب نورلایضاح کا فقہی مقام تو مسلم ہے، ساتھ ہی اپنے وقت کے نامور محدثین میں بھی آپ کا شمار تھا، اس کے علاوہ دیگر علوم و فنون میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ فتوی میں امتیازی شان کے مالک تھے۔ ایک طویل عرصہ عالم اسلامی کی عظیم درسگاہ جامعہ ازہر میں منصب تدریس پر فائز رہ کر تشنگان علوم کو سیراب فرماتے رہے۔ آپ کے تلامذہ کی فہرست خاصی طویل ہیں۔ ان میں [۱] علامہ احمد عجمی، (و۱۰۱۴، م ۱۰۸۶)، شافعی مسلک کے بڑے علماء میں تھے، (معجم المؤلفین ص۱۵۲، ج۱) [۲] سید السند احمد الحموی، مختلف علوم میں تصانیف کثیرہ کے حامل تھے (م ۱۰۹۸،) (معجم المؤلفین ص۹۳، ج۲۔ تاریخ الجبرتی، ص ۶۷، ج۱) [۳] شیخ شاہین الازمناوی

۔قاہرہ کے بڑے فقیہ،متون کثیرہ،مثلاً کنز،شاطبیہ،الرحبیہ وغیرہ کے حافظ تھے،حضرت نے ۱۱۰۰ھ میں وفات پائی۔

مسجد اقصی کی حاضری

۱۰۳۵ھ میں مسجد اقصی کی حاضری کی سعادت سے مالا مال ہوئے اور فقیہ عصر علامۂ زمان،محقق بے مثال مشہور عالم شیخ ابوالاسعاد یوسف بن عبدالرزاق بن وفاء المالکی(م ۱۰۵۱ھ) کی صحبت سے علمی استفادہ فرمایا۔

بزرگوں نے آپ کے بارے میں فرمایا

صاحب خلاصۃ الاثر کے والد شیخ علامہ محمد المحبیؒ نے آپ کی شان میں تحریر فرمایا:

''اگر صاحبِ سراج الوہاج آپ کو دیکھتے تو آپ کے نورِ(علم) سے اکتساب کرتے،یا صاحبِ ظہیریہ دیکھتے تو آپ کے ظہور کے وقت پوشیدہ ہوجاتے،یا ابن یوسفؒ آپ کو دیکھتے تو آپ کی جلالت سے غیر پر افسوس نہ کرتے۔آپ عمدہ اخلاق والے تھے،فصیح زبان کے مالک تھے۔زمانے کے بہترین فقہاء میں آپ کا شمار تھا۔آپ صالحین ومجاذیب کے معتقد تھے اوران کی طرف سے آپ کو بعض احوال وواقعات کے(غیبی) اشارے بھی دیئے جاتے تھے۔چنانچہ بعض صلحاء نے آپ سے کہا''اے حسن! آج کے بعد سے آپ اپنے لئے،اپنے اہل کے لئے،اپنی اولاد کے لئے کوئی کپڑا نہ خریدیئے،پس اس دن سے آپ کے پاس عمدہ اور فاخرانہ لباس آتے رہے اور آپ کو کبھی خریدنے کی ضرورت نہ پڑی۔

علامہ محمد امین المحبیؒ نے آپ کے متعلق کہا:

''آپ زمانے کے محقق اور فضلاء کے سردار تھے،فقہی ملکہ میں احسن المتأخرین تھے،فقہی قواعد ونصوص کے بہت جاننے والے تھے''۔

تصنیفات وتالیفات

علامہ شرنبلالیؒ کی تصنیفات رسائل وکتب کی شکل میں چھوٹی بڑی ستر(۷۰) سے زیادہ ہیں،اکثر ان میں فقہ وفتوی پر ہیں،جو اسماء مل سکے ان کی فہرست درج ذیل ہیں۔

۱:......**رقم البیان فی دیة المفصل والاسنان**۔سنِ تالیف ۱۰۱۹ھ ہے۔

۲:......**بسط الکفالة فی تاجیل الکفالة**۔۱۰۲۶ھ کی تصنیف ہے۔

۳:......**حفظ الا صغرین عن اعتقاد من زعم الحرام لایتعتدی لذمتین**۔

۴:......**سوادة اهل الاسلام بالمصافحة والسلام**۔یہ دونوں ۱۰۲۹ھ کی تصنیف ہیں۔

۵:......**غنیة ذوی الاحکام فی بغیةدرر الحکام**۔یہ ۱۰۳۵ھ کی تصنیف ہے۔(درر کے حاشیہ پر طبع ہوئی ہے)۔

۶:......**اسعاد آل عثمان المکرم ببناء بیت الله المحرم**۔یہ ۱۰۳۹ھ کی تصنیف ہے۔

۷:......انفاذ الاوامر الالهیه بنصر العساکر العثمانیة۔ یہ۱۰۴۱ھ کی تصنیف ہے۔

۸:......تنقیح الاحکام فی الابراء الخاص والعام۔ یہ۱۰۴۲ھ کی تصنیف ہے۔

۹:......امداد الفتاح شرح نور الایضاح ۔۱۵؍ربیع الاول۱۰۴۵ھ کو شروع کر کے ۱۵؍ربیع الاول ۱۰۴۶ھ میں اس کی تبییض سے فراغت پائی۔

۱۰:......حسام الحکام المحققین لصد المعتدین عن اوقاف المسلمین۔

۱۱:......نظر الحاذق النحریر فی الرجوع علی المستعیر۔

۱۲:......جداول الزلال الجاریة لترتیب الفوائت بکل احتمال، یہ تینوں ۱۰۵۰ھ کی تصنیف ہیں۔

۱۳:......واضح المحجة للعدول عن خلل الحجة۔ یہ۱۰۵۲ھ کی تصنیف ہے۔

۱۴:......مراقی الفلاح شرح نور الایضاح۔اواخر جمادی الآخر میں شروع کر کے اوائل رجب میں فراغت ہوئی۔

۱۵:...... النعمة الماجده بکفیل الوالده۔ یہ۱۰۵۵ھ کی تصنیف ہے۔

۱۶:......الاستعارة من کتاب الشهادة۔

۱۷:......الزهر النضیر فی حوض المستدیر۔ یہ دونوں ۱۰۵۷ھ کی تصنیف ہیں۔

۱۸:......نفیس المتجر بشراء الدرر۔ یہ۱۰۵۸ھ کی تصنیف ہے۔

۱۹:......فتح باری الالطاف بجدول مستحقی الاوقاف۔ یہ۱۰۵۹ھ کی تصنیف ہے۔

۲۰:......الاحکام الملخصه فی حکم ماء الحمصه۔ یہ بھی ۱۰۵۹ھ کی تصنیف ہے۔

۲۱:......ارشاد الاعلام لرتبته الجدة و ذوی الارحام فی تزویج الایتام۔

۲۲:......الابتسام باحکام الاقحام ۔ یہ دونوں ۱۰۶۰ھ کی تصنیف ہیں۔

۲۳:......اتحاف الاریب بجواز استنابته الخطیب۔

۲۴:......ایضاح الخفیات لتعارض بنیة النفی والاثبات۔

۲۵:......نزهة اعیان الحزب بمسائل الشرب۔ یہ تینوں ۱۰۶۱ھ کی تصانیف ہیں۔

۲۶:......الدرر الفریدة بین الاعلام لتحقیق میراث من علق طلاقها قبل الموت باشهر او ایام ۔۱۰۶۴ھ کی تصنیف ہے۔

۲۷:......تحفة الاکمل فی جواز لبس الاحمر۔

۲۸:......النظم المستطاب لحکم القرأة فی صلوة الجنازة بام الکتاب۔ یہ دونوں ۱۰۶۵ھ کی تصنیف ہیں۔

۲۹:......الدررة۔

۳۰:......الاثر المحمود بقهر ذوی العهود۔

۳۱:......الاقناع فی حکم اختلاف الراهن والمرتهن فی الرد من غیر ضیاع۔

۳۲:......تحفة اعیان الغناء۔

۳۳:......بدیعة الهدی لما استیسر من الهدی۔ یہ پانچوں ۱۰٦۷ھ کی تصانیف ہیں۔

۳۴:......قهر الملة الکفریة بالادلة المحمدیة لتحزب دبر المحله الجوانیه۔ یہ ۱۰٦۸ھ کی تصنیف ہے۔

۳۵:......کشف القناع الرفیع عن مسئلة التبرع بما یستحق الرضیع۔

۳٦:......ایقاظ ذوی الدراسة بوصف من کف السعایة۔

۳۷:......اسابة الفرض الاهم فی العتق المبهم۔

۳۸:......احسن الاقوال للتحرز عن محظور الفعال۔

۳۹:......سعادة الماجد بعمارة المساجد۔

۴۰:......نهایة الفریقین فی اشتراط الملک لاخر الشرطین۔

۴۱:......اکرام ذوی الاباب بشریف الخطاب۔

۴۲:......درر الکنوز۔

۴۳:......کشف العضل فیمن عضل۔

۴۴:......تجدد المسرات بالقسم بین الزوجات۔

۴۵:......اعقد الفرید فی جواز التقلید۔ ان تالیفات کا سن، تالیف معلوم نہ ہوسکا۔

(ظفر المحصلین، ص۲۱۰)

۴٦:......مراقی السعادات فی علمی التوحید والعبادات۔ شوال ۱۰۱۴ھ کی تصنیف ہے، جب کہ مصنف ؒ کی عمر بیس سال تھی۔ غالباً دمشق میں یہ رسالہ شیخ محمد ریاض المالح کی تحقیق اور دکتور محمد ابوالیسر عابدین کے مقدمہ سے شائع ہوئی ہے۔

۴۷:......شرح منظومه ابن وهبان۔ دو جلد میں۔

۴۸:......التحقیقات القدسیه۔

۴۹:......نور الایضاح ونجاة الارواح، یہ آپ کی تمام تصانیف میں مشہور معروف و بے انتہا مقبول ہوئی، ویسے ''حاشیہ درر وغرر'' لاجواب حاشیہ ہے (غرر الاحکام، ملاخسرو محمد بن علی رحمہ اللہ (متوفی ۸۸۵ھ) کا مشہور متن ہے۔ خود مصنف ؒ نے ''درر الحکام

فی شرح غرر الاحکام'' کے نام سے شرح لکھی ہے جو دو جلدوں میں مطبوعہ ہے۔علامہ شرنبلالیؒ نے اس پر حاشیہ لکھا) جو آپ کی حیات ہی میں غیر معمولی شہرت حاصل کر چکا تھا۔''امداد الفتاح'' بھی عمدہ ترین کتاب ہے مگر نایاب۔

نور الایضاح ونجاۃ الارواح، کے معنی

نور: کے معنی ہیں روشنی، روشنی کی کرن، جو چیز اشیاء کو آشکارا کر دے۔اس کی جمع ہے انوار و نیران۔ایضاح: کے معنی ہے صاف کرنا، ظاہر کرنا، عیاں کرنا۔نور الایضاح کے معنی ہوئے ظاہر کرنے والی روشنی۔اور ارواح: روح کی جمع ہے۔نجات کے معنی چھٹکارا۔اور عذاب روح کو ہوگا۔مطلب یہ ہوا کہ جو عبادات کے مسائل وطریقہ سے ناواقف ہے اس کے لئے یہ مسائل نور اور رہنمائی ہے جس پر عمل کر کے آدمی اللہ کے عذاب سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔

نور الایضاح'' کی مقبولیت

''نور الایضاح'' کی مقبولیت کا اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ اس کی متعدد شرحیں لکھی گئیں۔عرصۂ دراز سے مدارس کے نصاب میں شامل رہ کر مصنف کے لئے ذریعۂ نجات وآخرت۔مصنفؒ نے اس میں اقوال مرجحہ ہی کو بیان فرمایا ہے۔خود مصنفؒ نے خطبہ میں اس کی صراحت فرمائی ہے کہ''**ولا اذکر الا ما جزم بصحته اھل الترجیح**''یعنی میں اس میں صرف وہی قول نقل کروں گا جس کی صحت پر اہل ترجیح نے وثوق اور اعتماد کیا ہے۔

مدارس کے بچوں کے لئے بہترین اور جامع مختصر متن ہے۔بقول علامہ کشمیریؒ کے''**کتاب فی الارکان الاربعة سھل الحصول**''اور بقول علامہ لکھنویؒ کے''**وقد طالعت من تصانیفه نور الایضاح متن متین فی الفقه**''۔ (الفوائد البہیۃ فی تراجم الحنفیۃ، ص۸۵)

مصنف علامؒ نے اس کتاب کو لکھ کر دعا فرمائی کہ اللہ تعالی اس سے اپنے بندوں کو نفع پہنچائے اور اس کے فائدہ کو دوام بخشے''**واللہ اسأل ان ینفع به عباده و یدیم الافادة**''۔

یہ دعا ایسی قبول ہوئی کہ دورِ تصنیف سے آج تک لاکھوں اللہ کے بندوں نے اس سے نفع اٹھایا اور اس کا فائدہ امت کے سامنے ہے۔

نور الایضاح کے متعلق حضرت شاہ صاحبؒ کی طرف منسوب ایک واقعہ کی تحقیق

حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحبؒ کے متعلق مشہور ہے کہ آپ نے سفر مصر کے دوران اس کتاب کو ایک مرتبہ دیکھا پھر ہندوستان آکر اپنی غیر معمولی یادداشت سے اسے من وعن نقل فرما کر طبع کرایا، مگر موصوف کے صاحبزادے حضرت مولانا انظر شاہ صاحب

مدظلہ نے اس واقعہ کی تردید کی اور فرمایا کہ میرے والد صاحب ؒ کا مصر کا سفر ہی نہیں ہوا۔اور خود حضرت شاہ صاحبؒ کے ملفوظات میں بھی اس کی تصریح ہے کہ میں صرف حرمین میں رہا ہوں مصر وغیرہ نہیں گیا۔ (ملفوظات محدث کشمیری ص۲۵۸)

مولانا انظر شاہ صاحب مدظلہ تحریر فرماتے ہیں:

(والد صاحب ؒ کا) حجاز سے مصر، طرابلس، شام اور ترکی کا سفر مشکوک ہے نہ خود مرحوم نے اس سفر کے بارے میں کچھ لکھا اور نہ کوئی ابتک معتبر سراغ مل سکا........عام درسگاہوں میں ان کی قوت حفظ کے ثبوت کے لئے جو یہ داستان شہرت پذیر ہے کہ آپ نے مصر میں ''نورالایضاح'' کا مطالعہ کیا اور پھر اسے ہندوستان آ کر محفوظ کیا صحیح نہیں، اس لئے کہ ''نورالایضاح'' زمانۂ دراز سے درس نظامی میں شریک ہے، بلکہ ہندوستان بہت پہلے سے اس کی شرح ''مراقی الفلاح'' اور ''طحطاوی'' سے واقف تھا۔خاکسار نے ایک موقعہ پر آپ کے شاگرد مولانا محمد انوری لائلپوری سے اسی روایت کی صحت کے بارے میں استفسار کیا تو تھا تو انہوں نے تصویب کی، لیکن متجسس طبیعت نے درس نظامی کا جائزہ قدیم ادوار سے لیا تو ''نورالایضاح'' عہد قدیم سے داخل نصاب پائی، اس لئے راقم الحروف کے علم وتحقیق میں یہ درسگاہی داستان صحیح نہیں۔ (نقش دوام ص۱۳۷)

مولانا انظر شاہ صاحب مدظلہ کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ علامہ ملا نظام الدین شہید سہالویؒ (متوفی ۱۱۱۶ھ مطابق ۱۷۴۷ء) نے اپنے مدرسہ کے لئے تعلیم کا جو نصاب مرتب کیا تھا جسے بعد میں تمام مدارس نے اپنا لیا اس میں بھی ''نورالایضاح'' کا نام موجود ہے۔

اسی طرح حضرت مولانا عبدالحئی صاحب لکھنویؒ نے بھی اس کا مطالعہ فرمایا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ موصوف کے زمانے میں بھی اس کا نسخہ ہندوستان میں موجود تھا۔اور حضرت لکھنویؒ کا زمانہ شاہ صاحبؒ سے تقریباً پچاس سال مقدم ہے، اس لئے کہ حضرت لکھنویؒ کا سنِ ولادت ۱۲۶۴ھ اور سنِ وفات ۱۳۰۴ھ ہے، اور شاہ صاحب ؒ کا سنِ ولادت ۱۲۹۲ھ اور سنِ وفات ۱۳۵۲ھ ہے۔

حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ سے کسی نے یہ سوال کیا تھا کہ حضرت شاہ صاحب ؒ کا نورالایضاح والا قصہ صحیح ہے اس پر فرمایا: کہ میرے علم میں نہیں۔
(مکتوبات حکیم الاسلام، ص)

مولانا عبدالقدوس صاحب لاجپوری مدظلہ نے سنایا کہ حضرت مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ نے بھی اس واقعہ کے صحت کی تردید فرمائی۔

نورالایضاح کے تراجم وشروحات

سرسری تتبع سے جو اسماء مل سکے وہ یہ ہے:

نمبر شمار	نام شروحات	نام مصنف
۱	امدادالفتاح	مصنف نورالایضاح
۲	مراقی الفلاح	مصنف نورالایضاح
۳	معراج النجاح	از: علامہ علاءالدین ابن عابدین شامیؒ
۴	سبیل الفلاح	
۵	الاصباح (حاشیہ)	شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحبؒ
۶	حاشیہ نورالایضاح فارسی	شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحبؒ
۷	نورالاصباح (ترجمہ)	حضرت مولانا سید محمد میاں صاحبؒ
۸	ایضاح الاصباح	حضرت مولانا سید محمد میاں صاحبؒ
۹	سراج الایضاح	مولانا مفتی کفیل الرحمٰن نشاط عثمانی
۱۰	اشرف الایضاح	مولانا عبدالحفیظ صاحب قاسمی
۱۱	تکمیل الایضاح	مولانا ابوالکلام وسیم صاحب قاسمی
۱۲	ترجمہ نورالایضاح	شیخ عبداللہ پٹنیؒ گجراتی (م ۱۲۷۰ھ)
۱۳	نشاط الارواح	مولانا ابوالمکارم محمد صدیق احمد الانوری
۱۴	سرورالنجاح (ترجمہ)	مولانا محمد یوسف صاحب لاجپوریؒ
۱۵	سرورالنجاح (تکملۂ ترجمہ)	مرغوب احمد لاجپوری

حاشیۃ الطحطاوی

صاحب نورالایضاح نے پہلے نورالایضاح کا متن لکھا، پھر اس کی شرح لکھی، جسکا نام ''امدادالفتاح'' رکھا، بعد میں امدادالفتاح، کی بھی تلخیص کی اور اس کا نام ''مراقی الفلاح'' رکھا اس طرح یہ دونوں شرح اور تلخیص خود صاحب نورالایضاح ہی کی تصنیف ہ ہیں۔۔اسی مراقی الفلاح کی شرح حضرت علامہ قاضی احمد بن محمد طحطاوی نے حاشیہ طحطاوی کے نام سے کی جو بہت مشہور ہوئی۔(علامہ طحطاویؒ کی وفات ۱۳۲۱ھ میں ہوئی ہے۔

وفات

تقریبا۷۵سال کی عمر میں صاحب نور الایضاح ۱۱رمضان ۱۰۶۹ھ،مطابق ۱جون ۱۶۵۹ء بروز جمعہ،عصر کے بعد وفات پائی ،اور تربۃ المجاورین میں مدفون ہوئے۔ اللہ تعالی پوری امت کی جانب سے مصنف علام کو بہترین بدلہ عطا فرمائے اور قبر کو نور سے بھر دے۔آمین یارب العالمین

فقط والسلام۔

مرغوب احمد لاجپوری

۹/جمادی الاولی ۱۴۲۶ھ

مطابق ۱۶/جون ۲۰۰۵ء

بروز جمعرات

﴿نور الایضاح کس طرح لکھی گئی﴾

ناچیز نے ہدایہ سامنے رکھ کر نور الایضاح کی شرح لکھی ہے اس لئے محسوس کیا کہ ہدایہ کے متن اور شرح میں جو مسئلے ہیں انہیں کو نور الایضاح میں بیان کئے ہیں کہیں کہیں ایک دو مسئلے کو کسی دوسری کتاب سے لیا ہے۔البتہ انکی ترتیب بہت آسان ہے،اور اتنا سہل ہے کہ انگلیوں پر گن کر مسئلوں کو یاد کر سکتا ہے،اس میں دلائل بھی نہیں ہیں اس لئے بچوں کو یاد کرنے میں اور سمجھنے میں بہت آسانی ہوتی ہے،اور بچے ایسی کتاب کو بہت پسند کرتے ہیں۔

ثمیر الدین قاسمی غفرلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿ثمرۃ النجاح لکھنے کا داعیہ﴾

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

ہدایہ کی شرح اثمار ہدایہ ختم ہوئی تو خیال آیا کہ نورالایضاح بہت اہم کتاب ہے اور ہر مدرسے میں پڑھائی جاتی ہے اس کی ترتیب بہت آسان ہے اس میں فرائض، واجبات اور سنن کو نمبر ڈال کر گنوایا ہے اس لئے اگر اس کے ہر مسئلے کے ساتھ حدیث کے دلائل ذکر کر دئے جائیں اور اثمار ہدایہ کی طرح حدیث کا حوالہ بھی دے دیا جائے تو مسئلہ مضبوط ہو جائے گا، اور اس کا فائدہ عام ہو جائے گا، اس سے اہل فتوی بھی استفادہ کریں گے، ائمہ کے لئے بھی مفید ہوگی اور طلبہ اور اساتذہ کے لئے بھی آسانی ہو جائے گی۔ طلبہ کے ذہن میں شروع سے یہ بات جم جائے گی کہ حنفیہ کے ہر مسئلے کے ساتھ حدیث، یا قول صحابی موجود ہے۔ اس کے پڑھنے والے طلبہ عربی سے اتنے واقف نہیں ہوتے ہیں اس لئے حدیث سے کما حقہ فائدہ نہیں اٹھا سکینگے، لیکن انکے ذہن میں یہ بات ضرور آئے گی کہ ہمارے ہر مسئلے کے لئے حدیث ہے، اس سے وہ مطمئن بھی ہوں گے اور احادیث یاد کرنے کا تجسس بھی بڑھے گا۔

اس لئے اثمار ہدایہ، کی طرح اس کتاب کا آسان ترجمہ اور تشریح بھی کی اور ہر مسئلے کے تحت میں تین حدیث تین حوالے بھی ذکر کر دئے تا کہ ہدایہ کی طرح اس کا مسئلہ بھی مبرہن ہو جائے

﴿حدیث ذکر کرنے میں ترتیب کی رعایت﴾

اس میں بھی حدیث لانے کی ترتیب یہ رکھی ہے کہ پہلے آیت لاتا ہوں، وہ نہ ملے تو بخاری شریف اور مسلم شریف کی حدیث لاتا ہوں، وہاں نہ ملے تو ابو داود شریف اور ترمذی شریف سے حدیث لاتا ہوں، وہاں نہ ملے تو ابن ماجہ شریف اور نسائی شریف سے حدیث لاتا ہوں، اور ان صحاح ستہ میں نہ ملے تو دار قطنی، اور سنن بیہقی سے لاتا ہوں، اور ان سے بھی احادیث نہ ملے تو اب مصنف ابن شیبۃ اور مصنف عبد الرزاق سے قول صحابی لاتا ہوں، اور قول صحابی بھی نہ ملے تب قول تابعی لاتا ہوں، اور یہ ذکر بھی کر دیتا ہوں کہ یہ حدیث ہے، یہ قول صحابی ہے، اور یہ قول تابعی ہے تا کہ ہر چیز کے قوت وضعف کا اندازہ ہو جائے۔ میری کوشش یہ ہے کہ تابعی کے زمانے میں جو اہم کتابیں ہیں انہیں سے حوالہ دیا جائے، بعد کے زمانے کی جو کتابیں ہیں ان سے قطعا حوالہ نہ لیا جائے تا کہ کسی کو اشکال نہ ہو، الحمد للہ پوری کتاب میں انہیں اصولوں کے ساتھ حوالہ لایا، اور آج یہ شرح ایک مؤقر شرح بن گئی۔ البتہ چونکہ یہ ابتدائی درجے کی کتاب ہے اس لئے امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ کے مسلک کو بیان نہیں کیا۔

﴿گذارش﴾

تحقیق مسائل اور ان کے دلائل بحر بیکراں ہے اس کی تہ تک پہنچنا آسان کام نہیں ہے۔ اس لئے اہل علم کی خدمت میں مؤدبانہ اور عاجزانہ گذارش ہے کہ جن مسائل کے دلائل چھوٹ گئے ہیں اگر ان کو دلائل مل جائیں تو ضرور مطلع فرمائیں تا کہ اگلے ایڈیشن میں ان

کا اضافہ کر دیا جائے۔اسی طرح جہاں غلطی اور سہو نظر آئے اس کی نشاندہی کریں،اس کی بھی اصلاح کروں گا اور تہ دل سے شکر گذار ہوں گا۔

﴿شکریہ﴾

میں اپنی اہلیہ محترمہ کا تہ دل سے شکر گزار ہوں جنہوں نے ہر قسم کی سہولت پہنچا کر فراغت دی اور اشاعت کتاب کے لئے ہمہ وقت متمنی اور دعا گو رہی۔خداوند کریم ان کو دونوں جہانوں میں بہترین بدلہ عطا فرمائے اور جنت الفردوس سے نوازے۔عزیز فرزند محمد عمران سلمہ کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں،انہوں نے کمپیوٹر کی خامیوں کو ہمیشہ دور کیا اور شرح لکھنے کی تاخیر سے بچایا۔حضرت مولانا عبد الحی لاجپوری صاحب کا بھی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے نور الایضاح کا متن صرف تین دن میں لکھ کر عنایت فرمایا،میں اس بات پر حیران ہوں کہ اتنی موٹی کتاب صرف تین دن میں کیسے لکھی! کس تندہی اور کس جانفشانی کے ساتھ کام کیا ہوگا!،حضرت مولانا میں بڑی صلاحیت ہے،اللہ تعالی انکو اس کا بدلہ عطا فرمائے۔حضرت مولانا مرغوب لاجپوری صاحب نے میری تاریخ بھی لکھی اور صاحب نور الایضاح کی بھی سوانح حیات لکھ کر کتاب کو زینت بخشی۔ حضرت مولانا نے سرور النجاح کے نام سے نور الایضاح کا ترجمہ کیا ہے،حضرت نے وہ ترجمہ بھی مجھے عنایت کی،وہ ترجمہ اتنا اچھا لگا کہ اکثر و بیشتر جگہ اسی کو سیٹ کر دیا،جس سے میرا بہت سارا وقت بچ گیا میں اس دریا دلی کا بہت شکر گزار ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ انکو اجر عظیم سے نوازے۔انکے سمدھی حضرت مولانا عبد الروف لاجپوری صاحب بھی شکرئے کے مستحق ہیں کہ وہ ہر دو تین ماہ میں اپنے احباب کے ساتھ کتاب دیکھنے آتے رہے اور ہمت افزائی کرتے رہے،حضرت کے اس تسلی سے بہت ڈھارس بندھی،اور کتاب اختتام کو پہنچی۔ نیز حضرت مولانا مسلم قاسمی صاحب سینپوری سلمہ نے کتاب کی چھپائی کے وقت نگرانی کی ہے میں ان کا بھی شکر گزار ہوں۔خداوند قدوس ان حضرات کو پورا پورا بدلہ عطا فرمائے۔

اللہ تعالی اس کتاب کو قبولیت سے نوازے اور ذریعۂ آخرت بنائے۔اس کے طفیل سے ناچیز کو جنت الفردوس عطا فرمائے اور کمی کوتاہی کو معاف فرمائے۔آمین یارب العالمین۔

ثمیر الدین قاسمی غفرلہ
سابق استاد حدیث جامعہ اسلامیہ مانچسٹر
و چیرمین مون ریسرچ سینٹر،یوکے
۱۲/۱۹/ ۲۰۰۹ء

Samiruddin Qasmi
70 Stamford Street, Oldtrafford,
Manchester ,England, M16 9LL
Tel (0044) 0161 2279577

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علم فقہ

فقہ کے لغوی معنی

فقہ کے لغوی معنی کسی چیز کو کھولنا اور واضح کرنا ،فقیہ اس عالم کو کہتے ہیں جو احکام شرعیہ کو واضح کرے اور ان کی حقائق کا سراغ لگائے اور مغلق اور پیچیدہ مسائل کو واضح کرے۔

اصطلاحی معنی

اہل شرع کی اصطلاح میں فقہ کی مشہور تعریف یہ ہے ' **هو العلم بالاحكام الشرعية الفرعية من ادلتها التفصيلية**'

ترجمہ :-فقہ احکام شرعیہ فرعیہ کے اس علم کو کہتے ہیں جو احکام کے ادلہ مفصلہ سے حاصل ہو۔

ہر ایک جزو کی تشریح

الاحکام الشرعیۃ الفرعیۃ : احکام دو قسم کے ہوتے ہیں۔ایک اصلی اور ایک فرعی۔

احکام اصلی : احکام اعتقادی کو اصلی احکام کہتے ہیں۔جیسے خداوند قدوس کی وحدانیت ،رسالت ،رسول کا آنا،آخرت کا علم ،یہ سب احکام اعتقادیہ ہیں اور اصلی احکام کہلاتے ہیں۔علم فقہ اس سے تعارض نہیں کرتا کیونکہ وہ احکام فرعیہ بیان کرتا ہے۔

احکام فرعیہ : وہ احکام جن کا تعلق عمل سے ہوتا ہو،جیسے نماز،روزہ،حج اور خرید وفروخت وغیرہ کے احکام۔علم فقہ میں یہی احکام بیان کئے جاتے ہیں۔

ادلتہا التفصیلیۃ : اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ احکام کے تفصیلی دلائل بھی معلوم ہوں۔مثلا کہیں کہ حج فرض ہے تو آیت بھی معلوم ہو کہ اس کی دلیل **واتموا الحج والعمرة لله** (آیت۱۹۶،سورۃ البقرۃ۲) موجود ہے۔یا مسئلہ بیان کریں کہ نماز اور زکوۃ فرض ہیں تو یہ دلیل بھی معلوم ہو کہ آیت **اقيموا الصلوة وآتوا الزكوة واركعوا مع الراكعين** (آیت۴۳،سورۃ البقرۃ۲)اس کی دلیل ہے۔حاصل یہ ہے کہ انسانوں کے اعمال کے ہر ہر جزئیہ پر حلت،حرمت،کراہت اور وجوب وغیرہ کا حکم لگانا اور ان میں سے ہر ایک کی دلیل بیان کرنا علم فقہ ہے۔

علم فقہ کا موضوع

مکلّف آدمی کا فعل اور عمل جس سے یہ بحث کی جائے کہ یہ فرض ہے(۲) یا واجب ہے (۳) یا سنت مؤکدہ ہے (۴) یا سنت غیر مؤکدہ ہے(۵) یا نفل ہے(۶) یا مستحب ہے(۷) یا حرام ہے(۸) یا مکروہ تحریمی ہے(۹) یا مکروہ تنزیہی ہے(۱۰) یا مباح ہے۔

مکلّف آدمی کے اعمال کے بارے میں اوپر کی بحثیں کرنا اور حکم لگانا علم فقہ کا موضوع ہے۔

مکلّف کی قید اس لئے لگائی کہ نابالغ بچہ اور مجنون کے اعمال پر شریعت نہ حکم لگاتی ہے اور نہ اس سے بحث کی جاتی ہے۔صرف مکلف کے اعمال سے بحث کرتی ہے۔

غرض وغایت

سعادت دارین کی ظفریابی ہے کہ فقیہ دنیا میں مخلوق خدا کو فائدہ پہنچا کر مراتب عالیہ حاصل کرتا ہے اور آخرت میں جس کی چاہے گا شفاعت کرے گا اور اپنے پروردگار کے دیدار سے مشرف ہوگا۔

یا علم فقہ سیکھ کر احکام شرعیہ کے موافق عمل کرنے کی قوت اور ملکہ پیدا کرنا اس کی غرض ہے۔

علم فقہ کی عظمت

اس سے بڑھ کر کیا عظمت ہوگی کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت بلند الفاظ میں فقیہ کی تعریف کی ہے۔ارشاد ہے 'عن ابن عباس ان رسول الله ﷺ قال من یرد الله به خیرا یفقهه فی الدین '(ترمذی شریف، باب اذا اراد الله بعبد خیرا فقهه فی الدین، ص ۶۰۱، نمبر ۲۶۴۵ رمسند احمد، مسند ابی ہریرۃ، ج ثانی، ص ۴۶۵، نمبر ۱۵۳ ۱۷)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خداوند قدوس جس بندے کے بارے میں خیر کا فیصلہ فرماتے ہیں اس کو فقہ فی الدین کا علم دے دیتے ہیں۔

دوسری حدیث میں ہے 'عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ فقیه اشد علی الشیطان من الف عابد'(ترمذی شریف، باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ، ص ۶۰۸، نمبر ۲۶۸۱)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فقیہ ہزار عابد پر بھاری ہے۔

اس لئے فقہ سیکھنا اور اس پر عمل کرنا بہت بڑی فضیلت کی چیز ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حنفیت تینوں اماموں کے مجموعے کا نام ہے

میرے استاد محترم فرمایا کرتے تھے کہ حنفیت صرف حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مسلک کا نام نہیں ہے بلکہ امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالی کے مسلکوں کے مجموعے کا نام حنفیت ہے۔ اگر ان میں سے کسی ایک کے مسلک پر عمل کرے گا تو وہ حنفیہ کے مسلک پر عمل کرنا ہی سمجھا جائے گا۔ اور اگر امام محمدؒ یا امام ابو یوسفؒ کے مسلک پر فتوی دیا تو وہ حنفیت کے مسلک سے خارج نہیں شمار کیا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ قدوری اور ہدایہ جیسی حنفیہ کی اہم کتابوں میں ان دونوں اماموں کے مسلک درج ہیں۔ اور وقت ضرورت ان کے مطابق فتوی بھی دیا جاتا ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مسلک احتیاط پر ہے

حضرت امام ابوحنیفہؒ بہت متقی اور پرہیزگار آدمی تھے۔ اس لئے انہوں نے ہمیشہ احتیاط پر فتوی دیا اور وہی مسلک اختیار کیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس وقت تک فقہ مدون نہیں ہوا تھا۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ پہلے امام ہیں جنہوں نے فقہ اور اصول فقہ مدون کیا۔ اس لئے اگر احتیاط کے علاوہ پہلو اختیار کرتے تو ہر آدمی کی انگلی اٹھتی۔ اس لئے حضرت نے احتیاطی مسلک اختیار کیا۔ چاہے اس کے لئے فتوی تابعی ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن انہیں کے شاگرد رشید امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے حدیث کی روشنی میں کہیں کہیں دوسرا مسلک اختیار کیا۔ اور کھلے دل کے ساتھ مسلک مع دلائل درج کیا۔ اب ناظرین کو اختیار ہے کہ امام اعظم کا مسلک اختیار کرے یا ان کے شاگرد رشید کا مسلک اختیار کرے۔ دونوں صورتوں میں فضیلت امام اعظم کو ہی جاتی ہے۔

آخری صدی میں مسلک امام اعظم کو اجاگر کرنے اور اس کی اشاعت کرنے کا سہرا دیوبندی مکتب فکر کے سر پر رہا۔ انہوں نے بھی احتیاطی پہلو اختیار کیا اور عموما امام اعظم کی طرح احتیاط پر ہی فتوی دیا۔ اس لئے بعض ناظرین کو اشکال پیدا ہوا اور کہنے لگے کہ حنفیوں کا مسلک احادیث سے مختلف ہے۔ لیکن شاید غور نہیں فرمایا کہ جن مسائل میں ان کو احادیث نہیں مل رہی ہیں وہیں حنفیوں کے دو اہم ستونوں کا مسلک امام اعظم سے مختلف ہے۔ اور ان کے اختیار کردہ مسلک کے لئے سو فیصد احادیث صحیحہ موجود ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ ایسے موقع پر صاحبین کا مسلک حضرت امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے موافق ہو جاتا ہے۔

زیر نظر کتاب 'ثمرۃ النجاح' میں جابجا دیکھیں گے کہ جہاں جہاں صاحبین نے امام اعظم سے اختلاف کیا ہے وہاں امام اعظم کے پاس قول صحابی یا فتوی تابعی ہے اور صاحبین کے پاس احادیث ہیں۔ لیکن امام اعظم کا مسلک احتیاط پر ہے۔

(ا) میرا ناقص خیال ہے کہ اشکال کرنے والوں نے صرف امام اعظم کے مسلک پر غور کیا اور بعض جگہ احادیث نہ پانے کی وجہ سے پورے حنفیت پر اشکال کو مضبوط کر لیا۔ انہوں نے ان کے شاگرد رشید امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے اختلاف کو اور ان کے مضبوط احادیث کی طرف توجہ نہیں دی۔ اور اس کا خیال نہیں کیا کہ وہ بھی تو حنفیت ہی کے دو اہم ستون ہیں۔ اور تمام مسائل کی اشاعت انہیں کے نوک قلم کی مرہون منت ہے۔

(۲) انہوں نے اس کا بھی خیال نہیں کیا کہ امام اعظم کا مسلک احتیاط پر مبنی ہے۔اور یہ پہلے مدون فقہ ہے جس کی وجہ سے ان کو احتیاطی پہلو اختیار کرنا پڑا۔

(۳) یہ گمان صحیح نہیں ہے کہ حنفیوں کا مسلک دلیل عقلی پر ہے۔ یہ تو بعد کے علماء نے حکمت بیان کرنے کے لئے دلیل عقلی، پیش کی ہے۔ ورنہ پوری قدوری، ہدایہ، اور نور الایضاح کو ناچیز نے چھانا ہر ہر مسئلہ یا آیت یا حدیث یا قول صحابی یا قول تابعی سے مستنبط ہے۔ یا ان چاروں میں سے کسی ایک سے اصول متعین کیا اور اصول سے مسئلے کا استخراج کیا ہے۔ صرف دلیل عقلی پر مسئلے کا مدار نہیں ہے۔ اور جہاں جہاں صرف دلیل عقلی بیان کی ہے وہاں ناچیز نے اصول لکھ دیا ہے۔ اور اصول احادیث سے مستنبط ہیں اس لئے گویا کہ وہ مسئلے بھی احادیث ہی سے مستنبط ہوئے۔

صرف کتاب الایمان اور کتاب القضاء میں کچھ مسئلوں کا مدار اس زمانے کے محاورات پر ہے۔ اس لئے وہاں محاورات کے تحت مسئلہ لکھ دیا گیا ہے۔ ان مسئلوں میں حدیث اور قرآن نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ ان مسئلوں کا مدار ہے ہی محاورات پر۔ اس لئے ان مسئلوں کے لئے احادیث یا آیات کہاں سے ملیں گے؟

حنفیوں بلکہ تمام ہی ائمۂ کرام کے مسالک (۱) قرآن (۲) حدیث (۳) قول صحابی (۴) فتوی تابعی (۵) اجماع (۶) اور قیاس سے مستنبط ہے۔ اس لئے ائمۂ کرام پر انگلی اٹھانا صحیح نہیں ہے۔

احقر العباد : ثمیر الدین قاسمی

ا بسم الله الرحمن الرحیم

﴿خطبہ﴾

ترجمہ: ا شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بہت مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

وجہ تقدیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: سب سے پہلے لکھنے کی پانچ وجوہ ہیں۔

(۱) حضور ﷺ کو سب سے پہلے وحی آئی تو اس میں اللہ کے نام سے پڑھنے کے لئے کہا گیا۔ آیت یہ ہے۔ اقرء باسم ربک الذی خلق۔ (آیت ا، سورۃ العلق ۹۶)

(۲) حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیسؓ کو خط لکھا تو بسم اللہ سے شروع کیا۔ آیت یہ ہے۔ انہ من سلیمان و انہ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ (آیت ۳۰، سورۃ النمل ۲۷)۔

(۳) قرآن کریم بسم اللہ سے شروع ہے۔ بلکہ ہر سورۃ بسم اللہ سے شروع ہے۔

(۴) حضور کے تمام خطوط اور تمام خطبات بسم اللہ سے شروع ہیں۔

(۵) اس حدیث کے اشارے سے بھی استدلال کر سکتے ہیں کیونکہ اس حدیث میں ذکر کا لفظ ہے اور بسم اللہ بھی ذکر ہے۔ حدیث یہ ہے۔ عن ابی ہریرہ، قال: قال رسول اللہ ﷺ: کل امر ذی بال لا یبدأ بذکر اللہ أقطع ُ۔ (دارقطنی، کتاب الصلوۃ، جلد اول، ص ۲۳۵، نمبر ۸۷۳) اس ذکر سے مراد بسم اللہ لے سکتے ہیں۔

لغت: بسم اللہ: میں، ب، حروف جر ہے۔ جسکے بہت سے معانی ہیں۔ یہاں اسکا معنی الصاق کا ہے۔ یعنی کسی فعل کے ساتھ چپکانا۔ یا اسکا معنی استعانت ہے یعنی اللہ کے نام کی مدد سے شروع کرتا ہوں۔ ب، حرف جر ہے اسلئے اس کے متعلق کے لئے کوئی فعل محذوف ماننا ہوگا تاکہ حرف جر اسکا متعلق ہو جائے۔ بہتر ہے کہ، ابتدأ محذوف مانیں تاکہ مطلب یہ ہو کہ میں اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ ب متعلق ہو گیا اور اسم تو اللہ کے تابع ہے تو گویا کہ لفظ، اللہ، ہی سب سے مقدم ہو گیا۔ اور اقرأ باسم ربک، میں یہی حکم دیا گیا تھا کہ اللہ کے نام سے پڑھو تو گویا کہ اللہ کا نام ہی سب سے مقدم ہو گیا۔

اللہ: اللہ کے ننانوے نام صفاتی ہیں۔ اور لفظ اللہ ذاتی نام ہے۔ اللہ۔ الا لہ، سے مشتق ہے۔ الہ، کا معنی ہے معبود اور الف لام لگا دینے سے ترجمہ ہو گیا خاص معبود، یعنی اللہ۔ دوسرے معبود تو ہیں ہی نہیں لیکن مشرک لوگوں نے اپنے اعتقاد میں بہت سے معبود بنا رکھے ہیں اسلئے اس سے جدا کر کے خاص معبود اللہ کا نام ہوا۔

الرحمن: فعلان کے وزن پر ہے۔ رحمت سے مشتق ہے۔ رحمت کا معنی ہے رقت قلب۔ اللہ میں رقت قلب محال ہے کیونکہ وہ ذات قلب اور دل سے پاک ہے۔ اسلئے اللہ کی طرف رحمت کی نسبت ہو تو اسکا معانی ہے، فضل و کرم کرنا، احسان کرنا۔ رحمٰن مبالغہ

۲ الحمد لله رب العالمین.

کا صیغہ ہے۔اسکا ترجمہ ہے وہ ذات جس کی رحمت ہر چیز کو گھیری ہوئی ہے۔انتہائی مہربان۔الرحیم: فعیل کے وزن پر ہے۔یہ لفظ بھی رحمت سے مشتق ہے اور مبالغہ کا صیغہ ہے۔البتہ اس میں رحمٰن کے مقابلہ میں کم مبالغہ ہے۔کیوں کہ رحمٰن میں حروف زیادہ ہیں۔اس میں پانچ حروف ہیں اور رحیم میں چار حروف ہیں۔اس لئے رحمٰن میں مبالغہ زیادہ ہوا۔شاید اسی لئے اللہ نے اسکو پہلے لایا۔حضور ﷺ کی دعا میں آیا ہے ،یارحمن الدنیا و رحیم الآخرۃ۔جس سے معلوم ہوا کہ دنیا والوں پر اللہ کی مہربانی زیادہ ہے بنسبت آخرت والوں کے۔کیونکہ دنیا میں مومن اور کافر دونوں پر مہربانی ہورہی ہے اور آخرت میں صرف مومن پر مہربانی ہوگی۔

نکتہ : شاید رحمٰن کو مقدم کرنے کی وجہ یہ ہو کہ اس کا تعلق دنیا والوں کے ساتھ ہے اور دنیا مقدم ہے اس لئے رحمٰن کو مقدم کیا۔یا سجع کے لئے رحمٰن کو مقدم کیا۔

نوٹ کسی کام سے پہلے ذکر کرنا چاہئے لیکن ضروری نہیں ہے کہ بسم اللہ ہی کے ذریعہ ہو۔تسبیح ،تقدیس کے ذریعہ بھی ذکر ہوسکتا ہے۔لیکن بہتر طریقہ یہ ہے کہ بسم اللہ کے ذریعہ ہو۔کیونکہ قرآن کریم میں بسم اللہ کے ذریعہ قرآن کی ابتدا کی گئی ہے۔

ترجمہ: ۲ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے۔

تشریح : دنیا میں بہت سے جہان ہیں ،جیسے آسمان کا جہان اور ہے اور دنیا کا جہان اور ہے، پھر جنت کا جہاں اور ہے اور جہنم کا جہاں اور ہے، اللہ تعالی ان تمام جہانوں کا مالک ہے اس لئے مصنف نے فرمایا کہ تمام جہانوں کا پالنے والا ہے اس کی حمد کرتا ہوں

وجہ: حمد مقدم کرنے کی وجہ یہ ہیں

(۱) قرآن کریم میں الحمد بالکل شروع میں ہے۔

(۲) حدیث میں ہے عن ابی ہریرۃؓ قال : قال رسول اللہ ﷺ کل کلام لا یبدأ فیہ بحمد اللہ فھو اجذم (ابو داود شریف، باب الھدی فی الکلام، ج ۲،ص ۳۱۷،نمبر ۴۸۴۰/ابن ماجہ شریف، باب خطبۃ النکاح،ص ۲۷۲،نمبر ۱۸۹۴) اس حدیث میں ہے کہ جو کلام حمد کے ذریعہ سے شروع نہ کرے وہ ناقص ہے اسلئے مصنفؒ نے اپنی کتاب کو حمد سے شروع کی۔

(۳) بادشاہ کے پاس جاتا ہے تو دنیا کا قاعدہ یہ ہے کہ پہلے اس کی تعریف کرتا ہے اس لئے کتاب کے افتتاح کے لئے اللہ تعالی کی حمد کررہے ہیں

لغت : الحمد :باب سمع سے مصدر ہے۔تعریف کرنا، اور اصطلاحی تعریف: ممدوح کی اختیاری خوبیوں کو زبان سے بیان کرنے کو حمد کہتے ہیں۔چاہے نعمت کے مقابلے پر ہو یا نعمت کے مقابلے پر نہ ہو۔اللہ کی جانب سے ہر وقت نعمت کی بارش ہوتی رہتی ہے اسلئے ہم جو بھی حمد کریں گے وہ نعمت کے مقابلہ پر ہی ہوگی۔

۳؎ والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین وعلی آلہ الطاھرین وصحابتہ اجمعین.

ال:۔الحمد میں الف لام (ا)استغراق کے لئے ہے۔استغراق کا معنی گھیرنا یہاں اسکا مطلب یہ ہے کہ تمام تعریفیں جو دنیا اور آخرت میں ہوسکتی ہوں وہ سب اللہ کے لئے ہیں۔جمہور کی یہی رائے ہے۔(۲)اور اگر الف لام جنس کا لیا جائے تو جنس کا مطلب ہوگا کہ حمد کا ہر ہر فرد اور اسکی حقیقت اللہ کے لئے ہیں۔کبھی الف لام عہد اور متعین چیز کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ہوتا ہے۔اس وقت اسکا مطلب یہ ہوگا وہ متعین تعریفیں جو قرآن اور حدیث میں ہیں وہ اللہ کے لئے ہیں۔ ۔استغراق کا مطلب ہے کہ تمام تعریفیں جو دنیا میں ہوسکتی ہیں وہ سب اللہ تعالی کے لئے ہیں۔جمہور کی رائے یہی ہے۔الف لام کبھی جنس کے لئے ہوتے ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ ماہیت اور حقیقت حمد اللہ کے ساتھ خاص ہے۔کبھی الف لام عہد اور متعین چیز کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ہوتے ہیں۔یعنی متعین تعریفیں جو قرآن وحدیث میں مذکور ہیں وہ اللہ کے لئے ہیں۔

رب العالمین : رب کے معنی ہیں آہستہ آہستہ کسی چیز کی پرورش کرنا۔اللہ پورے جہانوں کو بتدریج غذا مہیا کرتے ہیں اور اس کی پرورش کرتے ہیں اس لئے اس کو رب کہتے ہیں۔لفظ رب تنہا بولا جائے تو صرف اللہ کے لئے بولا جائے گا۔اور اضافت کے ساتھ استعمال ہو تو دوسرے کے لئے بھی رب بولا جائے گا۔جیسے قرآن کریم کی آیت میں ہے اذکرنی عند ربک فانساہ الشیطان ذکر ربہ ۔آیت ۴۲،سورۂ یوسف ۱۲، یہاں رب کو اضافت کے ساتھ استعمال کیا اور مراد قیدیوں کے بادشاہ ہیں۔

العالمین : عالمین جمع کا صیغہ ہے، واحد ہے عالَم۔یہ علامت سے مشتق ہے۔چونکہ دنیا کی تمام چیزیں بنانے والے پر علامت ہیں اس لئے اس دنیا کو عالَم کہتے ہیں۔یہ اسم فاعل کے وزن پر اسم آلہ ہے۔جیسے خاتم اور طابع ،مہر لگانے کا آلہ۔

ترجمہ:۳؎ درود اور سلام ہو ہمارے سردار محمدؐ پر جو خاتم النبین ہیں، اور آپ کے پاک آل پر اور تمام صحابہ پر۔

تشریح :الصلوۃ : صلوۃ کے معنی دعا،لیکن اگر اس کی نسبت اللہ کی طرف ہو تو اس کے معنی رحمت کرنا، اور فرشتے کی طرف ہو تو صلوۃ کے معنی استغفار کرنا۔اور انسان کی طرف ہو تو اس کے معنی دعا ہے۔

سلام : ہر قسم کی سلامتی،(ا) صلوۃ اور سلام کا ثبوت اس آیت میں ہے۔ان اللہ و ملائکتہ یصلون علی النبی یایھا اللذین آمنوا صلوا علیہ و سلموا تسلیما آیت ۵۶ سورۃ الاحزاب ۳۳۔ترجمہ: اللہ اور فرشتے حضور ﷺ پر درود بھیجتے ہیں اس لئے ایمان والو تم بھی ان پر درود اور سلام بھیجو۔اس آیت میں صلوۃ وسلام دونوں پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔بلکہ فضیلت کی بات یہ ہے کہ خود اللہ تعالی اس کام کو کرتے ہیں۔پھر تو فضیلت کا کیا کہنا! علماء فرماتے ہیں کہ حضرت آدمؑ کو فرشتوں سے سجدہ کروایا اس سے زیادہ فضیلت درود وسلام میں ہے۔کیونکہ درود اور سلام خود اللہ تعالی فرماتے ہیں۔

ع:۔ بعد از خدا توئی بزرگ قصہ مختصر۔

٤؎ **قال العبد الفقير الی مولاہ الغنی ابو الاخلاص حسن الوفائی الشرنبلالی الحنفی انه التمس منّی بعض الاخلاء (عاملنا الله و ایاهم بلطفه الخفی) ان اعمل مقدِّمة فی العبادات تقرّب علی المبتدی ما**

(۲)حدیث میں ہے۔**اخبرنی ابو حمید الساعدی انهم قالوا یا رسول الله ! کیف نصلی علیک؟ قال قولوا اللهم صل علی محمد وعلی ازواجه و ذریته** الخ (مسلم شریف، باب الصلوۃ علی النبیؐ ص۱۷۳، نمبر۹۱۱/۴۰۷، ابوداوٗد شریف۔ باب الصلوۃ علی النبیؐ ص۱۴۷، نمبر۹۷۹)اس حدیث میں ہے کہ حضور پر صلوۃ پڑھی جائے۔

النبی : جس نبی پر نئی شریعت آئی ہو، کتاب آئی ہو اس کو رسول کہتے ہیں۔اور نبی اس کو کہتے ہیں جس پر نئی شریعت نہ آئی ہو۔اس لئے رسول نبی سے افضل ہوتے ہیں۔البتہ نبی میں رسول بھی شامل ہے اس لئے مصنفؒ علیہ الرحمۃ نے نبی کا جملہ استعمال کیا تا کہ ادب واحترام زیادہ ہو۔

محمد : حمد سے مشتق ہے، تعریف کیا ہوا۔یعنی جس میں فضائل محمودہ جمع ہوں۔ **الذی جمعت فیه الخصال المحمودة** آپ کے بہت سے نام صفاتی ہیں۔لیکن محمد اور احمد سب سے مشہور نام ہیں۔ یہ نام آپ کے دادا نے رکھا تھا۔آپؐ میں تمام اچھی خصلتیں جمع ہیں اس لئے آپؐ اسم بامسمی بن گئے۔

الــــه : یہ اہل سے مشتق ہے۔اس کا مصداق کون کون ہیں اس میں اختلاف ہے۔ایک معنی ہے آپ کے اہل وعیال اور اولاد، دوسرے معنی ہیں آپ کے خاندان میں جن افراد پر صدقہ لینا حرام تھا وہ حضرات آپ کی آل میں داخل ہیں۔جیسے آل علیؓ، آل جعفرؓ وغیرہ۔

الطاهرین: طاہر کی جمع ہے، جو پاک ہیں

اصحابه : صاحب کی جمع ہیں۔آپکے ساتھی، جن حضرات نے ایمان کے ساتھ آپ کو دیکھا اور ایمان ہی پر ان کا خاتمہ ہوا وہ تمام آپ کے اصحاب ہیں۔ان تمام حضرات پر درود اور سلام ہو۔

ترجمه:۴؎ بندہ ابوالاخلاص حسن وفائی، شرنبلالی، حنفی [جو اپنے غنی مولا کا محتاج ہے] عرض کرتا ہے کہ بعض مخلص دوستوں نے مجھ سے گزارش کی [اللہ تعالی انکے ساتھ اور میرے ساتھ خفی لطف کا معاملہ کرے] کہ میں عبادات میں ایک چھوٹی سے کتاب لکھوں جو ابتدائی پڑھنے والوں کو بڑی بڑی کتابوں میں جو مسائل پھیلے ہوئے ہیں انکے قریب کر دے۔

تشریح : مصنف فرماتے ہیں کہ بڑی بڑی کتابوں میں بہت سے مسائل پھیلے ہوئے ہیں جنکو سمجھنا مشکل ہوتا ہے، بعض مخلص دوستوں نے مجھ سے گزارش کی میں ایک ایسی کتاب مرتب کروں جو ابتدائی طالب علموں کو ان پھیلے ہوئے مسائل کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

لغت: مولا: والی سے مشتق ہے، نگراں، والی، آقا۔سردار۔غنی: مالدار، بے نیاز، یہاں بینیاز کے معنی میں ہے۔شرنبلال: مصر میں

تشتّتَ من المسائل فی المطولات. ۵ فاستعنتُ بالله تعالی واجبتُه طالبا للثواب ۶ ولا اذکر الا ما جزم بصحته اهل الترجیح من غیر اطناب ۷ (وسمّیتُه) نور الایضاح ونجاة الارواح والله أسأل ان ینفع به عباده ویدیم به الافادة.

ایک شہر تھا منوفیہ اس کے پاس ایک گاؤں کا نام ہے، شبرابلول، اسی میں مصنف ابوالاخلاص حسن وفائی پیدا ہوئے، اور اسی کی طرف منسوب کر کے شرنبلالی کہلاتے ہیں۔ الاخلاء: خلیل کی جمع ہے مخلص دوست۔ لطف: مہربانی، الخفی: پوشیدہ۔ مقدمۃ: قدوم سے مشتق ہے، لشکر کا اگلا حصہ، کتاب کا دیباچہ، کتاب کے شروع کا حصہ، یہاں مراد ایسی چھوٹی سی کتاب جو بڑی کتاب سے پہلے پڑھائی جائے اور آسان ہو۔ واقعی یہ کتاب بہت آسان ہے، اور بہت سے جزئیات شامل ہیں جو دوسری کتابوں میں مشکل سے ملتے ہیں۔ تقرب: قریب کر دے، سمجھا دے۔ مبتدی: ابتداء سے مشتق ہے، وہ طلباء جو شروع کلاس کی تعلیم حاصل کر رہا ہو۔ تشتت: شتی سے مشتق ہے، شت سے مشتق ہے، متفرق ہونا پھیلا ہوا ہونا۔ مطولات: طول سے مشتق ہے، لمبی لمبی کتاب، بڑی کتاب۔

ترجمہ: ۵ پس اللہ سے مدد مانگی، اور اور ثواب حاصل کرنے کے لئے ان دوستوں کی بات قبول کر لی۔

تشریح: اللہ تعالی سے مدد مانگی، اور دوستوں نے جیسی فرمائش کی ثواب حاصل کرنے کے لئے اس طرح کی کتاب مرتب کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔

لغت: اجبتہ: اجاب سے مشتق ہے بات قبول کی۔

ترجمہ: ۶ اہل ترجیح نے جن کو بالکل صحیح قرار دیا صرف انہیں مسائل کو ذکر کروں گا، اور لمبی چوڑی بات نہیں کروں گا۔

تشریح: اور جو علماء تحقیق والے ہیں اور اختلافی مسائل میں ترجیح دے سکتے ہیں وہ جن مسائل کو بالکل صحیح قرار دیں صرف انہیں مسائل کو کتاب میں لکھنا ہے، اور اس بات کا خیال رکھا جائے گا کہ بغیر ضرورت کے بات لمبی نہ ہو جائے، تاکہ مبتدی طالب علم کو مسائل سمجھنے میں مشکل نہ ہو جائے۔

لغت: جزم: جزم سے مشتق ہے، یقین ہونا۔ جزم بصحتہ: جس مسئلے کے بارے میں یقین ہو کہ یہ بالکل صحیح ہے۔ اہل ترجیح: وہ محققین علماء جو اختلافی مسائل میں یہ رائے دے سکے کہ یہ اس رائے پر عمل کرنا راجح ہے۔ اطناب: طنب سے مشتق ہے، خیمے کی لمبی رسی، یہاں مراد یہ ہے کہ بغیر ضرورت کے لمبی بات عرض نہیں کروں گا۔

ترجمہ: ۷ اس کتاب کا نام نور الایضاح، اور نجاۃ الرواح، رکھا۔ اللہ تعالی سے یہ درخواست ہے کہ وہ اپنے بندوں کو اس سے نفع پہنچائے اور اس کے فائدہ رسانی کو ہمیشہ قائم رکھے۔ آمین۔

لغت: سمیت: سمی سے مشتق ہے، میں نے اس کا نام رکھا۔ یدیم: دوام سے مشتق ہے، ہمیشہ رکھنا۔ افادۃ: فائدہ دیتے رہنا۔

﴿كتاب الطهارة﴾

﴿كتاب الطهارة﴾

ضروری نوٹ : الطہاراۃ: مصدر ہے۔اور کتاب الطہارۃ،مرکب اضافی ناقص ہے۔اس لئے اس سے پہلے مبتدایااس کے آخر میں خبرمحذوف ماننی پڑے گی۔مثلاهذا کتاب الطھارۃ،یا کتاب الطھارۃ هذا،یا کتاب الطہارۃ کواقرء کامفعول مانیں اور یوں عبارت رکھیں **اقرءُ کتابَ الطھارة**۔

طہارۃ کا ثبوت : آیت میں طہارت کا ثبوت ہے۔**یا ایھا الذین آمنوا اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برء وسکم وارجلکم الی الکعبین، وان کنتم جنبا فاطھروا** ۔آیت۶،سورۃ المائدۃ۵۔حدیث میں ہے**الطھور شطر الایمان** ،یہ بھی ہے **مفتاح الصلوۃ الطھور** ۔(ترمذی،باب ماجاءمفتاح الصلوۃ الطھور ص۶،نمبر۳)

طہارۃ کومقدم کرنے کی۔

وجہ: (۱)عبادات میں سب سے زیادہ اہم نماز ہے۔ایمان کے بعدسب سے زیادہ اہمیت نماز کودی گئی ہے۔ارشادربانی ہے **الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلوۃ**.(آیت۳،سورۃ البقرۃ۲)حدیث میں ہے **الصلوۃ عماد الدین من اقامھا فقد اقام الدین**. اسی لئے تمام مصنفین نے ابواب نماز کومقدم کیا ہے۔اورنماز کی شرط طہارت ہے،بغیرطہارت کےنمازادانہیں ہوگی اس لئے کتاب الطہارۃ کومقدم کیا۔(۲)حج عمر میں ایک مرتبہ فرض ہے۔زکوۃ سال میں ایک مرتبہ فرض ہے۔روزہ سال میں ایک ماہ فرض ہے۔لیکن نماز دن میں پانچ مرتبہ فرض ہے۔اس لئے اس کی ضرورت بار بار پڑتی ہے۔اورنماز کے لئے طہارت کی ضرورت پڑے گی توطہارت کی ضرورت بھی دن میں پانچ بار پڑی۔اس لئے کثرت ضرورت کی بناپر بھی طہارت کوپہلے ذکر کیا۔

لغوی تحقیق کتاب فِعال کےوزن پرمفعول کےمعنی میں ہیں۔جیسےلباس ملبوس کےمعنی میں ہوتا ہے۔اسی طرح کتاب بھی مکتوب کےمعنی میں استعمال ہوا ہے۔اس کامعنی ہے لکھے ہوئے اوراق کا مجموعہ۔کتب کامعنی ہیں لکھنا۔کتاب میں بہت سے مسائل لکھے ہوئے ہوتے ہیں اس لئے اس کوکتاب کہتے ہیں۔

نوٹ: فقہ کی کتابوں میں تین الفاظ ذکر کرتے ہیں۔(۱)کتاب(۲)باب(۳)فصل۔کتاب میں مختلف انواع اوراقسام کے مسائل مذکورہوتے ہیں اوراس میں بعض مرتبہ کئی ابواب بھی شامل ہوتے ہیں۔گویا کہ وہ عام لفظ ہے۔باب میں ایک قسم کے مسائل ذکر کرتے ہیں۔اورفصل میں ایک نوع کے مسائل ذکر کرتے ہیں۔

(ا) المياه التى يجوز التطهير بها سبعة مياهٍ.ماء السماء وماء البحر وماء النهر وماء البئر وماء ذاب

الطهارة: طهر اسکا مصدر ہےاس کامعنی ہےطھارۃ اور پاکیزگی،اس کاالٹا ہےدنس۔شریعت میں مخصوص اعضاء کے دھونے کو طہارت کہتے ہیں۔اس کاالٹا ہےحدث۔بعض علماءفرماتے ہیں کہ رفع حدث یاازالۂ نجس کانام طہارت ہے۔

نوٹ: پاک کرنے کوطَھارۃ بفتح ط، پاک کرنے کے بعد جو پانی باقی رہ جائے اس کو طُھارۃ ط کےضمہ کےساتھ۔اور پاک کرنے کا جوآلہ ہوتا ہے جیسے پانی اورمٹی اس کو طِھارۃ ط کےکسرہ کےساتھ بولتے ہیں۔پاک پانی نہ ہوتومٹی پاک کرنے کے لئے چندشرائط کےساتھ پانی کےقائم مقام ہوتی ہے۔

نوٹ: اقسام طہارت : (۱)اعتقادات کی طہارت جیسےاللہ رسول اور قیامت کےساتھ وہ اعتقادرکھنا جوقرآن اورحدیث کے مطابق ہو(۲) مال کی طہارۃ جیسے مال کی زکوۃ دینا (۳) بدن کی طہارۃ جیسے وضوکرنا،غسل کرنا۔کپڑے کی طھارۃ جیسے کپڑےکو پاک کرنا۔طہارۃ مصدرمیں یہ سب طہارتیں شامل ہیں۔

﴿ پانی کےاحکام ﴾

ضروری نوٹ :حضرت مصنفؒ نے پانی کےاحکام پہلے لائے،کیونکہ پانی سے ہی طہارت ہوتی ہے،اورطہارت سے ہی نمازوغیرہ پڑھی جاسکتی ہے۔

ترجمہ: (۱) جس پانی سے پاک کرنا جائز ہےوہ سات قسم کے پانی ہیں۔[۱]آسمان کا پانی،[۲]سمندرکا پانی[۳]نہرکا پانی [۴]کنواں کا پانی،[۵] برف[۶]،اوراولے سے پگھلا ہوا پانی[۷]چشمہ کا پانی۔

تشریح: یہ سات قسم کے پانی ہیں جو پاک ہیں اوران سےجسم کواورکپڑوں کو پاک کرنا جائز ہے،کیوں کہ یہ خودبھی پاک ہیں اور دوسروں کوبھی پاک کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

وجہ: (۱)یہ سب پانی پاک ہیں اس لئے یہ پانی تھوڑی ناپاکی گرنے کی وجہ سےناپاک نہیں ہوتے ہیں۔اس لئے ان سے وضو کرنااورغسل کرنادونوں جائز ہیں(۲) آسمان کا پانی پاک ہےاس کے بارے میں یہ آیت ہے۔ **وانزلنا من السماء ماء طهورا**۔(آیت ۴۸،سورۃ الفرقان ۲۵)(۳)سمندرکے پانی کےسلسلے میں یہ حدیث ہے ۔**عن ابى هريرة رضى الله عنه يقول سأل رجل رسول الله ﷺ ...افنتوضأ من البحر فقال رسول الله و هو الطهور ماء ه و الحل ميتته.** (ترمذی شریف، باب ماجاء فی ماءالبحرانہ طھور ص ۲۱،نمبر ۶۹ رابوداودشریف، باب الوضوء بماءالبحر،ص ۱۳،نمبر ۸۳)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سمندرکا پانی پاک ہےاوراسکی مری ہوئی مچھلی بھی حلال ہے۔۔سمندر بڑا ہوتا ہےاورنہرچھوٹا ہوتا ہےاس لئے اس

من الثلج والبرد وماء العين.(۲) ثم المياه على خمسة اقسام. طاهر مطهِّر غير مكروه وهو الماء

حدیث سے ثابت ہوا کہ نہر کا پانی بھی پاک ہے۔(۴) کنویں کے بارے میں یہ حدیث ہے ۔**عن ابی سعید الخدریؓ قال قیل یا رسول اللہ ﷺ انتوضأ من بئر بضاعة... فقال رسول اللہ ﷺ ان الماء طهور لا ینجسه شیء** (ترمذی شریف، باب ماجاء ان الماء لاینجسہ شیء، ص ۲۱، نمبر ۶۶) اس حدیث میں ہے کہ کنواں کا پانی پاک ہے(۵) برف اور اولے کے بارے میں یہ حدیث ہے۔**سمعت عبد اللہ بن ابی اوفی یحدث عن النبی ﷺ انه کان یقول اللهم لک الحمد ملء السماء و ملء الارض و ملء ما شئت من من شیء بعد االلهم طهرنی بالثلج و البرد و الماء البارد .** (مسلم شریف، باب مایقول اذا رفع رأسہ من الرکوع، ص ۱۹۸، نمبر ۱۰۶۹/۴۷۶) اس حدیث میں ہے برف اور اولے سے پاک کریں، جس سے معلوم ہوا کہ برف اور اولے کا پانی بھی پاک ہے اور اس میں دوسری چیز کو بھی پاک کرنے کی بھی صلاحیت بھی رکھتی ہے(۶) چشمے کے بارے میں آیت ہے۔ **الم تر ان اللہ انزل من السماء ماء فسلکه ینابیع فی الارض** ۔(آیت ۲۱، سورۃ الزمر ۳۹) اس آیت سے معلوم ہوا کہ چشمے کا پانی پاک ہے۔

لغت : البحر: سمندر۔ البئر : کنواں ۔ ذاب: پگھلنا۔ ثلج: برف۔ البرد: اولے، زمین پر جو جما ہوا برف ہوتا ہے اس کو برف کہتے ہیں، اور آسمان سے جو کنکری جیسی جم کر برف گرتی ہے اس کو اولے کہتے ہیں۔ عین: چشمہ۔

ترجمہ: (۲) پھر پانی کی پانچ قسمیں ہیں۔

[۱] پاک ہو اور دوسرے کو پاک کرنے صلاحیت رکھتا ہو اور مکروہ نہ ہو وہ مطلق پانی ہے۔

تشریح : پانی کی پانچ قسمیں ہیں جسکی تفصیل آگے آرہی ہے، ان میں سے [۱] پہلی قسم یہ ہے کہ وہ خود پاک ہو، دوسری چیز کو بھی پاک کرسکتا ہو، اور وہ پانی مکروہ بھی نہ ہو، اس کو مطلق پانی بھی کہتے ہیں، کیونکہ اس میں کوئی ملاوٹ نہیں ہے اور کوئی کراہیت بھی نہیں ہے۔ اوپر سات قسم کے جو پانی تھے وہ سب مطلق پانی تھے۔

وجہ: اس آیت اور حدیث میں طہور کا لفظ جس کا مطلب ہے کہ یہ پانی خود بھی پاک ہے اور دوسروں کو بھی پاک کرسکتا ہے۔(۱) آیت یہ ہے۔ **و انزلنا من السماء ماء طهورا** ۔(آیت ۴۸، سورۃ الفرقان ۲۵) اس آیت ماء طہورا، ہے یعنی خود پاک ہے اور پاک کرنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے۔(۲) حدیث یہ ہے۔ ۔**عن ابی هریرة رضی اللہ عنه یقول سأل رجل رسول اللہ ﷺ ...افنتوضأ من البحر فقال رسول اللہ و هو الطهور ماءه و الحل میتته.** (ترمذی شریف، باب ماجاء فی ماء البحر انہ طھور، ص ۲۱، نمبر ۶۹/ ابوداود شریف، باب الوضوء بماء البحر، ص ۱۳، نمبر ۸۳) اس حدیث میں ہے کہ سمندر کا پانی طہور ہے یعنی خود پاک ہے اور دوسرے کو بھی پاک کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

المطلق.(۳) وطاهر مطهِّر مكروه وهو ما شرب منه الهرة ونحوها و كان قليلا.

ترجمہ : (۳) دوسرا پانی پاک ہو دوسرے کو پاک کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو، لیکن مکروہ ہو، یہ وہ پانی ہے جس سے بلی، یا اس قسم کے جانور نے پیا ہو اور پانی تھوڑا ہو۔

تشریح : یہ دوسرے قسم کا پانی ہے، کہ وہ خود پاک ہے اور دوسری چیز کو پاک کرنے کی صلاحیت بھی ہے، لیکن بلی کے پینے کی وجہ سے پانی مکروہ ہو گیا، اگر دوسرا پانی موجود ہو تو اس سے وضو کرے اور نہ ہو تو اس پانی سے وضو کرے، وضو، اور غسل جائز ہو جائے گا کیونکہ پاک کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

وجہ :(۱) بلی پھاڑ کھانے والا جانور ہے اس لئے اس کا جوٹھا ناپاک ہونا چاہئے لیکن یہ گھر میں رہتی ہے اور اس سے بچنا مشکل ہے اس لئے شریعت نے تسہیل دیدی اور اس کا جوٹھا مکروہ ہوا۔ (۲) حدیث میں ہے۔ **عن ابی هريرة عن النبی ﷺ قال يغسل الاناء اذا ولغ فيه الكلب سبع مرات اولاهن واخراهن بالتراب واذا ولغت فيه الهرة غسل مرة** ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی سور الکلب، ص ۲۷، نمبر ۹۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بلی کا جوٹھا ناپاک ہے۔ (۳) اور دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بلی پھاڑ کھانے والی ہے، اس لئے اس کا جوٹھا ناپاک ہونا چاہئے، حدیث یہ ہے **عن ابی هريرة قال النبی ﷺ السنور سبع.** (سنن للبیھقی، باب سور الھرۃ، ج اول، ص ۳۷۷، نمبر ۱۱۷۶/ دار قطنی باب سؤر الھرۃ، ج اول، ص ۶۸، نمبر ۲۰۲) (۴) اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بلی گھر میں رہتی ہے اس لئے اس کا جوٹھا پاک ہے، اس لئے دونوں حدیثوں کو ملا کر یہی کہا جائے گا کہ بلی کا جوٹھا پاک تو ہے لیکن مکروہ ہے، حدیث یہ ہے۔ **عن كبشة بنت كعب بن مالك. ان ابا قتادة دخل عليها قالت فسكبت له وضوءا قالت فجائت هرة تشرب فأصغى لها الاناء حتى شربت ، قالت كبشة فرأني انظر اليه فقال أ تعجبين يا ابنة اخي ؟ فقلت نعم ،قال ان رسول الله ﷺ قال انها ليست بنجس انما هي من الطوافين عليكم والطوافات** (ترمذی شریف، باب ماجاء فی سور الھرۃ ص ۲۷ نمبر ۹۲/ ابوداؤد شریف، باب سؤر الھرۃ، ص ۱۲، نمبر ۷۵) (۵) اس حدیث میں ہے کہ آپ بلی کے لئے برتن ٹیڑھا کیا کرتے تھے، جس سے معلوم ہوا کہ اس کا جوٹھا پاک ہے، حدیث یہ ہے۔ **عن عائشة أنها قالت : كان رسول الله ﷺ يمر به الهرة فيصغى لها الاناء ، فتشرب ، ثم يتوضأ بفضلها** ۔(دار قطنی، باب سؤر الھرۃ، ج اول، ص ۶۷ نمبر ۱۹۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بلی کا جھوٹا پاک ہے۔ اس لئے دونوں حدیثوں کو ملانے کی وجہ سے یہ کہتے ہیں کہ بلی کا جوٹھا مکروہ تنزیہی ہے۔ یہی حال گھر میں رہنے والے تمام جانوروں کا ہے۔ (۶) اس اثر میں ہے کہ بلی کا جوٹھا مکروہ ہے۔ **عن ابن عمرؓ انه كان يكره سؤر السنور** ۔ (مصنف عبد الرزاق، باب سؤر السنور، ج اول، ص ۷۷، نمبر ۳۴۰) اس اثر میں ہے کہ بلی کا جوٹھا مکروہ ہے۔

(۴)وطاهر غير مطهِّر وهو ما استعمل لرفع حدث او لقربة كالوضوء على الوضوء بنيته.

لغت : و كان قليلا: دس ہاتھ لمبا اور دس ہاتھ چوڑا تالاب یا حوض ہوتو اس کو غدیر عظیم، بڑا تالاب کہتے ہیں اور حنفیہ کے نزدیک زیادہ پانی کہتے ہیں، اس میں کوئی ناپاکی گر جائے، یا اس سے بلی یا چوہا، یا سانپ پانی پی لے تو یہ ناپاک نہیں ہوتا، اور اس سے کم ہوتو اس کو تھوڑا پانی کہتے ہیں، اس میں ناپاکی گر جائے تو پانی ناپاک ہو جاتا ہے، اور بلی یا چوہا، یا سانپ پانی پی لے تو پانی پاک تو رہے گا لیکن پانی مکروہ ہو جائے گا۔ قلیلا: تھوڑا پانی، یہاں مراد ہے جو پانی دہ در دہ سے کم ہو، یعنی دس ہاتھ لمبا اور دس ہاتھ چوڑا تالاب سے کم ہو۔ هرة: بلی۔ مطهر: مبالغہ کا صیغہ ہے دوسرے کو پاک کرنے والا۔

ترجمه :(۴) تیسرا پانی پاک ہے لیکن پاک کرنے والا نہیں ہے، یہ وہ پانی ہے جس کو حدث کو دور کرنے کے لئے استعمال کیا ہو، یا قربت حاصل کرنے کے لئے استعمال کیا ہو، جیسے قربت کی نیت سے وضو پر وضو کیا ہو۔

تشریح : یہ تیسرے قسم کا پانی ہے، اس کو ماء مستعمل کہتے ہیں، یہ پانی پاک تو ہے اس لئے کسی کپڑے پر لگ جائے تو کپڑا ناپاک نہیں ہوگا، لیکن یہ پانی کسی چیز کو پاک نہیں کرتا، چنانچہ اس پانی سے وضو کرنا جائز نہیں اور اس سے ناپاک کپڑا پاک نہیں ہوگا۔ دو طرح سے پانی مستعمل ہوتا ہے [۱] آدمی حدث والا ہو، وہ حدث دور کرنے کے لئے وضو کرے، اب اس وضو سے جو پانی گرے وہ ماء مستعمل ہے۔ [۲] آدمی پہلے سے وضو کیا ہوا ہے پھر قربت اور ثواب حاصل کرنے کے لئے دوبارہ وضو کرے تو اس وضو سے جو پانی گرے گا وہ ماء مستعمل ہے۔ [۳] آدمی کے جس حصے پر نجاست موجود ہو اس نجاست کو دھونے کے لئے پانی استعمال کرے تو یہ پانی ناپاک ہوگا، اس سے کسی چیز کو پاک کرنا جائز نہیں ہے۔ [۴] آدمی پہلے سے پاک ہو مثلا وضو کیا ہو، اور وضو کی نیت کے بغیر وضو کر لیا تو یہ پانی مستعمل نہیں ہے، اس سے دوبارہ وضو کرنا جائز ہے۔

وجــــه :(۱) پاک ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ماء مستعمل صحابہ کے کپڑوں میں وضو اور غسل کے بعد لگتا رہا لیکن آج تک کسی نے ماء مستعمل کی وجہ سے کپڑا نہیں دھویا۔ اور پاک کرنے کی صلاحیت نہیں ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اہل عرب کو پانی کی سخت ضرورت ہونے کے باوجود کسی نے ماء مستعمل استعمال کر کے وضو یا غسل نہیں کیا۔ اور نہ اس کو دوسرے برتن میں وضو یا غسل کے لئے رکھا ہو (۲) پاک ہونے کی دلیل وہ احادیث ہیں جن میں حضورؐ نے وضو کے لئے استعمال کیا ہوا پانی مریضوں کو پلایا ہے۔ اگر ماء مستعمل پاک نہ ہوتا تو آپؐ اس کو بیماروں کو کیسے پلاتے؟ حدیث میں ہے عن جابر يقول جاء رسول الله ﷺ يعودني وانا مريض لا اعقل فتوضأ وصب علي من وضوئه فعقلت ۔ (بخاری شریف، باب صب النبی ﷺ وضوءہ علی المغمی علیہ، ص ۳۲ ، نمبر ۱۹۴)(۳)سمعت السائب بن يزيد يقول ذهبت بي خالتي الى النبي ؐ فقالت يا رسول الله ان ابن اختي وقع فمسح رأسي ودعا لي بالبركة ثم توضأ فشربت من وضوءه ۔ (بخاری شریف، باب استعمال فضل وضوء الناس

(۵) ویصیر الماء مستعملا بمجرد انفصالہ عن الجسد.

،ص۳۱،نمبر۱۹۰)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ماء مستعمل پاک ہے تب ہی تو وضو کا پانی پلایا۔اور(السنن الکبری للبیھقی ، باب طھارۃ الماءالمستعمل ج اول ،ص ۳۵۹،نمبر۱۱۱۷)میں اس سلسلے کی بہت سی احادیث ذکر کی ہیں،ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ماء مستعمل پاک ہے۔

اور ماء مستعمل سے کوئی چیز پاک نہیں کی جا سکتی اس کے لئے یہ احادیث ہیں ۔

۔(۱) اور ماء مستعمل کے پاک نہ کرنے کے سلسلے میں ان احادیث سے استدلال کیا جاتا ہے جن میں آپؐ نے ہر عضو کے لئے نیا پانی لیا ہے۔اگر ماء مستعمل طہور ہوتا تو ماء مستعمل ہی کو دوبارہ استعمال کر لیتے اور ہر عضو کے لئے نیا پانی نہ لیتے۔حدیث میں ہے۔**عن ابن عباس اتحبون ان اریکم کیف کان رسول اللہ ﷺ یتوضأ فدعا باناء فیہ ماء فاغترف غرفۃ بیدہ الیمنی فتمضمض و استنشق ثم اخذ اخری فجمع بھا یدیہ ثم غسل وجھہ الخ .** (ابوداؤد،باب فی الوضوء مرتین ،ص۲۰،نمبر ۱۳۷)اس حدیث میں ہر عضو کے لئے الگ الگ پانی لیا گیا ہے۔یہ اسی لئے کیا ہوگا کہ پہلا پانی مستعمل ہو گیا اب اس سے دوسرے عضو کو نہیں دھو سکتے اسلئے دوسرے عضو کے لئے دوسرا پانی لیا۔(۲) ایک اور حدیث میں تھوڑے پانی میں جنابت کے غسل کرنے سے منع فرمایا۔اگر اس کے جسم پر نجاست نہ ہو تو منع کرنے کی یہی وجہ ہو سکتی ہے کہ ماء مستعمل ہونے کے بعد وہ پانی دوسروں کے کام نہیں آسکتا۔اس لئے اس میں گھس کر پانی کو مستعمل کرنے سے منع فرمایا۔حدیث میں ہے۔ **ابو ھریرۃ یقول قال رسول اللہ ﷺ لایغتسل احدکم فی الماء الدائم وھو جنب ۔**(مسلم شریف،باب النھی عن الاغتسال فی الماء الراکد ،ص۱۳۳،نمبر ۶۵۸/۲۸۳)ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ماء مستعمل پاک تو ہے لیکن پاک کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا (۳) اس اثر میں ہے۔ **عن ابن عباس فی الرجل یغتسل فی الاناء فینتضح من الذی یصب علیہ فی الاناء قال ان الماء طھور و لا یطھر ۔**(سنن بیہقی، باب طھارۃ الماء المستعمل ،ج اول ،ص۳۶۰،نمبر۱۱۲۲)اس قول صحابی میں ہے کہ ماء مستعمل پاک ہے لیکن پاک کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔(۴) **عن ابراھیم عن ابن عباس انہ سئل عن رجل یغتسل او یتوضأ من الاناء و ینتضح فیہ ؟ قال فلم یر بہ بأسا ۔**(مصنف عبد الرزاق، باب ما ینتضح فی الاناء من الوضوء والغسل ،ج اول ،ص۲۷،نمبر۳۱۵) اس قول صحابی سے بھی معلوم ہوا کہ مستعمل پانی برتن میں گر جائے تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔

لغت :طاہر: پانی خود پاک ہے۔غیر مطہر: یہ پاک کرنے والا نہیں ہے۔ لرفع حدث: حدث دور کرنے کے لئے،حدث اٹھانے کے لئے۔قربۃ: ثواب حاصل کرنے کے لئے کوئی کام کرے اس کو قربت کہتے ہیں۔

ترجمہ: (۵) صرف جسم سے الگ ہونے سے پانی مستعمل ہو جاتا ہے۔

تشریح : پانی کب مستعمل ہوگا اسکے تین مقامات ہیں (۱) عضو پر رہتے ہوئے ہی پانی مستعمل شمار کیا جائے۔(۲) پانی جب

(۶) ولا یجوز بماء شجر و ثمر ولو خرج بنفسه من غیر عصر فی الاظهر.

عضو سے جدا ہو جائے تب مستعمل شمار کیا جائے۔(۳) پانی عضو سے جدا ہو کر کسی مقام پر، مثلا برتن میں جمع ہو جائے تب مستعمل شمار کیا جائے ۔پانی جب عضو پر ہو تو کسی کے یہاں بھی مستعمل شمار نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس میں ضرورت ہے۔اگر عضو پر رہتے ہوئے مستعمل شمار کر دیا جائے تو عضو ہی کبھی پاک نہیں ہوگا۔اور دوسری صورت کہ عضو سے جدا ہونے کے بعد فورا ہی مستعمل قرار دیا جائے کیونکہ اب ضرورت باقی نہیں رہی۔صحیح قول یہی ہے۔

حضرت سفیان ثوریؒ کا قول یہ ہے کہ عضو سے جدا ہونے کے بعد کسی مقام پر، مثلا برتن وغیرہ میں جمع ہو جائے تب جا کر پانی کو مستعمل قرار دیا جائے۔اس سے پہلے پانی مستعمل نہیں شمار کیا جائے گا۔صحیح کہہ کر اسی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہ قول صحیح نہیں ہے ۔

لغت: بمجر دانفاصلہ: محض جدا ہونے سے، صرف جدا ہونے سے۔جسد: جسم سے۔

آٹھ پانی ایک نظر میں

پانی کے اقسام	حکم
[۱] ماء مطلق، طاہر مطہر غیر مکروہ	پاک کرنا جائز ہے
[۲] طاہر مطہر مکروہ	پاک کرنا جائز ہے مگر مکروہ ہے
[۳] ماء مستعمل	پاک کرنا جائز نہیں ہے
[۴] ماء نجس	پاک کرنا جائز نہیں
[۵] ماء مشکوک	دوسرا پاک پانی ہو تو اس کو استعمال نہ کرے
[۶] درخت یا پھل کا رس	پاک ہے وضو جائز نہیں
[۷] گاڑھا شوربہ	پاک ہے وضو جائز نہیں
[۸] پتلا شوربہ	پاک ہے وضو جائز ہے

ترجمہ:(۶) درخت اور پھل کے پانی سے وضو جائز نہیں اگر چہ وہ بغیر نچوڑے ہوئے خود سے نکلا ہو، ظاہر روایت یہی ہے

تشریح :درخت کا رس نکالا ہو یا خود نکلا ہو، مثلا کیلے، یا گنے کا رس نکلا ہو، یا پھل کا رس نکالا ہو، یا خود نکلا ہو مثلا ناریل کا پانی نکلا ہو تو اگر چہ یہ پاک ہے لیکن اس سے وضو کرنا یا غسل کرنا جائز نہیں ہے، اس سے آدمی پاک نہیں ہوگا۔ظاہر روایت یہی ہے۔ ہدایہ کہ عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ اگر خود بخود نکلا ہو تو اس سے وضو جائز ہے اور نکالا گیا ہو تو اس سے وضو جائز نہیں، اس لئے مصنف نے یہ فرمایا کہ ظاہر روایت یہی ہے کہ اس سے وضو جائز نہیں ہے۔

(۷) ولا بماء زال طبعه بالطبخ او بغلبة غيره عليه .

وجه: (۱) درخت کا اور پھل کا نچوڑا ہوا پانی مطلق پانی نہیں ہے بلکہ رس ہے اور مطلق پانی نہ ہو تو حکم یہ ہے کہ تیمّم کرو، رس سے وضو یا غسل مت کرو۔ اسکے لئے آیت یہ ہے۔ **فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیداً طیباً**، (آیت ۴۳، سورۃ النساء ۴) اس آیت میں ہے کہ پانی نہ ہو تو تیمّم کرو۔ (۲) درخت یا پھل کے رس کا رنگ، یا مزا، یا بو ضرور بدلا ہوتا ہے اور حدیث میں ہے کہ ان میں سے کوئی چیز بدلی ہوئی ہو تو اس سے وضو جائز نہیں اس لئے اس سے وضو جائز نہیں ہوگا اس حدیث کے اشارے سے استدلال کیا جا سکتا ہے۔ **عن ابی امامة الباهلی قال : قال رسول الله ﷺ : ان الماء لا ینجسه شیء الا ما غلب علی ریحه و طعمه و لونه** ۔ (ابن ماجہ شریف، باب الحیاض، ص ۷۴، نمبر ۵۲۱)

لغت: عصر، نچوڑنا، اظہر: ظاہر روایت میں اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کے علاوہ اور اقوال بھی ہیں۔

ترجمه : (۷) اور نہیں جائز ہے وضو کرنا اس پانی سے جسکی طبیعت پکانے سے یا اس پر دوسری چیز کے غالب ہونے سے زائل ہو چکی ہو۔

تشریح : پانی میں کوئی چیز مل جائے، یا اس میں ڈال کر کسی چیز کو پکائی جائے تو اس کا حکم کیا ہے اس کا اصول بیان کر رہے ہیں۔

اصول: پانی کی طبیعت زائل ہو جائے، اور یہ ماء مطلق باقی نہ رہے تو چاہے یہ پاک ہو، لیکن اس سے وضو یا غسل کرنا جائز نہیں ہوگا

آگے فرماتے ہیں کہ پانی کی طبیعت دو طرح سے زائل ہوتی ہے [۱] کسی چیز کو پانی میں ڈال کر پکایا جائے جس سے وہ پانی باقی نہ رہے، اور لوگ اس کو پانی نہ کہتے ہوں، بلکہ کوئی اور ہی نام رکھتے ہوں، جیسے پانی میں آلو پکا دیا جائے، جس سے اس کا نام شوربہ ہو جائے تو یہ کھانے کے لئے پاک ہے لیکن اس سے وضو یا غسل کرنا جائز نہیں ہے، لیکن اگر پکانے سے پانی کی طبیعت زائل نہیں ہوئی تو اس پانی سے وضو یا غسل کرنا جائز ہوگا، جیسے پانی میں بیری کی پتی ڈال کر پکائی، یا اشنان گھاس ڈال کر پکایا، تو اس سے پانی بحال رہتا ہے اس لئے اس پانی سے مردے کو غسل دینا جائز ہے۔

[۲] دوسری صورت یہ ہے کہ پانی میں کوئی چیز ملائی گئی، اور اتنی ملائی کہ اس کی طبیعت زائل ہوگئی تو اس سے بھی وضو اور غسل جائز نہیں ہے، اور اگر ملانے سے طبیعت زائل نہیں ہوئی تو اس سے وضو، اور غسل جائز ہے۔ مثلا پانی میں کھجور ملایا جس سے پانی گاڑھا ہو گیا تو وضو جائز نہیں، کیونکہ پانی کی طبیعت بدل گئی، اور اگر گاڑھا نہیں ہوا بلکہ رقت اور سیلان باقی ہے، صرف کھجور کا مزا پانی میں آیا ہے تو اس سے وضو جائز ہے۔، کیونکہ پانی کی طبیعت زائل نہیں ہوئی۔۔ آگے کن چیزوں کے ملنے سے طبیعت بدلتی ہے اور کن چیزوں سے نہیں بدلتی، اس کی چار صورتیں بیان فرما رہے ہیں۔

وجه: (۱) آیت۔ **وانزلنا من السماء ماء طهورا**۔ (آیت ۴۸، سورۃ الفرقان ۲۵)

میں ہے کہ وہ پانی طھور ہے جو ماء مطلق ہو، اور یہ پانی مطلق نہیں رہا بلکہ اس کا نام بھی بدل گیا ہے طبیعت بھی بدل گئی ہے اس لئے اس سے وضو اور غسل جائز نہیں ہوگا، مثلا شربت میں اتنی چیز مل گئی ہے اس کا نام بھی پانی نہیں رہا بلکہ عام عرف میں اس کو شربت کہا جانے لگا (۲) حدیث میں اس کا اشارہ ملتا ہے۔ **عن ابی امامة الباھلی قال قال رسول الله ﷺ ان الماء لاینجسه شی ء الا ماغلب علی ریحه وطعمه ولونه** (ابن ماجہ شریف، باب الحیاض ص ۷۴، نمبر ۵۲۱ / طحاوی شریف باب الماء تقع فیہ النجاسۃ ص ۱۵) اس حدیث سے علماء نے استدلال کیا ہے کہ پانی میں پاک چیز مٹی کے علاوہ مل جائے اور بو، مزہ اور رنگ بدل دے اور پانی کی طبیعت بدل جائے تو اس سے وضو اور غسل کرنا جائز نہیں ہوگا۔ (۳)۔ **سأل رجل ابن عباس قال : انا ننتجع الکلأ ولا نجد الماء فنتوضأ باللبن ؟ قال: لا، علیکم بالتیمم .** (مصنف ابن ابی شیبۃ، ۶۷، فی الوضوء باللبن، ج اول، ص ۶۱، نمبر ۶۴۹) اس قول صحابی میں ہے کہ دودھ سے وضو جائز نہیں ہے اسلئے کہ اس میں رقت اور سیلان پانی کی طرح نہیں ہے۔ (۴) جس نبیذ میں کھجور کا جز اتنا آ گیا ہو کہ وہ گاڑھا ہوگیا ہو تو اس سے وضو کرنا جائز نہیں ہے، اس کے لئے اثر یہ ہے۔ **سمع عن الحسن یقول : لا یتوضأ بنبیذ و لا لبن** ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، ۶۷، فی الوضوء باللبن، ج اول، ص ۶۱، نمبر ۶۵۰) اس قول تابعی میں ہے کہ نبیذ سے وضو نہ کرے

اور اگر پانی میں پاک چیز ملی اور اس پر غالب نہیں آئی بلکہ مغلوب رہی تو وضو جائز ہوگا۔

وجه: (۱) اس حدیث سے اس کا استدلال ہے **عن عبدالله بن مسعودؓ ان رسول الله ﷺ قال له لیلة الجن عندک طهور؟ قال لا الا شی ء من نبیذ فی اداوة قال ثمرة طیبة وماء طهور. فتوضأ** (ابن ماجہ، باب الوضوء بالنبیذ ص ۵۷ نمبر ۳۸۴ / دار قطنی، باب الوضوء بالنبیذ ج اول ص ۸۷ نمبر ۲۴۱) پانی میں کھجور ڈال کر نبیذ بنایا لیکن پانی کی طبیعت نہیں بدلی اس لئے اس سے وضو کرنا جائز قرار دیا۔ (۲) اس حدیث میں بھی ہے۔ **عن ام ھانی ان رسول الله ﷺ اغتسل ھو و میمونة من اناء واحد فی قصعة فیھا أثر العجین** ۔ (نسائی شریف، باب ذکر الاغتسال فی القصعۃ التی یعجن فیھا، ص ۳۲، نمبر ۲۴۱) اس حدیث میں ہے کہ پانی میں آٹے کا اثر تھا لیکن اتنا نہیں تھا کہ پانی کی طبیعت بدل جائے تو اس سے غسل جائز ہوا۔ (۳) اگر پانی میں کسی چیز کو ڈال کر پکایا لیکن اس سے پانی کی طبیعت نہیں بدلی بلکہ نظافت اور صفائی میں اور نکھار آیا تو اس سے وضو جائز ہوگا، جیسے بیری کی پتی ڈال کر پکانے کے باوجود اس سے وضو اور غسل جائز ہے، اس کے لئے حدیث یہ ہے۔ **عن ابن عباسؓ عن النبی ﷺ خر رجل من بعیرہ فوقص فمات فقال اغسلوہ بماء وسدر و کفنوہ فی ثوبیه** ۔ (مسلم شریف، باب ما یفعل بالمحرم اذا مات ص ۳۸۴ نمبر ۱۲۰۶ / ۲۸۹۱ / ابن ماجہ شریف، باب المحرم یموت، ص ۴۴۹، نمبر ۳۰۸۴) اس حدیث سے معلوم

(۸)والغلبة فی مخالطة الجامدات باخراج الماء عن رقته وسیلانه.

ہوا کہ بیری کی پتی یا کوئی چیز پانی کی صفائی کے لئے ملائی جائے تو اس پانی سے پاکی حاصل کرنا جائز ہے بشرطیکہ رقت اور سیلان ختم نہ ہو گیا ہو۔(۴) اس اثر میں بھی اس کی دلیل ہے۔**قال سمعت ابن مسعود یقول : ایما جنب غسل رأسه بالخطمی فقد أبلغ** ۔(مصنف عبد الرزاق، باب الرجل یغسل رأسہ بالسدر، ج اول، ص ۲۰۳، نمبر ۱۰۰۷) اس اثر میں پانی میں خطمی ملا کر دھویا تب بھی غسل جائز ہوا۔

اصول: پکانے سے ، یا اجزا ملانے سے پانی کی طبیعت نہ بدلی ہو تو وضو جائز ہے، اور طبیعت بدل گئی ہو تو وضو جائز نہیں۔

پانی میں کوئی چیز مل جائے تو اس کے احکام ایک نظر میں

نمبر	ملنے کی قسمیں	حکم
(۱)	پکانا شوربے کے لئے	وضو جائز نہیں
(۲)	پکانا نظافت کے لئے	وضو جائز ہے
(۳)	منجمد شیء کا ملنا	وضو جائز نہیں
(۴)	رقیق شیء کا ملنا جس کے صرف دو وصف ہوں	ایک وصف سے غلبہ ہوگا
(۵)	رقیق شیء کا ملنا جس کے تین وصف ہوں	دو وصف سے غلبہ ہوگا
(۶)	رقیق شیء کا ملنا جسکا کوئی وصف نہ ہو	وزن کے بڑھنے سے غلبہ ہوگا

ترجمہ: (۸)اور پانی میں منجمد اشیاء کے ملنے سے جب پانی کی رقت اور سیلان زائل ہو جائے تو غیر شیء کا غلبہ کہا جائے گا۔

تشریح : چار قسم کی چیزیں ہیں ،جب یہ پانی میں مل جائیں تو ہر ایک کے غلبے کی صورت الگ الگ ہے، اس کی تفصیل بیان کی جا رہی ہے [۱] پہلی چیز۔ منجمد چیزیں، جیسے زعفران، پھل، درخت کی پتی پانی میں مل جائے، تو اس وقت اس کو پانی پر غالب سمجھا جائے گا جب پانی گاڑھا ہو جائے اور پانی کی رقیت ختم ہو جائے اور سیلان میں کمی آجائے۔

وجہ :(۱) اس اثر میں ہے کہ نبیذ سے وضو نہ کرے اس لئے کہ وہ گاڑھا ہے جس سے معلوم ہوا کہ جامد ملنے رقیت اور سیلان ختم ہو جائے تو وضو جائز نہیں ہے۔ قول تابعی یہ ہے۔**سمع عن الحسن یقول : لا یتوضأ بنبیذ و لا لبن** ۔(مصنف ابن ابی شیبة ۶۷، فی الوضوء باللبن، ج اول، ص ۶۱، نمبر ۶۵۰)اس قول تابعی میں ہے کہ نبیذ سے وضو نہ کرے کیونکہ کھجور ملنے کی وجہ سے گاڑھا ہو چکا ہے۔(۲)اور اس حدیث میں آٹے کی وجہ سے رقت اور سیلان باقی ہے اس لئے غسل جائز ہوا۔حدیث یہ ہے۔**عن ام هانی ان رسول الله ﷺ اغتسل هو و میمونة من اناء واحد فی قصعة فیها أثر العجین** ۔(نسائی شریف، باب ذکر

(۹) ولا يضر تغير اوصافه كلها بجامد كزعفران و فاكهة وورق شجر .(۱۰)والغلبة فى المائعات

الاغتسال فی القصعۃ التی یعجن فیھا،ص۳۲،نمبر۲۴۱)اس حدیث میں ہے کہ پانی میں آٹے کا اثر تھا لیکن اتنا نہیں تھا کہ پانی کی طبیعت بدل جائے تو اس سے غسل جائز ہوا۔(۳) اس حدیث میں بیری کی پتی سے رقت اور سیلان ختم نہیں ہوا اس لئے غسل جائز رہا۔عن ابن عباسؓ عن النبی ﷺ خر رجل من بعیرہ فوقص فمات فقال اغسلوہ بماء وسدر و کفنوہ فی ثوبیہ ۔(مسلم شریف، باب ما یفعل بالمحرم اذا مات ص۳۸۴ نمبر ۲۸۹۱/۱۲۰۶/ابن ماجہ شریف، باب المحرم یموت، ص۴۴۹،نمبر۳۰۸۴) اس حدیث میں ہے کہ بیری کے پانی سے غسل دو۔

لغت : جامدات:جمد سے مشتق ہے،جمی ہوئی چیز،جیسے مٹی،ڈھیلہ زعفران وغیرہ،اس کے مقابلے میں مائعات ہے،بہتی ہوئی چیز جیسے دودھ،شربت۔رقت: پانی میں جو پتلا پن ہوتا ہے اس کو رقیت، کہتے ہیں۔سیلان: بہنا، پانی میں جو بہنے کی صفت ہے،اس کو سیلان کہتے ہیں،کسی چیز کے ملنے سے پانی گاڑھا سا ہو جائے تو اس کی رقیت اور سیلان ختم ہوگئی۔خلط:ملنا،گھل مل جانا۔

ترجمہ:(۹)اور منجمد چیزوں سے تمام اوصاف بھی بدل جائے تب بھی کوئی حرج نہیں ہے،جیسے زعفران،اور میوے،اور درخت کے پتے گرنے سے ہوتا ہے۔

تشریح : جامد چیز مثلا زعفران،پھل،یا درخت کا پتہ پانی میں گر جائے تو چاہے اس سے پانی کے تینوں اوصاف [رنگ،بو،مزا] بدل جائے تب بھی وضو کرنا جائز ہے،جب تک کہ پانی کی رقت اور سیلان نہ بدل جائے۔دیہات کے تالاب میں پتہ گر کر پانی کا رنگ،مزا،اور بو بدل جاتا ہے لیکن رقت اور سیلان باقی رہتی اس لئے لوگ اس کو وضو اور غسل کے لئے استعمال کرتے رہتے ہیں ۔جامد چیزوں میں غلبے کا اعتبار رقت اور سیلان کے بدلنے سے ہے،رنگ،بو اور مزا بدلنے سے نہیں ہے۔

اصول :جامد شیء سے پانی کی رقت اور سیلان ختم ہو جائے تو پانی مغلوب ہو گیا اور وہ شیء غالب ہوگئی اس لئے اب اس سے وضو کرنا جائز نہیں۔اور رقت اور سیلان ہے،لیکن اوصاف ثلاثہ بدل گئے تو ابھی پانی پر دوسری شیء کا غلبہ نہیں ہے،وضو جائز ہے۔

لغت : اوصاف:وصف کی جمع ہے،رنگ،بو،مزا کو اوصاف کہتے ہیں،بو:خوشبو،اور بدبو کو بو کہتے ہیں۔فاکھۃ:میوہ،پھل،جیسے کھجور،انگور،انار وغیرہ۔لون:رنگ۔طعم:مزا۔ریحۃ: خوشبو،یا بدبو۔

ترجمہ:(۱۰)اور بہنے والی چیز میں صرف ایک وصف کے بدلنے سے غلبہ شمار ہوگا اگر اسکے صرف دو وصف ہوں،مثلا دودھ،کہ اس میں صرف رنگ اور مزا ہے اور بو نہیں ہے۔

تشریح :[یہ غلبہ کی دوسری قسم ہے] بہنے والی چیز میں دو وصف ہوں تو صرف ایک وصف پانی پر غالب ہو جائے تو اس سے اس شیء کا غلبہ شمار کیا جائے گا،اور وضو جائز نہیں ہوگا۔مثلا دودھ میں صرف دو صفت ہیں،رنگ،اور مزا،بو نہیں ہے،اس لئے پانی میں

بظهور وصف واحد من مائع له وصفان فقط كاللبن له اللون و الطعم ولا رائحة له(١١) وبظهور وصفين من مائع له ثلاثة كالخل.(١٢)والغلبة فى المائع الذى لاو صف له كالماء المستعمل وماء الورد المنقطع الرائحة تكون بالوزن .فان اختلط رطلان من المستعمل برطل من المطلق لا يجوز به الوضوء وبعكسه جاز. (١٣)والرابع ماء نجس وهو الذى حلّت فيه نجاسة وكان راكدا قليلا.

دودھ کے ملنے سے پانی کا ایک وصف بدل جائے، مثلا رنگ بدل جائے، یا مزا بدل جائے تو سمجھا جائے گا کہ دودھ غالب ہو گیا اور اب اس سے وضو یا غسل کرنا جائز نہیں ہے

ترجمه :(١١)اور جس شیء میں تینوں صفتیں ہوں اس کے اختلاط سے جس وقت پانی کے دو وصفوں میں تغیر آجائے تو غلبہ کا حکم ہوگا، مثلا سرکہ۔

تشريح :[یہ غلبہ کی تیسری قسم ہے] جس بہنے والی چیز میں تینوں اوصاف، رنگ، بو، مزا، تینوں ہوں، پانی میں ملنے سے اس کے دو وصفوں میں تغیر پیدا کر دے تو سمجھا جائے گا کہ یہ پانی پر غالب آ گئی اور اب اس سے وضو کرنا جائز نہیں ہوگا۔ مثلا سرکہ، کہ اس کا مزا بھی ہے رنگ بھی اور بو بھی ہے، اس کے ملنے سے پانی کا ایک وصف بدلے تو ابھی غلبہ کا حکم نہیں ہوگا، لیکن دو وصف بدل جائیں تو اب غلبہ کا حکم ہوگا، اور اس سے وضو یا غسل جائز نہیں ہوگا۔

ترجمه :(١٢) اور اس بہتی ہوئی چیز جس میں کوئی وصف نہیں ہے جیسے مستعمل پانی اور جس گلاب کے پانی میں بو نہ ہو اس میں غلبہ کا اعتبار وزن سے ہوگا، پس مطلق پانی کے ایک رطل میں مستعمل پانی کا دو رطل مل جائے تو اس سے وضو جائز نہیں ہوگا، اور اگر اس کا الٹا ہو تو جائز ہے۔

تشريح :[یہ غلبہ کی چوتھی قسم ہے] جس بہتی ہوئی چیز میں کوئی وصف نہیں ہے، نہ رنگ ہے، نہ مزا ہے، اور نہ بو ہے، اس میں غلبہ کی صورت یہ ہے کہ وزن کے اعتبار سے زیادہ ہو جائے تو غالب سمجھا جائے گا، جیسے مستعمل پانی میں کوئی وصف نہیں ہے، یا گلاب کے رس میں بو نہ ہو وہ پانی سے زیادہ مل جائے، مثلا ایک رطل مطلق پانی ہو اس میں دو رطل ماء مستعمل مل جائے تو غالب سمجھا جائے گا۔ اور اگر دونوں برابر ہوں، یا ماء مستعمل ایک رطل ہو اور ماء مطلق دو رطل ہو تو غالب نہیں سمجھا جائے گا اور وضو جائز ہوگا۔

اصول: جس بہتی چیز میں اوصاف ثلاثہ نہ ہو اس میں وزن کے اعتبار سے غلبہ کا اعتبار ہے۔

ترجمه :(١٣) اور چوتھی قسم نجس پانی ہے۔ وہ پانی ہے جس میں ناپاکی گر گئی ہو، اور پانی ٹھہرا ہوا اور تھوڑا ہو۔ [اور تھوڑا اس کو کہتے ہیں کہ دس ہاتھ لمبے اور دس ہاتھ چوڑے سے کم ہو]، چاہے ناپاکی کا اثر پانی میں ظاہر نہ ہوا ہو۔

تشريح : [پانی کی اوپر پانچ قسمیں بیان کی ہیں ان میں سے یہ چوتھے قسم کا پانی ہے۔ جسکو، ماء نجس، کہتے ہیں] پانی دہ در دہ سے کم

والقليل مادون عشر فی عشر. فینجس وان لم یظهر اثرها فیه.

ہو، اور جاری بھی نہ ہو، مثلا لوٹے یا مٹکے میں پانی ہو، یا چھوٹے تالاب میں پانی ہواور اس میں ناپاکی گر جائے تو چاہے ناپاکی کا اثر، رنگ، بو، مزا پانی میں ظاہر نہ ہوا ہو، پھر بھی پانی ناپاک ہو جائے گا، اور اس سے کسی چیز کو پاک کرنا جائز نہیں ہوگا، بلکہ یہ پانی کسی کو لگ جائے تو وہ بھی ناپاک ہو جائے گا۔

وجہ :(۱) اس حدیث میں ہے کہ جو پانی جاری نہ ہو اور تھوڑا ہو تو اس میں پیشاب نہ کرو، جس کا مطلب یہ ہوا کہ غسل کرنے سے ناپاک ہو جائے گا۔ حدیث یہ ہے۔ **سمع ابو ھریرۃ انہ سمع رسول اللہ ﷺ یقول لا یبولن احدکم فی الماء الدائم الذی لایجری ثم یغتسل فیہ** ۔(بخاری شریف، باب البول فی الماء الدائم، ص ۳۷، نمبر ۲۳۹ رمسلم شریف، باب النھی عن البول فی الماء الراکد، ص ۱۳۸، نمبر ۲۸۲/ ۶۵۶) (۲) غسل کے بارے میں یہ حدیث ہے۔ **سمع أبا ھریرۃ یقول قال رسول اللہ ﷺ لا یغتسل احدکم فی الماء الدائم وھو جنب.** (مسلم شریف، باب النھی عن الاغتسال فی الماء الراکد، ص ۱۳۸، نمبر ۲۸۳/ ۶۵۸) (۳) نیند سے بیدار ہونے کے بعد تین مرتبہ ہاتھ دھونے کا حکم اس حدیث میں ہے۔ **عن ابی ھریرۃ ان النبی ﷺ قال اذا استیقظ احدکم من نومہ فلا یغمس یدہ فی الاناء حتی یغسلھا ثلاثا فانہ لا یدری این باتت یدہ .** (مسلم شریف، باب کراھیۃ غمس المتوضی وغیرہ یدہ المشکوک فی نجاستھا فی الاناء قبل غسلھا ثلاثا، ص ۱۳۶، نمبر ۲۷۸/ ۶۴۳ رترمذی شریف، باب ماجاء اذا استیقظ احدکم من منامہ، ص ۱۳، نمبر ۲۴) یہ احادیث اور اس قسم کی بہت سی احادیث ہیں جن میں پانی میں نجاست ڈالنے سے منع فرمایا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تھوڑے پانی میں نجاست گرنے سے وہ ناپاک ہو جاتا ہے۔ ورنہ منع کرنے کے کوئی معنی نہیں ہے۔ (۴) اور ماء راکد کے بارے میں یہ حدیث ہے۔ **سمع ابا ھریرۃ یقول : قال رسول اللہ ﷺ : لا یغسل أحدکم فی الماء الدائم و ھو جنب .فقال : کیف یفعل یا أبا ھریرۃ ؟ قال : یتناولہ تناولا** ۔(مسلم شریف، باب النھی عن الاغتسال فی الماء الراکد، ص ۱۳۸ نمبر ۲۸۳/ ۶۵۸) اس حدیث میں بھی ٹھہرے ہوئے تھوڑے پانی میں غسل کرنے سے منع اسی لئے کیا کہ اس سے ناپاک ہو جاتا ہے۔

اور بڑا تالاب ھو یا ماء جاری ھو۔ تو تھوڑی نجاست سے ناپاک نہیں ہوگا، جب تک کہ نجاست کی وجہ سے پانی کا رنگ، یا مزا، یا بو نہ بدل جائے (۱) اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن ابی امامہ الباھلی قال قال رسول اللہ ﷺ ان الماء لاینجسہ شیء الا ماغلب علی ریحہ و طعمہ ولونہ.** (ابن ماجہ شریف، باب الحیاض، ص ۷۴، نمبر ۵۲۱ رطحاوی، باب الماء تقع فیہ النجاسۃ ص ۱۵) اس حدیث میں ہے کہ بڑے تالاب میں جب تک تین وصف میں سے ایک نہ بدلے پانی ناپاک نہیں ہوگا (۲) اس حدیث میں بھی اس کا اشارہ ہے کہ بیر بضاعہ میں ناپاکی کی وجہ سے تینوں میں سے ایک وصف نہیں بدلا تو حدیث میں ناپاک

ہونے کا حکم نہیں لگایا، حدیث یہ ہے۔عن ابی سعید الخدریؓ قال قیل یا رسول اللہ انتوضأ من بئر بضاعہ و ھی بئر یلقی فیھا الحیض ولحوم الکلاب والنتن؟ فقال رسول اللہ ﷺ ان الماء طھور لاینجسہ شیء۔(ترمذی شریف، باب ماجاء ان الماء لاینجسہ شیء ص ۲۱ نمبر ۶۶ ؍ ابوداؤد شریف، باب ماجاء فی بئر بضاعۃ ص ۱۱ نمبر ۶۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ناپاک چیز گرنے سے جب تک مزا، بو یا رنگ نہ بدل جائے پانی ناپاک نہیں ہوگا۔(۳) اس اثر میں ہے کہ حوض بڑا ہوتا ہے اس لئے اس سے کوئی حرام جانور بھی پانی پی لے تو ناپاک نہیں ہوگا۔أن عمر بن الخطاب خرج فی رکب فیھم عمر و بن العاص حتی وردوا حوضا فقال عمر و بن العاص لصاحب الحوض ھل ترد حوضک السباع ؟ فقال عمر بن الخطاب : یاصاحب الحوض لا تخبرنا فانا نردعلی السباع و ترد علینا ۔(سنن للبیھقی، باب سور سائر الحیوانا تسوی الکلب والخنزیر، ج اول ص ۳۷۹ نمبر ۱۱۸۱) اس قول صحابی کے اشارے سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑا حوض ناپاک نہیں ہوتا ۔(۴) اس حدیث میں ہے کہ بڑا تالاب ہو تو ناپاکی گرنے سے ناپاک نہیں ہوتا۔عن ابی سعید الخدری ان النبی ﷺ توضأ او شرب من غدیر کان یلقی فیہ لحوم الکلاب ، قال و لا أعلمہ الا قال : و الجیف فذکر ذالک لہ فقال لہ ان الماء لا ینجسہ شیء ۔(مصنف عبدالرزاق، باب الماء لاینجسہ شیء وماجاء فی ذالک، ج اول، ص ۶۱، نمبر ۲۵۵) اس حدیث میں ہے کہ بڑے تالاب سے وضو فرمایا اور پانی پیا، جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ناپاک نہیں ہوتا۔

لغت : حلت: حلول سے مشتق ہے، داخل ہونا، خلط ملط ہونا۔راکدا: ٹھہرا ہوا۔اثرھا: نجاست کا اثر، سے مراد یہ ہے کہ نجاست کی وجہ سے پانی کا رنگ، یا مزا، یا بو بدل جائے۔

و القلیل مادون عشر فی عشر

دس ہاتھ لمبا ہو اور دس ہاتھ چوڑا حوض ہو تو ماء کثیر ہے، اور اس سے کم ہو تو اس کو ماء قلیل کہتے ہیں۔

وجہ: (۱) اصل بنیاد یہ ہے کہ ماء کثیر، یا بڑا تالاب اس کو کہتے ہیں کہ، اتنا بڑا تالاب ہو کہ اس کی ایک جانب نجاست گری ہو اور آدمی تالاب کی دوسری جانب وضو یا غسل کرے تو اس کی حرکت سے نجاست کا اثر آدمی تک نہ پہنچ پاتا ہو تو اس کو بڑا تالاب کہتے ہیں، اور اسی کو ماء کثیر کہتے ہیں، کیونکہ تالاب کے لمبے چوڑے ہونے کی وجہ سے نجاست کا اثر آدمی تک نہیں پہنچا، تو جس جانب نجاست گری ہے اس جانب ناپاک ہے اور آدمی کی جانب پاک ہے۔وہاں وضو، غسل کرنا جائز ہے۔اب فقہاء نے دیکھا کہ دس ہاتھ لمبا اور دس ہاتھ چوڑا تالاب ہو تو دوسری جانب نجاست کا اثر نہیں پہنچتا ہے، اس لئے عوام پر سہولت کے لئے دہ در دہ کا قول اختیار کر لیا، ورنہ اصل، غدیر عظیم، ہے۔(۲) اس اثر میں اسکا اشارہ ملتا ہے۔قال ابو داود : و قدرت انا بئر بضاعۃ بردائی مددتہ علیھا ثم ذرعتہ فاذا عرضھا ستۃ أذرع ۔(ابوداؤد شریف، باب ماجاء فی بئر بضاعۃ ص ۱۱، نمبر ۶۷) اس اثر میں امام ابوداود نے

بئر بضاعۃ کو ناپا تو وہ چھ ہاتھ تھا اور اسکے بارے میں حضور نے فرمایا ہے کہ نجاست گرنے سے ناپاک نہیں ہوتا۔ اس سے استدلال کرتے ہوئے حنفیہ نے مزید احتیاط فرمایا اور دس ہاتھ لمبا اور دس ہاتھ چوڑا کا مسلک اختیار کیا۔

﴿ دہ دردہ، انچ، فٹ، اور میٹر کے حساب سے ﴾

﴿ دہ دردہ، فٹ کے حساب سے ﴾

ایک ہاتھ ڈیڑھ فٹ کا ہوتا ہے، یعنی اٹھارہ (18) انچ کا ہوتا ہے، اس اعتبار سے دس ہاتھ لمبا پندرہ فٹ لمبا ہوا اور وہی پندرہ فٹ چوڑا ہوا۔ اور پندرہ کو پندرہ میں ضرب دیں تو دوسو پچیس (225) مربع فٹ بڑا تالاب ہوا۔ نوٹ:۔ لمبائی اور چوڑائی کو ضرب دینے سے مربع نکلتا ہے۔

﴿ دہ دردہ، گز کے حساب سے ﴾

ایک ہاتھ آدھے گز کا ہوتا ہے۔ اسلئے دس ہاتھ پانچ گز کا ہوا۔ اسلئے پانچ گز لمبا اور پانچ گز چوڑا بڑا تالاب ہوا۔ جسکا مربع (25) گز ہوگا۔

﴿ دہ دردہ، میٹر کے حساب سے ﴾

ایک ہاتھ 0.4572 میٹر کا ہوتا ہے اسلئے دس ہاتھ 4.572 میٹر لمبا ہوا۔ اور وہی 4.572 میٹر چوڑا ہوا اور مجموعہ 20.903 مربع میٹر ہوا۔

﴿ گول کنواں کا قطر ﴾

اور اگر کوئی حوض، یا کنواں گول ہو تو اسکے بیچ کا قطر 16.925 فٹ ہونا چاہئے۔ اور میٹر کے اعتبار سے 5.158 میٹر قطر ہونا چاہئے۔

﴿بڑے تالاب کا حساب ایک نظر میں﴾

کیا	کتنے کا ہوتا ہے		کیا	کتنے کا ہوتا ہے
ایک انچ	2.54 ۔ سینٹی میٹر کا ہوتا ہے۔		ایک قبضہ	7.62 ۔سینٹی میٹر کا ہوتا ہے۔
ایک میٹر	39.37 ۔انچ کا ہوتا ہے۔		ایک قبضہ	4 ۔ انگلیوں کا ہوتا ہے۔
ایک عام ہاتھ	18۔ انچ کا ہوتا ہے۔		ایک انگلی	0.75 ۔انچ کی مانی گئی ہے
ایک عام ہاتھ	1.50۔ ڈیڑھ فٹ کا ہوتا ہے۔		ایک عام ہاتھ	45.72 ۔سینٹی میٹر کا ہوتا ہے۔
ایک فٹ	12۔ انچ کا ہوتا ہے۔		ایک قبضہ	3۔انچ کا ہوتا ہے
ایک گز	36 ۔ انچ کا ہوتا ہے۔			

﴿دہ دردہ، حوض کتنا بڑا ہوتا ہے﴾

بڑا حوض	لمبائی	ضرب	چوڑائی	برابر	مربع فٹ ریا گز
بڑا حوض	10 ہاتھ	×	10 ہاتھ	=	100۔مربع ہاتھ ہوا
بڑا حوض	15 فٹ	×	15 فٹ	=	225۔مربع فٹ ہوا
بڑا حوض	5 گز	×	5 گز	=	25۔مربع گز ہوا
بڑا حوض	4.572 میٹر	×	4.572 میٹر	=	20.903۔مربع میٹر ہوا

﴿گول حوض یا گول کنواں کا قطر کتنا ہوگا﴾

گول حوض کا قطر	کتنا فٹ ریا گز
گول حوض کا قطر	16.925۔فٹ ہوگا تو دہ دردہ ہو جائے گا
گول حوض کا قطر	5.1589 ۔میٹر ہوگا تو دہ دردہ ہو جائے گا

﴿گول چیز ناپنے کا فارمولہ﴾

گول چیز ناپنے کے لئے چار الفاظ کی تشریح یاد رکھنا ضروری ہے۔(١)قطر (٢)پائی (٣)گول کروی کا رقبہ(۴)گول درھمی کا رقبہ۔

(١)قطر:۔گول چیز کے درمیان کی لمبائی کوقطر کہتے ہیں اس گول کے بیچ میں جولکیر ہے یہ قطر ہے

(٢) پائی کسی گول چیز کو ناپنے کے لئے پائی کی عددکو ضرور استعمال کیا جاتا ھے ۔22بٹے7 کو پائی کہتے ہیں کلکیو لیٹر سے اسکا حساب 3.14285 ہوتا ہے، لیکن انگریزی کتاب میں اسکا حساب 3.1416 دیا ہوا ہے اسلئے کلکیو لیٹر سے پائی کا حساب اسی سے ہوگا۔

(٣) گول کروی کا رقبہ :۔گیند جیسی چیز جو بالکل گول مول ہواسکوگول کروی، کہتے ہیں، جو, کرأۃ، سے مشتق ہے۔گول کروی میں دوقطر ہوتے ہیں، ایک دائیں سے بائیں کی جانب، اور دوسرا اوپر سے نیچے کی جانب، اسلئے گول کروی کے اوپر کا پورا رقبہ نکالنے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک قطر کو دوسرے قطر سے ضرب دیں، جو حاصل ضرب ہوگا اسکو پائی سے ضرب دیں تو گول کروی کے اوپر کا پورا رقبہ نکل جائے گا۔مثلا ایک گیند کا قطر 7انچ ہے، اور گیند مکمل گول ہے اسلئے دونوں قطر سات سات انچ کے ہونگے، اسلئے ایک قطر7 کو 7میں ضرب دیں حاصل ضرب 49 مربع انچ ہوئے ، اسکو پائی 3.1416 سے ضرب دیں تو حاصل ضرب 153.938 مربع انچ پورے گند کا رقبہ ہوا۔

اور اگر گیند کو کاٹ کر اسکی کٹی ہوئی جانب کے رقبے کو معلوم کرنا ہو تو گیند کے پورے رقبے کو 4 سے تقسیم دے دیں تو گیند کی ایک جانب کا رقبہ معلوم ہو جائے گا۔ مثال مذکور میں پورے گیند کا رقبہ 153.938 مربع انچ تھا اسکو 4 سے تقسیم کیا تو حاصل تقسیم 38.4845 مربع انچ ہوا یہ گیند کی ایک جانب کا رقبہ ہے

اور گیند کی گولائی ناپنا ہو تو گیند کے قطر کو پائی سے ضرب دے دیں، حاصل ضرب گیند کی گولائی ہوگی۔مثال مذکور میں گیند کا قطر7انچ تھا تو7 کو پائی3.1416 سے ضرب دیں تو حاصل ضرب21.9912 مربع انچ ہوگا، یہ گیند کی گولائی ہوئی۔نوٹ: یہ حساب سمت قبلہ ناپنے میں کام آئے گا۔

(٤) گول درھمی کا رقبہ :۔یہ درھم سے مشتق ہے اسلئے اسکوگول درھمی کہتے ہیں۔درھم چاروں طرف سے گول نہیں ہوتا صرف اوپر سے گول ہوتا ہے۔اسکی گولائی کوناپنے کے لئے بھی اوپر کا ہی فارمولہ استعمال کرنا پڑتا ہے۔یعنی اگر اسکی گولائی ناپنا ہو تو اسکے قطر کو پائی سے ضرب دے دیں تو اوپر کی گولائی نکل آئے گی۔مثلا درھم کا قطر2.75 سینٹی میٹر ہوتا ہے اسلئے اسکو پائی 3.1416 سے ضرب دے دیں حاصل ضرب8.6394 مربع سینٹی میٹر ہوگا، یہ درھم کی اوپر کی گولائی ہوگی۔

(۱۴)او جاریا وظھر فیه اثرھا.(۱۵) والاثر طعم او لون او ریح.

اور اگر درھم کی پیٹھ، یا پیٹ کا رقبہ ناپنا ہو تو درھم کے قطر کو قطر سے ضرب دیں، جو حاصل ضرب ہو اسکو پائی سے ضرب دیں اور اس حاصل ضرب کو چار سے تقسیم کر دیں تو جو حاصل تقسیم ہوگا وہ درھم کی پیٹھ، یا پیٹ کا رقبہ ہوگا۔مثال مذکور میں درھم کا قطر 2,75 سینٹی میٹر ہے اسلئے 2.75 کو 2.75 سے ضرب دیں حاصل ضرب 7.5625 مربع سینٹی میٹر ہوگا، پھر اسکو پائی 3.1416 سے ضرب دیں، حاصل ضرب 23.7583 مربع سینٹی میٹر ہوگا، پھر اسکو 4 سے تقسیم دے دیں حاصل تقسیم 5.93958 مربع سینٹی میٹر ہوگا، یہ درھم کی پیٹھ، یا پیٹ کا رقبہ ہے نوٹ:۔ یہ حساب آپکو نجاست غلیظہ کی پیمائش میں کام آئے گا۔

دہ در دہ حوض کو گول حوض میں تبدیل کرنے کا حساب:۔ اوپر دہ در دہ یعنی دس ہاتھ لمبا اور دس ہاتھ چوڑا حوض کے بارے میں بتایا کہ اس میں وضو جائز ہے لیکن اگر بڑا کنواں ہو یا گول حوض ہو تو اسکا حساب اس طرح ہوگا۔کہ حوض کی لمبائی اور چوڑائی کو ضرب دیں حاصل ضرب کو پھر 4 سے ضرب دیں پھر اس حاصل ضرب کو پائی 3.1416 سے تقسیم کریں پھر حاصل تقسیم کو برابر برابر میں تقسیم کر دیں تو گول کنویں کا قطر نکل جائے گا اور گول کنویں، یا گول حوض کے قطر کو ناپ نے سے مسئلہ حل ہو جائے گا۔

مثلا دس ہاتھ لمبا اور دس ہاتھ چوڑا حوض پندرہ فٹ لمبا اور پندرہ فٹ چوڑا ہوگا اسلئے کہ ایک ہاتھ ڈیڑ فٹ کا ہوتا ہے۔اور 15 کو 15 سے ضرب دیں تو 225 مربع فٹ دہ در دہ حوض ہوا، پھر اسکو 4 سے ضرب دیں تو 900 مربع فٹ ہوا اسکو اب پائی 3.1416 سے تقسیم دیں 286.478 مربع فٹ ہوا، اس حاصل تقسیم کو برابر برابر میں تقسیم کریں تو 16.9256 فٹ گول حوض کا قطر ہو جائے گا یعنی اگر کسی کنویں کا قطر 16.9256 فٹ ہو تو وہ دہ در دہ حوض کے مطابق ہے اور اس سے وضو کرنا جائز ہے۔

میٹر کے حساب سے گول حوض کا حساب اس طرح ہوگا:۔ایک ہاتھ 45.72 سینٹی میٹر کا ہوتا ہے اسلئے دس ہاتھ لمبا 4.572 میٹر ہوگا اور وہی 4.572 میٹر چوڑا ہوگا ان دونوں کو ضرب کریں تو 20.9031 مربع میٹر دہ در دہ حوض ہوگا۔اب اسکو 4 سے ضرب دیجئے تو حاصل ضرب 83.6127 مربع میٹر ہو جائے گا، اسکو پائی 3.1416 سے تقسیم کریں تو حاصل تقسیم 26.6146 ہوگا، پھر اسکو برابر برابر میں تقسیم کریں تو 5.1589 میٹر ہوگا جو گول کنویں کا قطر ہوگا یہ کنواں دہ در دہ کے برابر ہے اس سے وضو کرنا جائز ہے۔

اور حوض اتنا گہرا ہو کہ چلو بھرنے سے زمین نہ کھلے، صحیح روایت یہی ہے۔

لغت: حلت: حلول سے مشتق ہے، حلول کر گیا ہو، گر گیا ہو۔راکدا: ٹھہرا ہوا ہو، بہتا پانی نہ ہو۔

ترجمہ :(۱۴) یا پانی جاری ہو اور اس میں نجاست کا اثر ظاہر ہو گیا ہو [تو پانی ناپاک ہوگا]

تشریح :پانی جاری ہو، یا پانی دہ در دہ ہو، لیکن اس میں نجاست گرنے کی وجہ سے تینوں اثر [یعنی رنگ، بو، مزا] میں سے کوئی ایک بدل گیا تو پانی ناپاک شمار کیا جائے گا، اور یہ نہ بدلا ہو نجاست گرنے کے باوجود اس کو ناپاک نہیں شمار کیا جائے گا۔

ترجمہ: (۱۵) اور اثر مزا، رنگ اور بو ہے۔

(۱۵ [ب])والخامس ماء مشكوک فی طهوريّته وهو ما شرب منه حمار او بغل.

تشریح :نجاست کا اثر ظاہر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ،مزا،رنگ،یابو بدل گیا ہو۔

وجه: اس حدیث میں اس کا ثبوت گزر گیا ہے۔عن ابی امامة الباهلی قال قال رسول الله ﷺ ان الماء لاینجسه شیء الا ماغلب علی ریحه وطعمه ولونه (ابن ماجہ شریف،باب الحیاض،ص ۷۴،نمبر ۵۲۱/طحاوی شریف باب الماء تقع فیه النجاسة ص ۱۵) اس حدیث میں ہے کہ بڑا تالاب ہو یا جاری پانی ہو تو تینوں اوصاف میں سے ایک نہ بدل جائے پانی ناپاک نہیں ہوگا۔

ترجمه :(۱۵[ب]) اور پانچویں قسم اس کے پاک ہونے میں مشکوک پانی ہے،اور وہ جس سے گدھے یا خچر نے پیا ہو۔

تشریح :یہ پانی کی پانچویں قسم ہے،جسکو ماء مشکوک،کہتے ہیں،جس پانی کو گدھے نے پیا ہو،یا خچر نے پیا ہو تو اس کا جوٹھا مشکوک ہو گیا۔مشکوک کا مطلب یہ ہے کہ یہ بھی شک ہے کہ وہ پانی پاک ہے،اس لئے اس سے وضو جائز ہے۔اور یہ بھی شک ہے کہ وہ پانی ناپاک ہے اس لئے اس سے وضو جائز نہیں ہے،اسلئے تیمّم کیا جائے۔

وجه : (۱) مشکوک ہونے کی وجہ یہ ہے کہ گدھے کے گوشت اور پسینے کے سلسلے میں دونوں قسم کے دلائل ہیں۔آپؐ نے گدھے کا گوشت کھانے سے منع فرمایا۔اور جب گوشت حلال نہیں ہوگا تو اس کا نکلا ہوا تھوک بھی نجس ہوگا۔اس اعتبار سے گدھے کا جوٹھا ناپاک ہونا چاہئے۔لیکن آپؐ گدھے پر سوار ہوئے ہیں جس کی وجہ سے آپؐ کے کپڑے پر گدھے کا پسینہ لگا ہوگا اور پسینہ گوشت سے نکلتا ہے اور پسینے کا حکم بھی وہی ہے جو تھوک کا حکم ہے۔اس لئے اگر پسینہ لگنے سے کپڑا نہیں دھویا اور پسینہ پاک ہے تو اس اعتبار سے تھوک بھی پاک ہونا چاہئے۔گویا کہ گدھے کے تھوک کے سلسلے میں دونوں قسم کے دلائل ہیں اس لئے گدھے کا جوٹھا مشکوک ہے۔(۲) نجس ہونے کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن جابر بن عبد الله قال نهی رسول الله ﷺ یوم خیبر عن لحوم الحمر ورخص فی الخیل. (بخاری شریف،باب غزوة خیبر،ج ثانی ص ۶۰۶،نمبر ۴۲۱۹/مسلم شریف،باب تحریم اُکل لحم الحمر الانسیة،ص ۸۶۶،نمبر ۱۹۳۶/۵۰۰۵) جب گوشت حلال نہیں تو تھوک بھی پاک نہیں ہوگا۔(۳) اثر میں ہے کہ گدھے کا جوٹھا مکروہ ہے۔عن ابن عمر أنه کان یکره سئور الحمار ۔(مصنف ابن ابی شیبة،۳۱ فی الوضوء بسور الحمار والکلب من کرھه،ج اول ص ۳۵،نمبر ۳۰۴) اس اثر میں ہے کہ گدھے کا جوٹھا مکروہ ہے۔

خچر کا حکم گدھے کا حکم ہے کیونکہ خچر گدھے سے پیدا ہوتا ہے۔(۱) حدیث یہ ہے۔عن جابر بن عبد الله قال : ذبحنا یوم خیبر الخیل و البغال و الحمیر ، فنهانا رسول الله ﷺ عن البغال و الحمیر ، و لم ینهنا عن الخیل ۔(ابوداود شریف ، باب فی اکل لحوم الخیل ،ص ۵۴۱ نمبر ۳۷۸۹) اس حدیث میں ہے کہ خچر کا گوشت گدھے کی طرح ممنوع ہے

۔(۲) اس اثر میں اسکا ثبوت ہے۔ **عن حماد قال : البغل من الحمار** (مصنف ابن ابی شیبۃ نمبر ۳۰۸) (۳) دوسری روایت میں ہے۔ **عن ابراهیم قال : کان یکره سئور البغل ، والحمار** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، ۳۱ فی الوضوء بسور الحمار والکلب من کرھہ، ج اول، ص ۳۵ نمبر ۳۰۷) اس اثر سے معلوم ہوا کہ گدھے اور خچر کا حکم ایک ہے ۔

(۱) اور تھوک پاک ہونے کی دلیل یہ حدیث ہے **.عن معاذ قال كنت ردف النبی ﷺ على حمار يقال له عفير.** (بخاری شریف، باب اسم الفرس والحمار ص ۴۰۰ نمبر ۲۸۵۶) آپ گدھے پر سوار ہوئے تو کپڑے پر پسینہ لگا ہوگا اور پسینہ پاک ہے تو تھوک بھی پاک ہونا چاہئے ۔(۲) اصل کے اعتبار سے گوشت پاک ہے اسکی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن انس بن مالک أن رسول الله ﷺ جاءه جاء فقال أكلت الحمر ، ثم جاءه جاء فقال اكلت الحمر ، ثم جاءه جاء فقال أفنيت الحمر فأمر منادٍ یا فنادى فى الناس : ان الله و رسوله ينهيانكم عن لحوم الحمر الاهلية فانها رجس** . (بخاری شریف، باب لحوم الحمر الانسیۃ، ص ۹۸۳، نمبر ۵۵۲۸ مسلم شریف، باب تحریماً کل لحم الحمر الانسیۃ، ص ۸۶۸، نمبر ۱۹۴۰/۵۰۲۱) اس حدیث میں ہے کہ جہاد کا جانور نہ ختم ہو جائے اسلئے گدھے کے گوشت کو حرام کیا، اسلئے اصل کے اعتبار سے گدھے کا گوشت حلال ہے اسلئے اسکا جوٹھا بھی پاک ہونا چاہئے (۳) حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ اصل کے اعتبار سے گدھے کا گوشت ابھی بھی حلال ہے۔حدیث یہ ہے۔ **عن غالب ابن ابجر قال اصابتنا سنة فلم يكن فى مالى شىء أطعم اهلى الا شىء من حمر و قد كان النبی ﷺ حرم لحوم الحمر الاهلية .....فقال : أطعم اهلک من سمين حمرک فانما حرمتها من اجل جوال القرية ،يعنى الجلالة** (ابوداود شریف، باب فی اکل لحوم الحمر الاھلیۃ، ص ۵۴۳، نمبر ۳۸۰۹) اس حدیث میں ہے کہ گدھے کا گوشت حلال ہے۔ اور جب گوشت حلال ہوگا تو اسکا پسینہ اور جوٹھا بھی پاک ہوگا ۔(۴) گدھے کے جوٹھے کے پاک ہونے کی دلیل یہ اثر ہے۔ **عن عطاء أنه كان لا يرى بأسا بسور الحمار** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، ۳۲ من قال لا بأس بسور الحمار، ج اول، ص ۳۵، نمبر ۳۱۲) اس اثر میں گدھے کے جوٹھے کو تقریباً پاک کہا ہے۔ان دونوں قسم کے دلائل کی وجہ سے گدھے کا جوٹھا مشکوک ہے۔

﴿فصل : فی احکام السؤر﴾

(۱۶)والماء القلیل اذا شرب منه حیوان یکون علی اربعة اقسام ویسمی سؤرا.(۱۷) الاول طاھر

﴿جانور کے جوٹھے کا بیان﴾

ترجمه:(۱۶) تھوڑے پانی سے کوئی جانور پی لے،تو اس کی چار قسمیں ہیں،اس کا نام سور ہے[جوٹھا ہے]

تشریح : تھوڑا پانی کا مطلب یہ ہے کہ وہ پانی دہ دردہ سے کم ہو، اور جاری پانی نہ ہو، کیونکہ دہ دردہ پانی ہو، یا جاری پانی ہو تو اس سے سور کے پینے سے بھی ناپاک نہیں ہوگا،ہاں اس سے کم ہو تو اس کے پینے سے ناپاک ہوگا۔

﴿چار قسم کے جوٹھے ایک نظر میں﴾

نمبر شمار	کس جانور کا جوٹھا	حکم
(۱)	آدمی وغیرہ کا جوٹھا	پاک ہے
(۲)	کتے ،اور سور وغیرہ کا جوٹھا	ناپاک ہے
(۳)	بلی، کھلی ہوئی مرغی وغیرہ کا جوٹھا	مکروہ ہے
(۴)	گدھے، خچر کا جوٹھا	مشکوک ہے

ترجمه :(۱۷) پہلا پانی پاک ہے اور پاک کرنے والا بھی ہے، یہ وہ پانی ہے جس سے آدمی نے یا گھوڑے نے، یا جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہو اس نے پیا ہو۔

تشریح :آدمی نے پیا ہو،تو آدمی کا جوٹھا پاک ہے اس لئے اس کا باقی ماندہ پانی پاک بھی ہے اور دوسری چیز کو پاک کرنے والا بھی ہے،اس لئے اس سے وضو، یا غسل جائز ہے۔اسی طرح گھوڑے کا جوٹھا، یا جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہو اس کا گوشت بھی پاک ہے،اس کا جوٹھا بھی پاک ہے۔

وجه : (۱) اس حدیث میں ہے کہ آدمی کا جوٹھا پاک ہے۔**عن ابن عباس قال دخلت مع رسول الله ﷺ انا و خالد بن الولید علی میمونة فجاء تنا باناء من لبن فشرب رسول الله ﷺ وانا علی یمینه و خالد علی شماله فقال لی الشربة لک فان شئت اثرت بها خالدا فقلت ما کنت لاوثر علی سورک احدا .** (شمائل ترمذی، باب ما جاء فی صفة شراب رسول اللهﷺ ص ۱۳)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آدمی کا جوٹھا پاک ہے۔تب ہی تو آپؐ نے اپنا جوٹھا دوسرے کو پینے دیا(۲) **عن عائشة قالت : کنت اشرب و أنا حائض ،ثم اناوله النبی ﷺ فیضع فاه علی موضع فیّ فیشرب** ۔(مسلم شریف، باب جواز غسل الحائض رأس زوجها، الخص ۱۴۳ نمبر ۳۰۰ /۶۹۲ /ابو داود شریف، باب مواکلة الحائض و

مطھِّر وھوما شرب منه آدمی او فرس او ما یؤکل لحمه.(۱۸) والثانی نجس لا یجوز استعماله وھو ما شرب منه الکلب او الخنزیر او شیء من سباع البھائم کالفھد والذئب.

مجامعتھا،ص۳۹نمبر۲۵۹)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حائضہ عورت کا جوٹھا پاک ہے (۳) گھوڑے کا جوٹھا پاک ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن اسماء قالت نحرنا فرسا علی عھد رسول الله ﷺ فأکلناہ** ۔(بخاری شریف،باب لحوم الخیل، ص۹۸۳،نمبر۵۵۱۹رمسلم شریف،باب اباحۃ أکل لحم الخیل،ص ۸۶۸،نمبر۱۹۴۲ر۵۰۲۵)اس حدیث میں ہے کہ گھوڑے کا گوشت حلال ہے،اس لئے اس کا جوٹھا پاک ہوگا۔(۴)**عن جابر بن عبد اللہ قال نھی النبی ﷺ یوم خیبر عن لحوم الحمر و رخص فی لحوم الخیل** ۔(بخاری شریف،باب لحوم الخیل،ص۹۸۳،نمبر۵۵۲۰رمسلم شریف،باب اباحۃ أکل لحم الخیل،ص ۸۶۸،نمبر۱۹۴۱ر۵۰۲۲)اس حدیث میں بھی ہے کہ گھوڑے کا گوشت حلال ہے۔(۴)تھوک گوشت سے پیدا ہوتا ہے اس لئے جس جانور کا گوشت حلال ہے اس لئے اس کا تھوک بھی پاک ہوگا۔**عن البراء قال قال رسول الله ما اکل لحمه فلا بأس بسؤرہ** (سنن بیھقی،باب الخبر الذی ورد فی سؤر مایوکل لحمہ،ج اول،ص۳۸۱،نمبر۱۱۸۹رمصنف ابن ابی شیبۃ،۳۳ فی الوضوء بسور الفرس والبعیر ،ج اول،ص ۳۶،نمبر۳۲۱)اس حدیث میں ہے کہ جسکا گوشت حلال ہے اسکا جوٹھا بھی پاک ہے۔

ترجمه :(۱۸) دوسرا ناپاک پانی ہے،جس کا استعمال جائز نہیں ہے،یہ وہ پانی ہے جس سے کتے نے،سورنے،یا پھاڑ کھانے والے جانور نے پیا ہو،جیسے چیتا اور بھیڑیا۔

تشریح : یہ دوسرے قسم کا پانی ہے جسکو ایسے جانور نے پیا ہے جس کا گوشت کھانا حرام ہے،ابھی گزرا کہ تھوک گوشت سے پیدا ہوتا ہے،اس لئے جس جانور کا گوشت حرام ہے اس جانور نے پانی پیا ہوتو اس کا جوٹھا ناپاک ہے،اس کو کسی چیز کو پاک کرنے کے لئے استعمال کرنا جائز نہیں۔ جیسے کتے کا جوٹھا،سور کا جوٹھا،چیتے کا جوٹھا اور بھیڑیئے کا جوٹھا۔

وجه :(۱) کتے کا جوٹھا ناپاک ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔**عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال اذا شرب الکلب فی اناء احدکم فلیغسله سبعا** (بخاری شریف،باب اذا شرب الکلب فی اناء احدکم فلیغسلہ سبعا،ص۲۹،نمبر۱۷۲رابو داود شریف،باب ماجاء فی سور الکلب،ص۲۷نمبر۷۱)اس حدیث میں ہے کہ کتے کا جوٹھا ناپاک ہے اس لئے اس برتن کو بھی سات مرتبہ دھوؤ۔(۲) سور کا جوٹھا ناپاک ہے اس لئے کہ وہ نجس العین ہے،اس کے لئے یہ آیت ہے۔ **ولحم خنزیر فانه رجس** (آیت ۱۴۵ سورۃ الانعام ۶) اس آیت میں سور کو نجس کہا گیا ہے۔اسلئے اسکا جوٹھا بھی نجس ہے۔(۳) ہر پھاڑ کھانے والے جانور کا جوٹھا ناپاک ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔**عن ابی ثعلبة ان رسول اللہ ﷺ نھی عن اکل کل ذی ناب من السباع** ۔(بخاری شریف،باب اکل کل ذی ناب من السباع،ص۹۸۴،نمبر۵۵۳۰رمسلم شریف،باب تحریم اکل کل ذی ناب من

(۱۹) والثالث مکروہ استعمالہ مع وجود غیرہ وھو سؤر الھرۃ والدجاجۃ المخلاۃ وسباع الطیر کالصقر والشاھین والحداۃ وسواکن البیوت کالفارۃ لا العقرب .

السباع وکل ذی مخلب من الطیر ،ص۸۶۳،نمبر۱۹۳۲/۴۹۸۹) قاعدہ گزر چکا ہے کہ جس کا گوشت حرام اس کا جوٹھا ناپاک ہے۔ چیتے اور بھیڑیئے کا گوشت حرام ہے اس لئے اس کا جوٹھا بھی ناپاک ہے۔(۴) بھیڑیا پھاڑ کھانے والا جانور ہے، اور اس کا گوشت حرام ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن حبان جزء عن أخیہ خزیمۃ بن جزء قال سألت رسول اللہ ﷺ عن اکل الضبع قال و یأکل الضبع أحد ؟ و سألتہ عن أکل الذئب فقال و یأکل الذئب أحد فیہ خیر ؟** ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی أکل الضبع ،ص۴۲۴،نمبر۱۷۹۲)اس حدیث میں ہے کہ بھیڑیا کا گوشت نہیں کھایا جا سکتا ہے۔

لغت:سباع: پھاڑ کھانے والا جانور۔بہائم جنگلی جانور۔فھد :چیتا۔الذئب: بھیڑیا۔

ترجمہ : (۱۹) تیسری قسم کا وہ پانی ہے کہ دوسرے پانی کے ہوتے ہوئے اس کا استعمال مکروہ ہو، یہ بلی، اور کھلی ہوئی مرغی، اور پھاڑ کھانے والے پرندے، مثلا شکرے اور باز اور چیل کا جوٹھا، اور گھر میں رہنے والے جانو کا جوٹھا، جیسے چوہا سوائے بچھو کے۔

تشریح : یہ تیسری قسم کا پانی ہے، یہ مکروہ پانی ہے۔دوسرے پانی کے رہتے ہوئے اس پانی کا استعمال کرنا مکروہ ہے ، یہ سارے وہ جانور ہیں جن کا جوٹھا مکروہ ہے، جیسے بلی کا جوٹھا مکروہ ہے، وہ مرغی جو کھلی پھرتی ہے اور ناپاکی میں منہ ڈالتی رہتی ہے اس کا جوٹھا مکروہ ہے، پھاڑ کھانے والے پرندے کا گوشت حرام ہے اس لئے اس کا جوٹھا ناپاک ہونا چاہئے لیکن یہ اڑتے ہوئے آکر پانی پی لیتا ہے، اس لئے اس کے جوٹھے سے بچنا مشکل ہے اس لئے اس مجبوری کی وجہ سے اس کا جوٹھا مکروہ قرار دیا، اور گھر میں رہنے والے جانور مثلا چوہا، بلی وغیرہ کا گوشت حرام ہے اس لئے اس کا جوٹھا بھی ناپاک ہونا چاہئے، لیکن رات ہی میں یہ پانی پی لے گا، یا کھانا کھالے گا، اس لئے اس کے جوٹھے سے بچنا مشکل ہے اس لئے اس کے جوٹھے کو بھی ناپاک کے بجائے مکروہ قرار دیا۔ بچھو کا جوٹھا پاک اس لئے قرار دیا کہ اس میں بہتا ہوا خون نہیں ہے، اس لئے وہ مکھی کے درجے میں ہے اور اس کا جوٹھا مکرہ نہیں ہے، پاک ہے۔دلیل وجہ میں دیکھیں۔

وجہ :(۱) بلی پھاڑ کھانے والا جانور ہے اس لئے اس کا جوٹھا ناپاک ہونا چاہئے لیکن یہ گھر میں رہتی ہے اور اس سے بچنا مشکل ہے اس لئے شریعت نے تسہیل دیدی اور اس کا جوٹھا مکروہ ہوا۔(۲) حدیث میں ہے **عن ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ قال یغسل الاناء اذا ولغ فیہ الکلب سبع مرات اولاھن واخراھن بالتراب واذا ولغت فیہ الھرۃ غسل مرۃ.** (ترمذی شریف، باب ماجاء فی سور الکلب ص ۲۷ نمبر ۹۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بلی کا جوٹھا ناپاک ہے تب ہی تو ایک مرتبہ دھونے کے لئے کہا (۲) **عن ابی ھریرۃ قال النبی ﷺ السنور سبع** (سنن للبیھقی ، باب سور الھرۃ، ج اول، ص ۷۷ ،۲۷، نمبر ۱۱۷۶/دار

قطنی باب سؤر الھرۃ، ج اول، ص ۷۱، نمبر ۲۱۷) جب بلی پھاڑ کھانے والی ہے تو اسکا گوشت ناپاک ہوا، اسلئے اسکا جوٹھا بھی ناپاک ہوگا۔(۳) لیکن دوسری حدیث ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکے جوٹھے میں تسہیل ہے کیونکہ یہ ہمیشہ گھر میں رہتی ہے اسلئے اسکے جوٹھے کو ناپاک قرار دیں تو معاملہ مشکل ہو جائے گا۔ حدیث یہ ہے۔ **عن کبشة بنت کعب بن مالک. ان ابا قتادة دخل علیھا قالت فسکبت لہ وضوءا قالت فجائت ھرة تشرب فأصغٰی لھا الاناء حتی شربت ، قالت کبشة فرأنی انظر الیہ فقال أ تعجبین یا ابنة اخی ؟ فقلت نعم ،قال ان رسول اللہ ﷺ قال انھا لیست بنجس انما ھی من الطوافین علیکم و الطوافات** (ترمذی شریف، باب ماجاء فی سور الھرۃ ص ۲۷ نمبر ۹۲/ ابوداؤد شریف، باب سؤر الھرۃ، ص ۱۲، نمبر ۷۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بلی کا جھوٹا پاک ہے۔ اس لئے دونوں حدیثوں کو ملانے کی وجہ سے یہ کہتے ہیں کہ بلی کا جوٹھا مکروہ تنزیہی ہے۔ یہی حال گھر میں رہنے والے تمام جانوروں کا ہے۔(۴) مرغی کا گوشت حلال ہے، لیکن کھلی ہوئی ہونے کی وجہ سے نجاست میں منہ ڈال سکتی ہے اس لئے اس کا جوٹھا ناپاک ہونا چاہئے، لیکن اس سے بچنا مشکل ہے اس لئے اس کو مکروہ قرار دیا۔ اس کے لئے اثر یہ ہے۔ **عن الحسن انہ کان یقول : فی الدجاجة تشرب من الاناء یکرہ ان یتوضأ بہ .** (مصنف ابن ابی شیبۃ، ۳۴ الوضوء بسور الدجاجۃ، ج اول، ص ۳۶ نمبر ۳۲۳) اس اثر میں ہے کہ مرغی کا جوٹھا مکروہ ہے، مرغی بندھی ہوئی ہو، اور نجاست نہ ہونے کا یقین ہو تو اس کا جوٹھا پاک ہے، اور نجاست کا یقین ہو تو اس کا جوٹھا ناپاک ہے۔(۵) اثر میں ہے کہ پرندے کی بیٹ ناپاک نہیں ہے کیونکہ اس میں مجبوری ہے، جب اسکی بیٹ ناپاک نہیں تو اسکا تھوک بدرجہ اولیٰ ناپاک نہیں ہونا چاہئے۔ اثر یہ ہے۔ **عن الحسن قال : سقطت ھائمة علی الحسن فذرقت علیہ فقال لہ بعض القوم : نأتیک بماء تغسلہ فقال : لا ، و جعل یمسحہ عنہ** (مصنف ابن ابی شیبۃ، ۱۴۵ الذی یصلی وفی ثوبہ خرء الطیر، ج اول، ص ۱۱۰ نمبر ۱۲۵۶) اس اثر سے معلوم ہوا کہ پرندے کی بیٹ ناپاک نہیں ہے۔(۶) **عن عائشةؓ أن رسول اللہ ﷺ قال خمس من الدواب کلھن فاسق یقتلن فی الحرم : الغراب و الحدأ و العقرب ، و الفأرة و الکلب العقور۔** (بخاری شریف، باب ما یقتل المحرم من الدواب، ص ۲۹۵، نمبر ۱۸۲۹) اس حدیث میں ہے کہ چیل، بچھو، اور چوہا فاسق ہے، یعنی وہ بدمعاش بھی ہیں اوران کا گوشت حرام بھی ہے۔ لیکن سواکن البیوت کی وجہ سے ان کا جوٹھا مکروہ ہے۔

بچھو کا جوٹھا پاک ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں بہتا خون نہیں ہے اس لئے وہ مکھی کے درجے میں ہے، اس لئے اس کا جوٹھا پاک ہے۔(۱) اس حدیث میں ہے۔ **عن ابی ھریرة ان رسول اللہ ﷺ قال اذا وقع الذباب فی اناء احدکم فلیغمسہ کلہ ثم لیطرحہ فان فی احدی جناحیہ شفاء وفی الآخر دواء** (بخاری شریف، کتاب الطب، باب اذا وقع الذباب فی الاناء ص ۸۶۰، جلد ثانی، نمبر ۵۷۸۲) حدیث میں پوری مکھی کو برتن میں ڈالنے کے لئے کہا۔ اگر مکھی سے کھانا یا پانی

(۲۰)والرابع مشکوک فی طھوریّتہ وھو سؤر البغل والحمار فان لم یجد غیرہ توضأ بہ و تیمّم ثم صلیٰ.

ناپاک ہوتا تو پوری مکھی کو کیسے ڈالنے کے لئے فرماتے (۲) دار قطنی میں ہے کہ جس جانور میں بہتا ہوا خون نہیں ہے وہ کھانے یا پانی میں گر جائے تو اس کھانے کو کھاؤ۔ اور اس پانی سے وضو کرو، اس لئے کہ وہ پاک ہے۔ **قال رسول اللہ ﷺ یا سلمان کل طعام و شراب وقعت فیہ دابۃ لیس لھا دم فماتت فیہ فھو حلال اکلہ و شربہ و وضوءہ** ۔(دار قطنی، باب کل طعام وقعت فیہ دابۃ لیس لھا دم ، ج اول ،ص ۳۳ ،نمبر ۸۱ ،سنن للبیھقی ، باب ما لا نفس لہ سائلۃ اذا مات فی الماء القلیل ،ج اول ،ص ۳۸۳ ،نمبر ۱۱۹۳)اس حدیث میں ہے کہ جس جانور میں خون نہ ہو اس کا جوٹھا پاک ہے۔

لغت : الدجاجۃ: مرغی۔ المخلاۃ: جو کھلی پھرتی ہو۔ سباع الطیر : وہ پرندے جو شکار کر کے کھاتے ہیں۔ الصقر :شکرا۔ الشاھین: باز ۔ الحداۃ: چیل۔ الفارۃ : چوہا۔ العقرب: بچھو۔

ترجمہ :(۲۰) چوتھا اس کے پاک ہونے میں شک ہے، اور وہ گدھے اور خچر کا جوٹھا ہے، پس اگر کوئی دوسرا پانی نہ ملے تو تو اس پانی سے وضو کرے اور تیمّم بھی کر لے، پھر نماز پڑھے۔

تشریح :یہ چوتھے قسم کا پانی ہے، جس کے بارے میں یہ بھی شک ہے کہ یہ پاک ہے، اور یہ بھی شک ہے کہ یہ ناپاک ہے، اس لئے اس کو ,ماء مشکوک، کہتے ہیں، یہ گدھے اور خچر کا جوٹھا پانی ہے، اس کا حکم یہ ہے کہ کوئی پاک پانی نہ ہو تو اس پانی سے وضو کر لے، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ یہ پانی پاک ہو، اور ساتھ ہی تیمّم کر لے، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ یہ پانی ناپاک ہو

وجہ :(۱) پہلے گزر چکا ہے کہ گدھے کے جوٹھے کے بارے میں یہ بھی حدیث ہے کہ اس کا گوشت، اور جوٹھا پاک ہے، اور یہ بھی حدیث ہے کہ اس کا گوشت اور جوٹھا ناپاک ہے، اس لئے اس کا جوٹھا مشکوک ہو گیا۔(۲) ناپاک ہونے کی حدیث یہ ہے۔ **عن جابر بن عبد اللہ قال نھی رسول اللہ ﷺ یوم خیبر عن لحوم الحمر ورخص فی الخیل** (بخاری شریف، باب غزوۃ خیبر ج ثانی ص ۶۰۶ نمبر ۴۲۱۹ ،مسلم شریف، باب تحریم أکل لحم الحمر الانسیۃ ،ص ۸۶۶ نمبر ۱۹۳۶/۵۰۰۵)جب گوشت حلال نہیں تو جوٹھا بھی پاک نہیں ہوگا۔(۲) اثر میں ہے کہ گدھے کا جوٹھا مکروہ ہے۔ **عن ابن عمر أنہ کان یکرہ سئور الحمار** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ، ۳۱ فی الوضوء بسور الحمار والکلب من کرھہ ، ج اول ،ص ۳۵ نمبر ۳۰۴) اس اثر میں ہے کہ گدھے کا جوٹھا مکروہ ہے۔(۳) اور گوشت اور جوٹھا پاک ہونے کی حدیث یہ ہے ۔ **عن غالب ابن ابجر قال اصابتنا سنۃ فلم یکن فی مالی شیء أطعم اھلی الا شیء من حمر و قد کان النبی ﷺ حرم لحوم الحمر الاھلیۃ .....فقال : أطعم اھلک من سمین حمرک فانما حرمتھا من اجل جوال القریۃ ،یعنی الجلالۃ** (ابوداود شریف، باب فی اکل لحوم

﴿فصل : فی التحری﴾

(۲۱) لـو اختلط اوان اکثرها طاهر تحرّٰی للتوضأ والشرب. (۲۲)وان کان اکثرها نجسا لا یتحرّٰی

الحمر الاھلیۃ ،ص۵۴۳ ۵نمبر)اس حدیث میں ہے کہ گدھے کا گوشت حلال ہے۔اور جب گوشت حلال ہوگا تو اسکا جوٹھا بھی پاک ہوگا ۔ان دونوں حدیثوں کوملانے سے گدھے کا جوٹھامشکوک ہوگیا۔

﴿فصل:تحری کے بیان میں﴾

ترجمہ :(۲۱) اگر پاک اورناپاک برتن مل جائیں اوراکثر برتن پاک ہوں تو وضو کے لئے ،اور پینے کے لئے تحری کرے۔

تشریح : کئی برتن ہیں جن میں سے کچھ میں ناپاک پانی ہے،اور کچھ میں پاک پانی ہے،اور یہ معلوم ہے کہ زیادہ تر برتنوں میں پاک پانی ہے،اورکم برتنوں میں ناپاک پانی ہے،اورکوئی قرینہ یا علامت نہیں جس سے معلوم ہوسکے کہ کس برتن کا پانی پاک ہے اورکس کا ناپاک،تواس صورت میں غور فکر کرے کہ کس برتن کا پانی پاک ہوسکتا ہے،جس برتن کی طرف پاک کا رجحان ہو اسی برتن کے پانی سے وضو کرلے،اور پینا ہوتو پی لے۔اس وقت اس کے لئے یہی تحری کا حکم ہے۔

وجہ :(۱) کوئی چیز مشتبہ ہوتو غور فکر اور تحری کر کے جدھر گمان غالب ہو اسی کو کرلینے سے جواز ہو جائے گا،کیونکہ انسان کی قدرت میں اتنا ہی ہے۔آیت میں ہے۔ لا یکلف الله نفسا الا وسعها ۔(آیت۲۸۶،سورۃ البقرۃ۲) (۲)اس حدیث میں ہے کہ قبلہ مشتبہ ہواتو تحری کر کے جدھر غالب گمان ہوا اسی طرف نماز پڑھی اور جائز ہوگئی۔حدیث یہ ہے۔عن جابر قال کنا مع النبی ﷺ فی مسیر او سریة فاصابنا غیم فتحرینا واختلفنا فی القبلة فصلی کل رجل منا علی حدة فجعل احدنا یخط بین یدیه لنعلم امکنتنا فلما اصبحنا نظرناه فاذا نحن قد صلینا علی غیر القبلة فذکرنا ذلک للنبی ﷺ فقال قد اجزأت صلواتکم ۔(سنن للبیھقی ،باب الاختلاف فی القبلۃ عند التحری،ج ثانی،ص۱۶،نمبر۲۲۳۵رترمذی شریف،باب ماجاء فی الرجل یصلی لغیر القبلۃ فی الغیم ،ص۸۰نمبر۳۴۵)اس حدیث میں ہے کہ تحری کر کے نماز پڑھی تو ہوگئی۔(۳) عن عبد الله بن عامر بن ربیعة عن أبیه قال : کنا مع النبی ﷺ فی سفر فی لیلة مظلمة ، فلم ندر أین القبلة فصلی کل رجل منا علی حیاله ، فلما أصبحنا ذکرنا ذالک للنبی ﷺ فنزل : ﴿فأینما تولوا فثم وجه الله﴾آیت۱۱۵،سورۃ البقرۃ۲)(ترمذی شریف،باب ماجاء فی الرجل یصلی لغیر القبلۃ فی الغیم ،ص۸۰نمبر۳۴۵رابن ماجہ شریف،باب من یصلی لغیر القبلۃ وھو لا یعلم ،ص۱۴۳،نمبر۱۰۲۰) اس حدیث میں ہے کہ تحری کر کے نماز پڑھی تو نماز ہوگئی۔

اصول:مشتبہ چیز میں تحری کا حکم ہے،اورجس طرف گمان غالب ہو اسی کو استعمال کرلے۔

اصول:دوسرا راستہ موجود ہوتو اس طرف جائے ورنہ پہلا راستہ اختیار کرے۔

الا للشرب.(٢٣) وفی الثیاب المختلطة یتحرّٰی سواء کان اکثرها طاهرا او نجسا.

﴿فصل : فی مسائل البئر﴾

(٢٤) تُنزح البئر الصغیرة بوقوع نجاسة وان قلّت من غیر الارواث کقطرة دم او خمر

لغت :اختلط :مل گیا،خلط ملط ہوگیا۔اوان: آنیۃ کی جمع ہے، برتن ۔تحری:غور فکر کرے،سوچے۔

ترجمہ :(٢٢)اوراگر اکثر برتن ناپاک ہوں تو صرف پینے کے لئے تحری کرے۔

تشریح :زیادہ تر برتن میں ناپاک پانی ہےاورکم برتن میں پاک پانی ہے تو وضو کے لئے تحری کرنے کی ضرورت نہیں ہے،تیمّم کر لے، کیونکہ یہاں وضو کا نائب تیمّم موجود ہے،لیکن پینے کا پانی نہیں ہےاس لئے مجبوری ہے،اس لئے تحری کر کے جس برتن کے بارے غالب گمان ہو کہ پاک ہوگا اس سے پی لے۔

ترجمہ :(٢٣) اور ملے ہوئے کپڑے میں تحری کرے، چاہے اکثر کپڑا پاک ہو یا ناپاک ہو۔

تشریح :پاک اور ناپاک کپڑے ملے ہوئے ہیں،اور کوئی پاک کپڑا موجود نہیں ہے،تو چاہے زیادہ کپڑا پاک ہو یا کم دونوں صورتوں میں تحری کر کے جس کپڑے کے بارے میں غالب گمان ہو کہ پاک ہوگا اسی کو پہن کر نماز پڑھ لے۔

وجہ: (ا)چونکہ ستر ڈھانکنے کا کوئی بدل نہیں ہےاس لئے ہر حال میں تحری کرے۔

﴿فصل: کنویں کے پانی میں﴾

ترجمہ :(٢٤) چھوٹے کنویں میں جو دہ در دہ سے کم ہو گوبر کے علاوہ اگر تھوڑی بھی نجاست گرے تو پورا کنواں نکالا جائے گا۔ سوائے گوبر کے، جیسے خون کا قطرہ، یا شراب کا قطرہ[گر جائے تو ناپاک ہوجائے گا]

تشریح :یہاں کنواں میں ناپاکی گر جائے تو اس کے لئے چار قسم کی چیزیں ہیں،اور چار قسم کے احکام ہیں[ا] کنویں کا پورا پانی نکالا جائے،اور وہ ممکن نہ ہو تو اس کے بدلے میں دوسو ڈول نکالے جائیں [٢] چالیس ڈول نکالے جائیں۔[٣] بیس ڈول نکالے جائیں۔[٤] اور ایسی بھی شکل ہے کہ کچھ نہ نکالنا پڑے، کنواں پاک ہے۔

۔تشریح مسئلہ: کنواں دہ در دہ سے کم ہو اس میں ناپاکی گر جائے تو کنواں ناپاک ہوجائے گا،اور پورے کنواں کا پانی نکالنا پڑے گا،اور پورے کنویں کا پانی نکالنا ممکن نہ ہو تو دوسو ڈول نکال دے،تو کنواں پاک ہوجائے گا،البتہ تھوڑا گوبر گر جائے تو کنوان ناپاک نہیں ہو گا،اس کی وجہ آگے آرہی ہے۔

اصول : کنویں کے مسائل قیاس پر نہیں ہیں، بلکہ تسہیل پر ہیں،مثلا گوبر ناپاک ہےاس لئے تھوڑے سے گرنے سے بھی پورا کنواں نکالنا چاہئے ،لیکن چونکہ یہ بار بار گرتا ہےاور بار بار پورا کنواں نکالنے میں پریشانی ہے،اس لئے حکم یہ ہوا کہ اس سے کنواں

(۲۵) وبوقوع خنزير ولو خرج حيًّا ولم يصب فمه الماء(۲۶) وبموت كلب او شاة او آدمی فيها

پاک رہے گا جب تک کہ بہت سارا نہ گر جائے۔اسی طرح ناپاک ہاتھ، ناپاک رسی، اور کنویں کی ناپاک دیوار بغیر پاک پانی سے دھوئے ہوئے پاک نہیں ہونا چاہئے ،لیکن مجبوری کی وجہ سے یہ حکم ہوا کہ کنواں پاک ہونے کے بعد یہ سب خود بخود پاک سمجھے جائیں گے۔

وجه :(۱) پورا کنواں ناپاک ہونے کی دلیل یہ قول صحابی ہے۔ **عن محمد بن سيرين أن زنجيا وقع في زمزم يعني فمات فأمر به ابن عباس** ؓ **فأخرج و أمر بها أن تنزح ،قال : فغلبهم عين جائتهم من الركن ،فأمر بها فدسمت بالقباطي و المطارف حتى نزحوها ، فلما نزحوها انفجرت عليهم** ۔(دار قطنی ، باب البئر اذا وقع فیھا حیوان، ج اول ،ص ۲۷، نمبر ۶۲ / سنن بیہقی باب ما جاء فی نزح زمزم، ج اول ،ص ۴۰۱، نمبر ۱۲۶۲ / مصنف عبد الرزاق، باب البئر تقع فیہ الدابۃ ، ج اول ،ص ۶۴، نمبر ۲۷۵) اس اثر سے معلوم ہوا کہ انسان کے مرنے سے پورا کنواں ناپاک ہو جائے گا۔اسی طرح ناپاکی گرنے سے پورا کنواں ناپاک ہو جائے گا۔(۲) **عن علی في الفارة تقع في البئر قال ينزح الى ان يغلبهم الماء** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۹۸ فی الفارۃ والدجاجۃ اشباھھما تقع فی البئر ، ج اول ،ص ۱۴۹، نمبر ۱۷۱۱ / مصنف عبد الرزاق، باب البئر تقع فیہ الدابۃ ، ج اول ،ص ۶۴، نمبر ۲۷۳) اس قول صحابی میں ہے کہ چوہا پھول پھٹ جائے تو پورا کنواں نکالنا پڑے گا۔(۳) خون کا قطرہ، یا شراب کا قطرہ گر جائے تو پورا کنواں نکالنا پڑے اس کی دلیل یہ اثر ہے۔ **أن عليا سئل عن صبي بال في البئر قال : ينزح** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ،۱۹۸ فی الفارۃ والدجاجۃ واشباھھما تقع فی البئر ، ج اول ،ص ۱۴۹، نمبر ۱۷۲۰) اس اثر میں ہے کہ بچہ اگر کنویں میں پیشاب کر دے تو پورا کنواں نکالنا ہوگا، اسی پر قیاس کرتے ہوئے خون یا شراب کا قطرہ گر جائے تو پورا کنواں نکالنا ہوگا۔

ترجمه :(۲۵) سور کے گرنے سے پورا کنواں نکالا جائے گا اگر چہ زندہ نکل آیا ہو اور پانی اس کے منہ تک نہ پہنچا ہو۔

تشریح : سور نجس العین ہے اس کا ظاہری جسم بھی ناپاک ہے اس لئے چاہے اس کے منہ میں پانی نہ گیا اور وہ کنواں میں نہ مرا ہو تب بھی پورا کنواں ناپاک ہو جائے گا، اور پورے کنویں کا پانی نکالنا ہوگا۔کیونکہ نجس العین کے گرتے ہی پانی ناپاک ہو گیا۔

ترجمه :(۲۶) اور پورا کنواں نکالا جائے گا کتے کے مرنے سے، یا آدمی کے مرنے سے، یا حیوان کے پھول پھٹ جانے سے چاہے چھوٹا کیوں نہ ہو۔اور دو سو ڈول اگر اس کا نکالنا ممکن نہ ہو۔

تشریح : اگر جانور بڑا ہو، جیسے کتا، یا بکری، یا آدمی، اور وہ گر کر مر گیا ہو تو چاہے پھولا پھٹا نہ ہو پھر بھی پورا کنواں نکالا جائے گا، کیونکہ جانور بڑا ہے اس لئے نیچے تک اس کی نجاست پہنچ چکی ہوگی، اس لئے پورا کنواں نکالا جائے گا۔یا جانور چھوٹا ہو، لیکن پھول پھٹ گیا ہو تو مردہ دیر تک رہنے کی وجہ سے نیچے تک نجاست پھیل چکی ہوگی اس لئے پورا کنواں نکالا جائے گا۔اور اندر چشمہ کی وجہ سے

وبانتفاخ حیوان ولو صغیرا ومائتا دلو لو لم یمکن نزحها.(۲۷)وان مات فیھا دجاجة او ھرة او

پورا کنواں نکالنا ناممکن ہوتو دوسوڈول نکال دینے سے کنواں پاک ہوجائے گا۔

وجہ: (۱) یہ جانور بڑے ہوتے ہیں اس کے مرتے ہی پورے کنویں میں نجاست پھیل جائے گی اس لئے پورے کنویں کا پانی نکالا جائے گا(۲)**عن عطاء قال اذا سقط الکلب فی البئر فاخرج منھا حین سقط نزح منھا عشرون دلوا فان اخرج حین مات نزح منھا ستون دلواا و سبعون دلوا فان تفسخ فیھا نزح منھاماء ھا فان لم تستطیعوا نزح مائة دلو و عشرون و مائة** (مصنف عبدالرزاق، باب البئر تقع فیہ الدابة، ج اول، ص ۶۴، نمبر ۲۷۴ رمصنف ابن ابی شیبة، ۱۹۸ فی الفارة، تقع فی البئر ۱۴۹، نمبر ۱۷۱۴) اس قول تابعیؒ میں ہے کہ کتا گر جائے تو پورا کنواں نکالا جائے، اور وہ ممکن نہ ہوتو ایک سو بیس ڈول نکالے جائیں، اور اس قول تابعی, **نزح مائة دلو و عشرون و مائة** ، کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ دوسو بیس ڈول نکالے جائیں۔حنفیہ نے اسی پر احتیاط کرتے ہوئے دوسوڈول نکالنے کا حکم فرمایا ہے۔(۳) امام محمدؒ کے زمانے میں انکے دیار کے کنواں میں عموما دوسوڈول سے تین سوڈول پانی ہوا کرتا تھا اس لئے انہوں نے فرمایا کہ دوسوڈول نکال دئے جائیں تو یوں سمجھا جائے گا کہ پورے کنواں کا پانی نکال دیا، اور کنواں پاک ہوگیا۔(۴) اور انسان کے مرنے سے پورا کنواں نکالا جائے گا اس کے لئے یہ قول صحابی ہے۔**عن محمد بن سیرین أن زنجیا وقع فی زمزم یعنی فمات فأمر به ابن عباسؓ فأخرج و أمر بھا أن ننزح ،قال : فغلبھم عین جائتھم من الرکن ،فأمر بھا فدسمت بالقباطی و المطارف حتی نزحوھا ، فلما نزحوھا انفجرت علیھم** ۔(دار قطنی، باب البئر اذا وقع فیھا حیوان، ج اول، ص ۲۷، نمبر ۶۲ رسنن بیہقی باب ما جاء فی نزح زمزم، ج اول، ص ۴۰۱، نمبر ۱۲۶۲ رمصنف عبدالرزاق، باب البئر تقع فیہ الدابة، ج اول، ص ۶۴، نمبر ۲۷۵) اس اثر سے معلوم ہوا کہ انسان کے مرنے سے پورا کنواں ناپاک ہوجائے گا۔(۵) اور چھوٹا جانور مر کر پھول پھٹ جائے تو پورا کنواں نکالا جائے گا، اس کے لئے یہ قول صحابی دلیل ہے۔**عن علیؓ فی الفارة تقع فی البئرقال : ینزح الی ان یغلبھم الماء** .(مصنف ابن ابی شیبة، باب فی الفارة تقع فی البئر، ج اول، ص ۱۴۹، نمبر ۱۷۱۱) س اثر میں ہے کہ چھوٹا جانور مثلا چوہا بھی پھول پھٹ گیا ہوتو پورا کنواں نکالا جائے گا۔

ترجمہ: (۲۷) اور اگر کنواں میں مرغی مرگئی، یا بلی، یا اس جیسا جانور تو چالیس ڈول نکالنا لازم ہوگا۔

تشریح: مرغی یا بلی، یا اس جیسا جانور بکری کی طرح بڑی بھی نہیں ہے اور چوہے کی طرح چھوٹی بھی نہیں ہے، بلکہ اوسط ہے اس لئے اس کے مرنے سے چالیس ڈول نکالنے سے کنواں پاک ہوجائے گا۔ بشرطیکہ پھولا پھٹا نہ ہو، کیونکہ پھول پھٹ گیا ہوتو پورا کنواں نکالنا ہوگا۔

نحوهما لزم نزح اربعين دلوا.(٢٨) وان مات فيها فارة او نحوها لزم نزح عشرين دلوا .(٢٩)وكان ذلک طهـارـة للبئر والدلو والرشاء ويد المستقی.(٣٠) ولا تنجس البئر بالبعر والروث والخثی الا

وجه: (ا) عـن ابراهيم فی الجرذ او السنور تقع فی البئر قال يدلو منها أربعين دلوا ـ(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی الفارۃ والدجاجۃ واشباھھا تقع فی البئر ،ج اول،ص ١۴٩،نمبر ١٧١٣/طحاوی شریف، باب الماء تقع فیہ النجاسۃ ص ١٦/مصنف عبد الرزاق، باب البئر تقع فیہ الدابۃ ،ج اول،ص ٦۴،نمبر ٢٧٢)(٢)عـن سـلـمـه بـن كـهيـل فـی الدجاجة تقع فی البئر قال : يستـقـی مـنهـا أربعون دلواً ـ(مصنف ابن ابی شیبۃ ،١٩٨ فی الفارۃ والدجاجۃ وأشباھھما تقع فی البئر ،ج اول،ص ١۴٩،نمبر ١٧١٩)ان دونوں اثروں میں ہے کہ مرغی یا بلی مرجائے تو چالیس ڈول نکالا جائے۔

ترجمہ :(٢٨)اور اگر کنواں میں چوہا ،یا اس جیسا کوئی جانور مر گیا تو بیس ڈول نکالنا لازم ہوگا۔

تشریح : اگر کنواں میں چوہا مر گیا ہو یا اس جیسا جانور مر گیا ہو،اور پھولا پھٹا نہ ہو تو بیس ڈول نکالنے سے کنواں پاک ہو جائے گا

وجہ :(ا) عـن عـطـاء قال اذا وقع الجرذ فی البئر نزح منها عشرون دلوا ـ(مصنف ابن ابی شیبۃ ،١٩٨ فی الفارۃ و الدجاجۃ وأشباھھما تقع فی البئر ،ج اول،ص ١۴٩،نمبر ١٧١۴)جرذ ایک قسم کا چوہا ہے جس کے مرنے سے بیس ڈول نکالنا لازم ہوا

ترجمہ :(٢٩) اور یہ پانی کا نکالنا کنویں کے لئے ،ڈول کے لئے ،رسی کے لئے ،اور پانی نکالنے والے کے لئے پاکی ہوگی۔

تشریح : جتنا پانی نکالنا لازم تھا کنواں سے اتنا پانی نکال دیا،تو اسی سے کنواں کی دیوار،اس کا باقی پانی،نکالنے والا ڈول،رسی، اور نکالنے والے کا ہاتھ پاک ہو گیا،اس کو مزید دھونے کی ضرورت نہیں ہے۔

وجہ : (ا)اس کو دوبارہ دھونا ایک مشکل کام ہے اس لئے نکالتے ہی سب کو پاک قرار دے دیا گیا۔(٢)اس قول صحابی میں اس کا اشارہ ہے۔عن عطاء ان حبشيا وقع فی زمزم فمات قال فأمر ابن الزبير أن ينزف ماء زمزم قال فجعل الماء لا يـنـقـطـع قال فنظروا فاذا عين تنبع من قبل الحجر الاسود قال فقال ابن الزبير حسبكم ـ(مصنف ابن ابی شیبۃ ،١٩٨ فی الفارۃ والدجاجۃ وأشباھھما تقع فی البئر ،ج اول،ص ١٥٠،١١٥٠،نمبر ١٧٢١)اس قول صحابی میں ہے کہ اتنا پانی نکال دیا،بس اتنا ہی کافی ہے،جس سے اشارہ ہے کہ اسی نکالنے سے ڈول،رسی،کنویں کی دیوار،اور نکالنے والے کا ہاتھ پاک ہو جائے گا،کیونکہ اس کے بعد کسی چیز کو دھونے کا حکم نہیں دیا۔

لغت :الرشاء:رسی۔ المستقی: استقاء سے مشتق ہے پانی سیراب کرنا،یہاں مراد ہے پانی نکالنا۔

ترجمہ :(٣٠) اور تھوڑی سی مینگنی،اور لید اور،گوبر سے کنواں ناپاک نہیں ہوگا مگر یہ کہ دیکھنے والا اس کو زیادہ سمجھے،اور کوئی ڈول مینگنی سے خالی نہ جائے[تو اب ناپاک ہوگا]

ان یستکثره الناظر او اَن لا یخلو دلو عن بعرة .(۳۱)ولا یفسد الماء بخرء حمام وعصفور ولا بموت مالا دم له فیه کسمک و ضفدع وحیوان الماء وبق و ذباب وزنبور وعقرب

تشریح :اصل قاعدہ یہ ہے کہ دیہات میں جونجاست روز کنواں میں گرسکتی ہواس میں مجبوری ہےاس لئے تھوڑی سی نجاست گرنے سے ناپاک نہیں قرار دیا، ہاں اتنی نجاست گر جائے کہ اب دیکھنے والا بہت زیادہ سمجھے، مثلا ہر ڈول میں ایک دو مینگنی آنے لگے تو اب کنواں کو ناپاک قرار دیا جائے گا،اس سے پہلے نہیں۔

وجه : بیر بضاعۃ کی حدیث میں ایسا لگتا ہے کہ روزمرہ کی نجاست گرتی رہتی تھی پھر بھی اس کو پاک قرار دیا۔حدیث یہ ہے۔عن ابی سعید الخدری قال : قیل یا رسول الله أنتوضا من بئر بضاعة ، وھی بئر یلقی فیھا الحیض و لحوم الکلاب و النتن ؟ فقال رسول الله ﷺ : ان الماء طھور لا ینجسه شیء ۔(ترمذی شریف،باب ماجاءأن الماءلاینجسہ شیء ،ص۲۱،نمبر۶۶) اس حدیث میں ہے کہ نتن ،یعنی روزمرہ کی ناپاکیاں گرتیں تھیں اس لئے مجبوری کی وجہ سے اس کو پاک قرار دیا۔

لغت: بعر:مینگنی۔ روث:لید۔الخثی:گوبر۔دلو:ڈول۔

ترجمه :(۳۱) اور کبوتر اور چڑیا کی بیٹ سے پانی فاسد[خراب]نہیں ہوگا اور پانی میں بلاخون والی چیز کے مرنے سے بھی فاسد نہیں ہوگا، مثلا مینڈک اور مچھلی اور پانی کے حیوانات،اور مچھر اور مکھی اور بھڑ اور بچھو۔

تشریح : یہاں دو قسم کے جانور بیان کئے جارہے ہیں جنکے کنویں میں گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا،ان میں سے کچھ وہ ہیں کہ اس سے ناپاک ہونا چاہئے لیکن مجبوری کی وجہ سے تسہیل دی گئی اور پانی ناپاک نہیں کیا [۱] پہلی قسم ہے کبوتر اور چڑیے کی بیٹ، کہ اس کے گرنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا۔

وجه:(۱)اس قول تابعی میں اس کا ثبوت ہے۔عن الحسن قال : سقطت ھائمة علی الحسن فذرقت علیه فقال له بعض القوم : نأتیک بماء تغسله فقال : لا ، و جعل یمسحه عنه (مصنف ابن ابی شیبۃ،۱۴۵الذی یصلی وفی ثوبہ خرء الطیر ،ج اول،ص۱۱۰،نمبر۱۲۵۶)اس اثر سے معلوم ہوا کہ پرندے کی بیٹ ناپاک نہیں ہے۔(۲) عن الحسن فی رجل صلی فلما قضی صلاته أبصر فی ثوبه خرء دجاج فقال انما ھو طیر ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ،باب فی خرء الدجاج،ج اول، ص۱۱۱،نمبر۱۲۵۹)اس قول تابعی میں ہے کہ مرغی کی بیٹ میں کوئی حرج نہیں ہے۔(۳) عن حماد انه کره ذرق الدجاج ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ،باب فی خرء الدجاج،ج اول،ص۱۱۱،نمبر۱۲۶۰)اس قول تابعی میں ہے کہ مرغی کی بیٹ مکروہ ہے۔(۴)عن الحسن انه کان یرخص فی ابوال الخفافیش (مصنف ابن ابی شیبۃ،باب فی بول الخفاش ،ج اول،ص۱۱۰،نمبر۱۲۴۸) اس قول تابعی میں ہے کہ چمگادڑ کے پیشاب میں کوئی حرج نہیں ہے۔

[۲] دوسری قسم ہے کہ جن جانوروں میں خون نہیں ہے، پانی میں انکے گر کر مرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوگا۔ مثلا مچھلی، مینڈک، پسو، مکھی، بھڑ اور بچھو پانی میں گر کر مر جائے تو اس سے پانی ناپاک نہیں ہوگا۔

وجہ: (۱) یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ بہتا ہوا خون ناپاک ہے اس لئے جن جانوروں میں بہتا ہوا خون نہ ہو اس کے گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوگا۔ اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ **قال رسول الله ﷺ یا سلمان کل طعام و شراب وقعت فیه دابة لیس لها دم فماتت فیه فهو حلال اکله و شربه و وضوءه** ۔(دار قطنی، باب کل طعام وقعت فیہ دابۃ لیس لہا دم ، ج اول، ص ۳۳، نمبر ۸۱/ سنن للبیہقی ، باب مالا نفس لہ سائلۃ اذا مات فی الماء القلیل ، ج اول، ص ۳۸۳، نمبر ۱۱۹۳) اس حدیث میں ہے کہ جس جانور میں خون نہ ہو اس کے گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوگا۔ (۲) مچھلی کے بارے میں یہ حدیث موجود ہے۔ **سمع ابا هریرة یقول سأل رجل رسول الله فقال یا رسول الله ! انا نرکب البحر و نحمل معنا القلیل من الماء فان توضأنا به عطشن أفنتوضأ بماء البحر ؟ فقال رسول الله ﷺ هو الطهور ماؤه الحل میتته** ۔(ابوداود شریف، باب الوضوء بماء البحر، ص ۲۳، نمبر ۸۳/ ترمذی شریف، باب ماجاء فی ماء البحر انہ طہور، ص ۱۹، نمبر ۶۹) اس حدیث میں ہے کہ مردار یعنی مچھلی مر جائے تو پانی پاک رہے گا۔ (۳) مکھی اور پسو کے بارے میں یہ حدیث موجود ہے۔ **عن ابی هریرة ان رسول الله ﷺ قال اذا وقع الذباب فی اناء احدکم فلیغمسه کله ثم لیطرحه فان فی احدی جناحیه شفاء وفی الآخر دواء** (بخاری شریف، کتاب الطب، باب اذا وقع الذباب فی الاناء ص ۸۶۰، جلد ثانی، نمبر ۵۷۸۲) حدیث میں پوری مکھی کو برتن میں ڈالنے کے لئے کہا۔ اگر مکھی سے کھانا یا پانی ناپاک ہوتا تو پوری مکھی کو کیسے ڈالنے کے لئے فرماتے۔ (۴) بچھو کے بارے یہ اثر موجود ہے۔ **عن ابراهیم انه لم یر بأسا بالعقرب و الخنفساء و کل نفس لیست بسائلة** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی الخنفساء والذباب یقع فی الاناء، ج اول، ص ۶۱، نمبر ۶۵۲) اس میں ہے کہ بچھو میں خون نہیں ہے اس لئے اس کے گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوگا۔

اصول: ضرورت کی وجہ سے سہولت ہو جاتی ہے۔ اس حدیث سے یہ اصول مترشح ہوتا ہے۔ **عن کبشة بنت کعب بن مالک. ان ابا قتادة دخل علیها قالت فسکبت له وضوءا قالت فجائت هرة تشرب فأصغی لها الاناء حتی شربت ، قالت کبشة فرأنی انظر الیه فقال أ تعجبین یا ابنة اخی ؟ فقلت نعم ،قال ان رسول الله ﷺ قال انها لیست بنجس انما هی من الطوافین علیکم و الطوافات** (ترمذی شریف، باب ماجاء فی سور الھرۃ ص ۲۷ نمبر ۹۲/ ابوداؤد شریف، باب سؤر الھرۃ، ص ۱۲، نمبر ۷۵) بلی کا گوشت حرام ہے اس لئے اس کا جوٹھا ناپاک ہونا چاہئے، لیکن ضرورت کی وجہ سے اس کا جوٹھا مکروہ ہوا

(۳۲)ولا بوقوع آدمی وما یؤکل لحمه اذا خرج حیًّا ولم یکن علی بدنه نجاسة (۳۳)ولا بوقوع بغل و حمار وسباع طیر ووحش فی الصحیح.

لغت: خرء: بیٹ۔حمام: کبوتر۔عصفور: چڑیا۔ضفدع: مینڈک۔بق: پسو،کھٹمل۔ذباب: مکھی۔ زنبور: بھڑ۔عقرب: بچھو۔

ترجمہ: (۳۲) اور آدمی کنواں میں گر جائے، یا جس جانور کا گوشت کھایا جاتا ہو وہ گر جائے اور زندہ نکل آئے تو پانی ناپاک نہیں ہوگا، اگر اس کے بدن پر نجاست نہ ہو۔

تشریح: ایسا آدمی جسکے بدن پر نجاست نہ ہو، یا ایسا جانور جس کا گوشت کھایا جاتا ہو وہ کنواں میں گھس جائے یا گر جائے اور زندہ نکل آئے تو اس سے کنواں ناپاک نہیں ہوگا۔

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے جسم پر نجاست نہیں ہے، اور یہ خود بھی ناپاک نہیں ہے اس لئے اس کے گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوگا۔

ترجمہ: (۳۳) گدھا، خچر، شکار کرنے والے پرندے اور وحشی درندے کے گرنے سے صحیح مذھب کے مطابق پانی ناپاک نہیں ہوگا۔

تشریح: جن جانور کا گوشت مشکوک ہے، جیسے گدھا اور خچر، یا اس کا گوشت حرام ہے، لیکن وہ نجس العین نہیں ہے، جیسے پھاڑ کھانے والے پرندے، یا وحشی جانور، یہ جانور کنواں میں گر جائے، اور زندہ نکل آئے، اور پانی اس کے منہ تک نہ پہنچا ہو اور نہ اس کا لعاب پانی میں گرا ہو، اور نہ اس نے پانی میں پیشاب یا پاخانہ کیا تو پانی ناپاک نہیں ہوگا۔

وجہ: (۱) ان جانوروں کا گوشت اگرچہ حرام ہے لیکن اس کے جسم پر نجاست نہیں ہے، اور نہ اس نے پیشاب، یا پاخانہ کیا اور نہ اس کا ناپاک تھوک پانی میں گیا تو پانی میں کوئی ناپاکی نہیں گئی اس لئے پانی ناپاک نہیں ہوگا۔ (۲) **عن ابن عباس قال لیس علی الثوب جنابة ،و لا علی الارض جنابة، و لا علی الرجل یمسه الجنب جنابة و لیس علی الماء جنابة یقول اذا سبقته یده فادخلهما فی الماء و هو جنب قبل ان یغسلهما فلا بأس ۔** (مصنف عبدالرزاق، باب الماء یمسہ الجنب او یدخلہ، ج اول، ص ۷۱، نمبر ۳۰۹) اس قول صحابی میں ہے کہ اگر ہاتھ پر نجاست نہ ہو تو جنبی آدمی کے ہاتھ ڈالنے سے پانی ناپاک نہیں ہوگا اسی پر قیاس کر کے ان جانور کے گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوگا۔ (۳) **سألت عطاء عن الجنب ینسی فیدخل یده فی الاناء الذی فیه غسله قبل أن یغسلها قال ان نسی فلا بأس فلیغسل یدیه ۔** (مصنف عبدالرزاق، باب الماء یمسہ الجنب او یدخلہ، ج اول، ص ۷۱، نمبر ۳۰۸) اس اثر میں بھی ہے کہ ناپاک نہیں ہوگا۔

اصول: جب تک ناپاکی پانی میں نہ جائے پانی ناپاک نہیں ہوگا۔

(۳۴) وان وصل لعاب الواقع الی الماء اخذ حکمه. (۳۵)ووجود حیوان میت فیها ینجسها من یوم و لیلة و منتفخ من ثلاثة ایام و لیالیها ان لم یعلم وقت وقوعه.

لغت:سباع: پھاڑ کھانے والا،سباع طیر: پھاڑ کھانے والا پرندہ۔وحشی: وحشی جانور،جنگلی جانور۔

ترجمہ :(۳۴) جو جانور پانی میں پڑا ہو اس کا لعاب پانی تک پہنچ جائے تو پانی کا حکم اس کے لعاب کا حکم ہوگا۔

تشریح :جو جانور کنواں میں گرا اس کے تھوک کا جو حکم ہے، یہ لعاب پانی میں چلا جائے تو اس پانی کا بھی حکم وہی ہوگا۔مثلا[۱] آدمی کا تھوک پاک ہے، اور جن جانور کا گوشت کھایا جاتا ہے اس کا تھوک پاک ہے اب یہ تھوک کنواں کے پانی میں مل جائے تو کنواں پاک رہے گا کیونکہ تھوک پاک ہے [۲]اور وحشی جانور کا تھوک ناپاک ہے اس لئے اس کا تھوک پانی میں ملا تو پانی ناپاک ہوگا ،پورا کنواں نکالنا پڑے گا۔[۳] گدھے اور خچر کا جوٹھا مشکوک ہے اس لئے اس کے تھوک ملنے سے پانی مشکوک ہوگا،[۴] بلی کا جوٹھا مکروہ ہے اس لئے اس کے تھوک ملنے سے پانی مکروہ ہوگا۔یہی مطلب ہے ,اخذ حکمه ،کا۔

ترجمہ :(۳۵) اگر کنواں میں مردہ حیوان پایا جائے تو ایک دن ایک رات سے وہ ناپاک ہوگا۔اور پھولنے پھٹنے والے سے اگر اس کے گرنے کا وقت معلوم نہ ہو تو تین دن تین رات سے ناپاک سمجھا جائے گا۔

تشریح : کنواں میں مردہ جانور پایا گیا، اور یہ معلوم نہیں ہوا کہ یہ کب گرا ہے تا کہ اس وقت سے کنواں ناپاک سمجھا جائے تو، ایک دن ایک رات سے کنواں کو ناپاک سمجھا جائے گا، اور اس دوران اس پانی سے جس نے وضو یا غسل کیا ہے وہ اپنی اپنی نماز دہرائے کیونکہ وضو غسل نہیں ہوا۔اور اگر جانور پھول پھٹ گیا ہے تو تین دن سے ناپاک سمجھائے گا اور یوں کہا جائے گا کہ تین دن پہلے یہ جانور گر کر مرا ہے۔

وجہ : جانور گر کر مرتا ہے اور پانی پر تیرنے لگتا ہے تو ایک دن رات کی مدت ہوتی ہے اس لئے یہاں کوئی اور علامت نہیں ہے تو احتیاط کے لئے ایک دن رات پہلے گرا ہوا سمجھا جائے گا۔اور مردہ جانور تین دن تین رات میں پھولتا اور پھٹتا ہے اس لئے تین دن پہلے کنواں میں سمجھا جائے گا۔

لغت:ینجسها:نجس سے مشتق ہے،اس کو یعنی کنواں کو ناپاک کرے گا۔منتفخ: نفخ سے مشتق ہے پھولنا پھٹنا۔

﴿فصل فی الاستنجاء﴾

(٣٦)یلزم الرجل الاستبراء حتی یزول اثر البول ویطمئن قلبه علی حسب عادته اِما بالمشی او

﴿فصل: استنجاء کا بیان﴾

ضروری نوٹ : استنجاء: نجو سے مشتق ہے، اسکا ترجمہ ہے پاخانہ اور باب استفعال میں جا کر اسکا ترجمہ ہو گیا پاخانہ صاف کرنا۔ پاخانہ یا پیشاب پانی سے بھی صاف کیا جا سکتا ہے اور ڈھیلے سے بھی، البتہ ڈھیلے سے صاف کرنے کے بعد پانی سے صاف کرنا زیادہ بہتر ہے، اور دونوں کو نہ ملا سکے تو پانی سے صاف کرنا بہتر ہے، اور پانی سے بھی صاف نہ کر سکے تو پھر ڈھیلا سے صاف کرے۔ اگر نجاست درھم کی مقدار سے زیادہ پھیل گئی ہو تو اب ڈھیلے سے صاف کرنا کافی نہیں ہوگا پانی سے دھونا ہوگا، کیونکہ درھم کی مقدار تو معاف ہے اس سے زیادہ نہیں۔ درھم کی مقدار معاف ہونے کی دلیل یہ ہے ۔**عن ابی هریرة عن النبی ﷺ قال : تعاد الصلوة من قدر الدرهم من الدم** . (دار قطنی، باب قدر النجاسة التی تبطل الصلوۃ، ج اول، ص ٣٨٥، نمبر ١٤٧٩ رسنن للبیھقی، باب ما یجب غسله من الدم، ج اول، ص ٥٦٦، نمبر ٤٠٩٣) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ درہم سے کم ہو تو معاف ہے اور درہم یا اس سے زیادہ ہو تو نماز جائز نہیں ہے۔۔ استبراء :براۃ سے مشتق ہے برأت حاصل کرنا، یہاں مطلب یہ ہے کہ پیشاب کے بعد عضو تناسل کو اتنا نچوڑے کہ اب مزید پیشاب نکلنے کی گنجائش نہ رہے، یا پیخانہ کے مقام کو اتنا دھوئے کہ نجاست اور بدبو دونوں جاتی رہے

ترجمه :(٣٦) مرد کو استبراء لازم ہے یہاں تک کہ پیشاب کا اثر زائل ہو جائے اور اپنی عادت کے مطابق دل مطمئن ہو جائے یا چل کر کے یا کھنکھار کر کے یا لیٹ کر کے یا اس کے علاوہ طریقے سے۔

تشریح : مرد کا عضو تناسل لمبا ہوتا ہے اس لئے پیشاب کے بعد قطرے کا کچھ حصہ باقی رہ جاتا ہے اور اٹھنے کے بعد ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پیشاب نکل رہا ہے، اور چالیس سال عمر کے بعد نکلتا بھی ہے، اس لئے مصنفؒ فرماتے ہیں کہ تین طریقے سے یہ قطرہ نکالے، [ا] پیشاب کے بعد عضو پر ڈھیلا رکھ کر تھوڑا سا چلے [٢] یا کھنکھارے [٣] یا پہلو پر لیٹ جائے تاکہ آخری قطرہ نکل جائے اور دل مطمئن ہو جائے کہ اب قطرہ نہیں نکلے گا۔ لیکن حدیث میں یہ ہے کہ عضو کے جڑ کو پکڑے اور اوپر تک نچوڑتا چلا جائے، ایسا تین مرتبہ کرے تاکہ سارا قطرہ نکل کر باہر آجائے، اور یہی طریقہ سب سے بہتر ہے۔ اتنی بات ہے کہ دائیں ہاتھ سے عضو کو نہ پکڑے، بلکہ بائیں ہاتھ سے پکڑے، کیونکہ دائیں ہاتھ سے پکڑنے سے منع فرمایا ہے، آگے حدیث میں مذکور ہے۔

وجه :(ا) حدیث میں ہے۔ **حدثنا عیسی بن یزداد عن ابیه ان النبی ﷺ کان اذا بال نتر ذکره ثلاث نترات** ۔(سنن بیہقی، باب الاستبراء عن البول، ج اول، ص ١٨٣، نمبر ٥٥٢) اس حدیث میں ہے کہ پیشاب کے بعد عضو تناسل کو تین مرتبہ نچوڑے۔(٢) اس اثر میں ہے۔ **کان ابراهیم اذا بال ادخل یده تحت ازاره فمسح ذکره فذکرت ذالک**

التنحنح والاضطجاع او غیرہ. (۳۷)ولا یجوز له الشروع فی الوضوء حتی یطمئن بزوال رشح

لطلحة فأعجبه ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من کان یحب ان یغسل ذکرہ ویغسل اثر البول، ج اول، ص ۵۷، نمبر ۵۹۹)اس اثر میں ہے کہ پیشاب کے بعد عضو تناسل کو پونچھے تاکہ پورا پیشاب نکل جائے ۔(۳)عن سلمان قال قیل له قد علمکم بینکم صلی اللہ علیه وسلم کل شیء حتی الخرائۃ قال فقال اجل لقد نهانا ان نستقبل القبلة لغائط او بول او ان نستنجی بالیمین او ان نستنجی باقل من ثلثة احجار او ان نستنجی برجیع او بعظم ۔(مسلم شریف، باب الاستطابۃ، ص ۱۳۰، نمبر ۶۰۶/۲۶۲/ ترمذی شریف، باب الاستنجاء بالحجارۃ، ص ۱۰، نمبر ۱۶)اس حدیث میں ہے کہ پیخانہ کے مقام کو تین پتھر سے صاف کرے، جس سے اشارہ ہوتا ہے کہ پیشاب کے مقام کو بھی حتی المقدور صاف کرے (۴)اس حدیث میں بھی اس کی وضاحت ہے۔ عن عائشة قالت ان رسول اللہ قال: اذا ذهب احدکم الی الغائط فلیذهب معه بثلثة احجار یستطیب بهن فانها تجزئ عنه ۔(ابوداؤد شریف، باب الاستنجاء بالاحجار، ص ۷، نمبر ۴۰)اس حدیث میں ہے کہ تین پتھر سے صفائی ہوتی ہے اس لئے اس کو لے۔(۵)لیکن اگر کسی کو شک کی بیماری ہو تو وضو کے بعد پانی کا چھینٹا پیجامے پر مار لے، اور جب یہ محسوس ہو کہ پیشاب کا قطرہ نکلا ہوگا تو یہ خیال کرے کہ یہ پانی کی تری ہوگی، حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ عن سفیان بن الحکم الثقفی۔ او الحکم بن سفیان الثقفی ۔قال کان رسول اللہ ﷺ اذا بال یتوضأ و ینتضح ۔ (ابوداود شریف، باب فی الانتضاح، ص ۳۴، نمبر ۱۶۶)اس حدیث میں ہے کہ پانی کا چھینٹا مارے۔(۶)لیکن بار بار عضو تناسل کو دیکھنا کہ پیشاب نکلا یا نہیں یہ اچھا نہیں ہے۔ عن الشعبی قال ان للشیطان زفة یعنی بلة طرف الاحلیل ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من کرہ ان یتفقد احلیله، ج اول، ص ۱۷۸، نمبر ۲۰۵۰)

لغت:نتر: سختی سے نچوڑنا۔التنحنح: کھنکھارنا۔الاضطجاع: چیت لیٹنا۔

ترجمہ :(۳۷)وضو شروع کرنا جائز نہیں ہے یہاں تک کہ پیشاب کے قطرات زائل ہونے سے دل مطمئن ہو جائے۔

تشریح :جب تک یہ یقین نہ ہو جائے کہ اب پیشاب کا قطرہ نہیں آئے گا اس وقت تک وضو شروع نہ کرے، دل کے اطمینان کے بعد ہی وضو شروع کرے۔

وجہ :(۱) پیشاب کا قطرہ آئے گا تو وضو نہیں ہوگا، اور وضو نہیں ہوگا تو نماز نہیں ہوگی، اس لئے پیشاب کے قطرے زائل ہونے کا اطمینان ہونا ضروری ہے۔(۲)عن ابن عباس قال مر النبی ﷺ بحائط من حیطان المدینة او مکة فسمع صوت انسانین یعذبان فی قبور هما فقال النبی ﷺ یعذبان و ما یعذبان فی کبیر ثم قال بلی کان أحدهما لا یستتر من بوله و کان الآخر یمشی بالنمیمة ۔(بخاری شریف، باب من الکبائر ان لا یستتر من بوله، ص ۴۱، نمبر ۲۱۶/ مسلم شریف،

البـول.(٣٨) والاستنجاء سنة من نجس يخرج من السبيلين ما لم يتجاوز المخرج وان تجاوز وكان قدر الدرهم وجب ازالته بالماء. وان زاد على الدرهم افترض غسله.

باب الدلیل علی نجاسۃ البول ووجوب الاستبراء منہ،ص ۱۳۵،نمبر ۲۹۲/۶۷۷) اس حدیث میں ہے کہ پیشاب صاف نہ کرنے سے عذاب ہوتا ہے۔

لغت: رشح: برتن کا ٹپکنا۔ رشح البول: پیشاب کا باریک قطرہ۔

ترجمہ: (۳۸) پیشاب اور پیخانہ کے راستے سے جونجاست نکلے اگر نکلنے کی جگہ سے تجاوز نہ کرے تو استنجاء کرنا سنت ہے، اور اگر درہم کی مقدار تجاوز کرے تو پانی سے اس کا زائل کرنا واجب ہے، اور اگر درہم کی مقدار سے زیادہ تجاوز کر جائے تو اس کا دھونا فرض ہے۔

تشریح: یہاں تین مسئلے ہیں [۱] پہلا مسئلہ یہ ہے کہ پیشاب، پیخانہ جس راستے سے نکلتا ہے [جسکو مخرج، کہتے ہیں] اگر وہ مخرج سے زیادہ نہ لگا ہو تو چونکہ مخرج کے مطابق معاف ہے اس لئے اس وقت پانی سے دھونا سنت ہے، ڈھیلے سے صاف کر لے، اور پانی سے دھو لے تو بہتر ہے، اور اسی حال میں نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی، لیکن شرط یہ ہے کہ کھڑا ہونے کے بعد نجاست پھیل کر مخرج سے تجاوز نہ کیا ہو ورنہ دھونا واجب ہو جائے گا۔ [۲] دوسرا مسئلہ۔ اور اگر مخرج سے زیادہ لگا ہو لیکن ایک درہم کی مقدار سے کم ہو تو دھونا واجب ہے۔ [۳] تیسرا مسئلہ۔ اور اگر مخرج سے زیادہ لگا ہو اور وہ درہم کی مقدار سے زیادہ ہو تو اب دھونا فرض ہے۔ کیونکہ یہ معاف نہیں ہے۔

وجہ: (۱) درہم کی مقدار معاف ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن ابی هريرة عن النبی ﷺ قال: تعاد الصلوة من قدر الدرهم من الدم.** (دار قطنی، باب قدر النجاسۃ التی تبطل الصلوۃ،، ج اول، ص ۳۸۵، نمبر ۱۴۷۹/ سنن للبیہقی، باب ما یجب غسلہ من الدم، ج ثانی، ص ۵۶۶، نمبر ۴۰۹۳) (۲) **عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ اذا كان فی الثوب قدر الدرهم من الدم غسل الثوب، و اعيدت الصلوة.** (دار قطنی، باب قدر النجاسۃ التی تبطل الصلوۃ،، ج اول، ص ۳۸۵، نمبر ۱۴۸۰/ سنن للبیہقی، باب ما یجب غسلہ من الدم، ج ثانی، ص ۵۶۶، نمبر ۴۰۹۳) ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ درہم سے کم ہو تو معاف ہے اور درہم یا اس سے زیادہ ہو تو نماز جائز نہیں ہے۔ (۳) **عن قتادة قال فی الثوب يصيبه الدم قال ان كان فاحشا انصرف و ان كان قليلا لم ينصرف قال و كان يقول موضع الدرهم فاحش.** (مصنف عبد الرزاق، باب الدم یصیب الثوب، ج اول، ص ۲۸۵، نمبر ۱۴۵۸) اس اثر میں ہے کہ درہم سے کم ہے وہ قلیل ہے اور معاف ہے، اور درہم کی مقدار ہے تو یہ کثیر ہے اور معاف نہیں ہے۔ (۴) **قال علی بن ابی طالب انهم كانوا يبعرون بعرا و انتم تثلطون ثلطا**

فاتبعوا الحجارۃ الماء۔(سنن للبیھقی ، باب الجمع فی الاستنجاء بین المسح بالاحجار والغسل بالماء، ج اول،ص۱۷۲،نمبر۵۱۷)اس سے معلوم ہوا کہ پتھر اس وقت کافی ہوگا جب نجاست مخرج تک ہو جیسا کہ صحابہ خشک پاخانہ کرتے تھے تو مخرج تک ہوتا تھا۔لیکن مخرج سے زیادہ ہو تو پانی استعمال کرنا ہوگا۔(۵) مخرج سے زیادہ ایک درہم کی مقدار لگی ہو اور اس کو پتھر سے صاف کرے تو اس سے نجاست کی کمی ہو جائے گی ،لیکن مکمل صفائی نہیں ہوگی ، لگے ہوئے جسم پر نجاست کچھ نہ کچھ باقی رہے گی جو معاف نہیں ہے اس لئے اب اس کو پانی ہی سے دھونا ہوگا۔

﴿درھم کا حساب﴾

نوٹ : مسئلہ نمبر۱۳ دہ دردہ کی تحقیق میں ناپ کا فارمولہ مذکور ہے اور وہیں پائی 3.1416،یا22بٹہ 7یعنی 22 کو7 سے تقسیم دیں اسکو پائی کہتے ہیں جو کسی گول چیز کو ناپنے کے لئے بہت ضروری ہے

حساب: کسی بھی گول چیز کی درمیانی قطر کو ناپ لیں پھر اسکو پائی 3.1416 سے ضرب دیں تو اس چیز کی گولائی معلوم ہو جائے گی۔

اب درھم کا قطر2.75 سینٹی میٹر ہے تو اسکو پائی 3.1416 سے ضرب دیں تو درھم کی گولائی 8.6394 سینٹی میٹر نکل آئے گی۔

اور درھم کا قطر 1.1 انچ کو پائی 3.1416 سے ضرب دیں تو درھم کی گولائی 3.4557 انچ نکل آئے گی۔ یہ درھم کی گولائی ہوگی۔

اور اگر درھم کی پیٹھ، یا پیٹ کا رقبہ ناپنا ہو تو درھم کے قطر کو قطر سے ضرب دیں، جو حاصل ضرب ہو اسکو پائی سے ضرب دیں اور اس حاصل ضرب کو چار سے تقسیم کر دیں تو جو حاصل تقسیم ہوگا وہ درھم کی پیٹھ، یا پیٹ کا رقبہ ہوگا۔مثال مذکور میں درھم کا قطر2.75 سینٹی میٹر ہے اسلئے 2.75 کو2.75 سے ضرب دیں حاصل ضرب7.5625 مربع سینٹی میٹر ہوگا، پھر اسکو پائی 3.1416 سے ضرب دیں، حاصل ضرب23.7583 مربع سینٹی میٹر ہوگا، پھر اسکو4 سے تقسیم دے دیں حاصل تقسیم 5.93958 مربع سینٹی میٹر ہوگا، یہ درھم کی پیٹھ،یا پیٹ کا رقبہ ہے

اور انچ کے اعتبار سے درھم کا قطر 1.1 انچ ہے اسلئے 1.1 کو 1.1 سے ضرب دیں حاصل ضرب 1.21 مربع انچ ہوگا اسکو پائی 3.1416 سے ضرب دیں حاصل ضرب 3.80133 مربع انچ ہوگا اسکو 4 سے تقسیم دیں تو حاصل تقسیم 0.95 مربع انچ ہوگا جو درھم کہ پیٹھ، یا پیٹ کا رقبہ ہوگا۔

﴿درہم کی گولائی﴾

درہم کی گولائی سینٹی میٹر میں	5.93958 ۔مربع سینٹی میٹر ہوگا
درہم کی گولائی انچ میں	0.95 ۔مربع انچ ہوگا

لغت :استنجاء: نجو سے مشتق ہے پیخانہ، یہاں مراد ہے پیشاب پیخانہ صاف کرنا چاہے ڈھیلا یا پتھر سے صاف کرے، چاہے پانی

(٣٩)ویفترض غسل ما فی المخرج عند الاغتسال من الجنابة والحیض والنفاس وان کان ما فی المخرج قلیلا.(٤٠) وان یستنجی بحجر منق ونحوه.والغسل بالماء احبّ والافضل الجمع بین

سے دھوئے، اور پانی سے دھونے کو غسل کہتے ہیں۔مخرج: پیخانہ کے نکلنے کی جگہ کو مخرج کہتے ہیں، اسی طرح پیشاب کے نکلنے کی جگہ کو مخرج کہتے ہیں، اسی کو سبیلین [دونوں راستے] کہتے ہیں۔تجاوز: تجاوز کرنا، زیادہ لگنا۔

ترجمہ :(٣٩) مخرج میں جو کچھ ہے اس کا دھونا فرض ہے، جنابت اور حیض اور نفاس کے غسل کے وقت، اگر چہ مخرج کے اندر تھوڑی سی نجاست کیوں نہ ہو۔

تشریح : پیشاب، پیخانہ تھوڑا نکلا ہو تو پتھر سے صاف کر لے تب بھی جائز ہے، لیکن فرض غسل میں جسم کے ہر ہر جگہ کو دھونا ضروری ہے، اس لئے جہاں نجاست لگی ہے اس کو نہیں دھویا، یا پتھر سے صاف کر لیا تو غسل ہی نہیں ہوا اور نماز بھی جائز نہیں ہوگی، اس لئے جنابت اور حیض، اور نفاس کے غسل میں مخرج میں تھوڑی سی نجاست بھی ہو تو اس کو دھونا فرض ہے، اصل مقصود اس جگہ کو دھونا فرض ہے۔

وجه : (١) آیت میں ہے۔ **وان کنتم جنبا فاطهروا** (آیت ٦، سورۃ المائدۃ ٥) آیت میں ہے کہ جنابت کی حالت میں خوب خوب پاکی حاصل کرو (٢) حدیث میں ہے کہ ہر ہر جگہ کو دھونا ضروری ہے۔**عن علی قال ان رسول الله ﷺ قال من ترک موضع شعرہ من جنابة لم یغسلها فعل بها کذا کذا من النار** (ابوداؤد شریف، باب فی الغسل من الجنابۃ، ص ٤٦، نمبر ٢٤٩) معلوم ہوا کہ ایک بال برابر بھی غسل میں خشک رہ جائے تو غسل نہیں ہوگا۔(٣) **عن ابی ھریرۃ ان النبی ﷺ جعل المضمضة والاستنشاق للجنب ثلاثا فریضة** (سنن دار قطنی، باب ما روی فی مضمضۃ والاستنشاق فی غسل الجنابۃ، ج اول، ص ١٢١، نمبر ٤٠٣) اس حدیث میں ہے کہ جنبی پر کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا فرض ہے تا کہ ایک بال برابر سوکھا نہ رہ جائے۔(٤) اس حدیث میں ہے کہ آپؐ فرج کو صاف فرماتے تھے۔ **حدثتنی خالتی میمونة قالت : ادنیت لرسول الله ﷺ غسله من الجنابة، فغسل کفیه مرتین او ثلاثا، ثم ادخل یده فی الاناء، ثم افرغ به علی فرجه، و غسله بشماله، ثم ضرب بشماله الارض، فدلکها دلکاً شدیدا، ثم توضأ وضوئه للصلاة ثم افرغ علی رأسه ثلاث حفنات ملء کفه، ثم غسل سائر جسده، ثم تنحی عن مقامه ذالک فغسل رجلیه، ثم اتیته بالمندیل فرده** (مسلم شریف، باب صفۃ غسل الجنابۃ ص ١٤٧ نمبر ٣١٧/٧٢٢ بخاری شریف، باب الغسل مرۃ واحدۃ، ص ٣٩، نمبر ٢٥٧) اس حدیث میں ہے کہ آپؐ عضو پر پانی بہاتے تھے۔

ترجمہ :(٤٠) اور یہ کہ صاف پتھر، یا اس جیسی چیز سے استنجاء کرے، لیکن پانی سے دھونا محبوب ہے، اور پانی پتھر کو جمع کرنا افضل

الماء والحجر. فیمسح ثم یغسل. (۱۴)ویجوز ان یقتصر علی الماء او الحجر.

ہے،اس صورت میں پہلے پتھر سے پونچھے پھر دھوئے۔

تشریح :ایک درہم سے زیادہ تجاوز کیا ہوتب تو دھونا فرض ہے،لیکن ایک درہم سے تجاوز نہ کیا ہوتو پانی سے دھونا محبوب ہے،اور پتھر کو اور پانی کو جمع کرنا افضل ہے،اس صورت میں طریقہ یہ ہے کہ پہلے پاک صاف پتھر سے یا اس جیسی چیز سے مثلا ڈھیلا،یا ٹیشو پیپر سے مقام کو صاف کرلے اور اس کے بعد پانی سے دھولے،اس جمع کرنے سے بدبو بھی ختم ہو جائے گی اور صفائی،اور پاکی بھی ہو جائے گی۔

وجہ :(۱) اہل قباء پہلے پتھر سے صاف کرتے تھے پھر پانی سے مقام کو دھوتے تھے تو ان کی تعریف میں یہ آیت نازل ہوئی۔**عن ابی ہریرۃ عن النبی ﷺ قال:نزلت ھذہ الآیۃ فی اھل قباء ﴿فیہ رجال یحبون أن یتطھروا﴾** آیت۱۰۸سورۃ التوبۃ۹) **قال کانوا یستنجون بالماء فنزلت فیھم ھذہ الآیۃ** ۔(ابوداود شریف، باب فی الاستنجاء بالماء،ص ۷،نمبر۴۴ رسنن للبیھقی ،باب الاستنجاء بالماء،،ج اول،ص۱۷۰،نمبر۵۱۱)اس حدیث سے پتہ چلا کہ دونوں کو جمع کرنا زیادہ بہتر ہے۔(۲) اگر درہم سے کم پیخانہ یا پیشاب لگا ہو تو صرف پتھر سے پاکی ہو جائے گی اس کی دلیل یہ حدیث۔ **عن عائشۃ قالت ان رسول اللہ قال: اذا ذھب احدکم الی الغائط فلیذھب معہ بثلثۃ احجار یستطیب بھن فانھا تجزئ عنہ** ۔(ابوداؤد شریف،باب الاستنجاء بالاحجار،ص ۷،نمبر ۴۰)حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ پتھر اور ڈھیلا استنجاء کے لئے کافی ہے۔(۳)اور پانی زیادہ بہتر ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔**عن عائشۃ قالت : ما رأیت رسول اللہ ﷺ خرج من غائط قط الا مس ماءً**۔(ابن ماجہ شریف ، باب الاستنجاء بالماء ،ص ۵۳ ،نمبر ۳۵۴) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ پیخانہ کے لئے پانی استعمال کرتے تھے۔(۴) پاک صاف پتھر سے استنجاء کرے،اس کی دلیل یہ اثر ہے۔**عن الحسن انہ کان یکرہ ان یستنجی بالحجر الذی قد استنجی بہ الرجل او بروث او رجیع دابۃ بعظم** (مصنف ابن ابی شیبۃ ، باب ما کرہ ان یستنجی بہ ولم یرخص فیہ،ج اول، ص۱۴۳،نمبر۱۶۵۳)اس اثر میں ہے کہ جس پتھر سے استنجاء کر چکا ہو اس سے دوبارہ استنجاء کرنا مکروہ ہے

لغت :منق :نقی سے مشتق ہے، صاف ستھرا۔مسح: مسح کا معنی ہے پونچھنا،اور غسل کا معنی ہے پانی سے دھونا۔احب:اور افضل میں فرق یہ ہے کہ افضل زیادہ بہتر ہے،اور احب کم بہتر ہے۔

ترجمہ :(۴۱)اور جائز ہے کہ پانی پر اکتفاء کرے یا پتھر پر اکتفاء کرے۔

تشریح : پیشاب ،یا پیخانہ درہم سے کم لگا ہو تو یہ بھی جائز ہے کہ صرف پتھر سے صاف کرلے اور نماز پڑھ لے،اور یہ بھی جائز ہے کہ صرف پانی سے دھولے اور نماز پڑھ لے، پتھر سے صاف کرنے سے نجاست بالکل ختم نہیں ہوگی ،صرف کم ہوگی ،لیکن چونکہ درہم

(۴۲)والسنة انقاء المحل. والعدد فی الاحجار مندوب لا سنة مؤكدة. فیستنجی بثلاثة احجار ندبا ان حصل التنظیف بما دونها. (۴۳)وكیفیة الاستنجاء ان یمسح بالحجر الاول من جهة المقدم الی خلف وبالثانی من خلف الی قدّام وبالثالث من قدام الی خلف اذا كانت الخصیة مدلاة.

سے کم معاف ہے اس لئے نماز جائز ہو جائے گی۔

ترجمہ :(۴۲) سنت محل کا صاف کرنا ہے، اور پتھر کے بارے میں تین عدد مندوب ہے سنت مؤکدہ نہیں ہے اس لئے تین پتھر سے استنجاء کرنا مستحب ہے اگر اس سے کم سے صفائی حاصل ہو جائے۔

تشریح : حنفیہ کے نزدیک مقام کی صفائی اصل مقصد ہے چاہے جتنے پتھر میں حاصل ہو جائے اس لئے حدیث میں جو تین پتھر کا حکم ہے وہ مستحب ہے، سنت مؤکدہ نہیں ہے، چنانچہ اگر تین پتھر سے کم میں صفائی ہو جائے تب بھی تین پتھر استعمال کرلے تا کہ استحباب پر عمل ہو جائے، اور اگر تین سے بھی صفائی نہ ہو تو چار اور پانچ بھی استعمال کرسکتا ہے۔

وجہ :(۱) اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ **عن ابی هریرة عن النبی ﷺ قال... ومن استجمر فلیوتر من فعل فقد احسن ومن لا فلا حرج** (ابوداؤد شریف، باب الاستتار فی الخلاء، ص ۱۷، نمبر ۳۵) اس حدیث میں ہے کہ تین پتھر استعمال کرو تب بھی ٹھیک ہے اور نہ کرو تب بھی ٹھیک ہے۔ (۲) اس حدیث میں ہے کہ صحابہ خشک پیخانہ کرتے تھے اس لئے تین میں صفائی ہو جاتی تھی اس لئے تین پتھر کا حکم دیا، اس سے معلوم ہوا کہ تین پتھر مستحب ہے۔ حدیث یہ ہے۔ **عن عائشة قالت ان رسول الله قال: اذا ذهب احدكم الی الغائط فلیذهب معه بثلثة احجار یستطیب بهن فانها تجزئ عنه**۔ (ابو داؤد شریف، باب الاستنجاء بالاحجار، ص ۷، نمبر ۴۰) اس حدیث میں ہے کہ تین کافی ہوتا ہے، **فانها تجزئ عنه**، اس لئے تین پتھر استعمال کرے۔

لغت: انقاء المحل: محل کا صاف کرنا۔ التنظیف: نظف سے مشتق ہے، صفائی۔ **دونها**: کم، پرے۔

ترجمہ : (۴۳) استنجاء کا طریقہ یہ ہے کہ جب خصیتین لٹکے ہوئے ہوں تو پہلا ڈھیلا آگے سے پیچھے لیجائے، اور دوسرا پیچھے سے آگے لائے، اور تیسرا آگے سے پیچھے لیجائے۔

تشریح : یہ طریقہ استنجاء کے آداب میں سے ہے، اور نجاست پھیلا نہ جائے اس کی مصلحت کے لئے ہے، کوئی سنت یا واجب نہیں ہے، اس لئے اس کے لئے کوئی حدیث یا قول صحابی نہیں ہے، اس کے خلاف بھی کرے گا تو کوئی حرج نہیں ہے۔۔ خصیہ لٹکا ہوا ہو تو پہلا ڈھیلا آگے سے پیچھے اس لئے لیجائے کہ اگر پیچھے سے آگے لائے گا تو ہوسکتا ہے کہ خصیہ میں پیخانہ لگ جائے اور صفائی کے بجائے اور گندہ ہو جائے، اس لئے پہلا ڈھیلا آگے سے پیچھے لیجائے گا، اور اس سے نجاست میں کچھ کمی ہو جائے تو دوسرا ڈھیلا

(۴۴) وان كانت غير مدلاة يبتدئ من خلف الى قدام. (۴۵) والمرأة تبتدئ من قدام الى خلف خشية تلويث فرجها (۴٦) ثم يغسل يده اولا بالماء ثم يدلك المحل بالماء بباطن اصبع او اصبعين او ثلاث ان احتاج (۴۷) ويصعّد الرجل اصبعه الوسطىٰ على غيرها فى ابتداء الاستنجاء ثم يصعّد

پیچھے سے آگے لائے گا، لیکن ابھی بھی پیخانہ زیادہ ہے تو دوسرا ڈھیلا بھی آگے سے پیچھے ہی لیجائے گا۔

لغت: الخصیۃ: مرد کا خصیہ۔ قدام: آگے کی طرف۔ مدلاۃ: دلو سے مشتق ہے، لٹکانا۔

ترجمہ: (۴۴) اور اگر خصیہ لٹکا ہوا نہ ہو تو شروع کرے گا پیچھے سے آگے کی طرف۔

تشریح: اگر خصیہ لٹکا ہوا نہ ہو تو پہلے ڈھیلے سے پیچھے سے آگے کی طرف لائے، کیونکہ پیچھے سے آگے کی طرف لانے سے زور سے گھسیٹا جاتا ہے اور صفائی زیادہ ہوتی ہے، اس لئے پہلے ڈھیلے سے پیچھے سے آگے کی طرف لائے اور دوسرے ڈھیلے سے آگے سے پیچھے کی طرف، اور تیسرے ڈھیلے سے پیچھے سے آگے کی طرف کرے۔

ترجمہ: (۴۵) اور عورت شروع کرے گی آگے سے پیچھے کی طرف اس ڈر سے کہ اس کی شرمگاہ ملوث نہ ہو جائے۔

تشریح: عورت پہلے ڈھیلے سے ہمیشہ آگے سے پیچھے کی طرف لیجائے، کیونکہ پیچھے سے آگے کی طرف لائے گی تو ہوسکتا ہے کہ نجاست شرمگاہ میں بھر جائے، اور صفائی کے بجائے اور گندگی پھیل جائے، اس لئے پہلے ڈھیلے سے آگے سے پیچھے کی طرف لیجائے گی۔

ترجمہ: (۴٦) پھر اپنے ہاتھ کو پانی سے دھوئے، پھر پیخانے کے مقام کو پانی سے رگڑے ایک انگلی یا دو انگلی، یا تین انگلیوں کے باطن سے اگر ضرورت ہو۔

تشریح: پتھر سے مقام کو صاف کرنے کے بعد پہلے ہاتھ کو پانی سے دھوئے تاکہ ہاتھ میں کوئی نجاست لگی ہو تو وہ صاف ہو جائے، اس کے بعد پانی سے پیشاب، اور پیخانے کے مقام کو رگڑ کر دھوئے، ایک انگلی، یا دو انگلی، اور ضرورت پڑے تو تین انگلی کے باطن سے دھوئے۔ صرف ایک انگلی استعمال نہ کرے کہ سوراخ میں جانے کا خطرہ ہے، اور تین سے زیادہ استعمال نہ کرے، کیونکہ اس سے ضرورت پوری ہو جاتی ہے، اور بلا وجہ انگلیوں کو نجاست میں ملوث کرنا اچھا نہیں ہے۔ ہاں کبھی چار کی ضرورت ہی پڑ گئی تو مضائقہ نہیں ہے۔

ترجمہ: (۴۷) اور مرد استنجاء کے شروع میں اپنی بیچ کی انگلی کو دوسری انگلیوں سے اوپر اٹھائے، اور اس کے پاس کی انگلیوں کو بھی اوپر اٹھائے، اور صرف ایک انگلی پر اکتفاء نہ کرے۔

تشریح: پانی سے پیخانہ کو دھونے میں اصل کام وسطی انگلی کا باطن حصہ ہے اسی سے پیخانہ صاف کیا جاتا ہے اس لئے وسطی انگلی

بنصره ولا يقتصر على اصبع واحدة.(۴۸) والمرأة تصعد بنصرها واوسط اصابعها معًا ابتداء خشية حصول اللذة .(۴۹) ويبالغ في التنظيف حتى يقطع الرائحة الكريهة و في ارخاء المقعدة ان لم يكن

کے باطن حصے کو تھوڑا سا ابھارے اور بنصر انگلی کو ساتھ رکھے اور پیخانہ صاف کرے، اگر ضرورت نہ ہو تو شہادت کی انگلی کو ساتھ نہ کرے کیونکہ اس سے قرآن وغیرہ پکڑنے کا کام بھی لیا جاتا ہے، لیکن ضرورت پڑ جائے تو اس کو بھی وسطی انگلی کے ساتھ رکھ سکتا ہے۔

لغت : ابہام: انگوٹھا۔ مسبحہ: اور سبابۃ: شہادت کی انگلی۔ وسطی: بیچ کی انگلی۔ بنصر: وسطی کے بعد والی انگلی۔ خنصر: کنارے کی سب سے چھوٹی انگلی، ہمارے یہاں اس کو کنگور یا انگلی کہتے ہیں۔ یصعد: تھوڑا سا ابھارے، انگلی پر چڑھائے۔

ترجمہ :(۴۸) عورت اپنے بنصر اور وسطی انگلی کو شروع میں ایک ساتھ ابھارے لذت حاصل ہونے کے ڈر سے۔

تشریح : عورت پیخانہ صاف کرنے کے لئے شروع میں وسطی انگلی کے ساتھ ہی بنصر انگلی کو بھی ابھارے، اور ساتھ ملا کر پیخانہ صاف کرے، کیونکہ تنہا وسطی انگلی سے صاف کیا تو خطرہ ہے کہ وہ انگلی شرمگاہ میں گھس جائے اور لذت حاصل ہونے لگ جائے، اس لئے دونوں انگلیوں کو ملا کر ہی استعمال کرے۔ یہ سب آداب استنجاء ہیں جن میں مصلحت کے مطابق بات کی ہے، ورنہ اگر نجاست پھیلنے کا اور لذت حاصل ہونے کا خطرہ نہ ہو تو اس کے خلاف کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

ترجمہ :(۴۹) صفائی کرنے میں اتنا مبالغہ کرے کہ بدبو ختم ہو جائے، اور پاخانہ کے مقام کو ڈھیلہ کرنے میں مبالغہ کرے اگر روزہ دار نہ ہو۔

تشریح : پاخانہ کے مقام کو پہلے ڈھیلے یا ٹیشو پیپر سے خوب صاف کرے، پھر پانی سے اتنا صاف کرے کہ اس کی بدبو ختم ہو جائے، اسی طرح پاخانہ کا جو مقام ہے اگر روزہ دار نہ ہو تو اس کو کافی ڈھیلہ کرے تا کہ پانی تھوڑا اندر تک پہنچ جائے اور اندر تک پاخانہ صاف ہو جائے، روزہ دار نہ ہونے کی قید اس لئے لگائی کہ اگر روزہ دار ہو اور مقام ڈھیلہ کیا اور پانی پیٹ کے اندر پہنچ گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا، اس لئے روزہ دار آدمی زیادہ ڈھیلہ نہ کرے

وجہ :(۱) اس حدیث میں ہے کہ نجاست صاف کرنے میں خاص احتیاط کرے۔ **عن معاذ عن عائشة قالت مرن ازواجكن ان يغسلوا اثر الغائط و البول فان رسول الله ﷺ كان يفعله و انا استحييهم** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من کان یقول اذا خرج من الغائط فلیستنج بالماء، ج اول، ص ۱۴۰، نمبر ۱۶۱۸) اس حدیث میں ہے کہ پیخانہ اور پیشاب کے ختم ہونے تک صفائی کرے۔

لغت :التنظیف: نظف سے مشتق ہے، نظافت کرنا، صفائی کرنا۔ ارخاء: ڈھیلہ کرنا، ارخاء المقعد: پاخانہ کے مقام کو ڈھیلہ کرنا۔ الرائحۃ الکریھۃ: بدبو۔

صائما. (٥٠) فاذا فرغ غسل يده ثانيا ونشف مقعدته قبل القيام ان كان صائما.

﴿فصل : ما يجوز به الاستنجاء ما يكره﴾

(۵۱) لا يجوز كشف العورة للاستنجاء وان تجاوزت النجاسة مخرجها

ترجمه :(۵۰) جب استنجاء سے فارغ ہوجائے تو دوبارہ اپنے ہاتھ کو دھوئے، اور روزہ دار ہو تو کھڑے ہونے سے پہلے اپنے مقعد کو خشک کرلے۔

تشریح : ہوسکتا ہے کہ ہاتھ میں بدبو رہ جائے اس لئے استنجاء سے فارغ ہونے کے بعد دوبارہ اپنے ہاتھ کو دھولے، اور روزہ دار ہو تو ہوسکتا ہے کہ استنجاء کا باقی ماندہ پانی سرک کر پیٹ میں چلا جائے اور روزہ نہ ٹوٹ جائے اس لئے کھڑا ہونے سے پہلے مقعد پر لگے ہوئے پانی کو خشک کرلے۔

وجه:(۱) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ استنجاء کرنے کے بعد ہاتھ دھوتے تھے۔ عن ابی هريرة قال كان النبی ﷺ اذا اتى الخلاء أتيته بماء فی تور او ركوة فاستنجى [قال ابو داود فی حديث وكيع] ثم مسح يده على الارض ثم أتيته باناء آخر فتوضأ ۔(ابوداود شریف، باب الرجل یدلک یدہ بالارض اذا استنجی ،ص ۱۸، نمبر ۴۵) اس حدیث میں ہے کہ استنجاء کے بعد ہاتھ دھوتے۔ (۲) نجاست کے صاف کرنے کے بعد دوبارہ ہاتھ دھوتے۔ حدثتنی خالتی ميمونة قالت : ادنيت لرسول الله ﷺ غسله من الجنابة، فغسل كفيه مرتين او ثلاثا، ثم ادخل يده فی الاناء، ثم افرغ به على فرجه، و غسله بشماله، ثم ضرب بشماله الارض، فدلكها دلكاً شديدا، ثم توضأ وضوئه للصلاة ثم افرغ على رأسه ثلاث حفنات ملء كفه، ثم غسل سائر جسده، ثم تنحى عن مقامه ذالک فغسل رجليه، ثم اتيته بالمنديل فرده (مسلم شریف، باب صفۃ غسل الجنابۃ ص ۱۴۷ نمبر ۳۱/۷۲۲/ بخاری شریف، باب الغسل مرة واحدة ،ص ۳۹، نمبر ۲۵۷) اس حدیث میں ہے کہ آپؐ فراغت کے بعد ہاتھ دھوتے۔

﴿استنجاء میں کیا جائز اور کیا مکروہ ہے﴾

ترجمه :(۵۱) استنجاء کرنے کے لئے ستر کھولنا جائز نہیں ہے اگر چہ نجاست مخرج سے تجاوز کر گئی ہو۔

تشریح : پیشاب، پیخانہ اگر تجاوز کر گیا ہو اور اس کو دھونے کی ضرورت ہو پھر بھی لوگوں کے سامنے ستر نہ کھولے بلکہ دور چلا جائے یا کسی دیوار کے پیچھے چھپ جائے اور نجاست دھوئے، کیونکہ بیوی اور باندی کے علاوہ کو ستر دیکھنا حرام ہے۔

وجه :(۱) حدیث میں ہے۔ عن عبد الرحمن بن ابی سعيد الخدری عن ابيه ان رسول الله ﷺ قال لا ينظر الرجل الى عورة الرجل و لا المرأة الى عورة المرأة ولا يفضی الرجل الى الرجل فی ثوب واحد و لا

(۵۲) وزادالمتجاوز علی قدر الدرهم لا تصح معه الصلوة اذا وجد ما یُزیله.ویحتال لازالته من غیر کشف العورة عند من یراه.(۵۳) ویکره الاستنجاء بعظم وطعام لآدمی او بهیمة و آجرٍ وخزف و

تفضی المرأة الی المرأة فی الثوب الواحد۔ (مسلم شریف، باب تحریم النظر الی العورات، ص۱۵۰، نمبر ۳۳۸/۷۶۸) اس حدیث میں ہے کہ کوئی دوسرے کا ستر نہ دیکھے۔(۲) حدثنا بهز بن حکیم حدثنی ابی عن جدی قال قلت یا رسول الله ! عوراتنا ما نأتی منها و ما نذر ؟ قال احفظ عورتک الا من زوجتک او ما ملکت یمینک فقال الرجل یکون مع الرجل ؟ قال ان استطعت ان لا یراها احد فافعل قلت فالرجل یکو ن خالیا ،قال فالله احق ان یستحیا منه ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی حفظ العورة، ص۶۲۶، نمبر ۲۷۶۹)اس حدیث میں ہے کہ ستر کی حفاظت کرے ۔(۳)عن ابن عمر ان النبی ﷺ کان اذا اراد حاجة لا یرفع ثوبه حتی یدنو من الارض ۔(ابوداود شریف، باب کیف التکشف عند الحاجة، ص۱۴، نمبر۱۴/ ترمذی شریف، باب ماجاء فی الاستتار عند الحاجة، ص۵، نمبر۱۴)اس حدیث میں ہے کہ ستر کھولنے کی ضرورت پڑے تو زمین کے قریب ہو کر ستر کھولے۔(۴)عن جابر بن عبد الله ان النبی ﷺ کان اذا اراد البراز انطلق حتی لا یراه احد ۔(ابوداود شریف، باب التخلی عند قضاء الحاجة، ص۱۳، نمبر۲) پیخانہ کے لئے حضورؐ دور جایا کرتے تھے۔

ترجمہ :(۵۲) تجاوز کرنے والی نجاست درہم کی مقدار سے زیادہ ہو تو اس کے ساتھ نماز جائز نہیں ہے اگر ایسی چیز پائے جو زائل کر سکتی ہو اور دیکھنے والوں سے بغیر ستر کھولے ہوئے اس کا ازالہ ممکن ہو۔

تشریح :اگر نجاست درہم سے زیادہ لگی ہو اور اس نجاست کو زائل کرنا ممکن ہو، یا کوئی ایسا حیلہ موجود ہو کہ دیکھنے والوں کے سامنے بغیر ستر کھولے ہوئے اس کو زائل کر سکتا ہو تو اس نجاست کے ساتھ نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔، کیونکہ ایک درہم سے زائد نجاست معاف نہیں ہے اور لوگوں کے سامنے بغیر ستر کھولے ہوئے زائل کرنے کا امکان موجود ہے۔

لغت:متجاوز:تجاوز کرنے والی چیز،مراد ہے نجاست۔یحتال:حیلہ کرے۔کشف العورة:عورت کو کھولنا۔

ترجمہ :(۵۳)اوراستنجاء کرنا مکروہ ہے ہڈی اور انسان اور حیوانات کی خوراک اور پکی اینٹ اور ٹھیکری اور کوئلہ اور شیشہ اور چونا اور محترم چیزیں، مثلا ریشمی اور سوتی کپڑے سے۔

تشریح : ان چیزوں سے استنجاء کرنا مکروہ ہے، کیونکہ اس میں انسانی یا حیوانی خوراک ہے جنکو پلید کرنا اچھا نہیں ہے، یا اتنی تیز چیز ہے جس سے پیشاب یا پیخانے کی جگہ کٹ سکتی ہے، جیسے شیشہ، کیونکہ اس سے انسان کو نقصان ہے، یا قابل احترام چیز ہے جیسے ریشمی اور سوتی کپڑے، کیونکہ نجاست کے ذریعہ اس کو گندہ کرنا ہے اس لئے ان چیزوں سے پیشاب یا پیخانہ صاف کرنا مکروہ ہے۔

فحم و زجاج وجصّ وشیء محترم کخرقة دیباج وقطن (۵۴)وبالید الیمنیٰ الا من عذر.

وجه : اسکے لئے حدیث یہ ہے۔ عن سلمان قال قیل له قد علمکم بینکم صلی الله علیه وسلم کل شیء حتی الخرائة قال فقال اجل لقد نهانا ان نستقبل القبلة لغائط او بول او ان نستنجی بالیمین او ان نستنجی باقل من ثلثة احجار او ان نستنجی برجیع او بعظم ۔(مسلم شریف، باب الاستطابۃ، ص۱۳۰، نمبر۲۶۲/ ۶۰۶ / ترمذی شریف ،باب الاستنجاء بالحجارۃ، ص۱۰، نمبر۱۶) اس حدیث میں ہے ہڈی، اور گوبر سے استنجاء جائز نہیں ہے۔(۲) اس حدیث میں بھی ہے عن ابی هريرة قال: اتبعت النبی ﷺ و خرج لحاجته فکان لا یلتفت ، فدنوت منه فقال : ((ابغنی احجاراً أستنفض بها ، او نحوه . و لا تأتینی بعظم و لا روث)) ۔(بخاری شریف، باب الاستنجاء بالحجارۃ، ص۲۷، نمبر۱۵۵/ مسلم شریف، باب الاستطابۃ ص۱۳۰ نمبر۲۶۲/ ۶۰۷) اس حدیث میں ہے کہ ہڈی اور لید نہ لانا اس سے معلوم ہوا کہ لید اور ہڈی سے استنجاء کرنا صحیح نہیں ہے۔(۳) اس حدیث میں ہے کہ جن کے کھانے سے استنجاء نہ کرے۔عن عبد الله بن مسعود قال : قال رسول الله ﷺ : لا تستنجو بالروث و لا بالعظام فانه زاد اخوانکم من الجن ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی کراهیۃ ما یستنجی بہ، ص۱۱، نمبر۱۸/ بخاری شریف، باب ذکر الجن، ص۶۴۷، نمبر۳۸۶۰) اس حدیث میں ہے کہ ہڈی جن کی خوراک ہے، جس سے استنجاء نہ کیا جائے ۔

اصول : نقصان دہ چیز سے اور محترم چیز سے استنجاء مکروہ ہے۔

لغت: عظم: ہڈی۔ بھیمۃ: چوپایہ۔ آجر: پکی اینٹ۔ خزف: ٹھیکری، مٹی کا پکا ہوا برتن ۔ فحم: کوئلہ۔ زجاج: شیشہ۔ جص: چونا، گچ۔ خرقۃ دیباج: ریشمی کپڑا۔ قطن: روئی، سوتی کپڑا۔

ترجمه :(۵۴) اور دائیں ہاتھ سے استنجاء مکروہ ہے، مگر عذر سے۔

تشریح : دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنا مکروہ ہے، لیکن بائیں ہاتھ میں عذر ہو تو مکروہ نہیں ہے، کر سکتا ہے۔

وجه:(۱) اس حدیث میں ہے کہ دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنا مکروہ ہے۔ عن سلمان قال قیل له قد علمکم بینکم صلی الله علیه وسلم کل شیء حتی الخرائة قال فقال اجل لقد نهانا ان نستقبل القبلة لغائط او بول او ان نستنجی بالیمین او ان نستنجی باقل من ثلثة احجار او ان نستنجی برجیع او بعظم ۔(مسلم شریف، باب الاستطابۃ، ص۱۳۰، نمبر۲۶۲/ ۶۰۶ / ترمذی شریف، باب الاستنجاء بالحجارۃ، ص۱۰، نمبر۱۶)(۲) اس حدیث میں ہے۔عن عبد الله بن ابی قتادة عن ابیه عن النبی ﷺ قال اذا بال أحدکم فلا یأخذن ذکره بیمینه و لا یستنج بیمینه و لا یتنفس فی الاناء ۔(بخاری شریف، باب لا یمسک ذکرہ بیمینہ اذا بال، ص۳۲، نمبر۱۵۴) اس حدیث میں ہے کہ پیشاب کرتے

(۵۵) ويدخل الخلاء برجله اليسرىٰ ويستعيذ بالله من الشيطان الرجيم قبل دخوله (۵۶)ويجلس

وقت دائیں ہاتھ سے ذکر کو نہ پکڑے، اور نہ دائیں ہاتھ سے استنجاء کرے۔

ترجمہ :(۵۵) اور بیت الخلاء میں پہلے بائیں پاؤں کو داخل کرے۔اور دخول سے پیشتر شیطان رجیم سے پناہ مانگے۔

تشریح :قاعدہ یہ ہے کہ اچھی چیز کے لئے دایاں پاؤں آگے کرے، اور ناپسندیدہ چیز کے لئے بایاں پاؤں آگے کرے، بیت الخلاء میں جانا ناپسندیدہ چیز ہے اس لئے بایاں پاؤں پہلے داخل کرنا سنت ہے، اور داخل ہونے سے پہلے شیطان سے پناہ مانگے۔

وجہ :(۱)اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ عن عائشة قالت ان كان رسول الله ﷺ ليحب التيمن فى طهوره اذا تطهر و فى ترجله اذا ترجل ، و فى انتعاله اذا انتعل ۔(مسلم شریف، باب التیمن فی الطھور وغیرہ، ص ۱۲۷، نمبر ۶۱۶/۲۶۸)(۲)اس حدیث میں بھی ہے۔عن عائشة قالت كانت يد رسول الله ﷺ اليمنى لطهوره و طعامه و كانت يده اليسرى لخلائه و ما كان من اذى ۔(ابوداود شریف، باب کراھیۃ مس الذکر بالیمین فی الاستبراء، ص ۷، نمبر ۳۳)اس حدیث میں ہے کہ دائیں جانب اچھے کام کے لئے اور بائیں جانب ناپسندیدہ کام کے لئے استعمال ہوتا تھا۔اس حدیث میں ہے کہ اچھے کاموں میں دایاں استعمال کرتے تھے۔(۳)اور پناہ مانگنے کی حدیث یہ ہے۔ سمعت انسا يقول كان النبى ﷺ اذا دخل الخلاء قال اللهم انى اعوذ بك من الخبث و الخبائث .... حدثنا عبد العزيز اذا اراد ان يدخل ۔(بخاری شریف، باب مایقول عند الخلاء، ص ۳۰، نمبر ۱۴۲)اس حدیث میں ہے کہ خبث اور خبائث یعنی شیطان سے پناہ مانگے۔(۲) عن انس بن مالک قال كان رسول الله ﷺ اذا دخل الخلاء ـ قال : عن حماد ـ قال اللهم انى اعوذبك ، و قال عن عبد الوارث قال اعوذ بالله من الخبث و الخبائث ۔(ابوداود شریف، باب مایقول الرجل اذا دخل الخلاء، ص ۱۳، نمبر ۴/ترمذی شریف، باب مایقول اذا دخل الخلاء، ص ۲، نمبر ۵)اس حدیث میں ہے کہ بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت اللہ سے شیطان مردود سے پناہ مانگے۔

ترجمہ :(۵۶)اور بائیں پاؤں پر سہارا لے کر بیٹھے۔

تشریح : ضرورت ہو تو دائیں پاؤں پر بھی بیٹھ سکتا ہے، لیکن سنت طریقہ یہ ہے کہ بائیں پاؤں پر سہارا لیکر بیٹھے۔

وجہ : اس کے لئے حدیث یہ ہے۔قدم علينا سراقة بن جعشم فقال علمنا رسول الله ﷺ اذا دخل احدنا الخلاء ان يعتمد اليسرى و ينصب اليمنى ۔(سنن بیہقی، باب تغطیۃ الرأس عند دخول الخلاء، الخ، ج اول، ص ۱۵۶، نمبر ۴۵۷)اس حدیث میں ہے کہ بیت الخلاء میں بائیں پاؤں پر بیٹھے۔

ترجمہ :(۵۷) اور نہ بات کرے مگر ضرورت پڑنے پر۔

معتمدا علی یساره (۵۷) ولا یتکلم الا لضرورة. (۵۸) ویکره تحریما استقبال القبلة واستدبارها

وجه :(۱) اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔قال حدثنی ابو سعید قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لا یخرج الرجلان یضربان الغائط کاشفین عن عورتھما یتحدثان فان اللہ عزوجل یمقت علی ذالک ۔(ابوداود شریف ،باب کراھیۃ الکلام عند الخلاء، ص۱۴، نمبر ۱۵) اس حدیث میں ہے کہ بیت الخلاء کے وقت بات کرنے سے اللہ تعالی ناراض ہوتے ہیں۔ (۲) پیشاب، پیخانے کے وقت حضورؐ نے سلام کا جواب بھی نہیں دیا، حدیث یہ ہے۔ عن المھاجر بن قنفذ انہ اتی النبی ﷺ و ھو یبول فسلم علیہ فلم یرد علیہ حتی توضأ ثم اعتذر الیہ فقال انی کرھت ان اذکر اللہ تعالی ذکرہ الا علی طھر او قال علی طھارۃ ۔(ابوداود شریف، باب فی الرجل یرد السلام وھو یبول؟ ص۱۵، نمبر ۱۷) اس حدیث میں ہے کہ پیشاب کے وقت سلام کا بھی جواب نہیں دیا۔ اس لئے بات کرنا بھی مکروہ ہے۔

ترجمہ :(۵۸) اور قبلہ کا استقبال، اور اسکی طرف پیٹھ کرنا مکروہ تحریمی ہے چاہے چہار دیواری میں ہو۔

تشریح :پیخانے کے وقت استقبال اور استدبار قبلہ دونوں مکروہ تحریمی ہے، اور پیشاب کے وقت استقبال مکروہ تحریمی ہے، اور استدبار اتنا مکروہ نہیں ہے، حنفیہ کے نزدیک چہار دیواری میں بھی مکروہ ہے، اور امام شافعیؒ کے نزدیک چہار دیواری میں مکروہ نہیں ہے، کھلی فضا میں مکروہ ہے۔

وجہ : (۱) اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ عن ابی ایوب الانصاری قال قال رسول اللہ ﷺ اذا اتی احدکم الغائط فلا یستقبل القبلۃ و لا یولھا ظھرھا ، شرقوا او غربوا. (بخاری شریف، باب لا تستقبل القبلۃ ببول ولا غائط الا عند البناء، جدار اونحوہ، ص۳۰، نمبر ۱۴۴) اس حدیث میں ہے کہ پیخانے کے وقت استقبال قبلہ یا استدبار قبلہ نہ کرے (۲) اس حدیث میں بھی ہے۔عن سلمان قال قیل لہ قد علمکم بینکم صلی اللہ علیہ وسلم کل شیء حتی الخرائۃ قال فقال اجل لقد نھانا ان نستقبل القبلۃ لغائط او بول او ان نستنجی بالیمین او ان نستنجی باقل من ثلثۃ احجار او ان نستنجی برجیع او بعظم ۔(مسلم شریف، باب الاستطابۃ ص۱۳۰ نمبر ۲۶۲/ ۶۰۶ رترمذی شریف، باب الاستنجاء بالحجارۃ، ص۱۰، نمبر ۱۶) اس حدیث میں ہے کہ پیشاب اور پیخانہ کے وقت استقبال قبلہ نہ کرے۔ اور اس حدیث میں چہار دیواری کی قید نہیں ہے اس لئے چہار دیواری میں بھی مکروہ ہوگا۔

لغت :استقبال: قبلے کی طرف منہ کرنے کو استقبال کہتے ہیں۔اور اس کی طرف پیٹھ کرنے کو استدبار کہتے ہیں۔ بنیان: چہار دیواری، عمارت کے پیچھے۔

ترجمہ :(۵۹) اور سورج اور چاند کا استقبال اور ہوا کے رخ پر بھی مکروہ ہے۔

ولو فی البنیان (۵۹) واستقبال عين شمس والقمر ومهب الريح.(۶۰) ویکره ان يبول او يتغوّط فی الماء والظل والجحر والطريق وتحت شجرة مثمرة.

تشریح : سورج اور چاند اللہ کی محترم مخلوق ہے اس لئے اس کی طرف پیشاب کر کے اس کی توہین نہ کرے۔ اور ہوا کے رخ پر اس لئے پیشاب نہ کرے کہ اس سے چھینٹا اپنے جسم پر آئے گا۔

وجه :(۱) اس حدیث میں ہے۔ عن ابی هريرة قال كان رسول الله ﷺ يكره البول فی الهواء ۔(سنن بیہقی، باب النھی عن التخلی فی طریق الناس ظلھم، ج اول، ص ۱۵۹، نمبر ۴۷۲) اس حدیث میں ہے کہ ہوا کے رخ پر پیشاب نہ کرے کیونکہ اس کا چھینٹا خود پیشاب کرنے والے پر پڑے گا۔(۲) اس حدیث میں بھی اس کا اشارہ ہے۔ فكتب اليه ابو موسی انی كنت مع رسول الله ﷺ ذات يوم فأراد ان يبول فأتی دمثا فی اصل جدار فبال ثم قال ﷺ اذا اراد أحدكم أن يبول فليرتد لبوله موضعا ۔(ابوداود شریف، باب الرجل یتبوأ لبولہ، ص ۱۳، نمبر ۳) اس حدیث میں ہے کہ پیشاب کے لئے کسی مناسب جگہ کا انتخاب کرے جس میں چھینٹا جسم پر نہ پڑے۔

ترجمہ :(۶۰) اور مکروہ ہے کہ پیشاب اور پیخانہ پانی میں، سایہ میں، سوراخ میں، اور راستے پر اور پھل دار درخت کے نیچے کرے۔

تشریح : ان مقامات پر پیخانہ اور پیشاب کرنا اس لئے مکروہ ہے کہ اس سے انسانوں کو نقصان ہوگا۔

وجه :(۱) پانی میں پیشاب کرنے کی ممانعت اس حدیث میں ہے۔ عن ابی هريرة عن النبی ﷺ قال لا يبولن أحدكم فی الماء الدائم ثم يتوضأ منه ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی کراھیۃ البول فی الماء الراکد ص ۱۹، نمبر ۶۸) اس حدیث میں ہے کہ پانی میں پیشاب نہ کرے، کیونکہ اس سے پھر استعمال کرنے میں کراہیت ہوگی۔(۲) سایہ میں پیشاب اور پیخانہ کرنے کی ممانعت اس حدیث میں ہے۔ عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ قال : اتقوا اللعانين قالوا و ما اللعانان يا رسول الله ! قال الذی يتخلی فی طريق الناس او فی ظلهم ۔(مسلم شریف، باب النھی عن التخلی فی الطریق والظلال، ص ۱۲۷، نمبر ۶۱۸/۲۶۹) اس حدیث میں ہے کہ راستے میں اور سائے میں پیشاب نہ کرے۔(۳) سوراخ میں پیشاب کرنے کی ممانعت اس حدیث میں ہے۔ عن عبد الله بن سرجس ان النبی ﷺ نهی ان يبال فی الجحر ، قال : قالوا لقتادة ما يكره من البول فی الجحر ؟ قال كان يقول انها مساكن الجن ۔(ابوداود شریف، باب النھی عن البول فی الجحر، ص ۱۶، نمبر ۲۹)

لغت : مہب الریح : ہوا چلنے کا رخ۔ یتغوط : غائط سے مشتق ہے، نچلی زمین، یہاں ترجمہ ہے پیخانہ کرے۔ الظل : سایہ۔

(۶۱)والبول قائما الا من عذر(۶۲) ويخرج من الخلاء برجله اليمنىٰ ثم يقول الحمد لله الذى اذهب عنى الاذىٰ وعافانى.

الجحر:سوراخ۔مثمرۃ:ثمر سے مشتق ہے، پھلدار درخت۔

ترجمہ :(۶۱) کھڑا ہوکر پیشاب کرنا مکروہ ہے مگر عذر کی وجہ سے۔

تشریح :کھڑا ہوکر پیشاب کرنے سے بدن پر چھینٹا پڑے گا اور اچھا بھی نہیں ہے اس لئے کھڑا ہوکر پیشاب کرنا مکروہ ہے، ہاں عذر ہوتو جائز ہے۔

وجہ :(۱)اس حدیث میں ہے۔**عن عائشة قالت من حدثكم ان النبى ﷺ كان يبول قائما فلا تصد قوه ما كان يبول الا قاعدا** ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی النھی عن البول قائما،ص ۴،نمبر۱۲/ابن ماجۃ شریف، باب فی البول قاعدا، ص ۴۷،نمبر۳۰۷)(۲)عذر ہوتو جائز ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔**عن حذيفة ان رسول الله ﷺ أتى سباطة قوم فبال عليها قائما** ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء من الرخصۃ فی ذالک[فی البول قائما]ص ۴،نمبر۱۳/ابن ماجۃ شریف، باب ماجاء فی البول قائما،ص ۴۶،نمبر۳۰۵) اس حدیث میں ہے کہ عذر کی بنا پر کھڑے ہوکر پیشاب کیا۔

ترجمہ :(۶۲) بیت الخلاء سے بائیں پاؤں نکالے پھر کہے۔**الحمد لله أذهب عنى الأذى و عافانى. الخ**

وجہ : (۱) اس حدیث کے اشارے میں ہے کہ پہلے دائیں پاؤں بیت الخلاء سے نکالے۔**عن عائشة قالت كانت يد رسول الله ﷺ اليمنى لطهوره و طعامه و كانت يده اليسرى لخلائه و ما كان من اذى** ۔(ابوداود شریف، باب کراھیۃ مس الذکر بالیمین فی الاستبراء،ص ۱۷،نمبر۳۳) اس حدیث میں ہے کہ دائیں جانب اچھے کام کے لئے اور بائیں جانب ناپسندیدہ کام کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ (۲)اور بیت الخلاء سے نکلنے کے بعد یہ دعاء پڑھے اس کا ثبوت اس حدیث میں ہے۔**عن انس بن مالك قال كان النبى ﷺ اذا خرج من الخلاء قال : الحمد لله أذهب عنى الأذى و عافانى** ۔(ابن ماجۃ شریف، باب مایقول اذا خرج من الخلاء،ص ۴۶،نمبر۳۰۱) اس حدیث میں دعاء کا ثبوت ہے۔

﴿فصل فی الوضوء﴾

﴿فصل فی الوضوء﴾

پوری فصل ایک نظر میں۔

وضو کے رکن اور فرض چار ہیں:

۱:......منہ دھونا، اور طول میں اس کی حد شروع پیشانی سے تھوڑی کے نیچے تک ہے اور عرض میں دونوں کانوں کی لو تک ہے۔

۲:......دوسرا کہنی سمیت دونوں ہاتھ دھونا۔

۳:......ٹخنوں سمیت دونوں پاؤں دھونا۔

۴:......چوتھائی سر کا مسح کرنا۔

اور وضو کرنے کا سبب یہ ہے کہ جو (چیزیں) بلا وضو جائز نہ ہو وہ باعتبار حکم دنیوی کے جائز ہو جاوے اور آخرت میں ثواب حاصل ہو۔

اور وضو کے واجب ہونے کے شروط یہ ہیں:

۱:......عقل۔

۲:......بلوغ۔

۳:......اسلام۔

۴:......کافی پانی پر استعمال کی قدرت۔

۵:......اور حدث کا ہونا۔

۶:......اور حیض کا نہ ہونا۔

۷:......اور نفاس کا نہ ہونا۔

۸:......اور تنگئ وقت کا نہ ہونا۔

اور وضو صحیح ہونے کی تین شرطیں ہیں:

۱:...... پاک پانی تمام کھال پر پہنچ جاوے۔

۲:......اور منافئ وضو حیض، نفاس وحدث کا منقطع ہونا۔

۳:......اور بدن تک پانی پہنچنے سے روکنے والی شئی مثلاً موم اور چربی کے نہ ہو۔

(۶۳) ارکان الوضوء اربعة وهی فرائضه. (۶۴) الاول غسل الوجة وحدُّه طولا من مبدأ سطح الجبهة الی اسفل الذقن وحدُّه عرضا ما بین شحمتی الاذنین.

ترجمه :(۶۳) ارکان وضو چار ہیں جسکو فرض بھی کہتے ہیں۔

تشریح : جسکو کئے بغیر وہ چیز نہ ہو اس کو فرض کہتے ہیں۔وضو میں یہ چاروں چیزیں فرض ہیں۔[ا] چہرے کا دھونا۔[۲] کہنیوں سمیت ہاتھ دھونا۔[۳] چوتھائی سر کا مسح کرنا۔[۴] اور ٹخنوں سمیت پاؤں دھونا فرض ہے، باقی سب سنتیں ہیں۔

وجه :(ا) وضو میں چار فرض ہیں ان کی دلیل یہ آیت ہے۔ **یا ایها الذین آمنوا اذا قمتم الی الصلوة فاغسلوا وجوهکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برء وسکم وارجلکم الی الکعبین، وان کنتم جنبا فاطهروا** ۔(آیت ۶، سورۃ المائدۃ ۵)۔اس آیت میں چاروں اعضاء کا ذکر ہے (۲) اس حدیث میں بھی ان چاروں اعضاء کا ذکر ہے۔**ان حمران مولی عثمان اخبره انه رأی عثمان بن عفان دعا باناء ،فافرغ علی کفیه ثلاث مرار فغسلهما ،ثم ادخل یمینه فی الاناء فمضمض و استنثر ثم غسل وجهه ثلاثا و یدیه الی المرفقین ثلاث مرار ،ثم مسح برأسه ،ثم غسل رجلیه ثلاث مرار الی الکعبین ،ثم قال : قال رسول الله ﷺ : من توضأ نحو وضوئی هذا ثم صلی رکعتین لایحدث فیهما نفسه غفر له ما تقدم من ذنبه** ۔(بخاری شریف، باب الوضوء ثلاثا ثلاثا، ص ۳۲، نمبر ۱۵۹ / ابوداود شریف، باب صفۃ وضوء النبی ﷺ، ص ۲۶، نمبر ۱۰۸)

ترجمه :(۶۴) پہلا چہرے کا دھونا ہے اور لمبائی میں اس کی حد پیشانی کے شروع سے تھوڑی کے نیچے تک، اور چوڑائی میں دونوں کانوں کی لو تک۔

تشریح :سر کا بال جہاں سے اگنا ختم ہوتا ہے وہاں سے شروع ہو کر تھوڑی کے نیچے تک چہرے کی لمبائی کی حد ہے، اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک چوڑائی میں اس کی حد ہے۔

وجه : (ا)**عن ابن عباس قال دخل علی علیؓ یعنی ابی طالب و قد اهرق الماء .....ثم أخذ بکفه الیمنی قبضةمن ماء فصبها علی ناصیته فترکها تستن علی وجهه** ۔(ابوداود شریف، باب صفۃ وضوء النبی ﷺ، ص ۲۷، نمبر ۱۱۷) اس حدیث میں ہے کہ پیشانی کے شروع سے، تھوڑی کے نیچے تک پانی بہایا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وضو کی حد ہے ۔(۲)**عن عمار بن یاسر قال رأیت رسول الله ﷺ یخلل لحیته** ۔ (ابن ماجہ شریف، باب ماجاء فی تخلیل اللحیۃ، ص ۶۳، نمبر ۴۲۹ / ابوداود شریف، باب تخلیل اللحیۃ، ص ۳۱، نمبر ۱۴۵) اس حدیث میں ہے کہ ڈاڑھی میں خلال کرتے تھے جس سے معلوم ہوا کہ ڈاڑھی کے نیچے تک وضو کی حد ہے۔ (۳)**عن ابن عمر قال کان رسول الله ﷺ اذا توضأعرک عارضیه**

(۲۵) والثانی غسل یدیه مع مرفقیه.(۲۶) والثالث غسل رجلیه مع کعبیه .(۲۷) والرابع مسح

بعض العرک ثم شبک لحیته بأصابعه من تحتها۔(ابن ماجہ شریف، باب ماجاء تخلیل اللحیۃ، ص۶۳، نمبر۴۳۲)اس حدیث میں ہے کہ دونوں گالوں کو رگڑتے تھے جس سے معلوم ہوا کہ دونوں گال وضو میں داخل ہیں۔

لغت : مبدأ: شروع۔ جبھۃ: پیشانی۔ الذقن: تھوڑی۔ شحمۃ: کان کی لو، چربی۔ اذنین: اذن کی تثنیہ ہے، کان۔

ترجمہ :(۲۵) دوسرا فرض دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھونا ہے۔

تشریح : دونوں ہاتھوں کے دھونے میں کہنیاں داخل ہیں، اس کی دلیل اوپر آیت اور حدیث گزر گئی۔

وجہ : (۱) عن جابر بن عبد الله قال کان رسول الله ﷺ اذا توضأ ادار الماء علی مرفقیه (دار قطنی، باب وضوء رسول اللہؐ، ج اول، ص ۸۶، نمبر ۲۶۸ / سنن للبیہقی، باب ادخال المرفقین فی الوضوء، ج اول، ص۹۳، نمبر۲۵۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کہنیاں دھونے میں داخل ہیں.(۲) قلت لعطاء :فاغسلوا وجوهکم وایدیکم الی المرافق .فیما یغسل ؟قال : نعم ، لا شک فی ذالک ۔(مصنف عبد الرزاق، جلد اول، باب غسل الذراعین، ص۵، نمبر۲) اس اثر میں ہے کہ بلا شبہ مرفقین دھونے میں داخل ہیں

ترجمہ :(۲۶) تیسرا فرض دونوں پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھونا ہے۔

تشریح : دونوں پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھونا فرض ہے، اور ٹخنہ دھونے میں شامل ہے، اور اس ٹخنے سے اوپر والا ٹخنہ مراد ہے نیچے والا ٹخنہ مراد نہیں ہے۔ اس کے لئے بھی آیت اور حدیث گزر چکی ہے۔

وجہ :(۱) ان حمران مولی عثمان اخبره انه رأی عثمان بن عفان دعا باناء ،فافرغ علی کفیه ثلاث مرار فغسلهما ،ثم ادخل یمینه فی الاناء فمضمض و استنثر ثم غسل وجهه ثلاثا و یدیه الی المرفقین ثلاث مرار ،ثم مسح برأسه ،ثم غسل رجلیه ثلاث مرار الی الکعبین ،ثم قال : قال رسول الله ﷺ : من توضأ نحو وضوئی هذا ثم صلی رکعتین لایحدث فیهما نفسه غفر له ما تقدم من ذنبه ۔(بخاری شریف، باب الوضوء ثلاثا ثلاثا، ص۳۲، نمبر۱۵۹ / ابو داود شریف، باب صفۃ وضوء النبی ﷺ، ص۲۶، نمبر۱۰۸) اس حدیث میں کعبین کا لفظ ہے کہ ہر پاؤں میں دو ٹخنے دھوئے، اور ہر پاؤں میں دو ٹخنے اوپر کے ٹخنے ہی ہیں اس لئے وہی مراد ہیں۔(۲) رأیت ابا هریرة یتوضأ فغسل وجهه فاسبغ الوضوء ثم غسل یده الیمنی حتی اشرع فی العضد ثم یده الیسری حتی اشرع فی العضد ثم مسح برأسه ثم غسل رجله الیمنی حتی اشرع فی الساق ثم غسل رجله الیسری حتی اشرع فی الساق ثم قال هکذا رأیت رسول الله ﷺ یتوضأ ۔(مسلم شریف، باب استحباب اطالۃ الغرۃ والتحجیل فی الوضوء، ص۱۲۱، نمبر

ربع رأسه . (٦٨) وسببه استباحة ما لا یحل الا به وهو حکمه الدنیوی وحکمه الأخروی الثواب فی

٥٧٩/٢٤٦)اس حدیث میں ہے کہ ہاتھ کو بازو تک دھویا، اور پاؤں کو پنڈلی تک دھویا، جس سے معلوم ہوا کہ کہنی ہاتھ میں شامل ہے اور ٹخنے پاؤں میں شامل ہیں۔(٣) انگلی سے لیکر مونڈھے تک کو ہاتھ کہتے ہیں اس لئے اگر آیت میں کہنیوں کی قید نہ لگاتے تو مونڈھے تک دھونا فرض ہوتا اس لئے کہنیوں تک دھونے کے لئے کہا تو کہنیوں سے آگے ساقط ہو گیا۔اور قاعدہ یہ ہے کہ جو عضو آگے کو ساقط کرنے کے لئے آئے وہ اس حکم میں داخل ہوتا ہے۔اس لئے کہنی دھونے کے حکم میں داخل رہے گی۔اس طرح رجل (پاؤں) ران تک کو کہتے ہیں۔ٹخنہ تک کی قید لگا کر ٹخنہ سے اوپر کو ساقط کیا۔لیکن خود ٹخنہ دھونے کے حکم میں داخل رہے گا۔

اصـــول: جنس ایک ہو تو غایت مغیا میں داخل ہوتا ہے ۔٢۔جنس دو ہوں تو غایت مغیاء میں داخل نہیں ہوتا۔جیسے روزے میں رات داخل نہیں۔

لغت :کعب: ابھری ہوئی چیز،ٹخنہ۔

ترجمه :(٦٧)اور چوتھا فرض چوتھائی سر کا مسح کرنا ہے۔

وجه: (١) عن عروة بن المغیرة بن شعبة ،عن ابیه قال : تخلف رسول الله ﷺ و تخلفت معه،فلما قضی حاجته .....ومسح بناصیته ،و علی العمامة ،و علی خفیه ، (مسلم شریف،باب المسح علی الناصیۃ،والعمامۃ،ص١٣٤ نمبر٦٣٣/٢٧٤،ابوداود شریف باب المسح علی الخفین ،ص٢٢نمبر١٥٠) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پیشانی کے قریب جو بال ہے آپؐ نے اس پر مسح فرمایا اور وہ چوتھائی سر کی مقدار ہے اسلئے چوتھائی سر پر مسح کرنا فرض ہوگا۔...(٢) عن ابن المغیرة عن ابیه : ان نبی الله ﷺ مسح علی الخفین ،و مقدم رأسه ، و علی عمامته. (مسلم شریف،باب المسح علی الناصیۃ والعمامۃ، ص١٣٤،نمبر٦٣٤/٢٧٤ /ابوداؤد شریف، باب المسح علی العمامۃ ،ص٢٢،نمبر١٤٧)جب سر کے صرف اگلے حصے پر مسح کیا تو پتہ یہ چلا کہ پورے سر کا مسح کرنا فرض نہیں ہے، بلکہ مستحب ہے۔کیونکہ پورے سر کا مسح فرض ہوتا تو صرف پیشانی کی مقدار یا اگلے حصے پر مسح کرنا کافی نہیں ہوتا۔اور پیشانی کی مقدار چوتھائی سر ہوتا ہے اس لئے حنفیہ کے نزدیک چوتھائی سر کا مسح کرنا فرض ہے۔اور پورے سر پر مسح کرنا سنت ہے۔

تـرجمه : (٦٨) وضو کا سبب جو چیز وضو کے بغیر حلال نہیں ہے اس کو حلال کرنا ہے،اور یہ اس کا دنیوی حکم ہے اور وضو کا اخری حکم آخرت میں ثواب حاصل کرنا ہے۔

تشـریح : وضو کا سبب یہ ہے کہ جو چیز وضو کے بغیر حلال نہیں ہے، مثلا نماز بغیر وضو کے حلال نہیں ہے تو وضو کرنے کے بعد نماز حلال ہو جائے گی یہ اس کا دنیوی حکم ہے اور وضو کا اُخروی حکم یہ ہے کہ وضو سے ثواب حاصل ہوگا۔

الآخرۃ .(۲۹) وشرط وجوبه العقل والبلوغ والاسلام

وجه : (۱) دخل عبد الله ابن عمر علی ابن عامر یعوده و هو مریض فقال الا تدعو الله لی یا ابن عمر ؟ قال انی سمعت رسول الله ﷺ یقول : لا تقبل صلوۃ بغیر طهور و لا صدقة من غلول ۔(مسلم شریف، باب وجوب الطهارۃ للصلاۃ، ص۱۱۴، نمبر۲۲۴/۵۳۵/ترمذی شریف، باب ما جاء لاتقبل صلوۃ بغیر طہور، ص۱، نمبر۱) اس حدیث میں ہے کہ بغیر وضو کے نماز نہیں ہوتی۔(۲) اور اُخروی اعتبار سے ثواب اس حدیث میں ہے۔عن ابی ھریرۃ قال قال رسول الله ﷺ اذا توضأ العبد المسلم او المؤمن فغسل وجهه خرجت من وجهه کل خطیئة نظر الیها بعینه مع الماء ، او مع آخر قطر الماء او نحو ھذا ۔ و اذا غسل یدیه خرجت من یدیه کل خطیئه بطشها یداہ مع الماء او مع آخر قطر الماء ، حتی یخرج نقیا من الذنوب ۔(ترمذی شریف، باب ما جاء فی فضل الطھور، ص۲، نمبر۲) اس حدیث میں وضو کا ثواب بیان کیا گیا ہے۔

ترجمه : (۲۹) وضو واجب ہونے کی شرط عاقل، بالغ، اور مسلمان ہونا ہے۔

تشریح :وضو واجب ہونے کی یہاں ۸ شرطیں بیان کی جارہی ہیں، ان میں سے تین یہ ہیں کہ آدمی [۱] عاقل ہو [۲] بالغ ہو، [۳] اور مسلمان ہو تب وضو واجب ہوتا ہے، اگر آدمی عاقل نہیں ہے بلکہ مجنون ہے تو اس پر نہ نماز واجب ہے، اور نہ وضو واجب ہے، ویسے وضو کر کے نماز پڑھ لے تو نماز ہو جائے گی، لیکن اس پر واجب نہیں ہے، اسی طرح اگر بالغ نہیں ہے بچہ ہے تو اس پر نہ نماز واجب ہے اور نہ اس پر وضو واجب ہے۔ آدمی مسلمان نہ ہو کافر ہو تو نہ اس پر نماز واجب ہے اور نہ اس پر وضو واجب ہے۔ ہر ایک کی دلیل یہ ہے۔

وجه :(۱) عاقل ہو اور بالغ ہو تب وضو واجب ہوگا اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن علی عن النبی ﷺ قال رفع القلم عن ثلثة عن النائم حتی یستیقظ وعن الصبی حتی یحتلم وعن المجنون حتی یعقل . (ابوداؤد شریف، باب فی المجنون یسرق او یصیب حدا، ج ثانی، ص۲۵۶ کتاب الحدود، نمبر۴۴۰۳/ابن ماجہ شریف، باب طلاق المعتوہ والصغیر والنائم، کتاب الطلاق ص۲۹۲، نمبر۲۰۴۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بچے، اور مجنون کے اوپر کوئی ذمہ داری نہیں ہے تو وضو بھی واجب نہیں ہوگا ۔(۲) اثر میں ہے۔عن ابن عباس قال : لا یجب علی مال الصغیر زکاۃ حتی تجب علیه الصلاۃ ۔(دار قطنی، باب استقراض الوصی من مال الیتیم، ج ثانی، ص۹۷، نمبر۱۹۶۲) اس اثر سے معلوم ہوا کہ بچے پر نہ مال کی زکوۃ ہے اور نہ وضو ہے۔

(۳) اور مسلمان ہو اس کی دلیل یہ آیت ہے۔ الذین یقیمون الصلوۃ و یؤتون الزکوۃ و ھم بالآخرۃ ھم یوقنون ۔(آیت ۳، سورۃ النمل ۲۷) اس آیت میں ہے کہ وہ آخرت پر یقین رکھتا ہو یعنی مسلمان ہو تب اس پر نماز ہے اور تب ہی وضو ہے

(۷۰) وقدرة على استعمال الماء الكافى(۷۱) ووجود الحدث

(۳) و المؤمنون و المؤمنات بعضهم أولياء بعض يأمرون بالمعروف و ينهون عن المنكرو يقيمون الصلوة و يؤتون الزكوة و يطيعون الله ورسوله أولئك سيرحمهم الله ان الله عزيز حكيم (آیت ۷۱ سورۂ توبہ ۹) اس آیت میں بھی نماز کے لئے مسلمان ہونے کی شرط ہے۔

ترجمہ : (۷۰) کافی پانی کے استعمال پر قدرت ہونا۔

تشریح : وضو کے لئے یہ چوتھی شرط ہے۔اگر وضو کرنے کی مقدار پانی موجود ہو تب وضو واجب ہوگا ورنہ تیمّم واجب ہوگا، اسی طرح پانی استعمال کرنے پر قدرت ہو تب واجب ہوگا، اور اگر بیمار ہے جس کی وجہ سے پانی استعمال کرنا نقصان دہ ہو تو تیمّم واجب ہوگا،اس لئے فرمایا کہ پانی بھی کافی ہو اور اس کے استعمال کرنے پر قدرت بھی ہو۔

وجہ :(۱) ۔اس آیت میں ہے کہ پانی نہ پاؤ تو تیمّم کرلو، یا پانی ہے لیکن اس کو استعمال کرنے کی قدرت نہیں ہے تو تیمّم کرلے۔ و ان كنتم جنبا فاطهروا و ان كنتم مرضى أو على سفر أو جاء أحد منكم من الغائط او لٰمستم النساء فلم تجدو ماء فتيمموا صعيدا طيبا فامسحوا بوجوهكم وايديكم منه ما يريد الله ليجعل عليكم من حرج و لكن يريد ليطهر كم و ليتم نعمته عليكم لعلكم تشكرون ۔(آیت ۶ سورۃ المائدۃ ۵) اس آیت میں ہے کہ پانی پر قدرت نہ ہو تو تیمّم کرے۔(۲) اس آیت میں بھی ہے کہ پانی نہ ہو تو تیمّم کرو۔ وان كنتم مرضى أو على سفر أو جاء أحد منكم من الغائط او لٰمستم النساء فلم تجدوا ماء فتيمموا صعيدا طيبا فامسحوا بوجوهكم وايديكم ..(آیت ۴۳ سورۃ النساء ۴)(۳) حدیث میں ہے۔ عن ابى ذر...قال رسول الله ﷺ الصعيد الطيب وضوء المسلم ولو الى عشر سنين (ابوداؤد شریف، باب الجنب یتیمم ،ص ۵۳ ،نمبر ۳۳۲ رترمذی شریف، باب ماجاء فی التیمم للجنب اذا لم یجد الماء، ۳۲، نمبر ۱۲۴) اس حدیث میں ہے کہ پانی نہ ملے تو دس سال تک جنبی تیمّم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے۔یعنی پانی نہ ملے یا پانی پر قدرت نہ ہو تو ایک زمانہ تک تیمّم کرسکتا ہے۔

ترجمہ :(۷۱) اور حدث پایا جاتا ہو۔

تشریح : وضو کے لئے یہ پانچویں شرط ہے۔حدث اصغر ہو تو وضو واجب ہوگا،اور حدث نہ ہو خود وہ متوضی ہو تو واجب نہیں ہے ،البتہ وضو پر وضو کرنا مستحب ہے۔

وجہ :سمعت أنس بن مالك يقول كان النبى ﷺ يتوضأ عند كل صلوة قلت فأنتم ما كنتم تصنعون ؟ قال كنا نصلى الصلوات كلها بوضوء واحد مالم نحدث ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی الوضوء لکل صلوۃ، ص ۱۶، نمبر

(۷۲) وعدم الحیض والنفاس(۷۳) وضیق الوقت. (۷۴) وشرط صحته ثلاثة. عموم البشرة بالماء

۶۰)اس حدیث میں ہے کہ آدمی کو حدث ہوتو وضو واجب ہے ورنہ نہیں۔

ترجمہ : (۷۲)حیض نہ ہو اور نفاس نہ ہو۔

تشریح : حیض نہ ہونا وضو کے لئے چھٹی شرط ہے، اور نفاس نہ ہونا ساتویں شرط ہے۔ اگر عورت کو حیض یا نفاس ہو تو اس پر نماز ہی واجب نہیں ہے اس لئے اس پر وضو بھی واجب نہیں ہوگا۔ اس لئے فرمایا کہ حیض اور نفاس نہ ہو تب وضو واجب ہوگا۔

وجہ : ان امراة سألت عائشةؓ أتقضى الحائض الصلاة فقالت أحرورية انت ؟ لقد كنا نحيض عند رسول الله ﷺ فلا نقضى و لا نؤمر بالقضاء ۔(ابو داود شریف، باب فی الحائض لا تقضی الصلوۃ ص ۴۷، نمبر ۲۶۲)اس حدیث میں ہے کہ حائضہ نماز قضی نہیں کرے گی اس لئے اس پر وضو بھی واجب نہیں ہوگا، اور یہی حال نفاس والی عورت کا ہے۔

ترجمہ : (۷۳)اور وقت تنگ نہ ہو۔

تشریح : اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ وقت تنگ ہو تو عید اور نماز جنازہ کے لئے تیمّم کر سکتا ہے اس کے لئے وضو واجب نہیں ۔اور دوسرا مطلب شاید یہ ہے کہ وقت میں گنجائش ہو تو ابھی وضو کرنا واجب نہیں، بعد میں بھی وضو کر کے نماز پڑھ سکتا ہے، لیکن وقت تنگ ہو تو ابھی نماز بھی پڑھنی ہے اس لئے ابھی وضو بھی واجب ہے۔

وجہ : عن ابن عباس قال اذا خفت ان تفوتک الجنازة وانت على غير وضوء فتيمم و صلى. (مصنف ابن ابی شیبۃ ۹۳ فی الرجل ان یخاف ان تفوتہ الصلوۃ علی الجنازۃ وھو غیر متوضی، ج ثانی، ص ۴۹۷، نمبر ۱۱۴۶۷، کتاب الجنائز)اس اثر سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ فوت ہونے کا خوف ہو تو تیمّم کر سکتا ہے۔

ترجمہ : (۷۴)اور وضو صحیح ہونے کے لئے تین شرطیں ہیں۔ پاک پانی تمام کھال تک پہنچ جائے۔

تشریح : یہ تین باتیں ہوں تب وضو صحیح ہوگا[۱] پہلی بات یہ ہے کہ جہاں جہاں پانی پہنچانا ہے کھال کی ان تمام حصوں پر پاک پانی پہنچا دیا جائے، بال برابر بھی کہیں سوکھا نہ رہے، مثلا کہنیوں پر پانی نہیں پہنچا، یا ہلکی ڈاڑھی میں کھال تک پانی نہیں پہنچا تو وضو نہیں ہوگا۔

وجہ : (۱)اس حدیث میں ہے۔ عن عبد الله بن عمرو قال رجعنا مع رسول الله ﷺ من مكة الى المدينة حتى اذا كنا بماء بالطريق تعجل قوم عند العصر فتوضأ وا و هم عجال فانتهينا اليهم و اعقابهم تلوح لم يمسها الماء فقال رسول الله ﷺ ويل للاعقاب من النار أسبغوا الوضوء . (مسلم شریف، باب وجوب غسل الرجلین بکمالھا، ص ۱۲۰، نمبر ۵۷۰/۲۴۱)اس حدیث میں ہے کہ کھال کا تھوڑا سا حصہ بھی سوکھا نہیں رہنا چاہئے ورنہ وضو نہیں ہوگا

الطهور (۷۵) وانقطاع ما ینافیه من حیض و نفاس وحدث

(۲) اخبرنی عمر بن الخطاب ؓ ان رجلا توضأ فترک موضع ظفر علی قدمه فأبصر النبی ﷺ فقال : ارجع فأحسن وضوئک ، فرجع ثم صلی ۔(مسلم شریف، باب وجوب استیعاب جمیع اجزاء محل الطھارۃ، ص۱۲۱، نمبر۲۴۳/ ۵۷۶)اس حدیث میں بھی کہ تھوڑی سی کھال بھی سوکھی نہیں رہنی چاہئے۔

لغت : البشرۃ: کھال کے اوپر کا حصہ۔عموم البشرۃ: تمام وہ کھال جس کا دھونا ضروری ہو۔

ترجمہ : (۷۵) جو وضو کے منافی ہو وہ نہ ہو، مثلا حیض، نفاس، اور حدث نہ ہوں۔

تشریح : وضو درست ہونے کے لئے یہ دوسری شرط ہے کہ وضو کی جو منافی چیزیں ہیں، جسم پر وہ نہ ہوں تب وضو صحیح ہوگا، مثلا حیض آرہا ہو، یا نفاس آرہا ہو تو اس زمانے میں وضو کرنے سے وضو نہیں ہوگا، یا عورت پاک ہو چکی ہے لیکن عورت پر حیض یا نفاس کا خون ایک درہم سے زیادہ لگا ہوا ہے تو اس وقت وضو کرنے سے اس وضو سے نماز درست نہیں ہوگی جب تک کہ اس کو دھو نہ لے۔ حدث کا دو مطلب ہے [ا] حدث اکبر یعنی مرد یا عورت جنبی ہو تو اس وقت وضو درست نہیں ہے، جب تک کہ غسل نہ کر لے۔[۲] اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ وضو کے وقت تھوڑا سا بھی پیشاب ظاہر ہو گیا، یا پیخانہ ظاہر ہو گیا، یا مذی ظاہر ہو گئی تو اس وضو سے نماز جائز نہیں ہوگی، جب تک کہ دوبارہ وضو نہ کرے، یا وضو کرنے سے پہلے پیشاب یا پیخانہ یا مذی ظاہر ہوئی، اور اس کی مقدار ایک درہم ہے تو اس حال میں وضو کرنے سے وضو نہیں ہوگا، ہاں اس کو دھو لے اور پھر سے وضو کرے تو جائز ہوگا۔ کیونکہ ایک درہم سے کم نجاست غلیظہ معاف ہے، ایک درہم معاف نہیں ہے۔

وجہ : (۱) حیض کا موقع نہ ہو، یا بدن پر حیض کا خون نہ ہو اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ اسماء قالت جائت امرأة النبی ﷺ فقالت أرأیت احدانا تحیض فی الثوب کیف تصنع ؟ قال تحته ثم تقرصه بالماء و تنضحه و تصلی فیه ۔(بخاری، باب غسل الدم، ص۴۲، نمبر۲۲۷) اس حدیث میں ہے کہ حیض کا خون بدن پر نہ ہو۔(۲) جنابت نہ ہو یا بدن پر منی نہ ہو اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن عائشة قالت کنت اغسل الجنابة من ثوب النبی ﷺ فیخرج الی الصلوة و ان بقع الماء فی ثوبه ۔ (بخاری شریف، باب غسل المنی وفرکه وغسل مایصیب من المرأة، ص۴۲، نمبر۲۲۹) اس حدیث میں ہے کہ جنابت بھی نہ کپڑے پر ہو اور نہ بدن پر ہو۔(۳) مذی نہ ہو اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن علی قال کنت رجلا مذاء فکنت استحیی ان اسأل النبی ﷺ لمکان ابنته فأمرت المقداد بن الاسود فسأله فقال یغسل ذکره و یتوضأ ۔(مسلم شریف، باب المذی، ص۱۳۸، نمبر۳۰۳/ ۶۹۵) اس حدیث میں ہے کہ مذی بدن پر ہو تو اس کو دھولے ورنہ وضو نہیں ہوگا۔(۴) حدث اصغر نہ ہو اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن صفوان بن عسال قال کان رسول الله ﷺ یأمرنا اذا کنا سفرا ان لا ننزع خفافنا ثلاثة ایام و لیلیهن الا من جنابة و لکن من غائط و بول و نوم ۔(ترمذی شریف،

(۷۶) وزوال ما یمنع وصول الماء الی الجسد کشمع و شحم.

﴿فصل : فی تمام احکام الوضوء﴾

(۷۷) یجب غسل ظاهر اللحیة الکثّة فی اصح ما یفتیٰ به .ویجب ایصال الماء الی بشرة اللحیة

باب المسح علی الخفین للمسافر والمقیم ،ص ۲۶،نمبر ۹۶) اس حدیث میں ہے کہ پیشاب پیخانہ، یا گہری نیند ہوتو وضو ٹوٹ جائے گا ۔(۵) وضو کے وقت ہوا خارج ہوگئی یا پیشاب ظاہر ہوگیا تو دوبارہ وضو کرنا ہوگا اس کے لئے یہ قول تابعی ہے۔ قال عطاء ان توضأ رجل ففزع من بعض اعضائه و بقی بعض فاحدث فعلیه وضوء مستقبل ۔(مصنف عبد الرزاق، باب الرجل یحدث بین ظہرانی وضوءہ، ج اول ،ص ۱۴۲،نمبر ۴۰۴ ۷) اس اثر میں ہے کہ دوبارہ وضو کرنا ہوگا۔

ترجمہ : (۷۶) پانی کو جسم تک پہنچنے میں جو چیز روکتی ہو وہ نہ ہو جیسے موم ،اور چربی۔

تشریح : وضو والے جسم پر ایسی چیز موجود ہو جو پانی کو کھال تک نہیں پہنچنے دیتی ہو جیسے موم ہے چربی ہے، یہ چیزیں پانی کو کھال تک نہیں پہنچنے دیتیں اس لئے یہ بھی نہ ہوں، تب وضو درست ہوگا۔

وجہ : (۱) اوپر حدیث گزری کہ کھال تک پانی پہنچانا ضروری ہے اور یہ چیزیں کھال تک پانی نہیں پہنچنے دے گی، اس لئے یہ چیزیں بھی نہ ہوں۔(۲) اس اثر میں اس کی صراحت ہے۔عن عائشةؓ فی المرأة تتوضأ و علیها الخضاب قالت اسلتیه و ارغمیه . قال ابو عبیدة : قولها ارغمیه تقول اهینیه و ارمی به عنک . (سنن بیہقی، باب نزع الخضاب عند الوضوء اذا کان یمنع الماء، ج اول ،ص ۱۲۵،نمبر ۳۶۴) اس اثر میں ہے کہ خضاب ہو تو اس کو دور کر دینا چاہئے تاکہ پانی کھال تک پہنچ جائے

﴿فصل: فی تمام احکام الوضوء﴾

ترجمہ : (۷۷) گھنی ڈاڑھی کے ظاہری حصے کو دھونا واجب ہے، صحیح مفتی بہ قول یہی ہے، اور ہلکی ڈاڑھی کی کھال تک پانی پہچانا واجب ہے۔اور چہرے کے دائرے سے لٹکے ہوئے بال تک پانی پہچانا واجب نہیں ہے۔

تشریح : یہاں سے ڈاڑھی کی تین صورتیں بیان کی جارہی ہیں، اور ہر ایک کا حکم الگ الگ ہے۔[۱] ڈاڑھی جہاں ہلکی ہو کہ چہرے کی کھال نظر آتی ہو وہاں کھال تک پانی پہنچانا واجب ہے [۲] ڈاڑھی جہاں گھنی ہو اور وہ چہرے کے دائرے کے ساتھ ہو تو وہاں اندر پانی پہچانا واجب نہیں ہے، صرف ظاہری ڈاڑھی کو دھو دینا کافی ہے [۳] اور جو ڈاڑھی چہرے کے دائرے سے نیچے لٹکی ہوئی ہو چاہے وہ ہلکی ڈاڑھی ہو یا گھنی ڈاڑھی ہو اس کے اندر پانی پہنچانا واجب نہیں ہے، البتہ مستحب ہے۔

وجہ :(۱) اوپر حدیث میں آیا کہ کھال تک پانی پہنچانا ضروری ہے، اس لئے جہاں ڈاڑھی ہلکی ہے اور چہرے کی کھال نظر آرہی ہے وہاں پانی پہچانا واجب ہوگا۔حدیث یہ ہے۔ اخبرنی عمر بن الخطابؓ ان رجلا توضأ فترک موضع ظفر علی

الخفیفۃ. ولا یجب ایصال الماء الی المسترسل من الشعر عن دائرۃ الوجہ (۷۸) ولا الی ما انکتم

قدمہ فأبصر النبی ﷺ فقال : ارجع فأحسن وضوئک ، فرجع ثم صلی ۔(مسلم شریف، باب وجوب استیعاب جمیع اجزاء محل الطھارۃ، ص۱۲۱، نمبر۵۷۶/۲۴۳)اس حدیث میں ہے کہ تھوڑی سی کھال بھی سوکھی نہیں رہنی چاہئے ۔(۲)اس حدیث کے اشارے سے پتہ چلتا ہے کہ گھنی ڈاڑھی کے اوپر پانی پہنچ جانا کافی ہے۔ عن ابن عباس قال دخل علی علیؓ یعنی ابی طالب و قد اھرق الماء .....ثم أخذ بکفہ الیمنی قبضۃمن ماء فصبھا علی ناصیتہ فترکھا تستن علی وجھہ ۔(ابوداود شریف، باب صفۃ وضوء النبی ﷺ، ص ۲۷، نمبر ۱۱۷)اس حدیث میں ہے کہ پیشانی کے شروع سے، تھوڑی کے نیچے تک پانی بہایا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈاڑھی کے اوپر پانی بہنا کافی ہے ۔(۳)اس قول تابعی میں اس کی صراحت ہے کہ گھنی ڈاڑھی پر پانی بہہ جانا کافی ہے. عن ابی عالیۃ قال حسبک ما سأل من وجھک علی لحیتک ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من کان لا یخلل لحیتہ ویقول یکفیک ما سال علیھا، ج اول، ص ۲۱، نمبر ۱۲۰)اس قول تابعی میں ہے کہ ڈاڑھی پر جو پانی گرے وہی کافی ہے۔(۴) اور لٹکی ہوئی ڈاڑھی میں خلال کرنا مستحب ہے، اس کے لئے یہ حدیث ہے۔عن انس بن مالک ان رسول اللہ ﷺ کان اذا توضأ أخذ کفا من ماء فأدخلہ تحت حنکہ فخلل بہ لحیتہ ، و قال ھکذا امرنی ربی عز و جل ۔(ابوداود شریف، باب تخلیل اللحیۃ، ص۳۱، نمبر ۱۴۵/ ترمذی شریف، باب تخلیل اللحیۃ، ص ۱۴، نمبر ۳۱/ ابن ماجہ شریف، باب ماجاء فی تخلیل اللحیۃ، ص ۶۳، نمبر ۴۲۹) (۵)اس حدیث میں بھی ہے کہ لٹکی ہوئی ڈاڑھی میں خلال فرمایا کرتے تھے ۔عن ابن عمر قال کان رسول اللہ ﷺ اذا توضأعرک عارضیہ بعض العرک ثم شبک لحیتہ بأصابعہ من تحتھا ۔(ابن ماجہ شریف، باب ماجاء تخلیل اللحیۃ، ص ۶۳، نمبر ۴۳۲)اس حدیث میں ہے کہ ڈاڑھی کے نیچے سے خلال کرتے تھے ۔(۶) اس عمل صحابی سے استحباب کا پتہ چلتا ہے۔ ان ابن عمر کان اذا توضأ یعرک عارضیہ و یشبک لحیتہ باصابعہ احیانا و یترک احیانا ۔(سنن بیہقی، باب عرک العارضین، ج اول، ص ۹۲، نمبر ۲۵۱)اس حدیث میں ہے کہ کبھی ڈاڑھی میں خلال کرتے تھے اور کبھی چھوڑ دیتے تھے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ گھنی ڈاڑھی ہو تو اندر پانی پہنچانا فرض نہیں ہے۔(۷) عن عبد الرحمن بن ابی لیلی قال : ان استطعت ان تبلغ بالماء اصول اللحیۃ فافعل. (مصنف ابن ابی شیبۃ، ۱۱ فی غسل اللحیۃ فی الوضوء، ج اول ص ۲۲، نمبر ۱۲۷)اس اثر میں ہے کہ ڈاڑھی ہلکی ہو اور بال کی جڑ تک پانی پہونچا سکتے ہو تو وہاں تک پانی پہونچاو۔

لغت : الکثۃ: گھنی ڈاڑھی۔ الخفیفۃ: ہلکی۔ المسترسل: رسل سے مشتق ہے لٹکا ہوا ہونا۔ دائرۃ الوجہ: چہرے کا دائرہ، تھوڑی تک کے حصے کو چہرے کا دائرہ کہتے ہیں۔

ترجمہ : (۷۸) اور منہ بند کرتے وقت اندر چھپے ہوئے ہونٹوں کا دھونا بھی واجب نہیں ہے۔

من الشفتين عند الانضمام (۷۹) ولو انضمت الاصابع او طال الظفر فغطّى الانملة او كان فيه ما

تشـــريـح : دونوں ہونٹوں کو بند کرتے وقت جوحصہ چھپ جاتا ہے اس کو وضو میں دھونا واجب نہیں، بلکہ سنت ہے، اور جوحصہ باہر رہ جاتا ہے اس کو دھونا فرض ہے۔

وجـه : (۱) وضو میں منہ کے اندر دھونا فرض نہیں ہے صرف باہر دھونا فرض ہے، اور ہونٹ بند کرنے کے بعد جوحصہ اندر رہ جاتا ہے وہ منہ کے اندر کا حصہ ہے اس لئے اس کو دھونا فرض نہیں ہے، البتہ سنت ہے۔ (۲) اس حدیث میں ہے۔ **عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ عشر من الفطرة ، قص الشارب ،و اعفاء اللحية ،و السواک، و استنشاق الماء ،و قص الاظفار، و غسل البراجم ،و نتف الابط ، و حلق العانة ،و انتقاص الماء..قال زكريا قال مصعب : و نسيت العاشرة الا ان تكون المضمضة** ۔(مسلم شریف، باب خصال الفطرة، ص۱۲۵، نمبر۲۶۱ ۶۰۴/ابوداود شریف، باب السواک من الفطرة، ص۱۹، نمبر۵۳) اس حدیث میں ہے کہ مضمضہ کرنا یعنی منہ میں پانی ڈالنا سنت ہے۔ (۲) اس آیت کے اشارے میں بھی ہے کہ وضو میں 'وجوہ، کو دھوؤ اور وجوہ موجہت سے مشتق ہے، جس کا مطلب ہے کہ جو سامنے نظر آئے اس کو دھوؤ، اور ہونٹ کے اندر کا حصہ سامنے نظر نہیں آتا اس لئے اس کو دھونا واجب نہیں ہوگا۔ آیت یہ ہے۔ **یا ایها الذین آمنو اذا قمتم الی الصلوة فاغسلوا وجوهكم و ايديكم الى المرافق** ۔(آیت ۶، سورة المائدة ۵)

لـغـت : انکتم : چھپانا، انکتم: چھپ جاتا ہو۔ شفتین: دونوں ہونٹ۔ انضام: ضم سے مشتق ہے ملتے وقت۔

تـرجـمـه : (۷۹) اور اگر انگلیاں ملی ہوئی ہوں یا ناخن نے دراز ہو کر پوروں کو ڈھانپ لیا ہو یا ناخن میں ایسی چیز ہو جو پانی کو کھال تک پہنچنے میں منع کرے مثلاً گوندھا ہوا آٹا تو اس کے نیچے پانی پہونچانا واجب ہے۔

تشريح : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ وضو میں کھال تک پانی پہنچانا فرض ہے، اس لئے انگلیاں اس طرح ملی ہوئیں ہیں کہ آسانی سے کھال تک پانی نہیں پہنچتا تو وہاں تک پانی پہنچانا ضروری ہوگا۔ یا ناخن لمبا ہو گیا جس کی وجہ سے ناخن کے اندر کھال تک پانی نہیں پہنچتا ہو تو کھال تک پانی پہنچانا ضروری ہوگا۔ یا گوندھا ہوا آٹا لگا ہوا ہے یا پینٹ لگا ہوا ہے جسکی وجہ سے کھال تک پانی نہیں پہنچ پاتا ہے تو اس کو زائل کر کے کھال تک پانی پہنچانا واجب ہوگا ورنہ بال برابر بھی سوکھی رہ گئی تو وضو نہیں ہوگا اور پھر نماز بھی نہیں ہوگی۔

وجه : (۱) **اخبرنی عمر بن الخطاب ؓ ان رجلا توضأ فترک موضع ظفر علی قدمه فأبصر النبی ﷺ فقال : ارجع فأحسن وضوئک ، فرجع ثم صلی** ۔(مسلم شریف، باب وجوب استیعاب جمیع اجزاء محل الطهارة، ص۱۲۱، نمبر۲۴۳ ۵۷۶/) اس حدیث میں ہے کہ تھوڑی سی کھال بھی سوکھی نہیں رہنی چاہئے۔ (۲) ۔ **عن عبد الله بن عمرو قال رجعنا مع رسول الله ﷺ من مكة الى المدينة حتى اذا كنا بماء بالطريق تعجل قوم عند العصر فتوضأ وا و**

یمنع الماء کعجین وجب غسل ما تحته.(۸۰) ولا یمنع الدرن وخرء البراغیث ونحوها. (۸۱)ویجب تحریک الخاتم الضیّق.(۸۲) ولو ضرّہ غسل شقوق رجلیه جاز امرار الماء علی

هم عجال فانتهینا الیهم و اعقابهم تلوح لم یمسها الماء فقال رسول الله ﷺ ویل للاعقاب من النار أسبغوا الوضوء . (مسلم شریف، باب وجوب غسل الرجلین بکمالھا ص۱۲۰، نمبر۲۴۱/۵۷۰)اس حدیث میں ہے کہ کھال کا تھوڑا سا حصہ بھی سوکھا نہیں رہنا چاہئے ورنہ وضو نہیں ہوگا۔

اصول : اعضاء وضو میں کھال کا تھوڑا حصہ سوکھا رہ جائے تو وضو نہیں ہوگا۔

لغت : انضم :ضم سے مشتق ہے،مل جانا۔غطی : ڈھانپ لیا۔انملة : پورہ ۔عجین : گوندھا ہوا آٹا۔

ترجمہ : (۸۰) اور میل اور پسو وغیرہ کی بیٹ پانی کو نہیں روکتی۔

تشریح : ناخن کے اندر تھوڑا سا میل ہو یا جسم پر میل ہو تو یہ میل پانی کو کھال تک پہنچنے سے نہیں روکتا،اسی طرح مکھی یا پسو کی بیٹ کھال پر لگی ہو تو یہ اتنی کم مقدار میں ہوتی ہے کہ پانی کو کھال پر پہنچنے سے نہیں روکتی اس لئے یہ کھال پر ہو تب بھی وضو ہو جائے گا۔

لغت : الدرن :میل، کچیل ۔خرء :بیٹ۔البراغیث :برغوث کی جمع ہے،پسو،مکھی۔

ترجمہ :(۸۱) اور تنگ انگوٹھی کا ہلانا واجب ہے۔

تشریح : اصل مقصد یہ ہے کہ پانی ہر جگہ پہنچ جائے اس لئے انگوٹھی یا بالی تنگ ہو تو اس کو بھی ہلالے تا کہ ہر جگہ پانی پہنچ جائے۔

وجہ :(۱)اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔عن ابن عباس ان رسول الله ﷺ قال اذا توضأت فخلل بین اصابع یدیک و رجلیک ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی تخلیل الاصابع ص۱۲،نمبر۳۹)اس حدیث میں ہے کہ انگلیوں کا خلال کرنا چاہئے ۔(۲)عن عبید الله بن ابی رافع عن ابیه ان رسول الله ﷺ کان اذا توضأ حرک خاتمه ۔(ابن ماجۃ شریف، باب تخلیل الاصابع ص۶۵،نمبر۴۴۹)اس حدیث میں ہے کہ وضو کے وقت انگوٹھی کو بھی حرکت دینی چاہئے۔

ترجمہ : (۸۲) اور اگر پاؤں کے پھٹن کا دھونا نقصان کرتا ہو تو اس میں بھری ہوئی دوا پر ہاتھ پھیر لینا جائز ہے۔

تشریح : پاؤں یا ہاتھ پھٹ گیا ہے جسکی وجہ سے اس پر مرہم رکھا یا کوئی دوائی رکھی تو اس پر صرف پانی گزار دینے سے وضو ہو جائے گا۔چاہے اندر تک پانی پہنچے یا نہ پہنچے۔

وجہ :(۱) یہاں پھٹن کی مجبوری ہے اس لئے جسم کو رگڑ کر اندر تک پانی پہنچانا ضروری نہیں ہے،جس طرح پھپی بندھی ہوئی ہو تو اس پر پانی سے مسح کر لینا کافی ہے،زخم کو دھونا ضروری نہیں اسی طرح یہاں بھی ہوگا۔(۲)اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ عن جابر قال : خرجنا فی سفر ....انما یکفیه ان یتیمم و یعصر او یعصب شک موسی علی جرحه خرقه ثم یمسح

الدواء الذی وضعه فیها (٨٣) ولا یعاد المسح ولا الغسل علی موضع الشعر بعد حلقه ولا الغسل بقص ظفره وشاربه.

علیها و یغسل سائر جسده۔(ابوداؤدشریف، باب فی المجدور یتیمم ،ص٦١،نمبر٣٣٦ ؍ابن ماجہ شریف باب المسح علی الجبائر،ص ٩٣،نمبر٦٥٧)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زخم کے اوپر پٹی باندھ کر اس پر مسح کرے(٣)عن علی بن ابی طالب قال سألت رسول اللہ ﷺ عن الجبائر یکون علی الکسیر کیف یتوضأ صاحبها و کیف یغتسل اذا أجنب ؟ قال یمسحان بالماء علیها فی الجنابة و الوضوء ، قلت فان کان فی برد یخاف علی نفسه اذا اغتسل ؟ قال یمر علی جسده ، و قرأ رسول الله ﷺ ﴿و لا تقتلوا انفسکم ان الله کان بکم رحیما ﴾آیت ٢٩ ، سورة النساء ٤)و یتیمم اذا خاف . (دارقطنی ، باب جواز المسح علی الجبائر، ج اول،ص٢٣٣،نمبر٨٦٥)اس حدیث میں ہے کہ زخم ہو تو صرف پانی بہادے کافی ہے۔

لغت : شقوق:پھٹن۔امرار:مر سے مشتق ہے،گزاردینا۔

ترجمہ : (٨٣) نہ مسح لوٹائے اور نہ غسل لوٹائے بال کی جگہ پر اس کے مونڈنے کے بعد۔اور ناخن اور مونچھ کاٹنے کے بعد غسل کو لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے۔

تشریح : پہلے سے وضو ہوا اور بال کاٹے یا ناخن کاٹے یا مونچھ تراشے تو وضو نہیں ٹوٹا اس لئے دوبارہ وضو کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

وجہ : (١)قال رأیت ابن عمر قص أظفاره فقلت ألا تتوضأ فقال مم أتوضأ لانت اکیس فی نفسک ممن سماه اهله کیسا ۔(سنن بیہقی، باب السنة فی الاخذ من الاظفار والشوارب وما ذکر معهما وان لا وضوء فی شئی من ذالک،ج اول، ص٢٣٣،نمبر٦٩٣)اس قول صحابی میں ہے کہ ناخن کاٹنے سے یا مونچھ کاٹنے سے وضو نہیں ہے۔(٢)عن الحسن فی الذی یأخذ من اظفاره و شعره لیس علیه شیء . (مصنف عبدالرزاق، باب قص الشارب و تقلیم الاظفار، ج اول،ص٩٧،نمبر ٤٦٦)اس قول تابعی میں ہے کہ اگر پہلے سے وضو ہوا اور ناخن یا بال کاٹے تو اس پر دوبارہ وضو لازم نہیں ہے۔

لغت : قص:کاٹنا،تراشنا۔شارب:مونچھ

﴿فصل : (یسن فی الوضوء ثمانیة عشر شیئا﴾

﴿فصل فی سنن الوضوء﴾

ضــروری نــوٹ : سنن الوضوء: وضو کی سنتیں۔طریقہ یا راستہ کو سنت کہتے ہیں۔شریعت میں جس کام پر عبادت کے طور پر حضورﷺ نے ہیشگی کی ہو اور کبھی کبھی چھوڑا ہو اس کو سنت کہتے ہیں۔اگر عبادت کے طور پر نہیں بلکہ عادت کے طور پر کسی کام پر آپ نے ہیشگی کی ہو تو وہ کام مستحب ہوگا۔جیسے دائیں جانب سے کسی اچھے کام کو شروع کرنا مستحب ہے۔

پوری فصل ایک نظر میں

﴿وضو کی ۱۸۔ سنتیں ایک نظر میں﴾

وضو میں اٹھارہ چیزیں سنت ہیں:

۱:......دونوں ہاتھوں کو پہونچوں تک دھونا۔

۲:......شروع میں بسم اللہ پڑھنا۔

۳:......مسواک کرنا، اگر مسواک نہ ہو تو انگلی سے مسواک کرے۔

۴:......تین مرتبہ کلی کرنا۔

۵:......تین چلو سے ناک میں پانی لینا۔

۶:......اگر روزہ دار نہ ہو تو مضمضہ اور استنشاق میں مبالغہ کرنا۔

۷:......چلو پانی سے گھنی ڈاڑھی کے نیچے کی جانب خلال کرنا۔

۸:......تمام انگلیوں کا خلال کرنا۔

۹:......تین مرتبہ ہر اعضاء کا دھونا۔

۱۰:......ایک مرتبہ تمام سر کا مسح کرنا۔

۱۱:......سر کے پانی سے دونوں کانوں تک کا مسح کرنا۔

۱۲:......بدن کا ملنا۔

۱۳:...... پے در پے دھونا۔

۱۴:......نیت کرنا۔

۱۵:......کتاب اللہ کی نص کے موافق ترتیب وار ادا کرنا۔

(۸۴) .غسل الیدین الی الرسغین (۸۵) والتسمیة ابتداء(۸۶) والسواک فی ابتدائہ ولو بالاصبع

۱۶:......سیدھی جانب اور انگلیوں کے سرے سے شروع کرنا۔

۱۷:......مقدم سر سے مسح شروع کرنا۔

۱۸:......گردن کا مسح کرنا گلے کے سوا۔اور بعض (حضرات) کہتے ہیں کہ یہ اخیر کے چار مستحب ہیں۔

ترجمہ : (۸۴) وضو میں اٹھارہ باتیں سنت ہیں۔[۱] دونوں ہاتھوں کو پہونچوں تک دھونا۔

تشریح : وضو شروع کرنے سے پہلے گٹوں تک ہاتھ دھونا اس لئے سنت ہے کہ اگر ہاتھ پر نجاست ہو تو وہ دھل جائے اور پانی ناپاک نہ ہو۔

وجہ :(۱) ۔ان حمران مولی عثمان اخبرہ انہ رأی عثمان بن عفان دعا باناء ،فافرغ علی کفیہ ثلاث مرار فغسلھما ،ثم ادخل یمینہ فی الاناء فمضمض و استنثر ثم غسل وجھہ ثلاثا و یدیہ الی المرفقین ثلاث مرار ،ثم مسح برأسہ ،ثم غسل رجلیہ ثلاث مرار الی الکعبین ،ثم قال : قال رسول اللہ ﷺ : من توضأ نحو وضوئی ھذا ثم صلی رکعتین لایحدث فیھما نفسہ غفر لہ ما تقدم من ذنبہ ۔(بخاری شریف، باب الوضوء ثلاثا ثلاثا ،ص ۳۲ ،نمبر ۱۵۹ / ابوداود شریف، باب صفۃ وضوء النبی ﷺ ،ص ۲۶ ،نمبر ۱۰۸) اس حدیث میں ہے کہ پہلے تین مرتبہ گٹوں تک ہاتھ دھوئے ۔(۲) اس حدیث میں بھی ہے عن عائشۃ ان النبی ﷺ اغتسل من الجنابۃ فبدأ فغسل کفیہ ثلاثا ۔(مسلم شریف، باب صفۃ غسل الجنابۃ ،ص ۱۴۳ ،نمبر ۳۱۶ / ۷۲۰) اس حدیث میں ہے کہ پہلے ہتھیلیوں تک تین مرتبہ ہاتھ دھوئے۔

ترجمہ : (۸۵) شروع میں بسم اللہ پڑھے۔

وجہ : (۱) ابی سفیان بن حویطب عن جدتۃ عن ابیھا قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لا وضوء لمن لم یذکر اسم اللہ علیہ (ترمذی شریف، باب فی التسمیۃ عند الوضوء، ص ۱۳ ،نمبر ۲۵ / ابوداؤد شریف، باب فی التسمیۃ علی الوضوء، ص ۸ ،نمبر ۱۰۱) حدیث میں یہ ذکر ہے کہ بغیر بسم اللہ کے وضوء ہی نہیں ہوگا۔لیکن اس سے مراد ہے کہ وضوء تو ہو جائے گا لیکن ثواب نہیں ملے گا۔(۲) عن الحسن قال : یسمی اذا توضأ ،فان لم یفعل اجزأہ ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ،باب فی التسمیۃ فی الوضوء، ج اول ،ص ۱۲ ،نمبر ۱۸) اس اثر سے معلوم ہوا کہ بغیر بسم اللہ کے بھی وضو ہو جائے گا، اس لئے بسم اللہ سنت ہے۔

ترجمہ : (۸۶) شروع میں مسواک کرنا، اور مسواک نہ ہوتے وقت انگلی سے مسواک کرنا۔

تشریح : مسواک میسر ہو تو مسواک کرے اور وہ نہ ہو تو کم از کم انگلی سے مسواک کا عمل کرے، حنفیہ کے یہاں یہ ہے کہ وضو سے پہلے کرے نماز سے پہلے نہیں۔

عند فقده (۸۷) والمضمضة ثلاثا ولو بغرفة و الاستنشاق بثلاث غرفات، و المبالغة فی المضمضة

وجه : (۱) عن ابی هریرة رضی الله عنه عن النبی ﷺ قال لو لا ان اشق علی المؤمنین و فی حدیث زهیر علی امتی لامرتهم بالسواک عند کل صلوة (مسلم شریف، باب السواک، ص ۱۲۳، نمبر ۵۸۹/۲۵۲/ترمذی شریف، باب ماجاء فی السواک، ص ۷، نمبر ۲۲/ بخاری شریف، باب السواک، ص ۴۵، نمبر ۲۴۴) اس حدیث سے اگر چہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ نماز کے وقت مسواک سنت ہے۔ لیکن یہاں ایک عبارت محذوف ہوگی عند وضوء کل صلوة یعنی ہر نماز کے وضو کے وقت مسواک کرنا سنت ہے۔ (۲) ان ابن عباس حدثه انه بات عند نبی الله ﷺ .... ثم رجع فتسوک فتوضأ ثم قام فصلی ۔ (مسلم شریف، باب السواک، ص ۱۲۳، نمبر ۵۹۶/۲۵۶) اس حدیث میں ہے کہ وضو سے پہلے مسواک فرمایا پھر نماز پڑھی اس لئے حنفیہ کے یہاں وضو سے پہلے مسواک ہے (۳) عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ لو لا ان اشق علی امتی لامرتهم بالسواک مع کل وضوء (سنن للبیہقی، باب الدلیل علی ان السواک سنة لیس بواجب، جلد اول ص ۵۷، نمبر ۱۴۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسواک وضو کے وقت سنت ہے (۴) مسواک کا مقصد منہ کی گندگی صاف کرنا ہے اس لئے وہ وضو کے زیادہ مناسب ہے۔ (۵) اور انگلی سے مسواک کافی ہے اس لئے حدیث یہ ہے۔ عن انس ، عن النبی ﷺ قال : تجزی من السواک الاصابع ۔ (سنن للبیہقی، باب الاستیاک بالاصابع، ج اول، ص ۶۶، نمبر ۱۷۶)

ترجمہ : (۸۷) تین مرتبہ کلی کرنا چاہے ایک ہی چلو سے کیوں نہ ہو۔ تین چلو سے ناک میں پانی لینا۔ اگر روزہ دار نہ ہو تو مضمضہ اور استنشاق میں مبالغہ کرنا۔

تشریح : یہاں تین سنتوں کا بیان ہے۔ [۴] چوتھی سنت تین مرتبہ کلی کرے، چاہے تین الگ الگ پانی سے ہو یا ایک ہی مرتبہ چلو میں پانی لیکر تین مرتبہ کلی کر لے۔ [۵] پانچویں سنت ناک میں پانی ڈالنا ہے، اس میں بہتر یہ ہے کہ ناک کے لئے کلی سے الگ پانی لے۔ [۶] چھٹی سنت یہ ہے کہ کلی کرنے میں اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرے، بشرطیکہ آدمی روزہ دار نہ ہو، کیونکہ روزہ دار ہو تو خطرہ ہے کہ پانی پیٹ میں چلا جائے اور روزہ ٹوٹ جائے۔

وجه : (۱) رأیت عثمان بن عفان سئل عن الوضوء فدعا بماء فاتی بمیضأة فاصغاها علی یده الیمنی ثم ادخلها فی الماء فتمضمض ثلثا واستنثر ثلثا (ابوداؤد شریف، باب صفة وضوء النبی ﷺ، ص ۱۶، نمبر ۱۰۸/۱۱۲/مسلم شریف باب صفة الوضوء وکماله، ص ۱۲۳، نمبر ۵۳۸/۲۲۶) (۲) عن طلحة عن ابیه عن جده قال دخلت یعنی علی النبی ﷺ وهو یتوضأ والماء یسیل من وجهه ولحیته وعلی صدره فرأیته یفصل بین المضمضة والاستنشاق (ابو داؤد شریف، باب فی الفرق بین المضمضة والاستنشاق، ص ۳۰، نمبر ۱۳۹) اس حدیث میں ہے کہ مضمضہ اور استنشاق الگ الگ چلو سے کیا۔ (۳) عن عاصم بن لقیط بن صبرة ..... فقلت یا رسول الله !اخبرنی عن الوضوء قال اسبغ الوضوء

والاستنشاق لغیر الصائم (۸۸) وتخلیل اللحیۃ الکثۃ بکف ماء من اسفلھا (۸۹) وتخلیل الاصابع

و خلل بین الاصابع و بالغ فی الاستنشاق الا ان تکون صائما ۔(ابوداود شریف، باب فی الاستنثار،ص ۳۱، نمبر ۱۴۲/ ترمذی شریف، باب ماجاء فی کراہیۃ مبالغۃ الاستنشاق للصائم، ص ۱۹۷، نمبر ۷۸۸) اس حدیث میں ہے روزہ دار نہ ہو تو ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرے۔

لغت :مضمضہ: کلی کرنا، پانی کو منہ میں پھرانا۔ غرفۃ: چلو۔ استنشاق: نشق سے مشتق ہے، ناک میں پانی ڈالنا۔

ترجمہ : (۸۸) ایک چلو پانی سے گھنی ڈاڑھی کے نیچے کی جانب سے خلال کرنا۔

تشریح :[۷] یہ ساتویں سنت ہے۔ گھنی ڈاڑھی کے اندر پانی پہنچانا واجب نہیں ہے البتہ خلال کرنا سنت ہے۔

وجہ :(۱) اس حدیث میں ہے۔ عن انس بن مالک ان رسول اللہ ﷺ کان اذا توضأ أخذ کفا من ماء فأدخلہ تحت حنکہ فخلل بہ لحیتہ ، و قال ھکذا امرنی ربی عز و جل ۔(ابوداود شریف، باب تخلیل اللحیۃ، ص ۳۱، نمبر ۱۴۵/ ترمذی شریف، باب تخلیل اللحیۃ، ص ۱۴، نمبر ۳۱/ ابن ماجہ شریف، باب ما جاء فی تخلیل اللحیۃ، ص ۶۳، نمبر ۴۲۹) (۲) اس حدیث میں ہے کہ لٹکی ہوئی ڈاڑھی میں خلال فرمایا کرتے تھے۔ عن ابن عمر قال کان رسول اللہ ﷺ اذا توضأعرک عارضیہ بعض العرک ثم شبک لحیتہ بأصابعہ من تحتھا ۔(ابن ماجہ شریف، باب ماجاء تخلیل اللحیۃ، ص ۶۳، نمبر ۴۳۲) اس حدیث میں ہے کہ نیچے سے خلال کرے۔

ترجمہ : (۸۹) [۸] اور انگلیوں کا خلال کرنا۔

وجہ : عن ابن عباس ان رسول اللہ ﷺ قال اذا توضأت فخلل بین اصابع یدیک و رجلیک ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی تخلیل الاصابع، ص ۱۲، نمبر ۳۹/ ابن ماجہ شریف، باب تخلیل الاصابع، ص ۶۴، نمبر ۴۴۶) اس حدیث میں ہے کہ انگلیوں کا خلال کرنا چاہئے۔

ترجمہ : (۹۰) [۹] تین مرتبہ ہر اعضاء کا دھونا۔

وجہ : اس حدیث میں ہے کہ ہر عضو کو تین تین مرتبہ دھوئے۔ ان حمران مولی عثمان اخبرہ انہ رأی عثمان بن عفان دعا باناء ،فافرغ علی کفیہ ثلاث مرار فغسلھما ،ثم ادخل یمینہ فی الاناء فمضمض و استنثر ثم غسل وجھہ ثلاثا و یدیہ الی المرفقین ثلاث مرار ،ثم مسح برأسہ ،ثم غسل رجلیہ ثلاث مرار الی الکعبین ،ثم قال : قال رسول اللہ ﷺ : من توضأ نحو وضوئی ھذا ثم صلی رکعتین لایحدث فیھما نفسہ غفر لہ ما تقدم من ذنبہ ۔(بخاری شریف، باب الوضوء ثلاثا ثلاثا، ص ۳۲، نمبر ۱۵۹/ ابوداود شریف، باب صفۃ وضوء النبی ﷺ، ص ۲۶،

(۹۰) وتثلیث الغسل (۹۱)واستیعاب الرأس بالمسح مرة (۹۲) ومسح الاذنین ولو بماء الرأس

نمبر۱۰۸)

ترجمہ : (۹۱) [۱۰] ایک مرتبہ پورے سر کا مسح کرنا۔

تشریح : چوتھائی سر کا مسح کرنا فرض ہے اور ایک مرتبہ پورے سر کا مسح کرنا سنت ہے۔

وجہ : فقال عبد الله بن زید نعم .... ثم مسح رأسه بیده فأقبل بهما و ادبر بدأ بمقدم رأسه حتی ذهب بهما الی قفاه ثم ردهما الی المکان الذی بدأ منه ثم غسل رجلیه۔(بخاری شریف، باب مسح الرأس کلہ،ص۳۷،نمبر ۱۸۵/ابوداود شریف، باب صفۃ وضوء النبی ﷺ ۲۸،نمبر۱۱۸)اس حدیث میں ہے کہ پورے کا مسح کیا۔

ترجمہ : (۹۲)[۱۱] دونوں کانوں کا مسح کرنا، چاہے سر کے پانی سے ہو۔

تشریح : دونوں کانوں کا مسح کرنا سنت ہے، اب اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ سر کے مسح سے باقی ماندہ پانی سے مسح کرے، اور دوسری صورت یہ ہے کہ الگ سے پانی لیکر مسح کرے، بہتر یہ ہے کہ سر کے باقی ماندہ پانی سے مسح کرے۔

وجہ :(۱) حدیث یہ ہے .عن ابن عباس :ان النبی ﷺ مسح برأسه واذنیه ظاهرهما و باطنهما (ترمذی شریف، باب مسح الاذنین ظاهرهما وباطنهما،ص۱۱،نمبر۳۶/ابوداؤد، باب صفۃ وضوء النبی ﷺ،ص۱۶،نمبر۱۲۱)(۲)عن ابی امامة قال : توضأ النبی ﷺ فغسل وجهه ثلاثا و یدیه ثلاثا ، و مسح برأسه ،و قال : الاذنان من الرأس .(ترمذی، باب ما جاء ان الاذنین من الرأس۔ص۱۶،نمبر۳۷)اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کان کے اوپر اور نیچے کے حصہ کا سر کے ساتھ مسح کرنا سنت ہے۔

ترجمہ : (۹۳)[۱۲] بدن کا ملنا۔

وجہ :(۱) عن ابن عمر قال کان رسول الله ﷺ اذا توضأ عرک عارضیه بعض العرک ثم شبک لحیته بأصابعه من تحتها . (ابن ماجۃ شریف، باب ما جاء فی تخلیل اللحیۃ،ص۶۳،نمبر۴۳۲)اس حدیث میں ہے کہ حضور وضو میں گالوں کو رگڑا کرتے تھے۔(۲)سمعت ابا عبد الرحمن الحبلی یقول رأیت رسول الله ﷺ یدلک بخنصره ما بین اصابع رجلیه۔(سنن بیہقی، باب کیفیۃ التخلیل ،ج اول،ص۱۲۴،نمبر۳۶۰)اس میں ہے کہ رگڑتے تھے۔

ترجمہ : (۹۴)[۱۳] پے در پے دھونا۔

تشریح : ایک عضو کو دھونے کے بعد فورا دوسرے عضو کو دھونا، اس کو پیدر پے دھونا کہتے ہیں۔ یہ سنت ہے۔ شدید گرمی کی وجہ سے اعضاء خشک ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ہے، لیکن خواہ مخواہ دیر کرنا مکروہ ہے اگر چہ وضو ہو جائے گا۔

(۹۳) والدلک (۹۴) والولاء (۹۵) والنیة (۹۶) والترتیب کما نصّ الله تعالی فی کتابه (۹۷)

وجه:(۱) تمام احادیث میں پیدر پے وضو کرنے کا تذکرہ ہے جس سے معلوم ہوا کہ پیدر پے سنت ہے۔(۲) عن عطاء قال ان غسل الجنب رأسه بالسدر او بالخطمی و هو جنب لم یترکه حتی یجف ذالک . (مصنف عبدالرزاق، باب باب الرجل یغسل رأسه وھو جنب الخ، ج اول، ص ۲۰۴، نمبر ۱۰۱۳) اس اثر میں ہے کہ دیر تک نہ چھوڑے۔(۳) عن خالد عن بعض اصحاب النبی ﷺ رأی رجلا یصلی و فی ظهر قدمه لمعة قدر الدرهم لم یصبها الماء فامره النبیؐ ان یعید الوضوء والصلاة ۔(ابوداود شریف، باب تفریق الوضوء، ص ۲۶ نمبر ۱۷۵) البتہ عذر کی وجہ سے دیر ہو جائے تو سنت کی ادائیگی میں فرق نہیں آئے گا

ترجمه : (۹۵)[۱۴] نیت کرنا

تشریح : وضو کی نیت کرنا سنت ہے، اور نہیں کرے گا تب بھی وضو ہو جائے گا، البتہ ثواب نہیں ملے گا۔

وجه : عمر بن خطاب رضی الله عنه علی المنبر یقول سمعت رسول الله ﷺ یقول انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرء ما نوی. (بخاری شریف، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ ص ۲ نمبر ۱) اعمال کے ثواب کا دارومدار یا اعمال کے صحیح ہونے کا دارومدار نیت پر ہے۔ بغیر نیت کے وضو کا ثواب نہیں ہوگا۔ اس لئے وضو میں وضو کی نیت کرنا سنت ہے۔ (۲) اس حدیث کے اشارے میں بھی ہے کہ نیت سنت ہے۔ ابی سفیان بن حویطب عن جدتة عن ابیها قال سمعت رسول الله ﷺ یقول لا وضوء لمن لم یذکر اسم الله علیه (ترمذی شریف، باب فی التسمیۃ عند الوضوء، ص ۱۳، نمبر ۲۵ / ابوداؤد شریف، باب فی التسمیۃ علی الوضوء، ص ۸، نمبر ۱۰۱) اس حدیث میں ہے کہ بسم اللہ کے بغیر وضو ہی نہیں ہے، اس لئے اس میں نیت بھی آ گئی۔

ترجمه : (۹۶)[۱۵] کتاب اللہ کی نص کے موافق ترتیب وار ادا کرنا۔

تشریح : آیت میں جس ترتیب سے اعضا کا ذکر ہے اسی ترتیب سے وضو کرنا سنت ہے، مثلا پہلے چہرے کا ذکر ہے اس لئے پہلے چہرہ دھوئے،، پھر ہاتھ دھوئے، پھر سر پر مسح کرے اور آخیر میں پاوں کا تذکرہ ہے اس لئے آخیر میں پاؤں دھوئے۔

وجه : (۱) وضو کی تما حدیثوں میں اسی ترتیب کے ساتھ اعضاء دھونے کا تذکرہ ہے جو آیت میں موجود ہے اس لئے یہ سنت ہے، حدیث پہلے گزر چکی ہے۔(۲) اس آیت میں شروع میں ,ف، ہے جو ترتیب کے لئے ہے اس لئے باقی اعضاء میں بھی ترتیب سنت ہوگی۔ آیت وضو یہ ہے۔ یآیها الذین آمنوا اذا قمتم الی الصلوة فاغسلوا وجوهکم وایدیکم الی المرافق و امسحوا برء و سکم و ارجلکم الی الکعبین ۔(آیت ۶ سورۃ المائدۃ ۵)

والبداء ة بالميامن ورؤوس الاصابع (۹۸) ومقدم الرأس (۹۹) ومسح الرقبة لا الحلقوم

ترجمه : (۹۷) [۱۶] دائیں جانب اورانگلیوں کے سرے سے شروع کرنا۔

تشریح : ہرعضوکودائیں جانب سے شروع کرے، اوردوسری سنت یہ ہے کہ مثلا ہاتھ کو اسکی انگلی کے سرے سے دھونا شروع کرے، اور پاؤں کواس کی انگلیوں کے سرے سے دھونا شروع کرے۔

وجه : (۱) **عن عائشة قالت : کان النبی ﷺ یعجبه التیمن فی تنعله ،و ترجله ،و طهوره ،وفی شانه کله** ۔(بخاری شریف، باب التیمن فی الوضوء والغسل ،ص ۲۹ نمبر ۱۶۸ رمسلم شریف، باب التیمن فی الطھور، ص ۱۳۱، نمبر ۲۶۸ ر ۶۱۷) اس حدیث میں ہے کہ آپ ہر اچھی چیز میں دائیں جانب کو پسند فرماتے تھے۔اسلئے یہ سنت ہے۔(۲)۔**ان حمران مولی عثمان اخبره انه رأی عثمان بن عفان دعا باناء ،فافرغ علی کفیه ثلاث مرار فغسلهما ،ثم ادخل یمینه فی الاناء فمضمض و استنثر ثم غسل وجهه ثلاثا و یدیه الی المرفقین ثلاث مرار ،ثم مسح برأسه ،ثم غسل رجلیه ثلاث مرار الی الکعبین ،ثم قال : قال رسول الله ﷺ : من توضأ نحو وضوئی هذا ثم صلی رکعتین لایحدث فیهما نفسه غفر له ما تقدم من ذنبه** ۔(بخاری شریف، باب الوضوء ثلاثا ثلاثا، ص ۳۲، نمبر ۱۵۹ رابوداود شریف ، باب صفة وضوء النبی ﷺ، ص ۲۶، نمبر ۱۰۸) اس حدیث میں الی المرفقین ، اورالی الکعبین ، سے اشارہ ہے کہ انگلیوں کے سرے سے شروع کرتے تھے۔

لغت: میامن : یمین سے مشتق ہے۔دائیں جانب سے شروع کرنا۔رؤس الاصابع :انگلیوں کا سرا۔

ترجمه : (۹۸) [۱۷] سر کے اگلے حصے سے مسح شروع کرے۔

وجه : (۱) **عن عمر بن یحی بهذا الاسناد ..... فمسح برأسه فاقبل بهما و ادبر بدء بمقدم رأسه ثم ذهب بهما الی قفاه ثم ردهما حتی رجع الی المکان الذی بدء منه وغسل رجلیه** (مسلم شریف، باب آخر فی صفة الوضوء ،ص ۱۲۳، نمبر ۲۳۵ ر ۵۵۷ ربخاری شریف، باب مسح الرأس کله،ص ۳۱ نمبر ۱۸۵) اس حدیث میں ہے کہ سر کے اگلے حصے سے مسح شروع فرمایا۔

ترجمه : (۹۹) [۱۸] گردن کا مسح کرنا سنت ہے، حلق کا نہیں۔

وجه : (۱) **عن ابن عمر رضی الله عنهما ان النبی ﷺ قال من توضأ ومسح بیدیه علی عنقه وقی الغل یوم القیامة** (التلخیص الحبیر ،باب سنن الوضوء ج اول ص ۳۴ رشرح احیاء العلوم للعلامة الزبیدی ج دوم ص ۳۶۵ راعلاء السنن، باب کیفیة الوضوء، ج اول،ص ۱۲۰ (۲) **عن لیث عن طلحة عن ابیه عن جده انه رأی رسول الله ﷺ یمسح راسه**

(۱۰۰) وقيل ان الاربعة الاخيرة مستحبة.

﴿فصل : (من آداب الوضوء اربعة عشر شيئا﴾

حتی بلغ القذال ومايليه من مقدم العنق بمرة.قال : القذال : السالفة العنق (مسند احمد، باب حدیث جد طلحة الایامی ،ج رابع ،ص ۵۳۱،نمبر ۱۵۵۲۱)ان احادیث سے معلوم ہوا کہ گردن کا مسح کرنا مستحب ہے۔

ترجمه : (۱۰۰) بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ اخیر کے چار مستحب ہیں۔

تشریح :بعض حضرات نے فرمایا کہ چار آخیر یعنی [۱] ترتیب سے وضوکرنا [۲] دائیں جانب سے کرنا۔[۳] سر کے اگلے حصے سے مسح شروع کرنا۔[۴] اور گردن کا مسح کرنا،سنت نہیں مستحب ہیں۔

﴿فصل فی آداب الوضوء﴾

ضروری نوٹ : آداب کا مطلب یہ ہے کہ یہ چیزیں سنت کے درجے میں نہیں ہیں بلکہ مستحب کے درجے میں ہیں اورادب کے درجے میں ہیں، انکے کرنے سے ثواب میں اضافہ ہوگا اور نہ کرنے سے کوئی حرج نہیں ہے۔اس لئے کچھ آداب کے لئے احادیث نہیں ملیں۔اور کچھ ایسے ہیں کہ انکی احادیث پہلے گزر چکی ہیں اس لئے طوالت کے خوف سے دوبارہ نہیں لایا۔

﴿وضو کے ۱۴ آداب ایک نظر میں﴾

وضو کے آداب چودہ ہیں:

۱:......بلند جگہ پر بیٹھنا۔

۲:......قبلہ کی جانب منہ کرنا۔

۳:......بلاضرورت) دوسرے شخص کی مدد نہ لینا۔

۴:......دنیاوی باتیں نہ کرنا۔

۵:......دل اور زبان دونوں سے نیت کرنا۔

۶:......دعاء ماثورہ پڑھنا۔

۷:......ہرایک عضو کے دھونے کے وقت بسم اللہ اور دعاء ماثورہ پڑھنا۔

۸:......اپنی چھنگلی کو کان کے دونوں سوراخوں میں داخل کرنا۔

(۱۰۱) .الجلوس فی مکان مرتفع (۱۰۲) واستقبال القبلة (۱۰۳) وعدم الاستعانة بغیره (۱۰۴) وعدم التکلم بکلام الناس (۱۰۵) والجمع بین نیة القلب وفعل اللسان (۱۰۶) والدعاء

۹:......کشادہ انگوٹھی کو ہلا دینا۔

۱۰:......مضمضہ اور استنشاق سیدھے ہاتھ سے کرنا۔

۱۱:......ناک بائیں ہاتھ سے صاف کرنا۔

۱۲:......اگر عذر نہ ہو تو وقت سے پہلے وضو کر لینا۔

۱۳:......وضو کے بعد کلمۂ شہادت پڑھنا۔

۱۴:......کھڑے ہو کر وضو سے بچے ہوئے پانی کو پینا اور یہ دعا پڑھنا: ''**اللهم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطهرین**''یعنی اے اللہ! مجھ کو توبہ کرنے والوں میں سے کیجئے' اور پاک لوگوں میں کر دیجئے۔

☆☆☆

ترجمه : (۱۰۱) وضو کے آداب چودہ ہیں: [۱] اونچی جگہ پر بیٹھنا۔

تشریح : اونچی جگہ پر اس لئے بیٹھے تاکہ وضو کا چھینٹا جسم اور کپڑے پر نہ پڑے۔

ترجمه : (۱۰۲) [۲] قبلہ کی جانب منہ کرنا۔

تشریح : یہ اچھا کام ہے اس لئے قبلہ کی طرف منہ کر کے وضو کرنا چاہئے۔

ترجمه : (۱۰۳) [۳] دوسرے سے مدد نہ لے۔

تشریح : کیونکہ بغیر ضرورت کے دوسروں سے مدد لینے میں عبادت میں سستی محسوس ہوتی ہے، اور وضو کرنے والے کی بلندی معلوم ہوتی ہے اس لئے وضو میں دوسروں سے مدد لینا خلاف ادب ہے۔

وجه : لیکن ضرورت پڑ جائے تو مدد لے سکتے ہیں اس کی دلیل یہ حدیث ہے . **عن صفوان بن عسال قال صببت علی النبی** ﷺ **الماء فی السفر و الحضر فی الوضوء** . (ابن ماجۃ شریف، باب الرجل یستعین علی وضوءہ فیصب علیہ، ص ۵۸، نمبر ۳۹۱) اس حدیث میں ہے کہ دوسرے نے وضو کرانے میں مدد کی۔

ترجمه : (۱۰۴) [۴] دنیاوی بات نہ کرنا۔

تشریح : یہ عبادت ہے اس لئے اس کے درمیان دنیاوی بات نہ کرنا ادب ہے۔

ترجمه : (۱۰۵) [۵] دل کی نیت اور زبان کے فعل کو جمع کرنا۔

بالماثورة (۱۰۷) والتسمية عند كل عضو (۱۰۸) وادخال خنصره فی صماخ اذنيه

تشریح : جس وقت زبان سے نیت کر رہا ہو تو دل بھی اس نیت کے لئے متوجہ ہو ،غافل دل سے نیت نہ کرے۔

ترجمہ : (۱۰۶) [۶] ماثورہ دعاء پڑھنا۔

تشریح : وضو کرتے وقت حدیث میں جو دعا منقول ہے وہ پڑھنا ادب ہے۔

وجہ : (۱) عن عبد الله بن عباس انه رقد عند رسول الله ﷺ فاستيقظ فتسوک و توضأ و هو يقول ﴿ان فی خلق السموات و الارض و اختلاف الليل و النهار لأيات لاولی الالباب﴾ آیت ۱۹۰، سورة آل عمران) ۔(مسلم شریف، باب صلاة النبی ودعائہ باللیل، ص ۳۰۹، نمبر ۷۶۳/۱۷۹۹) اس حدیث میں ہے کہ وضو کے وقت دعاء پڑھا کرتے تھے۔(۲) اس حدیث میں بھی ہے۔عن انس بن مالک ؓ عن النبی ﷺ قال من توضأ فاحسن الوضوء ثم قال ثلاث مرات اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريک له و اشهد ان محمدا عبده و رسوله فتح له ثمانية ابواب الجنة من ايها شاء دخل ۔(ابن ماجۃ شریف، باب ما یقال بعد الوضوء، ص ۶۷، نمبر ۴۶۹) اس حدیث میں ہے کہ وضو کے بعد کیا پڑھے۔

ترجمہ : (۱۰۷) [۷] ہر ایک عضو کے دھونے کے وقت بسم اللہ پڑھنا۔

تشریح : وضو سے پہلے دعاء پڑھنا الگ ادب ہے، اور ہر ہر عضو کے دھوتے وقت الگ الگ بسم اللہ پڑھنا الگ ادب ہے، یہاں اسی کا ذکر ہے۔

وجہ : عن ابی هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : من توضأوذكر اسم الله يطهر جسده كله ،و من توضأ ولم يذكر اسم الله لم يطهر الا موضع الوضوء۔(دار قطنی ج اول، باب التسمیۃ علی الوضوء، ص ۷۶ نمبر ۲۲۹ رسنن بیہقی ج اول، باب التسمیۃ علی الوضوء، ص ۷۴ نمبر ۲۰۰ ر، مصنف ابن ابی شیبۃ، ج اول نمبر ۱۷)

ترجمہ : (۱۰۸) [۸] اپنی چھنگلی کو کان کے دونوں سوراخوں میں داخل کرنا۔

تشریح : سر پر مسح کرتے وقت دونوں ہاتھ کی انگلیوں کو کان کے سوراخ میں داخل کرنا مستحب ہے۔

وجہ : (۱) عن عمر وبن شعيب عن ابيه عن جده قال ان رجلا اتی النبی ﷺ فقال يا رسول الله ! كيف الطهور ؟ فدعا بماء فی اناء فغسل كفيه ثلاثا ثم غسل وجهه ثلاثا ثم غسل ذراعيه ثلاثا ثم مسح برأسه و ادخل اصبعيه السباحتين فی اذنيه و مسح بابهاميه علی ظاهر اذنيه و بالسباحتين باطن اذنيه ثم غسل رجليه ثلاثا ثلاثا ثم قال هكذا الوضوء ، فمن زاد علی هذا او نقص فقد اساء و ظلم او ظلم و أساء ۔(ابوداود شریف،

(۱۰۹) وتحریک خاتمه الواسع (۱۱۰) والمضمضة والاستنشاق بالید الیمنیٰ والامتخاط بالیسریٰ (۱۱۱) والتوضُّأ قبل دخول الوقت لغیر المعذور (۱۱۲) والاتیان بالشهادتین

باب الوضوء ثلاثا ثلاثا، ص۲۹، نمبر۱۳۵/ابن ماجة شریف، باب ما جاء فی مسح الاذنین، ص۶۴، نمبر۴۳۹) اس حدیث میں ہے کہ شہادت کی انگلی کان میں ڈالتے۔

لغت : خنصر: ہاتھ کی چھوٹی انگلی۔ صماخ: سوراخ۔

ترجمہ : (۱۰۹) [۹] کشادہ انگوٹھی کو ہلا دینا۔

تشریح : انگوٹھی تنگ ہو تو ہلانا سنت ہے، اور کشادہ ہو تو اندازہ ہے کہ اس میں پانی پہنچ ہی گیا ہوگا اس لئے ہلانا مستحب ہے۔ حدیث سنن وضو میں گزر چکی ہے۔

ترجمہ : (۱۱۰) [۱۰] مضمضہ اور استنشاق دائیں ہاتھ سے کرنا۔ [۱۱] ناک بائیں ہاتھ سے صاف کرنا۔

تشریح: کلی کرنا ہو یا ناک میں پانی ڈالنا ہو تو دائیں ہاتھ سے کرے، اور پھر صاف کرنا ہو تو بائیں ہاتھ سے کرے، یہ ادب ہے

وجہ : کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا محترم چیز ہے اس لئے اس کو دائیں ہاتھ سے کرے، اور ناک صاف کرنا ناپسندیدہ چیز ہے اس لئے اس کو بائیں ہاتھ سے انجام دے۔ (۲) حدیث میں ہے (۲) ۔**عن عائشة قالت کانت ید رسول الله ﷺ الیمنی لطهوره و طعامه و کانت یده الیسری لخلائه و ما کان من اذی** ۔(ابوداود شریف، باب کراهیة مس الذکر بالیمین فی الاستبراء، ص۷، نمبر۳۳) اس حدیث میں ہے کہ دائیں ہاتھ اچھے کام کے لئے اور بائیں ہاتھ ناپسندیدہ کام کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ (۳) ۔**ان حمران مولی عثمان اخبره انه رأی عثمان بن عفان دعا باناء، فافرغ علی کفیه ثلاث مرار فغسلهما، ثم ادخل یمینه فی الاناء فمضمض و استنثر** ۔(بخاری شریف، باب الوضوء ثلاثا ثلاثا، ص۳۲، نمبر۱۵۹/ابوداود شریف، باب صفة وضوء النبی ﷺ، ص۲۶، نمبر۱۰۸) اس حدیث میں ہے کہ دائیں ہاتھ سے مضمضہ اور استنشاق کیا۔

لغت : امتخاط: مخط سے مشتق ہے، بچے کی ناک سے رینٹ صاف کرنا۔ یسری: بائیں ہاتھ

ترجمہ : (۱۱۱) [۱۲] اگر عذر نہ ہو تو وقت سے پہلے وضو کر لینا۔

تشریح : وقت سے پہلے وضو کرنا نماز کی اہمیت کا پتہ دیتا ہے اس لئے اگر عذر نہ ہو تو نماز کے وقت سے پہلے وضو کرنا مستحب ہے

وجہ :**عن ثوبان مولی رسول الله ﷺ قال قال رسول الله ﷺ لا یحافظ علی الطهور الا مؤمن** ۔(مصنف ابن ابی شیبة، باب فی المحافظة علی الوضوء وفضله، ج اول، ص۱۴، نمبر۳۵) اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ وقت سے پہلے

بعده(۱۱۳) وان يشرب من فضل الوضوء قائما وان يقول اللهم اجعلنی من التوّابين و اجعلنی من المتطهرين.

وضوکرنا مستحب ہے۔

ترجمہ :(۱۱۲) [۱۳]وضو کے بعد کلمۂ شہادت پڑھنا۔

وجہ :اس حدیث میں ہے۔عن انس بن مالکؓ عن النبی ﷺ قال من توضأ فاحسن الوضوء ثم قال ثلاث مرات اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريک له و اشهد ان محمدا عبده و رسوله فتح له ثمانية ابواب الجنة من ايها شاء دخل ۔(ابن ماجۃ شریف، باب مایقال بعد الوضوء،ص ۶۷،نمبر ۴۶۹)اس حدیث میں ہے کہ وضو کے بعد شہادتین پڑھے۔

ترجمہ : (۱۱۳) [۱۴]کھڑے ہوکر وضو سے بچے ہوئے پانی کو پینا اور یہ دعا پڑھنا:'' اللهم اجعلنی من التوابين واجعلنی من المتطهرين ''یعنی اے اللہ! مجھ کو توبہ کرنے والوں میں سے کیجئے' اور پاک لوگوں میں کر دیجئے۔

وجہ : کھڑا ہوکر وضو کا بچا ہوا پانی پینا مستحب ہے اس کا ثبوت اس اثر میں ہے۔ عن ابی حية قال رأيت عليا توضأ فأنقى كفيه ثم غسل وجهه ثلاثا و ذراعيه ثلاثا و مسح برأسه ثم غسل قدميه الى الكعبين ثم قام فشرب فضل وضوئه ثم قال انما اردت ان أريكم طهور رسول الله ﷺ ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ،باب فی الوضوء کم مرۃ،ج اول، ص ۱۶،نمبر ۵۴)اس حدیث میں ہے کہ وضو کا بچا ہوا پانی کھڑا ہوکر پیئے ۔(۲) یہ ماء زمزم کی طرح اہم پانی ہے اس لئے اس کو بھی کھڑا ہوکر پینا چاہئے ،ماء زمزم کھڑا ہوکر پینے کا ثبوت یہ ہے۔ان ابن عباسؓ حدثه قال سقيت رسول الله ﷺ من زمزم فشرب وهو قائم ۔(بخاری شریف،باب ماجاء فی زمزم،ص ۲۶۵،نمبر ۱۶۳۷)(۳)اور دعا پڑھنے کا ثبوت اس عمل صحابی میں ہے۔كان علىؓ اذا فرغ من وضوئه قال اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريک له و اشهد ان محمدا عبده و رسوله، رب اجعلنی من التوابين و اجعلنی من المتطهرين ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب مایقول اذا فرغ من وضوءہ،ج اول،ص ۱۳،نمبر ۲۰)اس حدیث میں یہ دعاء ہے۔

﴿فصل : (ویکره للمتوضی ستة اشیاء﴾.

(١١٤) الاسراف فی الماء والتقتیر فیه

﴿فصل:مکروہات وضو کے بیان میں﴾

﴿٦۔مکروہات وضوایک نظر میں﴾

وضوکرنے والے کے لئے چھ چیزیں مکروہ ہیں:

١:...... پانی میں اسراف کرنا۔

٢:...... پانی میں کمی کرنا۔

٣:......منہ پر پانی زور سے مارنا۔

٤:......وضومیں دنیوی باتیں کرنا۔

٥:......بغیرعذر دوسرے سے مدد لینا۔

٦:......نئے پانی سے تین بار مسح کرنا۔

ترجمہ : (١١٤)وضوکرنے والے کے لئے چھ چیزیں مکروہ ہیں[١] پانی زیادہ خرچ کرنا،[٢]اور بہت کم خرچ کرنا۔

تشریح : وضو کے لئے جتنا پانی مناسب ہے اس سے بہت زیادہ استعمال کرنا مکروہ ہے، کیونکہ اس میں پانی کا اسراف ہے[٢] اور جتنا مناسب ہے اس سے بہت کم خرچ کرنا بھی مکروہ ہے، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ کوئی عضو سوکھا رہ جائے، تین تین مرتبہ نہ دھو سکے جو سنت ہے

وجہ :(١)اس حدیث میں ہے۔ان ابن عباس بات لیلة عند رسول الله ﷺ قال فقام رسول الله ﷺ الی القربة فسکب منها فتوضأ و لم یکثر من الماء و لم یقصر فی الوضوء ۔(مسلم شریف،باب صلاۃ النبی ودعاۂ باللیل،ص٣١٢،نمبر٧٦٣/١٧٩٧)اس حدیث میں پانی زیادہ استعمال نہیں کیا۔(٢)اس حدیث میں ہے کہ تین تین مرتبہ سے زیادہ دھونا بھی ظلم ہے، برا ہے،اورکم کرنا بھی ظلم ہے اور برا ہے،اس لئے دونوں مکروہ ہے۔عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده قال ان رجلا اتی النبی ﷺ فقال یا رسول الله ! کیف الطهور ؟ فدعا بماء فی اناء فغسل کفیه ثلاثا ثم غسل وجهه ثلاثا ثم غسل ذراعیه ثلاثا ثم مسح برأسه و ادخل اصبعیه السباحتین فی اذنیه و مسح بابهامیه علی ظاهر اذنیه و بالسباحتین باطن اذنیه ثم غسل رجلیه ثلاثا ثلاثا ثم قال هکذا الوضوء ، فمن زاد علی هذا او نقص فقد اساء و ظلم او ظلم و أساء ۔(ابوداود شریف، باب الوضوء ثلاثا ثلاثا،ص٢٩،نمبر١٣٥)اس حدیث میں ہے کہ

(۱۱۵) وضرب الوجه به (۱۱۶) والتكلم بكلام الناس (۱۱۷) والاستعانة بغيره من غير عذر (۱۱۸) وتثليث المسح بماء جديد.

زیادہ پانی استعمال کرے تو ظلم کیا اور کم کرے تب بھی ظلم ہے۔(۳) عن هلال بن يساف قال كان يقال في الوضوء اسراف و لو كان على شاطى نهر ۔(مصنف ابن ابی شیبة، باب من کان یکرہ الاسراف فی الوضوء، ج اول ص ۶۷، نمبر ۷۱۸) اس اثر میں ہے کہ وضو میں اسراف مکروہ ہے

لغت : اسراف: حد سے زیادہ خرچ کرنا۔تقتیر :قتر سے مشتق ہے،کمی کرنا۔

ترجمه : (۱۱۵) [۳] چہرے پر زور سے پانی مارنا۔[مکروہ ہے]

وجه :(۱) عن ابن عباس قال دخل على علیؓ يعني ابی طالب و قد اهرق الماء .....ثم أخذ بكفه اليمنى قبضة من ماء فصبها على ناصيته فتركها تستن على وجهه۔(ابوداود شریف، باب صفة وضوء النبی ﷺ ص ۲۷، نمبر ۱۱۷) اس حدیث میں ہے کہ پانی کو چہرے پر بہائے،اس پر مارے نہیں۔(۲) سمع جابر بن عبد الله يقول نهى رسول الله ﷺ عن الوسم في الوجه و الضرب في الوجه ۔(مسند احمد،مسند جابر بن عبداللہ، ج رابع ص ۳۶۲، نمبر ۱۴۶۲۸) اس حدیث میں ہے کہ چہرے پر نہ مارے۔اس لئے بے تکا طور پر پانی مارنا بھی مکروہ ہے۔ (۳) عن ابراهيم قال كانوا يكرهون ان يلطموا وجوههم بالماء لطما و كانوا يمسحونها قليلا قليلا ۔ (مصنف ابن ابی شیبة، باب من کان یکرہ الاسراف فی الوضوء، ج اول ص ۶۸، نمبر ۷۲۹) اس اثر میں ہے کہ وضو چہرے پر پانی مارنا مکروہ ہے۔

ترجمه : (۱۱۶) [۴] وضو میں دنیوی باتیں کرنا۔

تشریح : وضو عبادت ہے اس لئے اس میں دعا پڑھنی چاہئے اس لئے دنیوی باتیں کرنا مکروہ ہے۔

ترجمه : (۱۱۷) [۵] بغیر عذر دوسرے سے مدد لینا۔[مکروہ ہے]

تشریح : عذر ہو تو دوسروں سے مدد لینا جائز ہے،اس کے لئے حدیث گزر چکی ہے۔

وجه : عن العباس بن عبد الرحمن المدني قال خصلتان لم يكن رسول الله ﷺ يكلهما الى احد من اهله كان يناول المسكين بيده و يضع الطهور من الليل و يخمره ۔(مصنف ابن ابی شیبة، باب من کان یحب ان یلی طہورہ بنفسہ، ج اول ص ۱۷۸، نمبر ۲۰۴۵) اس حدیث میں ہے کہ حضور خود وضو کا پانی لاتے۔

ترجمه :(۱۱۸) [۶] نئے پانی سے تین بار مسح کرنا۔

تشریح : ایک ہی پانی سے تین بار سر کا مسح کرے یہ تو جائز ہے،لیکن تین مرتبہ الگ الگ پانی لے اور تین بار سر کا مسح کرے یہ اسراف ہے اس لئے یہ مکروہ ہے۔

﴿فصل : (الوضوء علی ثلاثة اقسام. ﴾

(۱۱۹) الاول فرض علی المحدث للصلوة ولو کانت نفلا ولصلوة الجنازة وسجدة التلاوة ولمسّ

وجہ : اس حدیث میں ایک مرتبہ سر پر مسح کرنے کا ثبوت ہے، اور یہ بھی فرمایا کہ اس سے جو زیادہ کرے اس نے ظلم کیا اس لئے تین مرتبہ نئے پانی سے مسح کرنا مکروہ ہوگا۔ عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده قال ان رجلا اتی النبی ﷺ.....ثم مسح برأسه و ادخل اصبعيه السباحتين فی اذنيه و مسح بابهاميه علی ظاهر اذنيه و بالسباحتين باطن اذنيه ثم غسل رجليه ثلاثا ثلاثا ثم قال هكذا الوضوء ، فمن زاد علی هذا او نقص فقد اساء و ظلم او ظلم و أساء ۔(ابوداود شریف، باب الوضوء ثلاثا ثا،ص ۲۹، نمبر ۱۳۵) اس حدیث میں ہے کہ اس سے زیادہ کرے تو ظلم کیا اور کم کرے تب بھی ظلم ہے۔

﴿فصل: فی اقسام الوضوء ﴾

ضروری نوٹ : یہاں وضو کی تین قسمیں بیان کی ہیں [۱] جس کے لئے وضو کرنا فرض ہو [۲] وضو کرنا واجب ہو [۳] وضو کرنا مستحب ہو۔ [۱] ایسا کام جو وضو کے بغیر ہو ہی نہیں سکتا ہو جیسے نماز پڑھنا، نماز جنازہ پڑھنا وضو کے بغیر ہو ہی نہیں سکتا، اس کے لئے وضو کرنا فرض ہے۔ [۲] اور جو کام وضو کے بغیر ہو تو سکتا ہو لیکن مکروہ ہو، جیسے طواف کعبہ بغیر وضو کے ہو سکتا ہے لیکن مکروہ ہے تو اس کے لئے وضو کرنا واجب ہے۔ [۳] اور جو کام بغیر وضو کے درست ہو، جیسے وضو پر وضو کرنا، یا اذان کے لئے وضو کرنا تو یہ وضو مستحب ہے، مصنف نے اس کے لئے ۲۸ نام گنائے ہیں۔ اس طرح وضو کی تین قسمیں ہو گئیں۔

وضو کی تین قسمیں ہیں:

ترجمہ : (۱۱۹) پہلی قسم: بے وضو والے پر نماز کے لئے وضو کرنا فرض ہے۔ نفل نماز ہو یا نماز جنازہ ہو، یا سجدۂ تلاوت ہو اور قرآن مجید کو چھونے کے لئے خواہ ایک آیت ہی ہو۔

تشریح : یہاں وضو فرض ہونے کے لئے چار کام بیان فرما رہے ہیں [۱] عام نماز چاہے نفل ہی کیوں نہ ہو بغیر وضو کے جائز نہیں ہے۔ [۲] نماز جنازہ بغیر وضو کے جائز نہیں ہے، اتنی گنجائش ہے کہ وقت کم ہو تو تیمّم کرلے [۳] سجدہ تلاوت بغیر وضو کے جائز نہیں۔ [۴] قرآن پاک کو چھونا، چاہے ایک آیت ہی ہو بغیر وضو کے جائز نہیں اس لئے ان چاروں کاموں کے لئے وضو کرنا فرض ہے۔

وجہ : (۱) عن ابن عمر عن النبی ﷺ قال لاتقبل صلوة بغير طهور ، و لا صدقةمن غلول ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء لاتقبل صلوۃ بغیر طھور، ص ۱، نمبر ۱) اس حدیث میں ہے کہ نماز بغیر وضو کے جائز نہیں، اسی طرح جو چیزیں نماز کے درجے

القرآن ولو آية. (۱۲۰) والثاني واجب للطواف بالكعبة . (۱۲۱) والثالث مندوب (۱۲۲) للنوم

میں ہیں وہ بھی بغیر وضو کے جائز نہیں ہوں گی۔(۲) قرآن کے چھونے کے بارے میں یہ آیت ہے۔**لا یمسہ الا المطہرون** ۔(آیت ۷۹، سورۃ الواقعۃ ۵۶) اس آیت میں ہے کہ بغیر پاکی کے قرآن کریم نہ چھوئے۔(۳) نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت کے لئے یہ قول صحابی ہے۔ **عن ابن عمر انه قال لا یسجد الرجل الا وھو طاهر و لا یقرأ الا وھو طاهر و لا یصلی علی الجنازة الا ھو طاهر** ۔(سنن بیہقی، باب استحباب الطہر للذکر والقرأۃ، ج اول، ص ۱۴۷، نمبر ۴۲۷) اس اثر میں ہے کہ نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت بغیر وضو کے نہ کرے۔

ترجمه : (۱۲۰)[۲] دوسری قسم: طواف کعبہ کے لئے وضو واجب ہے۔

تشریح یہ وضو کی دوسری قسم ہے۔ کہ کعبہ کے طواف کے لئے وضو واجب ہے، کیونکہ بغیر وضو کے طواف ہو جائے گا لیکن مکروہ ہے

وجه : (۱) حدیث میں ہے کہ طواف نماز کی طرح ہے اور نماز میں وضو ضروری ہے اس لئے طواف میں بھی وضو ضروری ہوگا۔اس لئے اگر بغیر وضو کے طواف قدوم کیا تو صدقہ لازم ہوگا۔حدیث میں ہے۔**عن ابن عباس ان النبی ﷺ قال الطواف حول البیت مثل الصلوة الا انکم تتکلمون فیه فمن تکلم فیه فلا یتکلم الا بخیر** (ترمذی شریف، باب ماجاء فی الکلام فی الطّواف ص ۱۹۰ حدیث نمبر ۹۶۰ رنسائی شریف، باب اباحۃ الکلام فی الطّواف ج ثانی ص ۲۸ نمبر ۲۹۲۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طواف نماز کی طرح ہے اس لئے طواف میں بھی وضو شرط ہے (۲) دوسری حدیث میں ہے۔**عن عائشة انها قالت قدمت مکة وانا حائض ولم اطف بالبیت ولا بین الصفا والمروة قالت فشکوت ذلک الی رسول الله فقال افعلی کما یفعل الحاج غیر ان لا تطوفی بالبیت حتی تطهری** (بخاری شریف، باب تقضی الحائض المناسک کلھا الا الطّواف بالبیت ص ۲۲۳ نمبر ۱۶۵۰) اس حدیث سے بھی پتہ چلا کہ طہارت کے بغیر طواف نہ کرے۔(۳) اس حدیث میں طواف کے لئے وضو کا ذکر ہے۔**اخبرتنی عائشةؓ ان اول شیء بدأ به حین قدم أنه توضأ ثم طاف بالبیت ثم لم تکن عمرة** ۔(بخاری شریف، باب الطاف علی وضوء، ص ۲۶۵، نمبر ۱۶۴۱) اس حدیث میں ہے کہ وضو کر کے طواف کیا، جس سے معلوم ہوا کہ طواف کے لئے وضو ضروری ہے۔

ترجمه : (۱۲۱) تیسری قسم: مستحب ہے۔

تشریح : وضو کی تیسری قسم یہ ہے کہ اس کے لئے وضو کرنا مستحب ہے، یعنی کر لے تو اچھا ہے ثواب ملے گا، اور نہ کرے تو کوئی حرج نہیں ہے۔مصنف نے اس کے لئے ۲۸ کام گنائے ہیں۔ میں ہر ایک کے لئے نمبر ڈال رہا ہوں۔ان میں سے بعض کے لئے حدیث مل گئی ہے تو اس کو ذکر کر رہا ہوں، اور بعض مسئلے وہ ہیں جو آگے آ رہے ہیں اس کے لئے وہاں حدیث بیان کی جائے گی۔اور جن

علی طهارة واذا استیقظ منه وللمداومة علیه وللوضوء علی الوضوء (۱۲۳) وبعد غیبة وکذب و

کے لئے حدیث آسانی سے نہیں ملی اس کے لئے معذرت خواہ ہوں۔

ترجمہ :(۱۲۲)(جیسے)[۱] باوضوسونے کے لئے،[۲] اور نیند سے بیدار ہونے کے وقت،[۳] اور ہمیشہ باوضو رہنا[۴] اور وضو پر وضو کرنا۔

وجہ : (۱) نیند سے بیدار ہو تو وضو کرے اس کے لئے یہ اثر ہے۔ **قال عطاء اذا ملک النوم فتوضأ قاعدا او مضطجعا** ۔(مصنف عبد الرزاق، باب الوضوء من النوم، ج اول، ص ۹۸، نمبر ۴۷۵) اس قول تابعی میں ہے کہ نیند کے بعد وضو کرے۔(۲) اور ہمیشہ باوضو رہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن ثوبان مولی رسول الله ﷺ قال قال رسول الله ﷺ لا یحافظ علی الطهور الا مؤمن** ۔(مصنف ابن ابی شیبة، باب فی المحافظة علی الوضوء وفضله، ج اول، ص ۱۴، نمبر ۳۵) اس حدیث میں ہے کہ ہمیشہ باوضو رہنا مستحب ہے۔(۳) اور وضو پر وضو کرنے کے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن ابن عمر یقول من توضأ علی طهر کتب له عشرة حسنات** (مصنف ابن ابی شیبة، باب فی المحافظة علی الوضوء وفضله، ج اول، ص ۱۶، نمبر ۵۳) اس حدیث میں ہے کہ وضو پر وضو کرنا دس نیکیوں کا باعث ہے۔

ترجمہ : (۱۲۳)[۵] اور غیبت،[۶] اور جھوٹ،[۷] اور چغلی،[۸] اور ہر ایک گناہ کے بعد،[۹] اور برے اشعار پڑھنے کے بعد،[۱۰] اور خارج نماز کے قہقہہ سے ہنسنے کے بعد۔

تشریح : یہ سب کام ناپسندیدہ ہیں اور اس سے گناہ ہوتا ہے، اور وضو سے گناہ جھڑتے ہیں اس لئے ان کاموں کے بعد وضو کرنا مستحب ہے۔

وجہ :(۱) غیبت سے وضو مستحب ہے اس کے لئے یہ اثر ہے۔ **عن الحارث قال کنت آخذا بید ابراهیم فذکرت رجلا فاغتبته قال فقال لی ارجع فتوضأ، کانوا یعدون هذا هجرا** ۔(مصنف ابن ابی شیبة، باب فی الوضوء من الکلام الخبیث والغیبة، ج اول، ص ۱۲۵، نمبر ۱۴۲۹) اس قول تابعی میں ہے کہ غیبت سے وضو لوٹانے کے لئے کہا۔(۲) **عن ابراهیم قال انی اصلی الظهر و العصر و المغرب بوضوء واحد الا ان احدث او اقول منکرا** . (مصنف عبد الرزاق، باب الوضوء من الکلام، ج اول، ص ۹۸، نمبر ۴۷۱) اس قول تابعی میں ہے کہ جھوٹ یا غلط بات کروں تو وضو کروں۔(۳) نماز کے اندر قہقہہ لگانے سے وضو بھی ٹوٹتا ہے اور نماز بھی ٹوٹتی ہے، لیکن نماز سے باہر وضو نہیں ٹوٹے گا، صرف وضو کرنا مستحب ہے۔ حدیث میں ہے۔ **عن ابی العالیة، و انس بن مالک : ان اعمی تردی فی بئر فضحک ناس خلف رسول الله ﷺ فأمر رسول الله ﷺ من ضحک أن یعید الوضوء، و الصلاة** ۔(دار قطنی، باب احادیث القهقهة فی الصلاة وعللها، ج اول، ص ۱۷۰، نمبر ۵۹۳، سنن بیہقی، باب ترک الوضوء من القهقهة فی الصلوة، ج اول، ص ۲۲۶، نمبر ۶۷۹)

نـميمة وكل خطيئة وانشاد شعر وقهقهة خارج الصلوة(١٢٤) وغسل ميت وحمله (١٢٥)ولوقت كل صلوة(١٢٦) وقبل غسل الجنابة (١٢٧)وللجنب عند أكل و شرب و نوم ووطئ

لـغت :نمیمۃ:نم سے مشتق ہے،ادھرادھر کی لگانا،مراد ہے چغلی کرنا۔خطیئۃ:غلطی۔انشاد: نشد سے مشتق ہے،شعر پڑھنا۔قہقہۃ: زور سے ہنسنا۔

ترجمه : (۱۲۴) ،[۱۱] اور میت کو غسل دینے،[۱۲]اور جنازہ اٹھانے کے بعد۔

تشریح : میت کو غسل دینے سے ممکن ہے کہ اس کا چھینٹا جسم یا کپڑے پر پڑا ہو اس لئے اس کے بعد وضو کرنا مستحب ہے۔

وجه :(١) عـن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ قال من غسل ا لميت فليغتسل ، و من حمله فليتوضأ ۔ (ابوداود شریف، باب فی الغسل من غسل المیت،ص۴۶۲،نمبر۳۱۶۱رترمذی شریف، باب ما جاء فی الغسل من غسل المیت،ص۲۴۱،نمبر ۹۹۳) اس حدیث میں ہے کہ جو میت کو اٹھائے وہ وضو کرے۔(۲)عن ابراهيم انه سئل هل يغتسل من غسل ا لميت؟ قال ان كان نجسا فاغتسلوا و الا فانما يكفى أحدكم الوضوء ۔(مصنف عبدالرزاق، باب من غسل میتا اغتسل اوتوضأ ،ج ثالث،ص۲۵۳،نمبر ۶۱۲۸)اس قول تابعی میں ہے کہ میت کو غسل دینے کے بعد وضو کرے۔

ترجمه : (۱۲۵) [۱۳]اور ہر ایک نماز کے وقت۔

وجه : عـن انـس بـن مـالک قـال كـان النبى ﷺ يتوضأ عند كل صلوة قلت كيف كنتم تصنعون ؟ قال يـجـزى أحـدنا الوضوء مالم يحدث ۔(بخاری شریف، باب الوضوء من غیر حدث،ص۴۱،نمبر۲۱۴)اس حدیث میں ہے کہ حضور ہر نماز کے لئے وضو فرمایا کرتے تھے۔

ترجمه : (۱۲۶)[۱۴]اور غسل جنابت سے پہلے۔[وضو کرے]

وجه :عـن عـائشة زوج النبى ﷺ ان النبى ﷺ كان اذا اغتسل من الجنابة بدا فغسل يديه ثم توضأ كما يتـوضـأ لـلصلوة . (بخاری شریف، باب الوضوء قبل الغسل،ص۴۶،نمبر ۲۴۸)اس حدیث میں ہے کہ غسل جنابت سے پہلے وضو کرتے تھے۔

ترجمه : (۱۲۷)[۱۵] اور جنبی کے لئے کھانے اور پینے اور سونے اور وطی کے وقت۔

وجه : (ا)عن عائشة ان النبى ﷺ كان اذا اراد ان يأكل او ينام توضأ ـ تعنى جنب ۔(ابوداود شریف، باب من قال الجنب یتوضأ،ص۴۲،نمبر۲۲۴) اس حدیث میں ہے کہ جنبی کھانے کے لئے وضو کرے۔(۲)سـألـت عـائشة أكان النبى ﷺ يـرقـد و هـو جـنب ؟ قالت نعم و يتوضأ ـ (بخاری شریف، باب کینونۃ الجنب فی البیت اذا توضأ،ص۵۱،نمبر۲۸۶)

(۱۲۸) ولغضب(۱۲۹) وقرآن، وحديث وروايته ودراسة علم (۱۳۰)واذان واقامة وخطبة(۱۳۱) وزيارة النبى صلى الله عليه وسلموووقوف بعرفة وللسعى بين الصفا والمروة (۱۳۲)

اس حدیث میں ہے کہ جنبی وضو کرلے پھر سوئے یہ مستحب ہے۔(۳)عن ابی سعید الخدری عن النبی ﷺ قال اذا أتى أحدكم أهله ثم بدا له ان يعاود فليتوضأ بينهما وضوء ۔(ابوداود شریف، باب فی الوضوء لمن اراد ان یعود، ص ۴۱، نمبر ۲۱۹)اس حدیث میں ہے کہ جنبی وطی کے لئے دوبارہ وضو کرے یہ مستحب ہے۔

ترجمه : (۱۲۸) [۱۶]اور غصے کے وقت۔

تشريح : غصے کے وقت اس لئے وضو کرے کہ غصہ ٹھنڈا ہو جائے۔

ترجمه : (۱۲۹)[۱۷]اور قرآن[۱۸] وحدیث پڑھنے[۱۹] اور اس کی روایت کرنے،[۲۰]اور علم شرعی کے درس کے لئے۔

تشريح : یہ سب اہم علوم ہیں اس لئے بہتر یہ ہے کہ طہارت پر ہوں۔

وجه : (۱)عن المهاجر بن قنفذ انه اتى النبى ﷺ و هو يبول فسلم عليه فلم يرد عليه حتى توضأ ثم اعتذر اليه فقال انى كرهت ان اذكر الله تعالى ذكره الا على طهر او قال على طهارة ۔(ابوداود شریف، باب فی الرجل یرد السلام وھو یبول؟ ص ۱۵، نمبر ۱۷)اس حدیث میں ہے کہ بغیر وضو کے ذکر اللہ نہ کرے۔(۲)عن ابن عمر انه قال لا يسجد الرجل الا وهو طاهر و لا يقرأ الا هو طاهر و لا يصلى على الجنازة الا هو طاهر ۔(سنن بیہقی، باب استحباب الطھر للذکر والقرأۃ، ج اول، ص ۱۴۷، نمبر ۴۲۷) اس قول صحابی میں ہے کہ بغیر وضو کے نہ پڑھے۔

ترجمه : (۱۳۰)[۲۱] اور آذان،[۲۲]وا قامت،[۲۳] اور خطبہ۔مستحب یہ ہے کہ طہارت پر ہو۔

وجه : عن ابى هريرة ان النبى ﷺ قال لايؤذن الا متوضى ۔(سنن بیہقی، باب لایؤذن الا طاھر، ج اول، ص ۵۸۳، نمبر ۱۸۵۸)اس حدیث میں ہے کہ وضو کرکے اذان دے۔اسی میں اقامت اور خطبہ شامل ہیں۔

ترجمه : (۱۳۱)[۲۴]اور زیارت رسول اللہ ﷺ،[۲۵]اور وقوف عرفہ،[۲۶] اور سعی مابین صفا ومروہ کے لئے۔

تشريح : یہ سب اہم عباتیں ہیں اس لئے انکے لئے بھی وضو مستحب ہے۔

وجه : عن ابراهيم قال امض الى عرفات فاذا كان عند زوال الشمس فاغتسل ان وجدت ماء و الا فتوضأ ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ما ذکر فی الغسل یوم عرفۃ فی الحج، ج ثالث، ص ۴۰۴، نمبر ۱۵۵۵۸)اس قول تابعی میں ہے کہ وقوف عرفہ کے لئے غسل سنت ہے ورنہ وضو مستحب ہے۔

ترجمه : (۱۳۲) [۲۷] اور اونٹ کے گوشت کھانے سے۔

واکل لحم جزور (۱۳۳) وللخروج من خلاف العلماء کما اذا مسّ امرأة.

﴿فصل : (ینقض الوضوء اثنا عشر شیئا.﴾

تشریح : اونٹ کے گوشت کھانے سے اس کی چربی کی بوآتی ہے اس لئے اس کو دفع کرنے کے لئے وضو کرنا مستحب ہے۔

وجہ : اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے. عن البراء بن عازب قال سئل رسول اللہ ﷺ عن الوضوء من لحوم الابل فقال توضئوا منھا و سئل عن لحوم الغنم فقال لا توضئوا منھا . (ابوداود شریف، باب الوضوء من لحوم الابل، ص ۳۷، نمبر ۱۸۴) اس حدیث میں ہے کہ اونٹ کے گوشت کھانے سے وضو کرے۔

ترجمہ :(۱۳۳) [۲۸] اور عورت وغیرہ کے چھونے سے بھی وضو کرلے تاکہ اختلافِ علماء سے نکل جاوے۔

تشریح : حنفیہ کے یہاں عورت کے جماع سے وضو ٹوٹتا ہے، صرف چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا ہے، اور امام شافعیؒ کے یہاں وضو ٹوٹ جاتا ہے اسلئے اس اختلاف سے بچنے کے لئے وضو کرنا مستحب ہے۔

وجہ : (۱) ان ابن عمر کان یقول من قبل امرأتہ و ھو علی وضوء اعاد الوضوء ۔ (مصنف عبدالرزاق، باب الوضوء من القبلۃ واللمس والمباشرۃ، ج اول، ص ۱۰۱، نمبر ۴۹۶) اس قول صحابی میں ہے کہ عورت کو بوسہ لینے کے بعد وضو کرے ۔(۲) ان ابن مسعود قال : یتوضأ الرجل من المباشرۃ ، و من اللمس بیدہ ، و من القبلۃ اذا قبل امراتہ و کان یقول فی ھذہ الآیۃ ﴿ او لامستم النساء ﴾ ۔ (آیت ۴۳، سورۃ النساء ۴) قال ھو الغمز ۔(مصنف عبدالرزاق، باب الوضوء من القبلۃ واللمس والمباشرۃ، ج اول، ص ۱۰۱، نمبر ۴۹۹) اس قول صحابی میں ہے کہ بوسہ لینے سے، عورت کو چھونے سے، اور مباشرۃ کرنے سے وضو کرے۔

﴿فصل: نواقض وضو کے بیان میں﴾

﴿وضو توڑنے والی ۱۲ چیزیں ایک نظر میں﴾

وضو کو بارہ چیزیں توڑتی ہیں:

۱:......جو سبیلین سے خارج ہو بجز آگے کی ہوا کے، اصح روایت میں۔

۲:......بچہ کا پیدا ہونا، اگرچہ خون ظاہر نہ ہو۔

۳:......سبیلین کے علاوہ بہنے والی نجاست، مثلاً خون اور پیپ کا نکلنا۔

۴:......اور کھانا یا پانی یا خونِ بستہ یا پیپ کا منہ بھر کر قے ہونا،

(۱۳۴) ما خرج من السبیلین الا ریح القبل فی الاصح.

۵:......اور جوخون تھوک پر غالب ہو یا اس کے برابر ہو۔

۶:......اور اس طرح سونا کہ مقعد زمین پر ٹھیری نہ ہو۔

۷:......اور قبل بیدار ہونے کے سونے والوں کی مقعد کا اٹھ جانا (زمین سے) ظاہر روایت میں اگر چہ وہ زمین پر نہ گر جاوے۔

۸:......اور بے ہوشی۔

۹:......اور جنون۔

۱۰:......اور سکر (نشہ)۔

۱۱:......اور رکوع وسجدہ والی نماز میں بیدار بالغ کا قہقہہ سے ہنسنا، اگر چہ وہ اس قہقہہ سے خروج من الصلوۃ کا قصد کرے۔

۱۲:......اور بغیر کسی حائل کے ایستادۂ ذکر کا شرمگاہ سے چھونا۔

ترجمہ : (۱۳۴) وضوکو بارہ چیزیں توڑتی ہیں:

[۱] جو کچھ دونوں راستوں سے نکلے سوائے آگے کی ہوا کے، اصح روایت میں۔

تشریح : مصنف نے یہاں چودہ چیزیں بیان کی ہیں جن سے وضوٹوٹ جائے گا، ان میں سے پہلا یہ ہے کہ پیشاب یا پیخانہ کے راستے کوئی چیز نکلے تو اس سے وضوٹوٹ جائے گا۔ پیشاب یا پیخانہ کے راستے سے یہ چیزیں نکلتیں ہیں جن سے وضوٹوٹ جاتا ہے ۔یہ چیزیں پیشاب کے راستے سے نکلتیں ہیں (۱) پیشاب (۲) مذی (۳) ودی (۴) منی (۵) حیض (۶) نفاس (۷) استحاضہ۔اور یہ چیزیں پاخانہ کے راستے سے نکلتی ہیں (۱) پاخانہ (۲) ہوا (۳) پاخانہ کا کیڑا۔ان دس کے نکلنے سے وضوٹوٹ جائے گا۔کبھی ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مرد کے ذکر سے، یا عورت کی شرمگاہ سے ہوا نکل رہی ہے، یہ ہوانہیں ہوتی بلکہ رگوں کی پھڑ پھڑاہٹ ہوتی ہے اس لئے اس سے وضونہیں ٹوٹے گا، یا اس ہوا میں نجاست نہیں ہے اس لئے اصح روایت یہی ہے کہ اس سے وضونہیں ٹوٹے گا۔

وجہ : (۱) آیت میں ہے۔ **او جاء احد منکم من الغائط او لٰمستم النساء فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا** (آیت ۶، سورۃ المائدۃ ۵) اس آیت میں اشارہ ہے کہ پیخانہ کے راستے سے، یا پیشاب کے راستے سے جو کچھ نکلے تو اس سے وضوٹوٹ جائے گا اور پانی نہ ہو تو تیمّم کرے۔ (۲) اس حدیث میں اس کا ذکر ہے۔ **عن صفوان بن عسال قال کان رسول اللہ ﷺ :یأمرنا اذا کنا سفرا ان لا ننزع خفافنا ثلاثۃ ایام ولیالیھن الا من جنابۃ ولکن من غائط و بول ونوم** (ترمذی شریف، باب المسح علی الخفین للمسافر والمقیم ص ۲۷ نمبر ۹۶ رنسائی شریف، باب التوقیت فی المسح علی الخفین ،ص ۱۷، نمبر ۱۲۷) اس حدیث میں جنابت، پیخانہ اور پیشاب سے وضوٹوٹنے کا تذکرہ ہے۔ (۳) ہوا نکلنے سے وضوٹوٹے اس کے لئے یہ حدیث ہے

(۱۳۵) وینقضہ ولادۃ من غیر رؤیۃ دم (۱۳۶) و نجاسۃ سائلۃ من غیرھما کدم (۱۳۷) و قیح

۔انہ سمع ابو ھریرۃ یقول قال رسول اللہ ﷺ :لا تقبل صلاۃ من احدث حتی یتوضأ ،قال رجل من حضرموت : ما الحدث یا ابا ھریرۃ ؟ قال فساء او ضراط ۔(بخاری شریف، باب لاتقبل صلاہ بغیر طھور،ص۲۹،نمبر ۱۳۵)اس حدیث میں حدث کی تفسیر ہے کہ آواز والی ہوا یا آہستہ ہوا. (۴) پیخانہ کے کیڑے سے وضوٹوٹے اس کے لئے یہ قول تابعی ہے۔ قال عطاء : فیمن یخرج من دبرہ الدودۃ ،او من ذکرہ نحو القملۃ : یعید الوضوء ۔(بخاری شریف ،باب من لم یرالوضوءالامن المخرجین من القبل والدبر،ص۳۵،نمبر۱۷۶)اس اثر سے پتہ چلا کہ ان دونوں راستوں سے جو کچھ بھی نکلےاس سے وضوءٹوٹ جائے گا۔(۵) دلیل عقلی یہ ہے کہ۔ یہ دونوں مقام مقام نجاست نہیں ہیں۔نجاست کہیں اوپر سے کھسک کر آتی ہے۔اور قاعدہ ہے کوئی ناپاکی اپنی جگہ سے کھسک کرجسم کے ظاہری حصے پرآجائے تو اس سے وضوٹوٹ جاتا ہے۔اس لئے ان چیزوں سے وضوٹوٹ جائے گا۔

ترجمه : (۱۳۵) [۲]بچہ کا پیدا ہونا،اگر چہ خون ظاہر نہ ہو۔

تشریح : بچہ پیدا ہونے کے ساتھ خون آجائے تب تو عورت نفاس والی ہوگئی اس لئے اس نفاس سے وضوٹوٹے گا،لیکن خون نظر نہ آئے تب بھی صرف بچہ نکلنے سے بھی وضوٹوٹ جائے گا۔

وجه : (۱)بچہ جب بھی نکلے گا تو خون کےعلاوہ بھی اس پرشرمگاہ کی نجاست ہوگی اس لئے اس نجاست کے نکلنے سے وضوٹوٹے گا (۲) حدیث میں ہے کہ شرمگاہ سے کوئی بھی چیز نکلے تو اس سے وضوٹوٹے گا اس لئے صرف بچہ پیدا ہونے سے بھی وضوٹوٹ جائے گا ۔حدیث یہ ہے۔عن ابن عباس ان رسول اللہ ﷺقال الوضوء مما خرج و لیس مما دخل ۔(سنن بیہقی، باب الوضوءمن الدم یخرج من احدالسبیلین وغیر ذالک من دودۃ اوحصاۃ اوغیر ذالک، ج اول،ص۱۸۸،نمبر۵۶۸/مصنف عبدالرزاق، باب من یطاءنتنا یابسا اورطبا، ج اول،ص۲۴،نمبر۱۰۰)اس حدیث میں ہے کہ سبیلین سے کوئی چیز نکلے تو اس سے وضوٹوٹے گا۔

اصول : سبیلین سے نکلنے والی چیزتھوڑی ہو یا زیادہ،نجاست ہو یا نہ ہو ناقض وضو ہے۔

ترجمه : (۱۳۶) [۳] پیخانہ اور پیشاب کے راستے کےعلاوہ سے کوئی بہنے والی نجاست ہو،جیسے خون اور پیپ [تو اس سے بھی وضوٹوٹ جائے گا]

تشریح : پیخانہ اور پیشاب کے راستے کے بارے میں یہ تھا کہ تھوڑی سی بھی کوئی چیز ظاہر ہو تو چاہے وہ بہے یا نہیں،اور نجاست ہو یا نہ ہو تو اس سے وضوٹوٹ جائے گا۔لیکن انکے علاوہ کا مسئلہ یہ ہے کہ نکلنے والی چیز نجاست ہو،اور اتنی ہو کہ جسم پر بہہ پڑے تب وضوٹوٹے گا۔اگر نکلنے والی چیز نجاست نہیں ہے،مثلا بلغم ہے تو وضونہیں ٹوٹے گا،یا نجاست ہے لیکن اتنی مقدار نہیں ہے کہ بہہ سکے تو

وقیء طعام او ماء او علق او مِرَّة اذا ملأ الفم وهو مالا ینطبق علیه الا بتکلف علی الاصح.

اس سے بھی وضونہیں ٹوٹے گا، مثلا جسم سے خون نکلا اور وہیں جم کر رہ گیا تو اس سے بھی وضو نہیں ٹوٹے گا۔

وجہ : نجاست ہو اور بہے تب وضو ٹوٹے گا اس کا اشارہ اس آیت میں ہے۔(۱) اس آیت میں ہے کہ بہتا ہوا خون وہ حرام ہے، اور ناقض وضو بھی ہوگا۔ **قل لا اجد فی ما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمه الا ان یکون میتة او دماً مسفوحاً او لحم خنزیر فانه رجس** ۔(آیت ۱۴۵، سورۃ الانعام ۶)(۲) اس حدیث میں ہے کہ بہنے والا خون ہو تب وضو ہے۔ **قال تمیم الداری : قال رسول الله ﷺ : الوضوء من کل دم سائل** ۔(دار قطنی، باب فی الوضوء من الخارج من البدن ص ۱۶۳ نمبر ۵۷۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خون سبیلین کے علاوہ سے بھی نکلے تو اس سے وضوء لازم ہوگا بشرطیکہ بہنے والا ہو۔(۳) اس حدیث میں بھی ہے کہ دم سائل کے بغیر وضو نہیں ٹوٹے گا۔ **عن ابی هریرة عن النبی ﷺ قال ؛ لیس فی القطرة و القطرتین من الدم وضوء الا ان یکون دماً سائلاً** ۔(دار قطنی، باب فی الوضوء من الخارج من البدن، ج اول، ص ۱۶۳ نمبر ۵۷۲)(۴) اثر میں ہے۔ **عن عطاء الشجة یکون بالرجل قال : ان سال الدم فلیتوضأ ،و ان ظهر و لم یسل فلا وضوء علیه** ۔(مصنف عبد الرزاق، باب الوضوء من الدم، ج اول، ص ۱۱۰، نمبر ۵۴۵) اس اثر سے معلوم ہوا کہ بہے گا تو وضو ٹوٹے گا ورنہ نہیں۔

لغت : قیح : پیپ۔ سائل : بہنے والا۔

ترجمہ : (۱۳۷) [۴] اور کھانا، یا پانی، یا جما ہوا خون، یا پیپ کا منہ بھر کر قے ہونا، اور قے منہ بھر کر کرنے سے اصح روایت میں یہ مراد ہے کہ بغیر تکلف کے منہ میں نہ رہ سکے۔

تشریح : کھانا، یا پانی، یا جما ہوا خون، یا پیپ کی منہ بھر قے ہو جائے تو اس سے وضو ٹوٹ جائے گا، اور منہ بھر قے نہ ہو تو اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔ اور منہ بھر کی تفصیل یہ ہے کہ اتنی قے ہو کہ منہ بند کرنا چاہے تو منہ بند نہ ہوتا ہو، یا بڑی مشکل سے منہ بند ہوتا ہو تو سمجھا جائے گا کہ قے منہ بھر کے ہے۔

وجہ : (۱) پیٹ کے اوپر کے حصے میں جو کھانا ہے وہ نیچے کے پیخانے سے متصل نہیں ہے اس لئے وہ پاک ہے ، اور جو نیچے کا حصہ ہے وہ نیچے کے پیخانے سے متصل ہے اس لئے وہ ناپاک ہے۔ قے تھوڑی ہو تو وہ اوپر کے حصے سے آتی ہے جو نجس نہیں ہے اس لئے اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔ اور منہ بھر کے ہو تو وہ نیچے کے حصے سے آتی ہے اس لئے اس سے وضو ٹوٹ جائے گا۔(۲) حدیث میں ہے۔ **عن ابی درداء رضی الله عنه ان رسول الله ﷺ قاء فتوضأ فلقیت ثوبان فی مسجد دمشق فذکرت ذالک له فقال صدق انا صببت له وضوءه** (ترمذی شریف، باب الوضوء من القیء والرعاف ص ۲۵ نمبر

(۱۳۸) ویجمع متفرق القیء اذا اتّحد سببه (۱۳۹) ودم غلب علی البزاق او ساواہ (۱۴۰) ونوم

۸۷)(۳)۔عن عائشة قالت قال رسول اللہ ﷺ من اصابه قیء او رعاف او قلس او مذی فلینصرف فلیتوضأ ثم لیبین علی صلاته وهو فی ذالک لا یتکلم (ابن ماجہ شریف، باب ما جاء فی البناء علی الصلوۃ ص ۱۷۱، نمبر ۱۲۲۱/دار قطنی، باب فی الوضوء من الخارج من البدن، ج، اول، ص ۱۶۰، نمبر ۵۵۵) اس حدیث میں ہے کہ قے ہو تو اس سے وضو ٹوٹ جائے گا۔

اور منہ بھر سے کم ہو تو وضو نہیں ٹوٹے گا اس کی دلیل یہ قول تابعی میں ہے۔عن حماد فی القلس اذا کان یسیرا فلیس فیه وضوء، واذا کان کثیرا ففیه الوضوء۔(مصنف ابن ابی شیبة، ۴۹ من کان یری فی القلس وضوء، ج اول، ص ۴۵، نمبر ۴۴۲/مصنف عبد الرزاق، باب الوضوء من القیء والقلس، ج اول، ص ۱۰۵، نمبر ۵۱۸) اس اثر سے بھی معلوم ہوا کہ قے منہ بھر کر ہو تب وضو ٹوٹے گا۔

لغت : علق : جما ہوا خون۔مرۃ: پتہ۔ینطبق :طبق سے مشتق ہے،منہ بند ہونا۔

ترجمہ : (۱۳۸) اور جب ایک متلی سے متفرق جگہ قے ہو تو سب جمع کی جاوے۔

تشریح : قے کا سبب ایک ہی متلی ہو لیکن کئی جگہ قے کی ہو تو سب کو جمع کیا جائے گا، اگر یہ اندازہ ہو کہ یہ مل کر منہ بھر کر ہے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

وجہ : (۱) سب قے کا سبب ایک ہی ہے اس لئے سب کو جمع کیا جائے گا۔(۲) اس اثر میں اس کا اشارہ ہے۔عن ابن جریج عن ابیه یرفعه الی النبی ﷺ قال : الوضوء من القیء و ان کان قلسا یغلبه فلیتوضأ (مصنف عبد الرزاق ،باب الوضوء من القیء والقلس، ج اول، ص ۱۳۸، نمبر ۵۲۴) اس اثر میں ہے کہ منہ میں رکھنے میں مشکل ہو تو وضو ٹوٹے گا۔

ترجمہ : (۱۳۹) [۵] اور جو خون تھوک پر غالب ہو یا اس کے برابر ہو۔

تشریح : منہ سے خون نکلا اور وہ تھوک پر غالب ہو تو اس سے وضو ٹوٹے گا، اور یوں سمجھا جائے گا کہ بہتا ہوا خون نکلا، اور جو خون تھوک پر غالب نہ ہو تو یوں سمجھا جائے گا کہ تھوڑا خون نکلا جو ناقض وضو نہیں ہے۔یہ معیار ہے۔

وجہ : عن ابن سیرین فی الرجل یبصق دما قال ان کان الغالب علیه الدم توضأ۔(مصنف عبد الرزاق، باب الوضوء من الدم، ج اول، ص ۱۱۳، نمبر ۵۶۰) اس قول تابعی میں ہے کہ اگر خون غالب ہو تو وضو ہوگا اور غالب نہ ہو تو وضو لازم نہیں ہوگا

ترجمہ : (۱۴۰) [۶] اور اس طرح سونا کہ مقعد زمین پر ٹھیری نہ ہو۔

تشریح : سونا دو قسم کا ہوتا ہے، ایک یہ کہ نیند میں عقل بیدار ہو تو اس کو گہری نیند نہیں کہتے، اس میں یہ پتہ ہوتا ہے کہ ہوا نکلی یا

لم تتمکن فیه المقعدة من الارض (۱۴۱) وارتفاع مقعدة نائم قبل انتباهه وان لم یسقط فی الظاهر

نہیں نکلی اس لئے اس نیند سے وضو نہیں ٹوٹے گا، آدمی رکوع، سجدہ، کھڑے ہونے اور بیٹھنے کی حالت میں یا، تشہد کی حالت میں سوئے تو گہری نیند نہیں ہے اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا ۔لیکن چت لیٹ کر سوئے، یا ٹیک لگا کر سوئے، یا اتنی گہری نیند ہو کہ مقعد زمین سے الگ ہو جائے تو یہ گہری نیند ہے، اس سے عقل ماؤف ہو جاتی ہے اور تمام رگیں ڈھیلی ہو جاتی ہیں، اور یہ نہیں پتہ چلتا کہ ہوا نکلی ہے یا نہیں اس لئے اس نیند کو ہی ہوا نکلنے کے قائم مقام کر کے وضو ٹوٹنے کا حکم لگا دیا جائے گا۔

وجه: (۱)عن ابن عباس ان رسول الله ﷺ کان یسجد و ینام و ینفخ ثم یقوم فیصلی و لا یتوضأ ،فقلت له صلیت و لم تتوضأ وقد نمت ؟ فقال : انما الوضوء علی من نام مضطجعاً .زاد عثمان و هناد.فانه اذا اضطجع استرخت مفاصله . (ابوداود نمبر۲۰۲)(۲) و عن علی ابن طالب رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ وکاء السّه العینان فمن نام فلیتوضا. (ابوداؤد، باب فی الوضوء من النوم، ص۳۹، نمبر۲۰۳(۳) قال رسول الله ﷺ ان الوضوء لا یجب الا علی من نام مضطجعا فانه اذا اضطجع استرخت مفاصله. (ترمذی شریف، باب الوضوء من النوم، ص۲۰، نمبر۷۷) ان احادیث سے معلوم ہوا کہ گہری نیند سونے سے وضو ٹوٹے گا۔ ہلکی نیند ہو تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔(۴) اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن انس قال کان اصحاب رسول الله ﷺ ینتظرون العشاء الآخرة حتی تخفق روء سهم ثم یصلون ولا یتوضأون ۔(ابوداؤد شریف، باب فی الوضوء من النوم، ص۳۹، نمبر۲۰۰/ترمذی شریف، باب الوضوء من النوم، ص۲۱، نمبر۷۸) اس سے معلوم ہوا کہ بیٹھے بیٹھے یا رکوع یا سجدے میں سو جائے جس میں گہری نیند نہیں ہوتی تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔

ترجمه :(۱۴۱) [۷] اور جاگنے سے پہلے مقعد اٹھ جائے، چاہے وہ زمین پر نہ گرے۔ظاہری روایت یہی ہے۔

تشریح : آدمی بیٹھے بیٹھے اتنی گہری نیند میں سویا کہ اس کا مقعد زمین سے اٹھ گیا، چاہے وہ زمین پر نہ گرا ہو، اس سے بھی وضو ٹوٹ جائے گا، ظاہر روایت یہی ہے۔

وجه : اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔عن ابن عباس قال : قال رسول الله ﷺ لا یجب الوضوء علی من نام جالساً او قائماً او ساجداحتی یضع جنبه فانه اذا وضع جنبه استرخت مفاصله ،(سنن بیہقی، باب ماورد فی نوم الساجد، ج اول، ص۱۹۴، نمبر۵۹۸) اس حدیث میں ہے کہ پہلو زمین سے اٹھ گیا ہو تو اس کی رگیں ڈھیلی ہو گئیں اس لئے وضو ٹوٹ جائے گا۔

لغت : مقعد: قعد سے مشتق ہے، جس عضو پر آدمی بیٹھتا ہے اس کو مقعد کہتے ہیں۔انتباہ: جاگنا، بیدار ہونا۔

(۱۴۲[الف]) واغماء وجنون وسُکر (۱۴۲[ب])و قهقهة بالغ یقظان فی صلوة ذات رکوع وسجود

ترجمه : (۱۴۲[الف]) [۸]اور بے ہوشی۔[۹] اورجنون۔[۱۰] اورسکر(نشہ)

تشریح : یہ تینوں مسئلے [بے ہوش ہونا،مجنون ہونا،نشہ میں مست ہونا]اس اصول پر ہیں کہ آدمی کی عقل ختم ہوجائے تو اس کو پتہ نہیں چلتا ہے کہ ہوانکلی یا نہیں نکلی اس لئے ان اسباب کو ہوا نکلنے کے درجے میں رکھکر وضوٹوٹنے کا حکم لگادیا جاتا ہے۔

وجه : (۱) قال دخلت علی عائشة فقلت : الا تحدثینی عن مرض رسول الله ﷺ .....قالت ففعلنا ،فاغتسل فذهب لینوء فأغمی علیه ثم افاق فقال ﷺ :أصلی الناس ؟ قلنا : لا هم ینتظرونک یا رسول الله قال ضعو ا لی ماءً فی المخضب قالت فقعد فاغتسل ثم ذهب لینوء فأغمی علیه ثم افاق . فقال ﷺ :أصلی الناس ؟ قلنا : لا هم ینتظرونک یا رسول الله قال ضعو ا لی ماءً فی المخضب فقعد فاغتسل ثم ذهب لینوء فأغمی علیه ثم افا ق فقال :أصلی الناس ؟ قلنا : لا هم ینتظرونک یا رسول الله. (بخاری شریف ،باب انما جعل الامام لیؤتم بہ،ص ۱۱۲،نمبر ۶۸۷ رمسلم شریف،باب استخلاف الامام اذا عرض لہ عذر،ص ۱۷۶،نمبر ۹۳۶/۴۱۸)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیہوشی سے وضوٹوٹ جاتا ہے تب ہی تو بیہوشی کے بعد آپؐ نے پانی منگوایا۔(۳)ایک اثر میں بھی اسکا ثبوت ہے.عن حماد قال۔: اذا افاق المجنون توضأ وضوء ہ للصلاۃ ۔(مصنف عبدالرزاق باب النوم فی الصلاۃ و المجنون اذا عقل،ج اول،ص۱۰۰،نمبر ۴۹۳)اس اثر سے بھی معلوم ہوا کہ جنونیت اور بیہوشی میں وضوٹوٹ جائے گا۔

ترجمه : (۱۴۲[ب]) [۱۱] اوررکوع وسجدہ والی نماز میں بیدار بالغ کا قہقہہ سے ہنسنا،اگرچہ وہ اس قہقہہ سے خروج من الصلوۃ کا قصد کرے۔

تشریح : رکوع سجدے والی نماز میں قہقہہ مار کر ہنسا تو وضوٹوٹے گا۔متن میں تین قید ہیں[۱]رکوع سجدہ والی نماز ہو۔اگر نماز جنازہ میں قہقہہ مار کر ہنسا تو وضونہیں ٹوٹے گا،اس لئے کہ اس میں رکوع سجدہ نہیں ہیں۔[۲] آدمی بالغ ہو،بچہ قہقہہ مار کر ہنسے تو اس کا وضونہیں ٹوٹے گا۔[۳] بیدار ہو۔نماز میں سورہا تھا اور زور سے ہنسا تو وضونہیں ٹوٹے گا۔ یہ مسئلہ خلاف قیاس ہے کیونکہ اس میں جسم سے کوئی نجاست نہیں نکلی ہے،اس لئے حدیث کے اعتبار سے تین قید ہوگی تو وضوٹوٹے گا ورنہ نہیں۔

وجه : (۱) حدیث یہ ہے۔عن ابی العالیة ،و انس بن مالک : ان اعمی تردی فی بئر فضحک ناس خلف رسول الله ﷺ فأمر رسول اللهؐ من ضحک أن یعید الوضوء ،و الصلاۃ ۔(دارقطنی،باب احادیث القھقھۃ فی الصلاۃ وعللھا،ج اول،ص ۱۷۰،نمبر ۵۹۳ رسنن بیہقی،،باب ترک الوضوء من القہقہۃ فی الصلوۃ،ج اول،ص ۲۲۶،نمبر ۶۷۹)اس حدیث سے ثابت ہوا کہ زور سے ہنسنے سے نماز تو ٹوٹے گی ہی لیکن وضو بھی ٹوٹ جائے گا۔

ولو تعمّد الخروج بها من الصلوۃ (۱۴۳) ومس فرج بذکر منتصب بلا حائل.

لغت : ولو تعمد الخروج بھا من الصلوۃ: ہنسنے کا مقصد نماز سے نکلنا ہو تو اس ہنسنے سے نماز سے نکل جائے گا، لیکن وضو بھی ٹوٹے گا۔

ترجمه : (۱۴۳) [۱۲] اور بغیر کسی حائل کے کھڑے ہوئے ذکر کا شرمگاہ سے چھونا۔

تشریح : یہاں تین باتیں ہیں [۱] مرد کا عضو تناسل کھڑا ہے [۲] مرد اور عورت کے عضو خاص کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہے ۔[۳] مرد اس طرح شرمگاہ سے مس کر رہا ہے کہ اگلا مرحلہ جماع کا ہے، ایسی صورت میں عام طور پر جب مرد کا عضو سکڑتا ہے تو اس سے مذی خارج ہو جاتی ہے، اس لئے ایسا کرنے کو ہی مذی نکلنے کے درجے میں رکھ کر عضو توڑنے کا حکم لگا دیا گیا، جس طرح گہری نیند کو ہوا نکلنے کے درجے میں رکھ دی گئی۔

وجه : (۱) اس اثر میں ہے۔ ان ابن مسعود قال : یتوضأ الرجل من المباشرۃ ، و من اللمس بیدہ ، و من القبلۃ اذا قبل امراتہ و کان یقول فی ھذہ الآیۃ﴿ او لامستم النساء ﴾۔(آیت ۴۳، سورۃ النساء۴) قال ھو الغمز ۔(مصنف عبد الرزاق، باب الوضوء من القبلۃ واللمس والمباشرۃ، ج اول، ص ۱۰۱، نمبر ۴۹۹) اس قول صحابی میں ہے کہ مباشرت سے وضو واجب ہے (۲) عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ من افضی بیدہ الی فرجہ لیس دونھا حجاب فقد وجب علیہ وضوء الصلاۃ . (سنن بیہقی، باب ترک الوضوء من مس الفرج بظھر الکف، ج اول، ص ۲۱۱، نمبر ۶۴۱) اس حدیث میں ہے کہ بغیر حجاب کے فرج چھویا تو وضو واجب ہے۔(۳) عن ابراھیم قال اذا قبل الرجل بشھوۃ او لمس بشھوۃ فعلیہ الوضوء ۔(مصنف عبد الرزاق، باب الوضوء من القبلۃ واللمس والمباشرۃ، ج اول، ص ۱۰۲، نمبر ۵۰۱) اس قول صحابی میں ہے کہ عورت کو بوسہ لینے کے بعد وضو کرے ۔(۴) دوسرے حضرات تو صرف مس ذکر سے بھی وضو لازم کرتے ہیں، اور یہاں مس ذکر ہوگا اس لئے بھی وضو واجب ہونا چاہئے۔ حدیث یہ ہے۔ عن جابر بن عبد اللہؓ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا مس احدکم ذکرہ فعلیہ الوضوء ۔(ابن ماجہ شریف، باب الوضوء من مس الذکر، ص ۶۸، نمبر ۴۸۰/ ابوداود شریف، باب الوضوء من مس الذکر، ص ۳۶، نمبر ۱۸۱) اس حدیث میں ہے کہ مس ذکر سے وضو ہے۔

لغت : مس: چھونا، رگڑنا۔ فرج: عورت کی شرمگاہ۔ منتصب: ایستادہ، کھڑا۔ حائل: درمیان کا پردہ۔

فصل : (عشرة اشیاء لا ینقض الوضوء)

(۱۴۴) ظهور دم لم یسل عن محله (۱۴۵) وسقوط لحم من غیر سیلان دم کالعرق المدنی الذی

﴿فصل: جو چیزیں وضو نہیں توڑتیں﴾

۱۰۔ چیزیں ناقض وضو نہیں ہیں:

۱:......ایسے خون کا ظاہر ہونا جو اپنی جگہ سے نہ بہا ہو۔

۲:......اور بلا خون بہے گوشت کا گر جانا، جیسے رشتہ یا تارو کا گر جانا۔

۳:......اور زخم اور کان اور ناک سے کیڑے کا نکلنا۔

۴:......اور ذکر کا چھونا۔

۵:......اور عورت کا چھونا۔

۶:......اور بلا منہ بھرے ہوئے قے کرنا۔

۷:......اور بلغم کی قے، اگر چہ زیادہ ہو۔

۸:......اور سونے والے کا اتنا جھک جانا کہ اس کی مقعد کا زمین سے زائل ہو جانے کا احتمال ہو جائے۔

۹:......اور زمین پر مقعد کو ٹھیرا کر سونا۔

۱۰:......اور نمازی کا سونا اگر چہ حالت رکوع اور سجود علی طریقہ مسنون ہو۔ واللہ الموفق۔

ترجمہ : (۱۴۴) دس چیزیں ناقض وضو نہیں ہیں: [۱] ایسے خون کا ظاہر ہونا جو اپنی جگہ سے نہ بہا ہو۔

تشریح : اوپر آیا کہ جو خون بہا ہو وہ ناقض وضو ہے اس لئے جو بہا نہ ہو اس کو دم مسفوح نہیں کہتے، یہ خون کا بہنا نہیں ہے، بلکہ خون کا ظہور ہے اس لئے اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔

وجہ : (۱) **عن ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ قال ؛ لیس فی القطرۃ و القطرتین من الدم وضوء الا ان یکون دماً سائلاً**۔ (دار قطنی، باب فی الوضوء من الخارج من البدن، ج اول، ص ۱۶۳، نمبر ۵۷۲) اس حدیث میں ہے کہ بہتا ہوا خون نہ ہو تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ (۲) اثر میں ہے۔ **عن عطاء الشجۃ یکون بالرجل قال : ان سال الدم فلیتوضأ، و ان ظھر و لم یسل فلا وضوء علیہ**۔ (مصنف عبد الرزاق، باب الوضوء من الدم، ج اول، ص ۱۱۰، نمبر ۵۴۵) اس اثر سے معلوم ہوا کہ بہے گا تو وضو ٹوٹے گا ورنہ نہیں۔

ترجمہ : (۱۴۵) [۲] اور بلا خون بہے گوشت کا گر جانا، جیسے عرق مدنی، جسکو رشتہ کہتے ہیں۔

یقال له رشته (۱۴۶) وخروج دودة من جرح واذن وانف (۱۴۷) ومسُّ ذکر و مسّ امرأة

تشریح : بہتا ہوا خون ناقض وضو ہے، اس لئے اگر خون بہے بغیر گوشت کا ٹکڑا کٹ کر گر جائے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔ جیسے عرق مدنی، ایک بیماری ہے، جسکو فارسی میں ,رشتہ، کہتے ہیں، اس میں گوشت کا ٹکڑا کٹ کر گرتا ہے، اور خون نہیں بہتا، اس لئے اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔

ترجمہ : (۱۴۶) [۳] اور زخم اور کان اور ناک سے کیڑے کا نکلنا۔

تشریح : پیخانہ اور پیشاب کے راستے سے کیڑا نکلے تو اس سے وضو ٹوٹ جائے گا، کیونکہ تھوڑی سے چیز بھی وہاں سے نکلے تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ لیکن ان دونوں کے علاوہ سے [مثلا زخم سے یا کان ناک سے] کیڑا نکلے تو اس پر تھوڑا سا خون یا نا پاکی ہے، جو دم مسفوح نہیں ہے اس لئے اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا، جیسے گوشت بغیر خون کے کٹ کر گرے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا ہے۔

وجہ : (۱) و قال طاؤس ، و محمد ابن علی و عطاء و اهل الحجاز لیس فی الدم وضوء ، و عصر ابن عمر بثرة فخرج منها الدم و لم یتوضأ ۔ (بخاری شریف، باب من لم یر الوضوء الا من المخرجین من القبل والدبر، ص ۳۵، نمبر ۱۷۶) اس قول تابعی میں ہے کہ خون نکلنے میں وضو نہیں ہے، جس کا مطلب یہ لیا جا سکتا ہے کہ سبیلین کے علاوہ سے ہوا اور دم مسفوح نہ ہو تو وضو نہیں ہے۔ (۲) قال لی عطاء توضأ من کل دم خرج فسال ، قیح او دمل او نفطة یسیرة اذا خرج فسال فیه الوضوء قال و ان نزعت سنا فسال منها دم فتوضأ ۔ (مصنف عبد الرزاق، باب الوضوء من الدم، ج اول ص ۱۱۱، نمبر ۵۴۶) اس اثر میں بھی ہے کہ خون بہے تب وضو ٹوٹے گا ورنہ نہیں، اور یہاں کیڑے پر بہتا ہوا خون نہیں ہے اس لئے اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔

ترجمہ : (۱۴۷) [۴] اور ذکر کا چھونا۔ [۵] اور عورت کا چھونا۔

تشریح : اصول یہ ہے کہ جسم سے نجاست نکلنے سے وضو ٹوٹتا ہے ذکر کے چھونے سے عورت کے چھونے سے مذی وغیرہ کوئی نجاست نہیں نکلی تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ دوسرے حضرات کا مسلک یہ ہے کہ ذکر چھونے سے، اور عورت کو چھونے سے وضو ٹوٹے گا، حنفیہ کا مسلک یہ نہیں ہے۔

وجہ : (۱) عن قیس بن طلق عن ابیه قال قدمنا علی نبی الله ﷺ فجاء رجل کانه بدوی فقال یا نبی الله ! ما تری مس الرجل ذکره بعد ما یتوضأ ، فقال هل هو الا مضغة منه او بضعة منه ۔ (ابوداود شریف، باب الرخصة فی ذالک ص ۳۶، نمبر ۱۸۲ / ابن ماجة شریف، باب الرخصة فی ذالک ص ۶۹، نمبر ۴۸۳) اس حدیث میں ہے کہ مس ذکر سے وضو لازم نہیں ہوتا۔ (۲) عن عائشة ان النبی ﷺ قبلها و لم یتوضأ ۔ (ابوداود شریف، باب الوضوء من القبلة ص ۳۶، نمبر

(۱۴۸) وقیُ ء لا یملأ الفم (۱۴۹) وقیُ ء بلغم ولو کثیرا (۱۵۰) وتمایل نائم احتمال زوال

۱۷۸ابن ماجۃ شریف، باب الوضوء من القبلۃ ،ص ۷۱، نمبر ۵۰۲)اس حدیث میں ہے کہ بوسہ دینے سے وضولازم نہیں ہوتا۔

ترجمه : (۱۴۸) [۶] اور منہ بھر سے کم قے کرنا۔

تشریح : منہ بھر کر قے ہوتو اوپر گزرا کہ وضوٹوٹے گا،اور منہ بھر کر نہ ہوتو وضونہیں ٹوٹے گا۔

وجه :۔عن حماد فی القلس اذا کان یسیرا فلیس فیہ وضوء ، واذا کان کثیرا ففیہ الوضوء ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ،۴۹من کان یری فی القلس وضوء، ج اول ،ص ۴۵،نمبر ۴۴۲رمصنف عبد الرزاق ،باب الوضوء من القیء والقلس ،ج اول ،ص ۱۰۵،نمبر ۵۱۸)اس اثر سے بھی معلوم ہوا کہ قے منہ بھر سے کم ہوتو وضونہیں ٹوٹے گا۔

ترجمه : (۱۴۹) [۷] اور بلغم کی قے ،اگر چہ زیادہ ہو۔

تشریح : کھانے کی قے منہ بھر کر ہوتو وضوٹوٹ جائے گا،لیکن بلغم کی قے منہ بھر کر ہوتو وضونہیں ٹوٹے گا۔

وجه : (۱) کھانے میں پیٹ کی نجاست لگی ہوتی ہے،لیکن بلغم چکنا ہوتا ہےاور عموما سر میں ہوتا ہے یا حلق میں ہے جہاں نجاست نہیں ہےاس لئے بلغم کی قے منہ بھر کر ہوتو اس سے وضونہیں ٹوٹے گا ،کیونکہ اس میں نجاست نہیں ہے۔(۲)اس قول صحابی میں اس کا ثبوت ہے۔قلت لعطاء....قال لعمری ! انی لا نتنخم شیئا کثیرا ثم یأتی الشیء من حلقی و من الرأس فلیس فی ذالک وضوء الا ما خرج من جوفک من معدتک ۔(مصنف عبد الرزاق ،باب الوضوء من القیء والقلس ،ج اول ،ص ۱۰۵،نمبر ۵۱۸) اس میں ہے کہ بلغم تو وضونہیں ہے۔

ترجمه : (۱۵۰) [۸] سونے والا اتنا ہلنے لگا کہ اس کی مقعد زائل ہونے کا احتمال ہو۔

تشریح : آگے کے تینوں مسئلوں میں اصول یہ ہے کہ اتنی گہری نیند ہو کہ عقل زائل ہوگئی ہو تو وضوٹوٹ جائے گا،اور ہلکی نیند ہو کہ ابھی عقل زائل نہیں ہوئی ہے تو اس سے وضونہیں ٹوٹے گا۔کیونکہ عقل زائل ہونے کے بعد ہی تمام اعضاء ڈھیلے ہو جاتے ہیں، اور آدمی کو پتہ نہیں چلتا کہ ہوا نکلی ہے یا نہیں اس لئے گہری نیند کے سونے کو ہی ہوا نکلنے کے درجے میں رکھ کر وضوٹوٹنے کا حکم لگا دیا گیا ہے۔آگے کے تینوں مسئلوں میں ابھی گہری نیند نہیں ہے اسی لئے [مسئلہ نمبر ۸] میں ہے کہ جھونکا کھانے لگا ہے لیکن مقعد زمین سے نہیں اٹھی یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ابھی نیند ہلکی ہے،اس لئے وضونہیں ٹوٹے گا۔اگر اس بات کا یقین ہو جائے کہ مقعد زمین سے اٹھ چکی ہے تو وضوٹوٹ جائے گا

وجه : (۱) قال رسول اللہ ﷺ ان الوضوء لا یجب الا علی من نام مضطجعا فانہ اذا اضطجع استرخت مفاصلہ. (ترمذی شریف ،باب الوضوء من النوم ،ص ۲۰،نمبر ۷۷)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گہری نیند سونے سے وضوٹوٹے

مقعدته (۱۵۱) و نوم متمکن ولو مستندا الی شیء لو ازیل سقط علی الظاهر فیهما (۱۵۲) ونوم مصل ولو راکعا او ساجدا علی جهة السنة والله الموفق .

گا۔ ہلکی نیند ہوتو وضوء نہیں ٹوٹے گا۔(۲) اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن انس قال کان اصحاب رسول اللہ ﷺ ینتظرون العشاء الآخرة حتی تخفق روء سهم ثم یصلون ولا یتوضأون ۔(ابوداؤد شریف، باب فی الوضوء من النوم ،ص ۳۹، نمبر ۲۰۰ / ترمذی شریف، باب الوضوء من النوم ،ص ۲۱ ،نمبر ۷۸) اس حدیث میں ہے کہ صحابہ نیند سے اتنے جھونکے کھاتے کہ سر ہلنے لگتے پھر بھی وضوء نہیں کرتے۔ کیونکہ ابھی مقعد زمین سے نہیں اٹھی۔

ترجمہ : (۱۵۱) [۹] اور زمین پر مقعد کو ٹھیرا کر سونا، چاہے کسی چیز پر ٹیک لگا کر اس طرح سویا ہو کہ اگر اس کو ہٹا دیا جائے تو آدمی گر جائے۔ دونوں مسئلوں میں ظاہر مذہب یہی ہے۔

تشریح : آدمی کسی چیز پر اس طرح ٹیک لگا کر سویا ہے کہ اگر اس کو ہٹا دی جائے تو آدمی گر جائے گا، لیکن پھر بھی نیند اتنی ہی آئی ہے کہ ابھی تک مقعد زمین سے ٹکی ہوئی ہے وہاں سے اٹھی نہیں ہے، اس لئے ظاہر مذہب یہی ہے کہ وضوء نہیں ٹوٹے گا، کیونکہ مقعد زمین سے ٹکی ہوئی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ابھی تک نیند گہری نہیں ہے، جس سے تمام اعضاء ڈھیلے ہو جائیں۔

ترجمہ : (۱۵۲) [۱۰] اور نمازی کا سونا، چاہے رکوع، یا سجدے کی حالت میں سنت کے موافق ہو۔ واللہ الموفق۔

تشریح : نمازی رکوع سجدے، قیام، اور تشہد کی حالت میں سنت کے موافق سو رہا ہے تو وہ ابھی زمین پر نہیں گرا ہے، جس کا مطلب ہے کہ اعضاء ابھی ڈھیلے نہیں ہوئے ہیں اس لئے وضوء نہیں ٹوٹے گا۔

وجہ : (۱) عن ابن عباس ان رسول اللہ ﷺ کان یسجد و ینام و ینفخ ثم یقوم فیصلی ولا یتوضأ ،فقلت له صلیت و لم تتوضأ وقد نمت ؟ فقال : انما الوضوء علی من نام مضطجعاً .زاد عثمان و هناد.فانه اذا اضطجع استرخت مفاصله (ابوداؤد، باب فی الوضوء من النوم ،ص ۳۹، نمبر ۲۰۲) اس حدیث میں ہے کہ حضور سجدے کی حالت میں سوتے لیکن وضوء نہیں کرتے کیونکہ گہری نیند نہیں تھی۔

اصول : زیلان عقل سے وضوء ٹوٹتا ہے۔ ورنہ نہیں۔

لغت : مقعد: قعد سے مشتق ہے، جس پر بیٹھتے ہیں، مراد ہے سرین۔ متمکن: تمکن سے مشتق ہے، زمین پر ٹکا ہوا۔ مستندا: سند سے مشتق ہے، ٹیک لگایا ہوا۔ مصل: نماز پڑھنے والا۔ جھۃ السنۃ: سنت کے طریقے پر۔

﴿فصل : (ما یوجب الاغتسال)﴾

(یفترض الغسل بواحد من سبعة اشیاء.) (۱۵۳) خروج المنی الی ظاهر الجسد اذا انفصل عن

﴿فصل: موجب غسل کے بیان میں﴾

﴿۷۔اسباب غسل ایک نظر میں﴾

سات چیزوں میں سے کسی ایک چیز سے غسل فرض ہوتا ہے:

۱:......منی کا بلا جماع بشہوت اپنی اصل جگہ سے جدا ہو کر ظاہر بدن تک نکل آنا۔

۲:......زندہ آدمی کے احد السبیلین میں حشفہ اور اس کے مقطوع کے لئے بقدر اس کے پوشیدہ ہو جانا۔

۳:......میت اور چوپایہ سے وطی کرنے سے انزال ہو جانا۔

۴:......سونے کے بعد رقیق پانی کا پایا جانا جب قبل سونے کے اس کا ذکر منتشر نہ ہو۔

۵:......نشہ اور بے ہوشی سے ہشیار ہونے کے بعد تری موجود ہونا جب اس کے منی ہونے کا ظن غالب ہو۔

۶:......حیض۔

۷:......اور نفاس کے بعد، اور اصح روایت میں اگر چہ یہ اشیا قبل اسلام کے ہو اور میت کو غسل دینا فرض کفایہ ہے۔

☆☆☆

ترجمہ : (۱۵۳) سات اشیاء میں سے کسی ایک چیز سے غسل فرض ہوتا ہے:[۱] ظاہری جسم تک منی کا نکلنا جبکہ بغیر جماع کے شہوت کے ساتھ اپنی ٹھہراو کی جگہ سے جدا ہوئی ہو۔

تشریح : یہاں تین قیدیں ہیں [۱] ایک تو یہ کہ ظاہری جسم تک منی آئی ہو۔ منی شہوت کے ساتھ نکلتی ہوئی محسوس ہوئی لیکن ظاہری جسم تک نہیں آئی تو غسل واجب نہیں ہوگا۔ جیسے احتلام میں منی باہر آئی ہو تو غسل واجب ہوگا، اور منی باہر نہیں آئی ہو تو غسل واجب نہیں ہوگا۔[۲] دوسری قید بغیر جماع، کی ہے، اس لئے کہ جماع کیا ہو تو منی نہ بھی نکلے تب بھی حنفیہ کے یہاں غسل واجب ہے ۔[۳] تیسری قید ہے کہ منی کی ٹھہرنے کی جگہ سے جدا ہوتے وقت شہوت ہوئی ہو، اس لئے اگر کسی بیماری کی وجہ سے منی نکلی، اور جگہ سے جدا ہوتے وقت شہوت نہیں ہوئی تو غسل واجب نہیں ہوگا۔

وجہ : (۱) وان کنتم جنبا فاطھروا (آیت ۶، سورة المائدة ۵) اس آیت میں ہے کہ جنابت ہو تو طہارت حاصل کرو یعنی غسل کرو۔(۲) عورت کو بھی منی نکلی ہو تو اس پر غسل واجب ہوگا، اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن ام سلمة ... فھل علی المرأة من غسل اذا احتلمت؟ فقال رسول اللہ ﷺ نعم اذا رات الماء (یعنی المنی) ۔(مسلم شریف، باب

مقره بشهوة من غير جماع (۱۵۴) وتواری حشفة وقدرها من مقطوعها فی احد سبیلی آدمی حیّ

وجوب الغسل علی المرأة بخروج المنی منها ص ۱۴۵ نمبر ۳۱۳ / ۱۲/۷) اس حدیث میں ہے کہ عورت کو منی نکلی ہو تو غسل واجب ہے ۔(۳) شہوت کے ساتھ منی نکلی ہو تب واجب ہوگا اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن علی رضی الله عنه قال له رسول الله ﷺ لا تفعل اذا رأیت المذی فاغسل ذکرک و توضأ وضوئک للصلوة فاذا فضخت الماء فاغتسل.** (ابو داؤد شریف، باب فی المذی، ص ۳۱، نمبر ۲۰۶) (۴) مسند احمد میں یوں عبارت ہے۔ **اذا حذفت فاغتسل من الجنابة و اذا لم تکن حاذفا فلا تغتسل** (مسند احمد، علی بن ابی طالب، ج اول، ص ۱۷۳، نمبر ۸۴۹) حذفت اور فضخت کا ترجمہ ہے کہ منی کود کر نکلے تو غسل کرو۔ اور یہ شہوت کے ساتھ نکلنے میں ہوتا ہے (۵) مذی اور ودی بھی منی کا ایک حصہ ہے لیکن کود کر نہیں نکلتی اس لئے ان میں غسل لازم نہیں ہے۔ اسی طرح منی بیماری کی وجہ سے پانی کی طرح پتلی ہو جائے اور نکلتے وقت نہ لذت ہو اور نہ کودنا ہو اور ودی کی طرح نکلے تو ظاہر ہے کہ اس میں منی کی خصوصیت نہ رہی اس لئے اس سے غسل واجب نہ ہوگا۔ (۶) منی باہر آئے تب غسل فرض ہوگا، اندر رہے تو غسل فرض نہیں ہوگا، اس کے لئے یہ اثر ہے۔ **قلت لعطاء : الرجل یحتلم فیدرک ذکرہ قبل ان تخرج النطفة ، فیقبض علیه فیرجع هل علیه غسل ؟ قال ان لم یخرج منه شیء فلا غسل علیه** ۔ (مصنف عبد الرزاق، ج اول، ص ۱۹۷، نمبر ۷۷۹) اس قول تابعی میں ہے کہ منی نہ نکلے تو غسل واجب نہیں۔

لغت : مقرة: قر سے مشتق ہے، منی ٹھہرنے کی جگہ۔

ترجمہ : (۱۵۴) [۲] زندہ آدمی کے پیشاب، یا پیخانہ کے راستے میں حشفہ چھپ جائے، اور جسکا حشفہ کٹ گیا ہو تو اس کی مقدار چھپ جائے [تو غسل واجب ہوگا]

تشریح : زندہ آدمی کے پیخانہ یا شرمگاہ میں مرد کا حشفہ چھپ جائے، اور اگر اس آدمی کا حشفہ کٹا ہوا ہو تو حشفہ کی مقدار ذکر اندر گھس جائے تو چاہے منی کا انزال نہ ہوا ہو تب بھی حنفیہ کے نزدیک غسل فرض ہے۔ پیخانہ کے راستے میں چاروں طرف رگوں کی رنگ ہوتی ہے، اس رنگ کے اندر پوری سپاری چھپ جائے تو غسل واجب ہوگا۔ اسی طرح عورت کی شرمگاہ میں جہاں عورت کا ختنہ کیا جاتا ہے وہاں رگوں کی رنگ ہوتی ہے اس رنگ کے اندر سپاری چھپ جائے تو غسل فرض ہوگا چاہے انزال نہ ہوا ہو

یہاں تین قیدیں ہیں [۱] زندہ آدمی کے پیخانہ کے راستے میں یا عورت کی شرمگاہ میں حشفہ گھس کر چھپ جائے تب غسل واجب ہوگا، اس لئے اگر مردہ آدمی کے پیخانہ یا پیشاب کے راستے میں حشفہ گھس جائے تو انزال کے بغیر غسل فرض نہیں ہوگا۔ [۲] پیخانہ اور پیشاب کے راستے میں گھسے تو فرض ہوگا، کسی اور مقام میں گھسے تو انزال کے بغیر غسل فرض نہیں ہوگا [۳] پورا حشفہ گھسے، پس اگر پورا حشفہ نہ گھسا ہو تو انزال کے بغیر غسل فرض نہیں ہوگا۔

(۱۵۵) وانزال المنی بوطئ میتة او بهیمة (۱۵۶) ووجود ماء رقیق بعد النوم اذا لم یکن ذکره

وجه : (۱) عن عائشةؓ قال رسول الله ﷺ اذا جلس بین شعبها الاربع ومس الختان الختان فقد وجب الغسل . (مسلم شریف باب بیان ان الجماع الخ ص ۱۵۶، نمبر ۷۸۵/۳۴۹ ابوداؤد، باب فی الاکسال ص ۴۱، نمبر ۲۱۶) اس حدیث میں ہے کہ عورت کے ختنے کی جگہ مرد کے ختنے کی جگہ سے مل جائے، یعنی سپاری چھپ جائے تو غسل فرض ہو جائے گا۔ چاہے انزال ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ (۲) ان ابی بن کعب اخبره ان رسول الله ﷺ انما جعل ذلک رخصة فی اول الاسلام لقلة الثیاب ثم امر بالغسل ونهی عن ذلک (ابوداؤد، باب فی الاکسال، ص ۴۱، نمبر ۲۱۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صرف حشفہ غائب ہونے سے غسل واجب ہوگا چاہے انزال نہ ہوا ہو۔ (۳) دبر میں بھی لذت کامل ہوتی ہے اس لئے اس میں بھی حشفہ غائب ہونے پر غسل لازم ہوگا۔ اس حدیث میں اس کا اشارہ ہے۔ عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ من وجدتموه یعمل عمل قوم لوط فاقتلوا الفاعل و المفعول به ۔ (ابوداود شریف، باب فیمن عمل عمل قوم لوط، ص ۶۲۹، نمبر ۴۴۶۲) اس حدیث میں دبر میں کرنے والے کو بھی قتل کیا گیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے بھی لذت کاملہ ہوتی ہے۔

لغت : توری: چھپ جائے۔ حشفہ: عضو تناسل کی سپاری کو حشفہ کہتے ہیں، جہاں سے چمڑی کاٹ کر ختنہ کرتے ہیں۔

ترجمہ : (۱۵۵) [۳] میت اور چوپایہ سے وطی کرنے سے انزال ہو جانا۔

تشریح : میت کو یا چوپائے کو لذت نہیں ہے، اس لئے صرف ایک جانب لذت ہوئی اس لئے لذت کاملہ نہیں ہوئی، اس لئے انکے قبل یا دبر میں وطی کرنے سے جب تک انزال نہ ہو غسل واجب نہیں ہوگا۔

وجه : عن الحسن فی الرجل یصیب من المرأة فی غیر فرجها قال : ان هی انزلت اغتسلت و ان هی لم تنزل توضأت و غسلت ما اصاب من جسدها من ماء الرجل ۔ (مصنف ابن ابی شیبة، ۱۰۹ فی الرجل یجامع امرأته دون الفرج، ج اول، ص ۸۹، نمبر ۹۹۲ / مصنف عبد الرزاق، باب الرجل یصیب امرأته فی غیر الفرج، ج اول، ص ۱۹۶، نمبر ۹۷۱) اس قول تابعی میں ہے کہ فرج کے علاوہ میں وطی کرے تو انزال ہوگا تو غسل واجب ہوگا اور انزال نہ ہو تو غسل واجب نہیں ہے، اور یہاں فرج کے علاوہ میں وطی ہے اس لئے انزال کے بغیر غسل واجب نہیں ہوگا۔

ترجمہ : (۱۵۶) [۴] سونے سے بیدار ہونے کے بعد پتلا پانی پایا گیا ہو جبکہ سونے سے پہلے ذکر منتشر نہ ہو۔ [تو غسل واجب ہوگا]

تشریح : سونے کے بعد جسم یا پیجامے پر اس طرح کا پانی پایا گیا جس سے گمان غالب ہوتا ہے کہ یہ احتلام کی منی ہے تو غسل واجب ہوگا کیونکہ انزال ہو گیا، لیکن اگر سونے سے پہلے ذکر منتشر ہو تو اس بات کا احتمال ہے کہ ذکر سکڑنے کی وجہ سے مذی نکلی، اس

منتشرا قبل النوم (۱۵۷) ووجود بلل ظنّه منیا بعد افاقته من سکر واغماء (۱۵۸) و بحیض ونفاس

لئے غسل واجب نہیں ہوگا، لیکن سونے سے پہلے ذکر کے منتشر ہونیکے باوجود یہ یقین ہو جائے کہ یہ منی کا پانی ہے تو غسل واجب ہوگا کیونکہ یقین سے معلوم ہو گیا کہ انزال ہوا ہے۔

وجه : .عن عائشة قالت سئل النبی ﷺ عن الرجل یجدالبلل و لا یذکر احتلاما؟ قال: یغتسل ،و عن الرجل یری انه قد احتلم و لم یجد بللاً ؟ قال لا غسل علیه ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فیمن یستیقظ ویری بللاً ولا یذکر احتلاما،ص ۳۰،نمبر ۱۱۳/ابوداود شریف، باب فی الرجل یجد البلۃ فی منامہ،ص ۴۴،نمبر ۲۳۶) اس حدیث میں ہے کہ منی نکلنے کا یقین ہو تو غسل واجب ہوگا، اور شک ہو تو غسل فرض نہیں ہوگا۔

ترجمه : (۱۵۷) [۵] نشہ اور بے ہوشی سے ہوش میں آنے کے بعد تری موجود ہونا جب اس کے منی ہونے کا ظن غالب ہو۔

تشریح : نشہ اور بیہوشی نیند کی طرح ہے، کیونکہ ان میں بھی عقل ماؤف ہوتی ہے، اس لئے نشہ سے یا بیہوشی سے ہوش میں آنے کے بعد جسم یا کپڑے پر تری دیکھی اور گمان غالب ہے کہ یہ منی نکلی ہے تو اس سے غسل واجب ہوگا، کیونکہ آدمی جنبی ہو گیا۔

ترجمه : (۱۵۸) [۶] حیض۔[۷] نفاس کے بعد، اور صحیح روایت یہ ہے کہ یہ چیزیں اسلام لانے سے پہلے حاصل ہوئی ہو [تب بھی غسل لازم ہوگا]

تشریح : حیض اور نفاس ختم ہونے کے بعد غسل لازم ہوگا۔ اگر حیض، اور نفاس اسلام لانے سے پہلے آئے ہوں اور ابھی غسل بھی نہیں کیا ہے کہ مسلمان ہو گئی تب بھی غسل لازم ہوگا، کیونکہ غسل کا سبب پایا گیا۔

وجه : (۱) یسئلونک عن المحیض قل هو اذی فاعتزلوا النساء فی المحیض ولا تقربوهن حتی یطهرن فاذا تطهرن فاتوهن من حیث امرکم الله (آیت ۲۲۲،سورۃ البقرۃ ۲) آیت میں اشارہ ہے کہ حائضہ غسل کرے تب جماع کرو۔(۲) حدیث میں ہے۔عن عائشةؓ ان امرأة سألت النبی ﷺ عن غسلها من المحیض؟ فامرها کیف تغتسل قال خذی فرصة من مسک فتطهری بها الخ (بخاری شریف، باب دلک المرأۃ نفسها اذا تطهرت من المحیض، ص ۴۵،نمبر ۳۱۴/ مسلم شریف، باب استحباب استعمال المغتسلۃ من الحیض فرصۃ من مسک،ص ۱۴۷،نمبر ۳۳۲/۷۴۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حائضہ پر غسل فرض ہے۔(۳) عن معاذؓ عن النبی قال اذا مضی للنفساء سبع ثم رأت الطهر فلتغتسل ولتصل (مستدرک للحاکم، کتاب الطہارۃ، ج اول،ص ۲۸۴،نمبر ۶۲۶/سنن للبیہقی، باب النفاس ص ۵۰۵،نمبر ۱۶۱۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نفساء بھی خون ختم ہونے کے بعد غسل کرے گی۔

ترجمه : (۱۵۹) اور میت کو غسل دینا فرض کفایہ ہے۔

ولو حصلت الاشياء المذكورة قبل الاسلام فی الاصح (۱۵۹) ويفترض تغسيل الميت كفاية.

﴿فصل : (عشرة اشياء لا يغتسل منها﴾

تشریح : یہ غسل فرض کفایہ ہے یعنی کچھ لوگ غسل دے دے تو سب کی جانب سے ادا ہو جائے گا۔ اور یہ چونکہ فرض عین نہیں ہے اس لئے مصنف نے اس کو نہیں گنا۔

وجه : (۱) اس حدیث میں ہے۔ عن ام عطية الانصارية قالت دخل علينا رسول الله ﷺ حين توفيت ابنته فقال اغسلنها ثلاثا او خمسا او اكثر من ذالك ان رأيتن ذالك بماء و سدر و اجعلن فى الآخرة كافورا ۔ (بخاری شریف، باب غسل المیت ووضوءہ بالماء والسدر، ص ۲۰۱، نمبر ۱۲۵۳/ مسلم شریف، باب فی غسل المیت، ص ۳۷۷، نمبر ۲۱۶۸/۹۳۹) اس حدیث میں ہے کہ میت کو غسل دے، اور دوسری عورت نے غسل دیا تو حضور کی جانب سے ادا ہو گیا، یہ فرض کفایہ ہونے کی دلیل ہے۔

﴿فصل: دس چیزوں سے غسل نہیں کیا جاتا﴾

﴿۱۰۔ چیزوں سے غسل واجب نہیں ہوتا، ایک نظر میں﴾

۱:......مذی۔

۲:......ودی۔

۳:......احتلام بغیر تری کے۔

۴:......اور صحیح مذہب میں بچہ پیدا ہونا اس کے بعد بغیر خون دیکھے۔

۵:......اور ایسے کپڑے سے دخول کرنا جو وجود لذت سے مانع ہو۔

۶:......حقنہ۔

۷:......اور انگلی وغیرہ کا احد السبیلین میں داخل کرنا۔

۸:......چوپایہ۔

۹:......یا میت سے بلا انزال وطی کرنا۔

۱۰:......باکرہ سے اس طرح بلا انزال جماع کرے کہ اس کی بکارت زائل نہ ہو۔

☆☆☆

(١٦٠). مذی وودی واحتلام بلا بلل(١٦١) وولادة من غير رؤية دم بعدها فی الصحيح (١٦٢)

اصول : جماع کامل پایا جائے تو غسل لازم ہوگا۔

اصول : منی نکلے تو غسل واجب ہوگا۔۔ نیچے کی دسوں صورتوں میں یہ دونوں صورتیں نہیں ہیں، اس لئے غسل فرض نہیں ہوگا۔

ترجمہ : (۱۶۰) [۱]مذی [۲]ودی [۳]احتلام بغیر تری کے۔

تشریح : مذی، ودی کے نکلنے سے غسل لازم نہیں ہوگا، بلکہ صرف وضو لازم ہوگا مذی اور ودی کو دھولے اور وضو کرلے۔اسی طرح نیند میں خیال آیا کہ احتلام ہوا ہے، لیکن کپڑے یا جسم پر تری نہیں ہے، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ منی نہیں نکلی ہے اس لئے غسل لازم نہیں ہوگا۔

وجہ : (۱) عن علی قال کنت رجلا مذاء فأمرت رجلا ان یسأل النبی ﷺ لمکانۃ ابنتہ فسأل فقال توضأ و اغسل ذکرک ۔(بخاری شریف، باب غسل المذی والوضوء منہ ،ص ۴۸، نمبر ۲۶۹ /ابوداؤد شریف، باب فی المذی، ص ۳۱، نمبر ۲۰۶))اس حدیث میں ہے کہ مذی میں وضو ہے غسل نہیں ہے۔(۲) ودی سے غسل واجب نہیں ہے صرف وضو واجب ہے اس کے لئے یہ قول صحابیہ ہے۔عن عائشۃ قالت المنی منہ الغسل و المذی و الودی یتوضأ منھما ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی المنی، والمذی والودی، ج اول، ص ۸۸، نمبر ۹۷۷)اس قول صحابی میں ہے کہ ودی اور مذی سے وضو ہے۔(۳) اوراحتلام میں منی نکلے تب غسل واجب ہے ورنہ نہیں، اس کے لئے یہ حدیث ہے۔جائت ام سلیم امرأۃ ابی طلحۃ الی رسول اللہ ﷺ فقالت یا رسول اللہ ! ان اللہ لا یستحی من الحق ھل علی المرأۃ من غسل اذا ھی احتلمت ؟ فقال رسول اللہ ﷺ نعم اذا رأت الماء ۔(بخاری شریف، باب اذا احتلمت المرأۃ، ص ۵۰، نمبر ۲۸۲ /مسلم شریف، باب وجوب الغسل علی المرأۃ بخروج المنی منھا، ص ۱۴۵، نمبر ۳۱۳ /۷۱۲)

لغت : مذی: عورت سے ملاعبت کرتے وقت عضو تناسل سے جو پانی نکلتا ہے، وہ مذی ہے۔اور پیشاب کرنے کے بعد پتلا سا پانی نکلتا ہے وہ ودی ہے، ان دونوں میں وضو ہے۔احتلام: حلم سے مشتق ہے، خواب، سونے میں منی نکل جائے وہ احتلام ہے۔

ترجمہ : (۱۶۱) [۴] بچہ پیدا ہونے کے بعد بغیر خون دیکھے ہوئے [غسل واجب نہیں ہے] صحیح مذہب میں۔

تشریح : بچہ پیدا ہوا لیکن اس کے بعد قطعا کوئی خون نہیں نکلا تو اس عورت پر غسل واجب نہیں ہے، صحیح مذہب یہی ہے۔

وجہ : اس کی وجہ یہ ہے کہ غسل واجب ہوتا ہے نفاس کے خون نکلنے سے اور یہاں خون نکلا ہی نہیں اس لئے غسل واجب نہیں ہوگا

ترجمہ : (۱۶۲) [۵] اور ایسے کپڑے سے دخول کرنا جو وجود لذت سے مانع ہو۔

تشریح : اتنا موٹا کپڑا ہے کہ شرمگاہ کی حرارت اور لذت حاصل نہیں ہوسکتی، عضو تناسل کو ایسے کپڑے میں لپیٹ کر شرمگاہ میں

وايلاج بخرقة مانعة من وجود اللذة (۱۶۳) وحقنة (۱۶۴) وادخال اصبع ونحوه فی احد السبيلين(۱۶۵) ووطئ بهيمة او ميتة من غير انزال (۱۶۶)واصابة بكر لم تزل بكارتها من غير انزال.

داخل کیا تو صرف حشفہ چھپنے سے غسل واجب نہیں ہوگا جب تک کہ منی نہ نکل جائے ، کیونکہ جب شرمگاہ کی لذت حاصل نہیں ہوئی تو گویا کہ شرمگاہ کے علاوہ میں وطی کی ،اس لئے منی نہ نکلنے سے غسل واجب نہیں ہوگا۔یہی حال موٹے ربر کا ہے۔

ترجمه : (۱۶۳) [٦]حقنہ [لگانے سے غسل واجب نہیں ہوگا]

وجه : آنت کی صفائی کے لئے پانی اوردوائی ڈال کر پیخانہ کے راستے سے حقنہ لگاتے ہیں، چونکہ اس میں جماع یا منی کا نکلنا نہیں پایا گیا اس لئے اس سے غسل واجب نہیں ہوگا۔

ترجمه : (۱۶۴) [۷]اور انگلی وغیرہ کا احدالسبیلین میں داخل کرنا۔

تشریح : پیخانہ کے راستے میں یا عورت کی شرمگاہ میں انگلی داخل کی تو اس سے نہ جماع پایا گیا اور نہ منی نکلی اس لئے اس سے بھی غسل واجب نہیں ہوگا۔

ترجمه : (۱۶۵)[۸] چوپایہ [۹]یا میت سے بغیر انزال کے وطی کرنے [سے غسل واجب نہیں ہوگا]

وجه : چوپایہ سے وطی کرنے سے، یا میت سے وطی کرنے سے زندہ آدمی کی دبر یا قبل میں وطی کرنا نہیں پائی گئی اس لئے دونوں طرف سے لذت کاملہ نہیں پائی گئی ،اس لئے صرف حشفہ کے چھپ جانے سے غسل واجب نہیں ہوگا جب تک کہ انزال نہ ہو جائے۔ دلیل پہلے گزر چکی ہے۔

ترجمه : (۱۶۶)[۱۰] باکرہ سے اس طرح بلا انزال جماع کرے کہ اس کی بکارت زائل نہ ہو۔

تشریح : باکرہ عورت کی شرمگاہ میں ختنہ کے مقام پر پردہ بکارت ہوتی ہے، پس اگر اس طرح اس سے وطی کی کہ پردہ بکارت زائل نہیں ہوئی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ مرد کا عضو تناسل عورت کے ختنے کے اندر داخل نہیں ہوا،اور شرمگاہ میں حشفہ غائب نہیں ہوا۔ اس لئے جب تک کہ انزال نہ ہو غسل واجب نہیں ہوگا۔

لغت : ایلاج : ولج سے مشتق ہے۔داخل کرنا۔ خرقۃ: کپڑے کا ٹکڑا۔حقنۃ: پیخانہ کے راستے میں ڈوائی ڈال کر صاف کرنا۔ اصابۃ: پہنچنا، یہاں مراد ہے،وطی کرنا۔ بکارۃ: پردہ بکارت۔

﴿فصل :(يفترض فی الاغتسال احد عشر شيئا ﴾

.(١٦٧) **غسل الفم والانف والبدن مرة**

﴿فصل: غسل میں گیارہ چیزیں فرض ہیں﴾

﴿غسل کے ۱۱ ۔فرائض ایک نظر میں﴾

۱:......کلی کرنا۔

۲:......ناک میں پانی ڈالنا۔

۳:......ایک مرتبہ بدن کا دھونا۔

۴:......اور داخلِ قلفہ کا دھونا کہ جس کے کھولنے میں تکلیف نہ ہو۔

۵:......اور داخلِ ناف کا دھونا۔

۶:......اور اس سوراخ کا دھونا جو ملا ہوا نہ ہو۔

۷:......اور مطلقا مرد کے گوندھے ہوئے بالوں کا دھونا،عورتوں کے گوندھے ہوئے بالوں کو نہیں جب اس کی جڑ میں پانی پہنچ جائے۔

۸:......اور ڈاڑھی کی کھال۔

۹:......اور مونچھ کی کھال۔

۱۰:......اور ابرو کی کھال۔

۱۱:......اور فرجِ خارج کا دھونا۔

ترجمہ : (۱۶۷) غسل میں گیارہ چیزیں فرض ہیں۔[۱] کلی کرنا،[۲] ناک میں پانی ڈالنا۔[۳] ایک مرتبہ پورے بدن کا دھونا۔

تشریح : غسل میں گیارہ چیزیں فرض ہیں انکی اصل بنیاد یہ ہے کہ آیت میں ہے کہ خوب خوب دھوؤ،اس لئے بدن کے ہر ہر مقام پر پانی پہنچانا ضروری ہے۔یہی وجہ ہے کہ منہ اور ناک کو غسل کے اندر جسم کے باہر کا حصہ قرار دیا،اور کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا فرض قرار دیا۔اسی طرح قلفہ،اور فرج خارج،اور بال کی جڑ،ان تمام جگہوں پر پانی پہنچانا ضروری ہے،حدیث کی بنا پر صرف عورت کے جوڑے میں پانی پہنچانا ضروری نہیں ہے۔تا کہ کہیں ایک بال کے برابر بھی خشک نہ رہ جائے۔

وجہ : (۱) آیت میں ہے۔ وان کنتم جنبا فاطھروا (آیت ۶،سورۃ المائدۃ ۵) آیت میں ہے کہ جنابت کی حالت میں

(۱۶۸) وداخل قلفة لا عسر فی فسخها وسرة وثقب غیر منضم

خوب خوب پاکی حاصل کرو اور یہ اس وقت ہو سکتا ہے کہ کلی کرکے اور ناک میں پانی ڈال کر ہر جگہ پانی پہنچایا جائے۔اس لئے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا غسل میں فرض ہیں (۲) حدیث میں ہے۔عن علی قال ان رسول اللہ ﷺ قال من ترک موضع شعرۃ من جنابة لم یغسلهافعل بها کذا کذا من النار (ابوداؤدشریف، باب فی الغسل من الجنابۃ ،ص ۴۶،نمبر ۲۴۹) معلوم ہوا کہ ایک بال برابر بھی غسل میں خشک رہ جائے تو غسل نہیں ہوگا اسی لئے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا ضروری ہے۔(۳) عن ابی هریرۃ ان النبی ﷺ جعل المضمضة والاستنشاق للجنب ثلاثا فریضة (سنن دار قطنی ،باب ماروی فی مضمضۃ والاستنشاق فی غسل الجنابۃ ، ج اول ،ص ۱۲۱،نمبر ۴۰۳) اس حدیث میں ہے کہ جنبی پر کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا فرض ہے۔(۴) پورے جسم پر پانی پہنچانے کی دلیل یہ حدیث ہے۔اخبرنا ابن عباس عن خالته میمونة قالت وضعت للنبی ﷺ غسلا یغتسل به من الجنابة فأکفأالاناء علی یدہ الیمنی فغسلها مرتین او ثلاثا ثم صب علی فرجه فغسل فرجه بشماله ثم ضرب بیدہ الارض فغسلها ثم تمضمض و استنشق و غسل وجهه و یدیه ثم صب علی رأسه و جسدہ ثم تنحی ناحیة فغسل رجلیه۔(ابوداودشریف، باب فی الغسل من الجنابۃ ،ص ۴۵،نمبر ۲۴۵ رترمذی شریف، باب ما جاء فی الغسل من الجنابۃ ،ص ۲۸،نمبر ۱۰۳) اس حدیث میں ہے کہ پہلے وضو کرتے ، پھر فرج کو دھوتے ، پھر مضمضہ اور استنشاق کرتے پھر پورے بدن پر پانی بہاتے۔

ترجمه : (۱۶۸) [۴] اور قلفہ کے اندر دھونا جس کے کھولنے میں تکلیف نہ ہو۔[۵] اور ناف کے اندر دھونا۔[۶] اور اس سوراخ کا دھونا جو ملا ہوا نہ ہو۔

تشریح : اگر قلفہ کٹا ہوا نہ ہو،اور اس میں جنابت کی منی ہو،اور چمڑا پیچھے ہٹا کر آسانی سے دھویا جا سکتا ہو تو اس کو دھونا فرض ہے ، کیونکہ وہ جسم کے باہر کا حصہ ہے،اور اگر اس کو دھونا مشکل ہو تو دھونا فرض نہیں ہے، کیونکہ مجبوری ہے۔ناف کی چمڑی میں پانی پہچانا ضروری ہے، تاکہ سوکھا نہ رہ جائے۔سوراخ مل گیا ہو تب تو مجبوری ہے، لیکن اگر ملا ہوا نہ ہو تو اس میں بھی پانی پہنچانا ضروری ہے، کیونکہ وہ باہر کا حصہ ہے۔

وجه : (۱) عن عائشة قالت کان رسول اللہ ﷺ اذا اراد ان یغتسل من الجنابة بدأ بکفیه فغسلهما ثم غسل مرافغه و افاض علیه الماء فاذا انقاهما اهوی بهما الی حائط ۔(ابوداودشریف، باب فی الغسل من الجنابۃ ،ص ۴۵،نمبر ۲۴۳) اس حدیث میں ہے کہ مرافغ ،یعنی میل کچیل کی جگہ صاف کرے۔(۲) عن عائشة ....فیغسل فرجه و قال مسدد : یفرغ علی شماله ۔ و ربما کنت عن الفرج ۔ ثم یتوضأ وضوئه للصلاۃ ثم یدخل یدیه فی الاناء

(۱۶۹) و داخل المضفور من شعر الرجل مطلقا لا مضفور من شعر المرأة ان سری الماء فی اصوله

فیخلل شعره حتی اذا رأی انه قد اصاب البشرة او انقی البشرة افرغ علی رأسه ثلاثا فاذا فضل فضلة صبها علیه۔ (ابوداود شریف، باب فی الغسل من الجنابة، ص۴۵، نمبر۲۴۲) اس حدیث میں ہے کہ بالوں کی جڑوں کو پانی پہنچاتے، اور کھال کو پانی پہنچاتے، جس سے استدلال کیا جا سکتا ہے کہ قلفہ، ناف کے اندر، اور سوراخ کے اندر پانی پہنچائے۔(۳) اس عمل صحابی میں ہے کہ ناف کے اندر اور آنکھ کے اندر پانی پہنچاتے تھے. عن ابن عمر قال کان اذا اغتسل من الجنابة نضح الماء فی عینیه و ادخل أصبعه فی سرته۔(سنن بیہقی، باب نضح الماء فی العینین، وادخال الاصبع فی السرة، ج اول، ص۲۷۳، نمبر ۸۳۷) اس اثر میں ہے کہ ناف میں پانی ڈالتے۔

لغت : قلفہ: جس کھال کو کاٹ کر ختنہ کرتے ہیں اس کو قلفہ کہا جاتا ہے۔ عسر: تنگی۔ سرة: ناف۔ ثقب: سوراخ۔ منضم: ملا ہوا۔

ترجمہ : (۱۶۹) [۷] اور ہر حال میں مرد کے گوندھے ہوئے بالوں کا دھونا، عورتوں کے گوندھے ہوئے بالوں کو نہیں جب اس کی جڑ میں پانی پہنچ جائے۔

تشریح : مرد کا گوندھا ہوا بال ہو تو اس گوندھے ہوئے بال میں پانی پہنچانا ضروری ہے اور بال کی جڑوں میں بھی پانی پہنچانا ضروری ہے چاہے جوڑے کو کھول کر پانی پہنچانا پڑے۔ البتہ عورت کا جوڑا بندھا ہوا ہو تو گوندھے ہوئے بالوں میں پانی پہنچانا ضروری نہیں ہے، صرف بال کی جڑوں میں پانی پہنچانا ضروری ہے، کیونکہ عورت کی بار بار کی مجبوری کی وجہ سے حدیث موجود ہے۔

وجہ : (۱) آیت کے اعتبار سے ہر ہر بال کو دھونا ضروری ہے، چنانچہ مرد کے بال کے بارے میں یہی مسئلہ ہے، البتہ عورت کو چونکہ مجبوری ہے اس لئے وہ جوڑے کو نہ بھی بھگائے تو جائز ہے ۔(۲) حدیث یہ ہے۔ عن ام سلمة قالت قلت یا رسول الله ﷺ انی امرأة اشد ضَفر رأسی افأنقضه لغسل الجنابة ؟قال لا ، انما یکفیک ان تحثی علی رأسک ثلاث حثیات ثم تفیضین علیک الماء فتطهرین (مسلم شریف، باب حکم ضفائر المغتسلة، ص۱۴۶، نمبر۳۳۰ / ۷۴۴ / ابوداؤد شریف، باب المرأة هل تنقض شعرها عند الغسل نمبر۲۵۱) (۳) اس حدیث میں ہے کہ عورت کو بھی بال کی جڑ میں پانی پہنچانا ضروری ہے۔ عن عائشة ان اسماء سألت النبی ﷺ عن غسل المحیض ؟...ثم تصب علی رأسها فتدلکه دلکا شدیدا حتی تبلغ شؤن رأسها (مسلم شریف، باب استعمال المغتسلة من الحیض فرصة من مسک فی موضع الدم، ص۱۴۷، نمبر۳۳۲ / ۷۵۰) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ پانی بالوں کی جڑوں کے اندر پہنچانا ضروری ہے تب غسل ہوگا۔ اگر جوڑا نہیں کھولا اور پانی جڑ تک نہیں پہنچا تو عورتوں کا غسل نہیں ہوگا۔

لغت : مضفور: ضفر سے مشتق ہے، جوڑا باندھنا۔ سری: سرایت کرنا۔ اصول: جڑ۔ بال کی جڑ۔ بشرة: کھال۔

(١٧٠) و بشرة اللحية وبشرة الشارب والحاجب (١٧١)والفرج الخارج.

﴿فصل : (يسن في الاغتسال اثنا عشر شيئا. ﴾

ترجمہ : (١٧٠) [٨] اورڈاڑھی کی کھال۔[٩] اور مونچھ کی کھال۔[١٠]اورابرو کی کھال۔

تشریح : اوپر حدیث میں آیا کہ سر کے بال کی جڑ میں پانی پہنچانا ضروری ہے،اسی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے یہ مسئلہ ہے کہ ڈاڑھی اور مونچھ اورابرو کی کھال میں پانی پہنچانا فرض ہے۔

ترجمہ : (١٧١) [١١] اورفرج خارج کا دھونا[فرض ہے]

تشریح : فرج داخل کا حصہ جسم کے اندر کا حصہ ہے اس لئے اس میں پانی پہچانا فرض نہیں ہے،اورفرج خارج باہر کا حصہ ہے اس لئے اس کو دھونا فرض ہے۔

وجہ : (١) **عن عائشة قالت كان رسول الله ﷺ اذا اغتسل من الجنابة ....ثم اتفقا فيغسل فرجه ، و قال مسدد : يفرغ على شماله۔ و ربما كنت عن الفرج ۔** ۔(ابوداود شریف، باب فی الغسل من الجنابۃ ،ص ۴۵، نمبر۲۴۲)اس حدیث میں ہے کہ فرج دھوتے تھے،اسی پر قیاس کرکے عورت پر فرج خارج کا دھونا فرض ہوگا۔(٢)اس حدیث میں بھی ہے۔**اخبرنا ابن عباس عن خالته ميمونة ....ثم صب على فرجه فغسل فرجه بشماله ، ثم ضرب بيده الارض فغسلها** ۔(ابوداود شریف، باب فی الغسل من الجنابۃ ،ص ۴۵،نمبر ۲۴۵ ر ترمذی شریف، باب ماجاء فی الغسل من الجنابۃ ،ص ۲۸،نمبر ۱۰۳)اس حدیث میں بھی ہے کہ آپؐ فرج دھویا کرتے تھے۔

﴿فصل:(غسل کی سنتوں کا بیان)﴾

﴿غسل کی ۱۲ سنتیں،ایک نظر میں ﴾

١:......شروع میں بسم اللہ پڑھنا۔

٢:......نیت کرنا۔

٣:......دونوں ہاتھ دونوں پہونچوں تک دھونا۔

۴:......بدن پر لگی ہوئی نجاست کا دھونا۔

۵:......اپنی شرمگاہ دھونا۔

٦:......پھر نماز کے وضو کی طرح وضو کرنا،پس ہر ایک اعضاء کو تین تین مرتبہ دھوئے،اور ایک مرتبہ مسح کرے۔

(۱۷۲)الابتداء بالتسمية والنية وغسل اليدين الى الرسغين (۱۷۳) وغسل نجاسة لو كانت

۷:......تمام بدن پر تین بار پانی بہانا۔

۸:......پہلے سر پر پانی ڈالنا۔

۹:......پھر سیدھے شانے کو۔

۱۰:......پھر بائیں کو دھونا۔

۱۱:......بدن کا ملنا۔

۱۲:......پے در پے دھونا۔

☆☆☆

ترجمہ : (۱۷۲) غسل میں بارہ چیزیں سنت ہیں۔[۱] شروع میں بسم اللہ پڑھنا۔[۲] نیت کرنا۔[۳] دونوں ہاتھ دونوں پہونچوں تک دھونا۔

تشریح : غسل سے پہلے وضو کرنا سنت ہے،اور وضو میں بسم اللہ پڑھنا اور نیت کرنا سنت ہے اسی طرح دونوں ہاتھوں کو پہونچوں تک دھونا سنت ہے اس لئے غسل میں بھی یہ سنت ہیں۔ان سنتوں کی دلیل،فصل:یسن فی الوضوء ثمانیۃ عشر شیئا،مسئلہ نمبر ۸۴ سے مسئلہ نمبر ۱۰۰ تک میں دیکھیں۔

ترجمہ : (۱۷۳) [۴] نجاست کا دھونا اگر بدن پر الگ سے لگی ہوئی ہو۔[۵] اپنی شرمگاہ دھونا۔

تشریح : اپنی شرمگاہ دھونا سنت ہے،اور اس کے علاوہ بدن کے کسی حصے پر نجاست لگی ہو تو غسل سے پہلے اس کو دھونا بھی سنت ہے،تا کہ یہ نجاست غسل کے درمیان جسم پر نہ پھیلے۔

وجه : (۱) قالت عائشة كان رسول الله ﷺ اذا اغتسل بدأ بيمينه فصب عليها من الماء فغسلها ثم صب الماء على الاذى الذى به بيمينه و غسل عنه بشماله حتى اذا فرغ من ذالک صب على رأسه ۔(مسلم شریف،باب القدر المستحب من الماء فی غسل الجنابۃ،الخ۔ص۱۴۴،نمبر ۳۲۱/۷۲۹)اس حدیث میں ہے کہ جہاں پر نجاست ہو اس کو بھی دھوتے تھے۔(۲) فرج دھونا مستقل سنت ہے اس کے لئے اور باقی سنتوں کے لئے یہ حدیث ہے۔ حدثتنی خالتی ميمونة قالت : ادنيت لرسول الله ﷺ غسله من الجنابة،فغسل كفيه مرتين او ثلاثاً،ثم ادخل يده فى الاناء،ثم افرغ به على فرجه،و غسله بشماله،ثم ضرب بشماله الارض،فدلكها دلكاً شديدا، ثم توضأ وضوئه للصلاة ثم افرغ على رأسه ثلاث حفنات ملء كفه،ثم غسل سائر جسده،ثم تنحى عن مقامه ذالک

بانفرادها وغسل فرجه (۱۷۴) ثم یتوضأ کوضوئه للصلوة فیثلّث الغسل ویمسح الرأس ولکنه یؤخّر غسل الرجلین ان کان یقف فی محل یجتمع فیه الماء (۱۷۵) ثم یفیض الماء علی بدنه ثلاثا ولو انغمس فی الماء الجاری او ما فی حکمه ومکث فقد اکمل السنة (۱۷۶) ویبتدئ فی صبّ

فغسل رجلیه ،ثم اتیته بالمندیل فرده (مسلم شریف، باب صفۃ غسل الجنابۃ ،ص۱۴۲،نمبر۷۲۲/۳۱۷ربخاری شریف، باب الغسل مرۃ واحدۃ ،ص۳۹ ،نمبر۲۵۷/ابو داود شریف، باب فی الغسل من الجنابۃ ،ص۴۵ ،نمبر۲۴۵/ترمذی شریف، باب ما جاء فی الغسل من الجنابۃ ،ص۲۸،نمبر۱۰۳)اس حدیث سے ترتیب کے ساتھ سنتیں ثابت ہوئی ہیں۔

لغت : لوکانت بانفرادھا: کا مطلب یہ ہے کہ شرمگاہ کے علاوہ کسی جگہ پر الگ سے نجاست لگی ہو تو اس کو دھونا الگ سنت ہے۔

ترجمہ : (۱۷۴) [۶] پھر نماز کے وضو کی طرح وضو کرنا، پس ہر ایک اعضاء کو تین تین مرتبہ دھوئے ،اور ایک مرتبہ مسح کرے، اگر پانی جمع ہونے کی جگہ پر غسل کرتا ہو تو دونوں پاؤں غسل کے بعد دھوئے۔

تشریح : اوپر کی حدیث میں موجود ہے کہ حضور غسل سے پہلے نماز کی طرح وضو فرماتے ،اور یہ بھی ہے کہ پاؤں کے پاس پانی جمع تھا اس لئے وہاں سے ہٹنے کے بعد پاؤں دھویا تا کہ پاؤں دوبارہ نجس نہ ہو جائے۔

ترجمہ : (۱۷۵) [۷] تمام بدن پر تین بار پانی بہانا۔اور اگر جاری پانی میں، یا جو جاری پانی کے حکم میں ہے غوطہ لگا کر ٹھہرا رہا تو سنت پوری ہو جائے گی۔

تشریح : وضو میں تین مرتبہ پانی بہانا سنت ہے اس لئے غسل میں بھی تین مرتبہ پانی بہانا سنت ہوگا۔اور تالاب میں غوطہ لگایا ہو تو تھوڑی دیر غوطہ لگائے رکھنے سے تین مرتبہ کی سنت ادا ہو جائے گی۔

وجہ : (۱) اس حدیث میں ہے کہ ہر عضو کو تین تین مرتبہ دھوئے ،اور پورے سر پر مسح کرے۔ان حمران مولی عثمان اخبره انه رأی عثمان بن عفان دعا باناء ،فافرغ علی کفیه ثلاث مرار فغسلهما ،ثم ادخل یمینه فی الاناء فمضمض و استنثر ثم غسل وجهه ثلاثا و یدیه الی المرفقین ثلاث مرار ،ثم مسح برأسه ،ثم غسل رجلیه ثلاث مرار الی الکعبین ،ثم قال : قال رسول الله ﷺ : من توضأ نحو وضوئی هذا ثم صلی رکعتین لایحدث فیهما نفسه غفر له ما تقدم من ذنبه ۔(بخاری شریف، باب الوضوء ثلاثا ثلاثا ،ص۳۲،نمبر۱۵۹/ابو داود شریف ،باب صفۃ وضوء النبی ﷺ ،ص۲۶،نمبر۱۰۸) یہ حدیث وضو کے بارے میں ہے،اس پر قیاس کرتے ہوئے غسل میں بھی تین مرتبہ دھونا سنت ہے۔

لغت : یفیض: فاض سے مشتق ہے ،بہایا۔انغمس: غمس سے مشتق ہے،غوطہ لگایا، ڈوبا۔مکث: ٹھہرا رہا۔

الماء برأسه ويغسل بعدها منكبه الأيمن ثم الأيسر (۱۷۷)ويدلک جسده ويوالی غسله.

﴿فصل : ﴾

(۱۷۸) وآداب الاغتسال هی آداب الوضوء الا انه لا يستقبل القبلة لانه يكون غالبا مع كشف العورة وكُره فيه ما كُره فی الوضوء.

ترجمه : (۱۷۶) [۸] پہلے سر پر پانی ڈالنا۔[۹] پھر سیدھے شانے کو۔[۱۰] پھر بائیں کو دھونا۔[سنت ہے]

وجه : عن عائشة قالت كان رسول الله ﷺ اذا اغتسل من الجنابة دعا بشیء من نحو الحلاب فاخذ بكفيه فبدأ بشق راسه الايمن ثم الايسر ثم اخذ بكفيه فقال بهما على رأسه۔(ابوداود شریف، باب فی الغسل من الجنابۃ، ص ۴۵، نمبر ۲۴۰) اس حدیث میں ہے کہ پہلے سر پر پانی ڈالے، اور یہ بھی ہے کہ دائیں جانب پہلے کرے اور بائیں جانب بعد میں کرے۔

ترجمه : (۱۷۷) [۱۱] بدن کا ملنا۔[۱۲] پے در پے دھونا۔[سنت ہے۔

وجه : اس حدیث میں ہے کہ بدن کو رگڑے تا کہ ہر جگہ پانی پہنچ جائے۔عن عائشة ان اسماء سألت النبی ﷺعن غسل المحيض ؟...ثم تصب على رأسها فتدلكه دلكا شديدا حتى تبلغ شؤن رأسها (مسلم شریف، باب استعمال المغتسلۃ من الحیض فرصۃ من مسک فی موضع الدم، ص ۱۴۷، نمبر ۳۳۲/۷۵۰)اس حدیث میں ہے کہ بدن کو رگڑے۔اور ثم تصب علی راسھا، سے پتہ چلا کہ غسل پے در پے کرے۔

﴿فصل:(غسل کے آداب ومکروہات کے بیان میں)﴾

ترجمه : (۱۷۸) جو غسل کے آداب ہیں وہی غسل کے آداب ہیں، لیکن قبلے کا استقبال نہ کرے، اس لئے اکثر کھلے ستر کے ساتھ غسل کرتے ہیں، اور غسل میں وہی باتیں مکروہ ہیں جو وضو میں مکروہ ہیں۔

تشریح : جتنی باتیں وضو میں ادب کی ہیں وہ تمام باتیں غسل میں بھی آداب ہیں۔اور جتنی باتیں وضو میں مکروہ ہیں وہ سب باتیں غسل میں مکروہ ہیں۔صرف اس بات میں فرق ہے کہ وضو قبلہ رخ کر کے کرنا ادب ہے، جبکہ قبلہ رخ کر کے غسل کرنا ادب کے خلاف ہے، کیونکہ عام طور پر برہنہ ہو کر غسل کرتے ہیں اور ستر کھلے ہوئے ہونے کی حالت میں قبلہ رخ کرنا اچھا نہیں ہے۔ آداب وضو، فصل من آداب الوضوء، مسئلہ نمبر ۱۰۱ سے مسئلہ نمبر ۱۱۳ تک میں دیکھیں۔

﴿فصل : (یسن الاغتسال لاربعة اشیاء. ﴾

(۱۷۹) صلوة الجمعة وصلوة العیدین وللاحرام وللحاج فی عرفة بعد الزوال.

﴿فصل:(مسنون ومستحب غسل کے بیان میں ﴾

﴿غسل چار چیزوں کے لئے سنت ہے:ایک نظر میں ﴾

۱:......نماز جمعہ۔

۲:......صلوۃ عیدین۔

۳:......احرام۔

۴:......عرفہ میں بعد زوال کے حاجی کے لئے۔

☆☆☆

ترجمہ : (۱۷۹) [۱] نماز جمعہ۔[۲] عیدین کی نماز کے لئے۔[غسل کرنا سنت ہے] [۳]احرام، کے لئے [۴]اور عرفہ میں زوال کے بعد حاجی کے لئے۔

تشریح : ان مقامات پر اجتماعیت ہوتی ہے اس لئے ان میں صاف ستھرا ہو کر جانا چاہئے اس لئے جمعہ کی نماز اور عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز کے لئے غسل کرنا سنت ہے۔اور احرام باندھنے کے لئے ،اور جو حج کا احرام باندھے ہوا ہو مقام عرفات میں زوال کے بعد اس کے لئے بھی غسل کرنا سنت ہے۔

وجہ : (۱) ان میں اجتماعیت ہوتی ہے اس لئے ان میں صاف ستھرا ہو کر جانا چاہئے اس لئے جمعہ کی نماز اور عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز کے لئے غسل کرنا سنت ہے۔(۲)اس حدیث میں ہے۔ **عن ابی سعید الخدریؓ ان رسول اللہ ﷺ قال الغسل یوم الجمعة واجب علی کل محتلم** (مسلم شریف، باب وجوب غسل الجمعة ،ص ۳۴۱،نمبر ۸۴۶/۱۹۵۷/ابوداؤد شریف، باب فی الغسل یوم الجمعة ،ص ۶۲،نمبر ۳۴۱) اس حدیث میں ہے کہ ہر بالغ پر جمعہ کا غسل واجب ہے،اس سے سنت ہونے کی تاکید ہے۔(۳)اور عیدین کے لئے غسل کی دلیل یہ حدیث ہے۔**عن ابن عباس قال : کان رسول اللہ ﷺ یغتسل یوم الفطر و یوم الاضحی** ۔(ابن ماجہ ،باب ماجاء فی الاغتسال فی العیدین،ص ۱۸۶،نمبر ۱۳۱۵)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عیدین میں غسل کرنا سنت ہے۔

﴿ ويندب الاغتسال فی ستة عشر شيئا. ﴾

وجه : (۱) عن جده الفاكه بن سعد ،و كانت له صحبة ان رسول الله ﷺ كان يغتسل يوم الفطر ،و يوم النحر ،و ويوم عرفة ،و كان الفاكه يأمر اهله بالغسل فی هذه الايام ۔(ابن ماجہ باب، ماجاء فی الاغتسال فی العیدین ص۱۸۶، نمبر۱۳۱۶)اس حدیث میں ہے کہ عرفہ یعنی ذی الحجہ کی نویں تاریخ کو آپ غسل فرماتے تھے ۔(۲)اورزوال کے بعد غسل کرے اس کے لئے یہ اثر ہے ۔ عن ابراهيم قال امض الى عرفات فاذا كان عند زوال الشمس فاغتسل ان وجدت ماء و الا فتوضأ ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ، باب ماذکر فی الغسل یوم عرفۃ فی الحج، ج ثالث، ص۴۰۴، نمبر۱۵۵۵۸)اس قول تابعی میں ہے کہ عرفہ کے دن زوال کے بعد غسل مستحب ہے ۔(۳) احرام کے لئے غسل فرماتے تھے اسکی دلیل یہ حدیث ہے ۔ عن خارجة بن زيد بن ثابت عن ابيه : انه رأى النبی ﷺ تجرد لاهلاله و اغتسل ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی الاغتسال عند الاحرام، ص۱۷۱، نمبر۸۳۰/مسلم شریف، باب صحۃ احرام النفساء واستحباب اغتسالھا للاحرام، ص۳۸۵، نمبر۱۲۰۹/۲۹۰۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ احرام کے لئے غسل کرنا سنت ہے ۔

﴿۱۶۔ چیزوں کے لئے غسل مستحب ہے، ایک نظر میں ﴾

۱:......جو پاک آدمی مسلمان ہو ۔

۲:......جو عمر کے حساب سے بالغ ہو ۔

۳:......جو جنون سے ہشیار ہو ۔

۴:......سینگی کے بعد ۔

۵:......میت کو غسل دینے کے بعد ۔

۶:......شب برأت میں ۔

۷:......لیلۃ القدر میں، جب معلوم ہو،

۸:......مدینہ طیبہ میں داخل ہونے کے لئے ۔

۹:......یوم نحر کی صبح کو مزدلفہ میں ٹھہرنے کے لئے ۔

۱۰:......مکہ معظّمہ میں داخل ہونے کے لئے ۔

۱۱:......طواف زیارت کے لئے ۔

(۱۸۰) لمن اسلم طاهرا (۱۸۱) ولمن بلغ بالسنّ ولمن افاق من جنون (۱۸۲) وعند حجامة و

۱۲:......سورج گہن (یا چاند گہن) کی نماز کے لئے۔

۱۳:......صلوۃ استسقاء کے لئے۔

۱۴:......کسی خوف دار شئی۔

۱۵:......دن کی تاریکی۔

۱۶:......سخت آندھی کے لئے۔

☆☆☆

ضروری نوٹ : نیچے کے کام کچھ اہم ہیں، اور کچھ عبادتیں ہیں اس لئے انکے لئے غسل سنت تو نہیں ہے، لیکن مستحب ہے، کر لے تو اچھا ہے اور نہ کرے تب بھی کوئی حرج نہیں ہے، اسی لئے بہت سے کام کے لئے غسل کرنے کی حدیث یا قول صحابی نہیں ملا۔

ترجمہ : (۱۸۰) غسل سولہ چیزوں میں مستحب ہے۔[۱] جو پاک آدمی مسلمان ہو۔

تشریح : جو کافر جنابت کی حالت میں مسلمان ہوا تو اس پر جنابت دور کرنے کے لئے غسل کرنا فرض ہے، لیکن جو پاک ہونے کی حالت میں مسلمان ہوا ہے تو اس پر غسل فرض نہیں ہے، بلکہ مستحب ہے۔

وجہ : ۔ انه سمع ابا هريرة .....فقال اطلقو ثمامة فانطلق الى نخل قريب من المسجد فاغتسل ثم دخل المسجد فقال اشهد ان لا اله الا الله و ان محمدا رسول الله۔ (بخاری شریف، باب الاغتسال اذا اسلم وربط الاسیر ایضا فی المسجد، ص ۸۰، نمبر ۴۶۲) اس حدیث میں ہے کہ اسلام لانے کے لئے غسل فرمایا۔

ترجمہ : (۱۸۱) [۲] جو عمر کے حساب سے بالغ ہو۔[۳] جو جنون سے ہشیار ہو۔

تشریح : جو منی نکلنے سے بالغ ہوا، یا جماع سے بالغ ہوا تو اس پر جنابت کا غسل فرض ہے، لیکن جس کی منی نکلی ہی نہیں اور پندرہ سال کی عمر ہوئی جس کی بنا پر بالغ شمار کیا گیا تو اس کے لئے مستحب ہے کہ غسل کر لے۔۔حدیث نہیں ملی۔

جنون طاری ہوا اس کے بعد ہوش میں آئے تو بہتر یہ ہے کہ غسل کرے۔

وجہ : قال دخلت على عائشة فقلت : الا تحدثينى عن مرض رسول الله ﷺ .....قالت ففعلنا ،فاغتسل فذهب لينوء فأغمى عليه ثم افاق فقال ﷺ :أصلى الناس ؟ قلنا : لا هم ينتظرونک يا رسول الله قال ضعوا لى ماءً فى المخضب قالت فقعد فاغتسل ثم ذهب لينوء فأغمى عليه ثم افاق . فقال ﷺ :أصلى الناس ؟ قلنا : لا هم ينتظرونک يا رسول الله قال ضعوا لى ماءً فى المخضب فقعد فاغتسل ثم

غسل ميت و (۱۸۳) فی ليلة براء ة و ليلة القدر اذا رآها (۱۸۴) ولدخول مدينة النبی صلی الله عليه وسلم وللوقوف بمزدلفة غداة يوم النحر وعند دخول مكة ولطواف الزيارة

ذهب لينوء فأغمی عليه ثم افا ق فقال :أصلی الناس ؟ قلنا : لا هم ينتظرونک يا رسول الله. (بخاری شریف ،باب انما جعل الامام لیؤتم بہ،ص۱۱۲،نمبر ۶۸۷ رمسلم شریف ،باب استخلاف الامام اذا عرض لہ عذر،ص ۱۷۶،نمبر ۹۳۶/۴۱۸) اس حدیث میں بیہوشی سے افاقہ ہونے کے بعد آپؐ نے غسل کیا جس سے معلوم ہوا کہ جنون سے ہوش میں آنے کے بعد غسل کرنا مستحب ہے۔(۲) ایک اثر میں بھی اسکا ثبوت ہے۔عن الحسن قال اذا افاق المجنون اغتسل . (مصنف عبدالرزاق باب النوم فی الصلاۃ والمجنون اذا اعقل، ج اول ،ص ۱۰۰،نمبر ۴۹۴) اس اثر سے بھی معلوم ہوا کہ جنونیت سے ہوش آنے کے بعد غسل کرے۔

ترجمہ : (۱۸۲) [۴] پچھنا لگوانے کے بعد [۵] میت کو غسل دینے کے بعد [غسل کرے]

تشریح : پچھنا لگوانے سے بدن سے خون نکلتا ہے تو ہوسکتا ہے کہ بدن پر خون لگ گیا ہو اس لئے غسل کرنا مستحب ہے۔اور میت کو غسل دینے کے بعد بھی ہوسکتا ہے کہ اس کا چھینٹا بدن کو لگا ہو اس لئے بھی غسل مستحب ہے۔

وجہ : (۱) اس حدیث میں ثبوت ہے۔عن عائشة انها حدثته ان النبی ﷺ کا ن يغتسل من اربع ، من الجنابة و يوم الجمعة و من الحجامة ، و غسل الميت (ابوداود شریف ،باب فی الغسل من غسل المیت،ص ۴۶۲،نمبر ۳۱۶۰) اس حدیث میں ہے کہ حجامت سے اور میت کے غسل دینے سے غسل کرے۔(۲) عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ قال من غسل ا لميت فليغتسل ، و من حمله فليتوضأ ۔ (ابوداود شریف ،باب فی الغسل من غسل المیت،ص ۴۶۲،نمبر ۳۱۶۱/ ترمذی شریف ،باب ماجاء فی الغسل من غسل المیت،ص ۲۴۱،نمبر ۹۹۳) اس حدیث میں ہے کہ میت کے غسل دینے سے غسل کرے

ترجمہ : (۱۸۳) [۶] شب برأت میں۔[۷] لیلۃ القدر میں ،جب معلوم ہوجائے۔

تشریح : شب برأت [جو پندرویں شعبان کو ہوتی ہے] میں غسل کرنا مستحب ہے،اسی طرح اگر معلوم ہوجائے کہ آج لیلۃ القدر ہے تو اس رات کو غسل کرنا مستحب ہے۔

ترجمہ : (۱۸۴) [۸] مدینہ طیبہ میں داخل ہونے کے لئے۔[۹] یوم نحر کی صبح کو مزدلفہ میں ٹھہرنے کے لئے۔[۱۰] مکہ معظّمہ میں داخل ہونے کے لئے۔[۱۱] طواف زیارت کے لئے۔[غسل کرنا مستحب ہے]

تشریح : یہ سب مقامات اہم ہیں اس لئے انکے لئے غسل کرنا مستحب ہے۔

وجہ : (۱) مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے لئے غسل کرے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔اسی پر سب کو قیاس کرلیں۔ کان ابن

(۱۸۵) ولصلوۃ کسوف واستسقاء وفزع و ظلمة وريح شديدة.

﴿باب التیمم﴾

عمرؓ اذا دخل ادنی الحرم امسک عن التلبية ثم يبيت بذی طوی ثم يصلی به الصبح و يغتسل و يحدث ان النبی ﷺ كان يفعل ذالك ۔(بخاری شریف، باب الاغتسال عند دخول مکۃ،ص ۲۵۵،نمبر ۱۵۷۳ر ترمذی شریف، باب ما جاء فی الاغتسال لدخول مکۃ،ص ۲۱۱،نمبر ۸۵۲)(۲)عن ابن عمر قال اغتسل النبی ﷺ لدخول مكة بفخ ۔(ترمذی شریف، باب ما جاء فی الاغتسال لدخول مکۃ،ص ۲۱۱،نمبر ۸۵۲)اس حدیث میں ہے کہ مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے لئے غسل کرے

ترجمہ : (۱۸۵) [۱۲]سورج گہن (یا چاند گہن) کی نماز کے لئے۔[۱۳] صلوۃ استسقاء کے لئے۔[۱۴] کسی خوف دار شئی۔[۱۵]دن کی تاریکی۔[۱۶] سخت آندھی کے لئے۔

تشریح : سورج گرہن، چاند گرہن، اللہ کی بہت بڑی نشانی کی چیز ہے اس لئے اس کے لئے بھی غسل کرنا چاہئے۔ استسقاء کی نماز، کسی خوف دار چیز، دن کی تاریکی، اور سخت آندھی یہ عذاب کی چیز ہے اس لئے اس کے لئے بھی غسل کرنا چاہئے۔۔حدیث نہیں ملی۔

﴿باب : تیمّم کے بیان میں﴾

ضروری نوٹ: التیمم : تیمّم کے معنی ارادہ کرنے کے ہیں۔اور شریعت میں حدث سے پاک ہونے کے لئے مٹی کا ارادہ کرنے کو تیمّم کہتے ہیں۔اس کی دلیل یہ آیت ہے۔ و ان كنتم جنبا فاطهروا و ان كنتم مرضى أو على سفر أو جاء أحد منكم من الغائط او لٰمستم النساء فلم تجدو ماء فتيمموا صعيدا طيبا فامسحوا بوجوهكم وايديكم منه ما يريد الله ليجعل عليكم من حرج و لكن يريد ليطهر كم و ليتم نعمته عليكم لعلكم تشكرون ۔(آیت ۶ سورۃ المائدۃ ۵)اس آیت میں ہے کہ پانی پر قدرت نہ ہو تو تیمّم کرے۔اس حدیث میں بھی تیمّم کا ثبوت ہے۔عن ابی ذر...قال رسول الله ﷺ الصعيد الطيب وضوء المسلم ولو الى عشر سنين (ابوداؤد شریف، باب الجنب یتیمم ،ص ۶۰،نمبر ۳۳۲ر ترمذی شریف، باب ما جاء فی التیمم للجنب اذا لم یجد الماء،ص ۳۳،نمبر ۱۲۴) اس حدیث میں ہے کہ پانی نہ ملے تو دس سال تک جنبی تیمّم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے۔

(۱۸٦) یصح بشروط ثمانیة. (۱۸۷) الاول النیة و حقیقتها عقد القلب علی الفعل ووقتها عند

﴿تیمّم صحیح ہونے کی ۸۔شرطیں ایک نظر میں﴾

[ا] نیت ہو۔

[۲] تیمّم کودرست کرنے والا عذر ہو۔مثلا پانی سے دور ہو

[۳] تیمّم زمین کی جنس سے پاک چیز پر ہو۔

[۴] تمام جگہ پر مسح ہو۔

[۵] پورے ہاتھ یا اکثر ہاتھ سے ہاتھ اور چہرے پر مسح کرنا چاہئے۔

[٦] ہتھیلی سے دوضربہ مارے۔

[۷] تیمّم کے وقت اس کے منافی ،مثلا حیض ،نفاس نہ ہو۔

[۸] مسح کا مانع مثلا چربی وغیرہ ہاتھ ،اور چہرے پر نہ ہو۔

☆☆☆

ترجمہ : (۱۸٦) تیمّم آٹھ شرطوں سے صحیح ہے۔

تشریح : تیمّم میں پانی کی طرح صفائی نہیں ہے، بلکہ چہرے کواور ملوث کرنا ہے،تاہم وضوکا خلیفہ ہے۔اس لئے آٹھ شرطیں پائی جائیں تو تیمّم ہوگا،اور نہ پائی جائیں تو تیمّم نہیں ہوگا۔آٹھوں شرطوں کی تفصیل اور دلیل آگے آرہی ہے۔

ترجمہ : (۱۸۷) [ا] پہلی نیت،اور نیت کا معنی ہے کام پر دل کولگا دینا۔اور نیت کرنے کا وقت تیمّم کرنے کی چیز پر اپنے ہاتھ کو مارنے کے وقت نیت کرے۔

تشریح : تیمّم کی آٹھ شرطوں میں سے پہلی شرط نیت کرنا ہے۔یعنی تیمّم کی نیت کر کے مٹی پر ہاتھ مارے گا تو تیمّم ہوگا،اور اگر بغیر نیت کے دوضربہ مارے تو تیمّم نہیں ہوگا۔آگے نیت کا مطلب بتا رہے ہیں کہ کسی کام کے کرنے کو دل سے ارادہ کرنے کا نام نیت ، ہے،اور جس وقت مٹی پر ہاتھ مار رہا ہو اس وقت نیت کرنے کا وقت ہے،اس کے بعد نیت کرے گا تو تیمّم کی نیت نہیں ہوگی ،اور نہ تیمّم ہوگا۔

وجہ : (ا) تیمّم کا معنی ہی ارادہ کرنا ہے اس لئے نیت کئے بغیر تیمّم نہیں ہوگا۔(۲) آیت میں ہے فلم تجدو ماء فتیمموا صعیدا طیبا ۔(آیت ٦ سورۃ المائدۃ ۵) کہ پاک مٹی کا ارادہ کرو،اس لئے تیمّم میں نیت کرنا پہلی شرط ہے۔

ترجمہ : (۱۸۸) اور نیت صحیح ہونے کے لئے تین شرطیں ہیں۔[ا] مسلمان ہونا [۲] بالغ ہونا۔[۳] نیت کی سمجھ ہونا۔

ضرب یدہ علی ما یتیمم بہ. (۱۸۸) وشروط صحۃ النیۃ ثلاثۃ. الاسلام والتمیز والعلم بما ینویہ .(۱۸۹) ویشترط لصحۃ نیۃ التیمم للصلوۃ بہ احد ثلاثۃ اشیاء.اِمّا نیۃ الطھارۃ او استباحۃ الصلوۃ او نیۃ عبادۃ مقصودۃ لا تصح بدون طھارۃ (۱۹۰) .فلا یصلی بہ اذا نوی التیمم فقط او نواہ لقراءۃ

تشریح : نیت کرنے والے میں تین شرطیں ہوں تب تیمّم کی نیت صحیح ہوگی۔[۱]مسلمان ہونا[۲] بالغ ہونا۔[۳] نیت کی سمجھ ہونا۔اگران میں سے کوئی ایک نہ ہوتو تیمّم نہیں ہوگا۔

وجہ :(۱)مسلمان نہ ہوتو کافر کے لئے نہ نماز ہےاورنہ اس کا تیمّم صحیح ہوگا۔اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ عن ابی ذر...قال رسول اللہ ﷺ الصعید الطیب وضوء المسلم ولو الی عشر سنین (ابوداؤدشریف،باب الجنب یتیمم، ص۶۰،نمبر۳۳۲رترمذی شریف،باب ماجاء فی التیمم للجنب اذالم یجد الماء،ص۳۳،نمبر۱۲۴) اس حدیث میں ہے مسلمان کا وضو ہو، جس سے پتہ چلا کہ تیمّم کے لئے مسلمان ہو۔اور نابالغ ہوگا تو اس کے تیمّم کا اعتبار نہیں ہے،اور تیمّم کے مسئلے کا علم ہی نہ ہوتو نیت کیسے کرے گااس لئے تیمّم کی سمجھ بھی ہونی چاہئے۔(۲) اس قول تابعی میں ہے۔قال سفیان اذا علمت الرجل التیمم فلا یجزیک ذالک التیمم ان تصلی بہ الا ان نویت بہ انک تیمم لنفسک و اذا علمتھالوضوء اجزاک ۔(مصنف عبدالرزاق،باب الرجل یعلم التیمم أیجزیہ،ج اول،ص۱۸۰،نمبر۸۹۵)اس اثر میں ہے کہ تیمّم کر رہا ہوں اس کا علم ہو۔

لغت : تمیز: بالغ ہو،اتنا ہوش ہو کہ تیمّم کیا چیز ہے۔العلم بما ینوی۔یہ معلوم ہو کہ تیمّم کیا چیز ہے،اوراس سے نماز جائز ہوتی ہے

ترجمہ :(۱۸۹) اورتیمّم سے نماز پڑھنے کے لئے نیت صحیح ہونے کی تین چیزوں میں ایک شرط ہے:[۱] یاپاک ہونے کی نیت ہو۔[۲]یانماز درست ہونے کی نیت ہو۔[۳]یاکوئی ایسی عبادتِ مقصودہ کی نیت ہو جو بلاطہارت صحیح نہ ہوتی ہو۔

تشریح : جس تیمّم سے نماز پڑھ سکتا ہو،اس کی تین صورتیں بیان کررہے ہیں،ان تینوں میں سے کوئی ایک نیت ہوتواس تیمّم سے نماز پڑھ سکتا ہے،اوران تینوں میں سے کوئی ایک نیت نہ ہوتواس تیمّم سے نماز نہیں پڑھ سکتا ہے۔ [۱] پاکی حاصل کرنے کی نیت ہوتو اس سے نماز پڑھ سکتا ہے۔[۲] نماز پڑھنے کی نیت سے تیمّم کرے،[۳] کوئی ایسی عبادت مقصودہ کے لئے تیمّم کی نیت کرے جو بغیر طہارت کے ادا نہ ہوتی ہو، جیسے طواف کے لئے تیمّم کرے، یا سجدہ تلاوت کرنے کی نیت سے تیمّم کرے تو اس تیمّم سے نماز پڑھ سکتا ہے،اورقرآن پاک زبانی پڑھنے کے لئے تیمّم کرےتواس تیمّم سے نماز نہیں پڑھ سکتا ہے، کیونکہ زبانی قرآن بغیر وضو کے بھی پڑھ سکتا ہے۔

ترجمہ :(۱۹۰) اس لئے اگرصرف تیمّم کی نیت کی ہوتواس سے نماز نہیں پڑھ سکتا،یاقرآن کے پڑھنے کی نیت کی ہواوروہ جنبی نہ ہوتو[اس تیمّم سے نماز نہیں پڑھ سکتا]

القرآن ولم يكن جنبا. (۱۹۱) الثانى العذر المبيح للتيمم (۱۹۲) كبعده ميلا عن ماء ولو فى المصر

تشریح : عبادہ مقصودہ کے لئے تیمّم نہیں کیا، اور نہ مطلقا پاک ہونے کے لئے تیمّم کیا، بلکہ صرف تیمّم کی نیت کی، یا زبانی قرآن پڑھنے کے لئے تیمّم کیا اور وہ پہلے سے جنبی نہیں تھا تو اس تیمّم سے نماز نہیں پڑھ سکتا ہے، کیونکہ مطلق تیمّم ہلکا تیمّم ہوتا ہے جو نماز کے لئے کافی نہیں، اسی طرح قرآن کریم بغیر وضو کے بھی پڑھ سکتا ہے اس لئے اس کے لئے تیمّم کرنا ہلکا تیمّم ہے اس لئے اس تیمّم سے نماز نہیں پڑھ سکتا ہے۔ ہاں جنبی تھا اور جنابت دور کرنے کے لئے غسل کا تیمّم کیا تو اہم تیمّم ہوا اس لئے اس تیمّم سے نماز پڑھ سکتا ہے۔

وجہ : اس حدیث میں حضور ﷺ نے سلام کا جواب دینے کے لئے تیمّم کیا۔ **عن ابن عمرؓ قال مر رجل على النبى ﷺ و هو يبول فسلم عليه فلم يرد عليه قال ابو داود : روى عن ابن عمر و غيره ان النبى ﷺ تيمم ثم رد على الرجل السلام** ۔ (ابو داود شریف، باب فی الرجل یرد السلام وھو یبول؟ ص ۱۴، نمبر ۱۶) سلام کے جواب کے لئے وضو کرنا ضروری نہیں ہے اس لئے یہ تیمّم ہلکے درجے کا ہوا۔

اصول : نماز کے لئے اہم تیمّم ہونا چاہئے، ہلکے تیمّم سے نماز نہیں ہوگی۔

لغت : تیمّم کی تین قسمیں ہیں [۱] عبادہ مقصودہ کے لئے تیمّم [۲] غسل کیلئے تیمّم [۳] عبادہ غیر مقصودہ کے لئے تیمّم، جو ہلکا ہوتا ہے

ترجمہ : (۱۹۱) [۲] دوسری شرط تیمّم کو درست کرنے والا عذر ہو۔

تشریح : تیمّم جائز ہونے کے لئے دوسری شرط یہ ہے کہ ایسا عذر ہو جس سے پانی استعمال کرنے پر قادر نہ ہو۔ چاہے پانی سے دوری کی وجہ سے، چاہے مرض کی وجہ سے،، یا پانی اتنا کم ہے کہ اگر اس کو استعمال کرے گا تو پیاسا مر جائے گا۔ تب تیمّم جائز ہوگا۔ مصنف نے اس کے لئے ۹ **مثالیں** دی ہیں۔

وجہ : (۱) اس آیت میں ہے کہ پانی نہ پاتا ہو تب تیمّم کرے۔ **فلم تجدوا ماء فتيمموا صعيدا طيبا فامسحوا بوجوهكم وايديكم** .. (آیت ۴۳ سورۃ النساء ۴) (۲) اس حدیث میں بھی ہے۔ **عن ابى ذر عن النبى ﷺ قال : الصعيد الطيب طهور ما لم يوجد الماء و لو الى عشر حجج ، فاذا وجدت الماء فأمسه بشرتك** ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، ۱۹۱ الرجل یجنب ولیس یقدر علی الماء، ج اول، ص ۱۴۴، نمبر ۱۶۶۱) اس حدیث میں ہے کہ پانی نہ ملے تو تیمّم کرے۔

ترجمہ : (۱۹۲) [۱] جیسے پانی سے ایک میل دور ہو، چاہے شہر ہی میں کیوں نہ ہو۔

تشریح : پانی ایک میل دوری پر ہو تو گویا کہ اس نے پانی نہیں پایا اس لئے اس کو تیمّم کر کے نماز پڑھنے کی اجازت ہے۔ آدمی آبادی میں ہے جسکو مصر کہتے ہیں، لیکن ایک میل دوری پر پانی ہے تب بھی تیمّم کی اجازت ہوگی۔

وجہ : (۱) تیمّم کی آیت میں یہ ہے کہ تیمّم اس لئے جائز قرار دیا تا کہ عبادت کرنے میں حرج نہ ہو، اور ایک میل جانے میں حرج

(۱۹۳) وحصول مرض وبرد یخاف منه التلف او المرض

ہےاس لئے پانی ایک میل دور ہوتو تیمّم جائز ہوگا۔آیت تیمّم کا آخری ٹکڑا یہ ہے ۔ما یرید الله لیجعل علیکم من حرج و لکن یرید لیطھر کم و لیتم نعمته علیکم لعلکم تشکرون ۔(آیت ۶ سورۃ المائدۃ ۵)اور ایک میل جانے میں حرج ہےاسلئے تیمّم کرے۔(۲) ایک میل دور ہونے کی دلیل ابن عمرؓ کا اثر ہے۔ عن نافع یتیمم ابن عمر علی رأس میل او میلین من المدینة فصلی العصر فقدم و الشمس مرتفعة. (دار قطنی ، باب فی بیان الموضع الذی یجوز التیمم فیہ وقدرہ من البلد وطلب الماء، ج اول،ص ۱۹۵،نمبر ۷۰۹) بخاری شریف میں ہے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے مربد الغنم میں تیمّم کیا اور نماز پڑھی ۔و أقبل ابن عمر من أرضه بالجرف فحضرت العصر بمربد الغنم فصلی ثم دخل المدینة و الشمس مرتفعة فلم یعد . (بخاری شریف، باب التیمم فی الحضر اذا لم یجد الماء، ج اول،ص ۴۸،نمبر ۳۳۷)اور مربد کے بارے میں دار قطنی میں ہے کہ وہ مدینہ سے تین میل پر ہے۔ان ابن عمرؓ تیمم بمربد النعم وصلی وھو علی ثلثة امیال من المدینة (دار قطنی ، باب فی بیان الموضع الذی یجوز التیمم فیہ، ج اول،ص ۱۹۵،نمبر ۷۰۷)ان آثار میں اگر چہ دو میل اور تین میل کا تذکرہ ہے لیکن احتیاط کے طور پر صرف ایک میل پر تیمّم کی اجازت دی گئی کیونکہ اس میں بھی حرج ہے۔

ترجمہ : (۱۹۳) [۲] یا ایسا بیمار،[۳] یا ٹھنڈ ہو جس سے ضائع ہونے یا زیادہ بیمار ہو جانے کا ڈر ہو۔

تشریح : بیمار ہو جس کی وجہ سے پانی استعمال نہ کرسکتا ہو یا پانی استعمال کرنے سے بیماری بڑھنے کا ڈر ہو تو تیمّم کرسکتا ہے۔ یا اتنا ٹھنڈ ہو کہ اگر پانی استعمال کرے گا تو مرجائے گا، یا بیمار ہو جائے گا تو تیمّم کرنے کی اجازت ہے۔کیونکہ اس میں حرج ہے۔

وجہ : (۱)اس حدیث میں ہے۔عن جابر قال خرجنا فی سفر فاصاب رجلا منا حجرا فشجه فی رأسه ثم احتلم فسأل اصحابه فقال هل تجدون لی رخصة فی التیمم ؟ قالوا ما نجد لک رخصة و انت تقدر علی الماء فاغتسل فمات فلما قدمنا علی النبی ﷺ اخبر بذالک فقال قتلوه قتلهم الله الا سألوا اذا لم یعلموا فانما شفاء العی السوال ، انما کان یکفیه ان یتیمم و یعصر او یعصب ـ شک موسی ـ علی جرحه خرقة ثم یمسح علیها و یغسل سائر جسده ۔(ابوداود شریف باب المجدور یتیمم ،ص ۶۱ ،نمبر ۳۳۶) اس حدیث میں ہے کہ جسکو جسم پر زخم ہوتو اس پر پٹی باندھ لے اور تیمّم کرلے۔ اور یہ بھی پتہ چلا کہ مرض بڑھنے کا خوف ہوتو تیمّم کرلے (۲) ٹھنڈک ہو اور پانی استعمال کرنا مشکل ہوتو تیمّم کرسکتا ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ یذکر ان عمر ابن العاص اجنب فی لیلة باردة فتیمم وتلا و لاتقلوا انفسکم ان الله کان بکم رحیما فذکر ذلک للنبی ﷺ فلم یعنف (بخاری شریف، باب اذا خاف الجنب علی نفسه المرض اوالموت اوخاف العطش یتیمم ، ج اول،ص ۶۰ ،نمبر ۳۴۵) (۳)اس حدیث میں بھی ہے۔عن عمر و ابن

(۱۹۴)وخوف عدو وعطش و احتیاج لعجن لا لطبخ مرق (۱۹۵) ولفقد آلة وخوف فوت صلوة

العاص قال : احتلمت فی لیلة باردة فی غزوة ذات السلاسل ، فاشفقت أن أغتسل فأ ھلک فتیممت ثم صلیت بأصحابی الصبح ، فذکروا ذالک لرسول الله ﷺ فقال یا عمرو ! صلیت بأصحابک و أنت جنب ؟ فأخبرته بالذی منعنی من الاغتسال و قلت انی سمعت الله یقول : و لا تقتلوا أنفسکم ان الله کان بکم رحیماً . (آیت ۲۹ سورة النساء ۴) فضحک رسول الله ﷺ ولم یقل شیئاً۔(ابوداود شریف باب اذا خاف الجنب البرد أیتیمم ؟ص۶۰،نمبر۳۳۴) اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ مرض بڑھنے کا خوف ہو تو تیمّم کر سکتا ہے۔

ترجمه : (۱۹۴)[۴] یا دشمن یا پیاس کا خوف ہو، یا آٹا گوندھنے کی حاجت ہو، شوربا پکانے کے لئے نہیں۔

تشریح : پانی تو ہے لیکن دشمن کا خوف ہے کہ پانی لینے جائے گا تو دشمن حملہ آور ہوگا، یا پانی تھوڑا ہے، اور خطرہ ہے کہ وضو میں استعمال کرے گا تو آدمی پیاس سے مر جائے گا۔ یا پانی سے آٹا گوندھنے کی ضرورت ہے، جس کے بغیر کھانا نہیں پکے گا، اور آدمی مر جائے گا تو اس پانی سے آٹا گوندھے اور تیمّم کر لے، لیکن شوربا بڑھانا کوئی ضروری نہیں ہے اس کے نہ ہونے سے آدمی نہیں مرے گا، اس لئے اگر پانی کم ہے اور شوربا بڑھانے کے لئے اس کو استعمال کرے اور تیمّم کرلے تو جائز نہیں۔

وجه : (۱)عن علی قال اذا اصابتک جنابة فاردت ان تتوضأ او قال تغتسل و لیس معک من الماء الا ما تشرب و انت تخاف فتیمم ۔(سنن بیہقی، باب الجنب او المحدث یجد ماء لغسله وھو یخاف العطش فیتیمم ، ج اول،ص ۳۵۶،نمبر ۱۱۰۸/ مصنف عبد الرزاق، باب المسافر یخاف العطش ومعه ماء، ج اول،ص ۱۸۱،نمبر ۸۹۷)(۲)عن ابن عباس قال اذا کنت مسافرا و انت جنب او انت علی غیر وضوء فخفت ان توضأت ان تموت من العطش فلا توضأه و احبس لنفسک ۔ (سنن بیہقی، باب الجنب او المحدث یجد ماء لغسله وھو یخاف العطش فیتیمم ، ج اول،ص ۳۵۶،نمبر ۱۱۰۹)اس قول صحابی میں ہے کہ تیمّم کرے۔

ترجمه : (۱۹۵)[۵] یا ڈول رسی نہ ہو، [۶] یا نمازِ جنازہ یا عیدین فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو، اگر چہ بنا کرنے کے لئے ہو۔

تشریح : کنواں قریب ہے اور کنواں میں پانی ہے، لیکن ڈول یا رسی نہیں ہے تو یہ آدمی پانی نہ پانے والا ہوا اس لئے آیت کے مطابق یہ بھی تیمّم کرے گا۔ عید اور جنازے کی نماز امام کے ساتھ ایک مرتبہ ہوتی ہے، اس لئے اس کے فوت ہونے سے دوبارہ نہیں پڑھ سکتا اور نہ اس کا نائب ہے، جیسے جمعہ کا نائب ظہر کی نماز ہے، اس لئے اگر یہ خوف ہو کہ وضو کرنے جائے گا تو جنازہ یا عید فوت ہو جائے گا تو تیمّم کر کے جنازہ، یا عید کی نماز پڑھ لے گا۔

وجه : (۱)عن ابن عباس قال اذا خفت ان تفوتک الجنازة وانت علی غیر وضوء فتیمم و صلی. (مصنف

جنازۃ او عید ولو بناء(۱۹۶) ولیس من العذر خوف الجمعۃ والوقت.(۱۹۷) الثالث ان یکون التیمم بظاھر من جنس الارض کالتراب والحجر والرمل لا الحطب والفضۃ والذھب .

ابن ابی شیبۃ ۹۳ فی الرجل ان یخاف ان تفوتہ الصلوۃ علی الجنازۃ وھو غیر متوضی، ج ثانی، ص ۴۹۷، نمبر ۱۱۴۶۷، کتاب الجنائز) اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ خوف ہو تو نماز جنازہ کے لئے تیمّم کر سکتا ہے۔ (۲) اس اثر میں بھی ہے۔ عن ابراھیم قال یتیمم للعیدین و الجنازۃ ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی من یحدث یوم العید ما یصنع، ج ثانی، ص ۹، نمبر ۵۸۶۷) اس قول تابعی میں ہے کہ عید اور جنازے کے لئے تیمّم کرے۔(۳) بنا کے لئے یہ اثر ہے۔ عن عبد الرحمن بن القاسم فی الرجل یحدث فی العید و یخاف الفوت قال یتیمم و یصلی اذا خاف ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی من یحدث یوم العید ما یصنع، ج ثانی، ص ۱۰، نمبر ۵۸۶۸) اس قول تابعی میں ہے کہ بنا کرنے کے لئے بھی تیمّم کر سکتا ہے۔

ترجمہ : (۱۹۶) ہاں جمعہ کا فوت ہونا یا وقت کا فوت ہونا تیمّم کے لئے عذر نہیں ہے۔

تشریح : اصول یہ ہے کہ جسکے لئے نائب موجود ہو اس کے فوت ہونے کی وجہ سے تیمّم کرنا جائز نہیں ہے، اب جمعہ فوت ہو جائے تو اس کا نائب ظہر کی نماز ہے، اور وقتیہ فوت ہو جائے تو اس کی قضا ہے اس لئے انکے فوت ہونے کا خوف ہو تو تیمّم جائز نہیں ہے۔

وجہ : سمع ابا ھریرۃ یقول قال رسول اللہ ﷺ لا تقبل صلاۃ من احدث حتی یتوضأ ۔(بخاری شریف، باب لا تقبل صلاۃ بغیر طھور، ص ۲۹، نمبر ۱۳۵) اس حدیث میں ہے کہ وضو کے بغیر نماز قبول نہیں ہے، اس لئے وضو ہی اصل رہے گا۔

ترجمہ (۱۹۷)[۳] تیسری شرط یہ ہے کہ تیمّم زمین کی جنس سے پاک چیز سے ہو۔ جیسے مٹی، پتھر، بالو۔ نہ کہ لکڑی، چاندی سونا

تشریح : اصول یہ ہے کہ تیمّم مٹی کی جنس سے کیا جاتا ہے، اور یہ بھی قاعدہ ہے کہ جو چیز جلتی نہ ہو اور آگ میں پگھلتی نہ ہو وہ مٹی کی جنس سے ہے، جیسے مٹی، پتھر، بالو۔ اور جو چیز جل جاتی ہو یا تھوڑی آگ سے پگھل جاتی ہو وہ مٹی کی جنس سے شمار نہیں کی جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ لکڑی، چاندی، سونا، اور لوہے سے تیمّم جائز نہیں ہے کیونکہ یہ چیزیں جل جاتی ہے یا پگھل جاتی ہیں۔

وجہ : (۱) آیت میں ہے۔ فتیمموا صعیدا طیبا ۔(آیت ۶ سورۃ المائدۃ ۵) پاک مٹی سے تیمّم کرو، اس لئے مٹی کی جنس سے تیمّم جائز ہے اس کے علاوہ سے نہیں۔(۲) حدیث میں ہے۔ أخبرنا جابر بن عبد اللہ ان النبی ﷺ قال .....جعلت لی الارض مسجدا و طھورا ۔(بخاری شریف، کتاب التیمم، ص ۵۸، نمبر ۳۳۵ / مسلم شریف، باب المساجد و مواضع الصلاۃ، ص ۱۹۹، نمبر ۵۲۲ / ۱۱۶۵) جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ زمین سے تیمّم کر سکتے ہیں۔ تو زمین کی جنس سے جتنی چیزیں ہیں ان تمام سے تیمّم کیا جا سکتا ہے۔(۳) اس اثر میں ہے. عن حماد قال تیمم بالصعید والجص والجبل والرمل (مصنف ابن ابی شیبہ، ۱۹۶ ما یجزی الرجل فی تیممہ، ج اول، ص ۱۴۸، نمبر ۱۷۰۴) اس قول تابعی میں ہے کہ مٹی، گچ، پتھر، اور ریت

(۱۹۸) الرابع استیعاب المحل بالمسح. (۱۹۹) الخامس ان یمسح بجمیع الید او باکثرھا حتی

سے تیمّم کیا جا سکتا ہے۔

لغت : تراب: مٹی۔ الرمل: ریت، بالو۔ الحطب: لکڑی۔ فضۃ: چاندی۔ ذھب: سونا۔

ترجمہ : (۱۹۸) [۴] چوتھی شرط یہ ہے تمام جگہ پر مسح ہونا چاہئے۔

تشریح : تیمّم کی چوتھی شرط یہ ہے کہ تیمّم میں جہاں جہاں پونچھنا ہے جیسے پورے چہرے پر، اور دونوں ہاتھوں پر وہاں پورا پورا مسح ہو، بال برابر بھی باقی نہ رہ جائے تب تیمّم ہوگا۔ صرف ہتھیلی پونچھ لینا کافی نہیں ہوگا۔

وجہ : (۱) تیمّم وضو کا خلیفہ ہے اور وضو میں کہنیوں سمیت دھویا جاتا ہے، جس میں بال برابر سوکھا نہ رہے، اس لئے تیمّم میں بھی کہنیوں سمیت دھویا جائے گا، جس میں بال برابر سوکھا نہیں رہنا چاہئے۔ (۲) اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے. عن عمار ابن یاسر انہ کان یحدث انھم تمسحوا و ھم مع رسول اللہ ﷺ بالصعید لصلاۃ الفجر فضربوا بأکفھم الصعید ثم تمسحوا وجوھم مسحۃ واحدۃ ثم عادوا فضربوا باکفھم الصعید مرۃ اخری فمسحوا بأیدیھم کلھا الی المناکب و الآباط من بطون أیدیھم۔ (ابوداود شریف، باب التیمم، ص ۵۷، نمبر ۳۱۸) اس حدیث میں ہے کہ بغل تک دھویا۔ (۳) عن عمار بن یاسر ان رسول اللہ قال الی المرفقین ۔ (ابوداود شریف، باب التیمم، ص ۵۹، نمبر ۳۲۸، دار قطنی، کتاب الطھارۃ، ج اول، ص ۱۸۸، نمبر ۶۷۴، سنن للبیھقی، باب کیف التیمم، ج اول، ص ۳۲۹، نمبر ۹۹۹) اس حدیث میں ہے کہ کہنیوں سمیت دھویا ۔ (۴) اس حدیث میں ہے کہ کہنیوں سمیت مسح کیا ۔ قال یحی بن اسحاق فی حدیثہ فأرانی رسول اللہ ﷺ کیف امسح فمسحت، قال فضرب بکفیہ الارض، ثم رفعھما لوجھہ، ثم ضرب ضربۃ أخری فمسح ذراعیہ باطنھما و ظاھر ھما، حتی مس بیدیہ المرفقین. (دار قطنی، باب التیمم، ج اول، ص ۱۸۸، نمبر ۶۷۲) اس حدیث میں ہے کہ تیمّم میں کہنیوں سمیت پونچھا۔

ترجمہ : (۱۹۹) [۵] پانچویں شرط یہ ہے کہ پورے ہاتھ یا اکثر سے مسح کرنا چاہئے، تو اگر دو انگلی سے مسح کیا تو جائز نہیں ہے، اگرچہ مکرر سہ کرر کر کے پورا ہو جاوے۔ ہاں سر کا مسح اس طرح جائز ہے۔

تشریح : ہتھیلی کا جو پورا حصہ ہے اس سے پونچھنا چاہئے تب تیمّم ہوگا، اس لئے اگر دو انگلیوں سے چہرے کو یا ہاتھ کو پونچھا، اور کئی بار پونچھ کر پورے چہرے پر اور دونوں ہاتھوں پر مسح کر کے گھیر لیا تب بھی تیمّم نہیں ہوگا، ہاں وضو میں سر کا مسح کرنا ہو اور دو انگلیوں کے ذریعہ چوتھائی سر پورا کر لیا تو سر کا مسح ہو جائے گا۔

وجہ : عن عمار ابن یاسر انہ کان یحدث انھم تمسحوا و ھم مع رسول اللہ ﷺ بالصعید لصلاۃ الفجر

لـو مسـح باصبعین لا یجوز ولو کرَّر حتی استوعب بخلاف مسح الرأس.(۲۰۰) السادس ان یکون بـضـربتین بباطن الکفین ولو فی مکان واحد(۲۰۱) ویقوم مقام الضربتین اصابة التراب بجسده اذا

فـضـربوا بأکفهم الصعید ثم تمسحوا وجوههم مسحة واحدة ثم عادوا فضربوا باکفهم الصعید مرة اخری فـمسحوا بأیدیهم کلها الی المناکب و الآباط من بطون أیدیهم ـ(ابوداود شریف، باب التیمم ،ص ۵۷،نمبر ۳۱۸)اس حدیث میں ہے کہ ہتھیلی کے ذریعہ مسح کرے۔

ترجمه : (۲۰۰) [۶] چھٹی شرط یہ ہے کہ ہتھیلی کے اندر سے دوضرب ہوں اگر چہ ایک ہی جگہ پر ہو۔

تشریح : بعض حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ تیمّم ایک ضربہ سے بھی کافی ہوجائے گا،لیکن صحیح یہ ہے کہ دوضربہ ہوں، چاہے ایک ہی جگہ پر دونوں ضربہ مارے،اور ہتھیلی کے باطن کے حصے سے ہو۔

وجه :(۱) عن عـمـار ابـن یاسر انه کان یحدث انهم تمسحوا و هم مع رسول الله ﷺ بالصعید لصلاة الـفـجر فضربوا بأکفهم الصعید ثم تمسحوا وجوههم مسحة واحدة ثم عادوا فضربوا باکفهم الصعید مرة اخری فـمسـحـوا بـأیـدیهـم کـلها الی المناکب و الآباط من بطون أیدیهم۔(ابوداود شریف، باب التیمم ،ص ۵۷، نمبر ۳۱۸)اس حدیث میں ہے کہ ہتھیلی کے اندر کے حصے سے مسح کیا۔ (۲) اس حدیث میں بھی ہے۔ عن عـمـار بن یـاسر حیـن تیـمـمـوا مـع رسـول الـلـه ﷺ فامر المسلمین فضربوا باکفهم التراب ولم یقبضوا من التراب شیئا فـمسحوا بوجوههم مسحة واحدة ثم عادوا فضربوا باکفهم الصعید مرة اخری فمسحوا بایدیهم۔(ابن ماجہ شریف، باب فی التیمم ضربتین ،ص ۸۱،نمبر ۵۷۱)(۳)۔عن ابن عمر عن النبی ﷺ قال التیمم ضربتان صربة للوجه و ضـربة للیدین الی المرفقین (دارقطنی ج اول ص ۱۸۸ نمبر ۶۷۴ سنن للبیهقی ،باب کیف التیمم ،ج اول،ص ۳۲۹ نمبر ۹۹۹) اس حدیث میں ہے کہ تیمّم کے لئے دوضربے ہیں۔اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کہنیوں تک مسح کرے تب مسح ہوگا۔

لـغـت : باطن الکف: ہتھیلی کے اوپر کے حصے کو ظاہر کف، کہتے ہیں۔اوراس کے اندر کے حصے کو باطن کف کہتے ہیں۔ضربۃ : تیمّم کی نیت سے مٹی پر ہاتھ مارنا۔

ترجمه : (۲۰۱) اوراگر بدن پر مٹی پڑی ہواور نیت تیمّم سے اسے مل لیوے تو یہ دوضربے کے قائم مقام ہوجاوے گا۔

تشـریح : بدن پر یا کسی چیز پر اتنا غبار ہے کہ اس پر انگلی پھیرنے سے نشان پڑ جاتا ہے،اب اس پر تیمّم کی نیت سے دومرتبہ ضربہ لگائے ،اور تیمّم کرلے تو تیمّم ہوجائے گا، کیونکہ اصل مقصد یہ ہے کہ مٹی کی جنس پر ہاتھ پھیر کر چہرے اور ہاتھ پر پھیرنا ہے،اور یہاں غبار جو مٹی کی جنس سے ہے اس پر ضربہ لگایا اس لئے تیمّم ہوجائے گا۔

مسحه بنية التيمم.(۲۰۲) السابع انقطاع ما ينافيه من حيض او نفاس او حدث (۲۰۳) الثامن زوال

وجه : عن الشعبی قال يتيمم بالكلأ و الجبل يعنی ما يقع علی الجبل من التراب ۔(مصنف عبدالرزاق، باب الذی لا یجد ترابا یتیمم بغیرہ، ج اول، ص ۱۶۹، نمبر ۸۳۷/مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ما یجزی الرجل فی تیممہ، ج اول، ص ۱۴۸، نمبر ۱۷۰۶)اس قول تابعی میں ہے کہ گھاس اور پتھر پر غبار ہو تو اس سے بھی تیمّم کیا جا سکتا ہے۔

ترجمہ : (۲۰۲) [۷] ساتویں شرط یہ ہے کہ تیمّم کے وقت اس کے منافی حیض و نفاس و حدث نہ ہو۔

تشریح : اور حیض اور نفاس جاری ہو تو اس وقت تیمّم نہیں کر سکتی، اور اس کے ختم ہونے کے بعد پانی پر قدرت نہ ہو تو حدث اکبر کا تیمّم کر سکتی ہے، اور اگر حیض اور نفاس ختم ہو چکا ہے، لیکن اس کا خون درہم کی مقدار سے زیادہ جسم پر لگا ہوا ہے اور اس کو پاک کرنے کے لئے پانی ہے تو اس کو پاک کئے بغیر تیمّم درست نہیں ہوگا، اور اگر پاک کرنے کے لئے بھی پانی نہیں ہے تو اسی حال میں تیمّم کر سکتی ہے۔ یہاں حدث سے مراد حدث اکبر ہے، یعنی جنابت نہ ہو، کیونکہ جنابت ہوگی تو وضو کا تیمّم نہیں کر سکتا، بلکہ پانی پر قدرت نہ ہونے کی صورت میں جنابت کی نیت سے تیمّم ہے۔

وجہ : (۱) حیض کا موقع نہ ہو، یا بدن پر حیض کا خون نہ ہو اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ اسماء قالت جائت امرأة النبی ﷺ فقالت أرأيت احدانا تحيض فی الثوب كيف تصنع ؟ قال تحته ثم تقرصه بالماء و تنضحه و تصلی فيه ۔(بخاری، باب غسل الدم، ص ۴۲، نمبر ۲۲۷) اس حدیث میں ہے کہ حیض کا خون بدن پر نہ ہو۔(۲) جنابت نہ ہو یا بدن پر منی نہ ہو اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن عائشة قالت كنت اغسل الجنابة من ثوب النبی ﷺ فيخرج الی الصلوة و ان بقع الماء فی ثوبه ۔ (بخاری شریف، باب غسل المنی وفرکہ وغسل ما یصیب من المرأۃ، ص ۴۲، نمبر ۲۲۹) اس حدیث میں ہے کہ جنابت بھی نہ کپڑے پر ہو اور نہ بدن پر ہو۔(۳) اور پانی نہ ہو تو حیضہ اور نفساء بھی غسل کے لئے تیمّم کرے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔عن ابی هريرة قال جاء اعرابی الی رسول الله ﷺ فقال انا نكون فی الرمل وفينا الحائض والجنب والنفساء فيأتی علينا اربعة اشهر لا نجد الماء قال عليك بالتراب يعنی التيمم (سنن للبیھقی، باب ماروی فی الحائض والنفساء ایکفیھما التیمم عند انقطاع الدم اذا عدمتا الماء ج، اول ص ۳۳۳، نمبر ۱۰۳۸) اس حدیث میں ہے کہ حیضہ اور نفساء بھی غسل کا تیمّم کرے گی ۔(۴) اور جنبی غسل کا تیمّم کرے اس کے لئے آیت گزری اور حدیث یہ ہے۔الم تسمع قول عمار لعمر ان رسول الله ؐ بعثنی انا وانت فاجنبت فتمعكت بالصعيد فاتينا رسول اللهؐ فاخبرناه فقال انما كان يكفيك هكذا ومسح وجهه وكفيه واحدة . (بخاری شریف، باب التیمم ضربۃ، ص ۵۰، نمبر ۳۴۷/مسلم شریف، باب التیمم ص ۱۵۹ نمبر ۸۱۸/۳۶۸) اس حدیث میں ہے کہ جنبی کو پانی نہ ملے تو وہ تیمّم کرے۔

ما یمنع المسح کشمع و شحم .(۲۰۴) وسببه و شروط وجوبه کما ذُکر فی الوضوء.(۲۰۵) ورکناه مسح الیدین والوجه .

ترجمہ : (۲۰۳) [۸] آٹھویں شرط مسح کا مانع نہ ہو، مثلا موم یا چربی جسم پر نہ ہو۔

تشریح : جس طرح وضو کی شرط تھی کہ جہاں جہاں دھونا ہے وہاں موم یا چربی وغیرہ نہ ہو، اسی طرح تیمّم میں بھی ہے کہ جہاں جہاں پونچھنا ہے وہاں مٹی لگنے کے مانع نہ ہو۔

وجہ : (۱) اس اثر میں اس کی صراحت ہے۔ **عن عائشةؓ فی المرأة تتوضأ و علیها الخضاب قالت اسلتیه و ارغمیه . قال ابو عبیدة : قولها ارغمیه تقول اهینیه و ارمی به عنک .** (سنن بیہقی، باب نزع الخضاب عند الوضوء اذا کان یمنع الماء، ج اول، ص ۱۲۵، نمبر ۳۶۴) اس اثر میں ہے کہ خضاب ہو تو اس کو دور کر دینا چاہئے تاکہ پانی کھال تک پہنچ جائے۔

ترجمہ : (۲۰۴) تیمّم کا سبب اور تیمّم کے واجب ہونے کی شرطیں جو وضو میں ذکر کی گئیں ہیں وہی یہاں بھی ہیں۔

تشریح : فصل فی الوضوء مسئلہ نمبر ۶۹ میں، وضو مباح ہونے کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ ایسا کام کرنا چاہے جو وضو کے بغیر نہ ہو سکتا ہو تو یہ کام وضو کے مباح ہونے کا سبب ہے، مثلا نماز پڑھنا چاہتا ہو جو وضو کے بغیر نہیں ہو سکتی تو نماز وضو کے مباح ہونے کا سبب ہے۔ اسی طرح یہ کام تیمّم کے مباح ہونے کا سبب بنے گا۔ اور وضو واجب ہونے کے لئے آٹھ شرطیں بیان کی گئیں ہیں [۱] عقل ہونا [۲] بالغ ہونا [۳] مسلمان ہونا [۴] کافی پانی کے استعمال پر قدرت ہونا [۵] حدث کا پایا جانا [۶] حیض نہ ہونا [۷] نفاس نہ ہونا [۸] وقت تنگ ہو۔ تیمّم واجب ہونے کے لئے یہ شرطیں یہاں بھی ہیں۔

ترجمہ : (۲۰۵) اور تیمّم کا رکن دونوں ہاتھوں کا پونچھنا ہے، اور چہرے کا پونچھنا ہے۔

تشریح : تیمّم کے دو فرائض ہیں [۱] ایک فرض ہے تیمّم کی نیت سے پورے چہرے کو پونچھے، [۲] اور دوسرا فرض ہے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت پونچھے۔ اس میں وضو کی طرح چار فرض نہیں ہیں۔

وجہ : **فامسحوا بوجوهکم و ایدیکم منه ما یرید الله لیجعل علیکم من حرج و لکن یرید لیطهرکم و لیتم نعمته علیکم لعلکم تشکرون** ۔ (آیت ۶، سورة المائدة ۵) اس آیت میں ہے کہ تیمّم کے لئے چہرے کو پونچھو اور ہاتھ کو پونچھو۔

﴿وسنن التيمم سبعة﴾

(۲۰۶). التسمية فی اوله والترتيب والموالاة (۲۰۷) واقبال اليدين بعد وضعهما فی التراب

﴿اور تیمّم میں سات سنتیں ہیں:﴾

﴿تیمّم کی ۷ سنتیں ایک نظر میں﴾

ا:......شروع میں بسم اللہ پڑھنا۔

۲:......ترتیب۔

۳:......پے در پے۔

۴:......دونوں ہاتھ زمین پر رکھنے کے بعد انگلیوں سے شروع کرنا۔

۵:......اور کہنیوں سے واپس لانا۔

۶:......دونوں ہاتھ کا جھٹرکنا (جھاڑنا)۔

۷:......انگلیوں کا کشادہ رکھنا۔

☆☆☆

ترجمه : (۲۰۶) تیمّم کی سنتیں سات ہیں[ا] شروع میں بسم اللہ پڑھنا۔[۲] ترتیب سے تیمّم کرنا[۳] پیدر پے کرنا۔

تشریح : تیمّم وضو کا خلیفہ ہے اور وضو میں شروع میں بسم اللہ پڑھنا، اور جس ترتیب سے آیت میں اعمال وارد ہوئے ہیں اسی ترتیب سے بجالانا، اور پیدر پے کرنا سنت ہیں، اس لئے تیمّم میں بھی یہ سنت ہوں گے۔

وجه : (ا) آیت میں ہے کہ پہلے چہرہ پر مسح کرو اس کے بعد ہاتھ پر مسح کرو، اسی ترتیب سے سنت ہے۔ آیت یہ ہے۔ فامسحوا بوجوهكم و ايديكم منه ۔ (آیت ۶، سورۃ المائدۃ ۵) (۲) حدیث میں بھی یہی ترتیب وارد ہوئی ہے۔ عن عمار ابن یاسر انه كان يحدث انهم تمسحوا و هم مع رسول الله ﷺ بالصعيد لصلاة الفجر فضربوا بأكفهم الصعيد ثم تمسحوا وجوههم مسحة واحدة ثم عادوا فضربوا باكفهم الصعيد مرة اخرى فمسحوا بأيديهم كلها الى المناكب و الآباط من بطون أيديهم ۔ (ابوداود شریف، باب التیمم ص ۵۷، نمبر ۳۱۸) اس حدیث میں ہے کہ پہلے ضرب سے چہرے پر مسح کیا اور اس کے بعد دوسرے ضرب سے ہاتھ پر مسح کیا۔ اور حرف ف، کے ذریعہ سے یہ بھی پتہ چلا کہ فورا کیا اس لئے پیدر پے بھی ثابت ہوا۔

ترجمه : (۲۰۷) [۴] دونوں ہاتھ زمین پر رکھنے کے بعد انگلیوں سے شروع کرنا۔[۵] اور کہنیوں سے واپس لانا۔

وادبارهما (۲۰۸) ونفضهما وتفریج الاصابع (۲۰۹) .ونُدُب تاخیر التیمم لمن یرجو الماء قبل

تشریح : دوسری مرتبہ دونوں ہتھیلیوں کو زمین پر مارنے کے بعد ہاتھ کی انگلیوں سے مسح شروع کرے اور کھینچتے ہوئے کہنیوں کے اوپر تک لیجائے، اور وہاں سے واپس انگلیوں کے سرے تک ہتھیلی کو لائے، تا کہ پورے ہاتھ کا مسح ہو جائے۔ یہ سنت ہے۔ اور عبارت ,اقبال الیدین بعد وضعهما فی التراب و ادبارهما، کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ ضربہ کے وقت زمین پر ہاتھ مارا تو اس وقت ہاتھ کو تھوڑا آگے کرے، اور تھوڑا پیچھے کرے تا کہ مٹی پورے طور پر ہاتھ پر لگ جائے۔

وجه : **عن عمار ابن یاسر.... ثم عادوا فضربوا باکفهم الصعید مرة اخری فمسحوا بأیدیهم کلها الی المناکب و الآباط من بطون أیدیهم** ۔(ابوداود شریف، باب التیمم ،ص ۵۷، نمبر ۳۱۸) اس حدیث میں ہے کہ ہاتھ کے سرے سے شروع کیا اور ہتھیلی کو کھینچتے ہوئے مونڈھے تک لے گئے۔

ترجمه : (۲۰۸) [۶] دونوں ہاتھ کا جھڑکنا (جھاڑنا)۔[۷] انگلیوں کا کشادہ رکھنا۔

تشریح : اگر ہتھیلی پر غبار زیادہ لگ جائے تو اس کو جھاڑنا بھی سنت ہے، تا کہ چہرے اور ہاتھ پر زیادہ غبار نہ لگ جائے، اور جسم میلا نہ ہو جائے۔ اور مسح کرتے وقت ہتھیلی کی انگلیاں کشادہ رکھے تا کہ ہر جگہ پونچھا جا سکے۔ یہ بھی سنت ہے۔

وجه :**عن شقیق قال کنت جالسا بین عبد الله و ابی موسی .....فقال انما کان یکفیک ان تصنع هکذا فضرب بیده علی الارض فنفضها ، ثم ضرب بشماله علی یمینه و بیمینه علی شماله علی الکفین ثم مسح وجهه**۔ (ابوداود شریف، باب التیمم ،ص ۵۸، نمبر ۳۲۱) اس حدیث میں ہے کہ ہاتھ کو جھاڑا۔

لغت : نفض: جھاڑا۔ تفریج الاصابع :انگلیوں کو کشادہ رکھنا۔

ترجمه : (۲۰۹) اور جو پانی ملنے کی امید رکھتا ہو اس کے لئے وقت نکلنے سے پہلے تک تیمّم کی تاخیر مستحب ہے۔ اور جس کو پانی دینے کا وعدہ کیا گیا ہو اس کو تیمّم میں تاخیر کرنا واجب ہے، اگر چہ نماز قضا ہو جانے کا اندیشہ ہو۔

تشریح : کسی کو پانی ملنے کی امید ہو تو اس کے لئے تیمّم کر کے نماز پڑھنے کی تاخیر کرنا مستحب ہے، اور جب وقت نکلنے لگے تو تیمّم کر کے نماز پڑھ لے، اور نماز قضاء نہ کرے۔ لیکن اگر پانی دینے کا وعدہ کیا ہے، اور اس کے پاس پانی بھی موجود ہے، یا ایک میل کے اندر پانی ملنا یقینی ہے تو چاہے نماز قضا ہو جائے پانی حاصل کر کے وضو کرے۔

وجه : (۱) دونوں مسئلوں میں فرق یہ ہے کہ پہلے میں صرف امید ہے، ہو سکتا ہے کہ پانی نہ ملے، اس لئے صرف وہم پر نماز قضا نہ کرے، اور دوسرے میں پانی ملنا یقینی ہے اس لئے آیت کے اعتبار سے وہ یقینی طور پر پانی پانے والا ہے اس لئے اس کے لئے تیمّم کی گنجائش نہیں ہوگی، وہ نماز کی قضا کرے اور اصل طہارت پر عمل کرے۔ (۲) حضرت علیؓ کا قول ہے۔ **عن علی قال : اذا اجنب الرجل فی السفر تلوم ما بینه و بین آخر الوقت فان لم یجد الماء تیمم و صلی.** (دار قطنی، باب فی بیان

خروج الوقت ویجب التاخیر بالوعد بالماء ولو خاف القضاء (۲۱۰) ویجب التاخیر بالوعد بالثوب او السقاء ما لم یخف القضاء .(۲۱۱[الف])ویجب طلب الماء الی مقدار اربع مائة خطوة ان ظنّ

الموضع الذی یجوز التیمم فیہ، ج اول ،ص ۱۹۵، نمبر ۱۰۱۷/ سنن للبیہقی، باب من تلوم ما بینہ وبین آخر الوقت رجاء وجود الماء، ج اول ،ص ۳۳۵، نمبر ۱۱۰۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پانی کی امید کرنے والوں کے لئے مؤخر کرنا مستحب ہے۔ (۳) لیکن اگر اول وقت میں نماز پڑھ لی پھر پانی پایا تو نماز نہیں لوٹائے گا۔ابوداود کی لمبی حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔**عن ابی سعید الخدری قال خرج رجلان فی سفر فحضرت الصلاة و لیس معهما ماء فتیمما صعیداً طیبا فصلیا ثم وجدا الماء فی الوقت فأعاد أحدهما الصلاة و الوضوء و لم یعد الآخر ، ثم أتیا رسول الله ﷺ فذکر اذالک له فقال للذی لم یعد ((أصبت السنة و أجزأتک صلاتک ،))وقال للذی توضأ و أعاد ((لک الاجر مرتین))** (ابوداوشریف ،باب المتیمم یجد الماء بعد مایصلی فی الوقت،ص ۵۵، نمبر ۳۳۸) اس حدیث میں ہے کہ تیمّم کر کے نماز پڑھی اور وقت کے اندر ہی پانی پالیا تو دوبارہ نماز لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے۔

ترجمہ : (۲۱۰) اور جس کو کپڑے یا پانی کے اسباب (مثل ڈول رسی کے) دینے کا وعدہ کیا گیا ہو اس کو قضا نہ ہونے تک تاخیر کرنا واجب ہے۔

تشریح ننگے کے پاس کپڑا نہیں ہے کسی نے کپڑا دینے کا وعدہ کیا یا پانی لانے کے اسباب مثلا ڈول رسی دینے کا وعدہ کیا تو نماز قضا نہ ہونے تک تاخیر کرنا واجب ہے، پس جب آخیر وقت آجائے تو تیمّم کر کے نماز پڑھے، اور ننگا آدمی اشارے سے نماز پڑھ لے۔

وجہ : پانی دینے کے وعدے اور کپڑا دینے کے وعدے، یا ڈول رسی دینے کے وعدے میں فرق یہ ہے کہ پانی اصل ہے، اور ڈول رسی پانی کے حاصل کرنے کے اسباب ہیں اس لئے اسباب کے وعدے میں نماز قضا ہونے سے پہلے پہلے تک تاخیر کرنا واجب ہے، اور اصل پانی کے وعدے میں نماز قضا ہو جائے تب بھی اصل پر عمل کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ وہ پانی پانے والا ہے۔

لغت : بالثوب: ننگے کے لئے کپڑے کا وعدہ مراد ہے۔السقاء: سیراب کرنے کا آلہ، مراد ہے ڈول رسی۔

ترجمہ: (۲۱۱) چارسو قدم کی مقدار پانی کا طلب کرنا واجب ہے اگر امن ہو اور گمان ہو کہ پانی اس کے قریب ہے۔ ورنہ تو نہیں

تشریح : حدیث میں ہے کہ اگر پانی ملنے کی امید ہو اور وہاں تک جانے میں کوئی خوف بھی نہ ہو، مثلا شیر، بھالو نہ ہوں، یا ساتھی کے بچھڑ جانے کا خطرہ نہ ہو تو ایک غلوۃ، تک پانی تلاش کرے۔یعنی دوسو گز تک پانی تلاش کرے۔

وجہ : (۱) اس حدیث میں ہے. **عن ابن عمر انه کان یکون فی السفر فتحضره الصلاة و الماء منه علی غلوة او غلوتین و نحو ذالک ثم لا یعدل الیه** ۔(سنن بیہقی، باب ماروی فی طلب الماء وفی حد الطلب، ج اول، ص ۳۵۶، نمبر

قربہ مع الامن والا فلا .(۲۱۱[ب]) ویجب طلبہ ممّن ھو معہ ان کان فی محل لا تشحُّ بہ النفوس(۲۱۲) وان لم یعطہ الا بثمن مثلہ لزمہ شراءہ بہ ان کان معہ فاضلا عن نفقتہ

۱۱۰۴)اس عمل صحابی میں ہے کہ ایک غلوۃ سے آگے پانی تلاش نہیں کرتے۔(۲)اس حدیث میں ہے کہ قرب وجوار میں پانی تلاش کیا۔عن عائشةؓ سقطت قلادة لی بالبیداء..... ثم ان النبی ﷺ استیقظ و حضرت الصبح فالتمس الماء فلم یوجد ۔(بخاری شریف، باب قولہ تعالی ﴿فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا﴾(آیت ۶،سورۃ المائدۃ ۵) اس حدیث میں ہے کہ پانی کی امید پر تھوڑی دور تک پانی تلاش کیا۔

لغت: غلوۃ: آدمی جہاں کھڑا ہے وہاں سے جہاں تک تیر جا سکے اس مسافت کو غلوۃ، کہتے ہیں۔درمختار میں غلوۃ کا دو ترجمہ کیا ہے[۱] تین سو سے چار سو ہاتھ،[۲] اور دوسرا ترجمہ کیا ہے تین سو سے چار سو قدم۔عبارت یہ ہے۔(قدر غلوة)ثلاث مأة ذراع من کل جانب .. ای الی اربع مأة ...قدر غلوة من کل جانب ، و ھی ثلاث مأة خطوة الی اربع مأة ، و قیل قدر رمیة سھم ۔(درمختار، باب مطلب فی تقدیر الغلو ۃ، ج اول،ص ۴۶۲/۴۶۳)۔ایک ذراع آدھے گز کا ہوتا ہے اس اعتبار سے ایک غلوۃ ۲۰۰ گز ہوا

ترجمہ:(۲۱۱[ب]) اور اگر اپنے رفیق کے ساتھ ایسی جگہ پر پانی ہو جہاں انسان پانی کا بخل نہ کرتا ہو تو اس سے طلب کرنا واجب ہے

تشریح: پانی ایسی چیز ہے جو مفت ملتی ہے اس لئے اگر ساتھی کے پاس موجود ہو تو گویا کہ وہ پانی پانے والا ہے اس لئے اس سے مانگنا واجب ہے۔ہاں اگر ایسی جگہ ہو کہ مانگنا مشکل ہو اور لوگ دینے میں بخل کرتے ہوں تو مانگنا واجب نہیں ہے۔تشح: بخالت کرنا

وجہ: اس حدیث میں دوسروں سے حضورؐ نے پانی مانگا ہے۔قال دخلت علی عائشة فقلت : الا تحدثینی عن مرض رسول اللہ ﷺ ..... قال ضعو ا لی ماءً فی المخضب قالت فقعد فاغتسل ثم ذھب لینوء فأغمی علیه ثم افاق . فقال ﷺ :أصلی الناس ؟ قلنا : لا ھم ینتظرونک یا رسول اللہ قال ضعو ا لی ماءً فی المخضب فقعد فاغتسل. (بخاری شریف، باب انما جعل الامام لیوتم بہ،ص ۱۱۲،نمبر ۶۸۷/مسلم شریف، باب استخلاف الامام اذا عرض لہ عذر ،ص ۱۷۶،نمبر ۹۳۶/۴۱۸) اس حدیث میں آپؐ نے دوسرے سے پانی مانگا ہے۔

ترجمہ(۲۱۲) اور اگر نہیں دیتا ہو مگر مناسب قیمت میں پس اگر اس کے پاس اپنے خرچ سے زیادہ ہو تو اس کو خریدنا لازم ہے۔

تشریح: دو باتیں ہوں تو پانی خریدے ورنہ تیمّم کرکے نماز پڑھے [۱] پانی مناسب قیمت میں دیتا ہو،اگر زیادہ قیمت مانگ رہا ہو تو خریدنا واجب نہیں [۲] اپنے ضروری خرچ سے زیادہ ہو تب خریدے اگر ضروری خرچ سے زیادہ نہ ہو تو نہ خریدے۔

ترجمہ: (۲۱۳) اور ایک تیمّم سے جتنی فرض و نوافل نماز چاہے پڑھ سکتا ہے۔اور وقت سے پہلے تیمّم کرنا بھی درست ہے۔

(۲۱۳) ویصلی بالتیمم الواحد ما شاء من الفرائض والنوافل ،وصحَّ تقدیمه علی الوقت.
(۲۱۴) ولو کان اکثر البدن او نصفه جریحا تیمم .وان کان اکثره صحیحا غسله ومسح الجریح.

تشریح : حنفیہ کے نزدیک تیمّم پانی کا خلیفہ ہے اس لئے جس طرح ایک وضو سے کئی وقتوں کی نماز پڑھ سکتا ہے، اسی طرح ایک تیمّم سے کئی وقتوں کی نماز پڑھ سکتا ہے۔ اور اسی سے یہ بھی ثابت ہوا کہ وقت سے پہلے بھی تیمّم کر سکتا ہے۔

وجه : (۱) عن الحسن و ابن المسیب قالا یتیمم و تجزیه الصلوات کلها ما لم یحدث ، هو بمنزلة الماء۔ (مصنف عبد الرزاق، باب کم یصلی بتیمم واحد، ج اول، ص ۱۶۹، نمبر ۸۳۵ / مصنف ابن ابی شیبة ، باب فی التیمم کم یصلی به من صلاة، ج اول، ص ۱۴۷، نمبر ۱۶۹۴) اس قول تابعی میں ہے کہ ایک تیمّم سے کئی نمازیں پڑھ سکتا ہے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وقت سے پہلے بھی تیمّم کر سکتا ہے۔

ترجمه : (۲۱۴) اگر آدھا بدن یا اس سے زیادہ زخمی ہو تو تیمّم کرے، اور اگر بدن کا زیادہ حصہ صحیح ہو تو اس کو دھوئے اور زخم پر مسح کر لے۔ اور وضو اور تیمّم دونوں کو جمع نہ کرے۔

تشریح : یہاں یہ قاعدہ ہے کہ اکثر بدن زخمی ہو تو پورے بدن کو زخمی مان کر غسل کے لئے تیمّم کر لے، یا وضو میں جن اعضاء کو دھویا جاتا ہے اس کے اکثر زخمی ہے تو کل کو زخمی مان کر تیمّم کر لے، اور اگر اکثر جگہ ٹھیک ہے تو کل کو ٹھیک مان کر غسل میں پورے بدن کو دھوئے اور وضو میں اعضاء وضو کو دھوئے، اور جہاں زخم ہے وہاں پٹی باندھ کر اس پر مسح کر لے۔ تاہم تیمّم بھی کرے، اور وضو بھی کرے، یا غسل کا تیمّم کرے، اور غسل جنابت بھی کرے یہ دونوں کو جمع کرنا ٹھیک نہیں ہے، کیونکہ تیمّم نائب ہے اس لئے جب اصل آ گیا تو اس کے ساتھ نائب کو جمع کرنا جائز نہیں ہے۔ دونوں میں سے ایک کو کرنا کافی ہے۔

وجه : (۱) عن جابر قال خرجنا فی سفر فاصاب رجلا منا حجرا فشجه فی رأسه ثم احتلم فسأل اصحابه فقال هل تجدون لی رخصة فی التیمم ؟ قالوا ما نجد لک رخصة و انت تقدر علی الماء فاغتسل فمات فلما قدمنا علی النبی ﷺ اخبر بذالک فقال قتلوه قتلهم الله الا سألوا اذا لم یعلموا فانما شفاء العی السوال ، انما کان یکفیه ان یتیمم و یعصر او یعصب ۔ شک موسی ۔ علی جرحه خرقة ثم یمسح علیها و یغسل سائر جسده ۔ (ابو داود شریف باب المجدور یتیمم ص ۶۱، نمبر ۳۳۶) اس حدیث میں تیمّم اور غسل دونوں کو جمع کرنے کا اشارہ ملتا ہے، لیکن تیمّم کی شکل میں زیادہ زخم پر محمول کی جائے گی، اور غسل، اور وضو کی شکل میں کم زخم پر حمل کی جائے گی۔ (۲) عن ابن عباس یخبر ان رجلا اصابه جرح فی رأسه علی عهد رسول الله ﷺ ثم اصابه احتلام فامر بالاغتسال فاغتسل فکز فمات فبلغ ذالک النبی ﷺ فقال قتلوه قتلهم الله ، اولم یکن شفاء العی السوال ؟ قال

ولا یجمع بین الغسل والتیمم. (۲۱۵)وینقضه ناقض الوضوء والقدرة علی استعمال الماء الکافی(۲۱۶) و مقطوع الیدین والرجلین اذا کان بوجهه جراحة یصلی بغیر طهارة ولا یعید.

عطاء: فبلغنا ان رسول الله ﷺ قال : لو غسل جسده و ترک رأسه حیث اصابه الجراح ۔(ابن ماجۃ شریف ،باب فی المجروح تصیبہ الجنابۃ فیخاف علی نفسہ ان اغتسل ،ص۸۱،نمبر۵۷۲/دار قطنی ، باب جواز التیمم لصاحب الجراح ،الخ ،ج اول ،ص۱۹۸،نمبر۷۲۰) اس حدیث میں ہے کہ جسم کے کم جگہ پر زخم ہو تو غسل جنابۃ میں باقی جگہ کو دھولے اور زخم کی جگہ پر پٹی باندھ کر مسح کر لے۔۔جریح :زخمی۔

ترجمہ : (۲۱۵)اور جو وضو کے ناقض ہیں وہی ناقض تیمّم ہیں۔اور کافی پانی پر استعمال کی قدرت بھی ناقضِ تیمّم ہیں۔

تشریح : تیمّم وضو کا نائب ہے اس لئے وضو کو توڑنے والی جتنی چیزیں ہیں وہ سب تیمّم کو توڑنے والی ہیں ،مثلا حدث ،مذی ، ودی ،سے وضوٹوٹتا ہے تو ان سے تیمّم بھی ٹوٹ جائے گا ،اور مزید ایک چیز سے تیمّم ٹوٹے گا ،اتنے پانی کے استعمال پر قدرت ہو جائے جو وضو کے لئے کافی ہو تو اس سے تیمّم ٹوٹ جائے گا۔

وجہ : (۱) **فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا.**(آیت ۴۳،سورۃ النساء ۴) . کہ پانی نہ ہو تو تیمّم کرو ۔اور اس نے پانی پالیا اسلئے تیمّم ٹوٹ جائیگا۔(۲)**عن الثوری قال اذا تیمم الرجل ثم مر بماء ، فقال حتی آتی ماء آخر فقد نقض تیممه۔ و یتوضأ لتلک الصلاة.** (مصنف عبد الرزاق ،باب یتیمم ثم یمر بالماء ھل یتوضأ ؟ ،ج اول ،ص۱۸۰،نمبر۸۹۲) اس قول تابعی میں ہے کہ پانی پر گزرنے سے تیمّم ٹوٹ جائے گا۔

ترجمہ : (۲۱۶) اور دونوں ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے شخص کے منہ پر زخم ہو تو وہ بغیر طہارت کے نماز پڑھ لیوے اور پھر نہ دہرائے۔

تشریح : تیمّم میں دونوں ہاتھوں کو پونچھتے ہیں ،اور اس کو دونوں ہاتھ نہیں ہیں اس لئے ہاتھ پر پونچھنا ساقط ہو گیا ،اور چہرے پر پونچھتے ہیں ،اور اس کے چہرے پر زخم ہے اس لئے اس پر بھی پونچھنا ساقط ہو گیا ،اس لئے یہ صرف تیمّم کی نیت کر لے اور بغیر کسی چیز کو پونچھے نماز پڑھ لے ،اور بعد میں اس نماز کو لوٹانے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

وجہ : **عن عائشةؓ انها استعارت من اسماء قلادة فهلکت فارسل رسول الله ﷺ ناسا من اصحابه فی طلبها فادرکتهم الصلاة فصلوا بغیر وضوء فلما اتو النبی ﷺ شکوا ذالک الیه فنزلت آیة التیمم** ۔(بخاری شریف ،باب استعارۃ الثیاب للعروس وغیرھا ،ص۹۲۳،نمبر۵۱۶۴/مسلم شریف ،باب التیمم ،ص۱۵۸،نمبر۳۶۷/۸۱۷) اس حدیث میں صحابی نے پانی نہیں پایا ،اور ابھی تک تیمّم کا علم نہیں تھا تو بغیر وضو کے نماز پڑھی اور حضورؐ نے کچھ نہیں فرمایا ،اسی طرح یہ

﴿باب المسح علی الخفین﴾

(۲۱۷) صحَّ المسح علی الخفین فی الحدث الاصغر للرجال والنساء ولو کانا من شیء ثخین غیر الجلد سواء کان لھما نعل من جلد او لا.

آدمی طہارت پر قدرت نہیں رکھتا ہے اس لئے بغیر طہارت کے نماز پڑھے گا۔

﴿باب: موزوں پرمسح کرنے کا بیان﴾

ضروری نوٹ: مسح : کے معنی ہیں تر ہاتھ کو عضو پر پھیرنا، یا کسی چیز پر پھیرنا۔

دلیل: (۱)عن ابی وقاص عن النبی ﷺ انه مسح علی الخفین. (بخاری شریف، باب المسح علی الخفین ،ص۳۹،نمبر ۲۰۲رمسلم شریف، باب المسح علی الخفین ،ص۱۳۲،نمبر۶۲۶/۲۷۴)اس حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے موزے پر مسح فرمایا۔مسح علی الخفین کا ثبوت حدیث متواتر سے ہے۔البتہ اگر۔ وامسحوا برء وسکم وارجلکم الی الکعبین (آیت۶ سورۃ المائدۃ۵)میں ارجلکم کو کسرہ پڑھیں تو امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں مسح علی الخفین کا جواز نکلتا ہے۔

موزے کی ۸ قسمیں ہیں ۔

[۱] خفین: چمڑے کا موزہ۔

[۲] مجلدین: موٹے کپڑے کا موزہ، جس کے تلوے میں چمڑا لگا ہوا ہو، اور کنارے پر بھی چمڑا لگا ہوا ہو۔

[۳] منعلین: موٹے کپڑے کا موزہ، جس کے صرف تلوے میں چمڑا لگا ہوا ہو

[۴] ثخینین: موٹے کپڑے کا موزہ، جس پر کہیں چمڑا لگا ہوا نہ ہو

[۵]: جوربین: کپڑے کا موزہ، جس پر کہیں چمڑا لگا ہوا نہ ہو

[۶] جوربان یشفان: پتلے کپڑے کا موزہ، جس میں مسح کا پانی چھن کر کھال تک پہنچ جاتا ہو۔

[۷] جرموقین: چمڑے کے موزے پر دوسرا چمڑے کا موزہ پہنے۔

[۸] موَقین: پتلے موزے پر موٹے موزے پہنے، وہ موَقین ہیں۔

ترجمہ : (۲۱۷) مردوں اور عورتوں کو حدث اصغر میں موزوں پر مسح کرنا جائز ہے، چاہے موزہ چمڑے کے علاوہ کسی موٹی چیز کا ہو، اور چاہے اس کا تلا چمڑے کا ہو یا نہ ہو۔

تشریح : جہاں غسل کی ضرورت ہو وہاں موزے پر مسح جائز نہیں ہے، بلکہ جہاں حدث اصغر یعنی وضو کی ضرورت ہو وہاں موزے پر مسح جائز ہے۔چمڑے کے علاوہ کسی موٹے کپڑے کا موزہ ہو جس میں مسح کا پانی چھن کر پاؤں کی کھال تک نہ جاتا ہو تو

﴿ویشترط لجواز المسح علی الخفین سبعۃ شرائط.)﴾

چاہے اس پر مجلد کی طرح چمڑا، یا منعل کی طرح چمڑا لگا ہوا نہ ہو تب بھی اس پر مسح جائز ہے۔

وجہ : (۱) عن مغیرۃ بن شعبۃ قال توضأ النبی ﷺ ومسح علی الجوربین والنعلین۔(ترمذی شریف، باب فی المسح علی الجوربین والنعلین ج اول، ص ۲۷، نمبر ۹۹/ابوداؤد، باب المسح علی الجوربین، ص ۳۳، نمبر ۱۵۹) اس حدیث میں ہے کہ آپ ؐ نے جوربین پر مسح فرمایا، اور ایسے جورب پر بھی مسح فرمایا جو منعلین تھا۔(۲) اثر میں ہے۔سمعت ابن عمرؓ یقول : المسح علی الجوربین کالمسح علی الخفین۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ۲۲۴ من قال: الجوربان بمنزلۃ الخفین، ج اول، ص ۱۷۳، نمبر ۱۹۹۴/مصنف عبد الرزاق، باب المسح علی الجوربین، ج اول، ص ۱۵۷، نمبر ۷۸۲) اس اثر میں ہے کہ جورب پر مسح کرنا چمڑے کے موزے پر مسح کرنے کی طرح ہے، اور اس میں نعلین ، یا مجلدین کی کوئی قید نہیں ہے اسلئے مطلق جورب پر بھی مسح کرنا جائز ہوگا ۔(۳) جورب موٹا ہو اسکی قید اس اثر میں ہے۔عن سعید بن المسیب و الحسن أنهما قالا : یمسح علی الجوربین اذا کانا صفیقین . (مصنف ابن ابی شیبۃ ۲۲۳، فی المسح علی الجوربین، ج اول، ص ۱۷۱، نمبر ۱۹۷۶) اس اثر میں ہے کہ جورب موٹا ہو تو مسح کرے ورنہ نہیں۔نوٹ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے بھی آخیر عمر میں موٹے موزے پر مسح کرنے کی طرف رجوع فرمایا ہے۔ عبارت یہ ہے۔ سمعت ابا مقاتل السمرقندی یقول : دخلت علی ابی حنیفةؒ فی مرضه الذی مات فیه ، فدعا بماء فتوضأ وعلیه جوربان ، فمسح علیهما ، ثم قال : فعلت الیوم شیئاً لم اکن افعله : مسحت علی الجوربین و هما غیر منعلین ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی المسح علی الجوربین والنعلین، ص ۲۸، نمبر ۹۹) اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے آخیر عمر میں ثخینین کی طرف مسح کرنے میں رجوع فرمایا۔

﴿اور موزوں پر مسح کے جواز کی سات شرطیں ہیں:﴾

﴿ساتوں شرطیں ایک نظر میں﴾

[۱] پہلی شرط یہ ہے کہ: دونوں پاؤں دھونے کے بعد دونوں موزے پہنے ہوں

[۲] دوسری شرط یہ ہے کہ: موزے سے دونوں ٹخنے ڈھکنے چاہئیں۔

[۳] تیسری شرط یہ ہے کہ: ان موزوں سے معتاد چلنا ممکن ہو،

[۴] چوتھی شرط یہ ہے کہ: پاؤں کی چھوٹی تین انگلیوں کے برابر ایک موزہ پھٹا ہوا نہ ہو۔

[۵] پانچویں شرط یہ ہے کہ پاؤں پر بغیر باندھے موزے ٹھہر سکے۔

[۶] چھٹی شرط یہ ہے کہ: موزہ پاؤں تک پانی پہونچنے کو روکے کرے۔

(۲۱۸) الاول لبسهما بعد غسل الرجلين ولو قبل كمال الوضوء اذا اتمّه قبل حصول ناقض للوضوء.(۲۱۹)والثانی سترهما للكعبين.(۲۲۰) والثالث امكان متابعة المشی فيهما فلا يجوز

[۷] ساتویں شرط یہ ہے کہ: ہاتھ کی چھوٹی تین انگلیوں کے برابر پاؤں کا اگلا حصہ باقی رہنا چاہئے۔

ترجمه : (۲۱۸) [۱] پہلی شرط یہ ہے کہ: دونوں پاؤں دھونے کے بعد دونوں موزے پہنے ہوں، چاہے وضو پورا کرنے سے پہلے پہنا ہو بشرطیکہ توڑنے والی چیز سے پہلے وضو مکمل کر لیا ہو۔

تشریح : موزے پر مسح کرنے کی پہلی شرط یہ ہے کہ دونوں پاؤں کو دھو کر موزہ پہنا ہو۔ اس کی دو صورتیں ہیں [۱] ایک یہ ہے کہ وضو مکمل کرنے کے بعد موزہ پہنے۔[۲] دوسری صورت یہ ہے کہ پہلے پاؤں دھو کر موزہ پہن لے، اس کے بعد ہاتھ اور منہ دھوئے، لیکن شرط یہ ہے کہ وضو ٹوٹنے سے پہلے وضو مکمل کر لیا ہو، پس اگر وضو پورے ہونے سے پہلے وضو ٹوٹ گیا تو مسح کرنا جائز نہیں ہے۔

وجه : (۱) عن مغيرة بن شعبة قال كنت مع النبی ﷺ فی سفر فاهويت لا نزع خفيه فقال دعهما فانی ادخلتهما طاهرتين فمسح عليهما. (بخاری شریف، باب اذا ادخل رجلیہ وھما طاھرتان، ص۴۰، نمبر ۲۰۶) اس حدیث میں ہے کہ پاؤں پاک ہو اور موزہ پہنا ہو تو مسح جائز ہے۔(۲) اس اثر میں اسکا ثبوت ہے۔ أن سعد بن ابی وقاص خرج من الخلاء فتوضأ و مسح على خفيه فقيل له : أتمسح عليهما و قد خرجت من الخلاء قال: نعم اذا ادخلت القدمين الخفين و هما طاهرتان فامسح عليهما و لا تخلعهماالا لجنابة ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ۲۱۸ من کان لا یوقت فی المسح شیئاً، ج اول، ص ۱۶۸، نمبر ۱۹۳۳ر مصنف عبد الرزاق، باب المسح علی الخفین، ج اول، ص ۱۵۴، نمبر ۷۶۱) اس قول صحابی میں ہے کہ پاکی کی حالت میں موزہ پہنا ہو تو مسح جائز ہے۔

ترجمه : (۲۱۹) [۲] دوسری شرط یہ ہے کہ: موزے سے دونوں ٹخنے ڈھکنے چاہئیں۔

تشریح : ایسا موزہ ہو جو ٹخنے کو ڈھک دے تو اس پر مسح جائز ہے، اگر اس سے چھوٹا موزہ ہو تو اس پر مسح جائز نہیں ہے۔

وجه : (۱) عن رجل من اصحاب النبی ﷺ فی الرجل يمسح على خفيه ثم يبدو له فينزعهما قال يغسل قدميه ۔(السنن للبیھقی، باب من خلع خفیہ بعد ما مسح علیھما، ج اول، ص ۴۳۲، نمبر ۱۳۷۰) اس قول صحابی میں ہے کہ موزہ کھل جائے تو جو ٹخنے سے کم ہو تو وہ کھلنے کے درجے میں ہے اس لئے اس پر مسح جائز نہیں ہے۔(۲)۔عن جابر.... قال رسول الله ﷺ بيده هكذا من اطراف الاصابع الى اصل الساق و خطط بالاصابع. (ابن ماجہ شریف، باب فی مسح اعلی الخف واسفلہ ص ۸۷، نمبر ۵۵۱) اس حدیث میں اصابع سے پنڈلی تک کھینچنے کا تذکرہ ہے۔ جس سے اشارہ ہوتا ہے کہ پنڈلی تک موزہ ہو۔

ترجمه : (۲۲۰) [۳] تیسری شرط یہ ہے کہ: ان موزوں سے معتاد چلنا ممکن ہو، تو اب کانچ یا لکڑی یا لوہے کے موزے پر مسح

علی خف من زجاج او خشب او حدید.(۲۲۱) والرابع خلوٌّ کل منهما عن خرق قدر ثلاث اصابع من اصغر اصابع القدم.(۲۲۲) والخامس استمساکهماعلی الرجلین من غیر شدٍّ.

جائز نہیں۔

تشریح : حضورؐ نے اصل تو چمڑے کے موزے پر مسح فرمایا ہے، جس میں صحیح طور پر چلنا ممکن ہے، اس لئے ایسے موزے پر مسح جائز ہے جس میں معتاد طور پر چلنا ممکن ہو، چونکہ کانچ کے موزے، لکڑی کے موزے، یا لوہے کے موزے میں معتاد طور پر چلنا ممکن نہیں اس لئے ان پر مسح بھی جائز نہیں ہے۔

وجه : اس حدیث میں اس کا اشارہ موجود ہے۔**عن ابی وقاص عن النبی ﷺ انه مسح علی الخفین.** (بخاری شریف، باب المسح علی الخفین، ص ۳۹، نمبر ۲۰۲ رمسلم شریف، باب المسح علی الخفین، ص ۱۳۲، نمبر ۲۷۴/۶۲۶) اس حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے چمڑے کے موزے پر مسح فرمایا۔ جس سے استدلال کیا جاسکتا ہے کہ غیر معتاد موزے پر مسح جائز نہ ہو۔

لغت : معتاد: جس میں عادت کے طور پر چلنا آسان ہو۔ زجاج: کانچ، شیشہ۔

ترجمه : (۲۲۱) چوتھی شرط یہ ہے کہ: دونوں میں سے ہر ایک پاؤں کی چھوٹی انگلیوں میں سے تین انگلیوں کی مقدار پھٹن سے خالی ہو۔

تشریح : ہر موزے میں الگ الگ طور پر پاؤں کی چھوٹی انگلیوں کی مقدار سے تین انگلیوں کی مقدار پھٹن نہ ہو تب اس موزے پر مسح جائز ہوگا۔ اگر دونوں موزوں کو ملا کر تین انگلیوں کی مقدار پھٹن ہو تو اس سے مسح جائز ہے۔ تین انگلیاں اس لئے ہے کہ یہ اکثر قدم ہے جو موزہ نکلنے کے درجے میں ہے۔

وجه : (۱)۔**عن رجل من اصحاب النبی ﷺ فی الرجل یمسح علی خفیه ثم یبدو له فینزعهما قال یغسل قدمیه۔**(السنن للبیھقی، باب من خلع خفیه بعد ما مسح علیهما ج اول ص ۴۳۲، نمبر ۱۳۷۰) اس حدیث میں ہے کہ موزہ نکل جائے تو مسح جائز نہیں ہے، اور تین انگلیوں کی مقدار پھٹا ہوا ہو تو گویا کہ نکلنا ہے اس لئے مسح جائز نہیں ہوگا۔ (۲) **سألت معمرا عن الخرق یکون فی الخف فقال اذا خرج من مواضع الوضوء شیء فلا تمسح علیه واخلع** (السنن للبیھقی، باب الخف الذی مسح علیه رسول اللہؐ، ج اول، ص ۴۲۵، نمبر ۱۳۴۷ رمصنف ابن ابی شیبة، ۲۲۱ فی الرجل یمسح علی خفیه ثم یخلعها، ج اول، ص ۱۷۰، نمبر ۱۹۵۸) اس حدیث میں ہے کہ موزے میں پھٹن ہو اور پاؤں نکل جاتا ہو تو اس پر مسح نہ کرے اور کھول کر پاؤں دھوئے۔

ترجمه : (۲۲۲) [۵] پانچویں شرط یہ ہے کہ: پاؤں پر بغیر باندھے موزہ ٹھہر سکے۔

تشریح : موزہ اتنا موٹا ہو یا موزے کی ساخت ایسی ہو کہ وہ بغیر الگ سے باندھے ہوئے پاؤں پر ٹھہر جائے تب اس پر مسح جائز

(۲۲۳) والسادس منعهما وصول الماء الى الجسد. (۲۲۴) والسابع ان يبقى من مقدّم القدم قدر ثلاث اصابع من اصغر اصابع اليد. فلو كان فاقدا مقدَّم قدمه لا يمسح على خفه ولو كان عقب القدم موجودا. (۲۲۵) ويمسح المقيم يوما و ليلة والمسافر ثلاثة ايام بلياليها

ہوگا، اور اگر اتنا پتلا ہے، یا اتنا کھلا ہوا ہے کہ الگ سے رسی سے باندھنے کی ضرورت ہے تو اس پر مسح درست نہیں ہوگا۔ آج کل موزے کے اندر ہی ربر سیٹ کیا ہوتا ہے اس لئے الگ سے باندھنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

وجہ : اصل تو پاؤں کو دھونا ہے، حدیث کی بنا پر چمڑے کے موزے پر مسح جائز قرار دیا گیا ہے اس لئے چمڑے کے موزے کی شرطیں ملحوظ رکھی گئیں ہیں۔

لغت : استمساک: مسک سے مشتق ہے، ٹھہرا رہے۔ شد: باندھنا۔

ترجمہ : (۲۲۳) [٦] چھٹی شرط یہ ہے کہ: موزہ پاؤں تک پانی پہونچنے کو منع کرے۔

تشریح : اگر سوت کا موزہ ہے تو وہ اتنا موٹا ہو کہ جب اس پر مسح کرے تو اس کی تری پاؤں کی کھال تک نہ پہونچے۔ اگر پتلا موزہ ہے جس میں مسح کا پانی چھن کر کھال تک پہنچ جاتا ہے تو اس پر مسح جائز نہیں ہوگا۔

وجہ : ۔عن سعيد بن المسيب و الحسن أنهما قالا : يمسح على الجوربين اذا كانا صفيقين . (مصنف ابن ابی شیبة، ۲۲۳ فی المسح علی الجوربین، ج اول، ص ۱۷۱، نمبر ۱۹۷۶) اس قول تابعی میں ہے کہ جورب موٹا ہو تو مسح کرے ورنہ نہیں۔

ترجمہ : (۲۲۴) [۷] ساتویں شرط یہ ہے کہ: ہاتھ کی چھوٹی تین انگلیوں کے برابر پاؤں کا اگلا حصہ باقی ہو۔ اب اگر کسی کے پاؤں کا اگلا حصہ موجود نہ ہو چاہے پاؤں کی ایڑی ہو تب بھی وہ موزوں پر مسح نہیں کر سکتا۔

تشریح : حدیث میں ہے کہ پاؤں کی انگلیوں سے مسح شروع کرے اور کھینچتے ہوئے پنڈلی تک لے جائے، اس لئے پاؤں کا اگلا حصہ کم از کم تین انگلیوں کی مقدار موجود ہو تب ہی تو اس پر انگلیاں کھینچ کر مسح کریں گے، اس لئے اگر ایڑی کا حصہ موجود ہو اور اگلا حصہ تین انگلیوں کی مقدار بھی نہ ہو تو اس پر مسح جائز نہیں ہے۔

وجہ : حدیث یہ ہے ۔ عن جابر قال مر رسول الله ﷺ برجل يتوضأ و يغسل خفيه فقال بيده كانه دفعه انما امرت بالمسح قال رسول الله ﷺ بيده هكذا من اطراف الاصابع الى اصل الساق و خطط بالاصابع. (ابن ماجہ شریف، باب فی مسح اعلی الخف واسفلہ ص ۷۸، نمبر ۵۵۱) اس حدیث میں ہے کہ پاؤں کی انگلیوں کی جانب سے کھینچتے ہوئے پنڈلی تک لے گئے۔

ترجمہ : (۲۲۵) اور مقیم ایک رات دن اور مسافر تین رات دن مسح کر سکتا ہے۔

(۲۲۶) وابتداء المدة من وقت الحدث بعد لبس الخفين .(۲۲۷) وان مسح مقيم ثم سافر قبل تمام مدته اتم مدة المسافر. وان اقام المسافر بعد ما يمسح يوما وليلة نزع والا يتم يوما و ليلة . (۲۲۸)

تشریح : مقیم ایک دن اور ایک رات تک مسح کر سکتا ہے، اور مسافر تین دن تین رات تک مسح کر سکتا ہے۔

وجه : اس حدیث میں ہے۔ قال اتيت عائشة.....فقال جعل رسول الله ﷺ ثلاثة ايام ولياليهن للمسافر و يوما وليلة للمقيم ۔(مسلم شریف، باب التوقیت فی المسح علی الخفین ،ص ۱۳۰، نمبر ۲۷۶/۶۳۹/ابوداود شریف، باب التوقیت فی المسح ،ص ۲۳، نمبر ۱۵۷/نسائی شریف، باب التوقیت فی المسح علی الخفین للمقیم ،ص ۱۸، نمبر ۱۲۹) اس حدیث میں ہے کہ مسافر کے لئے تین دن تین رات اور مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات۔

ترجمه : (۲۲۶) اور مسح کی ابتداءِ مدت موزے پہننے کے بعد حدث سے لی جاوے گی۔

تشریح : موزے پہننے کے بعد جب حدث ہو وہاں سے مسح کی مدت شروع ہوگی، مثلا فجر کے وقت موزہ پہنا اور ظہر کے وقت حدث ہوا تو ظہر کے وقت سے اگلے دن کے ظہر تک مقیم مسح کر سکتا ہے۔

وجه: (۱) اس حدیث میں اسکا ثبوت ہے۔عن عبد الرحمن بن ابی بكرة عن ابيه عن النبی ؐ أنه رخص للمسافر اذا توضأ و لبس خفيه ثم أحدث وضوءاً أن يمسح ثلاثة أيام و لياليهن و للمقيم يوما و ليلة ۔(ابن ماجۃ، باب ماجاء فی التوقیت فی المسح للمقیم والمسافر، ص ۸۷، نمبر ۵۵۶) اس حدیث میں ہے ثم احدث وضوءاً، جسکا مطلب یہ ہے کہ وضو کا حدث ہوا ہو اس وقت سے مسح کی مدت شروع ہوگی ۔(۲) قول تابعی میں ہے ۔عن الثوری فی المسح علی الخفين قال : .....فانک تمسح من الحدث حتی كان العصر ، فانک تمسح عليهما حتى العصر من الغد .(مصنف عبد الرزاق، باب المسح علیھما من الحدث، ج اول ،ص ۱۶۴، نمبر ۸۰۷) اس اثر میں ہے کہ حدث سے مسح کی مدت شروع ہوگی، اس سے پہلے نہیں۔

ترجمه : (۲۲۷) اور اگر کسی مقیم نے مسح کیا پھر مسح کی مدت ختم ہونے سے پہلے سفر کیا تو اب وہ سفر کی مدت پوری کرے۔ اور اگر مسافر ایک رات دن مسح کرنے کے بعد مقیم ہو جائے تو فورا موزہ نکال ڈالے۔ اور اگر ایک رات دن سے پہلے مقیم ہو تو ایک رات دن پورا کر لے۔

تشریح : مقیم نے جب سفر شروع کر دیا تو اب وہ مقیم نہیں رہا مسافر ہو گیا اس لئے اب مسافرت کی مدت پوری کرے گا، اور مسافر ایک دن ایک رات کے بعد مقیم بن گیا تو اب وہ مسافر نہیں رہا اس لئے موزہ کھول دے گا۔

ترجمه : (۲۲۸) مسح کرنا فرض ہے تین انگلی کی مقدار ہاتھ کی چھوٹی انگلیوں سے، ہر ایک پاؤں کے اگلے ظاہری حصہ پر۔

وفرض المسح قدر ثلاث اصابع من اصغر اصابع الید علی ظاهر مقدّم کل رجل. (٢٢٩) وسننه مدُّ الاصابع مفرّجة من رؤوس اصابع القدم الی الساق.

تشریح : ہاتھ کی چھوٹی انگلیوں سے تین انگلی کی مقدار پاؤں کے اگلے حصے پر جو اوپر کا حصہ ہے اس پر مسح کرنا فرض ہے۔

وجه : (١) عن جابر قال مر رسول الله ﷺ برجل یتوضأ و یغسل خفیه فقال بیده کانه دفعه انما امرت بالمسح قال رسول الله ﷺ بیده هکذا من اطراف الاصابع الی اصل الساق و خطط بالاصابع. (ابن ماجہ شریف، باب فی مسح اعلی الخف واسفلہ، ص ٨٧، نمبر ٥٥١) اس حدیث میں خطط بالاصابع جمع کے صیغے سے پتہ چلا کہ تین انگلیوں کی مقدار مسح کرے۔ (٢) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پاؤں کے اوپر کے حصے پر مسح کرے۔ عن علی قال لو کان الدین بالرأی لکان اسفل الخف اولی بالمسح من اعلاه وقد رأیت رسول الله ﷺ یمسح علی ظاهر خفیه (ابوداؤد شریف، باب کیف المسح، ص ٣٤، نمبر ١٦٢) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پاؤں کے اوپر مسح کرنا ضروری ہے۔

ترجمه : (٢٢٩) اور مسح کی سنت یہ ہے کہ پاؤں کی انگلیوں کے سرے سے پنڈلی تک ہاتھ کی کھلی ہوئی انگلیوں کو کھینچے۔

تشریح : مسح کرنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ پاؤں کی انگلیوں سے شروع کرے، اور پنڈلی تک کھینچتے جائے، اس حال میں کہ ہاتھ کی انگلیاں پاؤں پر کھلی ہوئی ہوں۔

وجه : (١) اس حدیث میں ہے۔ عن جابر قال مر رسول الله ﷺ برجل یتوضأ و یغسل خفیه فقال بیده کانه دفعه انما امرت بالمسح قال رسول الله ﷺ بیده هکذا من اطراف الاصابع الی اصل الساق و خطط بالاصابع. (ابن ماجہ شریف، باب فی مسح اعلی الخف واسفلہ، ص ٨٧، نمبر ٥٥١) اس حدیث میں ہے کہ پاؤں کی انگلیوں سے پنڈلی تک کھینچا۔ اور خطط بالاصابع سے اس کا بھی اشارہ ہوتا ہے کہ ہاتھ کی انگلیاں کھلی ہوئی تھیں۔ (٢) عن المغیرة بن شعبة قال : رأیت رسول الله ﷺ بال ثم جاء حتی توضأ ثم مسح علی خفیه ووضع یده الیمنی علی خفیه الایمن و یده الیسری علی خفیه الأیسر ثم مسح أعلاهما مسحة واحدة حتی کأنی أنظر الی أصابع رسول الله ﷺ علی الخفین۔ (سنن للبیہقی، باب الاقتصار بالمسح علی ظاہر الخفین، ج اول، ص ٤٣٦، نمبر ١٣٨٥) اس حدیث میں ہے کہ پاؤں کی انگلیوں سے پنڈلی تک کھینچا۔ (٣) عن الشعبی .... قال ارانا کیف المسح فوضع اصابعه علی مقدم خفه و فرج بینهما حتی أتی أصل الساق و من اسفل۔ (مصنف عبدالرزاق، باب المسح علی الخفین، ج اول، ص ١٧٢، نمبر ٨٥٣) اس اثر میں ہے کہ انگلیاں کھلی رکھی۔

﴿وينقض مسح الخف اربعة اشياء. ﴾

(۲۳۰) كل شيء ينقض الوضوء (۲۳۱) ونزع خف ولو بخروج اكثر القدم الى ساق الخف

﴿چار چیزیں مسح کوتوڑتی ہیں: ایک نظر میں﴾

پہلی:......وہ شئی جو ناقض وضو ہیں۔

دوسری:...... پورا موزہ یا اکثر حصہ موزہ کا موزہ کی پنڈلی تک نکل جاوے۔

تیسرا:......ایک قدم کے اکثر حصہ کو بنا بر صحیح مذہب کے پانی پہونچ جاوے۔

چوتھا:......مسح کی مدت ختم ہو جاوے۔

☆☆☆

ترجمه : (۲۳۰) [۱] جو چیزیں وضو کو توڑتی ہیں [وہ مسح کو بھی توڑ دیتی ہیں]

تشريح : جو چیزیں وضو کو توڑتی ہیں وہ موزے کے مسح کو بھی توڑتی ہیں، مثلا حدث سے وضو ٹوٹ جاتا ہے تو اس سے مسح بھی ٹوٹ جائے گا، اور دوبارہ وضو کرتے وقت مسح بھی کرنا ہوگا، یا مثلا جنابت سے وضو ٹوٹ جاتا ہے تو اس سے مسح بھی ٹوٹ جائے گا۔

وجه :(۱) عن صفوان بن عسال قال كان رسول الله ﷺ يأمرنا اذا كنا سفرا ان لا تنزع خفافنا ثلثة ايام ولياليهن الا من جنابة ولكن من غائط وبول ونوم۔(ترمذی شریف، باب المسح علی الخفین للمسافر والمقیم ص ۲۸، نمبر ۹۶ رنسائی شریف، باب التوقیت فی المسح علی الخفین للمسافر ص ۱۸، نمبر ۱۲۷) اس حدیث میں ہے کہ جنابت وغیرہ سے مسح ٹوٹ جائے گا

ترجمه : (۲۳۱) [۲] موزہ کا کھل جانا، یا قدم کا اکثر حصہ موزے کی پنڈلی تک نکل جائے۔

تشريح : پورا موزہ قدم سے نکل جائے تو اس سے بھی مسح ٹوٹ جائے گا، اب پاؤں دھو کر موزہ پہننا ہوگا۔ یا قدم کا اکثر حصہ نکل جائے، یعنی موزے کی پنڈلی تک قدم کا اکثر حصہ آجائے تو اس کو اکثر قدم کا نکلنا کہتے ہیں اس سے بھی مسح ٹوٹ جائے گا اب پاؤں کو دھو کر موزے کو پہنے، البتہ پورے وضو کو لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے، صرف پاؤں دھو لے۔

وجه : (۱)عن مغيرة بن شعبة قال غزونا مع رسول الله ﷺ فامرنا بالمسح على الخفين ثلاثة ايام ولياليها للمسافر ويوما و ليلة للمقيم مالم يخلع . (سنن للبیہقی، باب من خلع خفیہ بعد ما مسح علیہما ص ۴۳۴، نمبر ۱۳۷۶ رمصنف ابن ابی شیبۃ، ۲۲۱ فی الرجل یمسح علی خفیہ ثم یخلعھا، ج اول ص ۱۷۰، نمبر ۱۹۶۰) مالم یخلع سے پتہ چلتا ہے کہ موزہ پاؤں سے کھل جائے تو دوبارہ پاؤں دھونا ہوگا۔(۲) یہ اثر بھی ہے۔ عن ابراهيم قال : اذا نزعتهما فاغسل قدميک ، و به يأخذ الثورى .(مصنف عبد الرزاق، باب نزع الخفین بعد المسح، ج اول ص ۲۱۰، نمبر ۸۱۳)(۳)۔عن رجل من اصحاب النبى ﷺ فى

(۲۳۲) واصابة الماء اكثر احدى القدمين فى الخف على الصحيح .(۲۳۳) ومضيُّ المدة ان لم يخف ذهاب رجله من البرد . (۲۳۴) وبعد الثلاثة الاخيرة غسل رجليه فقط (۲۳۵) ولا يجوز

الرجل يمسح على خفيه ثم يبدو له فينزعهما قال يغسل قدميه ۔(سنن للبیھقی، باب من خلع خفیہ بعد ما مسح علیھما ،ص۴۳۴،نمبر۱۳۷۰)اس عمل صحابی میں ہے کہ موزہ کھل جائے تو دونوں قدم کو دھوئے۔

لغت : ساق الخف :موزہ کا جو حصہ پاؤں کی پنڈلی کے پاس رہتا ہے اس کو ساق الخف ، کہتے ہیں۔

ترجمہ : (۲۳۲) [۳] ایک قدم کے اکثر حصہ کو پانی پہونچ جائے ، صحیح مذہب یہی ہے۔

تشریح : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ دھونا اور مسح جمع نہیں کیا جا سکتا۔اس لئے قدم کا اکثر حصہ بھیگ گیا تو ایک قدم کا غسل ہو گیا ،اس لئے دوسرے قدم کا مسح جمع کرنا درست نہیں ہے اس لئے دوسرے قدم کے موزے کو بھی نکال کر دھونا ہوگا۔صحیح مذہب یہی ہے

ترجمہ : (۲۳۳) [۴] مسح کی مدت ختم ہو جاوے ،اگر ٹھنڈ سے پاؤں کے ضائع ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔

تشریح : مسح کی مدت ایک دن یا تین دن ختم ہو جانے سے بھی مسح ٹوٹ جائے گا۔لیکن اگر پاؤں دھونے سے برف کی وجہ سے پاؤں شل ہو جانے کا خطرہ ہو تو اب اس کا حکم جبیرہ [پٹی] کا حکم ہو جائے گا کہ جب تک مجبوری رہے گی مسح کرتا رہے گا۔

وجه : **عن علی بن ابی طالب قال سألت رسول الله** ﷺ **عن الجبائر يكون على الكسير ، كيف يتوضأ صاحبها و كيف يغتسل اذا اجنب ؟ قال يمسحان بالماء عليها فى الجنابة و الوضوء ، قلت فان كان فى برد يخاف على نفسه اذا اغتسل ؟ قال يمر على جسده ، و قرأ رسول الله** ﷺ ﴿**و لا تقتلوا انفسكم ان الله كا ن بكم رحيما**﴾ **و يتيمم اذا خاف** ۔(دارقطنی ، باب جواز المسح علی الجبائر،ص۲۳۳،نمبر۸۶۵)اس حدیث میں ہے کہ سردی کا خوف ہو تو جنابت کے لئے بھی جسم کو صرف پونچھ لے، اور اس سے بھی زیادہ خوف ہو تو تیمّم کر لے۔

ترجمہ : (۲۳۴) اور ان تین اخیر کے بعد صرف پاؤں دھولینا کافی ہے۔

تشریح : تین اخیر سے مراد ہے کہ [۱] موزہ کھل جائے [۲] اکثر قدم پانی سے بھیگ جائے [۳] یا موزے کی مدت ختم ہو جائے ،اور وضو موجود ہو تو پورا وضو لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے،صرف پاؤں دھولے اور موزہ پہن لے اتنا ہی کافی ہے۔

وجه : (۱) **عن ابراهيم قال : اذا نزعتهما فاغسل قدميك ، و به يأخذ الثورى** . (مصنف عبد الرزاق، باب نزع الخفین بعد المسح ، ج اول ،ص۲۱۰،نمبر۸۱۳)(۲)۔**عن رجل من اصحاب النبى** ﷺ **فى الرجل يمسح على خفيه ثم يبدو له فينزعهما قال يغسل قدميه** ۔(سنن للبیھقی ، باب من خلع خفیہ بعد ما مسح علیھما،ص۴۳۴،نمبر۱۳۷۰)اس عمل صحابی میں ہے کہ موزہ کھل جائے تو دونوں قدم کو دھوئے۔

المسح علی عمامة و قلنسوة و برقع و قفّازین.

﴿فصل : فی الجبیرة﴾

(۲۳۶) اذا افتصد او جُرِحَ او کُسِر عضوه فسدّه بخرقة او جبیرة و کان لا یستطیع غسل العضو و لا

ترجمہ : (۲۳۵) اور نہیں جائز ہے مسح پگڑی پر اور ٹوپی پر اور برقعہ اور دستانوں پر۔

تشریح : موزے پر مسح حدیث کی بنا پر خلاف قیاس جائز ہے، اس لئے جب تک حدیث متواتر سے پگڑی، ٹوپی، برقع اور دستانوں پر مسح کرنا ثابت نہ ہو اس کی اجازت نہیں ہوگی۔ اور پگڑی پر مسح کے بارے میں جو حدیث ہے اس کو اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ سر پر بھی مسح کیا اور ساتھ ہی پگڑی پر بھی مسح کیا۔

وجہ: (۱) عن انس بن مالک قال رأیت رسول الله ﷺ یتوضأ وعلیه عمامة قطریة فادخل یده من تحت العمامة فمسح مقدم رأسه فلم ینقض العمامة۔ (ابوداؤد شریف، باب المسح علی العمامۃ، ص ۲۱، نمبر ۱۴۷) (۲) اس حدیث میں بھی ہے۔ ان النبی ﷺ مسح علی الخفین ومقدم رأسه وعلی عمامته. (مسلم شریف، باب المسح علی الناصیۃ والعمامۃ، ص ۱۳۴، نمبر ۲۷۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بعض سر پر مسح کیا اور پگڑی پر مسح کیا۔ اس لئے صرف پگڑی پر مسح کافی نہیں ہے (۳) امام ترمذی نے فرمایا کہ علماء فرماتے ہیں کہ صرف عمامہ پر مسح کرنا کافی نہیں ہوگا جب تک اس کے ساتھ سر پر بھی مسح نہ کر لے عبارت یہ ہے۔ و قال غیر واحد من اهل العلم من أصحاب النبیؐ و التابعین : لا یمسح علی العمامة الا ان یمسح برأسه مع العمامة وهو قول سفیان الثوری ومالک بن انس و ابن المبارک، والشافعی. (ترمذی شریف، باب ماجاء فی المسح علی الجوربین والعمامۃ، ص ۲۸، نمبر ۱۰۰)

﴿فصل: (پٹی پر مسح کا بیان)﴾

ترجمہ : (۲۳۶) جب فصد لے، یا زخمی ہو جائے، یا کوئی عضو ٹوٹ جائے پھر اس پر پٹی یا کھپچی باندھ لے اور اس عضو کو نہ دھو سکے، نہ اس پر مسح کر سکے تو اس عضو کے اکثر بندھے ہوئے حصہ پر مسح کرنا ضروری ہے۔

تشریح: پچھنا لگوایا جس سے زخمی ہو گیا، یا زخمی ہو گیا، یا کوئی عضو ٹوٹ گیا اور اس پر پٹی باندھ لی، یا کھپچی باندھ لی اور اس عضو کو دھو نہیں سکتا ہے تو اس پٹی اور کھپچی پر مسح کر لے، اور اس کے اکثر پر مسح کر لے تب بھی کافی ہے۔

وجہ : (۱) یہاں مجبوری ہے اس لئے اکثر پر مسح کر لینا کافی ہے۔ (۲) اس حدیث میں ثبوت ہے۔ عن جابر قال : خرجنا فی سفر ....انما یکفیه ان یتیمم و یعصر اویعصب ۔ شک موسی ۔ علی جرحه خرقه ثم یمسح علیها و

یستطیع مسحه وجب المسح علی اکثر ما شدّ به العضو .(۲۳۷) وکفی المسح علی ما ظهر من الجسد بین عصابة المفتصد (۲۳۸) والمسح کالغسل فلا یتوقت بمدة . ولا یشترط شد الجبیرة

یغسل سائر جسده ۔(ابوداؤدشریف، باب فی المجد ور یتیمم ،ص ۶۱ ،نمبر ۳۳۶)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زخم کے اوپر پٹی باندھ کر اس پر مسح کرے (۳)عن علیؓ بن ابی طالب قال : انکسرت احدی زندی فسألت النبیﷺ فأمرنی أن امسح علی الجبائر (ابن ماجہ شریف، باب المسح علی الجبائر ،ص ۹۳ ،نمبر ۶۵۷ ،دار قطنی ، باب جواز المسح علی الجبائر ،ص ۲۳۳، نمبر ۸۶۷)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کھپچی پر مسح کرنا جائز ہے۔

لغت : افتصد :فصد لگوایا، پچھنا لگوایا۔ کسر :ٹوٹ گیا۔ خرقة : کپڑے کا ٹکڑا، شد بخرقة : پٹی باندھی۔ جبیرة : کھپچی، بانس کی بتی کے ذریعہ سے ٹوٹی ہوئی ہڈی کو باندھتے ہیں۔

ترجمہ : (۲۳۷) اور فصد کی پٹی کے ظاہر بدن پر بھی مسح کر لینا کافی ہے۔

تشریح : مثلا چاروں طرف پٹی بندھی ہوئی ہے اور درمیان میں خالی ہے جس سے کھال نظر آرہی ہے تو درمیان کی کھال کو دھونے کی ضرورت نہیں ہے اس پر بھی مسح کر لینا کافی ہے، کیونکہ مجبوری ہے۔

وجہ : عن علی بن ابی طالب قال سألت رسول الله ﷺ عن الجبائر یکون علی الکسیر ، کیف یتوضأ صاحبها و کیف یغتسل اذا اجنب ؟ قال یمسحان بالماء علیها فی الجنابة و الوضوء ،..... و قرأ رسول الله ﷺ ﴿و لا تقتلوا انفسکم ان الله کا ن بکم رحیما﴾ و یتیمم اذا خاف ۔(دار قطنی ، باب جواز المسح علی الجبائر ،ص ۲۳۳ ،نمبر ۸۶۵)اس حدیث میں ہے کہ ٹوٹا ہوا ہو تو جنابت کے لئے بھی جسم پر مسح کر لے۔

ترجمہ : (۲۳۸)اور مسح دھونے کی طرح ہے۔اس لئے اس کے لئے کوئی مدت مقرر نہیں ہے۔اور طہارت پر پٹی باندھنا بھی شرط نہیں۔

تشریح : یہاں مجبوری ہے اس لئے پٹی پر مسح کرنے کو دھونے کے درجے میں رکھا، تیمّم یا موزے پر مسح کے درجے میں نہیں رکھا ۔اب اس اصول پر یہاں ۵ مسئلے کو متفرع کر رہے ہیں [۱] چونکہ پٹی پر مسح غسل کی طرح ہے اس لئے اس کے لئے کوئی وقت متعین نہیں ہے جب تک زخم ٹھیک نہ ہو پٹی پر مسح کرتا رہے، [۲] اسی طرح وضو کیا ہوا نہ ہو اور پٹی باندھا تب بھی اس پٹی پر مسح کر سکتا ہے۔

وجہ : (۱)صحابہ بغیر وضو کے پٹی باندھتے تھے اور اس پر مسح کرتے رہتے تھے۔(۲)اوپر حضرت عمرؓ کا عمل آیا کہ خون رس رہا تھا اور وہ نماز پڑھتے رہتے تھے۔

ترجمہ : (۲۳۹)[۳] اور ایک پاؤں کی پٹی پر مسح کرنا اور دوسرا دھونا بھی جائز ہے۔

علی طُهرٍ .(۲۳۹) ویجوز مسح جبیرة احدی الرجلین مع غسل الاخریٰ. (۲۴۰) ولا یبطل المسح بسقوطها قبل البرء. ویجوز تبدیلها بغیرها ولا یجب اعادة المسح علیها. والافضل اعادته .(۲۴۱) واذا رَمِدَ و اُمِرَ ان لا یغسل عینه او انکسر ظفره وجعل علیه دواء وعلکا او جلدة مرارةٍ وضرّہ نزعه

تشریح : اوپر اصول گزرا کہ مسح اور دھونا جمع نہیں کر سکتے، لیکن پٹی پر مسح دھونے کی طرح ہے اس لئے ایک پاؤں پر مسح کرے اور دوسرے پاؤں کو دھوئے تو جائز ہے، کیونکہ وہ بھی دھونا ہی ہے۔

ترجمہ : (۲۴۰) [۴] اور اچھے ہونے سے پہلے پٹی کے گر جانے سے مسح باطل نہیں ہوگا۔ اور [۵] دوسری پٹی بدل دینا بھی درست ہے۔ اور اس پر مسح کا لوٹانا ضروری نہیں، لیکن بہتر یہ ہے کہ لوٹا لے۔

تشریح : چونکہ یہ پٹی غسل کی طرح ہے اس لئے زخم ٹھیک ہونے سے پہلے گر گئی تو مسح نہیں ٹوٹے گا اس لئے پہلے ہی مسح سے نماز پڑھ سکتا ہے، اب یہ بھی جائز ہے کہ اسی پٹی کو دوبارہ زخم پر باندھ دے اور یہ بھی جائز ہے کہ دوسری پٹی کو باندھے، اور پہلا ہی مسح کافی ہے، صرف وضو کرتے وقت دوبارہ مسح کرے۔ البتہ افضل یہ ہے کہ پٹی پر دوبارہ مسح کر لے۔

وجہ : اس عمل صحابی میں اشارہ ہے کہ خون بھی رس رہا ہو تو نماز جائز ہے۔ **عن المسور بن مخرمة ان عمرؓ صلی و جرحه یثعب دما** (دار قطنی، باب جواز الصلوۃ مع خروج الدم السائل من البدن، ص ۲۳۱، نمبر ۸۵۹) اس عمل صحابی میں ہے کہ خون رس رہا تھا اور وہ نماز پڑھ رہے تھے۔

ترجمہ : (۲۴۱) اگر آنکھ میں درد ہو، اور ڈاکٹر آنکھ نہ دھونے کا حکم کرے، یا ناخن ٹوٹ جائے اور اس پر کوئی دوا یا گوند یا پتے کی جھلی رکھ لے اور اس کا نکالنا نقصان کرتا ہو تو اس کے لئے مسح جائز ہے۔ اور اگر مسح بھی نقصان کرے تو چھوڑ دے۔

تشریح : یہاں آنکھ کا درد، اور ناخن اکھڑنے کو پٹی اور کھپچی کے حکم میں رکھا ہے، اس لئے اس پر مسح کرے، اور مسح بھی نقصان دے تو مسح بھی چھوڑ دے۔ مسئلے کی تشریح یہ ہے کہ، آنکھ میں درد ہوا اور ڈاکٹر نے حکم دیا ہو کہ اس کو نہ دھوؤ، تو اس پر مسح کرنا جائز ہے۔ اور مسح کرنا بھی نقصان دے تو اس کو چھوڑ دے۔ اسی طرح ناخن اکھڑ گیا ہو اور اس پر دوا لگائی ہو، یا گوند لگایا ہو، یا پتے کی جھلی لگائی ہو اور اس کا الگ کرنا مشکل ہو تو اس پر مسح کرنا جائز ہے، اور مسح بھی نقصان دیتا ہو تو اس کو چھوڑ دے۔ لیکن اگر زیادہ مجبوری نہ ہو تو آنکھ کو دھونا ضروری ہوگا۔

لغت : رمد: آنکھ میں درد۔ علک: گوندھ۔ مرارة: پتہ، یہ انت میں ہوتا ہے اور بہت کڑوا ہوتا ہے، زخم پر اس کا لیپ لگاتے ہیں، اسی کو جلدة مرارة، کہتے ہیں۔

جاز له المسح .وان ضرّه المسح ترکه.(۲۴۲)ولا یفتقر الی النیة فی مسح الخف والجبیرة والرأس.

﴿باب الحیض والنفاس والاستحاضة﴾

(۲۴۳) یخرج من الفرج حیض و نفاس واستحاضة .(۲۴۴)فالحیض دم ینفضه رحم بالغةٍ لا داء

ترجمہ : (۲۴۲) اورموزہ اور پٹی اورسر کے مسح میں نیت کی حاجت نہیں۔

تشریح : جس طرح تیمّم کرنے میں نیت کی ضرورت ہوتی ہے اس طرح موزے پر مسح، پٹی پر مسح،اورسر پر مسح کرنے کے لئے نیت کی ضرورت نہیں ہے،صرف کرلے تو ادا ہوجائے گا۔

﴿باب:حیض ونفاس واستحاضہ کے بیان میں﴾

ضروری نوٹ: حیض کے معنی بہنا ہے۔شریعت میں ایسی عورت جو نابالغہ نہ ہو،آئسہ نہ ہو،جریان خون کا مرض نہ ہو اور حمل نہ ہو اس کے رحم سے خون نکلے تو اس کو حیض کہتے ہیں۔اس کی دلیل یہ آیت ہے۔ویسئلونک عن المحیض قل ھو اذی فاعتزلوا النساء فی المحیض ولا تقربوھن حتی یطھرن۔(آیت۲۲۲سورۃ البقرۃ۲)

ترجمہ : (۲۴۳) عورت کی شرمگاہ سے جوخون نکلتا ہے وہ یا حیض ہے یا نفاس ہے یا استحاضہ ہے۔

تشریح : عورت کی شرمگاہ سے جوخون نکلتا ہے،اس کی تین قسمیں ہیں[۱] حیض،[۲] نفاس،[۳] استحاضہ،اورتینوں کے احکام الگ الگ ہیں تفصیل آگے آرہی ہے۔

ترجمہ : (۲۴۴) جوخون بالغہ عورت کے رحم سے نکلے بغیر مرض وحمل وسن ایاس کے وہ حیض ہے۔

تشریح : یہاں حیض کی تعریف کررہے ہیں۔بالغہ عورت کے رحم سے جوخون نکلے اس کو حیض کہتے ہیں۔اس عبارت میں ۴ قیدیں ہیں[۱] پہلی قید یہ ہے کہ عورت بالغہ ہو،پس اگر نابالغ لڑکی کی شرمگاہ سے خون نکلے وہ حیض نہیں استحاضہ ہے۔[۲] دوسری قید ہے کہ مرض کے بغیر ہو،کیونکہ مرض کی وجہ سے ہو مثلاً پردل کی بیماری ہو تو وہ خون استحاضہ ہے۔[۳] تیسری قید ہے کہ حمل سے نہ ہو، کیونکہ حمل نکلنے کے بعد جوخون آئے وہ نفاس کا خون ہے،حیض کا خون نہیں ہے۔[۴] چوتھی قید یہ ہے کہ سن ایاس کے بعد نہ ہو، کیونکہ سن ایاس میں خون آئے تو وہ استحاضہ کا خون ہے،حیض کا خون نہیں ہے۔

لغت : ینفض :نفض سے مشتق ہے،رحم کا پھینکنا ۔سن الایاس: پچپن سال کے بعد عورت کو خون آنا بند ہوجاتا ہے تو اس کو سن ایاس مایوسی کی عمر کہی جاتی ہے۔

بهاولا حبل ولم تبلغ سن الاياس(۲۴۵).واقل الحيض ثلاثة ايام واوسطه خمسة واكثره عشرة.(۲۴۶) والنفاس هو الدم الخارج عقب الولادة واكثره اربعون يوماولا حدَّ لاقله

ترجمه : (۲۴۵) اورحیض کی اقل مدت تین دن اوراوسط پانچ ، اکثر دس روز ہے۔

تشریح : تین دن سے کم خون آئے تو وہ استحاضہ ہے،اسی طرح دس دن سے زیادہ خون آئے تو وہ بھی استحاضہ کا خون ہے۔

وجه : (۱) حدیث یہ ہے۔ عن ابی امامة الباهلی قال قال رسول الله ﷺ لایکون الحیض للجاریة والثیب الذی قد ایئست من الحیض اقل من ثلاثة ایام ولا اکثر من عشرة ایام فاذا رأت الدم فوق عشرة ایام فهی مستحاضة فمازاد علی ایام اقرائها قضت ودم الحیض اسود خائر تعلوه حمرة ودم المستحاضة اصفر رقیق (دارقطنی ،نمبر۸۳۴) (۲) عن واثلة بن الاسقع قال قال رسول الله ﷺ اقل الحیض ثلاثة ایام و اکثره عشرة ایام ۔(دارقطنی ،کتاب الحیض ،ج اول،ص ۲۲۵ ،نمبر۸۳۶)دارقطنی میں اس قسم کی کئی احادیث ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ کم سے کم مدت تین دن ہےاورزیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہیں۔ اوراس سے کم یا زیادہ ہوتو وہ استحاضۃ ہے۔

ترجمه:(۲۴۶)اور جوخون ولادت کے بعدخارج ہووہ نفاس ہے۔اس کی اکثر مدت چالیس روز ہےاوراقل کی کوئی حدنہیں

تشریح : مکمل بچے کی ولادت ہو یا سقط یعنی ناقص بچے کی ولادت ہودونوں صورتوں میں ولادت کے بعد جوخون ہوگا وہ نفاس کا خون ہے۔اس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس روز ہے،اورکم سے کم مدت کی حدنہیں ہے۔

وجه : (۱) عن ام سلمة قالت کانت النفساء تجلس علی عهد رسول الله ﷺ اربعین یوما ۔(ترمذی شریف،باب ماجاء فی کم تمکث النفساء،ص ۳۵،نمبر۱۳۹/ابوداؤدشریف،باب ماجاء فی وقت النفساء،ص ۴۹،نمبر۳۱۲)ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن ہے(۲)عن عبد الله بن عمرو قال :قال رسول الله ﷺ : تنتظر النفساء أربعین لیلة ، فان رأت الطهر قبل ذالک فهی طاهر ، و ان جاوزت الاربعین فهی بمنزلة المستحاضة ، تغتسل و تصلی ، فان غلبها الدم توضأت لکل صلوة ۔(دارقطنی ،باب الحیض ،ج اول،ص ۲۲۸،نمبر ۸۴۷) اس حدیث میں ہے کہ چالیس دن سے پہلے بھی طہر دیکھے تو وہ پاک شمار کی جائے گی(۳)حدیث میں ہے۔عن معاذ بن جبل عن النبی ﷺ قال : اذا مضی للنفساء سبع ثم رأت الطهر فلتغتسل و لتصل ۔(سنن للبیهقی ،باب النفاس، ج اول،ص ۵۰۵،نمبر۱۶۱۷) اس حدیث میں ہے کہ سات روز کے بعد پاک ہوجائے تو بھی پاک سمجھی جائے گی،اس سے معلوم ہوا کہ کم سے کم کی کوئی حدنہیں ہے۔

ترجمه : (۲۴۷) اور جوخون ایامِ حیض میں تین روز سے کم اوردس روز سے زیادہ ہواورنفاس میں چالیس روز سے زیادہ ہووہ

(۲۴۷)والاستحاضة دم نقص عن ثلاثة ایام او زاد علی عشرة فی الحیض وعلی اربعین فی النفاس.
(۲۴۸) واقل الطھر الفاصل بین الحیضتین خمسة عشر یوما ولا حدَّ لاکثرہ (۲۴۹) الا لمن.

استحاضہ ہے۔

تشریح : یہ استحاضہ کی تعریف ہے کہ،[۱] حیض میں تین دن سے کم خون آئے،[۲] یا دس دن سے زیادہ خون آئے۔[۳] یا نفاس میں چالیس دن سے زیادہ خون آئے تو وہ سب استحاضہ ہیں۔

وجہ : (۱) اس حدیث میں ہے کہ دس دن سے زیادہ ہو تو وہ استحاضہ ہے۔عن ابی امامة الباھلی قال قال رسول الله ﷺ..... فاذا رأت الدم فوق عشرة ایام فھی مستحاضة (دارقطنی،نمبر۸۳۴) (۲) عن واثلة بن الاسقع قال قال رسول الله ﷺ اقل الحیض ثلاثة ایام و اکثرہ عشرة ایام ۔(دارقطنی،کتاب الحیض،ج اول،ص ۲۲۵ ،نمبر ۸۳۶)اسی پر قیاس کیا جائے گا کہ تین دن سے کم ہو تو وہ بھی استحاضہ ہوگا۔(۲)عن عبد الله بن عمرو قال :قال رسول الله ﷺ : تنتظر النفساء أربعین لیلة ، فان رأت الطھر قبل ذالک فھی طاھر ، و ان جاوزت الاربعین فھی بمنزلة المستحاضة ، تغتسل و تصلی ، فان غلبھا الدم توضأت لکل صلوة ۔(دارقطنی،باب الحیض،ج اول،ص ۲۲۸،نمبر۸۴۷) اس حدیث میں ہے کہ چالیس دن سے زیادہ ہو تو وہ استحاضہ ہے۔(۳) عن عائشة انھا قالت قالت فاطمة بنت ابی حبیش لرسول الله ﷺ یا رسول الله ! انی لا اطھر افأدع الصلاة ؟ فقال رسول الله ﷺ انما ذالک عرق و لیس بالحیضة ، فاذا اقبلت الحیضة فاترکی الصلاة فاذا ذھب قدرھا فاغسلی عنک الدم و صلی۔(بخاری شریف،باب الاستحاضة،ص۵۳،نمبر۳۰۶)اس حدیث میں ہے کہ استحاضہ کا خون رگ کا خون ہے۔

ترجمہ : (۲۴۸) دو حیض کے درمیان طہر کی اقل مدت پندرہ روز ہے،اور اکثر کی کوئی حد نہیں۔

تشریح : دو حیضوں کے درمیان کم سے کم پندرہ دن تک طہر رہ سکتا ہے اس سے کم نہیں،اور زیادہ سے زیادہ طہر کی کوئی حد متعین نہیں ہے،کسی کو تین سال اور چار سال تک حیض نہیں آتا ہے،پھر آجاتا ہے۔

وجہ : اس قول کے اشارۃ النص سے استدلال کیا جاسکتا ہے کہ اس میں مہینے میں پندرہ دن تک حیض ہے تو باقی پندرہ دن طہر کا شمار کیا جاسکتا ہے۔ عن عطاء قال اکثر الحیض خمسة عشرة وقال ادنی الحیض یوم ۔(دارقطنی،کتاب الحیض،ص ۲۱۶،نمبر۷۸۹/۷۹۰ سنن للبیھقی،باب أقل الحیض،ج اول،ص ۴۷۶،نمبر ۱۵۳۲)

ترجمہ : (۲۴۹) ہاں جو بالغ ہوتے ہی مستحاضہ ہو اس کے لئے مدت طہر پندرہ روز اور حیض دس روز ہے۔

تشریح : جس لڑکی کو پہلے حیض آچکا ہے اس کے حیض میں گڑبڑی ہو جائے تو اس کی جو عادت ہے اس پر عمل کیا جائے گا،لیکن

بلغت مستحاضة .

﴿(ويحرم بالحيض والنفاس ثمانية اشياء.)﴾

(۲۵۰)الصلوة

جس لڑکی کو پہلی مرتبہ خون آیا اور دس روز سے زیادہ مسلسل جاری رہا تو اس کی کوئی عادت نہیں ہے اس لئے اس کے لئے حیض کی زیادہ سے زیادہ دس دن مدت ہے وہ اس کی مدت ہوگی ، اور طہر کی مدت کم سے کم پندرہ دن ہے تو یہ مدت طہر کی ہوگی ۔

﴿حالت حیض اور نفاس میں آٹھ چیزیں حرام ہیں:﴾

﴿۸۔ چیزیں حرام ہیں، ایک نظر میں﴾

۱:......نماز۔

۲:......روزہ۔

۳:......قرآن مجید کی ایک آیت پڑھنا۔

۴:......قرآن مجید کا بلا غلاف چھونا۔

۵:......مسجد میں داخل ہونا۔

۶:......طواف۔

۷:......جماع۔

۸:......زیر ناف سے زیر زانو تک مباشرت۔

☆☆☆

ترجمه : (۲۵۰) حیض اور نفاس کی حالت میں آٹھ چیزیں کرنا حرام ہیں [۱] نماز [۲] روزہ۔

تشریح : حیضہ اور نفساء عورت ناپاک ہیں اس لئے وہ نہ نماز پڑھے گی اور نہ روزہ رکھے گی، البتہ بعد میں روزہ قضاء کرے گی اور نماز کی قضا نہیں کرے گی۔

وجه : (۱) عن ابی سعید الخدری قال خرج رسول الله ﷺ فی اضحی.....قال الیس شهادة المرأة مثل نصف شهادة الرجل ؟ قلن بلی قال : فذالک من نقصان عقلها ، الیس اذا حاضت لم تصل و لم تصم ؟ قلن بلی قال ذالک من نقصان دینها ۔(بخاری شریف، باب ترک الحائض الصوم، ص۵۳، نمبر۳۰۴)اس حدیث میں

(۲۵۱) والصوم وقراءة آیة من القرآن (۲۵۲) ومسُّها الا بغلاف (۲۵۳) ودخول مسجد

ہے کہ حائضہ عورت نہ نماز پڑھے اور نہ روزہ رکھے۔(۲)عن عائشة انها قالت قالت فاطمة بنت ابی حبیش لرسول الله ﷺ یا رسول الله ! انی لا اطهر افأدع الصلاة ؟ فقال رسول الله ﷺ انما ذالک عرق و لیس بالحیضة ، فاذا اقبلت الحیضة فاترکی الصلاة فاذا ذهب قدرها فاغسلی عنک الدم و صلی ۔(بخاری شریف ،باب الاستحاضة ،ص۵۳ ،نمبر۳۰۶)اس حدیث میں ہے کہ حیض کی حالت میں نماز نہ پڑھے۔

ترجمہ : (۲۵۱) [۳]قرآن مجید کی ایک آیت پڑھنا۔

وجه: (۱)عن ابن عمر عن النبی ﷺ قال لا تقرء الحائض و لا الجنب شیئا من القرآن. (ترمذی شریف، باب ماجاء فی الجنب والحائض لایقرأ القرآن ،ص ۳۶ ،نمبر۱۳۱ /ابو داؤد شریف، باب فی الجنب یقرأ القرآن ،ص۳۴ ،نمبر۲۲۹) اس حدیث میں ہے کہ حائضہ اور جنبی قرآن کریم کی آیت نہ پڑھے۔(۲) علماء فرماتے ہیں کہ اگر عورت کو بچے پڑھانا ہوتو آیت کوٹکڑا ٹکڑا کر کے پڑھائے۔البتہ تسبیح اور تہلیل پڑھ سکتی ہے، دعا پڑھ سکتی ہے،اثر میں ہے۔عن هشام بن حسان قال: الجنب یسبح و یحمد الله ، و یدعو، و لا یقرأ آیة واحدة ۔(مصنف عبد الرزاق، باب ھل تذکر اللہ الحائض والجنب ،ج اول،ص ۲۶۱، نمبر۱۳۱۱)(۳)اور ترمذی شریف میں اس طرح ہے۔ قالوا : لا تقرأ الحائض و لا الجنب من القرآن شیئا الا طرف الآیة و الحرف و نحو ذالک ، و رخصوا للجنب و الحائض فی التسبیح و التهلیل ۔(ترمذی شریف،باب ما جاء فی الجنب والحائض انهما لایقرآن القرآن ،ص ۳۶ ،نمبر۱۳۱)اس اثر سے معلوم ہوا کہ یہ لوگ پوری آیت نہیں پڑھ سکتے البتہ آیت کوتوڑ توڑ کر پڑھ سکتے ہیں اور تسبیح اور تھلیل وغیرہ پڑھ سکتے ہیں۔

ترجمہ : (۲۵۲) [۴] قرآن مجید کا بلا غلاف چھونا۔

وجه: (۱)لا یمسه الا المطهرون (آیت ۷۹ سورة الواقعة ۵۶)(۲)حدیث میں ہے. عن عبد الله بن ابی بکر عن ابیه قال : کان فی کتاب النبیؐ لعمرو بن حزم الا تمس القرآن الا علی طهر ۔(دار قطنی، باب فی نھی المحدث عن مس القرآن، ج اول،ص ۱۲۸ ،نمبر۴۲۹ /سنن للبیہقی ، باب الحائض لاتمس المصحف ولاتقرأ القرآن ،ص۴۶۱ ،نمبر۱۴۷۸)اس قسم کی بہت سی احادیث دار قطنی میں نقل کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کو بغیر وضو چھونا جائز نہیں ہے۔(۳) عن عامر و سالم قالا : لا یمس الرجل الدرهم فیها کتاب الله و هو جنب قال : و قال عطاء و القاسم : یمسها اذا کانت مصرورة فی خرقة ،(مصنف ابن ابی شیبة ، باب ۱۳۸ الرجل یمس الدراهم وھو جنب ،ج اول،ص ۱۰۷ ،نمبر۱۲۱۹ /مصنف عبد الرزاق، باب مس المصحف والدراھم التی فیھا القرآن ،ج اول،ص ۲۶۵ ،نمبر۱۳۴۲)اس اثر میں ہے کہ درھم کو رکھنے کی جو تھیلی ہوتی

والطواف(۲۵۴) والجماع والاستمتاع بما تحت السرّة الی تحت الرکبة .

ہے اسکے ذریعہ درھم کو چھوئے ،اسی طرح قرآن کے رکھنے کا جو غلاف ہوتا ہے اسکے ذریعہ سے قرآن کو چھوئے۔

ترجمہ : (۲۵۳) [۵] مسجد میں داخل ہونا۔[۶]اور طواف کرنا[بھی ممنوع ہے۔

تشریح : حائضہ نفساءاور جنبی مسجد میں داخل نہ ہو،اور طواف کرنا مسجد حرام میں ہوتا ہے اس لئے وہ طواف بھی نہ کرے۔

وجہ : (۱) آیت میں ہے۔**یآیھا الذین آمنوا لا تقربوا الصلوۃ و انتم سکری حتی تعلموا ما تقولون و لا جنباً الا عابری سبیل حتی تغتسلوا** (آیت ۴۳،سورۃ النساء۴) اس آیت میں ہے کہ جنبی نماز یعنی مسجد کے قریب نہ جائے، اسی پر قیاس کرتے ہوئے حائضہ اور نفساء بھی مسجد میں داخل نہ ہوں۔(۲) **سمعت عائشة ... فقال وجھوا ھذہ البیوت عن المسجد فانی لا احل المسجد لحائض ولا جنب** ۔(ابوداؤد شریف، باب فی الجنب یدخل المسجد، ص ۳۴، نمبر ۲۳۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حائضہ عورت مسجد میں داخل نہیں ہوسکتی۔اور مسجد حرام میں طواف ہوتا ہے اس لئے وہ طواف بھی نہیں کر سکتی۔(۳) عورتوں کو عیدین میں شریک ہونے کی اجازت ہے لیکن حائضہ عورتیں عیدگاہ سے الگ رہیں کیونکہ عیدگاہ مسجد ہے اسلئے اس سے بھی حائضہ عورت کو الگ رہنے کا حکم دیا،حدیث یہ ہے. **عن ام عطیة قالت : أمرنا أن نخرج الحیض یوم العیدین و ذوات الخدور فیشھدن جماعة المسلمین و دعوتھم ، ویعتزل الحیض عن مصلاھن** ۔(بخاری شریف، باب وجوب الصلاۃ فی الثیاب، ص ۵۱، نمبر ۳۵۱) اس حدیث میں ہے کہ حائضہ عورت عیدگاہ سے الگ رہے کیونکہ وہ بھی مسجد ہے۔(۴) اور طواف نہ کرے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔**عن عائشةؓ..... قال لعلک نفست؟ قلت نعم قال فان ذالک شیء کتبه اللہ علی بنات آدم فافعل ما یفعل الحاج غیر لا تطوفی بالبیت حتی تطھری** ۔(بخاری شریف، باب تقضی الحائض المناسک کلھا الا الطّواف بالبیت، ص ۵۳، نمبر ۳۰۵ /ابوداود شریف، باب الحائض تھل بالحج، ص ۲۵۷، نمبر ۱۷۴۳) حدیث سے معلوم ہوا کہ حائضہ عورت طواف نہیں کرے گی۔

ترجمہ : (۲۵۴) [۷] جماع۔[۸] ناف کے نیچے سے لیکر زانو کے نیچے تک فائدہ اٹھانا بھی حلال نہیں ہے۔

تشریح : حائضہ اور نفساء عورت سے جماع کرنا حرام ہے۔اور شرمگاہ میں وطی نہ کرے تو ناف کے نیچے سے زانو کے نیچے تک استعمال کرنا جائز ہے، لیکن خطرہ ہے کہ جماع کر بیٹھے اس لئے اس کو ناجائز قرار دیا، البتہ اس پر ازار لپیٹ لے اور اس کے اوپر سے فائدہ اٹھائے تو جائز ہے، کیونکہ اب کوئی خطرہ نہیں ہے۔

وجہ: (۱) آیت میں ہے۔**ویسئلونک عن المحیض قل ھو اذی فاعتزلوا النساء فی المحیض ولاتقربوھن حتی یطھرن** (آیت ۲۲۲ سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ہے کہ حیض والی عورت کے قریب بھی مت جاؤ۔(۲) وطی تو کرنا حرام

(۲۵۵) واذا انقطع الدم لاکثر الحیض والنفاس حل الوطئ بلا غسل.(۲۵۶)ولا یحل ان انقطع

ہے۔البتہ عورت کوازار پہنا کراسکے ساتھ لیٹ سکتا ہے۔اسکے لئے حدیث یہ ہے۔ سمعت میمونۃ تقول : کان رسول اللہ ﷺ اذا اراد أن یباشر امرأۃ من نسائہ أمر ھا فاتزرت و ھی حائض ۔(بخاری شریف، باب مباشرۃ الحائض،ص۵۳ ،نمبر۳۰۳)(۳) عن میمونۃ قالت ان النبی ﷺ کان یباشر المرأۃ من نسائہ و ھی حائض اذا کان علیھا ازار الی انصاف الفخذین او الرکبتین تحتجز بہ (ابوداودشریف، باب فی الرجل یصیب منھا مادون الجماع،ص۴۸،نمبر ۲۶۷)ان احادیث میں ہے کہ حیض کی حالت میں ازار کے اوپر سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔(۴) صرف جماع حرام ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے.عن بعض ازواج النبی ﷺ قالت ان النبی ﷺ کان اذا اراد من الحائض شیئا القی علی فرجھا ثوبا۔(ابوداؤشریف، باب فی الرجل یصیب منھا مادون الجماع،ص۴۹،نمبر۲۷۲)

ترجمہ : (۲۵۵)اور جب حیض ونفاس کا خون اکثر مدت میں منقطع ہوتو بلاغسل وطی جائز ہے۔

تشریح : مثلا حیض کی اکثر مدت دس دن ہے،اور دس دن پرخون آنا بند ہوا تو اب بغیر عورت کے نہائے ہوئے بھی وطی کر سکتا ہے، کیونکہ اب تو حیض آئے گا ہی نہیں،اور اگر آئے گا تو وہ استحاضہ کا خون ہوگا،اس لئے عورت یقینی طور پر پاک ہوگئی۔اسی طرح نفاس کی اکثر مدت چالیس روز ہے،اور چالیس روز پرخون بند ہوا تو بغیر نہائے ہوئے بھی وطی کر سکتا ہے، کیونکہ عورت یقینی طور پر پاک ہوگئی۔

وجہ : (۱)اس آیت میں ہے کہ عورت پاک ہو جائے تو اس سے وطی کرو،اور یہ عورت یقینی طور پر پاک ہوگئی ہے اس لئے اس سے وطی کرنا جائز ہے ۔و یسئلونک عن المحیض قل ھو اذی فاعتزلوا النساء فی المحیض و لا تقربوھن حتی یطھرن فاذا تطھرن فأتوھن من حیث أمر کم اللہ ان اللہ یحب التوابین و یحب المتطھرین (آیت۲۲۲،سورۃ البقرۃ۲)(۲)۔ عن مجاھد فی قولہ عزوجل (ولا تقربوھن حتی یطھرن) حتی ینقطع الدم فاذا تطھرن قال یقول اذا اغتسلن (سنن للبیہقی، باب الحائض لاتوطأ حتی تطھر وتغتسل، ج اول،ص۴۶۲،نمبر۱۴۸۲) اس اثر میں خون منقطع ہونے کو غسل کرنا قرار دیا گیا ہے اسلئے غسل نہ بھی کرے تو صحبت جائز ہے۔

ترجمہ : (۲۵۶) اور جب اپنی عادت کے موافق کم مدت میں خون منقطع ہوتو وطی جائز نہیں مگر یہ کہ غسل کرلے یا (غسل پر قادر نہ ہوتو) تیمّم کرلے اور نماز پڑھ لے۔

تشریح : مثلا عورت کی پرانی عادت پانچ دن خون آنے کی تھی اب چار دن میں خون آنا بند ہوگیا تو ابھی یہ بہت ممکن ہے کہ ایک روز اور خون آجائے کیونکہ اس کی عادت پانچ روز کی ہے اس لئے یہ مکمل پاک نہیں ہوئی اس لئے اس سے وطی کرنا جائز نہیں جب تک

لدونه لتمام عادتها الا ان تغتسل او تتيمم وتصلی (۲۵۷) او تصير الصلوة دَينا فی ذمتها وذلک بان تجد بعد الانقطاع من الوقت الذی انقطع الدم فيه زمنا يسع الغسل والتحريمة فما فوقها ولم تغتسل

کہ غسل نہ کرلے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اپنی عادت کے مطابق پانچ روز کے بعد خون بند ہوا، لیکن دس روز سے پہلے بند ہوا تب بھی جب تک غسل نہ کرے وطی کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ ممکن ہے کہ اس کی عادت بدل گئی ہو اور دس دن تک خون آسکتا ہے۔۔اب غسل کی تین صورتیں بیان کررہے ہیں [۱] غسل کرلے [۲] غسل پر قادر نہ ہو تو غسل کا تیمّم کرلے اور نماز پڑھ لے تو عورت پاک سمجھی جائے گی اور اب وطی کرنا جائز ہوگا [۳] تیسری صورت یہ ہے کہ ایک نماز کی قضا ذمہ میں لازم ہوجائے تو یہ عورت پاک سمجھی جائے گی اور اس سے اب وطی کرنا جائز ہوگا۔

وجه : (۱) **عن مجاهد فی قوله عزوجل (ولا تقربوهن حتی يطهرن) حتی ينقطع الدم فاذا تطهرن قال يقول اذا اغتسلن** (سنن للبیہقی، باب الحائض لاتوطأ حتی تطہر وتغتسل، ج اول، ص ۴۶۲، نمبر ۱۴۸۲) اس قول تابعی میں ہے کہ غسل کرے تب وطی جائز ہے۔(۲) **سأل انسان عطاء قال الحائض تری الطهر ولا تغتسل اتحل لزوجها؟قال لا حتی تغتسل.** (مصنف عبدالرزاق، باب الرجل یصیب امرأتہ وقد رأت الطہر ولم تغتسل ج اول، ص ۲۵۶، نمبر ۱۲۷۵/السنن للبیہقی، باب الحائض لاتوطأ حتی تطہر وتغتسل، ج اول، ص ۴۶۲، نمبر ۱۴۸۳) اس قول تابعی میں ہے کہ جب تک کہ غسل نہ کرلے وطی جائز نہیں ہے۔(۳) اور غسل پر قادر نہ ہو تو تیمّم کرے، اس کے لئے یہ اثر ہے۔ **عن عطاء قال اذا طهرت الحائض فلم تجد ماء تتيمم و يأتيها زوجها** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من قال اذا طہرت وھی فی سفر تیمم ویأتیھا، ج اول، ص ۹۳، نمبر ۱۰۳۳) اس اثر میں ہے کہ تیمّم کرے۔

ترجمه : (۲۵۷) یا ایک نماز کی قضا عورت کے ذمہ لازم ہوجائے اس کی صورت یہ ہے کہ خون منقطع ہونے کے بعد مثلا اتنا وقت باقی رہے کہ جس میں صرف غسل اور تحریمہ یا اس سے زیادہ ادا کرسکتی ہے اور اس نے غسل یا تیمّم نہیں کیا اور وقت نکل گیا تو اب اس سے وطی جائز ہے۔

تشریح : وطی حلال ہونے کی تیسری صورت یہ ہے کہ عورت کے ذمے ایک نماز قضا ہوجائے تو اس سے وطی حلال ہوجائے گی ۔ [۱] قضا کی ایک صورت یہ ہے کہ خون بند ہونے کے بعد نماز کا مکمل وقت گزر گیا اور عورت نے نماز نہیں پڑھی اور وہ نماز اس کے ذمے قضا ہوگئی۔ دوسری صورت یہ ہے کہ نماز کا وقت چل رہا تھا کہ اس کے آخیر وقت میں خون بند ہوا، لیکن اتنا وقت باقی تھا کہ غسل کرکے نماز کا تحریمہ باندھ لیتی، اور غسل پر قادر نہیں تو غسل کا تیمّم کرکے نماز کا تحریمہ باندھ سکتی تھی، لیکن اس نے نہ غسل کیا، نہ تیمّم کیا اور نہ تحریمہ باندھا جسکی وجہ سے یہ نماز عورت پر قضا رہ گئی تو اس سے وطی کرنا حلال ہوگیا۔

ولم تتيمم حتى خرج الوقت. (٢٥٨) وتقضى الحائض والنفساء الصوم دون الصلوة.

(ويحرم بالجنابة خمسة اشياء .)

(٢٥٩) الصلوة وقراءة آية من القرآن ومسُّها الا بغلاف ودخول مسجد والطواف .

وجه : (١) اس قول تابعی میں ہے۔ عن مجاهد فی الحائض ينقطع عنها الدم قال لا يأتيها حتى تحل لها الصلوة ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ، باب فی المرأۃ ينقطع عنها الدم فيأتيها قبل ان تغتسل ، ج اول، ص ۹۲، نمبر ۱۰۲۷)اس اثر میں ہے کہ نماز ذمے میں آئے تب وطی حلال ہوگی ۔(۲)اس کی دلیل عقلی یہ ہے کہ جب اللہ کا فرض اس کے ذمے ہو گیا تو انسان کا فرض [وطی] بھی اس کے ذمے آجائے گا۔۔اس کے لئے کوئی اثر نہیں ملا۔

ترجمه : (۲۵۸) اور حائض اور نفسا صرف روزے کی قضا کرے نماز کی نہیں۔

تشریح : دس روز میں نماز پچاس ہو جائے گی اس لئے نماز کی قضا نہ کرے، اور روزہ صرف دس ہی ہونگے اس لئے روزے کی قضا کرے۔

وجه : اس حدیث میں ہے کہ بعد میں نماز کی قضا نہ کرے صرف روزے کی قضا کرے ۔عن معاذة قالت سألت عائشة فقلت ما بال الحائض تقضى الصوم ولا تقضى الصلوة؟ فقالت احرورية انت؟ قلت لست بحرورية ولكنى اسأل قالت كان يصيبنا ذلك فنؤمر بقضاء الصوم ولا نؤمر بقضاء الصلوة ۔(مسلم شریف، باب وجوب قضاء الصوم علی الحائض دون الصلوۃ، ص ۱۴۹، نمبر ۳۳۵ /۷۶۳ / بخاری شریف، باب لا تقضی الحائض الصلوۃ، ص ۵۶، نمبر ۳۲۱)

﴿اور جنابت میں پانچ چیزیں حرام ہیں﴾

۱:......نماز۔

۲:......قرآن مجید کی ایک آیت کی تلاوت۔

۳:......قرآن کا بلا غلاف چھونا۔

۴:......مسجد میں داخل ہونا۔

۵:......طواف کرنا۔

ترجمه : (۲۵۹) جنبی کے لئے یہ پانچ چیزیں حرام ہیں [۱] نماز پڑھنا، [۲] قرآن کی ایک آیت کی بھی تلاوت کرنا، [۳] قرآن کو بغیر غلاف کے چھونا، [۴] مسجد میں داخل ہونا [۵] بیت اللہ کا طواف کرنا۔

تشریح : جنبی ناپاک ہے، اور حائضہ اور نفساء کے درجے میں ہے اس لئے جو باتیں انکے لئے ممنوع ہیں اس کے لئے بھی

(۲۶۰)ویحرم علی المحدث ثلاثة اشیاء . الصلوة، والطواف، ومسُ المصحف الا بغلاف(۲۶۱) ودم الاستحاضه کرعاف دائم لا یمنع صلوة ولا صوما ولا وطئا.

ممنوع ہوں گیں۔دلائل حیض کی بحث میں گزر چکی۔

وجه : (۱)عن ابن عمر عن النبی ﷺ قال لا تقرء الحائض ولا الجنب شیئا من القرآن. (ترمذی شریف، باب ماجاء فی الجنب والحائض لایقرأالقرآن،ص۳۶،نمبر۱۳۱/ابوداؤدشریف، باب فی الجنب یقرأالقرآن،ص۳۴،نمبر۲۲۹) اس حدیث میں ہے کہ جنبی کچھ بھی قرآن نہ پڑھے۔(۲) آیت میں ہے۔یآیھا الذین آمنوا لا تقربوا الصلوة و انتم سکریٰ حتی تعلموا ما تقولون و لا جنباً الا عابری سبیل حتی تغتسلوا (آیت۴۳،سورۃالنساء۴) اس آیت میں ہے کہ جنبی نماز یعنی مسجد کے قریب نہ جائے۔(۳) سمعت عائشة ... فقال وجھوا ھذہ البیوت عن المسجد فانی لا احل المسجد لحائض ولا جنب ۔(ابوداؤدشریف، باب فی الجنب یدخل المسجد،ص۳۴،نمبر۲۳۲) اس حدیث میں ہے کہ جنبی مسجد میں داخل نہ ہو۔

﴿اور بلاوضووالے پر تین چیزیں حرام ہیں،ایک نظر میں﴾

۱:......نماز۔

۲:......طواف۔

۳:......قرآن مجید کا بلاغلاف چھونا۔

☆☆☆

ترجمه : (۲۶۰) اور بلاوضووالے پر تین چیزیں حرام ہیں[۱] نماز،[۲]طواف،[۳]قرآن مجید کا بغیر غلاف کے چھونا۔

تشریح : جوآدمی بغیر وضو کے ہواس کے لئے نماز پڑھنا جائز نہیں بیت اللہ کا طواف کرنا جائز نہیں اور بغیر غلاف کے قرآن چھونا جائز نہیں ہے۔البتہ قرآن کا پڑھنا جائز ہے،اور مسجد میں داخل ہونا جائز ہے۔۔ دلائل باب الوضو میں گزر چکے ہیں۔

ترجمه : (۲۶۱) اوراِستحاضہ کا خون نکسیر دائم کی طرح ہے نماز و روزہ و وطی کو منع نہیں کرتا۔

تشریح : شرمگاہ کے اندر خاص قسم کی جھلی ہوتی ہے جس سے ہر ماہ میں خون آتا ہے وہ خون حیض کا خون ہے،اوراس جھلی کے علاوہ جوخون آتا ہے وہ استحاضہ کا خون ہے،اس کا حکم نکسیر پھوٹنے کی طرح ہے،اس وقت نماز پڑھے،روزہ رکھے،اور وطی بھی کرے

وجه : (۱)حدیث میں ہے۔ عن عائشة انھا قالت قالت فاطمة بنت ابی حبیش لرسول اللہ ﷺ یا رسول اللہ انی لا اطھر؟ افادع الصلوة فقال رسول اللہ ﷺ انما ذلک عرق ولیس بالحیضة فاذا اقبلت الحیضة

(۲۶۲) وتتوضأ المستحاضة .ومن به عذر كسلس بول واستطلاق بطن لوقت كل فرض ويصلون

فاتر كي الصلوة فاذا ذهب قدرها فاغسلي عنك الدم و صلي ۔(بخاری شریف، باب الاستحاضۃ ،ص۵۳،نمبر۳۰۶ر مسلم شریف، باب المستحاضة وغسلها وصلواتها ص ۱۴۷،نمبر ۳۳۳ر۷۵۳)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مستحاضہ نماز پڑھے گی۔(۲) روزے کے لئے یہ حدیث ہے۔عن النبی ﷺ قال فی المستحاضة يدع الصلوة ايام اقرائها التی كانت تحيض فيها ثم تغتسل وتتوضأ عند كل صلوة وتصوم وتصلی. (ترمذی شریف، باب ماجاء ان المستحاضة تتوضأ لكل صلوة ،ص ۳۳،نمبر ۱۲۶)اس حدیث میں ہے کہ مستحاضہ نماز پڑھے اور روزہ بھی رکھے۔ (۳) شوہر وطی کرے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن عكرمة قال كانت ام حبيبة تستحاض فكان زوجها يغشاها. (ابوداؤد، باب المستحاضة يغشاها زوجها،ص ۴۹،نمبر ۳۰۹) اس حدیث میں ہے کہ مستحاضہ سے وطی کرے گا۔

حیض و استحاضة کی تحقیق: رحم کے اندر چاروں طرف حیض کی جھلیاں ہوتی ہیں وہ بڑھتی رہتی ہیں۔جب حیض کا زمانہ آتا ہے تو وہ کٹ کٹ کر خون کے ساتھ گرتی ہیں۔اس لئے حیض کا خون گاڑھا اور کالا ہوتا ہے۔لیکن رحم کی رگوں میں کوئی بیماری ہو تو حیض کے بعد بھی اس سے خون گرتا ہے۔جس میں وہ جھلیاں نہیں ہوتی یا سرخ رنگ کا خون ہوتا ہے یا مٹیالا یا زرد رنگ کا خون ہوتا ہے،استحاضہ کا خون رحم میں خراش یا بیماری کی وجہ سے آتا ہے۔

ترجمه : (۲۶۲) مستحاضہ اور جس کو عذر ہو مثلا سلسل بول اور دست آنے کی بیماری، وہ ہر فرض نماز کے وقت پر وضو کر کے اس سے جو چاہے فرائض ونوافل نماز پڑھے۔

تشریح : مستحاضہ عورت اور جسکو عذر ہے، جیسے مسلسل پیشاب آتا رہتا ہے، یا ہر وقت ہوا چھوٹتی رہتی ہے، یا ہر وقت پیخانہ نکلتا رہتا ہے، اتنا وقفہ نہیں ملتا کہ وضو کر کے نماز پوری کر سکے تو وہ معذور ہے، وہ ہر نماز کے وقت وضو کرے اور اس وضو سے جتنے فرائض اور نوافل پڑھ سکے پڑھ لے، چاہے خون نکلتا رہتا ہو، اور جب نماز کا وقت ختم ہو گا تو اس عذر کی بنا پر وضو ٹوٹ جائے گا، اب دوسرے وقت کے لئے نیا وضو کرے۔

وجه : (ا) حدیث میں ہے۔عن عائشة قالت جاءت فاطمة بنت أبي حبيش الى النبي ﷺ فقالت يا رسول الله ! انی امرأة أستحاض فلا اطهر أفادع الصلاة ؟ قال : لا انما ذالک عرق و ليس بالحيضة اجتنبی الصلاة أيام محيضك ثم اغتسلي و توضئي لكل صلاة و ان قطر الدم على الحصير ۔(ابن ماجۃ شریف، باب ماجاء فی المستحاضة التی قد عدت أيام اقرائها ،ص ۸۷،نمبر ۶۲۴ رنسائی شریف، باب ذکر الاستحاضة واقبال الدم وادباره ،ص ۴۷،نمبر ۳۵۰ ردار قطنی ،کتاب الحیض ،ج اول ،ص ۲۱۹،نمبر ۸۰۸))(۳) ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ہر وقت کے لئے وضو کرے اور

بـه مـا شاء وا من الفرائض والنوافل. (۲۶۳) ويبطل وضوء المعذورين بخروج الوقت فقط.(۲۶۴) ولا يـصيـر مـعـذورا حتـى يستـوعبه العذر وقتا كاملا ليس فيه انقطاع بقدر الوضوء والصلوة . وهذا

اس سے فرائض اور نوافل پڑھتی رہے چاہے خون چٹائی پر گرتا رہے۔(۲) اس حدیث میں بھی ہے۔ **عـن الـنبـی ﷺ قـال فی الـمستحاضة يدع الصلوة ايـام اقـرائهـا التـی كـانت تـحيض فيها ثم تغتسل وتتوضأ عند كل صلوة وتصوم وتـصـلی.** (ترمذی شریف، باب ما جاء ان المستحاضة تتوضأ لکل صلوة ص۳۳ نمبر ۱۲۶) اس حدیث میں ہے کہ مستحاضة ہر نماز کے لئے وضو کرے۔

لغت : سلسل البول: ہر وقت پیشاب نکلتا ہو۔ استطلاق بطن: طلق کا معنی ہے چلنا، اور استطلاق بطن: کا ترجمہ ہے ہر وقت پیخانہ نکلتے رہنا۔

ترجمه : (۲۶۳) اور معذوروں کا وضو باطل ہوگا صرف وقت نکلنے سے۔

تشریح : عذر کے علاوہ کوئی اور حدث پیش آئے تو اس سے وضو ٹوٹے گا، مثلا سلسل البول والے کو حدث ہو جائے تو اس حدث سے وضو ٹوٹے گا، لیکن پیشاب نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹے گا، جب نماز کا وقت ختم ہو جائے گا تب پیشاب نکلنے سے وضو ٹوٹے گا۔

وجه : اس حدیث میں ہے۔ **عن عائشة قالت جاء ت فاطمة بنت أبی حبيش الی النبی ﷺ فقالت يا رسول الـلـه ! انـی امـرأة أستـحـاض فـلا اطهر أفادع الصلاة ؟ قال : لا انما ذالک عرق و ليس بالحيضة اجتنبی الصلاة أيام محيضک ثم اغتسلی و توضئی لكل صلاة و ان قطر الدم علی الحصير** ۔(ابن ماجۃ شریف، باب ما جاء فی المستحاضة التی قد عدت أیام اقرائها ،ص ۸۸، نمبر ۶۲۴ رنسائی شریف، باب ذکر الاستحاضة واقبال الدم وادباره، ص ۴۷، نمبر ۳۵۰ ردار قطنی، کتاب الحیض، ج اول، ص ۲۱۹، نمبر ۸۰۸) اس حدیث میں ہے کہ چٹائی پر خون گرے تب بھی وضو نہیں ٹوٹے گا، اور **,توضئی لكل صلاة** ، سے اشارہ ہے کہ نماز کا پورا وقت نکلے گا تب اس عذر سے وضو ٹوٹے گا۔

ترجمه : (۲۶۴) معذور نہیں ہوگا یہاں تک کہ عذر پورے وقت کو گھیر لے جس میں وضو کرنے اور نماز پڑھنے کی مقدار انقطاع نہ ہو، یہ عذر کے ثابت ہونے کی شرط ہے۔

تشریح : نماز کا جتنا وقت ہے پورے وقت میں اتنا موقع نہیں ملتا کہ وضو کر سکے اور نماز پڑھ سکے کہ خون آ جاتا ہے، یہ صورت حال پانچوں نمازوں میں رہتا ہے۔ ایک دن تک یہ صورت حال رہے تو یہ آدمی معذور قرار دیا جائے گا۔

وجه : **عـن عـائشة انهـا قـالـت قـالـت فاطمة بنت ابی حبيش لرسول الله ﷺ يا رسول الله انی لا اطهر؟ افـادع الـصـلـوة** ۔(بخاری شریف، باب الاستحاضة، ص ۵۳، نمبر ۳۰۶ رمسلم شریف، باب المستحاضة وغسلها وصلواتها، ص ۱۴۷، نمبر

شرط ثبوته .(۲۶۵) وشرط دوامه وجوده فی کل وقت بعد ذلک ولو مرة.(۲۶۶) وشرط انقطاعه وخروج صاحبه عن کونه معذورا خلوُّ وقت کامل عنه.

﴿باب الانجاس والطهارة عنها﴾

۳۳۳/۷۵۳) اس حدیث میں ہے ,لا اطھر، جس سے معلوم ہوا کہ میں پورے دن میں پاک نہیں ہوتی۔

ترجمہ : (۲۶۵) عذر کے برقرار رہنے کی شرط یہ ہے کہ اس کے بعد ہر وقت میں پایا جائے، چاہے ایک ہی مرتبہ کیوں نہ ہو۔

تشریح : معذور قرار دینے کے بعد پورے نماز کے وقت میں ایک مرتبہ بھی خون آجائے تو وہ معذور برقرار رہے گا۔

ترجمہ:(۲۶۶) اور عذر کے ختم ہونے کی شرط، اور عذر والے کا عذر سے نکلنے کی شرط یہ ہے کہ پورا وقت اس عذر سے خالی رہے

تشریح : معذور قرار دینے کے بعد اس وقت اس کو صحتمند قرار دیا جائے گا کہ پورا وقت اس عذر سے خالی رہے اور پورے وقت میں ایک مرتبہ بھی خون نہ آئے تو اس کو معذور سے نکال دیا جائے گا اور صحت کا حکم لگا دیا جائے گا۔

﴿باب نجاستوں اور اس کی طہارت کے بیان میں﴾

ضروری نوٹ: انجاس نجس کی جمع ہے ناپاکی۔نجس کی دو قسمیں ہیں[۱] نجاست حکمیہ: جو نظر آنے والی ظاہری نجاست نہ ہو، لیکن شریعت نے نجاست کا حکم لگایا ہو، پھر نجاست حکمیہ کی دو قسمیں ہیں[۱] حدث اصغر، جس میں وضو لازم ہوتا ہو۔[۲] حدث اکبر: جس میں غسل کرنا لازم ہوتا ہو، جیسے منی نکلے، حیض آئے، یا نفاس آئے۔[۲] دوسری ہے نجاست حقیقیہ: جو ظاہری طور پر نظر آئے۔ پھر اس کی دو قسمیں ہیں۔[۱] نجاست غلیظہ: جو ایک درہم سے کم معاف ہو، اور ایک درہم یا اس سے زیادہ لگ جائے تو دھونا ضروری ہو، جیسے خون پیشاب۔[۲] دوسری نجاست خفیفہ: جو ایک چوتھائی کپڑے سے کم معاف ہو، اور ایک چوتھائی یا اس سے زیادہ لگ جائے تو دھونا پڑے تب نماز جائز ہو، جیسے جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہو اس کا پیشاب۔ یہاں اسی نجاست حقیقیہ کے احکام کے متعلق بحث ہے۔اس کی دلیل یہ آیت ہے۔ وثیابک فطھر (آیت ۴، سورۃ المدثر ۷۴)(۲) اور حدیث یہ ہے۔عن اسماء بنت ابی بکر انھا قالت سألت امرأة رسول اللہ ﷺ فقالت یا رسول اللہ ارأیت احدانا اذا اصاب ثوبھا الدم من الحیضة کیف تصنع فقال رسول اللہ اذا اصاب ثوب احداکن الدم من الحیضة فلتقرصه ثم لتنضحه بماء ثم لتصل فیه. (بخاری شریف، باب غسل دم المحیض، ص ۵۴، نمبر ۳۰۷ رترمذی شریف، باب ماجاء فی غسل دم المحیض من الثوب، ص ۳۸، نمبر ۱۳۸)(۳) اور مکان پاک ہو اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن ابن عمران النبیؐ نھی ان یصلی فی سبعة مواطن فی المزبلة والمجزرة والمقبرة وقارعة الطریق و فی الحمام و فی معاطن الابل و

(۲٦۷) تنقسم النجاسة الى قسمين. غليظة وخفيفة (۲٦۸) فالغليظة كالخمر والدم المسفوح ولحم الميت واهابها وبول مالا يؤكل ونجو الكلب ورجيع السباع ولعابها وخرء الدجاج والبط

فوق ظهر بيت الله ۔ (ترمذی شریف، باب ماجاء فی کراهیة مایصلی الیہ وفیہ ص ۸۱ نمبر ۳۴٦) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ان مقامات پر ناپاکی ہوتی ہے اس لئے ان مقامات پر نماز پڑھنا ناجائز ہے۔

ترجمہ : (۲٦۷) نجاست کی دو قسمیں ہیں:۔ غلیظہ اور خفیفہ :

تشریح : جو نجاست زیادہ ناپاک ہے، اگر ایک درہم بھی لگ جائے تو کپڑا ناپاک ہو جائے گا تو اس کو نجاست غلیظہ، کہتے ہیں، اور جو نجاست اتنا ناپاک نہ ہو، اور کپڑے یا بدن کی چوتھائی تک معاف ہو اس کو نجاست خفیفہ، کہتے ہیں۔

وجہ : (۱) نجاست غلیظہ کی تفصیل اس حدیث میں ہے۔ عن ابی هريرة عن النبی ﷺ قال : تعاد الصلوة من قدر الدرهم من الدم (دار قطنی، باب قدر النجاسة التی تبطل الصلوة ص ۳۸۵ نمبر ۱۴۷۹ رسنن للبیهقی، باب مایجب غسلہ من الدم، ج اول، ص ٥٦٦، نمبر ۴۰۹۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ درہم سے کم ہو تو معاف ہے اور درہم یا اس سے زیادہ ہو تو نماز جائز نہیں ہے۔ (۲) اس حدیث میں ہے۔ عن عائشة قالت ان رسول الله ﷺ قال اذا ذهب احدكم الى الغائط فليذهب معه بثلاثة احجار يستطيب بهن فانها تجزئ عنه۔ (ابوداؤد شریف، باب الاستنجاء بالاحجار، ص ۱۸، نمبر ۴۰ رنسائی شریف، الاجتزاء فی الاستطابة بالحجارة دون غيرها، ص ٦، نمبر ۴۴) اس حدیث میں ہے کہ پاخانے کے مقام کو صرف پتھر سے صاف کر دینے سے اسکو پاک قرار دیا جائے گا حالآنکہ پتھر سے صاف کرنے سے نجاست بالکل ختم نہیں ہوگی صرف نجاست کم ہو جائے گی اسکے باوجود اسکے ساتھ نماز پڑھنا اس بات کی دلیل ہے کہ پیخانہ کے مقام کی مقدار جو درھم کے برابر ہے معاف ہے اس سے زیادہ لگی ہو تو دھونا پڑے گا، اسکے بغیر نماز جائز نہیں ہوگی۔

ترجمہ (۲٦۸) نجاست غلیظہ : جیسے شراب اور بہتا ہوا خون اور مردار کا گوشت اور اس کی کھال اور غیر حلال جانوروں کا پیشاب اور کتے کی لید اور درندوں کا پیخانہ اور اس کا لعاب اور مرغی اور بطخ اور مرغابی کی بیٹ اور بدن انسانی سے جن کا نکلنا ناقضِ وضو ہو

تشریح : یہاں نجاست غلیظہ کے لئے بارہ چیزیں گنوائی ہیں، جنکے بارے میں گنواتے ہیں کہ یہ نجاست غلیظہ ہیں۔

وجہ : (۱) شراب کے ناپاک ہونے کی دلیل یہ حدیث ہے ۔ عن ابی ثعلبة الخشنی انه سأل رسول الله قال انا نجاور اهل الكتاب وهم يطبخون فی قدورهم الخنزير و يشربون فی آنيتهم الخمر فقال رسول الله ﷺ ان وجدتم غيرها فكلوا فيها واشربوا وان لم تجدو غيرها فارحضوها بالماء وكلوا واشربوا. (ابوداؤد شریف، باب فی استعمال آنیۃ اہل الکتاب، ج ثانی، ص ۱۸۰، نمبر ۳۸۳۹) اس حدیث میں ہے کہ شراب ناپاک ہے (۲) انما الخمر

والاوزِّ وما ينقض الوضوء بخروجه من بدن الانسان.

والميسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشيطان (آیت۹،سورۃ المائدۃ۵)اس آیت میں بھی شراب کوناپاک قراردیاہے۔(۳) مردارناپاک ہونے کی دلیل یہ آیت ہے۔حرمت عليكم الميتة و الدم و لحم الخنزير و ما اهل لغير الله به ۔(آیت۳،سورۃ المائدۃ۵)اس آیت میں ہے کہ مردارناپاک ہے۔(۴) پیخانہ، پیشاب، قے،خون اورمنی کے نجاست غلیظہ ہونے کی دلیل یہ حدیث ہے ۔ عن عمار بن ياسر قال اتى على رسول الله ﷺ.... يا عمار انما يغسل الثوب من خمس من الغائط والبول والقيء والدم والمنى (دارقطنی، باب نجاسۃ البول والامر بالتنزہ منہ والحکم فی بول مایؤکل لحمہ، ج اول،ص۱۳۴،نمبر۴۵۲)(۵)عن اسماء بنت ابى بكر انها قالت سألت امرأة رسول الله ﷺ فقالت يا رسول الله ارأيت احدانا اذا اصاب ثوبها الدم من الحيضة كيف تصنع فقال رسول الله اذا اصاب ثوب احداكن الدم من الحيضة فلتقرصه ثم لتنضحه بماء ثم لتصل فيه. (بخاری شریف، باب غسل دم الحیض،ص۵۴ ،نمبر۳۰۷رترمذی شریف، باب ماجاء فی غسل دم الحیض من الثوب،ص۳۸،نمبر۱۳۸)اس حدیث میں ہے کہ انسان کا خون ناپاک ہے۔(۶)مرغی کی بیٹ ناپاک ہےاسکی دلیل یہ اثر ہے۔ عن حماد انه كره ذرق الدجاج ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ،۱۴۶فی خرءالدجاج، ج اول،ص۱۱۱،نمبر۱۲۶۰)اس اثر سے معلوم ہوا کہ مرغی کی بیٹ ناپاک ہے۔(۷)جن جانوروں کا گوشت نہ کھایا جاتا ہواس کا پیشاب ناپاک ہےاس کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن انس بن مالك أن رسول الله ﷺ جاءه جاء فقال أكلت الحمر ، ثم جاءه جاء فقال اكلت الحمر ، ثم جاءه جاء فقال أفنيت الحمر فأمر منادِ يا فنادى فى الناس : ان الله و رسوله ينهيانكم عن لحوم الحمر الاهلية فانها رجس . (بخاری شریف، باب لحوم الحمر الانسیۃ،ص ۹۸۳نمبر۵۵۲۸رمسلم شریف، باب تحریم أکل لحم الحمر الانسیۃ،ص۸۶۸،نمبر۱۹۴۰/۵۰۲۱) اس حدیث میں ہے کہ گدھے کا گوشت نجس ہے اسلئے اسکا پیشاب بھی نجاست مغلظہ ہوگا۔(۸) جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہواس کا گوبر نجاست غلیظہ ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔انه سمع عبد الله يقول : أتى النبى ﷺ الغائط فأمرنى ان أتيه بثلاثة احجار فوجدت حجرين و التمست الثالث فلم أجد ، فأخذت روثة فأتيته بها فأخذالحجرين و ألقى الروثة و قال هذا ركس ۔(بخاری شریف، باب لا یستنجی بروث،ص۲۷،نمبر۱۵۶رترمذی شریف، باب ماجاء فی الاستنجاء بالحجرین،ص۱۰،نمبر۱۷)اس حدیث میں ہے کہ گوبرناپاک ہے۔

لغت : الدم المسفوح: بہتاہواخون۔اھاب: کچاچمڑا۔نجوالکلب: کتے کا پیخانہ۔رجیع: گوبر،رجیع السباع: پھاڑ کھانے والے جانور کا گوبر۔لعاب: تھوک۔خرء: بیٹ۔البط: بطخ۔الاوز: مرغابی۔ماینقض الوضوء بخروجہ من بدن الانسان: انسان کے بدن سے

(۲۶۹) واما الخفيفة فكبول الفرس وكذا بول ما يؤكل لحمه وخرء طير لا يؤكل. (۲۷۰)وعفى قدر الدرهم من المغلظة

پیشاب، پیخانہ، خون، منی، حیض اور نفاس کا خون نکلے تو اس سے وضوٹوٹ جاتا ہے، اور یہ تمام نجاست غلیظہ ہیں۔

ترجمه : (۲۶۹) اور نجاست خفیفہ: جیسے گھوڑے اور حلال جانوروں کا پیشاب اور حرام پرندوں کی بیٹ۔

تشریح : گھوڑے کا پیشاب، حلال جانور کا پیشاب، اور حرام پرندوں کی بیٹ نجاست خفیفہ ہیں۔

وجه : (۱) گھوڑا کا گوشت اصل میں حلال ہے، صرف جہاد کی وجہ سے حرام ہوا ہے۔ اس لئے یہ حلال جانور رہا اور حلال جانور کا پیشاب نجاست خفیفہ ہے، اس لئے کہ عرینہ والوں کو اونٹ کے پیشاب پینے کا حکم دیا، جس کا مطلب یہ ہوا کہ حلال جانور کا پیشاب پاک ہے، لیکن دوسری روایت سے پتہ چلا کہ پیشاب ناپاک ہے اس لئے اس تعارض کی وجہ سے حلال جانور کا پیشاب نجاست خفیفہ ہے، اور اس کا پیخانہ نجاست غلیظہ ہی رہا۔ دونوں قسم کی حدیثیں مسئلہ نمبر ۲۶۷ میں گزر چکی ہیں۔ (۲) گھوڑے کا گوشت اصل میں حلال ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن جابر بن عبد الله قال نهى النبى ﷺ يوم خيبر عن لحوم الحمر ورخص فى لحوم الخيل۔ (بخاری شریف، باب لحوم الخیل، ص ۹۸۳، نمبر ۵۵۲۰ر مسلم شریف، باب اباحۃ اکل لحوم الخیل، ص ۸۶۸، نمبر ۱۹۴۱ر ۵۰۲۲) (۳) اس قول تابعی میں ہے۔ عن عطاء قال ما اكلت لحمه فلا بأس ببوله۔ (مصنف عبد الرزاق، باب ابوال الدواب وروثھا، ج اول، ص ۲۸۸، نمبر ۱۴۸۳) اس اثر میں ہے کہ جس جانور کا گوشت کھایا جاتا ہو اس کے پیشاب میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور ایسے پرندے جس کا گوشت کھانا حلال نہیں ہے وہ اوپر اڑتے رہتے ہیں اور اوپر ہی سے پیخانہ کر دیتے ہیں اس لئے اس کی بیٹ سے بچنا مشکل ہے اس لئے اس کو نجاست خفیفہ قرار دیا۔ (۴) اس قول تابعی میں اس کی دلیل ہے۔ (۳) عن الحسن قال : سقطت هائمة على الحسن فذرقت عليه فقال له بعض القوم : نأتيک بماء تغسله فقال: لا، و جعل يمسحه عنه ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، ۱۴۵ الذی یصلی وفی ثوبہ خرء الطیر، ج اول، ص ۱۱۰، نمبر ۱۲۵۶) اس اثر میں ہے کہ پرندے کی بیٹ پاک ہے، یا نجاست خفیفہ ہے۔

ترجمه : (۲۷۰) اور نجاست غلیظہ درہم کی مقدار معاف ہے۔

وجه : عن ابى هريرة عن النبى ﷺ قال : تعاد الصلوة من قدر الدرهم من الدم (دار قطنی، باب قدر النجاسۃ التی تبطل الصلوۃ ص ۳۸۵ نمبر ۱۴۷۹ر سنن للبیھقی، باب مایجب غسلہ من الدم، ج اول، ص ۵۶۶، نمبر ۴۰۹۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خون یا اس جیسی نجاست غلیظہ درہم سے کم ہو تو معاف ہے۔

﴿درہم کا حساب﴾

درھم کے بارے میں دو قسم کی باتیں ہیں، ایک یہ کہ اسکے وزن کا اعتبار کیا جائے اور دوسری یہ کہ اسکی مساحت یعنی رقبے کا اعتبار کیا

(۲۷۱) وما دون ربع الثوب او البدن من الخفیفۃ (۲۷۲) وعفی رشاش بول کرؤوس الابر

جائے تو دونوں قولوں میں ترتیب یہ ہے ہیں کہ جس قول میں مساحت کا اعتبار کیا گیا ہے وہ پتلی نجاست کے بارے میں ہے۔کہ پتلی نجاست ہوتو درھم کے رقبے کا اعتبار کیا جائے اور 2.75 سینٹی میٹر نجاست ہوتو جگہ ناپاک ہوگی ،اور جس قول میں وزن کا اعتبار ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ نجاست گاڑھی ہوتو درھم کے وزن کا اعتبار کیا جائے اور 4.374 گرام وزن نجاست ہوتو جگہ ناپاک قرار دیا جائے چاہے رقبے کے اعتبار سے 2.75 سینٹی میٹر سے کم رقبے پر ہی نجاست لگی ہو۔یہ انگلینڈ میں پچاس پینس کی مقدار ہے۔

ترجمہ : (۲۷۱) اور نجاستِ خفیفہ میں چوتھائی کپڑے اور چوتھائی بدن معاف ہے۔

تشریح : نجاست خفیفہ کے بارے میں اصل روایت یہ ہے کہ اتنا لگ جائے کہ لوگ اس کو کثیر اور زیادہ سمجھیں تو کپڑا ناپاک ہوجائے گا۔اس عبارت میں اس کا ثبوت ہے۔و کان ابو حنیفہ یکرھہ ، و کان یقول اذا وقع فی وضوء افسد الوضوء، و ان اصاب الثوب منہ شیء کثیر ثم صلی فیہ اعاد الصلوۃ. (کتاب الاثار، باب ابوال البھائم وغیرھا،ص ۷،نمبر ۳۴) اس عبارت میں ہے کہ پیشاب بہت لگے تو نماز لوٹائی جائے۔لیکن کپڑے کی چوتھائی ہوتو وہ گویا کہ کثیر ہوگیا اور کپڑا ناپاک ہوگا۔کیونکہ ستر کھلنے میں چوتھائی ستر کھل جائے تو وہ کل ستر کھلنے کے قائم مقام ہے۔احرام کی حالت میں سر منڈوانے میں چوتھائی سر منڈوائے تو کل سر منڈوانے کے قائم مقام ہے اسی طرح یہاں بھی چوتھائی کپڑے پر لگ جائے تو پورے کپڑے میں لگنے کے قائم مقام ہوگا اور کپڑا ناپاک ہوجائے گا۔

نجاست خفیفہ :اس کو کہتے ہیں جس کے پاک ہونے اور ناپاک ہونے میں دونوں قسم کے دلائل ہوں، یا علماء میں اختلاف ہو۔جیسے ان جانوروں کا پیشاب جن کا گوشت کھایا جاتا ہے کہ ان کے پاک اور ناپاک ہونے میں دونوں قسم کی احادیث ہیں۔پاک ہونے کی دلیل یہ ہے حدیث میں ہے (۱) عن انس ان ناسا من عرینۃ قدموا المدینۃ فاجتووھا فبعثھم رسول اللہ ﷺ فی ابل الصدقۃ وقال اشربوا من البانھا و ابوالھا۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی بول مایؤکل لحمہ،ص ۲۱،نمبر ۷۲) آپؐ نے اہل عرینہ کو اونٹ کا پیشاب پینے کا حکم دیا۔وہ پاک ہوگا تب ہی تو پیشاب پینے کا حکم دیا ہوگا؟ (۲) عن البراء قال قال رسول اللہ ﷺ لا بأس ببول ما اکل لحمہ ۔(دار قطنی، باب نجاسۃ البول والامر بالتنزہ منہ والحکم فی بول مایؤکل لحمہ،ص ۱۳۵،نمبر ۴۵۴) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مأکول اللحم کا پیشاب پاک ہے۔پیشاب کے ناپاک ہونے کی دلیل (۱) عن ابن عباس... فقال النبی ﷺ یعذبان وما یعذبان فی کبیر ثم قال بلی کان احدھما لا یستتر من بولہ و کان الآخر یمشی بالنمیمۃ ۔(بخاری شریف، باب من الکبائر ان لا یستتر من بولہ،ص ۳۵،نمبر ۲۱۶ رترمذی شریف، باب التشدید فی البول،ص ۳۱،نمبر ۷۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کوئی بھی پیشاب لگنا گناہ کبیرہ ہے۔اس لئے وہ ناپاک ہے (۲) عن انس

(۲۷۳) .ولو ابتلَّ فراش او تراب نجسان من عرق نائم او بلل قدم وظهر اثر النجاسة فی البدن

قال قال رسول الله ﷺ تنزهوا من البول فان عامة عذاب القبر منه۔(دار قطنی، باب نجاسة البول والامر بالتنزہ منہ ج اول ص۱۳۵ نمبر۴۵۳) یہ دونوں قسم کی احادیث مأ کول اللحم کے بارے میں ہیں۔اس لئے اس کے پیشاب کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہو گیا۔اس لئے اس کا پیشاب امام ابو حنیفہ کے نزدیک نجاست خفیفہ ہے اور دوسرے جانور یا انسان کے بارے میں پاکی کی احادیث نہیں ہیں اس لئے ان کا پیشاب نجاست غلیظہ ہے۔

ترجمہ : (۲۷۲) اور سوئی کے سرے برابر پیشاب کے چھینٹے معاف ہیں۔

تشریح : کپڑے پر یا بدن پر پیشاب کا چھینٹا سوئی کے برابر پڑ جائے تو وہ معاف ہے اس سے کپڑا ناپاک نہیں ہوگا۔

وجہ : (۱) سألت الزهری عن رجل يغتسل من الجنابة فينتضح فی الاناء من جلده ، فقال : لا بأس به (مصنف عبد الرزاق، باب الماء یمسہ الجنب أو یدخلہ، ج اول، ص۷۲، نمبر ۳۱۱) اس اثر میں ہے کہ جنبی کے غسل کا چھینٹا پڑ جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔(۲) عن ابراهيم قال : لا بأس بأبوال البهائم الا المستنقع .ای المجتمع ۔(مصنف عبد الرزاق، باب ابوال الدواب وروثها، ج اول، ص ۳۷۷، نمبر ۱۴۸۰) اس اثر میں ہے کہ جانور کے پیشاب کے چھینٹے پڑ جائے تو کوئی حرج نہیں ہے البتہ بہت زیادہ ہو جائے تو پھر دھویا جائے گا۔(۳) ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ جہاں لوگ مبتلاء بہ ہوتے ہیں اور اس معاملے میں عموم بلوی ہوتا ہے وہاں تخفیف آ جاتی ہے، دیہات کے چرواہے روزانہ گائے چراتے ہیں اور انکو پیشاب کا چھینٹا لگتا رہتا ہے اس لئے اس میں تخفیف آ گئی اور اس کو معاف کر دیا گیا۔[ناچیز ایک زمانے تک گائے چراتا رہا، گائے دوہتے وقت ہی پیشاب کرتی تھی اور کپڑوں میں چھینٹا پڑا کرتا تھا، اور اسی کپڑے کے ساتھ فجر کی نماز میں جانا پڑتا تھا، اس مجبوری میں اسی حدیث سے استفادہ کرتا]

اصول : عموم بلوی میں تخفیف آتی ہے۔

لغت : رشاش: چھینٹا۔ ابر: سوئی، روس الابر: سوئی کے سر کے برابر۔ عموم بلوی: جس چیز میں لوگ بہت مبتلا ہوتے ہیں اس کو عموم بلوی، کہتے ہیں۔

ترجمہ : (۲۷۳) اگر سونے والے کے پسینے سے یا قدم کی تری سے بستر ابھیگ گیا یا مٹی بھیگ گئی اور یہ دونوں ناپاک ہیں، اور نجاست کا اثر بدن میں اور قدم میں ظاہر ہو گیا تو بدن اور قدم ناپاک ہو جائیں گے، اور اگر نجاست کا اثر ظاہر نہیں ہوا تو ناپاک نہیں ہوں گے۔

تشریح : یہاں تین مسئلے اس اصول پر ہیں کہ نجاست کا اثر نمایاں طور پر دوسری چیز میں منتقل ہوا تو وہ چیز ناپاک ہوگی، اور اگر

والقدم تنجّسا والا فلا. (۲۷۴) کما لا ینجس ثوب جافٌّ طاهر لُفَّ فی ثوب نجس رطب لا ینعصر

نمایاں طور پر منتقل نہیں ہوئی سوکھی چیز میں صرف ہلکی سی نمی کا احساس ہوا تو وہ ناپاک شمار نہیں کی جائے گی، کیونکہ دیہاتیوں کے لئے اس میں عموم بلوی ہے۔ یہ اصول بھی گزرا کہ ایک درہم سے کم نجاست غلیظہ لگے تو وہ معاف ہے، یا چوتھائی کپڑے سے کم نجاست خفیفہ لگے تو وہ معاف ہے، دھو لینا اچھا ہے لیکن اگر بغیر دھوئے نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی۔ تشریح مسئلہ یہ ہے۔ سوکھا بستر ایا سوکھی مٹی ناپاک تھی اس پر آدمی سویا اور پسینہ نکلا جس کی وجہ سے بستر ابھیگ گیا یا مٹی بھیگ گئی، اب بستر ا یا مٹی کی نجاست کا اثر آدمی کے بدن پر نمایاں ہو گیا تو آدمی کا بدن ناپاک ہوگا، اور اگر ناپاکی کا اثر نمایاں نہ ہو تو آدمی کا بدن ناپاک شمار نہیں کیا جائے گا۔ دوسری مثال یہ ہے کہ آدمی کا قدم ناپاک مٹی، یا ناپاک بستر اپر رات بھر رہا، اور قدم کی تری مٹی یا بستر امیں گئی جس کی وجہ سے مٹی بھیگ گئی یا بستر ا بھیگ گیا، پس اگر نجاست کا اثر قدم پر نمایاں ہوا مثلا بستر ے میں پیشاب تھا اور اب پیشاب کی بو اور رنگ قدم میں ظاہر ہو گیا تو قدم ناپاک شمار کیا جائے گا، اور نمایاں طور پر ظاہر نہیں ہوا تو قدم ناپاک نہیں ہوگا۔

وجه : (۱) **انها سألت ام سلمة زوج النبی ﷺ فقالت انی امرأة اطیل ذیلی و امشی فی المکان القذر فقالت ام سلمة قال رسول الله ﷺ یطهره ما بعده** ۔(ابوداود شریف، باب الاذی یصیب الذیل، ص ۶۷، نمبر ۳۸۳) اس حدیث میں ہے کہ عورت کا دامن لمبا تھا اور راستے کی نجاست کا پورا اثر کپڑے پر نہیں ہوا، اور تھوڑی سی نجاست جو لگی تھی وہ رگڑنے کی وجہ سے ختم ہو گئی اس لئے دامن پاک ہو گیا۔ (۲) **عن ابی هریرة ان رسول الله ﷺ قال اذا وطیء أحدکم بنعله الاذی فان التراب له طهور** ۔(ابوداود شریف، باب الاذی یصیب النعل، ص ۶۷، نمبر ۳۸۵) اس حدیث میں بھی ہے کہ تھوڑی بہت نجاست مٹی پاک کر دے گی۔ (۳) **سئل ابن عباس عن رجل خرج الی الصلوة فوطأ علی عذرة قال ان کانت رطبة غسل ما اصابه و ان کانت یابسة لم تضره** (مصنف ابن ابی شیبة، باب فی الرجل یتوضأ فیطأ علی العذرة، ج اول، ص ۵۸، نمبر ۶۰۸) اس قول صحابی میں ہے کہ نجاست خشک ہو اور کپڑے پر یا بدن پر اس کا اثر نہ ہو تو کوئی حرج نہیں ہے

لغت : ابتل: بل سے مشتق ہے، بھیگ گیا، اسی سے ہے بل، تری۔ فراش: زمین کا فرش، بستر ا۔ جاف: خشک۔ لف: لپیٹنا۔ عصر: نچوڑنا، اسی سے ہے ینعصر: خود نچڑ جائے

ترجمه : (۲۷۴) جیسا کہ پاک سوکھا کپڑا ناپاک نہیں ہوگا اگر تر ناپاک کپڑے میں لپیٹ دیا جائے، اس حال میں کہ تر کپڑا کو نچوڑے تو نچوڑا نہ جائے۔

تشریح : ناپاک کپڑا بھیگا ہوا ہے، لیکن اس میں پانی اتنا کم ہے کہ اس کو نچوڑے تو ایک قطرہ بھی پانی نہ گرے، ایسے کپڑے میں خشک پاک کپڑا لپیٹ دیا جائے اور اس میں ہلکی سی نمی آجائے

الرطب لو عصر (۲۷۵) و لا ينجس ثوب رطب بنشره على ارض نجسة يابسة فتندّت منه (۲۷۶) ولا بريح هبّت على نجاسة فاصابت الثوب الا ان يظهر اثرها فيه.(۲۷۷) ويطهر متنجِّس بنجاسة

اسی طرح اگر خشک پاک کپڑا ایسے نجس کپڑے میں لپٹا جائے کہ نچوڑنے سے نچوڑا نہ جائے تو وہ پاک ہے۔ کیونکہ پاک کپڑے میں نجاست کا نمایاں اثر ظاہر نہیں ہوا، صرف نمی آئی ہے۔

ترجمه : (۲۷۵) اور نہیں ناپاک ہوگا تر کپڑا خشک ناپاک زمین پر پھیلانے سے، اگر زمین نمناک ہو جائے۔

تشريح : زمین ناپاک ہے لیکن خشک ہے اس پر بھیگے ہوئے کپڑے کو نچوڑ کر سوکھنے کے لئے پھیلا دیا، جس سے زمین میں ہلکی سی نمی آگئی تو اس سے کپڑا ناپاک نہیں ہوگا، کیونکہ نجاست کا نمایا اثر ظاہر نہیں ہوا، اور اس میں عموم بلوی بھی ہے، کیونکہ دیہات کی عورتیں تالاب کے کنارے کپڑا پھیلایا کرتیں ہیں۔

ترجمه : (۲۷۶) اور اگر ہوا سے نجاست اڑ کر کپڑے کو پہونچے تو وہ کپڑا پاک ہے۔ ہاں اگر نجاست کا اثر کپڑے میں ظاہر ہو جائے تو نجس ہو جائے گا۔

تشريح : خشک نجاست پر ہوا چلی اور ہوا نے نجاست کو اڑا کر کپڑے پر ڈال دیا، کپڑے کی ہلکی سی نمی نجاست پر آگئی، لیکن نجاست کا نمایاں اثر کپڑے پر ظاہر نہیں ہوا تو اس سے کپڑا ناپاک نہیں ہوگا، ہاں نجاست کا نمایاں اثر کپڑے پر ظاہر ہو جائے تو کپڑا ناپاک ہو جائے گا۔

اصول : نجاست کا نمایاں اثر کپڑے یا بدن پر ظاہر ہو جائے تو کپڑا ناپاک ہوگا، اور ظاہر نہ ہو تو ناپاک نہیں ہوگا۔

لغت : تندت : ندی سے مشتق ہے، تر ہو جائے۔ ھبت : ہوا کا چلنا۔

ترجمه : (۲۷۷) جو چیز مرئی نجاست سے ناپاک ہو اس کے عین کے زائل کرنے سے پاک ہو جائے گا، چاہے ایک ہی مرتبہ دھونے سے ہو، صحیح مذہب کے مطابق۔

تشريح : جو نجاست نظر آتی ہو اس کے عین کے زائل کرنے سے پاک ہو جائے گا، چاہے ایک مرتبہ دھونے سے زائل ہو جائے تب بھی کافی ہے، صحیح مذہب یہی ہے۔

وجه: (۱) اس حدیث میں ہے۔ **عن اسماء بنت ابی بکر انها قالت سمعت امرأة تسأل رسول الله ﷺ كيف تصنع احدانا بثوبها اذا رأت الطهر اتصلى فيه قال تنظر فان رأت فيه دما فلتقرصه بشیء من ماء ولتنضح ما لم ترى وتصلى فيه** ۔(ابو داؤد شریف، باب المرأة تغسل ثوبها الذی تلبسه فی حیضها ص ۶۴، نمبر ۳۶۱) اس حدیث میں ہے کہ پانی ڈالو جب تک کہ نجاست نظر آئے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نجاست مرئیہ زائل ہونے تک دھویا جائے گا (۲) مستحاضہ

مرئيَّةٍ بزوال عينها ولو بمرةعلى الصحيح.(٢٧٨) ولا يضر بقاء اثر شق زواله .(٢٧٩)وغير المرئيَّة

کے سلسلے میں یہ حدیث ہے۔عن عائشة قالت جائت فاطمة بنت ابی حبیش ... فاذا ادبرت فاغسلی عنک الدم وصلی. (مسلم شریف، باب المستحاضہ وغسلها وصلواتها، ص١٤٨،نمبر٧٥٣/٣٣٣) اس میں یہ بتایا کہ خون کو دھوؤ اور نماز پڑھو۔ کتنی مرتبہ دھوؤ یہ نہیں بتایا جس کا مطلب یہ ہے کہ نجاست مرئیہ کے زائل ہونے تک دھوؤ، اور ایک ہی مرتبہ کے دھونے سے زائل ہوگئی تو کافی ہے۔

ترجمه : (٢٧٨) اور نجاست کے اثر کا باقی رہنا نقصان دہ نہیں اگر اس کا زائل کرنا مشکل ہو۔

تشریح : دھونے سے نجاست کا اثر زائل ہو گیا، لیکن اس کا رنگ باقی رہا اس کو زائل کرنا مشکل ہے تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے، کپڑا پاک ہو گیا۔

وجه : (١)۔عن ابی هریرة .....قالؐ : اذا طهرت فاغسلیه ثم صلی فیه . فقالت : فان لم یخرج الدم ؟ قال : یکفیک غسل الدم و لا یضرک أثره (ابوداؤد شریف، باب المرأۃ تغسل ثوبها الذی تلبسه فی حیضها ص٦٤،نمبر٣٦٥/ مسند امام احمد۔مسند ابی ھریرۃ، ج ثالث، ص٥٢،نمبر٨٥٤٩) اس حدیث میں ہے ولا یضرک اثرہ، جس سے معلوم ہوا کہ اثر باقی رہ جائے تو کوئی حرج نہیں ہے (٢) یہ حدیث بھی ہے۔ سألت عائشة عن الحائض یصیب ثوبها الدم؟ قالت تغسله فان لم یذهب اثره فلتغیره بشیء من صفرة (ابوداؤد شریف، باب المرأۃ تغسل ثوبها الذی تلبسه فی حیضها، ص٦٥،نمبر٣٥٧) حدیث سے معلوم ہوا کہ داغ اور رنگت نہ جائے تو کوئی حرج نہیں ہے اس کو صفرہ سے بدل دیا جائے (٣) شریعت یوں بھی مشقت شدیدہ کی مکلّف نہیں بناتی۔

ترجمه : (٢٧٩) اور جو نجاست غیر مرئی سے ناپاک ہو تو وہ تین بار دھونے اور ہر بار نچوڑنے سے پاک ہوتا ہے۔

تشریح : جو نجاست نظر نہ آتی ہو جیسے پیشاب، شراب، تو اس کو تین مرتبہ دھوئے اور ہر مرتبہ نچوڑے تو پاک ہو جائے گا۔ ہر مرتبہ اس لئے نچوڑے تاکہ تمام نجاست نکل جائے۔

وجه : (١) عن ابی هریرة ان النبی ﷺ قال اذا استیقظ احدکم من نومه فلا یغمس یده فی الاناء حتی یغسلها ثلاثا فانه لا یدری این باتت یده ۔ (مسلم شریف، باب کراہۃ غمس المتوضی وغیرہ یدہ المشکوک فی نجاستھا فی الاناء قبل غسلها ثلاثا، ص١٣١،نمبر٦٤٣/٢٧٨) یہاں نجاست غیر مرئیہ ہے تو تین مرتبہ دھونے کے لئے کہا گیا تو اور نجاست غیر مرئیہ میں بھی تین مرتبہ دھویا جائے۔(٢) عن ابی هریرة قال اذا ولغ الکلب فی الاناء فاهرقه ثم اغسله ثلاث مرات (دار قطنی، باب ولوغ الکلب فی الاناء، ج اول، ص ٦٦،نمبر١٩٣/ مصنف عبد الرزاق، باب الکلب یلغ فی الاناء، ج اول، ص ٧٦، نمبر

بغسلها ثلاثا والعصر كل مرة .(٢٨٠) وتطهر النجاسة عن الثوب والبدن بالماء و بكل مائع مزيل كالخل و ماء الورد.(٢٨١)ويطهر الخف ونحوه بالدلک من نجاسة له جرم ولو كانت

٣٣٦) اس حدیث میں کتے کا جوٹھا غیر مرئی نجاست ہے جسکو تین مرتبہ دھونے سے پاک قرار دیا اس سے استدلال کیا کہ کسی بھی غیر مرئی نجاست کو تین مرتبہ دھونے سے پاک ہو جائے گا۔(٣)اور ہر مرتبہ نچوڑے اس کی دلیل اس حدیث میں ہے۔عن اسماء قالت : جائت امرأة الى النبی ﷺ فقالت احدانا يصيب ثوبها من دم الحيضة ، كيف تصنع به ؟ قال : تحته ، ثم تقرصه بالماء ثم تنضحه ثم تصلى فيه ۔(مسلم شریف، باب نجاسۃ الدم وکیفیۃ غسلہ،ص ۱۳۵،نمبر ۲۹۱/۶۷۵/ترمذی شریف، باب ماجاء فی غسل دم الحیض من الثوب،ص ۳۵،نمبر ۱۳۸)اس حدیث میں حیض کے خون کو پانی سے رگڑنے کا ذکر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نجاست کو نکالنے کے لئے نچوڑنا پڑے گا تا کہ پورے طور پر نجاست نکل جائے۔

ترجمہ : (٢٨٠) کپڑے سے اور بدن سے نجاست پاک ہوگی پانی کے ذریعہ اور ہر بہنے والی چیز کے ذریعہ جو نجاست زائل کرتی ہو، جیسے سرکہ، اور گلاب کا پانی۔

تشریح : نجاست مرئی میں اصل بنیاد یہ ہے کہ وہ زائل ہو جائے تو کپڑا یا بدن پاک ہو جائے گا، چنانچہ پانی کے علاوہ کسی بہنے والی چیز سے جو نجاست کو زائل کرنے والی ہو نجاست زائل کر دی جائے تو پاک ہو جائے گا، کیونکہ اصل بنیاد نجاست کا زائل ہونا ہے۔

وجہ : (١)حدیث میں ہے۔قالت عائشة ما كان لاحد انا الا ثوب واحد تحيض فيه فاذا اصابه شيء من دم قالت بريقها فقصعته بظفرها . (بخاری شریف، باب ھل تصلی المرأۃ فی ثوب حاضت فیہ،ص ۵۴،نمبر ۳۱۲/ابوداؤد شریف، باب المرأۃ تغسل ثوبھا الذی تلبسہ فی حیضھا،ص ۶۴،نمبر ۳۶۴)خون سب کے نزدیک ناپاک ہے اور اس کو تھوک سے تر کر کے ناخن سے رگڑ دیا اور خون زائل ہو گیا تو وہ چیز پاک ہو جائے گی، اور ظاہر ہے کہ تھوک پانی نہیں ہے جس سے معلوم ہوا کہ پانی کے علاوہ سے بھی ناپاک چیز پاک ہو سکتی ہے(٢) جوتے پر نجاست لگی ہو اور زمین پر رگڑ دیا جائے اور نجاست زائل ہو جائے تو جوتا پاک ہو جاتا ہے۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ اصل قاعدہ یہی ہے کہ نجاست کے زیلان سے کپڑا پاک ہو جائے گا۔

لغت : مائع: بہنے والی چیز۔مزیل: زائل کرنے والی۔الخل: سرکہ۔ماء الورد: گلاب کا پانی، گلاب کا رس۔

ترجمہ : (٢٨١) موزہ اور اس کے مانند رگڑنے سے پاک ہوگا اگر نجاست دلدار ہو چاہے وہ تر ہو۔

تشریح : چمڑے کی جتنی چیزیں ہیں جیسے موزہ وغیرہ اگر اس پر تر اور بھیگی نجاست لگی اور وہ پیخانے کی طرح دلدار ہو تو اس کو رگڑ کر صاف کر دینے سے موزہ پاک ہو جائے گا۔اور اگر پیشاب کی طرح دلدار نہ ہو تو موزے کو دھونا ہوگا۔

وجہ : (١) چمڑے کے اندر دلدار نجاست کم جاتی ہے، اور جو کچھ باہر ہے وہ رگڑنے کی وجہ سے صاف ہو جائے گی اس لئے موزہ

رطبة.(۲۸۲) ویطهر السیف ونحوه بالمسح .(۲۸۳) واذا ذهب اثر النجاسة عن الارض و جفَّت

یا جوتا پاک ہوجائے گا۔(۲) حدیث میں ہے عن ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ بمعناه قال اذا وطی الاذی بخفیه فطھورھما التراب . (ابوداؤد شریف، باب فی الاذی یصیب النعل ،ص ۶۷، نمبر ۳۸۶) (۳) عن ابی سعیدن الخدری .... اذا جاء أحدکم الی المسجد فلینظر، فان رأی فی نعلیه قذراً او اذی فلیمسحه و لیصل فیھما. (ابوداود شریف، باب الصلوۃ فی النعل ،ص ۱۰۴، نمبر ۶۵۰ رمسند احمد، مسند ابی سعید الخدری ج ثالث ،ص ۵۱۹، نمبر ۱۱۴۶۷)
اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مٹی سے رگڑنے کے بعد جوتا یا موزہ پاک ہوجائے گا

اصول: نجاست حقیقیہ کے زائل ہونے سے چیز پاک ہوجائیگی۔

ترجمه : (۲۸۲) اور تلوار اور اس کی مانند پاک ہوگی مل دینے سے۔

تشــریح : جو چیزیں تلوار کی طرح چکنی ہوں، اور ان کے اندر نجاست گھستی نہ ہو تو اس کو اچھی طرح پونچھ دیں جس سے نجاست بالکل صاف ہوجائے تو اس سے وہ پاک ہوجائے گا۔ جیسے لوہے تانبے کا برتن، لکڑی کا سامان جو چکنا ہو۔

وجه : (۱) اصل ہے نجاست کا زائل ہونا، یہاں پونچھنے سے نجاست زائل ہوگئی اس لئے پاک ہوجائے گا۔(۲) اس حدیث میں ہے کہ تلوار سے نرم چیز جوتا ہے اس کو رگڑنے سے پاک ہوجاتا ہے، اس لئے اس پر قیاس کرتے ہوئے تلوار بھی رگڑنے سے پاک ہوجائے گی۔ حدیث یہ ہے۔ عن ابی سعیدن الخدری .... اذا جاء أحدکم الی المسجد فلینظر، فان رأی فی نعلیه قذراً او اذی فلیمسحه و لیصل فیھما. (ابوداود شریف، باب الصلوۃ فی النعل ،ص ۱۰۴، نمبر ۶۵۰ رمسند احمد، مسند ابی سعید الخدری ج ثالث ،ص ۵۱۹، نمبر ۱۱۴۶۷) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مٹی سے رگڑنے کے بعد جوتا یا موزہ پاک ہو جائے گا۔

ترجمه : (۲۸۳) اور جب زمین سے نجاست کا اثر زائل ہو کر خشک ہوجائے تو اس پر نماز جائز ہے، تیمّم جائز نہیں۔

تشــریح : دو باتیں ہیں [۱] ایک تو یہ ہے کہ زمین سے نجاست کا اثر ختم ہوجائے، مثلا گوبر سوکھ کر مٹی کی طرح ہوجائے اور یہ پتہ ہی نہ چلے کہ یہ کبھی گوبر رہا ہے، [۲] اور دوسری بات یہ ہے کہ وہ نجاست سوکھ چکی ہو تو اب یہ نماز پڑھنے کے لئے جائز ہے۔ لیکن تیمّم کے لئے جائز نہیں ہے، کیونکہ تیمّم کے لئے آیت کے مطابق صعید طیب، یعنی پاک مٹی چاہئے اس لئے اس پر تیمّم جائز نہیں ہے۔

وجه: (۱) حدیث میں ہے۔ قال عبد الله ابن عمر کنت ابیت فی المسجد فی عھد رسول الله ﷺ و کنت فتی شابا عزبا، و کانت الکلاب تبول و تقبل وتدبر فی المسجد فلم یکونوا یرشون شیئا من ذلک ۔(ابوداود شریف، باب فی طھور الارض اذا یبست ،ص ۶۶، نمبر ۳۸۲) کتا مسجد میں پیشاب کرتا ہو پھر اس کو کوئی دھوتا نہ ہو اور اسی پر نماز پڑھتا

جازت الصلوة عليها دون التيمم منها. (٢٨٤) ويطهر ما بها من شجر وكلأ قائم بجفافه. (٢٨٥[الف) وتطهر نجاسة استحالت عينها كَاِنْ صارت ملحا او احترقت

ہو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ پیشاب خشک ہونے کے بعد اور اس کے اثرات چلے جانے کے بعد جگہ پاک ہوگئی (۲)۔ ابو قلابہ کے قول میں تو صاف ہے کہ زمین خشک ہوگئی تو پاک ہوگئی۔ **عن ابی قلابة قال اذا جفت الارض فقد زكت.** (مصنف ابن ابی شیبۃ ۲۷ من قال اذا کانت جافۃ فھو زکاتھا، ج اول، ص ۵۹، نمبر ۶۲۵) (۳) **رأيت الحسن جالسا على اثر بول جاف فقلت له فقال انه جاف** (مصنف ابن ابی شیبۃ ۲۷ من قال اذا کانت جافۃ فھو زکاتھا، ج اول، ص ۵۹، نمبر ۶۲۷) اس اثر میں ہے کہ زمین پر پیشاب سوکھ گیا تو زمین پاک ہوگئی۔ (۴) لیکن اگر نجاست تر ہے یا اس کا اثر نہیں گیا تو مٹی پر رہنے کے باوجود دھونے سے پاک ہوگی، اس حدیث میں ہے۔ **ان ابا هريرة قال قام اعرابي فبال في المسجد فتناوله الناس فقال لهم النبي ﷺ دعوه وهريقوا على بوله سجلا من ماء او ذنوبا من ماء فانما بعثتم ميسرين لم تبعثوا معسرين** ۔ (بخاری شریف، باب صب الماء علی البول فی المسجد، ص ۴۱، نمبر ۲۲۰ / ابو داود شریف، باب الارض یصیبھا البول، ص ۶۶، نمبر ۳۸۰) اس حدیث میں ہے کہ تر نجاست ہو تو پانی بہانا ہوگا۔

لغت : جفت: خشک ہوگئی۔

ترجمہ : (۲۸۴) اور زمین پر جو درخت اور گھانس کھڑا ہے اس پر نجاست خشک ہونے سے پاک ہوجاتا ہے۔

تشریح : جو حکم زمین کا ہے وہی حکم اس پر کھڑا درخت اور گھاس کا بھی ہے، یعنی اگر کھڑے درخت پر اور گھاس پر نجاست لگ جائے تو اس نجاست کے سوکھ جانے اور اس کے اثرات کے چلے جانے سے درخت اور گھاس پاک ہوجائیں گے۔

ترجمہ : (۲۸۵[الف]) اور نجاست پاک ہوجائے گی اگر اس کا عین بدل گیا، مثلا نمک بن گئی یا آگ سے جل گئی۔

تشریح : نجاست کی ماہیت بدل جائے، مثلا گدھا کان میں گر نمک بن گیا تو وہ پاک ہوجائے گا، یا نجاست راکھ میں راکھ ہوجائے، یا آج کل تیزاب، اور کیمیکل ڈال کر چیزوں کی خاصیت بدل دیتے ہیں تو اس سے نجاست پاک ہوجائے گی۔

وجہ : (۱) انگور حلال اور پاک ہے لیکن اس کا عین بدل کر شراب بن گئی تو حرام اور ناپاک ہوگئی، اسی طرح شراب کا عین بدل کر سرکہ بن جائے تو حلال اور پاک ہوجاتا ہے۔ اسی قاعدے پر نجاست کا عین بدل جائے اور اس میں گندگی نہ رہے یا نجاست کی خاصیت نہ رہے تو وہ پاک ہوجائے گی۔ (۲) اس قول صحابیہ میں ہے۔ **سألت عائشة عن خل الخمر قالت لا بأس به هو ادام.** (مصنف ابن ابی شیبۃ ۲۳ فی الخمر یخلل، ج خامس، ص ۹۸، نمبر ۲۴۰۸۳ / مصنف عبد الرزاق، باب الخمر یجعل خلا، ج تاسع، ص ۱۶۱، نمبر ۱۷۱۴۲) اس اثر سے معلوم ہوا کہ شراب کو سرکہ بنا دیا جائے تو اس کا کھانا حلال ہے۔ (۲) **قال شهدت عمر**

بالنار.(۲۸۵[ب]) ويطهر المنى الجاف بفركه عن الثوب والبدن ويطهر الرطب بغسله.

بن عبد العزيز كتب الى عامله بواسط ان لاتحملوا الخمر من قرية الى قرية وما ادركت فاجعله خلا . (مصنف ابن ابی شیبۃ ۲۴ فی الخمر تحول خلا، ج خامس، ص ۹۹، نمبر ۲۴۰۹۰ رمصنف عبد الرزاق، باب الخمر تجعل خلا، ج تاسع، ص ۱۶۱، نمبر ۱۷۴۲۵) اس اثر میں ہے کہ شراب کو سرکہ بنادیا جائے تو وہ حلال اور پاک ہو جائے گا۔

اصول: ماہیت بدل جائے تو حکم بدل جاتا ہے۔ اس حدیث میں اس اصول کا ثبوت ہے۔ عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ الخمر من هاتين الشجرتين : الكرمة و النخلة ۔(مسلم شریف، باب بیان ان جمیع ماینبذ مما یتخذ من النخل و العنب یسمی خمرا، ص ۸۸۷، نمبر ۱۹۸۵/۵۱۴۴) اس حدیث میں ہے کہ انگور اور کھجور کی ماہیت بدل جائے تو شراب بن جاتی ہے۔

ترجمہ(۲۸۵[ب]) کپڑے اور بدن سے خشک منی کھرچ ڈالنے سے پاک ہو جاتا ہے، اور تر منی دھونے سے پاک ہوتی ہے

تشریح: کپڑا یا بدن پر منی لگ جائے اور سوکھ جائے تو اس کو کھرچ دینے سے کپڑا اور بدن پاک ہو جائے گا

وجہ: (۱) تر منی کو دھونے سے پاک ہوگی اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ سألت عائشة عن المنى يصيب الثوب؟ فقالت كنت اغسله من ثوب رسول الله ﷺ فيخرج الى الصلوة و اثر الغسل فى ثوبه بقع الماء (بخاری شریف، باب غسل المنی وفرکہ، ص ۴۲، نمبر ۲۳۰ رمسلم شریف، باب حکم المنی، ص ۱۳۵، نمبر ۲۸۹/۶۷۲) (۲) دوسری حدیث ہے۔ يا عمار انمايغسل الثوب من خمس، من الغائط والبول والقىء والدم والمنى (دار قطنی، باب نجاسۃ البول والامر بالتنزہ منہ، ج اول، ص ۱۳۴، نمبر ۴۵۲) ان احادیث میں ہے کہ کپڑا دھونے سے پاک ہوگا۔

اور منی خشک ہو تو رگڑنے سے بھی پاک ہوگی اس کی دلیل اس حدیث میں ہے۔ عن عائشة.... لقد رأيتنى افركه من ثوب رسول الله ﷺ فركا فيصلى فيه. (مسلم شریف، باب حکم المنی، ص ۱۳۴، نمبر ۲۸۸/۶۶۸ رترمذی شریف، باب ماجاء فی المنی یصیب الثوب ص ۳۱ نمبر ۱۱۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خشک منی ہو تو اچھی طرح رگڑنے سے بھی کپڑا پاک ہو جائے گا، کیونکہ تر منی رگڑی نہیں جاسکتی (۲) اس حدیث میں خشک کو رگڑنے کی وضاحت ہے۔ عن عائشة قالت كنت افرك المنى من ثوب رسول الله ﷺ اذا كان يابسا و اغسله اذا كان رطبا ۔(دار قطنی، باب ماورد فی طہارۃ المنی وحکمہ رطبا ویابسا، ج اول، ص ۱۳۱، نمبر ۴۴۳ رمسلم شریف، باب حکم المنی، ص ۱۳۴، نمبر ۲۹۰/۶۷۴)

﴿فصل : فی احکام الدباغة﴾

(۲۸۶) یطهر جلدالمیتة بالدباغة الحقیقیة کالقرظ وبالحکمیَّة کالتتریب والتشمیس(۲۸۷) الا

﴿فصل احکام دباغت﴾

ترجمه : (۲۸۶) مردار کی کھال حقیقی دباغت سے پاک ہو جاتی ہے جیسے ببول کی پتی وغیرہ سے اور حکمی دباغت سے جیسے مٹی (مل دینے) اور آفتاب (میں سکھا دینے) سے پاک ہو جاتی ہے۔

تشریح : مردار کی طرح مردار کی کھال بھی ناپاک ہے، لیکن دباغت دیکر نجاستی رس نکال دی جائے اور صرف کھال باقی رہ جائے تو وہ پاک ہو جاتی ہے، جیسے ذبح کر کے گوشت سے خون نکال دیا جائے تو گوشت پاک ہو جاتا ہے۔ پھر دباغت دینے کی دو صورتیں بیان کی ہیں [۱] ببول کی پتی پانی میں ڈال کر اس میں کھال ڈال دی جائے یہ کھال کی اصلی اور حقیقی دباغت ہے۔[۲] اور دوسری صورت یہ ہے کہ کھال میں مٹی لیپ دی جائے جس سے اس کی رطوبت سوکھ جائے، یا کھال کو دھوپ میں سکھا دی جائے جس سے رطوبت ختم ہو جائے تو اس سے بھی دباغت ہو جاتی ہے، لیکن یہ حکمی دباغت ہے۔

وجه: (۱) مردار کے چمڑے کو دباغت دی جائے تو اس کی ناپاک رطوبت نکل جاتی ہے اور بہتا ہوا خون نکل جاتا ہے صرف چمڑا باقی رہ جاتا ہے اسلئے وہ پاک ہو جاتا ہے۔ اہل عرب کے پاس اکثر اسی قسم کے برتن ہوتے تھے (۲) حدیث میں ہے۔ عن عبداللہ بن عباسؓ قال سمعت رسول الله ﷺ یقول اذا دبغ الاھاب فقد طھر. (مسلم شریف، باب طھارۃ جلود المیتۃ بالدباغ، ص ۱۵۷، نمبر ۳۶۶/۸۱۲/ابوداود شریف، باب فی اھاب المیتۃ، ص ۵۸۰، نمبر ۴۱۲۳) اس حدیث میں ہے کہ دباغت کے بعد چمڑا پاک ہے۔ (۳) عن عائشة زوج النبی ﷺ ان رسول الله امر ان یستمتع بجلود المیتة اذا دبغت۔ (ابوداود شریف، باب فی اھاب المیتۃ، ص ۵۸۰، نمبر ۴۱۲۴) (۲) دباغت کے دونوں طریقے ہیں اس کا ثبوت اس حدیث میں ہے۔ عن عائشة قالت : قال النبی ﷺ استمتعوا بجلود المیتة اذا ھی دبغت ترابا کان او رمادا او ملحا او ما کان بعد ان ترید صلاحه. (دار قطنی، باب الدباغ، ج اول، ص ۴۴، نمبر ۱۲۳/سنن للبیہقی، باب وقوع الدباغ بالقرظ وما یقوم مقامہ، ج اول، ص ۳۱، نمبر ۶۶) (۲) اور اثر میں بھی اسکی صراحت ہے۔ عن ابراھیم قال : کل شیء منع الجلد من الفساد فھو دباغ ، قال محمد و به نأخذ ، وھو قول ابی حنیفة ۔ (کتاب الآثار لامام محمد، باب لباس جلود الثعالب، ودباغ الجلد، ص ۱۸۸، نمبر ۸۵۶) اس اثر سے معلوم ہوا کہ کسی بھی چیز سے دباغت ہو سکتی ہے۔

لغت : قرظ: ببول کی پتی۔ التتریب: تراب سے مشتق ہے مٹی کو کھال میں لیپنا۔ التشمیس: شمس سے مشتق ہے، کھال کو سورج میں سکھانا، جس سے دباغت ہو جائے۔

جلد الخنزير والآدمی.(۲۸۸) وتطهّر الذكاة الشرعية جلد غير المأكول دون لحمه علی اصح ما يُفتیٰ به. (۲۸۹) وكل شیء لا يسری فيه الدم لا ينجس بالموت كالشعر والريش المجزوز والقرن

ترجمه : (۲۸۷) مگر خنزیر کی (بوجہ نجس العین کے) اور انسان کی (بوجہ شرافت کے) کھال پاک نہیں ہوتی۔

تشریح : سور نجس العین ہے اس لئے دباغت دینے کے بعد بھی اس کی کھال پاک نہیں ہوگی، اور آدمی کی عزت ہے اس لئے دباغت دینے کے بعد بھی اس کی کھال استعمال کے قابل نہیں ہوگی۔

وجه: نجس العین کی دلیل یہ آیت ہے۔ الا ان يكون ميتة او دما مسفوحا او لحم خنزير فانه رجس. (آیت ۱۴۵ ،سورۃ الانعام ۶) آدمی کی عزت کی دلیل یہ آیت ہے۔و لقد كرمنا بنی آدم (آیت ۷۰،سورۃ الاسراء ۱۷)

ترجمه : (۲۸۸) اور شرعی ذبح کرنے سے حرام جانور کی کھال پاک ہوتی ہے نہ کہ اس کا گوشت۔ صحیح مفتی بہ قول پر۔

تشریح : جن جانوروں کا گوشت حلال نہیں ہے، جیسے شیر چیتا تو اس کو شرعی طور پر ذبح کرنے سے کھال پاک ہوگی گوشت پاک نہیں ہوگا، یعنی اس گوشت کو جیب میں لیکر نماز پڑھنا چاہے تو نہیں پڑھ سکتا، اور وہ گوشت کھانے کے لئے بھی حلال نہیں ہوگا۔ مفتی بہ قول یہی ہے، اگر چہ ایک قول یہ ہے کہ گوشت کھانے کے لئے تو حلال نہیں ہوگا لیکن پاک ہوجائے گا، اس کو جیب میں لیکر نماز پڑھ سکتا ہے۔

وجه : (۱) جو حضرات کہتے ہیں کہ صرف کھال پاک ہوگی ان کی دلیل یہ ہے کہ حدیث میں کھال کے پاک ہونے کا حکم ہے اس لئے صرف کھال پاک ہوگی۔ (۲) دوسری دلیل یہ ہے کہ ان جانوروں کا تھوک ناپاک ہے، اور تھوک گوشت سے پیدا ہوتا ہے جس سے معلوم ہوگا کہ ذبح کرنے کے باوجود گوشت پاک نہیں ہوگا۔ لیکن دوسرے حضرات کی رائے ہے کہ جس طرح کھال پاک ہو گئی اسی طرح گوشت بھی پاک ہوجائے گا، کیونکہ ذبح کرنے سے ناپاک خون نکل گیا۔

ترجمه : (۲۸۹) اور ہر وہ چیز جس میں خون سرایت نہیں کرتا وہ مرنے سے نجس نہیں ہوتا جیسے بال اور کٹے ہوئے پر اور سینگ اور کھر اور جس ہڈی پر چکناہٹ نہ ہو۔

تشریح : اصل میں خون اور نجس رطوبت ناپاک ہے اس لئے مردار کی جس چیز میں خون یا نجس رطوبت سرایت نہیں کرتا وہ مرنے سے ناپاک نہیں ہوتی، پاک رہتی ہے۔ جیسے بال ہے، کٹا ہوا پر ہے، سینگ ہے، کھر ہے یا وہ ہڈی جس پر چربی نہیں ہوتی وہ سب پاک ہیں۔ البتہ جس ہڈی پر چربی ہوتی ہے وہ ناپاک ہوگی کیونکہ مردار کی چربی ناپاک ہے، البتہ اگر چربی زائل کردی جائے تو وہ ہڈی بھی پاک ہوجائے گی۔

وجه : (۱) عن ثوبان مولی رسول الله ﷺ..... يا ثوبان اشتر لفاطمة قلادة من عصب وسوارين من

والحافر والعظم ما لم یکن به دسم .(۲۹۰)والعصب نجس فی الصحیح .(۲۹۱)ونافجة المسک

عاج. (ابوداؤدشریف، باب فی الانتفاع بالعاج،ص۵۹۱،نمبر۴۲۱۳) ۔حدیث سے معلوم ہوا کہ مردار جانور کا پٹھا بھی پاک ہے اور ہاتھی کے دانت بھی پاک ہیں۔ورنہ آپؐ پٹھے کا ہاراور ہاتھی دانت کا کنگن خریدنے کے لئے کیسے فرماتے۔(۲) **عن ابن عباس قال سمعت رسول الله ﷺ قال ﴿قل لا اجد فیما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمه﴾ ، الا کل شیء من المیتة حلال الا ما اکل منها فاما الجلدو القرن و الشعر و الصوف و السن و العظم فکل هذا حلال لانه لا یذکی .** (دارقطنی ،باب الدباغ،ج اول،ص۴۳،نمبر۱۱۷،سنن للبیہقی ،باب منع من الانتفاع بشعر المیتة ،ج اول ص۳۷،نمبر۸۱)اس حدیث میں ہے کہ مردار کے گوشت کے علاوہ جتنی چیزوں میں خون سرایت نہیں کرتا سب حلال اور پاک ہیں (۳)**سمعت ام سلمة زوج النبی ﷺ تقول : سمعت رسول اللهؐ یقول : لا بأس بمسک المیتة اذا دبغ ، ولا بأس بصوفها و شعرها و قرونها اذا غسل بالماء** ۔(دارقطنی ،باب الدباغ،ج اول،ص۴۲،نمبر۱۱۳،سنن للبیہقی ،باب منع من الانتفاع بشعر المیتة ،ج اول،ص۳۷،نمبر۸۳) حدیث سے معلوم ہوا کہ مردار کی ہڈی، بال اون اور سینگ پاک ہیں۔

لغت : یسری سرایت کرنا۔ ریش: پر، مجزوز: کٹا ہوا،قرن: سینگ۔الحافر: کھر۔دسم: چربی۔العصب : پٹھا۔

ترجمه : (۲۹۰) اور صحیح مذہب میں پٹھا نجس ہے۔

تشریح : پٹھے کے سلسلے میں دو قسم کی حدیثیں ہیں اس میں اختلاف ہوگیا،بعض حضرات کے یہاں پاک ہےاور بعض حضرات کے یہاں ناپاک ہے،لیکن صحیح مذہب یہ ہے کہ مردار کا پٹھا ناپاک ہے۔

وجه (۱) پاک ہونے کی دلیل اوپر کی حدیث ہے،جس میں ہے کہ حضرت فاطمہؓ کے لئے پٹھے کا ہار لے آؤ۔(۲) پٹھے میں رطوبت اور خون نہیں ہوتا اس لئے وہ پاک ہونا چاہئے۔(۳)اور ناپاک ہونے کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن عبد الله بن عکیم قال : قریء علینا کتاب رسول الله ﷺ بأرض جهینة و انا غلام شاب : أن لا تستمتعوا من المیتة باهاب ،و لا عصب** (ابوداودشریف، باب من روی أن لا یستنفع باهاب المیتة ،ص۵۸۱،نمبر۴۱۲۷،نسائی شریف، ما یدبغ بہ جلود المیتة ،ص۵۹۲،نمبر۴۲۵۶)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مردار کے چمڑے سے اور پٹھے سے نفع نہ اٹھاؤ اس سے معلوم ہوا کہ وہ ناپاک ہے

ترجمه :(۲۹۱) مشک کا نافہ مشک کی طرح پاک ہے،اور اس کا کھانا حلال ہےاور زباد بھی پاک ہے اس کی خوشبو لگا کر نماز پڑھنا جائز ہے۔

تشریح : مشک اور زباد اس لئے پاک ہے کہ ان میں بہتا ہوا خون اور نجاستی رطوبت نہیں ہوتی۔ مشک کھانے میں اور دوائی میں ڈالا جاتا ہے اس لئے کہ وہ حلال ہے۔اسی طرح زباد کی خوشبو بھی پاک ہے اور حلال ہے۔

طاهرة کالمسک واکله حلال. والزباد طاهر تصح صلوة متطیِّب به.

وجه : (ا)اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ **عن ابی سعید الخدری قال قال رسول الله ﷺ اطیب طیبکم المسک** ۔(ابوداود شریف، باب فی المسک للمیت، ص۴۶۲، نمبر۳۱۵۸ ر ترمذی شریف، باب ماجاء فی المسک للمیت، ص۲۴۰، نمبر۹۹۱) اس حدیث میں ہے کہ مشک سب سے بہتر خوشبو ہے، اس سے معلوم ہوا کہ وہ پاک ہے۔

لغت : المسک: ہرن کے پیٹ میں خون جم جاتا ہے اور کچھ دنوں کے بعد خوشبودار ہوجاتا ہے، اس کو مشک کہتے ہیں اس کے چاروں طرف اردگرد جھلی سی ہوتی ہے جسکو ,نافہ، کہتے ہیں، اس میں خون اور نجاستی رطوبت نہیں ہوتی، اس لئے یہ پاک بھی ہے اور حلال بھی۔ الزباد: ایک جانور رہوتا ہے جو بلی سے بڑا ہوتا ہے، اسکی دم کے پاس خون جم جاتا ہے جس سے مادہ خوشبودار ہوجاتا ہے، یہ بھی پاک ہے کیونکہ اس میں خون نہیں ہوتا اور نہ نجاستی رطوبت ہوتی ہے۔

﴿کتاب الصلوة﴾

(۲۹۲) يشترط لفرضيّتها ثلاثه اشياء. الاسلام والبلوغ والعقل.(۲۹۳)وتؤمر بها الاولاد لسبع

﴿کتاب الصلوۃ﴾

ضروری نوٹ: صلوۃ کے لغوی معنی دعا ہے۔شریعت میں ارکان معہودہ کوصلوۃ کہتے ہیں۔صلوۃ کے فرض ہونے کی دلیل قرآن کی بہت سی آیتیں ہیں۔مثلا۔ ان الصلوة كانت على المؤمنين كتابا موقوتا.(آیت ۱۰۳،سورۃ النساء ۴)(۲)نماز فرض ہونے کی دلیل حدیث میں یہ ہے۔كان ابو ذر يحدث أن رسول الله ﷺ قال فرج عن سقف بيتي و أنا بمكة .....قال النبي ﷺ : ففرض الله على امتي خمسين صلاة فرجعت بذالک حتى مررت على موسى ....قال : هن خمس و هن خمسون ، لا يبدل القول لدیّ۔(بخاری شریف،باب کیف فرضت الصلاۃ فی الاسراء،ص ۶۲،نمبر ۳۴۹) اس حدیث میں ہے کہ پانچوں نمازیں کیسے فرض ہوئیں

نوٹ : نماز اہم عبادت ہے اور طہارت اس کے لئے شرط ہے۔اس لئے طہارت کو مقدم کیا۔اب طہارت کے ابحاث ختم ہونے کے بعد نماز کے مسائل کو شروع فرمایا۔

ترجمہ : (۲۹۲) نماز فرض ہونے کے لئے تین شرطیں ہیں:

۱:......اسلام۔

۲:......بلوغ۔

۳:......اورعقل۔

وجہ : کافر پر نماز فرض نہیں ہے صرف مسلمان پر فرض ہے اس لئے نماز فرض ہونے کے لئے پہلی شرط مسلمان ہونا ہے۔بالغ نہ ہو اور عقلمند نہ ہو بلکہ بچہ یا مجنون ہو تو اس پر نماز فرض نہیں ہے اس لئے نماز فرض ہونے کے لئے دوسری اور تیسری شرط عاقل و بالغ ہونا ہے۔اس کے لئے حدیث باب الوضوء میں گزر چکی ہے۔

ترجمہ (۲۹۳)اور سات برس کی عمر کے بچوں کو نماز کا حکم کیا جائے گا۔اور دس برس والوں کو بغیر لکڑی کے ہاتھ سے مارا جائے گا

وجہ : عن عبد الملک ابن الربيع...قال قال النبي ﷺ مروا الصبي بالصلاة اذا بلغ سبع سنين واذا بلغ عشر سنين فاضربوه عليها ۔(ابو داود شریف،باب متی یومر الغلام بالصلاۃ ،ص ۸۲،نمبر ۴۹۴/ترمذی شریف،باب ماجاء متی یومر الصبی بالصلاۃ ،ص ۱۰۹،نمبر ۴۰۷) اس حدیث میں ہے کہ سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دو،اور دس سال کی عمر میں ہلکی پھلکی مار مارو۔

سنين وتضرب عليها لعشر بيد لا بخشبة.(۲۹۴) واسبابها اوقاتها. (۲۹۵) وتجب باول الوقت وجوبا موسَعا.

ترجمه : (۲۹۴) اور نماز کے اسباب ان کے اوقات ہیں۔

تشریح : نماز اصل میں اللہ کے حکم سے واجب ہوتی ہے، لیکن انسان اللہ کے حکم کو نہیں سن سکتا ہے اس لئے وقت کو اس کا سبب قرار دیا کہ جب وقت آجائے تو سمجھو کہ اللہ کا حکم آگیا۔

وجه : اس آیت میں ہے کہ نماز وقت کے ساتھ متعین ہے، اس لئے وقت نماز کے لئے سبب ہوا۔ **ان الصلوة كانت على المؤمنين كتابا موقوتا.** (آیت ۱۰۳، سورة النساء۴)

ترجمه : (۲۹۵) اول وقت میں نماز واجب ہوتی ہے، لیکن گنجائش ہے کہ پورے وقت میں سے کسی وقت بھی ادا کرلے۔

تشریح : وقت نماز کا سبب ہے اس لئے جیسے ہی وقت شروع ہوا نماز واجب ہوگئی، لیکن پورے وقت میں جب بھی ادا کرے گا قضا شمار نہیں کی جائے گی ادا ہی ہوگی، کیونکہ اس وقت میں گنجائش ہے کہ وقت کے کسی حصے میں ادا کرلے۔ اسی کو وجوبا موسعا، کہتے ہیں۔

وجه : اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ **اخبرني ابن عباس ان النبي ﷺ قال امني جبرئيل عند البيت مرتين فصلى الظهر في الاولى منهما حين كان الفيء مثل الشراك ثم صلى العصر حين كان كل شيء مثل ظله ثم صلى المغرب حين وجبت الشمس وافطر الصائم ثم صلى العشاء حين غاب الشفق ثم صلى الفجر حين برق الفجر وحرم الطعام على الصائم وصلى المرة الثانية الظهر حين كان ظل كل شيء مثله لوقت العصر بالامس ثم صلى العصر حين كان ظل كل شيء مثليه ثم صلى المغرب لوقته الاول ثم صلى العشاء الآخرة حين ذهب ثلث الليل ثم صلى الصبح حين اسفرت الارض ثم التفت الى جبرئيل فقال يا محمد هذا وقت الانبياء من قبلك والوقت فيما بين هذين الوقتين.** (ترمذی شریف، باب ماجاء مواقیت الصلوة عن النبی ﷺ، ص ۴۲، نمبر ۱۴۹/ ابوداؤد شریف، باب المواقیت، ص ۶۸، نمبر ۳۹۳) اس حدیث میں ہے کہ پہلے دن تمام نمازیں اول وقت میں پڑھیں، اور چونکہ آخر وقت میں پڑھنے کی گنجائش ہے اس لئے دوسرے دن تمام نمازیں آخر وقت میں پڑھیں۔ اور پانچوں نمازوں کے اول وقت اور آخر وقت کا بھی ثبوت ہوا۔

﴿والاوقات خمسة﴾ (٢٩٦)وقت الصبح من طلوع الفجر الصادق الی قُبیل طلوع

﴿اور نمازوں کے پانچ وقت ہیں:﴾

تشریح : پچھلی حدیث سے پتہ چلا کہ نمازوں کے اوقات پانچ ہیں۔[١] فجر[٢] ظہر[٣] عصر[٤] مغرب[٥] عشاء۔ سب کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

وجہ : (١) تمام نماز کے اوقات اس آیت میں ہیں ۔ وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس و قبل غروبها ومن اٰنآی اللیل فسبح واطراف النهار لعلک ترضی (آیت ١٣٠، سورہ طہ ٢٠) قبل طلوع الشمس سے فجر کی نماز، قبل غروبھا سے عصر کی نماز، اناء اللیل سے مغرب اور عشاء کی نماز، اور اطراف النہار سے ظہر کی نماز کی فرضیت کا ثبوت ہے۔(٢) اقم الصلوۃ لدلوک الشمس الی غسق اللیل و قرآن الفجر ۔(آیت ٧٨، سورۃ الاسراء ١٧) اس آیت میں دلوک الشمس سے، ظہر کا ثبوت، غسق اللیل سے عشاء کا ثبوت اور قرآن الفجر سے فجر کا ثبوت ہوا۔(٣) حافظوا علی الصلوات و الصلاۃ الوسطی ۔(آیت ٢٣٧، سورۃ البقرۃ ٢) اس میں صلوۃ الوسطی سے عصر کا ثبوت ہوا۔

نوٹ: پوری دنیا کے لئے تمام نمازوں کے اوقات، مثل اول، مثل ثانی کا وقت، ١٨ ڈگری، ١٧.٥ ڈگری، ١٥ ڈگری، ١٢ ڈگری کا وقت، طلوع، غروب کا وقت سب، www.nao.rl.ac.uk پر مل جاتے ہیں، اپنے اپنے شہروں کا طول بلد، اور عرض بلد سیٹ کریں اور پورے سال کا وقت لے لیں۔ اس ویب سائٹ کے اندر websurf ہے اس میں چاند اور سورج کے تمام اوقات ملتے ہیں۔

ترجمہ : (٢٩٦) [١] صبح کا وقت طلوع صبح صادق سے لے کر طلوع آفتاب سے پہلے تک ہے۔

تشریح : فجر کی دو قسمیں ہیں (١) صبح کاذب (٢) صبح صادق۔ صبح کاذب: مشرقی افق میں بھیڑئے کی دم کی طرح لمبی سی روشنی ہوتی ہے جو بہت مشکل سے نظر آتی ہے حدیث میں اسی کو، فجر مستطیل، کہتے ہیں، اسی کو صبح کاذب، کہتے ہیں۔ اس کے تھوڑی دیر کے بعد محرابی شکل میں پھیلی ہوئی روشنی ہوتی ہے جس کو، فجر مستطیر، اور صبح صادق، کہتے ہیں۔ بعض ماہرین فلکیات اس کو اٹھارہ ڈگری پر بتاتے ہیں اور بعض پندرہ ڈگری پر بتاتے ہیں۔ دلائل دونوں طرف ہیں۔ اسی صبح صادق کے وقت فجر کی نماز واجب ہوتی ہے۔

وجہ : (١)۔حدیث میں اس کی دلیل یہ ہے۔ عن سمرۃ بن جندبؓ قال قال رسول اللہ ﷺ لا یغرنکم من سحورکم اذان بلال ولا بیاض الافق المستطیل هکذا حتی یستطیرهکذا . (مسلم شریف، باب بیان ان الدخول فی الصوم یحصل بطلوع الفجر، کتاب الصوم ص ٤٤٦، نمبر ١٠٩٤ / ٢٥٤٦ / ابو داود شریف، باب وقت السحور، ص ٣٤١، نمبر ٢٣٤٦ / ترمذی شریف، باب ما جاء فی بیان الفجر، ص ١٧٩، نمبر ٧٠٥) حدیث سے پتہ چلا کہ روشنی جو لمبائی میں ہو وہ صبح صادق نہیں

الشمس.(۲۹۷)ووقت الظهر من زوال الشمس الى ان يصير ظل كل شيء مثليه او مثله سوى ظل

ہے۔ بلکہ یستطیر یعنی افق میں پھیلی ہوئی روشنی صبح صادق ہے۔(۲) آیت میں بھی اس طرف اشارہ ہے وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر (آیت ۱۸۷ سورۃ البقرۃ ۲) تبین سے مراد فجر کا خوب واضح ہونا ہے جو صبح صادق کے وقت ہوتا ہے۔

ترجمہ (۲۹۷) [۲] ظہر کا وقت سورج کے ڈھلنے سے لیکر ہر چیز کا سایہ دو مثل ہو جائے یا ایک مثل ہو جائے۔ استواء کے وقت کے سایہ کے علاوہ۔ اور دوسرے قول کو [یعنی ایک مثل تک ظہر کا وقت رہتا ہے] کو امام طحاویؒ نے اختیار کیا یہی قول صاحبینؒ کا ہے

تشریح : سورج نصف النہار پر آجائے اور اس سے ذرا سا ڈھل جائے اس کو زوال شمس، کہتے ہیں، وہاں سے ظہر کا وقت شروع ہوتا ہے، اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دو مثل تک رہتا ہے۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک ایک مثل تک رہتا ہے۔ اس کے بعد عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ اسی کو امام طحاویؒ نے اختیار کیا ہے۔

وجہ : (۱) امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن ابی ذر قال کنا مع رسول الله ﷺ فی سفر فاراد المؤذن ان یؤذن للظهر فقال النبی ﷺ ابرد، ثم اراد ان یؤذن فقال له ابرد، حتی رأینا فیء التلول فقال النبی ﷺ ان شدة الحر من فیح جهنم فاذا اشتد الحر فابردوا بالصلوة . (بخاری شریف، باب الابراد بالظہر فی السفر ،ص ۹۱، نمبر ۵۳۹/ ابوداود شریف، باب وقت صلاۃ الظہر ،ص ۷۰، نمبر ۴۰۱) ٹیلہ پستہ قد ہوتا ہے اس کا سایہ نیچے نظر آنے لگے یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب ہر چیز کا سایہ ایک مثل سے زیادہ ہو چکا ہو۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ظہر کی نماز ایک مثل کے بعد پڑھی گئی ہے۔ اس لئے ظہر کا وقت دو مثل تک ہے۔ (۲) عن عبد الله بن عمر أنهما حدثاه عن رسول الله ﷺ أنه قال : اذا اشتد الحر فأبردوا بالصلوة ، فان شدة الحر من فیح جهنم . (بخاری شریف، باب الابراد بالظہر فی شدۃ الحر، ص ۹۰، نمبر ۵۳۳/ ابو داود شریف، باب وقت صلاۃ الظہر ،۷۰، نمبر ۴۰۲) اس حدیث میں بھی ہے کہ گرمی میں ظہر کی تاخیر کی، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ظہر کی نماز دو مثل پر پڑھی ہوگی کیونکہ عرب میں دو مثل تک گرمی رہتی ہے۔ (۳) اور دونوں کے یہاں ظہر کا وقت زوال سے شروع ہوتا ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن انس بن مالک ان رسول الله ﷺ خرج حین زاغت الشمس فصلی الظهر . (بخاری شریف، باب وقت الظہر عند الزوال ص ۷۷ نمبر ۵۴۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سورج ڈھلتے ہی ظہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔

صاحبینؒ کی دلیل امامت جبرئیل والی حدیث ہے۔ اخبرنی ابن عباس ان النبی ﷺ قال امنی جبرئیل عند البیت مرتین فصلی الظهر فی الاولی منهما حین کان الفیء مثل الشراک ثم صلی العصر حین کان کل شیء مثل

الاستواء .واختار الثانی الطحاویُّ وهو قول الصاحبين .(۲۹۸)وقت العصر من ابتداء الزيادة علی

ظلہ..... وصلی المرة الثانية الظهر حين کان ظل کل شیء مثله لوقت العصر بالامس ..... ثم التفت الی جبرئيل فقال يا محمد هذا وقت الانبياء من قبلک والوقت فيما بين هذين الوقتين. (ترمذی شریف، باب ماجاء مواقیت الصلوۃ عن النبی ﷺ ،ص ۴۲ ،نمبر ۱۴۹ ؍ابو داؤد شریف ، باب المواقیت،ص ۶۸ ،نمبر ۳۹۳) اس حدیث میں ظہر کا وقت مثل اول پر ختم ہو گیا، اور عصر کا وقت مثل اول پر شروع ہو گیا، اس لئے مثل اول کے ختم ہونے تک ظہر کا وقت رہتا ہے۔

لغت : زوال الشّمس: سورج نکلنے اور سورج ڈوبنے کے درمیان کو آدھا دن [نصف النہار] کہتے ہیں، اس سے ذرا سا سورج ڈھل جائے اس کو, زوال الشّمس، کہتے ہیں۔ ظل الاستواء: نصف النہار کے وقت جو سایہ ہوتا ہے اس کو, ظل الاستواء، کہتے ہیں، اسی کو, سایہ اصلی، بھی کہتے ہیں۔ مثل اول: مثلا آدمی ساڑھے پانچ فٹ کا ہے تو زمین پر اس کا سایہ ساڑھے پانچ فٹ لمبا ہو جائے، یہ آدمی کا ایک مثل سایہ ہوا، سایہ اصلی کے علاوہ ایک مثل سایہ ہو جائے تو یہ مثل اول، ہوا۔ صاحبین کے نزدیک یہاں ظہر کا وقت ختم ہو جائے گا اور عصر کا وقت شروع ہو جائے گا۔ مثلیہ: دو مثل، آدمی ساڑھے پانچ فٹ کا ہے، اور زمین پر اس کا سایہ ۱۱ [گیارہ] فٹ لمبا پڑنے لگ گیا تو یہ, دو مثل، ہو گیا، سایہ اصلی کے علاوہ اس دو مثل پر امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ظہر کا وقت ختم ہوتا ہے۔ اور اس کے بعد عصر کا وقت شروع ہوتا ہے۔

ترجمہ : (۲۹۸) [۳] عصر کا وقت ایک مثل سے یا دو مثل سے زیادہ ہونے سے غروب آفتاب تک ہے۔

تشریح : امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دو مثل کے بعد سے عصر کا وقت شروع ہوگا، اور صاحبینؒ کے نزدیک ایک مثل کے بعد عصر کا وقت شروع ہوگا، اور آفتاب ڈوبنے سے پہلے تک رہے گا۔

وجہ: (۱) وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل غروبها (آیت ۱۳۰، سورۂ طہ ۲۰) غروب سے پہلے نماز پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ نماز عصر کا وقت سورج غروب ہونے سے پہلے تک ہے (۲) حدیث میں ہے۔ عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ قال من ادرک من الصبح رکعة قبل ان تطلع الشمس فقد ادرک الصبح و من ادرک رکعة من العصر قبل ان تغرب الشمس فقدادرک العصر (بخاری شریف، باب من ادرک من الفجر رکعۃ ،ص ۹۷، نمبر ۵۷۹ ؍ترمذی شریف، باب ماجاء فیمن ادرک رکعۃ من العصر قبل ان تغرب الشّمس ،ص ۵۲ ،نمبر ۱۸۶) سورج غروب ہونے سے پہلے عصر کی ایک رکعت پالے تو گویا کہ پوری عصر کی نماز پالی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ غروب آفتاب سے پہلے تک عصر کا وقت ہے (۳) آفتاب زرد ہونے کے بعد نماز عصر ہو جائے گی البتہ مکروہ ہوگی، اسکی دلیل یہ حدیث ہے۔ قال : دخلنا علی انس بن مالک بعد الظهر فقام يصلی العصر ....تلک صلوة المنافقين ، يجلس أحدهم حتی اذا اصفرت الشمس

المثل او المثلين الى غروب الشمس.(۲۹۹) والمغرب منه الى غروب الشفق الاحمر على المفتى

، فكانت بين قرني شيطان أو على قرني الشيطان ، قام فنقر أربعا لا يذكر الله عز وجل فيها الا قليلاً ۔(ابو داود شریف ، باب وقت العصر ،ص ۷۱، نمبر ۴۱۳) اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ نماز ہو جائے گی مگر مکروہ ہوگی (۴)۔دوسری حدیث بھی ہے عن عبد الله بن عمران النبی ﷺ قال اذا صليتم الفجر ... فاذا صليتم العصر فانه وقت الى أن تصفر الشمس (مسلم شریف، باب اوقات الصلوات الخمس ،ص ۲۴۷ نمبر ۶۱۲/۱۳۸۵ / ترمذی شریف، باب ماجاء فی مواقیت الصلواۃ ،ص ۴۲، نمبر ۱۵۱) اس حدیث میں سورج زرد ہونے تک مستحب وقت بتایا ہے۔

ترجمہ : (۲۹۹) [۴] مغرب کا وقت غروب سے لے کر شفق احمر کے غروب تک ہے۔مفتی بہ قول پر۔

تشریح : سورج غروب ہونے کے بعد سے مغرب کا وقت شروع ہوتا ہے،اور صاحبین کے نزدیک شفق احمر کے غروب تک رہتا ہے،مفتی بہ قول یہی ہے۔اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک شفق احمر کے بعد شفق ابیض آتا ہے وہاں تک مغرب کا وقت رہتا ہے۔البتہ حضرت جبرئیلؑ نے دونوں دن ایک ہی وقت میں مغرب کی نماز پڑھائی ہے اس لئے اول وقت میں پڑھنا سنت ہے۔

وجہ : اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن عبد الله بن عمران النبی ﷺ قال اذا صليتم الفجر ... فاذا صليتم المغرب فانه وقت الى ان يسقط الشفق. (مسلم شریف، باب اوقات الصلوات الخمس ،ص ۲۴۷ نمبر ۶۱۲/۱۳۸۵ / ترمذی شریف، باب ماجاء فی مواقیت الصلواۃ ،ص ۴۲، نمبر ۱۵۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مغرب کا وقت شفق کے غروب ہونے تک رہتا ہے۔(۲) عن ابی هريرة قال : قال رسول الله ﷺ ان للصلاة أولا و آخراً ....و ان اول وقت المغرب حين تغرب الشمس و ان آخروقتها حين يغيب الشفق ۔(ترمذی شریف، باب منہ (یعنی ماجاء فی مواقیت الصلوۃ) ،ص ۴۲، نمبر ۱۵۱/ مسلم شریف، باب اوقات الصلوۃ الخمس ،ص ۲۴۷، نمبر ۶۱۲/۱۳۸۹) اس حدیث میں ہے کہ مغرب کا وقت شفق غائب ہونے تک ہے۔اب کون سا شفق مراد ہے اس کی تفصیل نیچے ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کی دلیل :(۱) فجر میں بیاض مستطیر فجر کا وقت ہے۔اسی طرح بیاض مستطیر مغرب کا وقت ہونا چاہئے۔کیونکہ دونوں ایک ہی طرح ہیں (۲) حدیث میں ہے۔ سمعت ابا مسعود الانصاری يقول ... ويصلى المغرب حين تسقط الشمس ويصلى العشاء حين يسود الافق وربما اخرها حتى يجتمع الناس ۔(ابوداؤد شریف، باب فی المواقیت ،ص ۶۸، نمبر ۳۹۴) اس حدیث میں ہے کہ آپؐ عشا کی نماز افق کالا ہونے کے بعد پڑھا کرتے تھے۔ اور مکمل کالا شفق ابیض ڈوبنے کے بعد ہوگا اس لئے مغرب کا وقت شفق ابیض تک ہوا۔(۳) اس کی تائید اس اثر سے ہوتی ہے۔كتب عمر بن عبد العزيز ان صلوا صلوة العشاء اذا ذهب بياض الافق فيما بينكم و بين ثلث الليل (مصنف عبد الرزاق، باب

المثل او المثلين الى غروب الشمس.(۲۹۹) والمغرب منه الى غروب الشفق الاحمر على المفتى

، فكانت بين قرني شيطان أو على قرني الشيطان ، قام فنقر أربعا لا يذكر الله عز وجل فيها الا قليلاً ۔(ابو داود شریف ، باب وقت العصر، ص ۷۱، نمبر ۴۱۳) اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ نماز ہوجائے گی مگر مکروہ ہوگی (۴)۔دوسری حدیث بھی ہے عن عبد الله بن عمران النبی ﷺ قال اذا صليتم الفجر ... فاذا صليتم العصر فانه وقت الى أن تصفر الشمس (مسلم شریف، باب اوقات الصلوات الخمس ،ص ۲۴۷ نمبر ۶۱۲/۱۳۸۵ / ترمذی شریف، باب ماجاء فی مواقیت الصلوٰۃ ،ص ۴۲ ،نمبر ۱۵۱) اس حدیث میں سورج زرد ہونے تک مستحب وقت بتایا ہے۔

ترجمه : (۲۹۹) [۴] مغرب کا وقت غروب سے لے کر شفق احمر کے غروب تک ہے۔ مفتی بہ قول پر۔

تشریح : سورج غروب ہونے کے بعد سے مغرب کا وقت شروع ہوتا ہے، اور صاحبین کے نزدیک شفق احمر کے غروب تک رہتا ہے، مفتی بہ قول یہی ہے۔ اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک شفق احمر کے بعد شفق ابیض آتا ہے وہاں تک مغرب کا وقت رہتا ہے۔ البتہ حضرت جبرئیلؑ نے دونوں دن ایک ہی وقت میں مغرب کی نماز پڑھائی ہے اس لئے اول وقت میں پڑھنا سنت ہے۔

وجه : اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن عبد الله بن عمران النبی ﷺ قال اذا صليتم الفجر ... فاذا صليتم المغرب فانه وقت الى ان يسقط الشفق. (مسلم شریف، باب اوقات الصلوات الخمس ،ص ۲۴۷ نمبر ۶۱۲/۱۳۸۵ / ترمذی شریف، باب ماجاء فی مواقیت الصلوٰۃ ،ص ۴۲ ،نمبر ۱۵۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مغرب کا وقت شفق کے غروب ہونے تک رہتا ہے۔(۲) عن ابی هريرة قال : قال رسول الله ﷺ ان للصلاة أولا و آخراً ....و ان اول وقت المغرب حين تغرب الشمس و ان آخر وقتها حين يغيب الشفق ۔(ترمذی شریف، باب منہ (یعنی ماجاء فی مواقیت الصلوۃ)، ص ۴۲ ،نمبر ۱۵۱/ مسلم شریف، باب اوقات الصلوۃ الخمس ،ص ۲۴۷ ،نمبر ۶۱۲/ ۱۳۸۹) اس حدیث میں ہے کہ مغرب کا وقت شفق غائب ہونے تک ہے۔ اب کون سا شفق مراد ہے اس کی تفصیل نیچے ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کی دلیل :(۱) فجر میں بیاض مستطیر فجر کا وقت ہے۔ اسی طرح بیاض مستطیر مغرب کا وقت ہونا چاہئے۔ کیونکہ دونوں ایک ہی طرح ہیں (۲) حدیث میں ہے۔ سمعت ابا مسعود الانصاری يقول ... ويصلى المغرب حين تسقط الشمس ويصلى العشاء حين يسود الافق وربما اخرها حتى يجتمع الناس ۔(ابوداؤد شریف، باب فی المواقیت، ص ۶۸ ،نمبر ۳۹۴) اس حدیث میں ہے کہ آپؐ عشا کی نماز افق کالا ہونے کے بعد پڑھا کرتے تھے۔ اور مکمل کالا شفق ابیض ڈوبنے کے بعد ہوگا اس لئے مغرب کا وقت شفق ابیض تک ہوا۔(۳) اس کی تائید اس اثر سے ہوتی ہے۔ كتب عمر بن عبد العزيز ان صلوا صلوة العشاء اذا ذهب بياض الافق فيما بينكم و بين ثلث الليل (مصنف عبد الرزاق، باب

به.

وقت العشاء الاخرة، ج اول ،ص ۴۱۰ ،نمبر ۲۱۱۴)اس اثر سے معلوم ہوا کہ افق کے بیاض جانے یعنی شفق ابیض کے ڈوبنے کے بعد نماز عشاء کا وقت ہوتا ہے۔(۴) اس آیت کے کنایہ سے استدلال کیا جا سکتا ہے۔ **اقم الصلوۃ لدلوک الشمس الی غسق اللیل و قرآن الفجر** ۔(آیت ۷۸،سورۃ الاسراء ۱۷) اس آیت میں غسق اللیل ہے، کہ اندھیرا ہو جائے تو عشاء کی نماز پڑھو جس سے اشارہ ہوتا ہے کہ شفق ابیض ڈوبنے کے بعد عشاء کا وقت ہے کیونکہ پورا کالا اسی وقت ہوتا ہے۔اور اس سے پہلے تک مغرب کا وقت ہے۔

صاحبینؒ کی دلیل : صاحبین اور جمہور ائمہ کے نزدیک بیاض مستطیر سے پہلے جو سرخی ہے وہاں تک مغرب کا وقت ہے۔(۱) ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ: الشفق الحمرة ،فاذا غاب الشفق وجبت الصلوة .** (دار قطنی ،باب فی صفة المغرب والصبح ،ج اول ،ص ۲۷۶ ،نمبر ۱۰۴۴ رسنن للبیھقی ،باب دخول وقت العشاء بغیوبۃ الشفق ،ج اول ،ص ۵۴۸ ،نمبر ۱۷۴۴)اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سرخ شفق تک مغرب کا وقت ہے۔(۲) اثر میں ہے۔**عن ابن عمر قال : الشفق الحمرة .** (دار قطنی ،باب فی صفة المغرب والصبح ،ج اول ،ص ۲۷۶ ،نمبر ۱۰۴۵ رسنن للبیھقی ،باب دخول وقت العشاء بغیوبۃ الشفق ،ج اول ،ص ۵۴۸ ،نمبر ۱۷۴۲)اس اثر میں بھی ہے کہ شفق وہ سرخی ہے۔

﴿شفق احمر اور شفق ابیض کیا ہے﴾

شفق احمر ،اور شفق ابیض: آفتاب ڈوبنے کے بعد پہلے سرخی آتی ہے پھر سفید روشنی پھیلی ہوئی ہوتی ہے اس کو ,بیاض مستطیر، کہتے ہیں کیونکہ یہ روشنی پھیلی ہوئی ہے اس کے بعد یہی سفید روشنی لمبی ہو جاتی ہے جس کو ,بیاض مستطیل، کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ لمبی روشنی ہے ،اس کے بعد افق پر مکمل اندھیرا چھا جاتا ہے۔امام ابو حنیفہ کے نزدیک سرخی کے بعد جو بیاض مستطیر ہے[پھیلی ہوئی سفید روشنی] وہاں تک مغرب کا وقت ہے۔اس کے بعد عشا کا وقت شروع ہوتا ہے

شفق کیسے ھوتا ھے :۔افق کے قریب بھاپ اور نمی بہت ہوتی ہے،سورج جب ڈوب جاتا ہے تو اسکی روشنی بھاپ اور نمی سے گزر کر ہماری طرف آنے لگتی ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ بھاپ کے درمیان سے گزر کر روشنی آئے تو وہ لال نظر آتی ہے اور تھوڑی پھیلی ہوئی نظر آتی ہے،اسی لئے سورج ڈوبنے کے بعد جو روشنی نظر آتی ہے وہ لال ہوتی ہے جسکو شفق احمر کہتے ہیں۔لیکن سورج جب بارہ ڈگری نیچے چلا جاتا ہے تو افق کے پاس جو بھاپ اور نمی ہے اس سے گزر کر روشنی نہیں آتی بلکہ سورج کی روشنی آسمان کی طرف لمبی ہوتی ہوئی نظر آتی ہے، چونکہ وہ بھاپ اور نمی سے گزر کر نہیں آتی اسلئے وہ روشنی سفید نظر آتی ہے،اور بہت ہلکی ہوتی ہے شفق احمر کے بعد

(۳۰۰) والعشاء والوتر منه الی الصبح. (۳۰۱) ولا یقدَّم الوتر علی العشاء للترتیب اللازم.

مسلسل دیکھتے رہیں تب اس کا پتہ چلے گا ورنہ جلدی پتہ نہیں چلتا۔ اسی کو شفق ابیض کہتے ہیں۔ ناچیز نے اس کا تجربہ کئی بار اپنے ملک جھارکھنڈ میں کیا ہے۔ (شارح ماہر فلکیات ہیں)

ترجمہ : (۳۰۰) [۵] عشاء اور وتر کا وقت وہاں سے صبح صادق تک ہے۔

تشریح : صاحبینؒ کے قول پر شفق احمر کے بعد، اور امام اعظم کے قول پر شفق ابیض کے بعد عشاء کا وقت شروع ہوتا ہے اور صبح صادق تک رہتا ہے

وجہ: (۱) عشاء کے اول وقت کے سلسلے میں کئی حدیثیں گزر گئیں۔ (۲) اس حدیث میں بھی ہے۔ **عن عباس ان النبی ﷺ قال امنی جبرئیل عند البیت مرتین ....ثم صلی العشاء حین غاب الشفق .... ثم صلی العشاء الآخرة حین ذهب ثلث اللیل ثم صلی الصبح حین اسفرت الارض ثم التفت الی جبرئیل فقال یا محمد هذا وقت الانبیاء من قبلک والوقت فیما بین هذین الوقتین.** (ترمذی شریف، باب ماجاء مواقیت الصلوۃ عن النبی ﷺ، ص ۴۲، نمبر ۱۴۹؍ ابوداؤد شریف، باب المواقیت، ص ۶۸، نمبر ۳۹۳) اس حدیث میں ہے کہ عشاء کی نماز شفق غائب ہونے کے بعد پڑھی۔

(۳) اور آخر وقت صبح صادق سے پہلے تک ہے اسکی دلیل اس حدیث کا اشارہ ہے۔ **عن عائشة قالت اعتم النبی ﷺ ذات لیلة حتی ذهب عامة اللیل وحتی نام اهل المسجد** (مسلم شریف، باب وقت العشاء وتأخیرها، ص ۲۵۷، نمبر ۶۳۸؍۱۴۴۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عامة اللیل رات کا ایک بڑا حصہ چلا گیا۔ (۴) اور آخر رات تک عشا کے وقت ہونے کی دلیل صحابہ کا قول ہے۔ **روینا عن ابن عباس انه قال : وقت العشاء الی الفجر ۔ و عن عبد الرحمن بن عوف فی امرأة تطهر قبل طلوع الفجر صلت المغرب والعشاء ۔قال لابی هریرة ما افراط صلوة العشاء؟ قال طلوع الفجر** (السنن للبیہقی، باب آخر وقت الجواز لصلوۃ العشاء، ج اول، ص ۵۵۳، نمبر ۱۷۶۳) صحابی کے اس قول سے معلوم ہوا کہ عشا کا وقت طلوع فجر سے پہلے تک ہے۔ تمام ائمہ کا یہی مسلک ہے۔

ترجمہ : (۳۰۱) ترتیب لازم ہونے کی وجہ سے وتر کو عشاء پر مقدم نہ کیا جائے۔

تشریح : حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ وتر عشاء کے بعد ہے، چونکہ وتر اور عشاء میں ترتیب لازم ہے اس لئے وتر کو عشاء سے پہلے نہ پڑھے بلکہ بعد میں ہی پڑھے، لیکن وتر عشاء کے تابع نہیں ہے اس لئے کسی غلطی کی وجہ سے وتر کو پہلے پڑھ لیا تو وتر کو دوبارہ لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے وتر ہو گیا، مثلا عشاء کی نماز پڑھی، پھر وضو کر کے وتر کی نماز پڑھی، بعد میں معلوم ہوا کہ عشاء کی نماز بغیر وضو کے پڑھی تھی اس لئے عشاء کی نماز لوٹائی تو اب وتر کو لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ ہو گیا۔

(۳۰۲) ومن لم یجد وقتهما لم یجبا علیه.(۳۰۳)ولا یجمع بین الفرضین فی وقت بعذر

وجه: (۱)عن خارجة بن حذافة انه قال خرج علینا رسول الله ﷺ فقال ان الله امدکم بصلوۃ هی خیر لکم من حمر النعم الوتر جعله الله لکم فیما بین صلوۃ العشاء الی ان یطلع الفجر ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی فضل الوتر، ص۱۲۰، نمبر۴۵۲ رابوداؤد شریف، ابواب الوتر، باب استحباب الوتر ص ۲۰۸ نمبر ۱۴۱۸) اس سے معلوم ہوا کہ وتر کی نماز کا وقت عشا کے بعد سے لیکر صبح صادق طلوع ہونے تک ہے۔(۲) ایک اور حدیث ہے عن مسروق انه سأل عائشة عن وتر النبی ﷺ فقالت من کل اللیل قد اوتر اوله واوسطه وآخره فانتهی وتره حین مات فی وجه السحر۔ (ترمذی شریف، باب ماجاء فی الوتر اول اللیل وآخرہ، ص۱۲۱، نمبر ۴۵۶) اس حدیث میں بھی اشارہ ہے کہ وتر کی نماز عشاء کے بعد پڑھی جائے گی۔

ترجمه : (۳۰۲) اور جو لوگ عشا و وتر کے وقت کو نہ پائے ان پر یہ دونوں واجب نہیں۔

تشریح : اس مسئلے کی بنیاد یہ ہے کہ وقت نمازوں کے لئے سبب ہے، اور جب وقت نہیں پایا گیا تو عشاء اور وتر بھی واجب نہیں ہوں گی۔ لیکن کچھ حضرات کی رائے یہ ہے کہ معتدل دنوں میں جس طرح نماز پڑھتے ہیں اس کا اندازہ کر کے نماز پڑھی جائے گی۔

وجه : اس حدیث میں ہے کہ اندازہ کر کے نماز پڑھی جائے. عن النواس بن سمعان الکلابی قال ذکر رسول الله ﷺ الدجال .....و ما لبثه فی الارض قال اربعون یوما ، یوم کسنة و یوم کشهر ، و یوم کجمعة ، و سائر أیامه کایامکم ، قلنا یا رسول الله ! هذا الیوم الذی کسنة أتکفینا فیه صلاة یوم و لیلة ؟ قال :لا ، اقدروا له قدره ۔(ابوداود شریف، باب خروج الدجال، ص ۶۰۷، نمبر ۴۳۲۱ رترمذی شریف، باب ماجاء فی فتنۃ الدجال، ص ۵۱۳، نمبر ۲۲۴۰) اس حدیث میں ہے کہ جو دن ایک سال کے برابر ہو اس میں اندازہ کر کے پورے سال کی نمازیں ادا کریں۔

نوٹ : عشاء کا وقت نہ ہونے کی دو صورتیں ہیں [۱] ایک تو یہ کہ سورج ڈوبے ہی نہیں، جیسے ساڑھے چھیاسٹھ ڈگری سے نوے ڈگری کے درمیان ہوتا ہے کہ کچھ دنوں میں سورج ڈوبتا ہی نہیں تو یہاں مغرب، عشاء، اور فجر اندازہ کر کے پڑھی جائے، اور رمضان کا روزہ سردی میں قضاء کر کے رکھا جائے۔[۲] دوسری صورت یہ ہے کہ آفتاب تھوڑی دیر کے لئے ڈوبے، لیکن شفق ابیض ڈوبنے کے بعد اور صبح صادق ہونے سے پہلے جو اندھیری رات ہوتی ہے [جسکو لیل شرعی کا نام دیا جاتا ہے] جو عشاء کا وقت ہوتا ہے وہ نہ ہو تو اس میں مغرب اور فجر کا وقت آیا اس لئے یہ دونوں واجب ہوں گے، اور عشاء کی نماز اندازہ کر کے جس میں امت کو سہولت ہو اس میں پڑھے۔

ترجمه : (۳۰۳) اور کسی عذر سے ایک وقت میں دو فرضوں کو جمع نہ کرے۔

(۳۰۴) **الا فی عرفۃ للحاج بشرط الامام الاعظم والاحرام۔فیجمع بین الظہر والعصر جمع تقدیم**

تشریح : سفر یا کسی عذر کی وجہ سے ظہر اور عصر کو ایک ساتھ اور مغرب اور عشاء کو ایک ساتھ نہ پڑھے۔اور عرفات اور مزدلفہ میں جو جمع بین صلاتین کی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حج کا سفر ہے، وہاں بہت بھیڑ ہے، اور حدیث سے ثابت ہے اس لئے چند شرطوں کے ساتھ اس کی اجازت ہوئی ہے۔

وجہ : (۱) آیت میں ہے کہ نماز وقت کے ساتھ موقت اور متصل ہے اس لئے وقت سے پہلے پڑھنا جائز نہیں ہوگا۔آیت یہ ہے ۔ ان الصلوۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا.(آیت ۱۰۳، سورۃ النساء۴) (۲) نماز کو اپنے وقت سے موخر کرنے پر بہت سی وعیدیں وارد ہوئی ہیں، اس لئے جب تک پکی حدیث نہ ہو نماز کو اپنے وقت سے موخر کرنا جائز نہیں ہے، اور حج کے موقع پر پکی حدیث ملی اس لئے صرف وہاں موخر کرنے کی اجازت ہوئی ۔(۳) جمع بین الصلاتین کی حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ جمع صوری کی ہے، یعنی ظہر کو اپنے وقت میں اخیر میں پڑھی، اور عصر کو بھی اپنے وقت ہی میں پڑھی لیکن اول وقت میں پڑھی، اس لئے جمع حقیقی نہیں کی ہے، حدیث یہ ہے۔ **عن انس عن النبی ﷺ اذا عجل علیہ السفر یؤخر الظہر الی اول وقت العصر فیجمع بینھما و یوخر المغرب حتی یجمع بینھما و بین العشاء حین یغیب الشمس** . (مسلم شریف باب جواز الجمع بین الصلوتین فی السفر ،ص ۲۸۶، نمبر ۱۶۲۷/۷۰۴/ بخاری شریف ، باب یؤخر الظہر الی العصر اذا ارتحل قبل ان تزیغ الشمس ،ص ۱۷۸، نمبر ۱۱۱۱) اس حدیث میں صراحت ہے کہ جمع صوری کرتے تھے جمع حقیقی نہیں کرتے تھے۔(۴) اس حدیث میں بھی اس کی صراحت ہے۔ **عن انس بن مالک قال کان النبی ﷺ اذا ارتحل قبل ان تزیغ الشمس اخر الظہر الی وقت العصر ثم جمع بینھما ، و اذا زاغت صلی الظہر ثم رکب** ۔(بخاری شریف، باب یؤخر الظہر الی العصر اذا ارتحل قبل ان تزیغ الشمس ،ص ۱۷۸، نمبر ۱۱۱۱/ مسلم شریف باب جوز الجمع بین الصلوتین فی السفر ،ص ۲۸۶، نمبر ۱۶۲۷/۷۰۴) اس حدیث میں عصر کے وقت تک موخر کرتے جس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں نمازوں کو اپنے اپنے وقت میں پڑھتے تھے (۵) اور جو ائمہ جمع حقیقی کے قائل ہیں وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ **عن عبد اللہ بن عمر قال رأیت رسول اللہ ﷺ اذا اعجلہ السیر فی السفر یؤخر صلاۃ المغرب حتی یجمع بینھما و بین العشاء** ۔(بخاری شریف، باب ھل یؤذن او یقیم اذا جمع بین المغرب والعشاء ،ص ۱۷۸، نمبر ۱۱۰۹/ مسلم شریف باب جوز الجمع بین الصلوتین فی السفر ،ص ۲۸۶، نمبر ۱۶۲۴/۷۰۳) اس حدیث میں ہے کہ دونوں نمازوں کو جمع فرماتے۔

ترجمہ : (۳۰۴) مگر حاجیوں کے لئے مقام عرفہ میں اس شرط کے ساتھ کہ امام اعظم ہو اور احرام ہو تو ظہر اور عصر کو جمع تقدیم کرے اور مغرب اور عشاء کو جمع کرے مزدلفہ میں۔

ویجمع بین المغرب والعشاء بمزدلفة .(۳۰۵) ولم یجز المغرب فی طریق

تشریح : تین شرطیں ہوں تو میدان عرفات میں ظہر اور عصر کو ظہر کے وقت میں پڑھ سکتا ہے [۱] پہلی شرط یہ ہے کہ حاجی ہو یعنی احرام ہو۔[۲] دوسری شرط یہ ہے کہ حج کے جو امام ہیں انکے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو [جسکو مصنف نے ,امام اعظم، کہا ہے، اگر اپنے خیمے میں نماز پڑھ رہا ہو تو جمع بین الصلاتین نہیں کرسکتا۔[۳] اور تیسری شرط یہ ہے کہ میدان عرفات ہو، اس کے باہر جمع بین الصلاتین نہیں کرسکتا۔

وجہ : (۱) **دخلنا علی جابر بن عبد الله فسال عن القوم حتی انتهی الی .... ثم اذن ثم اقام فصلی الظهر ثم اقام فصلی العصر و لم یفصل بینهما شیء .** (مسلم شریف، باب حجۃ النبی ﷺ ص ۳۹۶ نمبر ۱۲۱۸/۲۹۵۰/ابوداؤد شریف ، باب صفۃ حجۃ النبی ﷺ ص ۲۷۰ نمبر ۱۹۰۵) اس حدیث میں ہے کہ عصر کی نماز ظہر کے وقت میں پڑھائے اور جمع بین الصلوتین کرے۔(۲) اس حدیث میں بھی ہے۔ **سأل عبد الله کیف نصنع فی الموقف یوم عرفة ؟ فقال سالم ان کنت ترید السنة فهجر بالصلوة یوم عرفة فقال عبد الله بن عمر صدق انهم کا نوا یجمعون بین الظهر و العصر فی السنة فقلت لسالم أفعل ذالک رسول الله ﷺ فقال سالم : و هل تتبعون فی ذالک الا سنته** ۔(بخاری شریف، باب الجمع بین الصلوتین بعرفۃ، ص ۲۲۵، نمبر ۱۶۶۲) اس حدیث میں بھی ہے کہ حضورؐ نے عرفہ میں جمع بین الصلوتین کی ہے۔ (۳) اور مزدلفہ میں جمع بین صلاتین کرنے کی حدیث یہ ہے۔-**قال دخلنا علی جابر بن عبد الله ...حتی أتی المزدلفة فصلی بها المغرب و العشاء بأذان واحد و اقامتین و لم یسبح بینهما شیئا.** (مسلم شریف، باب حجۃ النبی، ص ۵۱۵، نمبر ۱۲۱۸/۲۹۵۰/ابوداؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی، ص ۲۷۱، نمبر ۱۹۰۵) اس حدیث میں ہے کہ مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو جمع کیا۔

ترجمہ : (۳۰۵) مزدلفہ کے راستے میں مغرب پڑھنا جائز نہیں۔

تشریح : عرفات سے مزدلفہ کے راستے میں اس دن نماز کا وقت ہی نہیں ہوتا، نماز کا وقت مزدلفہ پہنچ کر ہوتا ہے اس لئے مزدلفہ کے راستے میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

وجہ : (۱)۔**عن اسامة بن زید انه سمعه یقول دفع رسول الله من عرفة ... فقلت له الصلوة قال الصلوة امامک فجاء المزدلفة فتوضأ فاسبغ ثم اقیمت الصلوة فصلی المغرب** ۔(بخاری شریف، باب الجمع بین الصلوتین بالمزدلفۃ، ص ۲۷۱، نمبر ۱۶۷۲/مسلم شریف، باب استحباب ادامۃ الحاج التلبیۃ، ص ۵۳۹، نمبر ۱۲۸۰/۳۰۸۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز کا وقت آگے ہے یعنی مزدلفہ پہنچ کر ہے (۲) ایک اثر میں ہے۔**قال عبد الله بن مسعود هما صلاتان تحولان عن**

مـزدلـفة.(۳۰۶)ويستحب الاسفار بالفجر للرجال(۳۰۷) والابراد بالظهر فی الصيف وتعجيله فی

وقتهما صلوة المـغـرب بعد ما يأتي الناس المزدلفة والفجر حين يبزغ الفجر قال رايت النبی ﷺ يفعله۔ (بخاری شریف، باب من اذن واقام لکل واحد منھما ص ۲۷۱، نمبر ۱۶۷۵) اس اثر سے معلوم ہوا کہ آج کے دن مغرب کی نماز کا وقت ہی بدل گیا ہے اس لئے وقت سے پہلے نماز پڑھے گا تو اس کو لوٹانا ہوگا۔

ترجمہ : (۳۰۶) اورمردوں کے لئے صبح کی نماز روشنی میں پڑھنا مستحب ہے۔

تشریح : صبح کو اسفار کرکے نماز پڑھے گا تو جماعت بڑی ہوگی اس لئے روشنی کرکے نماز پڑھنا مستحب ہے۔لیکن اگر جماعت میں عورتیں شامل ہوتیں ہوں تو غلس میں نماز پڑھے تاکہ عورتیں اندھیرے میں نماز پڑھ کر چلی جائیں۔اس لئے مصنف نے للرجال کی قید لگائی۔

وجه: (۱)اوپر کی حدیث یہ ہے۔عن رافع بن خديج قال سمعت رسول الله يقول اسفروا بالفجر فانه اعظم للاجر. (ترمذی شریف، باب ماجاء فی الاسفار بالفجر، ص ۴۳، نمبر ۱۵۴/ابوداؤد شریف، باب وقت الصبح ص ۲۷، نمبر ۴۲۴) اس میں الفاظ یوں ہیں اصبحوا بالصبح اس سے معلوم ہوا کہ فجر کو اسفار کرکے پڑھنا مستحب ہے۔(۲) عورتیں شامل ہوں تو غلس میں پڑھے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ان عائشة اخبرته قالت كن نساء المؤمنات يشهدن مع رسول الله ﷺ صلوة الفجر متلفعات بمروطهن ثم ينقلن الى بيوتهن حين يقضين الصلوة لا يعرفهن احد من الغلس. (بخاری شریف، باب وقت الفجر، ص ۹۶، نمبر ۵۷۸/مسلم شریف، باب استحباب التبکیر بالصبح، ص ۲۵۹، نمبر ۱۴۵۸/۶۴۵) اس حدیث میں دیکھئے غلس اور اندھیرے میں نماز پڑھی گئی

ترجمہ (۳۰۷) اورگرمی میں ظہر ٹھنڈے وقت میں پڑھنا اور سردی میں جلدی کرنا مستحب ہے، ہاں ابر کے دنوں میں تاخیر کرے

تشریح : گرمی میں دیر کرکے اسلئے ظہر کی نماز پڑھے کہ جماعت بڑی ہوگی اور لوگوں کو مسجد آنے میں تکلیف نہیں ہوگی۔اور سردی میں جلدی اس لئے کرے کہ وقت کم رہتا ہے، اب تاخیر کرے گا تو عصر کا وقت آجائے گا۔اور بادل کے دن ظہر کی نماز جلدی اس لئے کرے کہ دھوپ نہیں ہے، اور تاخیر کرنے سے بعض مرتبہ پتہ نہیں چلے گا اور عصر کا وقت آجائے گا اس لئے بادل کے دن ظہر کی نماز جلدی پڑھے۔

وجه: (۱) عن عبد الله بن عمر حدثاه عن رسول الله ﷺ انه قال اذا اشتد الحر فابردوا بالصلوة فان شدة الحر من فيح جهنم (بخاری شریف، باب الابراد بالظہر فی شدة الحر، ص ۹۰، نمبر ۵۳۳/ترمذی شریف، باب ماجاء فی تاخیر الظہر فی شدة الحر، ص ۴۴، نمبر ۱۵۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گرمی ہو تو ظہر کی نماز مؤخر کرکے پڑھنا مستحب ہے۔

(۲) سمعت انس بن مالک يقول كان النبی ﷺ اذا اشتد البرد بكر بالصلوة واذا اشتد الحر ابرد

الشتاء الا فی یوم غیم فیؤخر فیه.(۳۰۸)وتأخیر العصر ما لم تتغیر الشمس وتعجیله فی یوم الغیم(۳۰۹).وتعجیل المغرب الا فی یوم غیم فیؤخر فیه.(۳۱۰)وتأخیر العشاء الی ثُلُث اللیل

بالصلوة یعنی الجمعة . (بخاری شریف، باب اذا اشتد الحر یوم الجمعۃ،ص۱۴۵ کتاب الجمعۃ،نمبر ۹۰۶)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سردی میں ظہر کی نماز جلدی پڑھے اور گرمی میں دیر کرکے پڑھے۔(۳)اس حدیث

لغت: اسفار: صبح کو روشنی زیادہ ہونا۔ابراد: برد سے مشتق ہے،ٹھنڈا ہونا۔الشتاء: سردی کا موسم۔ یوم غیم: بادل کا دن۔

ترجمہ :(۳۰۸) اورعصر کی نماز مؤخر کرے جب تک سورج متغیر نہ ہو،اوراس کو جلدی پڑھنا مستحب ہے بادل کے دن میں۔

وجہ: (ا)حدیث میں ہے۔ **علی بن شیبان قال قدمنا علی رسول الله ﷺ الی المدینة فکان یؤخر العصر مادامت الشمس بیضاء نقیة** (ابوداؤد شریف، باب فی وقت صلوۃ العصر،ص ۶۵،نمبر ۴۰۸)(۲)دوسری حدیث میں ہے **سمعت ابا مسعود الانصاری یقول ... ورأیته یصلی العصر والشمس مرتفعة بیضاء قبل ان تدخلها الصفرة** ۔(دارقطنی، باب ذکر بیان المواقیت واختلاف الروایات فی ذلک، ج اول،ص ۲۵۹،نمبر ۹۷۵)ان دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ آفتاب زرد ہونے سے پہلے تک عصر کی نماز مؤخر کرنا مستحب ہے۔(۳)بادل کے دن میں عصر کی نماز جلدی پڑھے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن بریدة الاسلمی قال کنا مع رسول الله ﷺ فی غزوة فقال بکروا بالصلاة فی الیوم الغیم فانه من فاتته صلاة العصر حبط عمله** ۔(ابن ماجۃ شریف، باب میقات الصلاۃ فی الغیم،ص ۹۸،نمبر ۶۹۴)اس حدیث میں ہے کہ بادل کے دن میں نماز جلدی پڑھو۔

ترجمہ : (۳۰۹) اورمغرب میں جلدی کرنا مستحب ہے،مگر بادل کے دن کہ اس میں موخر کیا جائے۔

تشریح : مغرب سردی ہو یا گرمی مغرب کو اول وقت میں پڑھنا مستحب ہے۔البتہ بادل کا دن ہو تو تاخیر کرے تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ سورج نکلنے سے پہلے ہی مغرب پڑھ لے۔

وجہ : (ا)امامت جبرائیل میں دونوں دنوں میں ایک ہی وقت میں نماز پڑھائی ہے۔ **اخبرنی ابن عباس ان النبی ﷺ قال امنی جبرئیل عند البیت مرتین .... ثم صلی المغرب حین وجبت الشمس وافطر الصائم .... ثم صلی المغرب لوقته الاول** . (ترمذی شریف، باب ماجاء مواقیت الصلوۃ عن النبی ﷺ ص ۳۸ ابواب الصلوۃ نمبر ۱۴۹ /ابوداؤد شریف، باب المواقیت،ص ۶۲،نمبر ۳۹۳)اس حدیث میں ہے کہ مغرب کی نماز سورج ڈوبتے ہی پڑھے۔(۲)حدیث میں ہے **فقام الیه ابو ایوبؓ ... وقال اما سمعت رسول الله ﷺ یقول لا تزال امتی بخیر او قال علی الفطرة مالم یؤخروا المغرب الی ان تشتبک النجوم** ۔(ابوداؤد شریف، باب فی وقت المغرب ص ۶۶ نمبر ۴۱۸ /ابن ماجہ، باب وقت

وتعجيله فی الغيم.(۳۱۱) وتأخير الوتر الی آخر الليل لمن يثق بالانتباه.

صلاة المغرب،ص۹۷،نمبر۱۸۹)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مغرب کو جلدی پڑھنا خیر کی چیز ہے۔(۳) بادل کے دن موخر کرے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔**عن اسماء بنت ابی بکرؓ قالت افطرنا علی عهد النبی ﷺ یوم غیم ثم طلعت الشمس قیل لهشام فأمروا بالقضاء قال بد من قضاء**۔(بخاری شریف،باب اذا افطر فی رمضان ثم طلعت الشمس،ص ۳۱۵،نمبر۱۹۵۹/ابن ماجۃ شریف،باب ماجاء فیمن افطر ناسیا،ص۲۳۹،نمبر۱۶۷۴)اس حدیث میں ہے کہ بادل کی وجہ سے جلدی افطاری کر لی،اس لئے بادل کے دن تاخیر سے مغرب پڑھے۔

ترجمہ : (۳۱۰) اورعشا میں تہائی رات تک تاخیر مستحب ہے،اور جلدی کرے بادل کے دن میں۔

تشریح : عشاء کو تہائی رات تک موخر کرنا مستحب ہے،تاکہ اس کے بعد آدمی سو جائے اور گپ شپ نہ کرے،ہاں بادل ہو تو جلدی کرے کیونکہ تاخیر کرنے سے جماعت کم ہو جائے گی۔

وجہ : (ا)حدیث میں ہے۔**عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ لو لا ان اشق علی امتی لامرتهم ان یؤخروا العشاء الی ثلث اللیل او نصفه**۔(ترمذی شریف،باب ماجاء فی تاخیر العشاء الآخرۃ،ص۴۶،نمبر۱۶۷/ابوداؤد شریف،باب ماوقت العشاء الآخرۃ،ص۷۲،نمبر۴۲۲)اس سے معلوم ہوا کہ عشا کی نماز کو تہائی رات تک مؤخر کرنا مستحب ہے۔عام حالات میں تہائی رات،رات کا دس بجے گا،دیہات کے لوگ اس وقت سونا چاہتے ہیں۔**عن ابن عمر قال کان رسول الله ﷺ ینادی منادیه فی اللیلة المطیرة او اللیلة الباردة ذات الریح صلوا فی رحالکم**۔(ابن ماجۃ شریف،باب الجماعۃ فی اللیلۃ المطیرۃ،ص۱۳۳،نمبر۹۳۷)اس حدیث کے اشارے سے پتہ چلتا ہے کہ گھر میں نماز پڑھے اور جلدی پڑھ لے

ترجمہ : (۳۱۱) اور وتر میں بیدار ہونے پر اعتماد رکھنے والے کے لئے اخیر شب تک تاخیر مستحب ہے۔

وجہ: حدیث یہ ہے۔**عن جابر قال قال رسول الله ﷺ من خاف ان لا یقوم من آخر اللیل فلیوتر اوله ومن طمع ان یقوم آخره فلیوتر آخر اللیل فان صلوة آخر اللیل مشهودة و ذلک افضل**.(مسلم شریف،باب من خاف ان لا یقوم من آخر اللیل فلیوتر اولہ،ص۳۰۶،نمبر۱۷۶۶/۷۵۵/ابن ماجہ،باب ماجاء فی الوتر آخر اللیل،ص۱۶۶،نمبر۱۱۸۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وتر اخیر میں پڑھنا چاہئے۔لیکن اگر سو جانے کا خطرہ ہو تو سونے سے پہلے پڑھ لینا چاہئے۔

﴿فصل : فی الاوقات المکروھة﴾

(۳۱۲)ثلاثة اوقات لا یصح فیھا شیء من الفرائض والواجبات التی لزمت فی الذمة قبل دخولھا.عند طلوع الشمس الی ان ترتفع.وعند استوائھا الی ان تزول وعند اصفرارھا الی ان

﴿فصل [اوقات مکروہ]﴾

ترجمہ : (۳۱۲) تین اوقات میں وہ نماز صحیح نہیں خواہ فرض ہو یا واجب جو مکروہ وقت داخل ہونے سے پہلے ذمہ میں لازم ہو چکی ہو۔

۱:......طلوع آفتاب کے وقت اس کے بلند ہونے تک۔

۲:......استواء آفتاب کے وقت اس کے زوال تک۔

۳:......آفتاب زرد ہو جاتے وقت اس کے غروب ہونے تک۔

تشریح : تین اوقات میں فرض نماز مکروہ ہے یا وہ واجب مکروہ ہے جو وقت داخل ہونے سے پہلے واجب ہوئی ہو، لیکن جو نماز مکروہ وقت میں ہی واجب ہوئی وہ اسی مکروہ وقت میں ادا کرنا جائز ہے، جیسے جنازہ مکروہ وقت میں آیا تو اسی وقت میں جنازے کی نماز جائز ہے۔ یہ تین اوقات یہ ہیں [۱] آفتاب طلوع ہونے کے وقت سے لیکر بلند ہونے تک، [۲] آفتاب استوا ہونے سے لیکر زوال ہونے تک [۳] آفتاب زرد ہونے سے لیکر غروب ہونے تک۔

وجہ : حدیث یہ ہے . سمعت عقبة بن عامر الجھنی یقول : ثلاث ساعات کان رسول اللہ ﷺ ینھانا أن نصلی فیھن ، أو أن نقبر فیھن موتانا : حین تطلع الشمس بازغة حتی ترتفع ، و حین یقوم قائم الظھیرة حتی تمیل الشمس ،و حین تضیّف الشمس للغروب حتی تغرب (مسلم شریف، باب الاوقات التی نھی عن الصلاة ،ص ۳۳۴،نمبر ۱۹۲۹/۸۳۱/ابو داود شریف ، باب الدفن عند طلوع الشمس وغروبھا،ص ۴۶۶،نمبر ۳۱۹۲/ترمذی شریف ، باب ما جاء فی کراھیة الصلوة علی الجنازة ،ص ۲۴۹،نمبر ۱۰۳۰) اس حدیث میں ہے کہ تین اوقات میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔(۲) سجدہ تلاوت نماز کے درجے میں ہے اور کفار کے ساتھ تشابہ نہ ہو جائے اس لئے یہ مکروہ ہے اس کے لئے حدیث کا اشارہ یہ ہے۔ قال عمرو بن عبسة السلمی ....فقلت : یا نبی اللہ !أخبرنی عما علمک اللہ و أجھله ، أخبرنی عن الصلاة ؟ قال : صل صلاة الصبح ، ثم اقصر عن الصلاة حتی تطلع الشمس حتی ترتفع ، فانھا تطلع حین تطلع بین قرنی شیطان ، و حینئذ یسجد لھا الکفار ، ثم صل ، فان الصلاة مشھودة محضورة ، حتی یستقل الظل بالرمح ، ثم أقصر عن الصلاة فان حینئذ تسجر جھنم ، فاذا اقبل الفیء فصل ، فان الصلاة مشھودة

تغرب.(۳۱۳)ویصح اداء ما وجب فیھا.مع الکراھة.کجنازة حضرت وسجدة آیة تُلیت فیھا کما

محضورة حتی تصلی العصر ، ثم اقصر عن الصلاة حتی تغرب الشمس فانھا تغرب بین قرنی الشیطان و حینئذ یسجد لھا الکفا ر۔(مسلم شریف، باب اسلام عمرو بن عبسۃ ۔ابواب صلاۃ المسافرین ،ص ۳۳۴،نمبر ۱۹۳۰/۸۳۲/سنن نسائی ، باب النھی عن الصلاۃ بعد العصر ،ص ۹۷،نمبر ۵۷۳)اس حدیث میں ہے کہ اس وقت کفار سورج کو سجدہ کرتے ہیں اسلئے مسلمانوں کو سجدہ نہیں کرنا چاہئے ، چاہے سجدہ تلاوت ہی کیوں نہ ہو۔(۳) دوسری وجہ یہ ہے کہ ان اوقات میں کفار سورج کی پوجا کرتے ہیں ،اگر مسلمان نماز پڑھے تو شبہ ہوسکتا ہے کہ مسلمان بھی سورج کی پوجا کررہے ہیں اسلئے مسلمانوں کو ان اوقات میں نماز پڑھنے سے روک دیا گیا۔

لغت : استواء : سورج ٹھیک درمیان میں آجائے اس کو استواء کہتے ہیں اس کے تھوڑی دیر کے بعد سورج ڈھل جاتا ہے،جسکو زوال، کہتے ہیں۔اصفرار : زرد ہونا۔

ترجمہ : (۳۱۳) اور صحیح ہے وہ نماز جو واجب ہوئی ہو مکروہ وقت میں کراہیت کے ساتھ، جیسے جنازہ حاضر ہوا،اور آیت سجدہ تلاوت کی ہو، جیسے اس دن کی عصر غروب کے وقت کراہیت کے ساتھ صحیح ہے۔

تشریح : جو واجب مکروہ وقت میں واجب ہوا ہو اس کو کراہیت کے ساتھ ادا کرنا جائز ہے،اس کی تین مثالیں دے رہے ہیں [۱] جنازہ کی نماز فرض کفایہ ہے، اب جنازہ مکروہ وقت میں آیا تو مکروہ وقت ہی میں نماز واجب ہوئی اس لئے مکروہ وقت ہی میں کراہیت کے ساتھ ادا کرنا جائز ہے [۲] اسی طرح آیت سجدہ مکروہ وقت میں تلاوت کی اس لئے مکروہ وقت ہی میں کراہیت کے ساتھ سجدہ کرنا جائز ہے۔ کیونکہ مکروہ وقت ہی میں واجب ہوا ہے۔[۳] اسی طرح آج کی عصر کی نماز آفتاب غروب ہوتے وقت پڑھنا چاہے تو کراہیت کے ساتھ جائز ہے، کیونکہ گویا کہ مکروہ وقت ہی میں واجب ہوئی۔

وجہ : نماز جنازہ ادا ہوگی اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن علیؓ بن أبی طالب، أن النبی ﷺ قال له : یا علی ، ثلاث لا تؤخر ھا : الصلاة اذا آنت ، و الجنازة اذا حضرت ، و الایم اذا وجدت لھا کفو أ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی الوقت الاول من الفضل ،ص ۴۲،نمبر ۱۷۱)اس حدیث میں ہے کہ جنازہ آجائے تو جلدی نماز پڑھ دو۔(۲) اس دن کی عصر کی نماز ہوگی اس کے لئے یہ حدیث ہے۔عن ابی ھریرة ان رسول الله ﷺ قال من ادرک من الصبح رکعة قبل ان تطلع الشمس فقد ادرک الصبح و من ادرک رکعة من العصر قبل ان تغرب الشمس فقدادرک العصر (بخاری شریف، باب من ادرک من الفجر رکعۃ ،ص ۹۷، نمبر ۵۷۹/ترمذی شریف، باب ماجاء فیمن ادرک رکعۃ من العصر قبل ان تغرب الشمس ،ص ۵۲،نمبر ۱۸۶) اس حدیث میں ہے کہ غروب سے پہلے ایک رکعت پالے تو عصر پالی ،جس سے پتہ چلتا

صحَّ عصر الیوم عند الغروب مع الکراھة.(۳۱۴) والاوقات الثلاثة یکرہ فیھا النافلة کراھة تحریم ولو کان لھا سبب کالمنذور ورکعتی الطواف (۳۱۵) ویکرہ التنفل بعد طلوع الفجر باکثر من

ہے کہ غروب کے وقت عصر پڑھنا جائز ہے(۲) **قال : دخلنا علی انس بن مالک بعد الظھر فقام یصلی العصر ....تلک صلوۃ المنافقین ، یجلس أحدھم حتی اذا اصفرت الشمس ، فکانت بین قرنی شیطان أو علی قرنی الشیطان ، قام فنقر أربعا لا یذکر اللہ عز وجل فیھا الا قلیلا** ۔(ابوداود شریف، باب وقت العصر، ص ۷۱، نمبر ۴۱۳) اس حدیث میں ہے کہ شیطان کی سینگ کے درمیان سورج ہوتا ہے تب منافق نماز پڑھتا ہے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ غروب کے وقت اس دن کی عصر ہوگئی۔

اصول : مکروہ وقت سبب بنے تو مکروہ وقت میں ادا کی جا سکتی ہے۔ اور صحیح وقت سبب بنے تو صحیح وقت میں ہی ادا کرنا ہوگا۔

ترجمہ : (۳۱۴) اوران تین اوقاتِ مذکورہ میں نوافل بھی مکروہ تحریمی ہے، اگر چہ وہ نوافل کسی سبب سے ہو، جیسے نذر اور دو رکعت طواف کی نماز۔

تشریح : نفل کے اسباب کی دو قسمیں ہیں[۱] اگر سبب وقت مکروہ میں ہے تب تو اس میں ادا کرنا جائز ہے۔[۲] اور اگر سبب وقت مکروہ کے علاوہ میں ہے اور اس نفل کو وقت مکروہ میں ادا کرنا چاہے تو مکروہ ہے۔ مثلا نفل ادا کرنے کی مطلق نذر مانی اور وقت مکروہ میں ادا کرنا چاہے تو مکروہ ہے، لیکن یہ نذر مانی کہ وقت مکروہ میں نفل پڑھوں گا تو اب وقت مکروہ میں نفل پڑھنا مکروہ نہیں ہے ۔اسی طرح وقت مکروہ کے علاوہ میں طواف کیا، اور وقت مکروہ میں ادا کرنا چاہے تو مکروہ ہے، اور مکروہ وقت ہی میں طواف کیا اور اس کی نفل پڑھنا چاہتا ہے تو جائز ہے۔

وجہ : اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ **عن جبیر بن مطعم : أن النبی ﷺ قال : یا بنی عبد مناف ! لا تمنعوا أحداً طاف بھذ البیت و صلی أیة ساعة شاء من لیل و نھار** ۔(سنن نسائی، باب اباحۃ الصلاۃ فی الساعات کلھا بمکۃ، ص ۸۰، نمبر ۵۸۶) اس حدیث میں ہے کہ مکہ مکرمہ میں کسی وقت میں بھی نماز پڑھ سکتا ہے اسلئے اوقات مکروہ میں طواف کیا تو اس کی نفل پڑھ سکتا ہے۔

ترجمہ : (۳۱۵) [۱] مکروہ ہے نفل نماز پڑھنا فجر طلوع ہونے کے بعد فجر کی سنت سے زیادہ۔[۲] اور فجر کے فرض کے بعد [۳] اور عصر کے فرض کے بعد۔

تشریح : یہاں یہ بتا رہے ہیں ۱۴ اوقات میں نفل نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے۔[۱] فجر طلوع ہو جائے اس کے بعد صرف فجر کی دو رکعت سنت پڑھے اس کے علاوہ کوئی نفل پڑھنا مکروہ ہے۔[۲] فجر کی فرض نماز پڑھ لے اس کے بعد طلوع آفتاب تک کوئی نفل

سنته و بعد صلوته وبعد صلوة العصر (۳۱۶) وقبل صلوة المغرب

پڑھنا مکروہ ہے۔[۳] اسی طرح عصر کے فرض کے بعد کوئی نفل پڑھنا مکروہ ہے۔البتہ کوئی اور فرض یا واجب پڑھ سکتا ہے۔

وجه : (۱) عن ابن عمر أن رسول الله ﷺ قال : لا صلاة بعد الفجر الا سجدتين ۔(ترمذی شریف، باب ما جاء لا صلاة بعد طلوع الفجر الا رکعتین ،ص۱۱۳، نمبر ۴۱۹ر مسلم شریف ، باب استحباب رکعتی سنة الفجر الخ ،ص ۲۹۳، نمبر ۱۶۷۸/۷۲۳ر ابوداود شریف، باب من رخص فیھما اذا کانت الشمس مرتفعة ،ص ۱۹۱، نمبر ۱۲۷۸) اس حدیث میں ہے کہ صبح صادق کے بعد دوسنتوں سے زیادہ نہ پڑھے، اسلئے دوسنتوں کے علاوہ نفل پڑھنا مکروہ ہے۔(۲) اس حدیث میں ہے کہ فجر کے فرض کے بعد کوئی نفل نہ پڑھے۔عن ابن عباس....أن النبی ﷺ نهى عن الصلاة بعد الصبح حتى تشرق الشمس ، و بعد العصر حتى تغرب (بخاری شریف، باب الصلاة بعد الفجر حتی ترتفع الشمس ،ص ۸۲، نمبر ۵۸۱ر مسلم شریف، باب اسلام عمرو بن عبسة ،ص ۳۳۴، نمبر ۱۹۳۰/۸۳۲) ۔(۳) اس حدیث میں بھی ہے۔ قال عمرو بن عبسة السلمی ....فقلت : یا نبی الله !أخبرنی عما علمک الله و أجهله ، أخبرنی عن الصلاة ؟ قال : صل صلاة الصبح ، ثم اقصر عن الصلاة حتی تطلع الشمس حتی ترتفع ،.... حتی تصلی العصر ، ثم اقصر عن الصلاة حتی تغرب الشمس فانها تغرب بین قرنی الشیطان و حینئذ یسجد لها الکفار ۔(مسلم شریف، باب اسلام عمرو بن عبسة ۔ابواب صلاة المسافرین ،ص ۳۳۴، نمبر ۱۹۳۰/۸۳۲ر سنن نسائی ، باب النهی عن الصلاة بعد العصر ،ص ۶۷، نمبر ۵۷۳) اس حدیث میں ہے کہ فجر کے فرض کے بعد کوئی نفل نہ پڑھے۔اور عصر کے فرض کے بعد بھی کوئی نفل نہ پڑھے۔

ترجمه : (۳۱۶) [۴] اور مغرب کی نماز سے پہلے۔

تشریح : مغرب کے فرض سے پہلے نفل پڑھنا حنفیہ کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے، دوسرے ائمہ کے یہاں جائز ہے۔

وجه : (۱) حدیث یہ ہے۔فقام الیه ابو ایوبؓ ... وقال اما سمعت رسول الله ﷺ یقول لا تزال امتی بخیر او قال علی الفطرة مالم یؤخروا المغرب الی ان تشتبک النجوم ۔(ابوداؤد شریف، باب فی وقت المغرب ،ص ۷۱، نمبر ۴۱۸ر ابن ماجه ، باب وقت صلاة المغرب ،ص ۹۷، نمبر ۶۸۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مغرب کو جلدی پڑھنا خیر کی چیز ہے۔(۲) حدیث میں ہے کہ حضورؐ کے زمانے میں صحابہ مغرب کے بعد اور فرض سے پہلے نفل نہیں پڑھتے تھے۔حدیث یہ ہے۔ سئل ابن عمر عن الرکعتین قبل المغرب فقال : ما رأیت أحدا علی عهد رسول الله ﷺ یصلیهما ، و رخص فی الرکعتین بعد العصر ۔(ابوداود شریف، باب الصلاة قبل المغرب ،ص ۱۹۲، نمبر ۱۲۸۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مغرب سے پہلے نفل نہ پڑھے۔(۳) لیکن اگر پڑھ لیا تو جائز ہے کیونکہ حدیث میں اسکا ثبوت ہے۔حدیث یہ ہے۔عن عبد

(۳۱۷) وعند خروج الخطیب حتی یفرغ من الصلوۃ (۳۱۸) وعند الاقامۃ الا سنۃ الفجر

اللہ المزنی قال : قال رسول اللہ ﷺ : صلوا قبل المغرب رکعتین ، ثم قال : صلوا قبل المغرب رکعتین لمن شاء . خشیۃ أن یتخذھا الناس سنۃ ۔(ابوداود شریف، باب الصلاۃ قبل المغرب، ص۱۹۲،نمبر۱۲۸۱) اس حدیث میں ہے کہ کوئی پڑھنا چاہے تو پڑھے۔

ترجمہ : (۳۱۷) [۵] اور خطبہ کے لئے خطیب کے نکلنے کے وقت سے نماز جمعہ سے فارغ ہونے تک۔

تشریح : جمعہ کے دن خطیب خطبہ کے لئے نکل جائے اس کے بعد سے لیکر جمعہ کے فرض سے فارغ ہوتے وقت تک نفل پڑھنا مکروہ ہے۔

وجہ : (۱) آیت میں ہے کہ قرآن پڑھا جائے تو اسکو کان لگا کر سنو اور چپ رہو اور خطبے کے وقت بھی قرآن پڑھا جاتا ہے اسلئے اس وقت بھی کان لگا کر سننا ہوگا اور چپ رہنا ہوگا، اور نماز بھی نہیں پڑھنی ہوگی، کیونکہ نماز پڑھے گا تو نہ چپ رہ سکے گا اور نہ سن سکے گا ۔آیت یہ ہے۔اذا قرء القرآن فاستمعوا لہ و انصتوا لعلکم ترحمون ۔(آیت ۲۰۴،سورۃ الاعراف ۷) (۲) حدیث میں ہے کہ امام خطبے کے لئے نکل جائے تو کلام اور نماز دونوں منقطع ہوجاتی ہیں۔حدیث یہ ہے۔عن ابی ھریرۃ قال : قال رسول اللہ ﷺ : خروج الامام یوم الجمعۃ للصلاۃ یعنی یقطع الصلاۃ و کلامہ یقطع الکلام ۔(سنن بیھقی، باب الصلاۃ یوم الجمعۃ نصف النھار وقبلہ وبعدہ حتی یخرج الامام، ج ثالث، ص ۲۷۴،نمبر ۵۶۸۷) اس حدیث میں ہے کہ امام کا نکلنا کلام اور نماز دونوں کو منقطع کر دیتا ہے۔اسلئے اس وقت نماز بھی نہ پڑھے۔

(۳) تاہم اگر پڑھ لیا تو جائز ہے اسکی دلیل یہ حدیث ہے۔سمع جابر قال دخل رجل یوم الجمعۃ والنبی ﷺ یخطب فقال اصلیت؟ قال لا! قال قم فصل رکعتین . (بخاری شریف، باب من جاء والامام یخطب صلی رکعتین خفیفتین ،ص ۱۴۹ ،نمبر ۹۳۱)(۴) سمعت جابر بن عبد اللہ ان النبی ﷺ خطب فقال اذا جاء احدکم یوم الجمعۃ وقد خرج الامام فلیصل رکعتین ۔(مسلم شریف، فصل من دخل المسجد والامام یخطب فلیصل رکعتین ،ص ۲۸۷،نمبر ۲۰۲۲/۸۷۵ /ابوداؤد شریف، باب اذا دخل والامام یخطب ،ص ۱۶۶،نمبر ۱۱۱۷) اس حدیث میں ہے کہ امام خطبہ دے رہے ہوں اور سنت نہ پڑھی ہو تو دو رکعت پڑھ لے،اسلئے پڑھنا جائز تو ہے البتہ نہ پڑھے تو اچھا ہے۔

ترجمہ : (۳۱۸) [۶] اور اقامت کے وقت سوائے فجر کی سنت کے۔

تشریح : کسی فرض نماز کی جماعت کی اقامت کہی جارہی ہو تو نفل نہ پڑھے بلکہ اس کو چھوڑ کر جماعت میں شامل ہوجائے۔ البتہ فجر کی سنت اتنی اہم ہے کہ اگر فرض کی اقامت کہی جارہی ہو اور دوسری رکعت کے پانے کی امید ہو تو فجر کی سنت پڑھ لے۔

(۳۱۹)وقبل العید ولو فی المنزل وبعده فی المسجد (۳۲۰) وبین الجمعین فی عرفة و

وجه : (۱) کوئی نفل نہ پڑھے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن ابی ھریرة قال قال رسول الله ﷺ اذا اقیمت الصلوة فلا صلوة الا المکتوبة ۔(ترمذی شریف، باب ما جاء اذا اقیمت الصلاۃ فلا صلاۃ الا المکتوبۃ،ص۱۱۳،نمبر۴۲۱)اس حدیث میں ہے کہ جماعت کھڑی ہوتو کوئی نماز نہیں ہے۔(۲) فجر کی سنت اہم ہے اس لئے اس کو پڑھے اسکی دلیل یہ ہے۔عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ رکعتا الفجر خیر من الدنیا و ما فیھا ۔(ترمذی شریف، باب ما جاء فی رکعتی الفجر من الفضل،ص۱۱۲،نمبر۴۱۶) اس حدیث میں ہے کہ فجر کی سنت دنیا سے افضل ہے۔(۳)اس حدیث میں بھی ہے۔ عن عائشة قالت لم یکن النبی ﷺ علی شیء من النوافل اشد تعاھدا منه علی رکعتی الفجر (بخاری شریف، باب تعاھد رکعتی الفجر ص۱۵۶ نمبر ۱۱۶۹ر مسلم شریف، باب استحباب رکعتی سنۃ الفجر ص۲۵۰ نمبر ۱۶۸۶/۷۲۴)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فجر کی سنت سنت مؤکدہ ہے۔کیونکہ آپؐ اس کی بہت تاکید فرماتے تھے

ترجمہ : (۳۱۹) [۷] اور نماز عید سے پہلے خواہ مکان ہی میں ہو،[۸] اور عیدگاہ میں نماز کے بعد۔

تشریح : عید کے دن عید کی تیاری کرنے کے لئے کوئی اور نفل نہ پڑھے،اور عید کے بعد عیدگاہ میں نہ پڑھے تاکہ لوگوں کو یہ محسوس نہ ہو کہ عید کی نماز دوبارہ پڑھ رہا ہے۔

وجه : عن ابن عباس ان النبی ﷺ خرج یوم الفطر فصلی رکعتین لم یصل قبلھا ولا بعدھا ومعه بلال . (بخاری شریف، باب الصلوۃ قبل العید و بعدھا،ص۱۵۹،نمبر۹۸۹ر مسلم شریف، باب ترک الصلاۃ قبل العید و بعدھا فی المصلی،ص ۳۵۶،نمبر۸۸۴/۲۰۵۷رابوداؤد شریف، باب الصلوۃ بعد صلوۃ العید،ص۱۷۳ نمبر۱۱۵۹)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عید سے پہلے اور بعد میں بھی نماز نفل نہیں پڑھنی چاہئے

ترجمہ : (۳۲۰) [۹] ،اور عرفہ اور[۱۰] مزدلفہ میں دو نمازوں کو جمع کرنے کے مابین۔

تشریح : میدان عرفہ میں جب ظہر اور عصر جمع کرے تو دونوں کے درمیان کوئی نفل نہ پڑھے اور عصر کے بعد بھی نہ پڑھے۔ اسی طرح جب مزدلفہ میں مغرب اور عشاء جمع کرے تو دونوں کے درمیان کوئی سنت نہ پڑھے۔

وجه : (۱) دخلنا علی جابر بن عبد الله فسال عن القوم حتی انتھی الی .... ثم اذن ثم اقام فصلی الظھر ثم اقام فصلی العصر و لم یصل بینھما شیئا . (مسلم شریف، باب حجۃ النبی ﷺ،ص۳۹۶،نمبر۱۲۱۸/۲۹۵۰رابوداؤد شریف ، باب صفۃ حجۃ النبی ﷺ ص۲۷۰ نمبر۱۹۰۵) اس حدیث میں ہے کہ دونوں نمازوں کے درمیان نفل نہیں پڑھی ۔(۲)اس حدیث میں ہے کہ مغرب اور عشاء کے درمیان سنت نہیں پڑھی ۔قال دخلنا علی جابر بن عبد الله ...حتی أتی المزدلفة

مزدلفة(۳۲۱) وعند ضيق وقت المكتوبة(۳۲۲) ومدافعة الاخبثين وحضور طعام تتوقه نفسه وما يُشغل البال ويخل بالخشوع.

فصلى بها المغرب و العشاء بأذان واحد و اقامتين و لم يسبح بينهما شيئا. (مسلم شریف، باب حجۃ النبی، ص ۵۱۵، نمبر ۲۹۵۰/۱۲۱۸ /ابوداؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی، ص ۲۷۱، نمبر ۱۹۰۵) اس حدیث میں ہے کہ مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کے درمیان نفل نہیں پڑھی۔

ترجمہ : (۳۲۱) [۱۱] اور فرض نماز کا وقت تنگ ہوتے وقت۔

تشریح : فرض نماز کا وقت تنگ ہو جائے تو اس وقت جلدی سے فرض پڑھنا چاہئے تا کہ وہ قضا نہ ہو جائے اس لئے اس وقت نفل میں مشغول نہ ہو۔

وجہ : (۱) حافظوا على الصلوات و الصلاة الوسطى ۔(آیت ۲۳۷، سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ہے کہ نماز پر حفاظت کرو یعنی وقت میں پڑھو اس لئے فرض کا وقت پہلے ہے اس لئے اس وقت نفل نہ پڑھے۔(۲)(۱) جماعت کی اقامت ہوئی ہو تو کوئی نفل نہ پڑھے، پس اگر قضا ہونے کا خطرہ ہو تو بدرجہ اولی نفل نہ پڑھے، اس کے لئے حدیث یہ ہے ۔عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ اذا اقيمت الصلوة فلا صلوة الا المكتوبة ۔(ترمذی شریف، باب ما جاء اذا اقیمت الصلاۃ فلا صلاۃ الا المکتوبۃ، ص ۱۱۳، نمبر ۴۲۱) اس حدیث میں ہے کہ جماعت کھڑی ہو تو کوئی نماز نہیں ہے، اس لئے قضا ہونے کا خطرہ ہو تب بھی نفل نہ پڑھے۔

ترجمہ : (۳۲۲) [۱۲] اور پیشاب پیخانہ کے مدافعت کے وقت [۱۳] اور کھانے کے موجود ہونے کے وقت جب اس کا اشتیاق ہو [۱۴] اور ہر ایسی چیز کے حاضر ہونے کے وقت جو دل کو مشغول کرے اور خشوع میں خلل ڈالے۔

تشریح : تیز پیشاب لگا ہو یا پیخانہ لگا ہو، یا بہت تیز بھوک لگی جس سے خشوع خضوع ختم ہو جاتا ہو تو ایسے موقع پر نفل نماز نہ پڑھے۔

وجہ : قال تحدثت انا و القاسم عند عائشةؓ ....انى سمعت رسول الله ﷺ يقول لا صلاة بحضرة الطعام و لا هو يدافعه الاخبثان ۔(مسلم شریف، باب کراھیۃ الطعام بحضرۃ الطعام، الخ ص ۲۲۶، نمبر ۱۲۴۶/۵۶۰) اس حدیث میں ہے کہ تیز پیشاب، پیخانے کے وقت اور تیز بھوک کے وقت کوئی نماز نہیں پڑھنی چاہئے۔

لغت : مدافعۃ :دفع کرنا، پیشاب یا پیخانہ اتنا زور سے لگا ہو کہ چاہتا ہے کہ جلدی فارغ ہو جاؤں ۔اخبثین :خبث سے مشتق ہے، خبیث چیز، یہاں مراد ہے پیشاب، اور پیخانے کی ضرورت ۔تتوق: تاق سے مشتق ہے، شوق ہونا دل کا مائل ہونا۔البال: دل۔

﴿باب الاذان﴾

(۳۲۳)سُنَّ الاذان والاقامة سنة مؤكدة للفرائض ولو منفردا اداء او قضاء سفرا او حضرا للرجال

﴿باب:اذان کے بیان میں﴾

ضروری نوٹ: الاذان کے معنی اعلان کے ہیں،اذان میں نماز کا اعلان کیا جاتا ہے اس لئے اس کو اذان کہتے ہیں۔اس کا ثبوت اس آیت سے ہے یایها الذین آمنوا اذا نودی للصلوة من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکر الله. (آیت۹سورۃ الجمعۃ۶۲)اوراس کے لئے حدیث متواتر یہ ہے۔ عن ابن عمر کان یقول کان المسلمون حین قدموا المدینة یجتمعون فیتحینون الصلوة لیس ینادی لها فتکلموا یوما فی ذلک فقال بعضهم اتخذوا ناقوسا مثل ناقوس النصاری وقال بعضهم بل بوقا مثل قرن الیهود فقال عمر اولا تبعثون رجلا ینادی بالصلوة؟ فقال رسول الله یا بلال! قم فناد بالصلوة. (بخاری شریف،باب بدأ الاذان،ص۱۰۰،نمبر۶۰۴رمسلم شریف،باب بداء الاذان،ص۱۶۱،نمبر ۸۳۷/۳۷۷)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز کے لئے اذان دینا سنت ہے۔

ترجمہ : (۳۲۳) اذان اور اقامت سنت موکدہ ہے چاہے اکیلا ہو،یا ادا ہو یا قضا ہو،سفر ہو یا حضر ہو،مردوں کے لئے اور عورتوں کے لئے اذان اور اقامت دونوں مکروہ ہیں۔

تشریح : مرد کے لئے جماعت سے فرض نماز پڑھنا افضل ہے اس لئے اکیلا ہو یا جماعت کے ساتھ ہو،اسی طرح سفر میں ہو یا حضر میں ہو،قضا نماز ہو یا ادا نماز ہو آذان دینا،اور اقامت کہنا سنت ہیں،اور عورت کیلئے دونوں مکروہ ہیں،کیونکہ عورت کی آواز بھی پردہ ہے اس لئے یہ نہ آذان دے اور نہ اقامت کہے۔

وجہ :(۱) مسافر اذان دے اور اقامت کہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن مالک بن الحویرث قال : أتی رجلان النبی ﷺ یریدان السفر فقال النبی ﷺ : اذا انتما خرجتما فأذنا ثم لیوء مکما أکبرکما ۔(بخاری شریف، باب الاذان للمسافرین اذا کانوا جماعۃ الخ،ص۱۰۴،نمبر۶۳۰رترمذی شریف،باب ماجاء فی الاذان فی السفر،ص۵۷،نمبر۲۰۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسافر اذان دے اور اقامت کہے۔(۲) غزوہ خیبر والے سفر میں تھے اور نماز قضا ہوگئی تو بھی آپؐ نے اذان دلوائی اور اقامت کہلوائی ۔حدیث یہ ہے۔عن أبی هریرة فی هذا الخبر قال : فقال رسول الله ﷺ : تحولوا عن مکانکم الذی أصابتکم فیه الغفلة ، قال فأمر بلالا فأذن و أقام و صلی ۔(ابوداود شریف،باب فی من نام عن صلوۃ أو نسیہا،ص۷۴،نمبر۴۳۶) اس حدیث میں سفر میں اذان اور اقامت کہی گئی ہے۔اور وہ نماز قضا تھی اس میں آذان دلوائی اور اقامت کہلوائی۔(۳) اور گھر میں نماز پڑھے تب بھی آذان دے اور اقامت کہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔عن ام

وكرها للنساء .(٣٢٤) ويكبِّر فى اوله اربعا ويثنّى تكبير آخره كباقى الفاظه(٣٢٥) ولا ترجيع فى

ورقة الانصارى أن رسول الله ﷺ كان يقول : انطلقوا بنا الى الشهدة فنزورها ،فأمر أن يؤذن لها و يقام و يؤم اهل دارها فى الفرائض ۔(سنن بیھقی ،باب سنۃ الاذان والاقامۃ فی البیوت وغیرھا، ج اول،ص ۵۹۷،نمبر۱۹۰۹/ مصنف ابن ابی شیبۃ ،۲۶ فی الرجل یصلی فی بیتہ یوءذن ویقیم أم لا، ج اول،ص ۱۹۹،نمبر ۲۲۸۴)اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے گھر میں اذان اور اقامت کے ساتھ نماز پڑھی۔(۴)عورت کے لئے آذان دینا مکروہ ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔عن أسماء قالت قال رسول الله ﷺ : ليس على النساء أذان و لا اقامة و لا جمعة و لا اغتسال جمعة و لا تقدمهن امرأة و لكن تقوم وسطهن ۔(سنن بیھقی ،باب لیس علی النساء أذان ولا اقامۃ ،ج اول،ص ۶۰۰،نمبر ۱۹۲۱/ مصنف ابن ابی شیبۃ ،۳۲ فی النساء من قال لیس علیھن اذان ولا اقامۃ ، ج اول ،ص ۲۰۲،نمبر ۲۳۱۳) اس حدیث میں ہے کہ عورت پر آذان اور اقامت نہیں ہیں۔

ترجمہ : (۳۲۴) اذان کا طریقہ یہ ہے کہ شروع میں چار مرتبہ اللہ اکبر کہے،اور باقی الفاظ آخیر تک دو دو مرتبہ کہے (اس کے بعد ایک بار '' لا اله الا الله '' کہے)

تشریح : آذان کا طریقہ یہ ہے کہ شروع میں چار مرتبہ اللہ اکبر کہے،اور باقی جتنے الفاظ ہیں وہ دو دو مرتبہ کہے،اور اخیر میں ایک مرتبہ لا اله الا الله، کہے اور کل الفاظ ۱۵ ہو جائیں گے۔

وجه : حدثنى ابى عبد الله بن زيد قال: لما امر رسول الله ﷺ بالناقوس يعمل ليضرب به للناس لجمع الصلوة ، طاف بى ، و أنا نائم ، رجل يحمل ناقوساً فى يده ، فقلت : يا عبد الله ! أتبيع الناقوس ؟ قال : ما تصنع به ؟ فقلت : ندعو به الى الصلوة ، قال : افلا أدلك على ما هو خير من ذالك؟ فقلت له بلى ، قال : فقال تقول : الله اكبر ، الله اكبر : الله اكبر ، الله اكبر ، اشهد ان لا اله الا الله ، اشهد ان لا اله الا الله ،اشهد ان محمدا رسول الله، اشهد ان محمدا رسول الله ، حى على الصلاة ، ، حى على الصلاة ،حى على الفلاح ،حى على الفلاح ،الله اكبر ، الله اكبر ، لا اله الا الله. (ابوداود شریف، باب کیف الاذان،ص ۸۷،نمبر ۴۹۹/ ابن ماجہ شریف، باب بدء الاذان،ص ۱۰۰،نمبر ۷۰۶) اس حدیث میں تفصیل موجود ہے،اور اس میں ترجیع بھی نہیں ہے،اور کل ۱۵ کلمات ہیں۔

ترجمہ : (۳۲۵) شہادتین میں ترجیع نہیں ہے۔

تشریح : ترجیع کا ترجمہ ہے لوٹانا، یہاں مراد ہے شہادتین یعنی اشهد ان لا اله الا الله ، ،اور اشهد ان محمدا

الشهادتين .(۳۲٦) والاقامة مثله

رسول الله، کودوبارہ کہنا۔ نیچے والی حدیث میں اس کی تفصیل ہے، لیکن حنفیہ کہتے ہیں کہ یہ حضرت ابومحذورہؓ کواذان سکھلانے کے لئے تھا۔ تاہم کوئی کہہ لےتو آذان ہوجائے گی۔

وجہ : ترجیع کی تفصیل اس حدیث میں ہے۔ان ابا محذورة قال : خرجت فی نفر فکنا ببعض الطريق ، فأذن موء ذن رسول الله ﷺ بالصلاة عند رسول الله ﷺ فسمعنا صوت الموء ذن و نحن عنه متنکبون ، فصرخنا نحکيه ، نهزأ به ، فسمع رسول الله ﷺ فأرسل الينا قوماً فأقعدونا بين يديه ، فقال : ايكم الذی سمعت صوته قد ارتفع ؟ فأشار الى القوم كلهم ، و صدقوا فأرسل كلهم و حبسنی، و قال : لی قم فأذن ، فقمت ، و لا شیء أكره الی من رسول الله ﷺ و لا مما يأمرنی به ، فقمت بين يدی رسول الله ﷺ فألقی علی رسول الله ﷺ التأذين هو بنفسه فقال : الله اكبر ، الله اكبر : الله اكبر ، الله اكبر ، اشهد ان لا اله الا الله ، اشهد ان لا اله الا الله ،اشهد ان محمدا رسول الله، اشهد ان محمدا رسول الله ،ثم قال لی : ارفع من صوتک اشهد ان لا اله الا الله ، اشهد ان لا اله الا الله ،اشهد ان محمدا رسول الله، اشهد ان محمدا رسول الله ، حی علی الصلاة ، ، حی علی الصلاة ،حی علی الفلاح ،حی علی الفلاح ،الله اكبر ، الله اكبر ، لا اله الا الله).(ابن ماجہ شریف، باب الترجیع فی الآذان، ص۱۰۱، نمبر۷۰۸/مسلم شریف، باب صفۃ الاذان، ص۱٦۲، نمبر۳۷۹/۸۴۲/ترمذی شریف، باب ماجاء فی الترجیع فی الاذان، ص۴۸ نمبر۱۹۲) اس حدیث میں ہے کہ آپؐ نے ترجیع سکھایا، جس سے استدلال کرتے ہیں کہ آذان میں ترجیع ہے۔

ترجمہ : (۳۲٦)اورا قامت بھی اذان کے مثل ہے۔[ہاں ’’حی علی الفلاح ‘‘ کے بعد’’قد قامت الصلوة ‘‘دوبار زیادہ کہے۔]

تشریح : امام شافعیؒ کے یہاں اقامت فردی فردی ہے، دودو مرتبہ نہیں ہے، اور حنفیہ کے یہاں اقامت بھی اذان کی طرح ہے، البتہ حی علی فلاح، کے بعد قد قامت الصلوۃ، زیادہ کرے۔ جس سے کل کلمات ۱۷ ہوتے ہیں۔

وجہ : (۱)اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن عبد الله بن زيد قال كان اذان رسول الله ﷺ شفعا شفعا فی الاذان و الاقامة ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی ان الاقامۃ مثنی مثنی، ص۴۸، نمبر۱۹۴) اس حدیث میں ہے کہ اذان کی طرح اقامت بھی مثنی مثنی ہے(۲) سمعت ابن ابی ليلى .. .. فاذن ثم قعد قعدة ثم قام فقال مثلها الا انه يقول قد قامت الصلوة (ابوداؤد شریف، باب کیف الاذان، ص۸۵ ، نمبر۵۰٦) اس حدیث میں ہے کہ قد قامت الصلوۃ، زیادہ کرے۔

(۳۲۷) ويزيد بعد فلاح الفجر الصلوة خير من النوم مرتين وبعد فلاح الاقامة قد قامت الصلوة مرتين .(۳۲۸) ويتمهّل في الاذان ويسرع في الاقامة (۳۲۹) ولا يجزئ بالفارسية وان علم انه

ترجمه : (۳۲۷) اور صبح کی اذان میں ''حی علی الفلاح'' کے بعد'' الصلوة خير من النوم ''دوبار زیادہ کہے۔

وجه : (۱) حدیث یہ ہے۔عن بلال أنه اتی 'النبی ﷺ یوذنه بصلاة الفجر ، فقيل : هو نائم ، فقال : الصلاة خير من النوم ، الصلاة خير من النوم ، فأقرت في تأذين الفجر فثبت الامر على ذالک ،(ابن ماجۃ شریف ،باب السنۃ فی الاذان ،ص۱۰۳،نمبر ۷۱۶رسنن بیھقی ،باب التثویب فی اذان الصبح ،ج اول ،ص۶۲۳،نمبر ۱۹۸۳) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے حضرت بلالؓ کو الصلاة خیر من النوم، کہنے کے لئے کہا اور یہ ہمیشہ کے لئے ہوگیا۔(۲) سمعت ابا محذورة يقول كنت غلاما صبيا فاذنت بين يدى رسول الله ﷺ الفجر يوم حنين فلما بلغت حى على الصلوة،حى على الفلاح قال رسولؐ الله الحق فيها الصلوة خير من النوم ۔(دار قطنی ،باب ذکر الاقامۃ واختلاف الروایات فیھا ،ص ۲۴۴،نمبر ۸۹۹)اس سے معلوم ہوا کہ صبح کی نماز میں الصلوۃ خیر من النوم کہنا چاہئے۔

ترجمه : (۳۲۸)اوراذان آہستہ (ٹھہر ٹھہر کر)اور اقامت جلدی کہے۔

وجه : حدیث میں ہے۔ عن جابر ان رسول الله ﷺ قال لبلال يا بلال! اذا اذنت فترسل في ذلک واذا اقمت فاحدر ۔(ترمذی شریف ،باب ماجاء فی الترسل فی الاذان ،ص ۴۸،نمبر ۱۹۵)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذان ٹھہر ٹھہر کر دے اور اقامت میں جلدی کرے۔ یہ مستحب ہے۔

لغت: یتمہل: ٹھہر ٹھہر کر بات کرنا۔ یسرع: جلدی کرنا۔

ترجمه : (۳۲۹) اوراذان فارسی میں جائز نہیں ،اگر چہ اس کا اذان ہونا معلوم ہو جائے ،ظاہر روایت میں۔

تشریح : اذان کے عربی الفاظ کے معانی فارسی زبان میں ادا کردے اور لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ اذان ہے پھر بھی ظاہر روایت یہی ہے کہ یہ جائز نہیں ،اذان عربی میں ہی ہونی چاہئے۔ یہاں اصل اختلاف یہ ہے کہ عربی کے علاوہ میں قرأۃ کرے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں ،امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہو جائے گی ،اور صاحبینؒ کے نزدیک نہیں ہوگی ، یہاں صاحبینؒ کا مسلک اختیار کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ اذان نہیں ہوگی۔

وجه : (۱)انکی دلیل یہ ہے کہ آیت میں عربی الفاظ کو قرآن کہا ہے،آیت یہ ہے۔ انا أنزلناه قرآنا عربيا لعلكم تعقلون ۔(آیت ۲،سورۃ یوسف ۱۲) (۲)،و كذالک أنزلناه قرآنا عربيا و صرفنا فيه من الوعيد ۔(آیت ۱۱۳،سورۃ طہ ۲۰)(۳) ، انا جعلناه قرآنا عربيا لعلكم تعقلون ۔(آیت ۳،سورۃ الزخرف ۴۳)ان آیتوں میں قرآن کو عربی کہا ہے اسلئے عربی لفظ اور معنی دونوں کے مجموعے کا نام قرآن ہے ۔اس لئے جب قرأت دوسری زبان میں جائز نہیں ہے تو اذان بھی

اذان فی الاظھر.(٣٣٠) ویستحب ان یکون المؤذن صالحا عالما بالسنة واوقات الصلوة (٣٣١) وعلی وضوء (٣٣٢) مستقبل القبلة الا ان یکون راکبا.

دوسری زبان میں جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ بھی ذکر اور عبادت ہے، صرف اعلان نہیں ہے۔

ترجمہ : (٣٣٠)[١] اور مستحب ہے کہ مؤذن نیک بخت ہو، سنت کو جاننے والا ہو، اور اوقات نماز کو جاننے والا ہو۔

تشریح : یہاں سے اذان کے لئے ٩ مستحبات بیان کر رہے ہیں۔ اور یہ بیان کر رہے ہیں کہ خود مؤذن میں یہ تین صفتیں ہونا مستحب ہے [١] بہتر ہے کہ مؤذن نیک بخت ہو۔ [٢] دوسری صفت یہ ہے کہ آذان کے بارے جو سنتیں ہیں انکو جانتا ہو تاکہ سنت کے مطابق اذان دے سکے، [٣] اذان کے پانچوں اوقات کو بھی جانتا ہو تاکہ وقت پر اذان دے سکے، اس سے پہلے بھی نہ دے اور وقت گزرنے کے بعد بھی نہ دے۔

وجہ : (١) حدیث میں ہے ۔**عن ابن عباس قال : قال رسول الله ﷺ : لیوءذن لکم خیارکم و لیوءمکم قراءکم** ۔(ابوداود شریف، باب من أحق بالامامة، ٩٧، نمبر ٥٩٠/ابن ماجہ شریف، باب فضل الاذان وثواب الموءذنین، ص ١٠٤، نمبر ٧٢٦) اس حدیث میں ہے کہ تم میں سے جو اچھا ہو وہ اذان دے۔(٢) **عن ابی ھریرة قال قال رسول الله ﷺ الامام ضامن و المؤذن مؤتمن اللھم ارشد الائمة و اغفر للمؤذنین** ۔(ترمذی شریف، باب ما جاء ان الامام ضامن والمؤذن مؤتمن، ص ٥٨، نمبر ٢٠٧) اس اس حدیث میں ہے کہ موذن امانت دار ہے یعنی وقت پر امانت دار ہے، یعنی اس کو وقت کا پتہ ہونا چاہئے ۔(٣) **عن ابی محذورة قال قال رسول الله ﷺ امناء المسلمین علی صلاتھم و سحورھم المؤذنون** ۔(سنن بیہقی، باب لا یوذن الا عدل، الخ، ج اول، ص ٦٢٦، نمبر ١٩٩٩) اس حدیث میں بھی ہے کہ موذن نماز پر امانت دار ہے۔

ترجمہ : (٣٣١) [٢] اور مؤذن باوضو ہو۔

تشریح : اذان ذکر بھی ہے اور عبادت بھی ہے اس لئے وضو کر کے اذان دینا مستحب ہے۔

وجہ : (١) حدیث یہ ہے ۔ **عن ابی ھریرة عن النبی ﷺ قال لا یؤذن الا متوضئ** ۔(ترمذی شریف، باب ما جاء فی کراہیة الاذان بغیر وضوء، ص ٥٦، نمبر ٢٠٠) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بغیر وضو کے اذان اور اقامت کہنا اچھا نہیں ۔(٢) اور اذان دینا جائز ہے اسکی دلیل یہ اثر ہے. **عن ابراھیم قال : لا بأس أن یوءذن علی غیر وضوء** ۔(مصنف ابن ابی شیبة، ٩ فی الموءذن یوءذن وھو علی غیر وضوء، ج اول، ص ١٩١، نمبر ٢١٨٩) اس اثر سے معلوم ہوا کہ اذان بغیر وضو کے دے تو جائز ہے۔

ترجمہ : (٣٣٢) [٣] قبلہ کی طرف ہونا مستحب ہے مگر یہ کہ سوار ہو۔

(۳۳۳) وان يجعل اصبعيه في اذنيه (۳۳۴) وان يحوّل وجهه يمينا بالصلوة ويسارا بالفلاح

تشریح : قبلہ کی جانب متوجہ ہوکر اذان دینا مستحب ہے، ہاں اگر سواری کی حالت میں اذان دے رہا ہوتو قبلہ جانب ہونا ضروری نہیں، جس جانب سواری ہو اسی جانب ہوکر اذان دے دے۔

وجه : (ا) عن معاذ ابن جبل قال احيلت الصلوة ثلاثة احوال ..... فجاء عبد الله بن زيد الى رجل من الانصار وقال فيه فاستقبل القبلة، قال : الله اكبر . (ابوداؤد شریف، باب کیف الاذان ص ۸۵ نمبر ۵۰۷ رسنن بیہقی، باب استقبال القبلة بالاذان والاقامة، ج اول، ص ۵۷۶، نمبر ۱۸۳۸) اس حدیث میں ہے کہ استقبال قبلہ کرے۔

ترجمه : (۳۳۳) [۴] اور اپنے دونوں انگلیوں کو دونوں کانوں میں رکھے۔

تشریح : اذان دینے کا مطلب یہ ہے کہ دور تک آواز پہنچے، اور کانوں میں انگلیاں ڈالنے سے آدمی زور سے چلاتا ہے اس لئے دونوں کانوں میں انگلیاں ڈالنا مستحب ہے۔

وجه : عمار بن سعد .... أن رسول الله ﷺ أمر بلالا أن يجعل اصبعيه في أذنيه ، و قال : انه ارفع لصوتك (ابن ماجہ شریف، باب السنة فی الاذان، ص ۱۰۲، نمبر ۷۱۰ ر ترمذی شریف، باب ما جاء فی ادخال الاصبع فی الاذن عند الاذان، ص ۴۹، نمبر ۱۹۷) اس حدیث میں آپ ؐ نے حضرت بلال ؓ کو کان میں انگلی ڈالنے کا حکم فرمایا، اور یہ بھی فرمایا کہ اس سے آواز زیادہ ہوگی۔

ترجمه : (۳۳۴) [۵] ''حی علی الصلوة ''میں دائیں جانب اور ''حی علی الفلاح ''میں بائیں طرف منہ پھیرنا مستحب ہے۔ [۶] اور منارہ میں گھومے۔

تشریح : اذان دینے کا مطلب سب کو نماز کے وقت کی اطلاع دینا ہے، اس لئے اگر کھلی فضا میں اذان دے رہا ہوتو ''حی علی الصلوة ''میں دائیں جانب اور ''حی علی الفلاح ''میں بائیں طرف منہ پھیرے۔ اور اگر منارے کے اندر ہوتو چل کر کھڑکی کے پاس جائے تاکہ آواز باہر چلی جائے، یہ مستحب ہے۔

وجه : حدیث میں ہے (ا) عن عون بن جحيفة عن ابيه قال اتيت النبي ﷺ بمكة وهو في قبة حمراء من ادم فخرج بلال فاذن فكنت اتتبع فمه ههنا و ههنا... فلما بلغ حي على الصلوة و حي على الفلاح لوى عنقه يمينا و شمالا ولم يستدر ۔ (ابوداؤد شریف، باب فی المؤذن یستدیر فی اذانہ ص ۸۴ نمبر ۵۲۰ رسنن بیہقی، باب الالتواء فی حی علی الصلاة، حی علی الفلاح، ج اول، ص ۵۸۰، نمبر ۱۸۵۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح میں چہرہ دائیں اور بائیں پھیرنا چاہئے۔ (۲) ۔عن عون بن ابی جحيفة وعن ابيه قال : رأيت بلالا يوء ذن و يدور و يتبع فاه هاهنا ،

ویستدیر فی صومعته(۳۳۵) ویفصل بین الاذان والاقامة بقدر ما یحضر الملازمون للصلوة مع مراعاة الوقت المستحب (۳۳٦) وفی المغرب بسکتة قدر قراء ة ثلاث آیات قصار او ثلاث

ھا ھنا ، و اصبعاہ فی أذنیه ، و رسول اللہ ﷺ فی قبة حمراء (ترمذی شریف، باب ماجاء فی ادخال الاصبع فی الاذن عند الاذان ،ص ۵۴ ،نمبر ۱۹۷/ ابن ماجہ شریف ، باب السنة فی الاذان ،ص ۱۰۲،نمبر ۷۱۱) اس حدیث میں ہے کہ حضرت بلال ؓ گھومتے تھے۔ جس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے موقع پر گھوم سکتا ہے۔

لغت : یستدیر فی صومعتہ: صومعۃ کا اصل معنی گرجا گھر ہے، یہاں مراد ہے منارے کے اندر کا حصہ، یستدیر فی صومعتہ: کا مطلب یہ ہے کہ منارے کی کھڑکی کے پاس جانے کی ضرورت ہو آواز پہنچانے کے لئے چل کر وہاں تک جائے۔ باضابطہ گھومنا کوئی ضروری نہیں ہے۔

ترجمہ : (۳۳۵) [۷] اور اذان اور اقامت میں اتنا فاصلہ کرے کہ جس میں مستحب وقت کی رعایت کرتے ہوئے ہمیشہ کے مصلی لوگ حاضر ہو سکیں۔

تشریح : اذان کے بعد فورا اقامت کہے گا تو لوگ جماعت میں حاضر نہیں ہو سکیں گے، اس لئے اتنی تاخیر کرے کہ جو ہمیشہ کے مصلی ہیں وہ حاضر ہو جائیں۔

وجہ :(۱) عن ابی بن کعب قال : قال رسول اللہ ﷺ : یا بلال اجعل بین اذانک و اقامتک نفسا یفرغ الآکل من طعامه فی مهل ، و یقضی المتوضی حاجته فی مهل ۔(مسند احمد، حدیث المشائخ عن ابی بن کعب، ج سادس، ۱۷۳،نمبر ۲۰۷۷۸/)اس حدیث میں ہے کہ اذان اور اقامت کے درمیان فصل کرنا چاہئے۔(۲) ایک دوسری حدیث میں ہے کہ اترنے والے فرشتے نے اذان کے بعد تھوڑی دیر کی اسکے بعد اقامت کہی۔حدیث یہ ہے۔ عن معاذ بن جبل قال احیلت الصلوة ثلاثة احوال ....ثم امهل هنیة ، ثم قام فقال مثلها ۔ (ابوداؤد شریف، باب کیف الاذان،ص ۸٦، نمبر ۵۰۷/ سنن بیہقی ، باب استقبال القبلة بالاذان والاقامة ، ج اول،ص ٦۵۷،نمبر ۱۸۳۸) اس حدیث میں ہے کہ اذان کے بعد تھوڑی دیر رک کر اقامت کہی۔

ترجمہ : (۳۳٦) [۸] اور مغرب میں تین چھوٹی آیتیں پڑھنے کی مقدار، یا تین قدم چلنے کی مقدار فصل کرے۔

تشریح : پہلے گزر چکا ہے کہ مغرب میں تاخیر کرنا اچھا نہیں ہے اس لئے اذان اور اقامت کے درمیان زیادہ تاخیر کرنا بہتر نہیں ہے، تین چھوٹی آیتیں پڑھ سکے، یا تین قدم چل سکے اتنی تاخیر کرے، یہی مستحب ہے۔

وجہ : اس حدیث میں ہے کہ تھوڑی دیر بیٹھے، اس سے مغرب کے بارے میں استدلال کیا جا سکتا ہے۔سمعت ابن ابی لیلی رأیت رجل کان علیه ثوبین أخضرین فقام علی المسجد فأذن ثم قعد قعدة ثم قام فقال مثلها . (ابوداؤد

خطوات.(۳۳۷) ويثوّب كقوله بعد الاذان الصلوة الصلوة يا مصلين (۳۳۸) ويكره التلحين .(۳۳۹) واقامة المحدث واذانه واذان الجنب وصبيّ لا يعقل ومجنون وسكران وامرأة و فاسق و

شریف، باب کیف الاذان ص۸۲نمبر ۵۰۶/)اس حدیث میں ہے کہ اذان کے بعد تھوڑی دیر بیٹھے پھر اقامت کہی۔

ترجمہ : (۳۳۷) [۹] اوراذان کے بعد تثویب کرے۔جیسے:''الصلوة الصلوة يا مصلين ''کہے۔

تشریح : ثاب کا معنی ہے لوٹنا، تثویب کا معنی ہے دوبارہ نماز کی یاد دہانی کرانا۔ظہر،عصر عشاء اور خاص کر کے فجر میں مثلا:''الصلوة الصلوة يا مصلين'' کہکر نمازی کو مسجد کی طرف بلانا اس دور میں بہتر ہے، کیونکہ اس دور میں سستی بہت ہوگئی ہے۔ ۔یہاں تک اذان کے ۹ استحباب گنائے۔

وجہ :(۱) عن ابراهيم قال : كانوا يثوبون في العتمة و الفجر ، و كان موء ذن ابراهيم يثوب في الظهر و العصر فلا ينهاه ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ،٦ فی التثویب فی ای صلاۃ ھو؟ ،ج اول ،ص ۱۹۰،نمبر۲۱۷۵ رمصنف عبد الرزاق، باب التثویب فی الاذان والاقامۃ ،ج اول ،ص ۳۵۴،نمبر۱۸۳۵) اس اثر میں ہے کہ دوسری نمازوں میں بھی یاد دہانی کرواتے تھے ۔اسلئے اس دور میں وقت ضرورت یہ مستحسن ہے۔خاص طور پر مدرسے کے طلبہ جلدی سے مسجد میں نہیں جاتے اسلئے انکے لئے ضروری ہے۔(۲)اور فجر میں تثویب کا تذکرہ اس طرح ہے۔ عن بلال أنه اتى النبى ﷺ يوذنه بصلاة الفجر ، فقيل : هو نائم ، فقال : الصلاة خير من النوم ، الصلاة خير من النوم ، فأقرت في تأذين الفجر فثبت الامر على ذالك ،(ابن ماجۃ شریف، باب السنۃ فی الاذان ،ص۱۰۳،نمبر ۷۱۶رسنن بیہقی ، باب التثویب فی اذان الصبح ،ج اول ،ص۶۲۳،نمبر۱۹۸۳) اس حدیث میں فجر میں تثویب کا تذکرہ ہے۔

ترجمہ : (۳۳۸) [۱]اوراذان میں الحان مکروہ ہے۔

تشریح : اذان میں کیا کیا مکروہات ہیں ان میں سے ۵ کو بیان فرمارہے ہیں۔پھر محدث کی اذان کے تحت ۸ آدمیوں کی اذان مکروہ ہے اس کو بیان کررہے ہیں، سب ملا کر یہاں ۱۲[بارہ] مکروہات بیان کررہے ہیں، تفصیل نیچے دیکھیں۔۔ایک ہے اچھی آواز سے اذان دینا یہ تو بہتر ہے، دوسرا ہے بلا وجہ گانے کی طرح آواز بنانا یہ مکروہ ہے،اسی کو الحان کہتے ہیں۔

وجہ : اس قول تابعی میں ہے۔ عن عمر بن سعد بن ابی حسين المكى ان مؤذنا اذن فطرب في اذانه فقال له عمر بن عبد العزيز اذن اذانا سمحا و الا فاعتزلنا ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ، باب التطریب فی الاذان، ج اول ،ص ۲۰۷،نمبر۲۳۷۵)اس قول تابعی میں ہے کہ بہت راگ سے اذان دینا مکروہ ہے۔

ترجمہ : (۳۳۹) [۲] اور محدث (بے وضو) کی اذان واقامت مکروہ ہے۔ [۳]اور جنبی اور بے سمجھ بچہ اور دیوانہ اور نشہ والا اور عورت اور فاسق کی اور بیٹھ کر اذان دینا مکروہ ہے۔

قاعد

تشـــريـــح : یہاں آٹھ قسم کے آدمیوں کی اذان کو مکروہ بتا رہے ہیں۔ ہر ایک کی تفصیل یہ ہے۔[۱] جو آدمی بے وضو ہو اس کی اذان اور اقامت دونوں مکروہ ہیں۔ حدیث پہلے گزر چکی ہے [۲] جو جنبی ہو یا غسل کی ضرورت ہو اس کی اذان مکروہ ہے۔ اور اقامت تو مکروہ ہے ہی، کیونکہ جب محدث کی اذان اور اقامت مکروہ ہے تو جنبی کی اذان اور اقامت بدرجہ اولی مکروہ ہوگی۔[۳] ایسا بچہ جو اذان کو سمجھتا نہ ہو اس کی اذان مکروہ ہے، ہاں جو اس عمر میں ہو کہ اذان کو سمجھتا ہو اس کی اذان مکروہ نہیں ہے۔[۴] مجنون کی اذان مکروہ ہے،[۵] نشہ کی حالت میں اذان دینا مکروہ ہے۔[٦] عورت کی اذان دینا مکروہ ہے، اس کے لئے حدیث پہلے گزر چکی ہے۔[۷] فاسق کی اذان مکروہ ہے، اس سے وہ فاسق مراد ہے جس کا فسق بالکل ظاہر ہو اور لوگ اس سے کراہیت کرتے ہوں۔[۸] بغیر عذر کے بیٹھ کر اذان دینا مکروہ ہے، کیونکہ اذان اعلان کے لئے ہے اس لئے کھڑا ہو کر دینا چاہئے۔

وجه : (۱) [۱] محدث [۲] اور جنبی کی اذان اور اقامت مکروہ ہے، اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن ابی هريرة عن النبی ﷺ قال لا يؤذن الا متوضئ۔ (ترمذی شریف، باب ماجاء فی کراہیۃ الاذان بغیر وضوء، ص ۵٦، نمبر ۲۰۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بغیر وضو کے اذان اور اقامت کہنا اچھا نہیں۔ (۲) یہ اثر بھی ہے۔ عن عطاء انه كره ان يؤذن الرجل و هو على غير وضو۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من کرہ ان یؤذن وھو غیر طاہر ص ۱۹۲، نمبر ۲۱۹٦) اس قول تابعی میں ہے کہ بغیر وضو کے اذان مکروہ ہے۔ (۳) [۳] بے سمجھ بچے، [۴] اور مجنون [۵] نشہ والے کی اذان مکروہ ہے، اس کے لئے یہ اثر ہے۔ عن الشعبی قال لا بأس ان يؤذن الغلام اذا احسن الاذان قبل ان يحتلم۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی اذان الغلام قبل ان یحتلم، ج اول، ص ۲۰۵، نمبر ۲۳۵۵) اس قول تابعی میں ہے کہ اگر اچھا اذان دیتا ہو تو کوئی حرج نہیں ہے، اسی سے یہ پتہ چلا کہ اذان سمجھتا نہ ہو تو مکروہ ہے، اور اسی طرح مجنون اور نشہ والا اذان سمجھتا نہیں ہے اس لئے اس کی اذان بھی مکروہ ہوگی۔ (۴) [٦] عورت کی اذان مکروہ ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن أسماء قالت قال رسول الله ﷺ : ليس على النساء أذان و لا اقامة و لا جمعة و لا اغتسال جمعة و لا تقدمهن امرأة و لكن تقوم وسطهن۔ (سنن بیہقی، باب لیس علی النساء أذان ولا اقامۃ، ج اول، ص ٦۰۰، نمبر ۱۹۲۱ / مصنف ابن ابی شیبۃ، ۳۲ فی النساء من قال لیس علیھن اذان ولا اقامۃ، ج اول، ص ۲۰۲، نمبر ۲۳۱۳) اس حدیث میں ہے کہ عورت پر اذان اور اقامت نہیں ہیں۔ (۵) یہ اثر بھی ہے۔ عن علی قال : لا تؤذن و لا تقيم (مصنف ابن ابی شیبۃ، ۳۲ فی النساء من قال لیس علیھن اذان ولا اقامۃ، ج اول، ص ۲۰۲، نمبر ۲۳۲۰) اس قول صحابی میں ہے کہ عورت اذان نہ دے۔ (٦) [۷] فاسق اذان نہ دے اس کا اشارہ اس حدیث میں ہے۔ عن ابن عباس قال : قال رسول الله ﷺ : ليؤذن لكم خياركم و ليؤمكم قراؤكم۔ (ابوداود شریف، باب من أحق بالامامۃ، ۹۷، نمبر ۵۹۰ / ابن ماجہ شریف، باب فضل الاذان وثواب المؤذنین، ص ۱۰۴، نمبر ۷۲٦) اس

(۳۴۰) والکلام فی خلال الاذان و فی الاقامة. ویستحب اعادته دون الاقامة . (۳۴۱) ویکرهان لظهر یوم الجمعة فی المصر . (۳۴۲) ویؤذن للفائتة و یقیم وکذا لاولی الفوائت .وکره ترک

حدیث میں ہے کہ تم میں سے اچھا ادمی اذان دے، جس کا مطلب یہ نکلا کہ فاسق آدمی اذان نہ دے۔(۷) [۸] بیٹھ کر اذان مکروہ ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن ابن عمر..... فقال رسول الله یا بلال! قم فناد بالصلوة. (بخاری شریف، باب بدأ الاذان ،ص۱۰۰،نمبر۶۰۴ رمسلم شریف، باب بداء الاذان ،ص۱۶۱،نمبر۳۷۷ /۸۳۷)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کھڑا ہو کر اذان دینا سنت ہے۔(۸) اس قول تابعی میں بھی ہے۔عن عطاء انه کره ان یؤذن و هو قاعد الا من عذر ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ، باب فی الرجل یؤذن وھو جالس ،، ج اول ،ص۱۹۴،نمبر۲۲۱۷)اس حدیث میں ہے کہ بغیر عذر کے بیٹھ کر اذان دینا مکروہ ہے۔

ترجمہ : (۳۴۰) [۳]اوراذان واقامت کے درمیان کلام کرنا مکروہ ہے۔اذان میں بات کرنے سے اس کا اعادہ مستحب ہے اقامت کا نہیں۔

تشریح : موذن کا اور اقامت کہنے والے کا درمیان میں بات کرنا مکروہ ہے، اور اگر کرلی تو مستحب ہے کہ اذان کو لوٹائے، کیونکہ اس میں کافی وقت ہے،اور اقامت کو نہ لوٹائے، کیونکہ نماز کھڑی ہوچکی ہے،لوگوں کو دیر ہوگی۔

وجہ : (۱)عن ابن عمر انه نادی بالصلاة فی لیلة ذات برد و ریح و مطر فقال فی آخر ندائه الا صلوا فی رحالکم الا صلوا فی رحالکم . (مسلم شریف، باب الصلوۃ فی الرحال فی المطر ،ص۲۴۳،نمبر۶۹۷ /۱۶۰۱)اس حدیث میں ہے کہ بات اذان کے بعد کی،جس سے معلوم ہوا کہ اذان کے درمیان بات کرنا مکروہ ہے۔ (۲)عن ابن سیرین انهما کرها ان یتکلم حتی یفرغ ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ، باب من کرہ الکلام فی الاذان ،ص۱۹۳،نمبر۲۲۰۴) اس قول تابعی میں ہے کہ اذان میں کلام کرنا مکروہ ہے۔

ترجمہ : (۳۴۱) [۴] اور جمعہ کے روز شہر میں ظہر کے لئے اذان واقامت مکروہ ہے۔

تشریح : شہر میں جمعہ ہے ظہر نہیں ہے اس لئے ظہر کی اذان یا اقامت کہہ کر بلانا مکروہ ہے۔

ترجمہ : (۳۴۲) ایک فوت شدہ نماز کے لئے اذان دے اور اقامت کہے،اور ایسے ہی بہت سی فوت شدہ نمازوں کے لئے اذان دے اور اقامت کہے،اور باقی نمازوں کے لئے اقامت چھوڑنا مکروہ ہے اذان چھوڑنا مکروہ نہیں ہے،اگر ایک ہی مجلس میں سب کی قضا کررہا ہو۔

تشریح : اگر ایک نماز فوت ہوگئی ہو اور اس کو قضا کررہا ہو تو اس کے لئے اذان دے اور اقامت بھی کہے،دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ بہت سی نمازیں فوت ہوگئی ہوں اور سب کو ایک ہی مجلس میں قضا کررہا ہو،تو ہر ایک نماز کے لئے الگ الگ اذان دے اور ہر ایک کے

الاقامة دون الاذان فی البواقی ان اتّحد مجلس القضاء . (۳۴۳) واذا سمع المسنون منه امسک وقال مثله وحوقل فی الحیعلتین وقال صدقت و بررت او ماشا ء الله عند قول المؤذن الصلوۃ خیر

لئے الگ الگ اقامت کہے یہ بہتر ہے، لیکن اگر ایک نماز کے لئے اذان دے اور باقی کے لئے چھوڑ دے تو جائز ہے۔ اور ایک نماز کے لئے اقامت کہے اور باقی کے لئے اقامت چھوڑ دے تو یہ مکروہ ہے، کیونکہ ہر ایک کے لئے الگ الگ اقامت کہنی چاہئے۔

وجه: حدیث یہ ہے۔ **قال عبد الله ان المشرکین شغلوا رسول الله ﷺ عن اربع صلوات یوم الخندق حتی ذهب من اللیل ماشاء الله فامر بلالا فاذن ثم اقام فصلی الظهر ثم اقام فصلی العصر ثم اقام فصلی المغرب ثم اقام فصلی العشاء** (ترمذی شریف، باب ماجاء فی الرجل تفوته الصلوات بایتھن یبدأ، ص ۴۳، نمبر ۱۷۹ / نسائی شریف، باب کیف یقضی الفوائت من الصلوۃ، ص ۷۲، نمبر ۶۲۳) ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ایک مرتبہ اذان دے اور باقی کے لئے اقامت کہے۔ اور اس کو چھوڑنا مکروہ ہے۔

ترجمه : (۳۴۳) جب کوئی مسنون اذان کو سنے تو ٹھہر کر اس کے موافق کہتا جاوے، ہاں دونوں حیعلتین میں ''لاحول ولا قوۃ الا با لله'' کہے۔ اور ''الصلوۃ خیر من النوم'' کے وقت ''صدقت و بررت'' یا ''ماشاء الله'' کہے۔

تشریح : اگر اذان میں لحن ہو یا بے وقت اذان دے رہا ہو تو اس طرح کہنا مسنون نہیں، لیکن اگر مسنون طریقہ کی اذان سنے تو جس طرح مؤذن کہے اسی طرح کہتا جائے، البتہ حی علی الصلوۃ، اور حی علی الفلاح، پر پہنچے تو ''لاحول ولا قوۃ الا با لله'' کہے اور ''الصلوۃ خیر من النوم'' کے وقت ''صدقت و بررت'' یا ''ماشاء الله'' کہے۔

وجه : (۱) اس حدیث میں ہے۔ **عن ابی سعید الخدری ان رسول الله ﷺ قال اذا سمعتم النداء فقولوا مثل ما یقول المؤذن ..... حدثنی بعض اخواننا انه قال لما قال حی علی الصلوۃ قال لا حول و لا قوۃ الا بالله ، و قال هکذا سمعنا نبیکم ﷺ یقول** ۔ (بخاری شریف، باب مایقول اذا سمع المنادی، ص ۱۰۱، نمبر ۶۱۱ رنمبر ۶۱۳ / ابوداود شریف، باب مایقول اذا سمع المؤذن، ص ۸۸، نمبر ۵۲۲) اس حدیث میں ہے کہ مؤذن جیسا کہے ویسا ہی کہے، صرف حی علی الصلوۃ پر اور حی علی الفلاح پر لاحول ولاقوۃ الا باللہ کہے۔ (۲) **عن جده عمر بن الخطاب قال قال رسول الله ﷺ اذا قال الموذن الله اکبر ، الله اکبر :فقال احدکم : الله اکبر ، الله اکبر ، ثم قال : اشهد ان لا اله الا الله ، قال :اشهد ان لا اله الا الله ،ثم قال :اشهد ان محمدا رسول الله ، قال :اشهد ان محمدا رسول الله ،ثم قال : حی علی الصلاۃ ، قال لا حول و لا قوۃ الا بالله، ثم قال ،حی علی الفلاح ، قال: لا حول و لا قوۃ الا بالله ثم قال ،الله اکبر ، الله اکبر قال ،الله اکبر ، الله اکبر ،ثم قال : لا اله الا الله.قال : لا اله الا الله. من قلبه ، دخل الجنة** (مسلم شریف، باب استحباب القول مثل قول الموذن، الخ ص ۱۶۳، نمبر ۳۸۵ / ۸۵۰ / ابوداود شریف، مایقول اذا سمع الموذن

من النوم .(۳۴۴) ثم دعا بالوسيلة فيقول اللهم رب هذه الدعوة التامة والصلوة القائمة آت محمدنِ الوسيلة والفضيلة وابعثه مقاما محمودا نِ الذى وعدته.

﴿باب شروط الصلوة واركانها﴾

ص۸۸،نمبر۵۲۷)اس حدیث میں اذان کے جواب دینے کی پوری تفصیل ہے۔

لغت : حیعلتین :سےمراد ,حی علی الصلاة ، اور حی علی الفلاح ، ہے . حوقل: سےمراد ,, لا حول و لا قوة الا بالله،،ہے۔

ترجمہ : (۳۴۴) پھر وسیلہ کی دعاء کرے۔

وجه : عن جابر بن عبد الله ان رسول الله ﷺ قال من قال حين يسمع النداء :''اللهم رب هذه الدعوة التامة والصلوة القائمة آت محمد ن الوسيلة والفضيلة وابعثه مقاما محمود ن الذى وعدته'' حلت له شفاعتى يوم القيامة ۔(بخاری شریف،باب مایقول اذا سمع المنادی،ص۱۰۲،نمبر۶۱۴؍ابوداودشریف،باب ماجاء فی الدعاء عند الاذان،ص۸۸،نمبر۵۲۲)

اس دعا کا ترجمہ یہ ہے۔(یعنی:اے اللہ!اس کامل پکار کے مالک اوراس ابدی اوردائمی نماز کے رب محمد ﷺ کووسیلہ اورفضیلت عطا فرمااورآپ کواس مقام محمود پر پہنچا جس کا آپ نے ان سے وعدہ فرمایا ہے)۔

﴿باب:نماز کی شرطوں اوررکنوں کا بیان﴾

ضروری نوٹ: شروط : شرط کی جمع ہے۔وہ فرائض جونماز سے پہلے ادا کئے جائیں۔اور جوفرائض نماز کے اندرلازم ہیں ان کوارکان کہتے ہیں۔جیسے مصلی کے بدن کا پاک ہونا۔یہ شروط چھ ہیں (۱) بدن کا پاک ہونا حدث اورنجس دونوں سے (۲) جگہ پاک ہونا (۳) سترعورت کا ہونا (۴) کپڑے کا پاک ہونا (۵) نماز کی نیت کرنا (۶) قبلہ کی طرف متوجہ ہونا۔ ۔کچھ چیزیں وہ ذکر کی جارہی ہیں جونماز کے اندر ہیں،اوروہ فرض ہیں انہیں کورکن ،کہتے ہیں۔ جیسے (۱) تکبیر تحریمہ (۲) قیام (۳) قرأت (۴) رکوع (۵) سجدہ (۶) قاعدہ آخیرہ (۷) خروج بصنعہ۔

﴿لا بد لصحة الصلوة من سبعة وعشرين شيئا.﴾

نماز صحیح ہونے کے لئے ستائیس (۲۷) چیزوں کی ضرورت ہے:۔ ایک نظر میں

ا:......حدث (اصغرواکبر) سے بدن اور کپڑے اور جگہ پاک ہوں۔

۲:......ستر عورت ہو۔

۳:......قبلہ رو ہونا۔

۴:......وقت پر نماز پڑھنا۔

۵:......دخول وقت کا یقین ہونا۔

۶:......نیت کرنا۔

۷:......تکبیر تحریمہ بلا فصل کہنا۔

۸:......تکبیر تحریمہ کو ادا کرنا۔

۹:......تحریمہ کے وقت نیت ہو اس سے مؤخر نہ ہو۔

۱۰:......تحریمہ اس طرح کہے کہ خود سن لیوے، صحیح مذہب پر۔

۱۱:......مقتدی کے لئے متابعت کی نیت کرنا۔

۱۲:......فرض کا معین کرنا۔

۱۳:......واجب کا معین کرنا، اور نفل کی تعیین شرط نہیں۔

۱۴:......نفل کے علاوہ سب نمازوں میں قیام کرنا۔

۱۵:......فرض کی دو رکعت اور نوافل و وتر کی سب رکعتوں میں قرآن پڑھنا۔

۱۶:......رکوع۔

۱۷:......ایسی چیز پر سجدہ کرنا جو حجم والی ہو اور اس پر پیشانی ٹھیرے۔

۱۸:......موضع قدمین سے محل سجود نصف ذراع سے زیادہ بلند نہ ہو۔

۱۹:......دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنوں کا (زمین پر) رکھنا، صحیح روایت پر۔

۲۰:......سجدہ میں پاؤں کی کچھ انگلیاں زمین پر رکھنا۔

۲۱:......رکوع کو سجدہ پر مقدم کرنا۔

(۳۴۵) الطھارۃ من الحدث وطھارۃ الجسد والثوب والمکان من نجس غیر معفوٍّ عنہ (۳۴۶)

۲۲:...... پہلے سجدہ سے قریب قعود تک اٹھنا، اصح روایت پر۔

۲۳:......دوسرا سجدہ کرنا۔

۲۴:......بقدر تشہد کے اخیر قعدہ کرنا۔

۲۵:......اخیر قعدہ کو سب ارکان سے اخیر میں ادا کرنا۔

۲۶:......تمام ارکان کو بیداری میں ادا کرنا۔

۲۷:......نماز کی کیفیت اور اس کے تمام فرائض کے فرض ہونے کا اعتقاد ہو۔

☆☆☆

نماز صحیح ہونے کے لئے ستائیس (۲۷) چیزوں کی ضرورت ہے: اس کی تفصیل

ترجمہ : (۳۴۵) [۱] حدث (اصغر و اکبر) سے بدن پاک ہو۔ اور کپڑے اور جگہ کا غیر معافی نجاست سے پاک ہو۔

تشریح : حدث کی دو قسمیں ہیں۔ حدث اصغر جیسے وضو کرنے کی ضرورت ہو اور حدث اکبر جیسے غسل کرنے کی ضرورت ہو جیسے جنابت ہو یا حیض یا نفاس سے پاک ہوئی ہو۔ تو مصلی کو ان دونوں حدثوں سے پاک ہونا ضروری ہے۔ اور جس کپڑے میں نماز پڑھ رہا ہے اس کپڑے کا پاک ہونا ضروری ہے۔ اور جس جگہ نماز پڑھ رہا ہے اس جگہ کا پاک ہونا بھی ضروری ہے۔

وجہ : (۱) حدث اصغر سے پاک ہونے کی دلیل یہ آیت ہے۔ **واذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق الخ.** (آیت ۶، سورۃ المائدۃ ۵) (۲) اور حدث اکبر سے پاک ہونے کی دلیل یہ آیت ہے ۔ **وان کنتم جنبا فاطھروا** (آیت ۶، سورۃ المائدۃ ۵) (۳) اور کپڑا ناپاک نہ ہو اس کی دلیل یہ آیت ہے ۔ **وثیابک فطھر** (آیت ۴، سورۃ المدثر ۷۴) (۴) ۔ اس حدیث میں ہے کہ ان نجاستوں سے کپڑا پاک ہو تب نماز ہوگی۔ **یا عمار انما یغسل الثوب من خمس من الغائط والبول والقیء والدم والمنی** (دار قطنی، باب نجاسۃ البول والامر بالتنزہ منہ ج اول ص ۱۳۴ نمبر ۴۵۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بدن، کپڑا اور مکان کا ان نجاستوں سے پاک ہونا ضروری ہے۔ (۵) اور جگہ پاک ہو اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن ابن عمر ابن الخطاب ان رسول اللہ ﷺ قال سبع مواطن لا تجوز فیھا الصلاۃ، ظاھر بیت اللہ ولمقبرۃ، و المزبلۃ و المجزرۃ، و الحمام و عطن الابل، و محجۃ الطریق** ۔ (ابن ماجۃ شریف، باب مواضع التی تکرہ فیھا الصلاۃ، ص ۱۰۷، نمبر ۷۴۶) اس حدیث میں سات جگہ نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اس لئے کہ دو کے علاوہ پاک نہیں ہیں۔

ترجمہ : (۳۴۶) یہاں تک کہ دونوں قدم اور دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنوں اور پیشانی (رکھنے) کی جگہ بھی اصح روایت پر

حتی موضع القدمین والیدین والرکبتین والجبھة علی الاصح.(۳۴۷) وستر العورۃ ولا یضر نظرھا من جیبہ واسفل ذیلہ (۳۴۸) واستقبال القبلة فللمکی المشاھد فرضہ اصابة عینھا ولغیر المشاھد

پاک ہونا چاہئے۔

تشریح : اوپر آیا کہ جگہ پاک ہو، یہاں اس کی تفسیر بیان کی جارہی ہے کہ جسم کا جو عضو زمین پر ٹکتا ہے وہ جگہ پاک ہونا ضروری ہے، اب دونوں قدم زمین پر ٹکتے ہیں، دونوں ہاتھ زمین پر ٹکتے ہیں، دونوں گھٹنے زمین پر ٹکتے ہیں، اور پیشانی زمین پر ٹکتی ہے اس لئے یہ جگہیں پاک ہوں، چنانچہ ان جگہوں کے علاوہ پر قریب میں ہی نجاست ہے تو نماز ہو جائے گی۔ صحیح روایت یہی ہے۔

وجہ : **سئل رسول اللہ ﷺ عن الصلوۃ فی مبارک الابل فقال لا تصلوا فی مبارک الابل فانھا من الشیطن و سئل عن الصلوۃ فی مرابض الغنم فقال صلوا فیھا فانھا برکة** ۔(ابو داود شریف، باب النھی عن الصلوۃ فی مبارک الابل، ص ۸۱، نمبر ۴۹۳) اس حدیث میں ہے کہ بکری کے بیٹھنے کی جگہ میں نماز پڑھ سکتے ہو، اور وہاں نجاست ضرور ہوگی، جس سے معلوم ہوا کہ قریب میں نجاست ہو تب بھی نماز ہو جائے گی، اگر اعضاء کے ٹکنے کی جگہ پر نہ ہو۔

ترجمہ : (۳۴۷) [۲] ستر عورت۔ اور اگر گریبان اور دامن کے نیچے سے اپنی شرمگاہ دیکھے تو کچھ حرج نہیں۔

تشریح : نماز درست ہونے کے لئے ستر عورت ضروری ہے، اگر اوپر سے ستر تو ڈھکا ہوا ہے لیکن گریبان سے ستر دیکھ لیا، یا دامن کے نیچے سے ستر دیکھ لیا تو اس سے نماز میں کوئی خلل واقع نہیں ہوگی۔

وجہ :(۱) آیت میں ہے۔ **یا بنی آدم خذ وازینتکم عند کل مسجد.** (آیت ۳۱، سورۃ الاعراف ۷)(۲) اور حدیث میں ہے۔ **عن عائشة قال رسول اللہ ﷺ لا تقبل صلوۃ حائض الا بخمار** ۔(ترمذی شریف، باب ما جاء لا تقبل صلوۃ المرأۃ الحائض الا بخمار، ص ۱۰۱، نمبر ۳۷۷/ ابو داؤد شریف، باب المرأۃ تصلی بغیر خمار، ص ۱۰۳، نمبر ۶۴۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نمازی کو ستر ڈھانکنا ضروری ہے۔ عورت کا ستر کتنا ہے اور مرد کا کتنا ہے اس کی تفصیل بعد میں آئے گی۔

ترجمہ : (۳۴۸) [۳] قبلہ رو ہونا۔ پس جو مکہ مکرمہ میں ہو اور قبلہ دیکھ رہا ہو اس کا فرض ہے عین قبلہ کا ہونا، اور جو کعبہ کو دیکھ نہیں رہا ہو اس کے لئے اس کی جہت کر لینا، چاہے مکہ مکرمہ میں ہی کیوں نہ ہو، صحیح روایت یہی ہے۔

تشریح : جس آدمی کے سامنے کعبہ ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ عین کعبہ کی جہت نماز پڑھے، اور جو کعبہ نہیں دیکھ رہا ہو تو چاہے وہ مکہ مکرمہ میں ہی کیوں نہ ہو صرف کعبہ کی طرف منہ کر لینے سے قبلہ کا استقبال ہو جائے گا۔

وجہ :(۱) جس کو کعبہ نظر آرہا ہو اس کے لئے عین قبلہ کا رخ کرنا ضروری ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **قال أتی ابن عمر فقیل له : ھذا رسول اللہ ﷺ دخل الکعبة، ... ثم خرج فصلی فی وجه الکعبة رکعتین** ۔(بخاری شریف، باب قولہ تعالی ﴿و اتخذوا من مقام ابراھیم مصلی﴾ آیت ۱۲۵، سورۃ البقرۃ ۲) ص ۷۰، نمبر ۳۹۷) اس حدیث میں ہے کہ

جهتهاولو بمكة على الصحيح. (۳۴۹) والوقت واعتقاد دخوله

آپؐ نے عین کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی۔ (۲) جو دور ہو وہ قبلہ کی طرف چہرہ کر لے تو کافی ہے، اس کے لئے یہ آیت ہے۔ **فول وجهک شطر المسجد الحرام وحيث ما كنتم فولوا وجوهكم شطره** ۔(آیت۱۴۴، سورۃ البقرۃ۲) اس آیت سے معلوم ہوا کہ نماز میں قبلہ کی طرف چہرہ کرنا چاہئے۔ شطر کا معنی ہے اس طرف اس لئے کعبہ سے دور رہنے والوں کے لئے کعبہ کی طرف منہ کر لینے سے فرض ادا ہو جائے گا۔ (۳) اس حدیث میں بھی اسکا اشارہ ہے، **عن ابی هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : ما بين المشرق و المغرب قبلة** ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء ما بين المشرق والمغرب قبلة، ص۷۹، نمبر ۳۴۲) اس حدیث میں ہے کہ اھل مدینہ کے لئے مشرق اور مغرب کے درمیان قبلہ ہے، اس لئے اس کی جہت کر لینا کافی ہوگا۔ (۴) اس حدیث سے اسکی تائید ہوتی ہے۔ **عن ابن عباس أن رسول الله ﷺ قال : البيت قبلة لاهل المسجد ، و المسجد قبلة لأهل الحرم ، و الحرم قبلة لأهل الارض فى مشارقها و مغاربها من أمتى** ۔(سنن بیہقی، باب من طلب باجتهاده جهة الكعبة، ج ثانی، ص۱۶، نمبر۲۲۳۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مکہ مکرمہ کے ارد گرد جہاں شکار کرنا حرام ہے جسکو حرم کہتے ہیں اسکی جہت کر لینا بھی دور والوں کے لئے کافی ہے۔

فلکیات والے کہتے ہیں کہ چار اطراف ہیں۔ (۱) مشرق (۲) مغرب (۳) شمال (۴) اور جنوب۔ اور ہر جہت 90 ڈگری کا ہوتا ہے، اس اعتبار سے چاروں طرفوں کا مجموعہ 360 ڈگری ہوئی۔ اب مسجد حرام کی طرف رخ کرے گا تو 90 ڈگری چوڑائی تک قبلہ ہوگا، اور عین کعبہ سے 45 ڈگری دائیں اور 45 ڈگری بائیں تک انحراف کرے گا اور مائل ہوگا تب بھی نماز جائز ہو جائے گی۔ **شطر المسجد الحرام** ، سے اسکا اشارہ ملتا ہے۔ (45 ڈگری کی بحث کے لئے احسن الفتاوی جلد دوم، رسالہ المشرقی علی المشرق، ص۳۲۴، دیکھیں)

لغت: مکی : مکہ مکرمہ میں رہنے والا۔ المشاهد : جو بیت اللہ کو دیکھ رہا ہو۔ اصابة عينها : عین قبلہ کا پہنچنا، عین قبلہ کی طرف رخ کرنا

ترجمہ : (۳۴۹) [۴] وقت ہونا۔ [۵] اور وقت داخل ہونے کا یقین ہونا۔

تشریح : فرض نماز کے لئے وقت ہونا ضروری ہے کیونکہ وہ وقت کے ساتھ متعلق ہے، اگر وقت ہونے سے پہلے پڑھے گا تو فرض ادا نہیں ہوگا، اور وقت کے بعد پڑھے گا تو قضاء ہوگی۔ اور دوسری بات یہ کہی کہ اس بات کا یقین ہو کہ وقت ہو چکا ہے، مثلا ظہر کا وقت ہو چکا تھا لیکن آدمی کو شک ہے کہ وقت ہوا یا نہیں ہوا اور ظہر کی نماز پڑھ لی تو فرض ادا نہیں ہوگا، کیونکہ شک کی وجہ سے ظہر کی نیت پختہ طور پر نہیں کر پایا، اس لئے فرض بھی ادا نہیں ہوگا۔

وجہ : (۱) **ان الصلوة كانت على المؤمنين كتابا موقوتا** . (آیت۱۰۳، سورۃ النساء۴) اس آیت میں ہے کہ نماز وقت کے ساتھ متعین ہے۔ (۲) اس حدیث میں بھی ہے کہ نماز وقت کے درمیان گھری ہوئی ہے۔ **عن ابى هريرة قال قال**

(۳۵۰)والنیۃ والتحریمۃ بلا فاصل

رسول اللہ ﷺ ان للصلوۃ اولا و آخرا و ان اول وقت صلاۃ الظھر حین تزول الشمس و آخر وقتھا حین یدخل وقت العصر ۔(ترمذی شریف، باب، منہ [ماجاء فی مواقیت الصلوۃ عن النبی ﷺ] ص۴۲، نمبر ۱۵۱)(۳) اخبرنی ابن عباس ان النبی ﷺ قال امنی جبرئیل عند البیت مرتین.... ثم التفت الی جبرئیل فقال یا محمد ھذا وقت الانبیاء من قبلک والوقت فیما بین ھذین الوقتین. (ترمذی شریف، باب ماجاء فی مواقیت الصلوۃ عن النبی ﷺ ص۴۲، نمبر ۱۴۹ /ابوداؤد شریف، باب المواقیت، ص ۶۸، نمبر ۳۹۳) اس حدیث میں ہے کہ نماز اول وقت اور آخر وقت میں گھری ہوئی ہے۔ اس لئے اس کے لئے اول وقت ہے اور آخر وقت ہے۔

ترجمہ : (۳۵۰) [۶] نیت، [۷] اور تکبیر تحریمہ بغیر فصل کے ہو۔

تشریح : یہاں تین باتیں ہیں، اور تینوں فرض ہیں [۱] ایک ہے نیت کرنا۔ [۲] اور دوسری ہے تکبیر تحریمہ کہنا [۳] اور تیسری بات یہ ہے کہ نیت کے ساتھ ہی تکبیر تحریمہ کہے، دونوں کے درمیان فصل نہ ہو، مثلا نیت کرنے کے بعد کھانا نہ کھائے، پانی نہ پیئے، یا کوئی ایسا عمل نہ کرے جو عمل نماز کے خلاف نہ ہو، اور اگر کر لیا تو پھر نیت کر کے تکبیر تحریمہ کہے۔ کوئی بھی عبادت بغیر نیت کے نہیں ہوتی، مثلا دل میں نماز پڑھنے کی نیت نہیں ہے اور نماز کے تمام اعمال کر لے تو نماز نہیں ہوگی، اس لئے نماز ادا ہونے کے لئے نیت کرنا فرض ہے۔ اور صرف دل میں ارادہ کر لینے کا نام نیت ہے۔

وجہ : (۱) نیت فرض ہونے کی دلیل یہ ہے۔ سمعت عمر بن خطاب علی المنبریقول سمعت رسول اللہ ﷺ یقول انما الاعمال بالنیات ۔(بخاری شریف، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ، ص۱، نمبر ۱ /مسلم شریف، باب قولہ انما الاعمال بالنیۃ الخ، ص ۸۵۳، نمبر ۱۹۰۷ /۴۹۲۷) اس حدیث میں ہے کہ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اسلئے نماز میں داخل ہونے کی نیت کرے گا تو نماز ہوگی ورنہ نہیں۔ (۲) اس اثر میں بھی اسکا ثبوت ہے۔ عن عبد اللہ بن مسعودؓ قال : تعودوا الخیر فان الخیر بالعادۃ ، و حافظوا علی نیاتکم فی الصلوۃ ۔(الطبرانی فی الکبیر، باب خطبۃ ابن مسعود ومن کلامہ، ج تاسع، ص ۱۵۱، نمبر ۸۷۵۵ /اعلاء السنن، باب اشتراط النیۃ للصلاۃ، ج الثانی، ص ۱۶۳، نمبر ۶۴۲) اس اثر سے معلوم ہوا کہ نماز میں نیت ضروری ہے۔

وجہ: (۱) تکبیر تحریمہ فرض ہے اسکی دلیل یہ آیت ہے وربک فکبر (آیت ۳، سورۃ المدثر ۷۴) کہ اپنے رب کی بڑائی بیان کیجئے۔ (۲) حدیث میں ہے عن ابی سعید قال قال رسولؐ اللہ مفتاح الصلوۃ الطھور وتحریمھا التکبیر وتحلیلھا التسلیم ولاصلوۃ لمن لم یقرأ بالحمد وسورۃ فی فریضۃ او غیرھا. (ترمذی شریف، باب ماجاء فی تحریم الصلوۃ وتحلیلھا، ص ۶۶، نمبر ۲۳۸ /ابوداؤد شریف، باب الامام یحدث بعد ما یرفع رأسہ من آخر رکعۃ، ص ۱۰۰، نمبر ۶۱۸) اس حدیث

(۳۵۱) والاتیان بالتحریمۃ قائما قبل انحنائہ للرکوع (۳۵۲) وعدم تاخیر النیۃ عن التحریمۃ

سے معلوم ہوا کہ نماز شروع کرنے کے لئے تکبیر تحریمہ کہنا فرض ہے۔(۳) عن ابراھیم قال : اذا نسی تکبیرۃ الافتتاح استأنف ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، ۸ فی الرجل ینسی تکبیرۃ الافتتاح، ج اول ،ص ۲۱۵، نمبر ۲۴۶۵ رمصنف عبدالرزاق، باب من نسی تکبیرۃ الافتتاح، ج ثانی، ص ۴۶، نمبر ۲۵۴۱) اس اثر میں ہے کہ تکبیر افتتاح بھول جائے تو نماز دہرائے جس سے معلوم ہوا کہ تکبیر تحریمہ فرض ہے۔

لغت : تکبیر تحریمہ: تحریمہ باندھنے کے لئے جو اللہ اکبر کہتے ہیں، یہ تکبیر تحریمہ ہے، یہ فرض ہے، اس کے بغیر نماز نہیں ہوگی۔ تحریمہ باندھنا: ناف کے نیچے جو ہاتھ باندھتے ہیں اس کو تحریمہ باندھنا کہتے ہیں، یہ سنت ہے۔ رکوع: آدمی اتنا جھکے کہ ہاتھ گھٹنے پر پہنچ جائے تو یہ رکوع میں جانا ہو گیا، اب تکبیر تحریمہ جائز نہیں، اور ہاتھ ابھی گھٹنے پر نہیں پہنچ رہا ہے تو ابھی تک قیام کی حالت ہے، یہاں تک تکبیر تحریمہ کہہ سکتا ہے۔

ترجمہ : (۳۵۱) تکبیر تحریمہ کھڑے کھڑے کہے رکوع میں جھکنے سے پہلے۔

تشریح : تکبیر تحریمہ قیام کی حالت میں کہے، اور رکوع میں جھکنے سے پہلے کہے۔

وجہ : عن علی بن ابی طالب قال کان رسول اللہ ﷺ اذا قام الی الصلوۃ کبر ۔(ابوداؤد شریف، باب ما یستفتح بہ الصلوۃ من الدعاء، ص ۱۱۸، نمبر ۷۶۰) اس حدیث سے پتہ چلا کہ قیام کی حالت میں تکبیر کہے۔

ترجمہ : (۳۵۲)[۹] تحریمہ کے وقت نیت ہو اس سے مؤخر نہ ہو۔[۱۰] تحریمہ اس طرح کہے کہ خود سن لیوے، صحیح مذہب پر

تشریح : یہاں دو باتیں ہیں [۱] ایک یہ کہ جب نیت کرے اس کے ساتھ ہی تکبیر تحریمہ کہے، یہ بات پہلے بھی التحریمۃ بلا فصل، میں گزر چکی ہے، [۲] اور دوسری بات یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ اتنی آواز سے کہے کہ خود سن لے۔

وجہ : ان دونوں باتوں کی دلیل یہ آیت ہے۔(۱) وذکر اسم ربہ فصلی (آیت ۱۵، سورۃ الاعلی ۸۷) اس آیت میں ہے کہ نماز پڑھنے سے پہلے اللہ کا ذکر ہو یعنی تکبیر ہو، جس کا مطلب یہ ہوا کہ نیت کے ساتھ ہی تکبیر کہے۔، اور ذکر کا لفظ بتلا رہا ہے کہ آواز سے تکبیر کہے۔

لغت : النطق : تین باتیں ہوں تو نطق ہے [۱] زبان کو حرکت ہو حروف ادا ہوں [۲] پھسپھساہٹ ہو [۳] اور کان کو آواز آئے تو یہ نطق سری ہے۔ تکبیر تحریمہ، قرأت سری اور طلاق واقع ہونے کا مدار اسی پر ہے۔ اور برابر والے کو بھی یہ آواز سنائی دے تو یہ قرأت جہری ہے۔

ترجمہ : (۳۵۳)[۱۱] مقتدی کے لئے متابعت کی نیت کرنا۔

تشریح : مقتدی ہے تو امام کی متابعت کی نیت کرے گا تب اس کی اتباع میں نماز ہوگی، ورنہ اس کی اتباع میں نماز نہیں ہوگی۔

والنطق بالتحریمۃ بحیث یسمع نفسہ علی الاصح(۳۵۳) .ونیۃ المتابعۃ للمقتدی (۳۵۴)وتعیین الفرض وتعیین الواجب ولا یشترط التعیین فی النفل (۳۵۵) والقیام فی غیر النفل(۳۵۶) والقراءۃ

وجہ: اس حدیث میں ہے۔ عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال انما جعل الامام لیؤتم بہ فلا تختلفوا علیہ فاذا کبر فکبرو . (مسلم شریف، باب ائتمام الماموم بالامام،ص۱۷۶،نمبر۹۳۰/۴۱۴ر بخاری شریف، باب انما جعل الامام لیوتم بہ،ص۱۱۳،نمبر۶۸۸)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مقتدی کو امام کی مکمل اقتدا کرنی چاہئے۔اوراس سے انحراف نہیں کرنا چاہئے۔اس لئے امام کی اقتدا کی نیت ضروری ہے(۲)۔عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ الامام ضامن والمؤذن مؤتمن (ترمذی شریف، باب ماجاء ان الامام ضامن والمؤذن مؤتمن ،ص۵۸،نمبر۲۰۷) جب امام ضامن ہوا تو اس کی اقتدا کی نیت بھی کرنی چاہئے۔

ترجمہ : (۳۵۴) [۱۲] فرض کا معین کرنا۔[۱۳] واجب کا معین کرنا،اورنفل کی تعیین شرط نہیں۔

تشریح : صرف نماز کی نیت کرے تو اس سے نفل نماز ادا ہوگی،اس لئے فرض ادا کرنا چاہتا ہے تو فرض کی نیت کرنی ہوگی،اور یہ بھی تعین کرنا ہوگا کہ کون سا فرض ادا کر رہا ہے اسکی بھی تعین کرے، کیوں کہ فرض بہت ہیں،اسی طرح واجب ادا کرنا چاہتا ہو تو اسکی بھی نیت کرنی ہوگی،ورنہ تو نفل ہو جائیگا۔

ترجمہ : (۳۵۵) [۱۴] نفل کے علاوہ سب نمازوں میں قیام کرنا۔

تشریح : نفل نماز میں کھڑا ہونا فرض نہیں ہے، بیٹھ کر بھی نماز پڑھے گا تو نماز ہو جائے گی،لیکن فرض نماز میں قیام فرض ہے۔

وجہ : (۱) کھڑا ہونے کی دلیل یہ آیت ہے۔وقوموا للہ قانتین.(آیت ۲۳۸ سورۃ البقرۃ۲)اس آیت میں ہے کہ چپ چاپ کھڑا رہے ۔(۲) اس حدیث میں قیام کا ثبوت ہے، ۔أن ابن عمر قال : کان رسول اللہ ﷺ ، اذا قام للصلوۃ رفع یدیہ حتی تکونا بحذو منکبیہ ثم کبر۔(مسلم شریف، باب استحباب رفع الیدین حذو المنکبین مع تکبیرۃ الاحرام،ص ۱۶۵ ،نمبر۸۶۲/۳۹۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز کے لئے کھڑا ہو۔

ترجمہ : (۳۵۶)[۱۵]قرأت کرنا چاہے ایک آیت ہو،فرض کی دونون رکعتوں میں،نفل کی تمام رکعتوں میں،اور وتر میں۔

تشریح : فرض کی پہلی دو رکعتوں میں قرأت کرنا فرض ہے، اس لئے اگر تین رکعت والی نماز ہو ،یا چار رکعت والی نماز ہو تو دوسری دو رکعتوں میں قرأت فرض نہیں ہے،نفل کی ہر دو رکعت الگ الگ شفع ہے،اس لئے ہر رکعت میں قرأت فرض ہے،اسی طرح واجب نفل کے درجے میں ہے اسلئے اس کی بھی ہر رکعت میں قرأت فرض ہے۔۔تفصیل آگے آئے گی۔

وجہ : (۱) فاقرءوا ما تیسر منہ واقیموا الصلوۃ وآتوا الزکوۃ (آیت ۲۰ سورۃ المزمل۷۳)اس آیت سے معلوم ہوا کہ نماز میں قرأت پڑھنا فرض ہے(۲) اس حدیث میں بھی ہے کہ قرأت کے بغیر نماز نہیں ہوگی۔عن ابی سعید قال قال

ولو آية في ركعتي الفرض وكل النفل والوتر(۳۵۷) ولم يتعين شيء من القرآن لصحة الصلوة (۳۵۸) ولا يقرأ المؤتمّ بل يستمع وينصت وان قرأ كره تحريما

رسولؐ الله مفتاح الصلوة الطهور وتحريمها التكبير وتحليلها التسليم ولاصلوة لمن لم يقرأ بالحمد وسورة في فريضة او غيرها. (ترمذی شریف، باب ماجاء فی تحریم الصلوۃ وتحلیلھا ص۵۵ نمبر ۲۳۸ ؍ابوداؤد شریف، باب الامام یحدث بعد مایرفع رأسہ من آخر رکعۃ ص۹۸ نمبر ۶۱۸) اس حدیث میں ہے کہ قرأت کئے بغیر نماز نہیں ہوگی۔

ترجمه : (۳۵۷) نماز صحیح ہونے کے لئے قرآن میں سے کوئی چیز متعین نہیں ہے۔

تشریح : دوسرے ائمہ کے یہاں ہے کہ سورہ فاتحہ پڑھنا فرض ہے تب ہی نماز صحیح ہوگی ورنہ نہیں، امام ابوحنیفہؒ کے یہاں ہے کہ سورت فاتحہ پڑھنا واجب ہے، نہیں پڑھے کا تو کمی رہ جائے گی جس کی وجہ سے سجدہ سہو لازم ہوگا، لیکن نماز ہو جائے گی، البتہ کہیں سے بھی ایک لمبی آیت، یا تین چھوٹی آیتیں پڑھنا فرض ہے، اسکے بغیر نماز نہیں ہوگی۔

وجه : (۱) فاقرء وا ما تيسر منه واقيموا لصلوة وآتوا الزكوة (آیت ۲۰، سورۃ المزمل ۷۳) اس آیت میں ہے کہ جہاں سے آسان ہو وہاں سے پڑھو، اسلئے کسی ایک آیت کو بھی پڑھنا فرض ہوگا (۲) اور سورت فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے اسکی دلیل یہ حدیث ہے ۔عن ابی سعید قال قال رسولؐ الله مفتاح الصلو ة الطهور وتحريمها التكبير وتحليلها التسليم ولاصلوة لمن لم يقرأ بالحمد وسورة في فريضة او غيرها. (ترمذی شریف، باب ماجاء فی تحریم الصلوۃ وتحلیلھا ص۵۵ نمبر ۲۳۸ ؍ابوداؤد شریف، باب الامام یحدث بعد مایرفع رأسہ من آخر رکعۃ ص۹۸ نمبر ۶۱۸) اس حدیث میں ہے کہ سورت فاتحہ پڑھے بغیر نماز نہیں ہوگی، جس سے فاتحہ پڑھنا واجب قرار دیا گیا۔

ترجمه : (۳۵۸) مقتدی نہ پڑھے بلکہ سنے اور چپ رہے، اور اگر پڑھ لیا تو مکروہ تحریمی ہے۔

تشریح : جماعت میں ہو تو امام کی قرأت مقتدی کے لئے کافی ہے، اس لئے مقتدی پیچھے قرآن کریم نہ پڑھے، بلکہ سنے اور چپ رہے اور اگر پڑھ لیا تو یہ مکروہ تحریمی ہے۔

وجه : (۱) آیت میں ہے۔واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون. (آیت ۲۰۴، سورۃ الاعراف ۷) اس آیت میں ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو سنے اور چپ رہے۔(۲) عن ابی هريرة قال قال رسول الله انما جعل الامام ليوتم به فاذا كبر فكبروا واذا قرأ فانصتوا. (ابن ماجہ شریف، باب اذا قرء الامام فانصتوا، ص۱۲۰، نمبر ۸۴۶ ؍ نسائی شریف، باب تاویل قولہ عزوجل واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ، ص۱۲۸، نمبر ۹۲۲ ؍مسلم شریف، باب التشہد فی الصلوۃ، ص۱۷۴، نمبر ۹۰۵؍۴۰۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرأت کے وقت مقتدی کو چپ رہنا چاہئے۔(۳)۔عن جابر قال قال رسول الله ﷺ من كان له امام فقراء ة الامام له قراء ة. (ابن ماجہ شریف، باب اذا قرء الامام فانصتوا، ص۱۲۰، نمبر ۸۵۰ ؍دار قطنی،

(۳۵۹) والرکوع (۳۶۰) والسجود علی ما یجد حجمه وتستقر علیه جبهته ولو علی کفه او

باب ذکر قولہ من کان لہ امام،ص ۳۲۱،نمبر ۱۲۲۰)(۴)عن ابی درداء سمعه یقول سئل رسول الله ﷺ ا فی کل صلوۃ قراءۃ ؟قال نعم قال رجل من الانصار وجبت هذه؟ فالتفت الی وکنت اقرب القوم منه فقال ما اری الامام اذا ام القوم الا و قد کفا هم ۔(نسائی شریف،باب اکتفاء الماموم بقراءۃ الامام،ص ۱۲۸،نمبر ۹۲۴/دار قطنی ،ج اول،ص ۳۲۶ ،نمبر ۱۲۴۸)اس سے بھی معلوم ہوا کہ مقتدیوں کو امام کی قرأت کافی ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام نے فاتحہ پڑھ لی تو گویا کہ مقتدی نے بھی پڑھ لی وہ بغیر فاتحہ کے نہ رہا۔(۵) اور مقتدی قرأت کرے گا تو مکروہ ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن عمران بن حصین ان رسول الله ﷺ صلی الظهر فجعل رجل یقرء خلفه سبح اسم ربک الاعلی فلما انصرف قال ایکم قرء او ایکم القاری؟ فقال رجل انا فقال قد ظننت ان بعضکم خالجنیها. (مسلم شریف،باب نھی الماموم عن جهرہ بالقراءۃ خلف الامام،ص ۱۶۹ ،نمبر ۳۹۸ / ۸۸۸/ابو داؤد شریف، باب من رأی القراءۃ اذا لم یجہر،ص ۱۲۸، نمبر ۸۲۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سری نماز میں بھی قرأت نہ کرے۔(۶) عن ابی هریرۃ ..... مالی انازع القرآن قال فانتهی الناس عن القراءۃ مع رسول الله ﷺ فیما جهر فیه ۔(ابوداؤد شریف،باب من رأی القراءۃ اذا لم یجہر، ص ۱۲۷،نمبر ۸۲۶/ترمذی شریف، باب ماجاء فی ترک القراءۃ خلف الامام اذا جہر الامام بالقرائۃ ،ص ۷۱،نمبر ۳۱۲)ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جہری نماز میں قرأت سے رک گئے ،تاہم اتنا معلوم ہوا کہ قرأت خلف الامام مناسب نہیں ہے۔

امام محمدؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ سری نماز میں قرأت خلف الامام کرلے،احتیاط کے لئے یہ اچھا سمجھا گیا ہے۔ ہدایہ کی عبارت یہ ہے۔و یستحسن علی سبیل الاحتیاط فیما یروی عن محمدؒ . (هدایہ ج اول،فصل فی القرأۃ،ص ۱۲۱،نمبر ۳۳۰) انکی دلیل ابوداود شریف والی حدیث ہے۔

ترجمہ : (۳۵۹) [۱۶] اور رکوع کرنا۔

تشریح : نماز میں رکوع کرنا فرض ہے۔

وجه : (۱)رکوع اور سجدہ دونوں کے فرض ہونے کی دلیل یہ آیت ہے۔ یا ایها الذین آمنوا ارکعوا واسجدوا واعبدوا ربکم. (آیت ۷۷،سورۃ الحج ۲۲)(۲) اورواقیموا الصلوۃ وآتوا الزکوۃ وارکعوا مع الراکعین (آیت ۴۳ سورۃ البقرۃ ۲)اس آیت سے معلوم ہوا کہ رکوع ،اور سجدہ فرض ہیں۔

ترجمہ : (۳۶۰) [۱۷] ایسی چیز پر سجدہ کرنا جو حجم والی ہو اور اس پر پیشانی ٹھہرے،اگر چہ اپنے ہاتھ اور کپڑے کے کنارے پر ہو جب اس کے رکھنے کی جگہ پاک ہو۔

تشریح : یہاں تین باتیں فرمارہے ہیں۔[۱] ایک بات تو یہ ہے کہ سجدہ کرے۔[۲] دوسری بات یہ ہے کہ ہوا میں سجدہ کرنا

طرف ثوبہ ان طھر محل وضعہ (۳۶۱) وسجد وجوبا بما یصلب من انفہ و بجبھتہ ولا یصح

کافی نہیں، یا کسی ایسی نرم چیز پر پیشانی رکھنا کافی نہیں جو دب جاتی ہو، بلکہ ایسی چیز پر پیشانی رکھنا ہوگا جس کا کوئی حجم ہو اور پیشانی اس پر ٹک جاتی ہو، جیسے زمین یا تختہ وغیرہ۔[۳] اور تیسری بات یہ فرمارہے ہیں کہ ہتھیلی یا کپڑے کے کنارے پر سجدہ کرلیا تب بھی سجدہ ادا ہوجائے گا۔

وجہ : (۱) اس حدیث میں۔ **عن ابی حمید الساعدی : أن النبی ﷺ کان اذا سجد أمکن أنفہ و جبھتہ من الارض و نحی یدیہ عن جنبیہ ، ووضع کفیہ حذو منکبیہ** . (ترمذی شریف، باب ماجاء فی السجود علی الجبھۃ والانف، ص ۴۷، نمبر ۲۷۰/ ابوداؤد شریف، باب الرجل یسجد علی ثوبہ، ص ۱۰۵، نمبر ۶۶۰) اس حدیث میں ہے کہ ناک اور پیشانی کو زمین پر جمایا کرتے تھے۔(۲) اس قول صحابی میں ہے۔ **عن عمر قال اذا وضع الرجل جبھتہ بالارض أجزأہ**. (مصنف ابن ابی شیبۃ، ۱۹ فی أدنی ما یجزی ء من الرکوع والسجود، ج اول، ص ۲۲۶، نمبر ۲۵۸۴/ نمبر ۲۵۸۰) اس اثر میں ہے کہ زمین پر پیشانی رکھ دینے سے سجدہ ادا ہوگا۔(۳) کپڑے کے کنارے پر سجدہ کرنا جائز ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن انس بن مالک قال کنا نصلی مع النبی ﷺ فیضع احد نا طرف الثوب من شدۃ الحر فی مکان السجود** ۔(بخاری شریف، باب السجود علی الثوب فی شدۃ الحر، ص ۶۸، نمبر ۳۸۵/ ابوداؤد شریف، باب الرجل یسجد علی ثوبہ، ص ۱۰۵، نمبر ۶۶۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عمامہ کے کنارے پر سجدہ کرنے سے سجدہ ادا ہوجائے گا۔(۴) **أنہ سمع ابا ھریریقول : کان رسول اللہ ﷺ یسجد علی کور عمامتہ** ۔(مصنف عبد الرزاق، باب السجود علی العمامۃ، ج اول، ص ۳۰۳، نمبر ۱۵۶۶) اس حدیث میں ہے کہ عمامے پر سجدہ کیا کرتے تھے۔

لغت: حجم: کسی چیز کے جماؤ کو حجم کہتے ہیں۔ تستقر: ٹھہر جائے۔

ترجمہ : (۳۶۱) اور سجدہ میں ناک اور پیشانی دونوں ٹکانا واجب ہے، اور صرف ناک پر اقتصار کرنا صحیح نہیں۔ ہاں اگر پیشانی میں عذر ہو تو صحیح ہے۔

تشریح : سجدہ میں ناک اور پیشانی دونوں کو زمین پر ٹکانا واجب ہے، صرف ایک سے کام نہیں چلے گا، یا صرف ناک پر اکتفاء کرنا صحیح نہیں ہے، البتہ اگر پیشانی پر کوئی عذر ہو تو صرف ناک رکھ دینے سے سجدہ ادا ہوجائے گا۔

وجہ : (۱) **عن ابی حمید الساعدی : أن النبی ﷺ کان اذا سجد أمکن أنفہ و جبھتہ من الارض و نحی یدیہ عن جنبیہ ، ووضع کفیہ حذو منکبیہ** . (ترمذی شریف، باب ماجاء فی السجود علی الجبھۃ والانف، ص ۴۷، نمبر ۲۷۰) اس حدیث میں ہے کہ ناک اور پیشانی پر سجدہ کرے۔(۲) **عن ابن عباس قال قال النبی ﷺ امرت ان اسجد علی سبعۃ اعظم علی الجبھۃ۔ واشار بیدہ علی انفہ۔ والیدین والرکبتین واطراف القدمین** (بخاری شریف، باب السجود علی

الاقتصار على الانف الا من عذر بالجبهة (۳۶۲) وعدم ارتفاع محل السجود عن موضع القدمين باكثر من نصف ذراع وان زاد على نصف ذراع لم يجز السجود الا لزحمة سجد فيها على ظهر

الانف، ص ۱۳۲ ، نمبر ۸۱۲/مسلم شریف، باب اعضاء السجود والنھی عن کف الشعر، ص ۲۰۳، نمبر ۴۹۰/۱۰۹۹) اس حدیث میں ہے کہ ناک اور پیشانی پرسجدہ کرے۔(۳) **عن ابن عباس ، عن النبی ﷺ قال : لا صلوۃ لمن لم یضع أنفه على الارض** .(دار قطنی، باب وجوب وضع الجبهة والانف، ج اول، ص ۳۴۱، نمبر ۱۳۰۳/مستدرک للحاکم، کتاب الصلوۃ، ج اول، ص ۴۰۴، نمبر ۹۹۷) اس حدیث میں ہے کہ جب تک ناک زمین پر نہ لگائے نماز نہیں ہوگی۔

ترجمه : (۳۶۲) [۱۸] سجدے کی جگہ دونوں قدم کی جگہ سے آدھے ہاتھ سے زیادہ اونچی نہ ہو، اور اگر آدھے ہاتھ سے اونچی ہو تو سجدہ جائز نہیں ہوگا، مگر بھیڑ کی وجہ سے وہیں نماز پڑھنے والے کی پیٹھ پر سجدہ کرے۔

تشریح : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ سجدے میں پاؤں اور پیشانی کا لیول ایک ہونا چاہے، تب وہ سجدہ ادا ہوگا، اور اگر پیشانی قدم کی جگہ سے آدھا ہاتھ ونچی ہوگئی تو وہ سجدہ نہین رہا، بلکہ قعود ہو گیا اس لئے اب سجدہ ادا نہیں ہوگا۔ تشریح مسئلہ۔۔ یہ ہے کہ سجدے کی جگہ قدم کی جگہ سے آدھا ہاتھ سے زیادہ اونچی نہیں ہونی چاہئے، اگر اونچا ہو گیا تو سجدہ نہیں ہوگا۔ ہاں بھیڑ ہو تو جو نماز یہ پڑھ رہا ہو وہی نماز آگے والا آدمی پڑھ رہا ہو تو اس کی پیٹھ پر سجدہ کر سکتا ہے۔

وجه (۱) اس حدیث سے استدلال کیا جا سکتا ہے کہ اونچی جگہ پر ہو تو اچھا نہیں ہے۔ **ان حذيفه ام الناس بالمدائن على دكان فاخذ ابو مسعود بقميصه فجبذه فلما فرغ من صلاته قال ألم تعلم انهم كانوا ينهون عن ذالك قال بلى قد ذكرت حين مددتني** (ابو داؤد شریف، باب امام یقوم مکانا ارفع من مکان القوم، ص ۹۸، نمبر ۵۹۷) اس حدیث میں ہے کہ اونچی جگہ پر نماز پڑھانے سے منع فرمایا ہے (۲) اور آگے والے مصلی کی پیٹھ پر سجدہ کر سکتا ہے اس کی دلیل یہ اثر ہے۔ **قال عمر اذا لم يقدر أحدكم على السجود يوم الجمعة فليسجد على ظهر اخيه** ۔(مصنف ابن ابی شیبة، باب فی الرجل یسجد علی ظہر الرجل، ج اول، ص ۲۳۷، نمبر ۲۷۲۰) اس قول صحابی میں ہے کہ بھیڑ کی وجہ سے آگے والے مصلی کی پیٹھ پر سجدہ کرے۔

لغت : ذراع: ہاتھ، دو بالشت کا ایک ہاتھ ہوتا ہے، اور ایک ہاتھ ۱۸ انچ کا مانا گیا ہے اس اعتبار سے آدھا ہاتھ ۹ انچ ہوا۔ زحمۃ: بھیڑ۔ مصل صلوتہ: جو نماز یہ پڑھ رہا ہو وہی نماز آگے والا بھی پڑھ رہا ہو، اگر کوئی دوسری نماز پڑھ رہا ہو تو اس کی پیٹھ پر سجدہ نہیں کر سکتا ہے۔ اس لئے کہ نماز میں شرکت نہیں ہوئی۔

ترجمه: (۳۶۳) [۱۹] دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنوں کا (زمین پر) رکھنا، صحیح روایت پر۔

تشریح : سجدے میں دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنے زمین پر رکھے۔ صحیح روایت یہی ہے۔

مصل صلوته.(۳٦۳) ووضع اليدين والركبتين فى الصحيح(۳٦۴) ووضع شيء من اصابع الرجلين حالة السجود على الارض.ولا يكفى وضع ظاهر القدم (۳٦۵) و تقديم الركوع على السجود (۳٦٦) والرفع من السجود الى قرب القعود على الاصح.والعود الى السجود

وجه : عن ابن عباس قال قال النبی ﷺ امرت ان اسجد على سبعة اعظم على الجبهة ـ واشار بيده على انفه ـ واليدين والركبتين واطراف القدمين (بخاری شریف، باب السجو دعلی الانف،ص ۱۳۲،نمبر ۸۱۲رمسلم شریف، باب اعضاءالسجو دوالنھی عن کف الشعر،ص ۲۰۳،نمبر ۱۰۹۸/۴۹۰)اس حدیث میں ہے کہ دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنے زمین پر رکھے۔اور اس میں یہ بھی ہے کہ قدم کے اطراف یعنی دونوں پاؤں کی انگلیاں بھی زمین پر رکھے۔

ترجمہ : (۳٦۴)[۲۰] پاؤں کی کچھ انگلیاں سجدے کی حالت میں زمین پر رکھے،اور ظاہر قدم کے رکھنے پر اکتفانہ کرے۔

تشریح : قدم کا جو ظاہری حصہ ہے صرف اسکو رکھنا کافی نہیں ہوگا بلکہ قدم کی جو انگلیاں ہیں سجدے کی حالت میں ان میں سے بھی کچھ زمین پر رکھنا ہوگا تب سجدہ ادا ہوگا۔

وجه : عن ابن عباس قال قال النبی ﷺ امرت ان اسجد على سبعة اعظم على الجبهة ـ واشار بيده على انفه ـ واليدين والركبتين واطراف القدمين (بخاری شریف، باب السجو دعلی الانف،ص ۱۳۲،نمبر ۸۱۲رمسلم شریف، باب اعضاءالسجو دوالنھی عن کفی الشعر،ص ۲۰۳،نمبر ۱۰۹۸/۴۹۰)اس حدیث میں ہے ,اطراف القدمین،جس سے انگلیاں مراد ہیں کہ اس کو بھی رکھنا ہوگا۔

ترجمہ :(۳٦۵)[۲۱] رکوع کو سجدہ پر مقدم کرنا۔

تشریح پہلے رکوع کرے پھر سجدہ کرے،اگر پہلے سجدہ کیا اور بعد میں اس رکعت کا رکوع کیا تو نماز نہیں ہوگی،سجدہ سہو واجب ہوگا

وجه : اس آیت میں اس کا ثبوت ہے۔يا ايها الذين آمنوا اركعوا واسجدوا واعبدوا ربكم. (آیت ۷۷،سورۃ الحج ۲۲)اس آیت میں رکوع کا ذکر پہلے ہے اور سجدے کا بعد میں ہے۔اسلئے رکوع پہلے ہو اور سجدہ بعد میں ہو۔()اس حدیث میں بھی ہے۔عن عوف بن مالك الاشجعى قال قمت مع رسول الله ﷺ ...ثم ركع بقدر قيامه يقول فى ركوعه سبحان ذى الجبروت و الملكوت و الكبرياء و العظمة ثم سجد بقدرقيامه ثم قال فى سجوده ـ(ابوداؤد شریف، باب مایقول الرجل فی رکوعہ وسجودہ،ص ۱۳۵،نمبر ۸۷۳) اس حدیث میں ہے کہ پہلے رکوع کیا اسکے بعد سجدہ کیا

ترجمہ : (۳٦٦) [۲۲] پہلے سجدہ سے بیٹھنے کے قریب سیدھا ہونا،اصح روایت پر۔[۲۳]اور دوسرے سجدے کی طرف لوٹنا

تشریح : اصل تو یہ ہے کہ دو سجدے کرے،اور دونوں کے درمیان بیٹھے،اس لئے پہلے سجدے کے بعد اتنا سیدھا ہو کہ بیٹھنے

(۳۶۷) والقعود الاخیر قدر التشھد وتاخیرہ عن الارکان

کے قریب ہوجائے اور پھر سجدہ کرے تب دوسرا سجدہ شمار ہوگا۔ صحیح روایت یہی ہے۔

وجہ: (۱) عن ابی مسعود البدری قال قال رسول اللہ ﷺ لا تجزئ صلوۃ الرجل حتی یقیم ظھرہ فی الرکوع و السجود (ابوداؤد شریف، باب صلوۃ من لایقیم صلبہ فی الرکوع والسجود، ص۱۳۲، نمبر ۸۵۵/ترمذی شریف، باب ماجاء فی من لایقیم صلبہ فی الرکوع والسجود، ص۷۳، نمبر ۲۶۵) اس حدیث میں ہے کہ پورا سیدھا نہ ہوتو سجدہ ہی نہیں ہوگا، لیکن بیٹھنے کے قریب ہونے کو بھی بیٹھنا قرار دے دیا گیا ہے۔ (۲) عن انس ... کان رسول اللہ ﷺ اذا قال سمع اللہ لمن حمدہ قام حتی نقول قد اوھم ثم یسجد و یقعد بین السجدتین حتی نقول قد اوھم (مسلم شریف، باب اعتدال ارکان الصلوۃ وتخفیفھا فی تمام، ص۱۹۷، نمبر ۴۷۳/۱۰۶۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دو سجدے کرے اور دونوں سجدوں کے درمیان دیر تک بیٹھے۔ (۳) عن ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ دخل المسجد فدخل رجل فصلی ثم جاء فسلم علی النبی ﷺ فرد النبی ﷺ علیہ السلام فقال: ارجع فصل فانک لم تصل ....ثم ارکع حتی تطمئن راکعاً ثم ارفع حتی تعتدل قائما، ثم اسجد حتی تطمئن ساجدا ثم ارفع حتی تطمئن جالساً، ثم اسجد حتی تطمئن ساجدا، ثم افعل ذالک فی صلاتک کلھا ۔ (بخاری شریف، باب امر النبی ﷺ الذی لایتم رکوعہ بالاعادۃ، ص۱۲۸، نمبر ۷۹۳/ترمذی شریف، باب ماجاء فی من لایقیم صلبہ فی الرکوع والسجود، ص۷۳، نمبر ۲۶۵) اس حدیث میں ہے کہ دو سجدے کرے اور دونوں سجدوں کے درمیان سیدھا بیٹھ جائے۔

ترجمہ: (۳۶۷) [۲۴] تشہد کی مقدار قعدہ اخیرہ کرنا۔ [۲۵] اور قعدہ اخیرہ کو سب ارکان سے اخیر میں ادا کرنا۔

تشریح: یہاں دو باتیں ہیں [۱] ایک بات یہ ہے کہ تشہد کی مقدار قعدہ اخیرہ کرے، [۲] اور دوسری بات یہ ہے کہ قعدہ اخیرہ سب ارکان کے بعد میں کرے، اس کے بعد ارکان میں سے صرف خروج بصنعہ باقی رہ جاتا ہے۔

وجہ: (۱) عن ابن عمر ان رسول اللہ ﷺ قال اذا قضی الامام الصلوۃ وقعد فاحدث قبل ان یتکلم فقد تمت صلوتہ و من کان خلفہ ممن اتم الصلوۃ. (ابوداؤد شریف، باب الامام یحدث بعد ما یرفع رأسہ، ص۱۰۰، نمبر ۶۱۷/ترمذی شریف، باب ماجاء فی الرجل یحدث بعد التشھد، ص۱۱۰، نمبر ۴۰۸) اس حدیث میں ہے کہ بیٹھنے کے بعد حدث ہوا ہوتو نماز پوری ہوگئی، جس سے معلوم ہوا کہ تشہد کی مقدار بیٹھنا فرض ہے، اور یہ بھی پتہ چلا کہ تشہد آخیر میں ہو۔ (۲) عن ابن مسعود قال: کنا نقول قبل أن یفرض التشھد، السلام علی اللہ، السلام علی جبرئیل و میکائیل الخ ۔ (سنن بیہقی، باب مبدأ فرض التشھد، ج ثانی، ص۱۹۸، نمبر ۲۸۱۹) اس حدیث میں ہے کہ تشہد کے فرض ہونے سے پہلے یہ کہتے تھے، اسکا مطلب یہ نکلا کہ بعد میں تشہد فرض ہوگیا۔ (۳) عن رفاعۃ بن رافع ان رسول اللہ ﷺ بینما ھو جالس فی المسجد یوما .....

(۳٦۸) واداؤھا مستیقظا .(۳٦۹)ومعرفة کیفیة الصلوة وما فیھا من الخصال المفروضة علی وجه یمیّزھا من الخصال المسنونة او اعتقاد انھا فرض حتی لا یتنفل بمفروض(۳۷۰) والارکان من

فاعتدل ساجدا ثم اجلس فاطمئن جالسا ثم قم فاذا فعلت ذلک فقد تمت صلوتک وان انتقضت منه شیئا انتقضت من صلوتک ۔(ترمذی شریف، باب ما جاء فی وصف الصلوة، ص۸۱، نمبر۳۰۲)اس حدیث میں ہے کہ آخیر میں بیٹھ گئے تو نماز پوری ہوگئی، جس سے معلوم ہوا کہ تشہد کی مقدار بیٹھنا فرض ہے۔

ترجمه : (۳٦۸) [۲٦] سب ارکان کو بیداری میں ادا کرے۔

تشریح : ارکان کو سونے میں ادا کرے گا تو ممکن ہے کہ آیت کچھ پڑھنا ہو اور کچھ اور پڑھ دے تو نماز فاسد ہو جائے گی اس لئے تمام ارکان کو بیداری میں ادا کرے۔ اگر غنودگی طاری ہوگئی تو کوئی حرج نہیں ہے، لیکن اگر پوری نیند میں کوئی رکن ادا کر لیا تو وہ رکن ادا نہ ہوگا دوبارہ اس رکن کو ادا کرے۔

وجه : (۱) عن عائشة ان النبی ﷺ قال اذا نعس احدکم فی الصلوة فلیرقد حتی یذھب عنه النوم فان احدکم اذا صلی و ھو ناعس لعله یذھب یستغفر فیسب نفسه ۔ (مسلم شریف، باب امر من نعس فی صلاتہ، الخ، ص ۳۱۹، نمبر ۱۸۳۵/۷۸٦) اس حدیث میں ہے کہ بیداری میں نماز پڑھے۔(۲) حدثنا ابو ھریرة عن محمد رسول الله ﷺ ۔ فذکر احادیث منھا : و قال رسول الله ﷺ اذا قام أحدکم من اللیل فاستعجم القرآن علی لسانه فلم یدر ما یقول فلیضطجع ۔(مسلم شریف، باب امر من نعس فی صلاتہ، الخ، ص۳۱۹، نمبر ۱۸۳٦/۷۸۷)اس حدیث میں ہے کہ معلوم ہو کہ کیا پڑھ رہا ہے۔

ترجمه : (۳٦۹) [۲۷] نماز کی کیفیت اور جو اس میں فرض کی خصلتیں ہیں اس کی اس طرح معلومات ہوں کہ اس کو سنت سے الگ کر سکے، اور یہ یقین ہو کہ یہ فرض ہے تا کہ نفل سمجھ کر فرض کو ادا نہ کرے۔

تشریح : نمازی کو یہ علم ہو کہ نماز میں کتنی سنتیں ہیں اور کتنے فرض ہیں، اور فرض کون کون سے ہیں ، تا کہ ہر ایک میں تمیز کر سکے تا کہ فرض کو نفل سمجھ کر ادا نہ کرے۔ کیونکہ فرض کو نفل سمجھ کر ادا کرے تو وہ رکن ادا نہیں ہوگا۔ اتنی بات ضرور ہے کہ نفل کو فرض سمجھ کر ادا کر لیا تو نفل ادا ہو جائے گا، جیسے ظہر کا فرض نفل کی نیت سے ادا کرے گا تو فرض ادا نہیں ہوگا، لیکن ظہر کی سنت کو فرض کی نیت سے ادا کر لے اور دوبارہ فرض پڑھ لے تو ظہر کی سنت ادا ہو جائے گی۔

وجه : عبد الملک بن الربیع بن سبرة عن ابیه عن جده قال قال رسول الله ﷺ علموا الصبی الصلاة ابن سبع سنین و اضربوا ہ علیھا ابن عشرة ۔(ترمذی شریف، باب ما جاء متی یؤمر الصبی بالصلاة، ص۱۰۹، نمبر ۴۰۷)اس حدیث میں ہے کہ بچوں کو نماز کے مسائل سکھاؤ۔

المذكورات اربعة القيام والقراءة والركوع والسجود . وقيل القعود الاخير مقدار التشهد (۳۷۱) وباقيها شرائط. بعضها شرط لصحة الشروع فى الصلوة وهو ماكان خارجها وغيره شرط لدوام صحتها.

ترجمہ : (۳۷۰) ان تمام امور مذکورہ میں ارکان صرف چار ہیں:

۱:......قیام۔

۲:......قرأت۔

۳:......رکوع۔

۴:......سجود۔

[۵]اور بعض حضرات نے تشہد کی مقدار قعدہ آخیرہ کو بھی فرض میں شمار کیا ہے

تشریح : صاحب ہدایہ نے نماز کے ارکان ۶ شمار کئے ہیں، انہوں نے تکبیر تحریمہ کو بھی فرض میں شمار کیا ہے۔ ہدایہ کی عبارت یہ ہے۔ **فرائض الصلوۃ ستة [۱] التحريمة [۲]و القيام [۳] و القرأة[۴] و الركوع[۵] و السجود و[۶] القعدة آخيرة مقدار التشهد** (ہدایہ اول، باب صفۃ الصلوۃ، ص ۹۸، نمبر ۲۵۲)

صاحب نورالایضاح نے تکبیر تحریمہ کو نماز سے پہلے [باہر] شرائط میں شمار کیا ہے۔ اسی طرح صاحب ہدایہ نے قعدہ اخیرہ کو فرض کہا ہے، اور صاحب نورالایضاح نے فرمایا کہ یہ بعض حضرات کا قول ہے، اس لئے صاحب نورالایضاح کے یہاں فرض صرف ۴ رہ گئے

ترجمہ : (۳۷۱) ان کے علاوہ باقی تمام شرائط ہیں۔ ان میں سے بعض نماز کی صحیح ہونے کی شرطیں ہیں، اور یہ وہ ہیں جو نماز سے باہر ہیں۔ اور اس کے علاوہ نماز صحیح ہو اور باقی رہے اس کی شرطیں ہیں۔

تشریح : مصنفؒ نے یہاں نماز کے اندر کے واجبات اور سنن کو شرط کہا ہے، اور نماز سے پہلے جو فرائض ہیں انکو بھی شرط کہا ہے۔۔ مصنف فرماتے ہیں کہ، چار فرضوں کے علاوہ سب نماز کی شرطیں ہیں، کچھ شرطیں وہ ہیں جو نماز سے باہر ہیں اور پہلے ہیں، جیسے طہارت ہو، کپڑا پاک ہو جگہ پاک ہو۔ اور کچھ شرطیں وہ ہیں جو نماز کے اندر ہیں، جیسے ناک اور پیشانی دونوں پر سجدہ کرے وغیرہ ۔ واجبات اور سنن کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

﴿فصل :﴾

(۳۷۲) تجوز الصلوة علی لِبَدٍ وجهه الاَعْلٰی طاهر والاسفل نجس وعلی ثوب طاهر وبطانته نجسة اذا کان غیر مضرَّب وعلی طرف طاهر وان تحرّک الطرف النجس بحرکته علی الصحیح.

﴿فصل: نجس کپڑے پر نماز﴾

ترجمہ : (۳۷۲) [۱] نمدے پر نماز جائز ہے کہ اس کے اوپر کا حصہ پاک ہو اور نیچے کا حصہ ناپاک ہو۔[۲] اور پاک کپڑے پر کہ اس کے نیچے کا حصہ ناپاک ہو جبکہ سلا ہوا نہ ہو۔[۳] یا چٹائی ،فرش کے پاک کنارے پر نماز جائز ہے اگر چہ اس کے حرکت دینے سے نجس کنارہ متحرک ہوتا ہو، صحیح روایت پر۔

تشریح : یہاں کے چار مسئلے تین اصولوں پر ہیں،[۱] ایک اصول یہ ہے کہ عموم بلوی ہو تو شریعت کی جانب سے سہولت آتی ہے، ان چاروں مسئلوں میں عموم بلوی ہے۔[۲] دوسرا اصول یہ ہے کہ موٹی چیز ہو یا دلدار چیز ہو جسکی وجہ سے نجاست سے مس نہ ہوتی ہو [لگتی نہ ہو] تو اس پر نماز پڑھنا جائز ہے۔[۳] تیسرا اصول یہ ہے کہ حامل نجاست نہ ہو، یعنی نجاست کو اٹھانے والا نہ ہو تو نماز جائز ہے۔

تشریح مسئلہ [۱] پہلا مسئلہ یہ ہے کہ۔ موٹی چیز ہو مثلا دری ہے یا کارپٹ ہے، نمدہ ہے، اور اسکے اوپر کا حصہ پاک ہو اور نیچے کا حصہ ناپاک ہو تو اس دری پر نماز پڑھنا جائز ہے، کیونکہ دری کے موٹے ہونے کی وجہ سے نیچے کی نجاست مصلی کو لگتی نہیں ہے، اور نہ اس نجاست کو اٹھانے والا ہے۔[۲] دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ۔ دو کپڑے ہیں، اوپر کا کپڑا اتنا پتلا نہیں ہے کہ نیچے والے کپڑے کی نجاست سرایت کر کے اوپر والے کپڑے پر آجائے، اور دونوں کپڑے سلے ہوئے نہیں ہیں، کیونکہ سلے ہوئے ہوں تو دونوں کپڑے ایک ہی شمار کئے جائیں گے۔ اب نیچے کا کپڑا ناپاک ہے اور اوپر کا کپڑا پاک ہے تو اوپر کے کپڑے پر نماز پڑھنا جائز ہے، کیونکہ یہ نجاست کو اٹھانے والا بھی نہیں ہے اور کپڑا موٹا ہونے کی وجہ سے نجاست مصلی کو نہیں لگ رہی ہے۔[۳] تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ۔ چٹائی، یا فرش یا دری، یا کارپٹ ہیں ان کا حکم زمین کا حکم ہے، یعنی سجدہ کرتے وقت جہاں جہاں زمین پر دونوں گھٹنے، دونوں ہتھیلی، دونوں قدم، اور پیشانی رکھنے کی جگہ ہے وہ پاک ہوں اس کے علاوہ اگر ناپاک ہو تو نماز جائز ہے، اسی طرح فرش، دری، کارپٹ پر جہاں سجدے کے اعضاء رکھنے کی جگہ ہے وہ پاک ہوں تو نماز ہو جائے گی، چاہے دوسرے کنارے پر ناپاکی ہو اور پاک کنارہ کو حرکت دینے سے ناپاک کنارہ بھی حرکت میں آجاتا ہو۔ اس مسئلے میں کوئی حدیث یا قول صحابی نہیں ملا۔

وجہ :(۱) اس حدیث سے استدلال کیا جا سکتا ہے۔ **سئل رسول اللہ ﷺ عن الصلوة فی مبارک الابل فقال لا تصلوا فی مبارک الابل فانها من الشیطن و سئل عن الصلوة فی مرابض الغنم فقال صلوا فیها فانها برکة ۔(**

(٣٧٣) ولو تنجَّس احد طرفی عمامته فألْقاہ وابقی الطاهر علی رأسه ولم یتحرک النجس بحرکته جازت صلوته وان تحرَّک لا یجوز. (٣٧٤) وفاقد ما یُزیل به النجاسة یصلی معها ولا اعادة علیه ولا

ابوداود شریف، باب النھی عن الصلوۃ فی مبارک الابل، ص ٨١، نمبر ٤٩٣) اس حدیث میں ہے کہ بکری کے بیٹھنے کی جگہ میں نماز پڑھ سکتے ہو، اور وہاں نجاست ضرور ہوگی، جس سے معلوم ہوا کہ قریب میں نجاست ہو تب بھی نماز ہو جائے گی، اگر اعضاء کے ٹکنے کی جگہ پر نہ ہو۔ (٢) **عن عائشة قالت کان النبی ﷺ یصلی من اللیل و انا الی جنبه و انا حائض و علی مرط و علیه بعضه الی جنبه۔** (مسلم شریف، باب الاعتراض بین یدی المصلی، ص ٢١٠، نمبر ٥١٤/١١٤٧) اس حدیث میں ہے کہ حضور کے قریب ہی حائضہ ہوتیں تھیں۔

لغت : لبد: تہ بتہ کیا ہوا بال، یا اون۔ بطانۃ: نیچے کا حصہ۔ مضرب: ضرب سے مشتق ہے، سلا ہوا، یا چپکا یا ہوا۔

ترجمه : (٣٧٣) عمامے کے دو کناروں میں ایک ناپاک ہوا اور اس کو نیچے ڈال دیا، اور پاک کنارہ کو اپنے سر پر باقی رکھا، اور پاک کنارہ کے حرکت دینے سے ناپاک کنارہ متحرک نہیں ہوتا تو اس کی نماز جائز ہے، اور اگر متحرک ہو جاتا ہے تو نماز جائز نہیں۔

تشریح : پگڑی اتنی لمبی ہو کہ ایک کنارے کو حرکت دینے سے دوسرے کنارے کو حرکت نہ ہوتی ہو، اور اس کا پاک کنارہ سر پر ہو اور ناپاک کنارہ نیچے ہو اور پاک کنارہ کی حرکت سے ناپاک کنارہ متحرک نہ ہو تو نماز جائز ہے، کیونکہ ناپاک کنارہ زمین پر رہنے کی وجہ سے حامل نجاست نہیں ہوا، اور اگر متحرک ہو جاتی ہو تو نماز نہیں ہوگی اس لئے کہ یہ حامل نجاست [یعنی نجاست اٹھانے والا ہو گیا]

ترجمه : (٣٧٤) اور اگر نجاست کو زائل کرنے والی چیز موجود نہ ہو تو اس سے نماز پڑھے اور پھر اعادہ کی ضرورت نہیں۔ اور ایسے ہی جو ستر چھپانے کے لئے کچھ نہ پائے، چاہے ریشم ہو یا گھاس ہو یا مٹی ہو [تو ننگا نماز پڑھے اور لوٹانے کی ضرورت نہیں]

تشریح : کپڑے پر یا جسم پر نجاست ہے اور اس کو زائل کرنے کے لئے پانی نہیں ہے تو اسی نجاست کے ساتھ نماز پڑھ لے، اور چونکہ مجبوری کے درجے میں اس کے لئے یہی میسر تھا اس لئے اس حال میں پڑھی نماز کو دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ آدمی کے پاس کپڑا نہیں ہے، وہ کپڑا جس کا پہننا حرام ہے جیسے ریشم وہ بھی نہیں ہے، ستر چھپانے کے لئے گھاس اور پتے بھی نہیں ہیں، اور مٹی بھی نہیں ہے تو وہ ننگا نماز پڑھے، اور بعد میں کپڑا مل جائے تب بھی نماز کو لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے۔

وجه: (١) اس کی طاقت میں اس سے زائد نہیں ہے اور شریعت طاقت سے زیادہ مکلّف نہیں بناتی۔ اس لئے اس کی نماز جائز ہو جائے گی۔ لوٹانے کی ضرورت نہہین ہوگی۔ (٢) آیت تیمّم میں ہے کہ پانی نہ ملے تو تیمّم سے نماز پڑھ لے اور لوٹانے کی ضرورت نہیں۔ آیت تیمّم یہ ہے۔ **و ان کنتم جنبا فاطهروا و ان کنتم مرضیٰ أو علی سفر أو جاء أحد منکم من الغائط او لٰمستم النساء فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا فامسحوا بوجوهکم وایدیکم منه ما یرید الله لیجعل علیکم من حرج و لکن یرید لیطهر کم و لیتم نعمته علیکم لعلکم تشکرون** ۔ (آیت ٦ سورۃ المائدۃ ٥) (٣)

علی فاقد ما یستر عورته ولو حریرا او حشیشا او طینا.(۳۷۵) فان وجده ولو بالاباحة وربعه طاهر لا تصح صلوته عاریا وخُیّر ان طهر اقل من ربعه(۳۷۶) وصلوته فی ثوب نجس الکل احب من

اس حدیث میں ہے کہ پانی اور تیمّم نہ ہونے پر بغیر وضو کے نماز پڑھ لی، اسی طرح نجاست کو بغیر زائل کئے ہوئے نماز جائز ہو جائے گی۔ **عن عائشةؓ انها استعارت من اسماء قلادة فهلکت فارسل رسول الله ﷺ ناسا من اصحابه فی طلبها فادرکتهم الصلاة فصلوا بغیر وضوء فلما اتو النبی ﷺ شکوا ذالک الیه فنزلت آیة التیمم** ۔(بخاری شریف، باب استعارۃ الثیاب للعروس وغیرھا، ص۹۲۳، نمبر ۵۱۶۴رمسلم شریف، باب التیمم، ص۱۵۸، نمبر ۳۶۷؍۸۱۷) اس حدیث میں صحابی نے پانی نہیں پایا، اور ابھی تک تیمّم کا علم نہیں تھا تو بغیر وضو کے نماز پڑھی اور حضورؐ نے کچھ نہیں فرمایا، اسی طرح یہ آدمی نجاست زائل کرنے پر قدرت نہیں رکھتا ہے اس لئے نجاست کی حالت میں نماز پڑھے گا۔

ترجمہ : (۳۷۵) اور اگر کپڑا پایا چاہے مباح کرنے کی وجہ سے ہو، اور اس کی چوتھائی پاک ہے تو ننگے ہو کر نماز جائز نہیں ہے۔ اور اگر چوتھائی کپڑے سے کم پاک ہو تو اختیار دیا جائے گا۔

تشریح : بہت سے مقامات پر چوتھائی کو کل کے قائم مقام کیا ہے اس لئے یہاں بھی ایسا کپڑا ملا کہ اس کی چوتھائی پاک ہے اور تین چوتھائی ناپاک ہے تو گویا کہ پورا پاک کپڑا پایا اس لئے اب ننگا ہو کر نماز پڑھنا جائز نہیں اس کو پہن کر نماز پڑھے گا، چاہے وہ کپڑا مانگنے سے حاصل ہوتا ہو تب بھی مانگ کر پہنے۔ اور اگر چوتھائی کپڑے سے کم پاک ہو تو اب گویا کہ پاک نہیں ہے اس لئے اس کو اختیار ہوگا کہ کپڑا پہن کر نماز پڑھے، یا ننگا ہو کر نماز پڑھے، تاہم کپڑا پہن کر نماز پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔

وجہ : اس حدیث کے اشارۃ النص سے استدلال فرمایا کہ چوتھائی سر مسح کرنے کو پورا سر کافی سمجھا گیا۔ ۔**عن عروة بن المغیرة بن شعبة، عن ابیه قال: تخلف رسول الله ﷺ و تخلفت معه، فلما قضی حاجته .....ومسح بناصیته، و علی العمامة، و علی خفیه**، (مسلم شریف، باب المسح علی الناصیۃ، والعمامۃ، ص۱۳۴، نمبر ۲۷۴؍۶۳۳، ابوداود شریف باب المسح علی الخفین، ص۲۲، نمبر ۱۵۰) اس حدیث میں پورے سر کے بجائے پیشانی کی مقدار، یعنی چوتھائی سر مسح کر لینا کافی قرار دیا۔ اس لئے چوتھائی کپڑا پاک ہے تو گویا کہ پورا کپڑا پاک ہے، اسلئے اس کے بغیر نماز پڑھنا کافی نہیں ہے۔

ترجمہ : (اور کل ناپاک کپڑے میں نماز پڑھنا زیادہ پسندیدہ ننگے نماز پڑھنے سے۔

تشریح : کل کپڑا ناپاک ہے تب بھی بہتر یہ ہے کہ اس کپڑے کو پہن کر ہی نماز پڑھے، اس لئے ننگا ہو کر نماز پڑھنے میں دوسروں کو بھی برا لگے گا۔

ترجمہ : (۳۷۷) اور اگر اتنا کپڑا پایا کہ بعض عورت کو چھپایا جائے تو اس کا استعمال واجب ہے، اور قبل اور دبر کو چھپائے، اور اگر ایک ہی چھپا سکے تو بعض حضرات نے فرمایا کہ دبر کو چھپائے، اور بعض نے فرمایا کہ قبل کو چھپائے۔

صلوتہ عریانا (۳۷۷)ولو وجد ما یستر بعض العورۃ وجب استعمالہ ویستر القبل والدبر فان لم یستر الا احدھما قیل یستر الدبر وقیل القبل . (۳۷۸) وندُب صلوۃ العاری جالسا بالایماء مادًّا

تشریح : اتنا کپڑا ملا کہ پورا ستر نہیں چھپا سکتا تو جتنا چھپا سکتا ہے اتنا ہی چھپا لے، اور قبل اور دبر کو ضرور چھپائے، کیونکہ یہ اغلظ ستر ہیں، اور اگر دونوں میں سے ایک کو ہی چھپا سکتا ہے اتنا کم کپڑا ہے تو بعض حضرات کی رائے ہے کہ دبر چھپائے کیونکہ جب رکوع میں جائے گا تو وہ زیادہ کھلے گا اور دوسروں کو شرمندگی ہوگی، اور بعض حضرات کی رائے ہے کہ قبل کو چھپائے کیونکہ وہ ستر کے ساتھ شہوت کی جگہ بھی ہے۔ تاہم ننگا ہوکر نماز نہ پڑھے۔

لغت : العورۃ : جس جگہ کو چھپانا ضروری ہے، ستر عورت۔ الدبر: پیچھے کا راستہ، القبل: شرمگاہ، مرد کا عضو تناسل۔

ترجمہ : (۳۷۸)اور ننگا آدمی کو بیٹھ کر قبلہ رو پاؤں لمبا کر کے اشارے سے نماز پڑھنا مستحب ہے۔ پس اگر کھڑے ہوکر اشارہ یا رکوع وسجود سے نماز پڑھے تب بھی صحیح ہے۔

تشریح : ننگا آدمی کے لئے مستحب یہ ہے بیٹھ کر نماز پڑھے اور پاؤں قبلہ کی طرف لمبا کرے اور اشارہ سے نماز پڑھے۔ کیونکہ بیٹھنے میں اور اشارہ سے نماز پڑھنے میں آگے اور پیچھے کا حصہ زیادہ نہیں کھلے گا۔ لیکن اگر کھڑا ہوکر اشارہ سے نماز پڑھی، یا رکوع سجدہ کر کے نماز پڑھی تب بھی درست ہے، کیونکہ کھڑا ہونے میں قیام کی رعایت کی، اسی طرح رکوع سجدہ کرنے میں دو فرضوں کی رعایت کی اس لئے اس کی بھی گنجائش ہے۔

وجہ : (۱) عن ابن عباس قال الذی یصلی فی السفینۃ والذی یصلی عریانا یصلی جالسا ۔(مصنف عبد الرزاق، باب صلوۃ العریان، ج ثانی، ص ۳۸۴، نمبر ۴۵۷۷) اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ ننگا آدمی مجبوری کی وجہ سے بیٹھ کر نماز فرض ادا کرے گا اور اس سے قیام ساقط ہو جائے گا۔ (۲) اشارہ سے نماز پڑھے اس کے لئے یہ عمل صحابی ہے۔ عن قتادہ قال ۔ اذا خرج ناس من البحر عراۃ فأمھم أحدھم صلوا قعودا ، و کان امامھم معھم فی الصف و یؤمون ایماءً ۔ (مصنف عبد الرزاق، باب صلوۃ العریان، ج ثانی، ص ۳۸۴، نمبر ۴۵۷۶) اس اثر سے معلوم ہوا کہ ننگا آدمی بیٹھ کر نماز پڑھے گا اور اشارہ سے نماز پڑھے گا، اور صف کے درمیان کھڑا ہوگا۔ (۳) اور کھڑا ہونے کی بھی گنجائش ہے اس کے لئے یہ اثر ہے۔ عن میمون بن مھران قال سئل علیؓ عن صلوۃ العریان فقال ان کان حیث یراہ الناس صلی جالسا، وان کان حیث لا یراہ الناس صلی قائما (مصنف عبد الرزاق، باب صلوۃ العریان، ج ثانی، ص ۳۸۴، نمبر ۴۵۷۸) اس اثر سے کھڑے ہوکر نماز پڑھنے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

ترجمہ : (۳۷۹) مرد کا ستر عورت ناف سے زانو کے نیچے تک ہے۔

تشریح : مرد کا ستر عورت ناف کے نیچے سے شروع ہوتا ہے اور گھٹنے کے نیچے تک ہے۔

رجـليه نحو القبلة فان صلى قائما بالايماء او بالركوع والسجود صحَّ .(۳۷۹) وعورة الرجل ما بين السرة ومنتهى الركبة (۳۸۰) وتزيد عليه الامة البطن والظهر.

وجه:(۱)۔عن عمر وبن شعيب ....فلا ينظرن الى شيء من عورته ، فانما أسفل من سرته الى ركبتيه من عورته ۔(مسند احمد،مسند عبداللہ بن عمرو،ج ثانی،ص ۳۸۷،نمبر۶۷۱۷/دار قطنی ،باب الامر بتعلیم الصلوات والضرب علیھا وحد العورۃ التی یجب ستر ھا ص ۲۳۷ نمبر ۸۷۶/ابوداؤد شریف ، باب متی یؤمر الغلام بالصلوۃ ،ص ۸۲،نمبر ۴۹۶)اس حدیث میں ہے کہ ناف کے نیچے سے ستر ہے اور گھٹنے تک ہے ،یعنی گھٹنے سمیت ہے ۔(۲)اور گھٹنا ستر میں داخل ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے ۔ سمعت عليا يقول قال رسول الله ﷺ الركبة من العورة . (دار قطنی ،باب الامر بتعلیم الصلوۃ والضرب علیھا وحد العورۃ التی یجب ستر ھا،ج اول،ص ۲۳۷،نمبر ۸۷۸)(۲)عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده قال قال رسول الله ﷺ..... واذا زوج احدكم خادمه من عبده او اجيره فلا ينظرون الى شيء من عورته فان كل شيء اسفل من سرته الى ركبته من عورته. (سنن للبیھقی ،باب عورۃ الرجل ،ج ثانی ،ص ۳۲۴،نمبر ۳۲۳۵/دار قطنی ،باب الامر بتعلیم الصلوہ والضرب علیھا وحد العورۃ التی یجب ستر ھا ،ج اول ،ص ۲۳۷ ،نمبر ۸۷۶)اس حدیث میں ہے کہ ناف کے نیچے سے گھٹنا سمیت ستر عورت ہے۔

لغت : السرۃ :ناف۔الرکبۃ: گھٹنہ،منتھی الرکبۃ :جہاں گھٹنے کی جوڑ ملتی ہو

ترجمہ : (۳۸۰) اور باندی کی اس کے علاوہ پیٹ اور پیٹھ بھی ہیں۔

تشریح باندی کا ستر ناف سے لیکر گھٹنے تک ہے جو مرد کا ستر ہے،اوراس کے علاوہ پیٹ اور پیٹھ بھی باندی کا ستر ہے،نماز میں سر ہاتھ اور پاؤں ستر نہیں ہے، چنانچہ اگر یہ کھل جائیں تو نماز فاسد نہیں ہوگی ،لیکن شہوت کا خطرہ ہوتو نماز سے باہر ان اعضاء کو ڈھانکنا چاہئے

وجہ : (۱)باندی مولی کے کام کے لئے باہر نکلتی ہے اس لئے ان اعضاء کو ستر قرار دینے سے حرج لازم ہوگا۔اس لئے یہ اعضاء ستر نہیں ہیں۔نماز میں یہ اعضاء کھل جائیں تو نماز فاسد نہیں ہوگی (۲) ان صفية بنت ابی عبيد حدثته قالت خرجت امرأة مختمرة متجلببة فقال عمر من هذه المرأة فقيل له هذه جارية لفلان رجل من بنيه فارسل الى حفصة فقال ما حملک على ان تخمری هذه الامة و تجلببيها تشبهيها بالمحصنات حتى هممت ان اقع بها لا احسبها الا من المحصنات لاتشبهوا الاماء بالمحصنات (سنن للبیھقی ،باب عورۃ الامۃ ،ج ثانی ،ص ۳۲۰،نمبر ۳۲۲۱)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ باندی کا ستر اتنا نہیں ہے جتنا آزاد عورت کا ہے۔لیکن پستان اور سینہ موضع شہوت ہیں اس لئے وہ تمام جگہیں ستر میں شامل ہونگی۔(۲)۔عن الشعبی عن شريح قال : تصلى الامة بغير خمار ، تصلى كما تخرج ۔(مصنف عبد

(۳۸۱) وجمیع بدن الحرۃ عورۃ الا وجھھا وکفیھا وقدمیھا. (۳۸۲) وکشف ربع عضو من اعضاء

الرزاق، باب الخمار، ج الثالث، ص ۱۳۵، نمبر ۵۰۵۶) اس اثر میں ہے کہ بغیر اوڑھنی کے نماز پڑھ سکتی ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ اسکا سر ستر عورت نہیں ہے۔ (۳) **عن انس أن عمر ضرب أمة لآل انس رآھا متقنعة، قال : اکشفی رأسک لا تشبھین بالحرائر** ۔ (مصنف عبد الرزاق، باب الخمار، ج الثالث، ص ۱۳۶، نمبر ۵۰۶۴) اس اثر میں ہے کہ سر پر کپڑا اڈالنے سے حضرت عمرؓ باندیوں کو روکتے تھے، جس سے معلوم ہوا کہ اسکا سر ستر عورت نہیں ہے۔ (۴) سر ستر تو نہیں ہے لیکن نماز میں اور نماز سے باہر سر پر کپڑا رکھنا اچھا ہے، اس اثر میں اس کا ثبوت ہے۔ ۔ **عن ابن جریج قال : قلت لعطاء : أتصلی المرأۃ فی درّاعة؟ قال : نعم! أخبرت أن الاماء علی عھد رسول الله ﷺ و بعدہ کن لا یصلین حتی تجعل احداھن أزارھا علی رأسھا متقنعة، أو خمارا، أو خرقة یغیب فیھا رأسھا** ۔ (مصنف عبد الرزاق، باب الخمار، ج الثالث، ص ۱۳۶، نمبر ۵۰۶۴) اس اثر میں ہے کہ باندی بغیر کپڑا سر پر لئے نماز نہیں پڑھتی تھی۔ ۔ یہ تو جاسوسی نہ کرے اور آزاد عورتوں کا تشبہ اختیار نہ کرے اسلئے حضرت عمرؓ روکتے تھے۔

ترجمہ : (۳۸۱) آزاد عورت کا تمام بدن ستر ہے سوائے چہرہ اور دونوں ہتھیلی اور دونوں قدم کے۔

تشریح : آزاد عورت کا پورا بدن نماز میں ستر ہے، سوائے چہرہ، دونوں ہتھیلیاں اور دونوں قدم کے، یعنی یہ اعضاء کھل جائیں تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔ اور نماز سے باہر اگر ان اعضاء کو خاص طور پر چہرے کو کھولنے میں شہوت کا خطرہ ہو تو اس کا چھپانا ضروری ہے۔

وجہ : (۱) آیت میں ہے۔ **ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا** ۔ (آیت ۳۱، سورۃ النور ۲۴) اس آیت میں ہے کہ زینت کی جگہ ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو خود بخود ظاہر ہو جائے، اور حضرت ابن عباسؓ نے اس کی تفسیر میں فرمایا کہ الکحل سے مراد سرمہ لگانے کی جگہ یعنی چہرہ ہے اور خاتم انگوٹھی پہننے کی جگہ یعنی ہاتھ مراد ہے۔ کہ ہاتھ اور چہرہ کھلے ہوں تو یہ ستر نہیں ہیں، اثر یہ ہے۔ **عن ابن عباس فی قولہ ولا یبدین زینتھن الا ماظھر، الآیة قال الکحل والخاتم.** (سنن للبیھقی، باب عورۃ المرأۃ الحرۃ، ج ثانی، ص ۳۱۹، نمبر ۳۲۱۶) (۲) ان دونوں کے ظاہر کرنے میں ضرورت بھی ہے اس لئے نماز میں یہ دونوں ستر نہیں ہیں۔ حدیث میں ہے۔ **عن عائشة ... قال رسول الله ﷺ یا اسماء ان المرأۃ اذا بلغت المحیض لم یصلح لھا ان یری منھا الا ھذا وھذا واشار الی وجھہ وکفیہ.** (ابوداؤد شریف، باب فی ماتبدی المرأۃ من زینتھا، ص ۵۷۸، نمبر ۴۱۰۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آزاد عورت کا چہرہ اور ہتھیلی ستر نہیں ہیں۔ (۳) اس حدیث میں ہے۔ **عائشة قال رسول الله ﷺ لا تقبل صلوۃ حائض الا بخمار** ۔ (ترمذی شریف، باب ماجاء لاتقبل صلوۃ المرأۃ الحائض الا بخمار، ص ۱۰۱، نمبر ۳۷۷ / ابوداؤد شریف، باب المرأۃ تصلی بغیر خمار، ص ۱۰۳، نمبر ۶۴۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آزاد بالغہ عورت کو ستر ڈھانکنا اور سر ڈھانکنا ضروری ہے۔

العورة یمنع صحة الصلوة (۳۸۳) ولو تفرق الانکشاف علی اعضاء من العورة و کان جملة ما تفرق یبلغ ربع اصغر الاعضاء المنکشفة منع والا فلا. (۳۸۴) ومن عجز عن استقبال القبلة لمرض او

ترجمہ : (۳۸۲) سترعورت کے اعضاء میں سے چوتھائی عضو کے کھلنے سے نماز صحیح نہیں ہوگی۔

تشریح : نماز میں سترعورت کھل جائے تو نماز فاسد ہوجائے گی اسی اصول کے تحت فرماتے ہیں کہ ایک عضو کی چوتھائی بھی کھل جائے تو پورے ایک عضو کے کھلنے کے قائم مقام ہوجائے گا اور نماز فاسد ہوجائے گی۔

وجہ : (۱) چوتھائی عضو کثیر ہے۔ اور اس حدیث کے اشارۃ النص سے استدلال فرمایا کہ چوتھائی سر مسح کرنے کو پورا سر کافی سمجھا گیا۔ حدیث یہ ہے۔ عن عروۃ بن المغیرة بن شعبة ،عن ابیه قال : تخلف رسول الله ﷺ و تخلفت معه، فلما قضی حاجته .....ومسح بناصیته ،و علی العمامة ،و علی خفیه ، (مسلم شریف، باب المسح علی الناصیۃ ،والعمامۃ ،ص ۱۳۴ ،نمبر ۶۳۳/۲۷۴ ،ابوداود شریف باب المسح علی الخفین ،ص ۲۲ ،نمبر ۱۵۰) اس حدیث میں پورے سر کے بجائے پیشانی کی مقدار، یعنی چوتھائی سر مسح کر لینا کافی قرار دیا۔ (۲) اس حدیث میں ہے۔ عن عامر بن سعد عن ابیه قال : مرض مرضا ....قال : الثلث ، قالؑ :((الثلث، الثلث کثیر)) (ابوداود شریف، باب ما جاء فیما یجوز للموصی فی ماله ،ص ۴۱۶ ،نمبر ۲۸۶۴) اس حدیث میں تہائی کو کثیر کہا ہے اسلئے تہائی عضو کے کھلنے سے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نماز نہیں ہوگی۔

ترجمہ : (۳۸۳) اور اگر سترعورت کے اعضاء میں سے مختلف جگہ سے کھل گیا اور جتنا کھلا اس کا مجموعہ کھلے ہوئے اعضاء میں سے چھوٹے عضو کی چوتھائی کو پہنچ جائے تو نماز جائز نہیں ہوگی، اور چوتھائی سے کم ہو تو جائز ہوگی۔

تشریح : ایک جگہ سے چوتھائی عضو نہیں کھلا ہے، بلکہ پھٹن کی وجہ سے مختلف جگہ سے سترعورت کی جگہ کھلی ہے، اور سب کو ملایا جائے تو سترعورت کی جو چھوٹی جگہ ہے اس کی چوتھائی کو پہنچ جاتی ہو تو نماز فاسد ہوجائے گی، اور چوتھائی سے کم ہو تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔ اس کے لئے کوئی حدیث یا قول صحابی نہیں ملا۔

ترجمہ : (۳۸۴) اور جو مرض کے سبب، یا چوپائے سے نیچے اترنے سے استقبال قبلہ سے عاجز ہوجائے، یا دشمن کے خوف کی وجہ سے قبلہ کی طرف منہ نہ کر سکے تو جس جانب قدرت ہو اور امن ہو وہ اس کا قبلہ ہے۔

تشریح : اصل تو یہ ہے کہ قبلہ کی طرف توجہ کرے، [۱] لیکن بیماری کی وجہ سے قبلے کی طرف توجہ نہیں کر سکتا ہے، [۲] یا چوپائے پر یا ریل پر یا ہوائی جہاز پر سوار ہے اور اس سے اترنے سے عاجز ہے، یا ریل پر یا ہوائی جہاز پر قبلے کی طرف توجہ کر کے نماز پڑھنے سے عاجز ہے [۳] یا دشمن کا خوف ہے جسکی وجہ سے قبلے کی طرف توجہ کرنا مشکل ہے تو جدھر توجہ کر سکتا ہو وہی اس کا قبلہ ہے اور اسی طرف توجہ کر کے نماز پڑھنے سے نماز ہوجائے گی۔

وجہ : (۱) اس کی دلیل یہ آیت ہے۔ وللہ المشرق والمغرب فاینما تولوا فثم وجه الله۔ (آیت ۱۱۵، سورۃ

عـجـز عـن النزول عن دابته او خاف عدوا فقبلته جهة قدرته وامنه(٣٨٥) ومن اشتبهت عليه القبلة

البقرة۲)اس آیت سے معلوم ہوا کہ مجبوری کے موقع پر کسی اور طرف توجہ کر کے نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی۔ کیونکہ وہاں اللہ کا چہرہ ہے۔(۲)اس اثر میں ہے۔**أن عبد اللہ بن عمر کان اذا سئل عن صلوة الخوف قال ....فان کان خوف هو اشد من ذالک صلوا رجالا قیاما علی اقدامهم ، أو رکبانا مستقبلی القبلة أو غیر مستقبلیها** ۔(بخاری شریف، کتاب التفسیر، باب قولہ فان خفتم فرجالا أو رکبانا ص ۷۷۱،نمبر ۴۵۳۵)اس اثر میں ہے کہ خوف زیادہ ہو تو قبلہ کے علاوہ کی طرف بھی نماز پڑھے گا تو نماز جائز ہو جائے گی۔

لغت : جہۃ قدرتہ :جس جانب قدرت ہو اسی جانب توجہ کر لے۔

ترجمہ : (۳۸۵) اور جس پر قبلہ مشتبہ ہو جائے اور وہاں کوئی خبر دینے والا نہ ہو اور محراب بھی نہ ہو تو تحری کر کے نماز پڑھے۔ اور اگر خطا کرے تب بھی اس پر اعادہ نہیں۔

تشریح : یہاں پانچ مسئلے اس اصول پر مبنی ہیں کہ قبلہ مشتبہ ہو جائے تو تحری اصل قبلہ بن جاتی ہے۔ کسی کو قبلہ معلوم نہ ہو اور وہاں کوئی خبر دینے والا بھی نہ ہو، اور کوئی محراب یا علامت بھی نہ ہو جس سے قبلے کا اندازہ لگے تو تحری اصل ہو جاتی ہے، پس اگر تحری کرے اور نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی چاہے بعد میں پتہ لگے کہ قبلہ میں غلطی ہو گئی، کیونکہ تحری اصل تھی جو کر لی۔

وجه : (۱)حدیث میں ہے۔**عن جابر قال کنا مع النبی ﷺ فی مسیر او سریة فاصابنا غیم فتحرینا واختلفنا فی القبلة فصلی کل رجل منا علی حدة فجعل احدنا یخط بین یدیه لنعلم امکنتنا فلما اصبحنا نظرناه فاذا نحن قد صلینا علی غیر القبلة فذکرنا ذلک للنبی ﷺ فقال قد اجزأت صلواتکم** ۔(سنن للبیہقی ،باب الاختلاف فی القبلۃ عند التحری، ج ثانی ص ۱۶،نمبر ۲۲۳۵؍ترمذی شریف، باب ماجاء فی الرجل یصلی لغیر القبلۃ فی الغیم ،ص۹۴،نمبر ۳۴۵)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تحری کر کے نماز پڑھی تو قبلہ غلط بھی ہو جائے تو نماز لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے۔اس لئے کہ تحری ہی اس کا قبلہ ہو گیا۔(۲).**عن عبد اللہ بن عامر بن ربیعة عن أبیه قال : کنا مع النبی ﷺ فی سفر فی لیلة مظلمة ، فلم ندر أین القبلة فصلی کل رجل منا علی حیاله ، فلما أصبحنا ذکرنا ذالک للنبی ﷺ فنزل : ﴿فأینما تولوا فثم وجه اللہ ﴾** آیت ۱۱۵،سورۃ البقرۃ ۲)(ترمذی شریف، باب ماجاء فی الرجل یصلی لغیر القبلۃ فی الغیم ،ص ۹۴،نمبر ۳۴۵؍ابن ماجہ شریف، باب من یصلی لغیر القبلۃ وھو لا یعلم ،ص ۱۴۳،نمبر ۱۰۲۰)اس حدیث میں ہے کہ غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھی اور ہو بھی گئی۔

اصول : قبلہ مشتبہ ہوتے وقت تحری قبلہ ہے۔

ترجمہ : (۳۸۶) اور اگر اپنی غلطی کو نماز میں ہی جانا تو گھوم جائے اور بنا کرے۔

ولـم يـكن عنده مُخبر ولا محراب تحرّى ولا اعادة عليه لو اخطأ(٣٨٦) وان علم بخطئه فى صلوته استـدار وبنىٰ (٣٨٧) وان شرع بلا تحر فعلم بعد فراغه انه اصاب صحت(٣٨٨) وان علم باصابته فيهـا فسـدت كـمـا لـو لـم يـعـلـم اصـابته اصلا (٣٨٩) ولو تحرّى قوم جهات وجهلوا حال امامهم

تشریح : [۲] تحری کر کے نماز شروع کی تھی اور قبلے کی غلطی نماز کے درمیان میں پتہ چلا تو اسی درمیان قبلے کی طرف گھوم جائے اور نماز کی بنا کرلے نماز کو دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ تحری ہی قبلہ بن گیا

وجہ : (۱)اس حدیث میں ہے۔**عن عبدالله بن عمر قال : بينا الناس بقباء فى صلاة الصبح اذ جائهم آت فقال :ان رسول الله ﷺ قد انزل عليه الليلة قرآن ، قدأمر أن يستقبل الكعبة ، فاستقبلوها ، و كانت وجوههم الى الشام فاستداروا الى الكعبة** ۔(بخاری شریف، باب ماجاء فی القبلة،الخ،ص ۵۷،نمبر ۴۰۳) اس حدیث میں ہے کہ نماز میں قبلہ کی طرف گھوم گئے۔

ترجمہ : (۳۸۷) اور اگر بغیر تحری کے نماز شروع کی پھر فارغ ہونے کے بعد معلوم ہوا کہ قبلہ کا رخ صحیح تھا نماز صحیح ہوگئی۔

تشریح :[۳] یہ تیسرا مسئلہ ہے۔کہ بغیر تحری کے نماز شروع کردی۔ اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد معلوم ہوا کہ صحیح رخ پر تھا تو نماز درست ہوجائے گی، کیونکہ تحری تو نہیں تھی لیکن قبلے کی طرف رخ تھا اس لئے نماز صحیح ہوجائے گی۔

ترجمہ : (۳۸۸) اور اگر صحیح ہونا نماز کے اندر معلوم ہوا تو نماز فاسد ہوجائے گی جیسا کہ صحیح ہونے کا بالکل پتہ نہیں چلا۔

تشریح : [۴]تحری کئے بغیر نماز پڑھی اور درمیان نماز میں معلوم ہوا کہ قبلے کی جانب رخ نہیں ہے تو نماز فاسد ہوجائے گی، کیونکہ یہاں تحری اصل تھی وہ بھی نہیں ہوئی،اور قبلے کی طرف رخ کرنا چاہئے تھا وہ بھی نہیں ہوا اس لئے نماز فاسد ہوجائے گی، [۵] پانچویں صورت یہ ہے کہ نماز کے بعد بھی معلوم نہیں ہوا کہ قبلے کی طرف رخ تھا یا اس کے خلاف میں تھا تب بھی نماز فاسد ہوگی،اس لئے کہ تحری بھی نہیں کی،اور قبلے کی طرف ہونا بھی یقینی نہیں ہے۔

ترجمہ : (۳۸۹) ایک قوم نے مختلف جہت کی تحری کی اور امام کا حال معلوم نہیں ہے تو نماز جائز ہوجائے گی۔

تشریح : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ اعتقاد ہو کہ امام غلط رخ پر ہے تو اس کی اتباع ہی نہیں ہوئی اس لئے نماز نہیں ہوگی،اور اگر اس کا حال ہی معلوم نہ ہو اس لئے اس کے بارے میں غلط ہونے کا اعتقاد نہ ہو اس لئے اس کی اتباع صحیح ہوئی اس لئے مقتدی کی نماز درست ہوجائے گی ۔صورت مسئلہ یہ ہے کہ اندھیرے میں کچھ لوگوں نے مل کر تحری کی اور مختلف جہت میں نماز پڑھی،اور ان کو معلوم نہیں تھا کہ امام کس رخ پر ہے تو سب کی نماز درست ہوجائے گی۔

وجہ :(۱) امام کا حال معلوم نہیں ہے اس لئے غلط ہونے کا اعتقاد نہیں ہے اس لئے اتباع درست ہوئی اس لئے نماز درست

تجزئهم.

﴿فصل : (فی واجب الصلوة) وهو ثمانية عشر شيئا.﴾

ہوجائے گی ۔(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ تحری اصل تھی وہ کر لی اس لئے بھی نماز ہوجائے گی ۔(۳) اس حدیث میں ہے کہ قوم نے مختلف جہات میں نماز پڑھی اور ہوبھی گئی۔ **عن جابر قال کنا مع النبی ﷺ فی مسیر او سریة فاصابنا غیم فتحرینا واختلفنا فی القبلة فصلی کل رجل منا علی حدة فجعل احدنا یخط بین یدیه لنعلم امکنتنا فلما اصبحنا نظرناه فاذا نحن قد صلینا علی غیر القبلة فذکرنا ذلک للنبی ﷺ فقال قد اجزأت صلواتکم** ۔(سنن للبیہقی ، باب الاختلاف فی القبلة عند التحری ، ج ثانی ، ص ۱۶، نمبر ۲۲۳۵ رترمذی شریف ، باب ماجاء فی الرجل یصلی لغیر القبلة فی الغیم ، ص ۸۰ نمبر ۳۴۵)۔

اصول : امام کے بارے میں غلط ہونے کا اعتقاد ہوتو اس کی اتباع صحیح نہیں ہے اور نماز بھی صحیح نہیں ہوگی۔

﴿فصل واجبات نماز کے بیان میں﴾

نماز میں اٹھارہ (۱۸) واجبات ہیں: ایک نظر میں۔

۱:.....سورۂ فاتحہ پڑھنا۔

۲:.....فرض نماز کی دو غیر متعین رکعتوں میں اور وتر اور نفل کی تمام رکعتوں میں سورت ملانا۔

۳:.....پہلی دو رکعتوں میں قرأت کا معین کرنا۔

۴:.....فاتحہ کا سورت پر مقدم کرنا۔

۵:.....سجدہ میں پیشانی کے ساتھ ناک ملانا۔

۶:..... ہر رکعت میں دوسرے افعال صلوۃ کی طرف منتقل ہونے سے پہلے دوسرا سجدہ کرنا۔

۷:.....تمام ارکان کا اطمینان سے ادا کرنا۔

۸:..... پہلا قعدہ۔

۹:..... پہلے قعدہ میں تشہد پڑھنا، صحیح روایت میں۔

۱۰:.....اخیر قعدہ میں تشہد پڑھنا۔

۱۱:.....تشہد کے بعد بغیر مہلت کے تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہوجانا۔

۱۲:......لفظ السلام کہنا نہ علیکم۔

۱۳:......وتر میں قنوت پڑھنا۔

۱۴:......عیدین کی زائد تکبیریں۔

۱۵:...... ہر نماز کو لفظ تکبیر سے شروع کرنا سوائے خاص نماز عید کے۔

۱۶:......عیدین کی دوسری رکعت میں تکبیر۔

۱۷:......امام کا فجر اور مغرب اور عشا کی دو پہلی رکعتوں میں قرأت جہر سے پڑھنا۔

۱۸:......ظہر اور عصر کی تمام رکعتوں میں اور مغرب اور عشا کی پہلی دو رکعت کے سوا باقی رکعتوں میں۔ اور دن کی نفل نمازوں میں قرأت آہستہ پڑھنا۔

☆☆☆

ضروری نوٹ : واجب کا مطلب یہ ہے کہ اس کو کرنا ضروری ہے، اور وہ چھوٹ گیا تو نماز فاسد نہیں ہوگی البتہ سجدہ سہو لازم ہوگا، اور اگر سجدہ سہو بھی نہیں کیا تو کراہیت کے ساتھ نماز پوری ہوگئی، بہتر یہ ہے کہ اس نماز کو دوبارہ پڑھ لے، اور نہیں پڑھی تب بھی فرض ادا ہوگیا۔ اس حدیث میں صحابی نے تعدیل ارکان نہیں کی جو واجب تھی تو دوبارہ نماز پڑھنے کے لئے فرمایا۔ **عن ابی هريرة عن النبی ﷺ دخل المسجد فدخل رجل فصلى ثم جاء فسلم على النبی ﷺ فرد النبی ﷺ عليه السلام فقال: ارجع فصل فانک لم تصل ....ثم اركع حتى تطمئن راكعاً ثم ارفع حتى تعتدل قائما ، ثم اسجد حتى تطمئن ساجدا ثم ارفع حتى تطمئن جالساً ، ثم اسجد حتى تطمئن ساجدا ، ثم افعل ذالک فی صلاتک كلها** ۔ (بخاری شریف، باب امر النبی ﷺ الذی لا یتم رکوعہ بالا عادة، ص ۱۲۸، نمبر ۷۹۳/ ابوداود شریف، باب صلوة من لا یقیم صلبہ فی الرکوع والسجود، ص ۱۳۲، نمبر ۸۵۶) اس حدیث میں تعدیل ارکان جو واجب ہے اس کو چھوڑنے پر دوبارہ نماز پڑھنے کے لئے فرمایا۔ (۲) واجب کے بھولنے میں سجدہ سہو ہے، اسکی دلیل یہ ہے۔ **عن المغيرة بن شعبة قال قال رسول الله ﷺ ((اذا قام الامام فی الركعتين فان ذكر قبل أن يستوى قائما فليجلس ، فان استوى قائما فلا يجلس و يسجد سجدتی السهو))** ۔ (ابوداود شریف، باب من نسی أن یتشھد وھو جالس، ص ۱۵۷، نمبر ۱۰۳۶/ ترمذی شریف، باب ما جاء فی سجدتی السھو قبل السلام، ص ۹۰، نمبر ۳۹۱) اس حدیث میں ہے کہ قاعدہ اولی بھول جائے تو سجدہ سہو کرے، اور قاعدہ اولی واجب ہے جس سے معلوم ہوا کہ واجب کے چھوٹنے سے سجدہ سہو واجب ہوگا۔

امام شافعیؒ کے یہاں واجب کا درجہ نہیں ہے، فرض کے بعد سنت کا درجہ ہے اس لئے انکے یہاں یہ سب سنت کے درجے میں ہیں۔

(۳۹۰) قرائۃ الفاتحۃ (۳۹۱) وضم السورۃ او ثلاث آیات فی رکعتین غیر متعینتین من الفرض و

ترجمہ : (۳۹۰) [۱] سورۂ فاتحہ پڑھنا۔

تشریح : نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنا ہمارے یہاں فرض نہیں ہے بلکہ واجب ہے۔

وجہ : (۱) کہیں سے بھی قرآن پڑھنے کی فرضیت کی دلیل یہ آیت ہے۔فاقرئوا ما تیسر من القرآن (آیت ۲۰،سورۃ المزمل ۷۳)(۲)حدیث میں ہے عن ابن سعید قال امرنا ان نقرء بفاتحۃ الکتاب وما تیسر۔(ابوداؤدشریف،باب من ترک القراءۃ (الفاتحۃ) فی صلوتہ بفاتحۃ الکتاب،ص۱۲۵،نمبر ۸۱۸/نسائی شریف،باب ایجاب قراءۃ فاتحۃ الکتاب فی الصلوۃ،ص ۱۰۵،نمبر ۹۱۲)(۳)بخاری شریف میں ہے آپؐ نے اس دیہاتی سے فرمایا جس نے جلدی جلدی نماز پڑھی ثم اقرء ما تیسر معک من القرآن (بخاری شریف،باب وجوب القرأۃ للامام والماموم فی الصلوۃ کلھا ص ۱۰۵ نمبر ۷۵۷/مسلم شریف،باب وجوب قرائۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ ص ۱۷۰ نمبر ۳۹۷/۸۸۵)اس کا مطلب یہ ہوا کہ قرآن میں سے جو آسان ہو اس کا پڑھنا فرض ہے۔چاہے سورۂ فاتحہ کے علاوہ ہو۔(۴)حدثنی ابو ہریرۃ قال : قال لی رسول اللہ ﷺ اخرج فناد فی المدینۃ أنہ لا صلوۃ الا بقرآن و لو بفاتحۃ الکتاب فما زاد۔(ابوداودشریف،باب من ترک القرأۃ فی صلوتہ بفاتحۃ الکتاب،ص ۱۲۶،نمبر ۸۱۹) اس حدیث میں ہے کہ سورہ فاتحہ ہو یا کوئی اور آیت ہو اس سے نماز ہو جائے گی جس سے معلوم ہوا کہ فاتحہ پڑھنا فرض نہیں ہے،البتہ واجب ہم بھی کہتے ہیں۔

سورۂ فاتحہ واجب ہونے کی دلیل: (۱)عن عبادۃ بن الصامت ان رسول اللہ ﷺ قال لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب۔(بخاری شریف،باب وجوب القراءۃ للامام والماموم فی الصلوۃ کلھا ص ۱۰۴ نمبر ۷۵۶/مسلم شریف،باب وجوب قراءۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ،ص ۱۶۹،نمبر ۳۹۴/۸۷۴)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سورۂ فاتحہ پڑھنا واجب ہے۔نہیں پڑھیں گے تو کمی رہ جائے گی۔حدیث میں ہے(۲)عن ابی ہریرۃ عن النبی ﷺ قال من صلی صلوۃ لم یقرأ فیہا بام القرآن فھی خداج ثلاثا غیر تمام۔(مسلم شریف،باب وجوب قراءۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ،ص ۱۶۹،نمبر ۳۹۵/۸۷۸/ابوداؤدشریف،باب من ترک القراءۃ فی صلوتہ،ص ۱۲۵،نمبر ۸۲۱)فھی خداج کا مطلب یہ ہے کہ فاتحہ چھوڑنے سے نماز میں کمی رہ جائے گی اور اس کا اتمام سجدۂ سہو سے کرنا پڑے گا۔ اسی لئے حنفیہ کے یہاں سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے،اور چھوڑنے سے نماز ہو جائے گی لیکن سجدہ سہو کرنا ہوگا۔

ترجمہ : (۳۹۱) [۲] فرض کی دو رکعتوں میں سورت ملائے یا کم از کم تین آیتیں ملائے [۲] اور وتر کی [۳] اور نفل کی تمام رکعتوں میں سورت ملائے۔

تشریح : [۱]فرض کی پہلی دو رکعتوں میں یا دوسری دو رکعتوں میں سورت ملانا واجب ہے،یا کم سے کم تین چھوٹی آیتیں،یا ایک

فی جمیع رکعات الوتر والنفل(۳۹۲) وتعیین القراءۃ فی الاولیین وتقدیم الفاتحۃ علی

بڑی آیت ملائے، [۲] اور وتر نفل کے درجے میں ہے اس لئے وتر کی تمام رکعتوں میں سورت ملائے [۳] اور نفل کی ہر دو رکعتیں ایک شفعہ اور ہر شفعہ الگ الگ نماز ہے اس لئے ہر شفعہ میں سورت ملانا واجب ہے، یعنی تمام رکعتوں میں سورت ملانا واجب ہے۔

وجہ : (۱) اس حدیث میں ہے۔ **عن ابی سعید قال قال رسول اللہ ﷺ ... ولا صلوۃ لمن لم یقرأ بالحمد و سورۃ فی فریضۃ او غیرھا** ۔(ترمذی شریف، باب ما جاء فی تحریم الصلوۃ وتحلیلھا ص ۵۵، نمبر ۲۳۸ / ابن ماجۃ شریف، باب القرأۃ خلف الامام، ص ۱۱۹، نمبر ۸۳۹) اس حدیث میں وسورۃ فی فریضۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۂ فاتحہ کی طرح سورۃ ملانا بھی فرض ہے (۲) حدیث میں ہے کہ ہر رکعت میں حضورؐ نے سورت ملائی جس سے معلوم ہوا کہ سورت ملانا بھی فرض ہے۔ حدیث یہ ہے ۔**عن عبد اللہ بن ابی قتادۃ عن أبیہ ، قال : کان رسول اللہ ﷺ یقرأ فی الرکعتین الاولیین من صلوۃ الظھر بفاتحۃ الکتاب و سورتین یطول فی الاولی و یقصر فی الثانیۃ و یسمع الآیۃ احیانا ، و کان یقرأ فی العصر بفاتحۃ الکتاب و سورتین و کان یطوّل فی الاولی ، و کان یطوّل فی الرکعۃ الاولی من صلوۃ الصبح ، و یقصر فی الثانیۃ** (بخاری شریف، باب القرأۃ فی الظھر ص ۱۲۳، نمبر ۷۵۹ / مسلم شریف، باب القرأۃ فی الظھر والعصر، ص ۱۹۰، نمبر ۱۰۱۲/۴۵۱) اس حدیث میں ہے کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے ساتھ سورت بھی ملاتے تھے، اس سے امام مالکؒ ثابت کرتے ہیں کہ سورت ملانا بھی فرض ہے۔ حنفیہ اسی حدیث سے سورت ملانا واجب قرار دیتے ہیں۔ (۳) اور کم سے کم تین آیتیں ہوں اس کے لئے یہ قول صحابی ہے۔ **قال لی ابن شبرمۃ نظرت کم یکفی الرجل من القرآن فلم اجد سورۃ اقل من ثلاث آیات فقلت لا ینبغی لاحد ان یقرأ اقل من ثلاث آیات** ۔(بخاری شریف، باب فی کم یقرأ القرآن ؟ ص ۹۰۴، نمبر ۵۰۵۱)

ترجمہ : (۳۹۲) [۳] پہلی دو رکعتوں میں قرأت کا معین کرنا۔ [۴] فاتحہ کا سورت پر مقدم کرنا۔

تشریح : چار رکعت فرض ہو تو دو رکعتوں میں قرأت کرنا فرض ہے، پہلی دو رکعتوں میں قرأت کرے تب بھی ادا ہو جائے گا، اور دوسری دو رکعتوں میں قرأت کرے تب بھی ادا ہو جائے گا، لیکن پہلی دو رکعت میں قرأت کرنا واجب ہے، اور دوسرا مسئلہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ قرأت کرتے وقت سورۃ فاتحہ کو پہلے پڑھے اور دوسری سورت کو اس کے بعد پڑھے یہ بھی واجب ہے۔

وجہ : (۱) اس حدیث میں اس کی وضاحت ہے۔ **عن عبد اللہ بن ابی قتادۃ عن أبیہ ، قال : کان رسول اللہ ﷺ یقرأ فی الرکعتین الاولیین من صلوۃ الظھر بفاتحۃ الکتاب و سورتین یطول فی الاولی و یقصر فی الثانیۃ و یسمع الآیۃ احیانا ، و کان یقرأ فی العصر بفاتحۃ الکتاب و سورتین و کان یطوّل فی الاولی ، و کان یطوّل فی الرکعۃ الاولی من صلوۃ الصبح ، و یقصر فی الثانیۃ** (بخاری شریف، باب القرأۃ فی الظھر ص ۱۲۳، نمبر ۷۵۹ / مسلم شریف، باب القرأۃ فی الظھر العصر، ص ۱۹۰، نمبر ۱۰۱۲/۴۵۱) اس حدیث میں ہے کہ فرض کی پہلی دو رکعتوں میں قرأت کی اور یہ بھی

سورۃ(۳۹۳) وضم الانف للجبھۃ فی السجود(۳۹۴) والاتیان بالسجدۃ الثانیۃ فی کل رکعۃ قبل

ہے کہ پہلے سورہ فاتحہ پڑھی بعد میں سورت ملائی۔ (۲)جابر بن سمرۃ قال قال عمر لسعد لقد شکوک فی کل شیء حتی الصلوۃ قال اما انا فامد فی الاولیین واحذف فی الآخرین ولا آلو ما اقتدیت بہ من صلوۃ رسول اللہ قال صدقت ذاک الظن بک ۔(بخاری شریف، باب یطول فی الاولیین ویحذف فی الاخریین ،ص ۱۰۶،نمبر ۷۷۰رمسلم شریف، باب القرأۃ فی الظھر والعصر،ص ۱۸۶،نمبر ۴۵۳/۱۰۱۸) دوسری دو رکعتوں میں حذف کرتے تھے یعنی صرف سورہ فاتحہ پڑھتے تھے۔(۳)عن ابن سیرین قال نبئت ان ابن مسعود کان یقرأ فی الظھر و العصر فی الرکعتین الاولیین بفاتحۃ الکتاب و ما تیسر و فی الاخریین بفاتحۃ الکتاب ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من کان یقرأ فی الاولیین بفاتحۃ الکتاب وسورۃ وفی الاخریین بفاتحۃ الکتاب، ج اول ،ص ۳۲۵،نمبر ۳۷۲۲) اس قول صحابی میں ہے کہ تیسری اور چوتھی رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ پڑھے۔(۴)عن علی و عبد اللہؓ انھما قالا اقرأ فی الاولیین و سبح فی الاخریین ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ، باب من کان یقول یسبح فی الاخریین ولا یقرأ، ج اول ،ص ۳۲۷،نمبر ۳۷۴۲) اس قول صحابی میں ہے کہ تیسری اور چوتھی رکعتوں میں صرف تسبیح پڑھے۔

ترجمہ : (۳۹۳) [۵] سجدہ میں پیشانی کے ساتھ ناک ملانا۔

تشریح :سجدہ میں زمین پر پیشانی رکھنا اصل ہے،لیکن اس کے ساتھ ناک کو بھی زمین پر رکھنا واجب ہے۔

وجہ : (۱) ناک زمین پر رکھنا واجب اس کی دلیل یہ ہے۔عن ابی حمید الساعدی : أن النبی ﷺ کان اذا سجد أمکن أنفہ و جبھتہ من الارض و نحی یدیہ عن جنبیہ ، ووضع کفیہ حذو منکبیہ . (ترمذی شریف، باب ماجاء فی السجود علی الجبھۃ والانف،ص ۶۷،نمبر ۲۷۰) اس حدیث میں ہے کہ ناک اور پیشانی پر سجدہ کرے۔(۲) عن ابن عباس قال قال النبی ﷺ امرت ان اسجد علی سبعۃ اعظم علی الجبھۃ ۔واشار بیدہ علی انفہ ۔والیدین والرکبتین واطراف القدمین (بخاری شریف، باب السجود علی الانف،ص ۱۳۲،نمبر ۸۱۲رمسلم شریف، باب اعضاء السجود والنھی عن کف الشعر،ص ۲۰۳،نمبر ۴۹۰/۱۰۹۹) اس حدیث میں ہے کہ ناک اور پیشانی پر سجدہ کرے۔(۳)عن ابن عباس ، عن النبی ﷺ قال : لا صلوۃ لمن لم یضع أنفہ علی الارض . (دارقطنی، باب وجوب وضع الجبھۃ والانف، ج اول،ص ۳۴۱،نمبر ۱۳۰۳رمستدرک للحاکم ،کتاب الصلوۃ، ج اول،ص ۴۰۴،نمبر ۹۹۷) اس حدیث میں ہے کہ جب تک ناک زمین پر نہ لگائے نماز نہیں ہوگی۔

ترجمہ : (۳۹۴) [۶] ہر رکعت میں دوسرے افعال کی طرف منتقل ہونے سے پہلے دوسرا سجدہ کرنا۔

تشریح: پہلا سجدہ فرض ہے اور دوسرا سجدہ واجب ہے اس لئے اگلی رکعت میں یا تشہد میں جانے سے پہلے دوسرا سجدہ کرنا واجب ہے

وجہ : عن ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ دخل المسجد فدخل رجل فصلی ثم جاء فسلم علی النبی ﷺ

الانتقال لغیرھا(۳۹۵) والاطمئنان فی الارکان (۳۹۶)و القعود الاول وقراءۃ التشھد فیہ فی

فرد النبی ﷺ علیہ السلام فقال: ارجع فصل فانک لم تصل ....ثم ارکع حتی تطمئن راکعاً ثم ارفع حتی تعتدل قائما ، ثم اسجد حتی تطمئن ساجداً ثم ارفع حتی تطمئن جالساً ، ثم اسجد حتی تطمئن ساجدا ، ثم افعل ذالک فی صلاتک کلھا ۔ (بخاری شریف، باب امر النبی ﷺ الذی لا یتم رکوعہ بالاعادۃ،ص ۱۲۸،نمبر ۷۹۳/ابوداود شریف، باب صلوۃ من لا یقیم صلبہ فی الرکوع ولا السجود،ص ۱۳۲،نمبر ۸۵۶)اس حدیث میں ہے کہ دوسرا سجدہ کرے۔

ترجمہ : (۳۹۵) [۷]تمام ارکان کا اطمینان سے ادا کرنا۔

تشریح : اطمینان سے تمام ارکان ادا کرنے کو تعدیل ارکان، کہتے ہیں، یہ واجب ہے۔اوپر کی دیہاتی والی حدیث میں تعدیل ارکان نہ کرنے پر نماز کو دہرانے کا حکم دیا

وجہ : (۱)اوپر والی حدیث ہے۔(۲)یہ حدیث بھی ہے. عن ابی مسعود البدری قال قال رسول اللہ ﷺ لا تجزیء صلاۃ الرجل حتی یقیم ظھرہ فی الرکوع و السجود ۔(ابوداود شریف،باب صلوۃ من لا یقیم صلبہ فی الرکوع ولا السجود،ص ۱۳۲،نمبر ۸۵۵/ترمذی شریف، باب ماجاء فیمن لا یقیم صلبہ فی الرکوع ولا السجود،ص ۶۳،نمبر ۲۶۵) اس حدیث میں ہے کہ جو تعدیل ارکان نہ کرے اس کی نماز ہی نہیں ہوگی،اس لئے تعدیل ارکان واجب ہے۔

ترجمہ : (۳۹۶) [۸]پہلا قعدہ۔ [۹]پہلے قعدہ میں تشہد پڑھنا،صحیح روایت میں۔[۱۰] اخیر قعدہ میں تشہد پڑھنا۔

تشریح : یہاں تین مسئلے ہیں[۱] چار رکعت والی فرض نماز میں پہلے قعدہ میں بیٹھنا واجب ہے[۲] دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ پہلے قعدہ میں تشہد پڑھنا بھی واجب ہے۔[۳] تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ قعدہ اخیرہ میں تشہد پڑھنا واجب ہے۔

وجہ : (۱) عن عبد اللہ بن بحینۃ انہ قال صلی لنا رسول اللہ ﷺ رکعتین ثم قام فلم یجلس فقام الناس معہ فلما قضی صلاتہ و انتظرنا التسلیم کبر فسجد سجدتین و ھو جالس قبل التسلیم ثم سلم ۔ (ابوداود شریف، باب من قام من ثنتین ولم یتشھد ،ص ۱۵۷،نمبر ۱۰۳۴)اس حدیث میں ہے کہ قعدہ اولی واجب ہے جسکے چھوڑنے سے سجدہ سہو کیا۔(۲) اس حدیث میں بھی ہے۔عن المغیرۃ بن شعبۃ قال قال رسول اللہ ﷺ ((اذا قام الامام فی الرکعتین فان ذکر قبل أن یستوی قائما فلیجلس ، فان استوی قائما فلا یجلس و یسجد سجدتی السھو)) ۔(ابوداود شریف، باب من نسی أن یتشھد وھو جالس ،ص ۱۵۷،نمبر ۱۰۳۶)اس حدیث میں ہے کہ قاعدہ اولی بھول جائے تو سجدہ سہو کرے، کیونکہ قعدہ اولی واجب ہے۔(۳) قعدہ اولی اور قعدہ ثانیہ میں تشہد پڑھنا واجب ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ قال عبد اللہ بن مسعود کنا اذا صلینا خلف النبی ﷺ فقال ان اللہ ھو السلام فاذا صلی احدکم فلیقل التحیات للہ ، ۔(بخاری شریف، باب التشھد فی الآخرۃ ص ۱۳۵،نمبر ۸۳۱/مسلم شریف، باب التشھد فی الصلاۃ،ص ۱۷۱،نمبر

الصحیح وقراء ته فی الجلوس الاخیر(۳۹۷)والقیام الی الثالثة من غیر تراخ بعد التشهد

۴۰۲/۸۹۷/ابوداودشریف، باب التشہد ،ص۱۴۷،نمبر۹۶۸)اس حدیث میں , فلیقل ،امر کا صیغہ ہے جو وجوب پر دلالت کرتا ہے(۴)حدیث میں ہے کہ تشہد کہہ لوگےتو نماز ہوجائے گی جس سے معلوم ہوا کہ تشہد واجب ہے۔حدیث یہ ہے ۔وان رسول اللہ ﷺ اخذ بید عبد الله بن مسعود فعلمه التشهد فی الصلوة فذکر مثل دعاء حدیث الاعمش اذا قلت هذا اوقضیت هذا فقد قضیت صلوتک ان شئت ان تقوم فقم وان شئت ان تقعد فاقعد ۔(ابوداؤدشریف،باب التشہد ،ص۱۴۷،نمبر۹۷۰)اس حدیث میں ہے کہ تشہد کہہ لوگےتو نماز پوری ہوجائے گی ۔جس سے معلوم ہوا کہ واجب ہے۔(۵) آیت میں اسکا اشارہ ہے کہ تشہد پڑھنا چاہئے کیونکہ اس میں حضورؐ پر سلام ہے۔آیت یہ ہے۔ ان الله و ملآئکته یصلون علی النبی یا ایها الذین آمنوا صلوا علیه وسلموا تسلیما (آیت۵۶،سورۃ الاحزاب۳۳) اس آیت میں سلموا تسلیما ، سے تشہد پڑھنے کی طرف اشارہ ہے اسلئے کہ تشہد میں سلام ہوتا ہے۔(۶)اثر میں ہے۔عن عمر بن الخطاب قال: لا تجوز الصلوة الا بتشهد ۔(مصنف عبدالرزاق، باب من نسی التشہد ، ج ثانی،ص۱۳۴،نمبر۳۰۸۵)اس اثر میں ہے کہ بغیر تشہد کے نماز ہی نہیں ہوگی اسلئے تشہد واجب ہوگا۔

ترجمه: (۳۹۷) [۱۱] تشہد کے بعد بغیر مہلت کے تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہوجانا۔

تشریح : چار رکعت فرض نماز ہوتو قعدہ اولی میں صرف تشہد پڑھے گا، درود شریف اور دعا نہیں پڑھے گا، اس لئے تشہد پڑھنے کے بعد کسی اور چیز کو پڑھے بغیر تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہوجائے یہ بھی واجب ہے۔

وجه : (۱)حدیث میں ہے۔عن عبد الله بن مسعود قال : علمنی رسول الله ﷺ التشهد فی وسط الصلوة و فی آخرها ....قال : ثم ان کان فی وسط الصلوة نهض حین فرغ من تشهده ، و ان کان فی آخرها دعا بعد تشهده بما شاء أن یدعو، ثم یسلم ۔(مسند احمد، مسند عبداللہ بن مسعود، ج ثانی،ص۴۴،نمبر۴۳۶۹) اس حدیث میں ہے کہ قعدہ اولی میں تشہد سے زیادہ نہ پڑھے۔(۲) عن عبد الله بن مسعود قال کان النبی ﷺ فی الرکعتین کانه علی الرضف قلت حتی یقوم قال ذلک یرید (نسائی شریف، باب التخفیف فی التشہد الاول،ص۱۶۴،نمبر۱۱۷۷/ابوداؤد شریف، باب فی تخفیف القعود،ص۱۵۱نمبر۹۹۵)اس حدیث میں ہے کہ آپؐ قعدۂ اولی میں اتنی جلدی اٹھتے تھے جیسے آپ گرم پتھر پر ہوں۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قعدۂ اولی میں تشہد سے زیادہ نہ پڑھے۔

فائده : امام شافعیؒ کے نزدیک قعدۂ اولی میں بھی تشہد کے بعد درود پڑھے گا۔ موسوعہ میں عبارت یہ ہے۔و التشهد و الصلوة علی النبی ﷺ فی التشهد الاول فی کل صلوة . غیر الصبح، تشهدان ، تشهد اول ، و تشهد آخر، ان ترک التشهد الاول ، و الصلوة علی النبی ﷺ فی التشهد الاول ساهیا ، لا اعادة علیه ، و علیه

(۳۹۸) ولفظ السلام دون علیکم

سجدتا السهو لترکه ۔(موسوعۃ امام شافعیؒ، باب التشهد والصلوۃ علی النبی ﷺ، ج ثانی،ص۱۹۳،نمبر ۱۴۵۶)اس عبارت سے معلوم ہوا کہ پہلے تشہد میں بھی درود شریف واجب ہے۔

وجه : ان کی دلیل وہ آیت اور احادیث ہیں جن میں تشہد کے بعد درود شریف کی فضیلت آئی ہے۔(۱) دلیل یہ آیت ہے۔ان الله و ملئكته يصلون على النبي يا ايها الذين آمنوا صلوا عليه وسلموا تسليما.(آیت ۵۶،سورۃ الاحزاب ۳۳) اس آیت سے زندگی میں ایک مرتبہ درود پڑھنا فرض ہے اور نماز میں پڑھنا سنت ہے(۲) حدیث میں ہے عن كعب بن عجرة .... فقلنا قد عرفنا كيف نسلم عليك فكيف نصلي عليك؟ قال قولوا اللهم صلى على محمد الخ. (مسلم شریف، باب الصلوۃ علی النبی بعد التشهد ،ص۱۷۳،نمبر ۴۰۶/۹۰۸/ابوداؤد شریف، باب الصلوۃ علی النبی بعد التشهد ،ص۱۴۹ نمبر ۹۷۶)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تشہد کے بعد حضورؐ پر درود پڑھنا چاہئے (۳) عن سهل بن سعد ان النبي ﷺ قال لا صلوة لمن لم يصل على نبيه ﷺ . (دار قطنی ، باب ذکر وجوب الصلوۃ علی النبی فی التشهد ،ص۳۴۷،نمبر ۱۳۲۷)اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ حضورؐ پر درود پڑھنا چاہئے ۔اسلئے امام شافعیؒ کے نزدیک پہلے تشہد کے بعد بھی درود شریف پڑھنا واجب ہے۔

نوٹ : [۱] بعض ائمہ کی اور عوام کی عام عادت یہ ہے کہ قعدہ اولی میں بھی تشہد کے بعد درود شریف پڑھ لیتے ہیں،اس لئے یہ عموم بلوی ہے،[۲] اور تشہد کے بعد درود شریف کی حدیث بھی موجود ہے اور امام شافعیؒ کا مسلک بھی[۳] صرف نور الایضاح کی عبارت سے مترشح ہوتا ہے کہ فورا اٹھنا واجب ہے،لیکن سجدہ سہو لازم ہونے کی تشریح یہاں بھی نہیں ہے،اور نہ اس کے لئے کوئی حدیث ہے اس لئے بھول سے پڑھنے سے سجدہ سہو لازم کرنا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔

ترجمه : (۳۹۸) [۱۲] لفظ السلام کہنا نہ علیکم۔

تشــریــح : لفظ السلام، کہنا واجب ہے اسی سے نماز پوری ہو جائے گی،اس کے بعد علیکم ورحمۃ اللہ،تک کہنا سنت ہے، یہ کہنا چاہئے،لیکن واجب نہیں۔

وجه: (۱)عن ابی سعيد قال قال رسول الله ﷺ مفتاح الصلوة الطهور وتحريمها التكبير وتحليلها التسليم ۔(ترمذی شریف، باب ما جاء فی تحریم الصلوۃ وتحلیلها،ص۶۲،نمبر ۲۳۸/ابوداؤد شریف، باب الامام یحدث بعد ما یرفع رأسہ من آخر رکعۃ ،ص۱۰۰،نمبر ۶۱۸)اس حدیث میں صرف سلام کو نماز سے نکلنے کا سبب قرار دیا ہے،اس لئے صرف سلام واجب ہے۔(۲) دوسری حدیث یہ ہے۔عن عبد الله ان النبي ﷺ كان يسلم عن يمينه وعن شماله حتى يرى بياض خده، السلام عليكم ورحمة الله ،السلام عليكم ورحمة الله (ابوداؤد شریف، باب فی السلام،ص۱۵۱،نمبر ۹۹۶/

(۳۹۹) وقنوت الوتر(۴۰۰) وتکبیرات العیدین (۴۰۱) وتعیین التکبیر لافتتاح کل صلوۃ لا

بخاری شریف، باب التسلیم،ص ۱۱۶،نمبر ۸۳۷ر ترمذی شریف، باب ماجاء فی التسلیم فی الصلوۃ،ص ۶۵،نمبر ۲۹۵)اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سلام پھیرنا چاہئے اس طرح کہ کنارے والوں کو گال نظر آنے لگے۔

ترجمہ : (۳۹۹) [۱۳] وتر میں قنوت پڑھنا۔

تشریح : وتر میں دعاء قنوت پڑھنا واجب ہے۔

وجہ: (۱)حدیث میں ہے۔قال الحسن بن علی علمنی رسول اللہ ﷺ کلمات اقولھن فی الوتر . (ابوداؤد شریف، باب القنوت فی الوتر،ص ۲۱۳،نمبر ۱۴۲۵ر ابن ماجہ شریف، باب ماجاء فی القنوت فی الوتر،ص ۱۶۵،نمبر ۱۱۷۸)اس حدیث میں ہے کہ دعاء قنوت خاص طور پر سکھلائی جس سے قنوت کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔(۲) عن ابی بن کعب ان رسول اللہ ﷺ قنت فی الوتر قبل الرکوع. (ابوداؤد شریف، باب القنوت فی الوتر،ص ۲۱۳،نمبر ۱۴۲۷ر نسائی شریف، باب ذکر اختلاف الفاظ الناقلین بخبر ابی بن کعب فی الوتر ص ۲۴۳،نمبر ۱۷۰۰ر ابن ماجہ شریف، باب ماجاء فی القنوت قبل الرکوع وبعدہ،ص ۱۶۶،نمبر ۱۱۸۲)اس حدیث میں ہے کہ وتر میں دعاء قنوت پڑھے۔(۳) عن ابراھیم قال لا وتر الا بقنوت ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من قال لا وتر الا بقنوت، ج ثانی،ص ۱۰۲،نمبر ۶۹۵۹)اس قول تابعی میں ہے کہ قنوت کے بغیر وتر نہیں ہے جس سے وجوب کا ثبوت ہوتا ہے۔

ترجمہ : (۴۰۰)[۱۴]عیدین کی زائد تکبیریں۔

تشریح : عیدین کی تکبیر زوائد واجب ہیں۔تکبیر زوائد چھ ہیں یا سات اس بارے میں اختلاف ہے لیکن تکبیر زائد ہیں اس بارے میں سب کا اتفاق ہے۔

وجہ : (۱) سأل ابو موسی الاشعری و حذیفۃ بن الیمان کیف کان رسول اللہ یکبر فی الاضحی والفطر؟ فقال ابو موسی کان یکبر اربعا تکبیرۃ علی الجنائز فقال حذیفۃ صدق (ابوداؤد شریف، باب التکبیر فی العیدین ص ۱۷۲،نمبر ۱۱۵۳ر سنن للبیھقی، باب ذکر الخبر الذی روی فی التکبیر اربعا، ج ثالث،ص ۴۰۸،نمبر ۶۱۸۳ر مصنف عبد الرزاق، باب التکبیر فی الصلوۃ یوم العید ج ثالث ص ۱۶۷ نمبر ۵۷۰۴)

ترجمہ : (۴۰۱) [۱۵] ہر نماز کو شروع کرنے کے لئے تکبیر متعین کرنا، خاص عیدین کے لئے ہی ضروری نہیں۔

تشریح : صرف عیدین میں ,اللہ اکبر، کہہ کر نماز شروع کرے ایسا نہیں ہے، بلکہ تمام نمازوں کو ,اللہ اکبر، کہہ کر شروع کرے اور تحریمہ باندھے۔ہدایہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی تعظیم کے لئے کسی بھی لفظ سے نماز شروع کرنا فرض ہے، البتہ ,اللہ اکبر، کہنا سنت ہے۔

العیدین خاصة(۴۰۲) وتکبیرة الرکوع فی ثانیة العیدین(۴۰۳) وجهر الامام بقراء ۃ الفجر واولیی العشاء ین ولو قضاء والجمعة والعیدین والتراویح والوتر فی رمضان

وجه :(۱) آیت میں ہے۔ وذکر اسم ربه فصلی. (آیت۱۵،سورۃ الاعلی ۸۷)(۲) آیت میں ہے۔ وربک فکبر. (آیت۳،سورۃ المدثر ۷۴)اس آیت میں ہے کہ اللہ اکبر کہو۔(۳) سمعت ابا حمید الساعدی یقول کان رسول اللہ ﷺ اذا قام الی الصلوة استقبل القبلة ورفع یدیه وقال :الله اکبر ، (ابن ماجہ شریف، باب افتتاح الصلوۃ،ص ۱۱۴،نمبر ۸۰۳)اس حدیث میں ہے کہ نماز کو اللہ کہہ کر شروع کرے۔

ترجمه : (۴۰۲) [۱۶] رکوع کی تکبیر عیدین کی دوسری رکعت میں۔

تشریح : عید کی تکبیر زوائد کے علاوہ جب رکوع میں جائے تو اللہ اکبر کہے۔

وجه :(۱) عن ابی حمید الساعدی ....فاذا اراد ان یرکع رفع یدیه حتی یحاذی بهما منکبیه ثم قال الله اکبر .(ترمذی شریف، باب ماجاء فی وصف الصلوۃ، باب منہ،ص ۸۲،نمبر ۳۰۴)(۲) سل هذا لعبد الله ابن مسعود ، فسأله فقال ابن مسعود : یکبر اربعا ، ثم یقرأ ، ثم یکبر فیرکع ، ثم یقوم فی الثانیة فیقرأ ، ثم یکبر أربعا بعد القرأة ۔(مصنف عبد الرزاق، باب التکبیر فی الصلوۃ یوم العید، ج ثالث،ص ۱۶۷،نمبر ۵۷۰۵/مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ۴۲۰، فی التکبیر فی العیدین واختلافھم فیہ، ج اول،ص ۴۹۴،نمبر ۵۷۰۴) اس قول صحابی میں ہے کہ تکبیر زوائد کے علاوہ رکوع کی تکبیر کہہ کر رکوع میں جائے۔

ترجمه : (۴۰۳) [۱۷] امام قرأت جہر کر کے کرے فجر میں، مغرب اور عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں، چاہے قضا ہو، جمعہ میں، عیدین میں، تراویح میں، اور رمضان کی وتر میں۔

تشریح : ان سات مقامات پر قرأت زور سے پڑھنا واجب ہے۔[۱] فجر کی دونوں رکعتوں میں [۲] مغرب کی پہلی دو رکعتوں میں ۔[۳] عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں [۴] جمعہ کی دونوں رکعتوں میں [۵] عیدین کی دونوں رکعتوں میں [۶] تراویح کی تمام رکعتوں میں [۷] رمضان کی وتر میں قرأت زور سے پڑھنا واجب ہے۔۔ایک دو آیت جہری کو سری پڑھ لے یا سری کو جہری پڑھ لے تو اس پر سجدہ سہو لازم ہو جائے اس کے لئے کوئی حدیث نہیں ملی۔

وجه: (۱) عن انس أن جبرئیلؑ اتی النبی ﷺ بمکة حین زالت الشمس و أمره أن یوذن للناس بالصلوة حین فرضت علیهم ، فقام جبرئیلؑ امام النبی ﷺ و قامو الناس خلف رسول الله ﷺ قال : فصلی أربع رکعات لا یجهر فیها بقرأة....ثم امهل حتی اذا دخل وقت العصر ، صلی بهم أربع رکعات لا یجهر فیها بالقرأة ....ثم امهل حتی اذا وجبت الشمس صلی بهم ثلاث رکعات یجهر فی رکعتین بالقرأة و لا یجهر

فی الثالثة ، ثم امهله حتی اذا ذهب ثلث اللیل صلی بهم أربع رکعات یجهر فی الاولیین بالقرأة ، و لا یجهر فی الاخریین بالقرأة ، ثم امهل حتی اذا طلع الفجر صلی بهم رکعتین یجهر فیهما بالقرأة ۔(دار قطنی ،باب امامة جبرئیل، ج اول ،ص ۲۶۸ ،نمبر۱۰۱۱)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فجر کی دونوں رکعتوں میں جہری قرأت کرے اور مغرب اور عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں جہری قرأت کرے اور مغرب کی تیسری رکعت میں اور عشا کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سری قرأت کرے۔(۲)حدیث میں ۔عن ابن عباس قال انطلق النبی ﷺ... وهو یصلی باصحابه صلوة الفجر فلما سمعوا القرآن استمعوا له. (بخاری شریف، باب الجهر بقراءة صلوة الصبح ص ۱۲۵،نمبر ۷۷۳ رمسلم شریف، باب الجهر بالقراءة فی الصبح والقراءة علی الجن ،ص ۱۸۹ ،نمبر ۱۰۰۶/۴۴۹)اس باب میں جنات کے سامنے فجر کی نماز میں جہری قرأت کرنے کی کئی حدیثیں ذکر کی گئی ہیں ۔جن سے معلوم ہوتا ہے کہ فجر کی نماز میں جہری قرأت ہے اگر خود امام ہو تو۔(۳)مغرب میں جہری قرأت کی دلیل یہ ہے ۔جبیر بن مطعم عن ابیه قال سمعت رسول الله ﷺ قرء فی المغرب بالطور .(بخاری شریف، باب الجهر فی المغرب ،ص ۱۰۵،نمبر ۷۶۵)سمعت کے لفظ سے پتہ چلا کہ آپؐ نے قرأت جہری کی ہے تب ہی تو راوی نے سورۂ طور سنی۔ (۴)عشا کی نماز میں جہری قرأت کرنے کی دلیل یہ حدیث ہے ۔سمعت البراء ان النبی ﷺ کان فی سفر فقرء فی العشاء فی احدی الرکعتین بالتین والزیتون ۔(بخاری شریف، باب الجهر فی العشاء،ص ۱۲۴،نمبر ۷۶۷ رمسلم شریف، باب القراءة فی العشاء،ص ۱۹۳ ،نمبر ۱۰۳۷/۴۶۴)یہاں بھی سمعت کے لفظ سے معلوم ہوا کہ آپ نے عشا کی نماز میں قرأت جہری کی ہے۔(۵)جمعہ اور عیدین میں جہری قرأت کرے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔عن النعمان بن بشیر قال : کان رسول الله ﷺ یقرأ فی العیدین و فی الجمعة ﴿سبح اسم ربک الاعلی﴾و ﴿هل أتاک حدیث الغاشیة ﴾(مسلم شریف، باب مایقرأ فی الجمعة ،ص ۳۵۱،نمبر ۲۰۲۸/۸۷۸ رابو داود شریف، باب مایقرأ فی الجمعة ،ص ۱۶۹،نمبر ۱۱۲۲)اس حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ عیدین میں اور جمعہ میں سبح اسم ،اور ھل اتاک حدیث الغاشیہ پڑھتے تھے جس سے معلوم ہوا کہ اس میں قرأت زور سے کرتے تھے تب ہی تو صحابہ نے حضورؐ کی قرأت سنی۔ (۶) قلت لعطاء : ما یجهر به الصوت من القرأة من صلاة اللیل و النهار من المکتوبة ؟ قال : الصبح و الاولیین العشاء ، و الاولیین المغرب ، و الجمعة اذا کانت فی جماعة ، فاما اذا کان المرأ وحده فلا ۔(مصنف عبد الرزاق، باب ما یجهر من القرأة فیه من الصلوة، ج ثانی، ص ۶۵ ،نمبر ۲۶۵۷)اس اثر میں ہے کہ جمعہ میں بھی قرأت زور سے کی جائے گی ،اور اسی پر عیدین کو قیاس کیا جائے گا۔(۷) تراویح میں اور رمضان کے وتر میں جہری قرأت کرے اس کے لئے یہ اثر ہے۔ عن عائشة زوج النبی ﷺ ان النبی ﷺ صلی فی المسجد فصلی بصلاته ناس ثم صلی من القابلة فکثر الناس ثم اجتمعوا من اللیلة الثالثة فلم

(۴۰۴) والاسرار فی الظهر والعصر وفیما بعد اولیی العشاء ین ونفل النهار(۴۰۵) والمنفرد مخیَّر

یخرج الیهم رسول الله ﷺ فلما اصبح قال قد رأیت الذی صنعتم فلم یمنعنی من الخروج الیکم الا انی خشیت ان تفرض علیکم و ذالک فی رمضان ۔(ابوداودشریف، باب فی قیام شہر رمضان ،ص ۲۰۵،نمبر ۱۳۷۳)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تراویح میں جماعت ہوگی اس لئے اس میں جہری قرأت ہوگی۔(۸)اور وتر کے لئے یہ قول صحابی ہے۔عن علی قال دعا القراء فی رمضان فامرهم منهم رجلا یصلی بالناس عشرین رکعة قال و کان علی یوتر بهم . (سنن للبیهقی ، باب ماروی فی عدد رکعات القیام فی شہر رمضان ، ج ثانی ،ص ۶۹۹،نمبر ۴۶۲۰)اس اثر سے معلوم ہوا کہ قاری تراویح پڑھائے گا اور وتر پڑھائے گا تو زور سے ہی پڑھائے گا۔

ترجمه : (۴۰۴) [۱۸] ظہر اور عصر کی تمام رکعتوں میں اور مغرب اور عشا کی پہلی دو رکعت کے سوا باقی رکعتوں میں۔اور دن کی نفل نمازوں میں قرأت آہستہ پڑھنا۔

تشریح : ان پانچ مقامات پر قرأت سری کرے[۱] ظہر کی تمام رکعتوں میں [۲]عصر کی تمام رکعتوں میں [۳]مغرب کی تیسری رکعت میں [۴]عشاء کی تیسری اور چوتھی رکعت میں [۵]دن کی نوافل میں قرأت اہستہ کرنا واجب ہے۔

وجه : (۱) عن ابی قتادة عن ابیه قال کان النبی ﷺ یقرأ فی الرکعتین من الظهر والعصر بفاتحة الکتاب وسورة سورة ویسمعنا الآیة احیانا (بخاری شریف، باب القراءة فی الظهر والعصر،ص ۱۲۳،نمبر ۷۶۲رمسلم شریف، باب القراءة فی الظهر والعصر،ص ۱۹۰،نمبر ۱۰۱۲/۴۵۱)یسمعنا الآیة احیانا سے معلوم ہوا کہ آپؑ پہلی دونوں رکعتوں میں قرأت آہستہ کرتے تھے۔(۲) عن انس أن جبرئیلؑ اتی النبی ﷺ بمکة حین زالت الشمس و أمره أن یوذن للناس بالصلوة حین فرضت علیهم ، فقام جبرئیلؑ امام النبی ﷺ و قاموا الناس خلف رسول الله ﷺ قال : فصلی أربع رکعات لا یجهر فیها بقرأة....ثم امهل حتی اذا دخل وقت العصر ، صلی بهم أربع رکعات لا یجهر فیها بالقرأة ۔(دارقطنی ، باب امامة جبرئیل،، ج اول،ص ۲۶۸،نمبر ۱۰۱۱) اس حدیث میں ہے کہ ظہر اور عصر میں قرأت آہستہ کی۔(۳) ۔عن الحسن قال : صلوة النهار عجماء و صلاة اللیل تسمع اذنیک ۔(مصنف ابن ابی شیبة، ۱۳۹فی قرأة النهار کیف هی فی الصلوة ، ج اول،ص ۳۲۰،نمبر ۳۶۶۴رمصنف عبدالرزاق، باب قرأة النهار، ج ثانی ،ص ۳۲۵،نمبر ۴۲۱۳) اس قول تابعی میں ہے کہ دن کی تمام نمازوں میں آہستہ قرأت کرے۔

ترجمه : (۴۰۵) اور تنہا نماز پڑھنے والے کو جہری نماز میں اختیار ہے، جیسے کہ رات میں نفل پڑھنے والے کو اختیار ہے۔

تشریح : جو آدمی تنہا نماز پڑھ رہا ہو تو جہری نماز میں اس کو اختیار ہے کہ زور سے قرأت کرے اور اپنے آپ کو سنائے ،اور یہ بھی اختیار ہے کہ آہستہ پڑھے، کیونکہ جماعت نہیں ہے اس لئے کسی کو سنانے کی ضرورت نہیں ہے۔

فیما یجهر کمتنفل باللیل (۴۰۶)ولو ترک السورۃ فی اولیی العشاء قرأها فی الأُخریین مع الفاتحة

وجه: (ا) قلت لعطاء : ما یجهر به الصوت من القرأة من صلاة اللیل و النهار من المکتوبة ؟ قال : الصبح و الاولیین العشاء ، و الاولیین المغرب ، و الجمعة اذا کانت فی جماعة ، فاما اذا کان المرأ وحده فلا ، هی الظهر حینئذ ۔(مصنف عبدالرزاق، باب ما تجهر من القرأة فیه من الصلوۃ، ج ثانی ،ص ۶۵، نمبر ۲۶۵۷)اس اثر میں ہے کہ آدمی جماعت کے ساتھ ہو تو جہر کرے اور تنہا ہو تو ضروری نہیں ہے (۲)اس کی دلیل یہ اثر بھی ہے عن نافع ان عبد الله بن عمر کان اذا فاته شیء من الصلوة مع الامام فیما جهر فیه الامام بالقراء ة انه اذا سلم الامام قام عبد الله فقرء لنفسه فیما یقضی و جهر (مؤطا امام مالک، باب العمل فی القراءۃ ص ۶۴)اس اثر سے معلوم ہوا کہ جہری نماز اکیلے پڑھتا ہو تو زور سے قرأت پڑھ سکتا ہے۔ کیونکہ عبداللہ بن عمرؓ زور سے پڑھتے تھے۔(۳) رات میں نفل پڑھنے والے کو اختیار ہے کہ زور سے قرأت پڑھے اور اس کا بھی اختیار ہے کہ آہستہ قرأت پڑھے۔اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن ابن عباس قال : کانت قراء ة النبی ﷺ علی قدر ما یسمعه من فی الحجرة و هو فی البیت . (ابوداود شریف، باب رفع الصوت بالقرأۃ فی صلوۃ اللیل ،ص ۱۹۸، نمبر ۱۳۲۷)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رات کی نفل میں قرأت زور سے بھی پڑھی جا سکتی ہے۔(۴)اور اس حدیث میں ہے کہ پڑھنے والے کو اختیار ہے۔ قال : سألتُ عائشة کیف کانت قرأة النبی ﷺ باللیل ؟ [أ کان یسر بالقرأة أم یجهر ؟] فقالت : کل ذالک قد کان یفعل ، ربما اسر بالقرأة و ربما جهر فقلت : الحمد لله الذی جعل فی الامر سعة . (ترمذی شریف، باب ماجاء فی القرأۃ باللیل ،ص ۱۱۹، نمبر ۴۴۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سری اور جہری دونوں قرأت کر سکتا ہے۔

ترجمہ :(۴۰۶) اور عشا کی پہلی دو رکعت میں سورت چھوڑ دے تو اس کو اخیر میں فاتحہ کے ساتھ جہر سے پڑھے۔اور سورۂ فاتحہ چھوڑ دے تو اخیر میں اس کو مکرر نہ پڑھے۔

تشریح : عشاء کی پہلی دو رکعت میں سورت ملانا چھوڑ دیا تو اس کو دوسری دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے ساتھ پڑھے اور دونوں میں جہری قرأت پڑھے، کیونکہ سورت میں سری کریں تو جہری چھوٹ گئی اس لئے جہری پڑھے،اور سورت فاتحہ کو سری پڑھے تو ایک ہی رکعت میں جہری اور سری جمع کرنا لازم آئے گا اس لئے دونوں ہی کو جہری پڑھے۔

وجه : (ا) عن علی قال اذا نسی الرجل ان یقرأ فی الرکعتین الأولین من الظهر و العصر و العشاء فلیقرأ فی الرکعتین الاخریین و قد أجزأعنه ۔(مصنف عبدالرزاق، باب من نسی القرأۃ، ج ثانی ،ص ۸۱، نمبر ۲۷۵۹)اس قول صحابی میں ہے کہ پہلی رکعت میں قرأت بھول گیا تو دوسری رکعت میں قرأت کرے۔(۲)اور جہری قرأت کرنے کا استدلال اس حدیث کے اشارۃ النص سے کیا۔عن ابی قتادہ قال: خطبنا رسول الله ﷺ ....فصلی رسول الله ﷺ رکعتین

جھرا(۴۰۷) ولو ترک الفاتحة لا یکرّرِھا فی الاُخریین

، ثم صلی الغداۃ فصنع کما کان یصنع کل یو م ۔(مسلم شریف، باب قضاء الصلوۃ الفائتۃ واستحباب تعجیل قضائھا،ص ۲۳۸،نمبر۱۵۶۲/۶۸۱)اس حدیث میں ,کما کان یصنع کل یوم ، کے اشارۃ النص سے استدلال فرمایا ہے کہ ہر دن فجر میں جہری قرأت کرتے تھے تو اس دن بھی سورج طلوع ہونے کے بعد بھی جہری قرأت ہی کی ہے،جس سے ثابت ہوا کہ جہری کو بعد میں ادا کرنا ہو تو جہری ہی ادا کرے۔

ترجمہ : (۴۰۷) اور اگر پہلی رکعت میں سورت فاتحہ چھوڑ دیا تو دوسری دو رکعت میں مکرر نہ پڑھے۔

تشریح : پہلی دو رکعتوں میں سورت ملا ئی لیکن فاتحہ چھوڑ دیا تو دوسری دو رکعتوں میں اس کا اپنا فاتحہ پڑھے گا،اب پہلی دو رکعتوں کا بھی فاتحہ پڑھے گا تو سورہ فاتحہ دو دو مرتبہ ہو جائے گا،اس لئے دو مرتبہ نہ کرے اس لئے کہ اس سے کوئی فائدہ نہیں ہے،البتہ فاتحہ واجب ہے اس لئے اس کے چھوڑنے سے سجدہ سہو کرلے نماز ہو جائے گی۔

﴿فصل :(فی سننها) وهی احدی و خمسون﴾

﴿فصل: نماز کی سنتوں کے بیان میں﴾

نماز میں اکیاون (۵۱) سنتیں ہیں:

۱:......مرد اور لونڈی کو تکبیر تحریمہ کے وقت کانوں کے برابر دونوں ہاتھ اٹھانا۔

۲:......انگلیاں کشادہ رکھنا۔

۳:......مقتدی کا تحریمہ امام کے تحریمہ سے ملا ہوا ہو۔

۴:......مرد ناف کے نیچے داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے۔

۵:......عورت اپنے دونوں ہاتھوں کو بغیر حلقہ کئے سینے پر رکھے۔

۶:......**سبحانک اللهم (الخ)** پڑھنا۔

۷:......قرأت کے لئے **اعوذ بالله** پڑھنا۔

۸:......ہر رکعت کے اول میں **بسم الله** پڑھنا۔

۹:......آمین کہنا۔

۱۰:......ربنا لک الحمد کہنا۔

۱۱:......ان سب کو آہستہ کہنا۔

۱۲:......تحریمہ کے وقت بغیر سر جھکائے سیدھا کھڑا ہونا۔

۱۳:......امام کا تکبیر۔

۱۴:......اور سمع اللہ زور سے کہنا۔

۱۵:......قیام میں قدموں کا باندازہ چار انگل کے کشادہ رکھنا۔

۱۶:......صبح اور ظہر میں طوال مفصل سے اور عصر وعشا میں اوساط مفصل سے اور مغرب میں قصار مفصل سے پڑھنا۔

۱۷:......صرف فجر کی نماز میں پہلی رکعت دراز کرے۔

۱۸:......رکوع کی تکبیر۔

۱۹:......اس میں تین بار تسبیح کہنا۔

۲۰:......دونوں ہاتھوں سے اپنے دونوں گھٹنوں کو پکڑنا۔

۲۱:......انگلیوں کو کشادہ رکھنا، ہاں عورت کشادہ نہ رکھے۔

۲۲:......دونوں پنڈلیوں کو کھڑا رکھنا۔

۲۳:......پشت پھیلی ہوئی رکھنا۔

۲۴:......سر سرین کے برابر رکھنا۔

۲۵:......رکوع سے اٹھنا۔

۲۶:......اس کے بعد اطمینان سے کھڑا رہنا۔

۲۷:......سجدہ میں پہلے دونوں گھٹنوں کو رکھنا، پھر دونوں ہاتھ، پھر منھ رکھنا۔

۲۸:......اٹھنے کے وقت اس کا برعکس کرنا۔

۲۹:......سجدہ کی تکبیر۔

۳۰:......سجدے سے اٹھنے کی تکبیر۔

۳۱:......سجدہ دونوں ہتھیلی کے درمیان کرنا۔

۳۲:......سجدہ میں تین بار تسبیح کہنا۔

۳۳:......مرد پیٹ کو ران سے اور کہنی کو پہلو سے اور ہاتھ کو زمین سے علیحدہ رکھے۔

۳۴:......عورت جھک جائے اور پیٹ کو ران سے ملادے۔

۳۵:......قومہ کرنا۔

۳۶:......دو سجدہ کے درمیان جلسہ کرنا۔

۳۷:......جلسہ میں دونوں ہاتھ رانوں پر قعدہ کے موافق رکھنا۔

۳۸:......بائیں پاؤں کو بچھانا اور داہنے کو کھڑا رکھنا۔

۳۹:......عورت سرین پر بیٹھے۔

۴۰:......التحیات میں لا الہ کے وقت انگلی اٹھائے اور الا اللہ کے وقت رکھ دے۔

۴۱:......آخری دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ پڑھنا۔

۴۲:...... قعدہ اخیرہ میں رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھنا۔

۴۳:......الفاظِ قرآن وحدیث کے مشابہ دعا کرنا، کلام الناس کے مشابہ نہیں۔

(۴۰۸) رفع الیدین للتحریمة حذاء الاذنین للرجل والامة وحذاء المنکبین للحرة

۴۴:......دونوں سلام میں داہنے پھر بائیں منھ پھیرنا۔

۴۵:......امام دونوں سلاموں میں مردوں اور نگہبان فرشتے کی نیت کرے۔

۴۶:......مقتدی اپنے اور محافظین فرشتے اور نیک قوم کی جس طرف سلام واقع ہونیت کرے۔

۴۷:......اکیلا صرف ملائکہ کی نیت کرے۔

۴۸:......دوسرے سلام کو پہلے سلام کی بنسبت آہستہ کہے۔

۴۹:......امام کے سلام کے مقارن سلام کہے۔

۵۰:......سلام داہنی جانب سے شروع کرے۔

۵۱:......مسبوق امام کے فارغ ہونے کا انتظار کرے۔

نماز میں اکیاون (۵۱) سنتیں ہیں: انکی تفصیل۔

ضروری نوٹ : سنت کا مطلب یہ ہے کہ کرنا بہتر ہے، ثواب ملے گا، اور نہ کرے تو سجدہ سہو لازم نہیں ہوگا، نماز ہو جائے گی

ترجمہ : (۴۰۸) [۱] مرد اور لونڈی کے لئے تکبیر تحریمہ کے وقت کانوں کے برابر دونوں ہاتھ اٹھانا۔ اور آزاد عورت شانوں تک اٹھائے۔

تشریح : یہاں تین مسئلے ہیں [۱] ایک یہ کہ تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ تکبیر سے پہلے نہ اٹھائے، اور نہ بہت بعد میں اٹھائے، بلکہ تکبیر کے ساتھ ہی ہاتھ بھی اٹھائے۔ [۲] دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مرد کانوں تک ہاتھ اٹھائے، یعنی کان کے اوپر حصے تک انگلی ہو اور کان کے نیچے حصے کے مقابل انگوٹھا ہو۔ اور باندی بھی یہی کرے، لیکن باندی کے لئے کوئی حدیث یا قول صحابی نہیں ملا، البتہ چونکہ وہ عورت ہے اس لئے اس کا تحریمہ آزاد عورت کی طرح ہونا چاہئے، واللہ اعلم۔ [۳] تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ آزاد عورت مونڈھے تک اپنا ہاتھ اٹھائے۔

وجہ : (۱) تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھائے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **أن ابن عمر ؓ کان اذا دخل فی الصلوۃ کبر و رفع یدیه ....و رفع ذالک ابن عمر الی النبی ﷺ** ۔ (بخاری شریف، باب رفع الیدین اذا قام من الرکعتین، ص ۱۲۰، نمبر ۷۳۹ / مسلم شریف، باب استحباب رفع الیدین حذو المنکبین مع تکبیرۃ الاحرام، ص ۱۶۶، نمبر ۸۶۵/۳۹۱ / ابو داؤد شریف، باب رفع الیدین، ص ۱۱۱، نمبر ۷۲۳) اس حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ تکبیر کے ساتھ ہی ہاتھ اٹھاتے تھے۔ (۲) اس حدیث میں اسکی صراحت ہے۔ **حدثنی أهل بیتی عن أبی أنه حدثهم أنه رأى رسول الله ﷺ یرفع یدیه مع التکبیر** ۔ (ابو داؤد شریف، باب رفع الیدین، ص ۱۱۱، نمبر ۷۲۵) اس حدیث میں صراحت ہے کہ ہاتھ اٹھانے کے ساتھ تکبیر کہتے تھے۔ (۳) مرد کان

(۴۰۹) ونشر الاصابع (۴۱۰) ومقارنة احرام المقتدی لاحرام امامه (۴۱۱) ووضع الرجل یده

تک ہاتھ اٹھائے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن عبد الجبار بن وائل عن ابیه : أنه أبصر النبی ﷺ حین قام الی الصلاة رفع یدیه حتی کانتابحیال منکبیه و حاذی بابهامیه أذنیه ثم کبر . (ابوداود شریف، باب رفع الیدین فی الصلوۃ، ص۱۱۳، نمبر ۷۲۴) اس حدیث میں ہے کہ ہتھیلی مونڈھے کے پاس ہو اور انگوٹھے کان کے پاس ہو اس طرح ہاتھ اٹھائے، اسی پر حنفیہ عمل کرتے ہیں تاکہ تمام احادیث پر عمل ہو جائے۔ (۴) کان کی لوتک انگلیاں رکھنے کی دلیل یہ حدیث ہے ۔عن مالک بن الحویرث ان رسول الله ﷺ کان اذا کبر رفع یدیه حتی یحاذی بهما اذنیه ۔(مسلم شریف، باب استحباب رفع الیدین حذو المنکبین، ص۱۶۸، نمبر ۳۹۱/۸۶۵) (۵) عورت اپنے ہاتھ کو مونڈھے تک اٹھائے اس کی دلیل یہ اثر ہے ۔عن الزهری قال ترفع یدیها حذو منکبیها ۔ دوسری روایت میں ہے۔ عن حماد انه کان یقول فی المرأة اذا استفتحت الصلاة ترفع یدیها الی ثدییها ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی المرأۃ اذا افتتحت الصلاۃ الی این ترفع یدیھا، ج اول، ص۲۱۶، نمبر ۲۴۷۲/۲۴۷۳) اس قول تابعی میں ہے کہ مونڈھے اور پستان تک اٹھائے۔

ترجمہ : (۴۰۹) [۲] انگلیاں کشادہ رکھنا۔

تشریح : ہاتھ اٹھاتے وقت انگلی ملی ہوئی نہ ہو بلکہ قدرے کشادہ ہو، یہ سنت ہے۔

وجہ : عن ابی هریرة قال کان رسول الله ﷺ اذا کبر للصلاة نشر اصابعه ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی نشر الاصابع عند التکبیر، ص۶۶، ۲۳۹) اس حدیث میں ہے کہ ہاتھ اٹھاتے وقت انگلیاں کھلی ہوتی تھیں۔

ترجمہ : (۴۱۰) [۳] مقتدی کا تحریمہ امام کے تحریمہ سے ملا ہوا ہو۔

تشریح : مقتدی کا تحریمہ امام سے پہلے نہ ہو اور نہ بہت بعد میں ہو تاکہ تکبیر افتتاح فوت نہ ہو جائے بلکہ امام کی تکبیر کے فوراً بعد میں ہو، اور مقتدی کی نماز امام کے ساتھ جڑی ہوئی ہو یہ سنت ہے۔

وجہ : (۱) عن انس بن مالک ؓ .....و قال انما جعل الامام لیؤتم به فاذا کبر فکبروا و اذا رکع فارکعوا و اذا رفع فارفعوا ۔(بخاری شریف، باب صلاۃ القاعد، ص۱۷۸، نمبر ۱۱۱۴؍ مسلم شریف، باب ائتمام المأموم بالامام، ص۱۷۴، نمبر ۴۱۱/۹۲۱) اس حدیث میں ہے کہ جب امام تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو، جس سے معلوم ہوا کہ امام کے ساتھ تکبیر کہے۔ (۲) عن عطاء قال قلت له لو خیل الی ان الامام قد کبر تکبیرة الافتاح فکبرت ثم کبرت بعد ؟ قال تکبر معه ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب الرجل یکبر قبل الامام، ج ثانی، ص۴۷، نمبر ۲۵۵۲) اس اثر میں ہے کہ امام کے ساتھ تکبیر تحریمہ کہو۔

ترجمہ : (۴۱۱) [۴] مرد اپنا دائیں ہاتھ بائیں ہاتھ پر اپنے ناف کے نیچے رکھے۔ اور رکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کا باطن حصہ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر رکھے چھنگلی اور انگوٹھے سے پہونچے کا حلقہ بنالے۔

الیمنیٰ علی الیسریٰ تحت سرته .وصفة الوضع ان یجعل باطن کف الیمنیٰ علی ظاهر کف الیسریٰ محلّقا بالخنصر والابهام علی الرسغ (۴۱۲) ووضع المرأة یدیها علی صدرها من غیر

تشریح : مرد کے لئے تحریمہ باندھنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ ہاتھ ناف کے نیچے باندھے، اوراس کا طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کے اندرونی حصے سے بائیں ہاتھ کے گٹے کے اوپر حصے کو پکڑے، اور چھنگلی سے اور انگوٹھے سے بائیں ہاتھ کے گٹے پر حلقہ بنالے۔

وجه :(۱) دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن وائل بن حجر انه رأی النبی ﷺ ... ثم وضع یده الیمنی علی الیسری. (مسلم شریف، باب وضع یده الیمنی علی الیسری، ص۱۷۰، نمبر ۸۹۶/۴۰۱/ ابوداؤد شریف، باب وضع الیمنی علی الیسری، ص ۱۱۷، نمبر ۷۵۵/ بخاری شریف، باب وضع الیمنی علی الیسری فی الصلوة، ص ۱۲۰، نمبر ۷۴۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے (۲) قبیضة بن هلب عن ابیه قال کان رسول الله ﷺ یؤمنا فیأخذ شماله بیمینه ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی وضع الیمین علی الشمال فی الصلوة، ص۷۰، نمبر ۲۵۲/ نسائی شریف، باب وضع الیمین علی الشمال فی الصلوة، ص۱۲۳، نمبر ۸۰۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑنا چاہئے۔ اس لئے حنفیہ نے دونوں حدیثوں پر عمل کیا۔ (۳) اور ناف کے نیچے ہو اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن علیؓ قال ان من السنة فی الصلوة وضع الکف علی الکف فی الصلوة تحت السرة. (ابوداؤد شریف باب وضع الیمنی علی الیسری فی الصلوة ص ۱۱۸، نمبر ۷۵۶/ دارقطنی، باب فی اخذ الشمال بالیمین فی الصلوة، ج اول، ص ۲۸۹، نمبر ۱۰۸۹/ سنن للبیهقی، باب وضع الیدین علی الصدر فی الصلوة من السنة ج ثانی ص ۴۸، نمبر ۲۳۴۱) اس حدیث مرسل سے معلوم ہوا کہ ہاتھ ناف کے نیچے رکھنا چاہئے۔

نوٹ: امام ترمذیؒ نے بہترین فیصلہ فرمایا ہے کہ دونوں کی گنجائش ہے۔ ورأی بعضهم ان یضعها فوق السرة ورأی بعضهم ان یضعها تحت السرة وکل ذلک واسع عندهم . (ترمذی شریف، باب ماجاء فی وضع الیمین علی الشمال فی الصلوة ص ۵۹ نمبر ۲۵۲)

لغت : یسری: بائیں ہاتھ۔ سرة: ناف۔ باطن الکف: ہتھیلی کے اندر کا حصہ۔ محلقا: حلقہ بنائے ہوئے۔ الخنصر : ہاتھ کی چھوٹی انگلی، چھنگلی۔ ابہام: انگوٹھا۔ الرسغ: پہونچا، گٹا۔

ترجمه : (۴۱۲) [۵] عورت اپنے دونوں ہاتھوں کو بغیر حلقہ کئے سینہ پر رکھے۔

تشریح : عورت اپنے دونوں ہاتھوں کو سینہ پر رکھے اور حلقہ بنائے بغیر رکھے بلکہ دائیں ہتھیلی کو بائیں ہتھیلی پر رکھے۔

وجه : عن طاوس قال کان رسول الله ﷺ یضع یده الیمنی علی یده الیسری ثم یشد بینهما علی صدره و هو فی الصلاة ۔(ابوداؤد شریف، باب وضع الیمنی علی الیسری، ص ۱۱۸، نمبر ۷۵۹/ سنن للبیهقی، باب وضع الیدین علی الصدر فی

تحلیق(۴۱۳) والثناء والتعوذ للقراءة والتسمیة فی اول کل رکعة(۴۱۴) والتأمین والتحمید

الصلوۃ من السنۃ، ج ثانی ،ص۴۶، نمبر ۲۳۳۵) اس حدیث میں ہے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں پر سینے پر رکھے۔

ترجمه : (۴۱۳) [٦] سبحانک اللهم (الخ) پڑھنا۔[۷] قرأت کے لئے اعوذ بالله پڑھنا۔[۸] ہر رکعت کے شروع میں بسم الله پڑھنا۔

تشریح : تحریمہ باندھنے کے بعد ثنا، یعنی سبحانک اللهم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالی جدک ولا اله غیرک ۔ پڑھے، اور جنکو قرأت پڑھنی ہے اس کیلئے یہ ہے کہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھے، اور اس کے بعد بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، پڑھے۔ کیونکہ یہ قرأت کے تابع ہیں۔

وجه : (۱) ثنا اور تعوذ کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن ابی سعید الخدری قال کان رسول الله ﷺ اذا قام الی الصلوة باللیل کبر ثم یقول سبحانک اللهم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالی جدک ولا اله غیرک. ثم یقول الله اکبر کبیرا ثم یقول اعوذ بالله السمیع العلیم من الشیطان الرجیم من همزه و نفخه و نفثه (ترمذی شریف، باب ما یقول عند افتتاح الصلوۃ ،ص ٦٧ ،نمبر ۲۴۲ / ابو داؤد شریف، باب من رأی الاستفتاح بسبحانک ،ص ۱۲۱ ،نمبر ۷۷۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سبحانک اللھم الخ پڑھنا چاہئے۔ (۲) اعوذ باللہ، کے لئے یہ آیت بھی ہے۔ فاذا قرأت القرآن فاستعذ بالله من الشیطان الرجیم ۔ (آیت ۹۸، سورۃ النحل ۱٦) اس آیت میں بھی ہے کہ قرآن پڑھتے وقت اعوذ باللہ، پڑھے۔ (۳) بسم اللہ، پڑھنے کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن ابن عباس قال کان النبی ﷺ یفتتح صلواته ببسم الله الرحمن الرحیم. (ترمذی شریف، باب من رأی الجهر ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم ،ص ٦٨ ،نمبر ۲۴۵ / نسائی شریف، باب قرأت (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) ،ص ۱۲٦ ،نمبر ۹۰٦) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرأت سے پہلے بسم اللہ پڑھنا چاہئے۔

ترجمه : (۴۱۴) [۹] آمین کہنا۔[۱۰] ربنا لک الحمد کہنا۔

تشریح : یہاں دو مسئلے ہیں [۱] ایک یہ ہے کہ سورہ فاتحہ ختم ہونے کے بعد آہستہ سے آمین کہے۔[۲] دوسرا یہ کہ رکوع سے اٹھتے وقت سمع اللہ لمن حمدہ، کے بعد ربنا لک الحمد، آہستہ سے کہے۔

وجه: (۱) آمین کہنے کی دلیل یہ حدیث ہے ۔ عن ابی هریرة ان النبی ﷺ قال : اذا امّن الامام فأمّنوا فانه من وافق تأمینه تأمین الملائکة غفر له ما تقدم من ذنبه ،وقال ابن شهاب وکان رسول الله ﷺ یقول آمین (بخاری شریف، باب جهر الامام بالتأمین ،ص ۱۲۷ ،نمبر ۷۸۰ / مسلم شریف، باب التسمیع والتحمید والتأمین ،ص ۱۷۴ ،نمبر ۹۱۵/۴۱۰) اس حدیث سے معلوم ہوا امام اور مقتدی دونوں آمین کہے۔ (۲) اور ربنا لک الحمد، کہنے کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن ابی هریرة ان رسول الله ﷺ قال اذا قال الامام سمع الله لمن حمده فقولوا اللهم ربنا لک الحمد (بخاری شریف، باب

(٤١٥) والاسرار بها

فضل اللھم ربنا لک الحمد،ص ١٢٩،نمبر ٧٩٦ / ترمذی شریف، باب آخر و باب ما یقول الرجل اذا رفع رأسہ،ص ٤٧،نمبر ٢٦٧) اس سے معلوم ہوا کہ امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے اور مقتدی ربنا لک الحمد کہے۔ البتہ منفرد ہو تو چونکہ وہ امام اور مقتدی دونوں ہے اس لئے وہ دونوں کہے گا۔

ترجمه : (٤١٥) [١١] ان سبھوں کو آہستہ پڑھے۔

تشریح : [١] ثناء [٢] اعوذ باللہ [٣] بسم اللہ [٤] ربنا لک الحمد۔ ان چاروں کو آہستہ پڑھے۔

وجه : (١) چاروں کو آہستہ پڑھے اس کی دلیل یہ قول تابعی ہے۔ **عن ابراهیم قال : یخفی الامام: بسم الله الرحمن الرحیم ، و الاستعاذة ، و آمین ، و ربنا لک الحمد** ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ،١٩٣ من کان لا یجھر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، ج اول،ص ٣٦٠،نمبر ٤١٣٦ / مصنف عبد الرزاق، باب ما یخفی الامام، ج ثانی،ص ٥٧،نمبر ٢٥٩٨) اس اثر سے معلوم ہوا کہ اعوذ باللہ، اور بسم اللہ، آمین، اور تحمید آہستہ پڑھنا چاہئے۔ (٢) بسم اللہ آہستہ کہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن انس بن مالک أنه حدثه قال : صلیت خلف النبی ﷺ ، و ابی بکر ، وعمر ، وعثمان ، فکانوا یستفتحون بالحمد لله رب العالمین ، لا یذکرون بسم الله الرحمن الرحیم ، فی اول قراءة ، و لا فی آخره** ۔ (مسلم شریف، باب حجۃ من قال لا یجھر بالبسملۃ،ص ١٦٩،نمبر ٣٩٩ / ٨٩٢ بخاری شریف، باب ما یقول بعد التکبیر ،ص ١٠٣،نمبر ٧٤٣) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ اور صحابہ بسم اللہ پڑھتے ہی نہیں تھے نہ شروع میں نہ آخر میں۔ (٣) **عن عبد الله بن مغفل قال سمعنی ابی و انا فی الصلوة اقول بسم الله الرحمن الرحیم فقال لی ای بنی محدث ایاک والحدث ... وقال وقد صلیت مع النبی ﷺ و مع ابی بکر وعمر ومع عثمان فلم اسمع احدا منهم یقولها فلا تقلها ،اذا انت صلیت فقل الحمد لله رب العالمین** ۔ (ترمذی شریف، باب ما جاء فی ترک الجھر بسم اللہ الرحمان الرحیم،ص ٥٧،نمبر ٢٤٤ / بخاری شریف، باب ما یقول بعد التکبیر ص ١٠٣ نمبر ٧٤٣ / مسلم شریف، باب حجۃ من قال لا یجھر بالبسملۃ ص ١٧٢ نمبر ٣٩٩ / ٨٩٠) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہؓ بسم اللہ نہیں پڑھتے تھے، اور اوپر کی حدیث سے معلوم ہوا کہ پڑھتے تھے تو دونوں حدیثوں کو ملانے کے بعد یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ آہستہ پڑھتے تھے۔ (٤) آمین آہستہ کہے اس کی دلیل یہ آیت ہے۔ **ادعوا ربکم تضرعا و خفیة انه لا یحب المعتدین** . (آیت ٥٥ سورۃ الاعراف ٧) آمین دعا ہے اور آیت میں ہے کہ دعا آہستہ کیا کرو اس لئے آمین آہستہ کہنا بہتر ہے۔ (٥) حدیث میں بھی ہے۔ **عن علقمة بن وائل عن ابیه ان النبی ﷺ قرء غیر المغضوب علیهم ولا الضالین فقال آمین و خفض بها صوته** ۔ (ترمذی شریف، باب ما جاء فی التأمین،ص ٦٩،نمبر ٢٤٨ / دار قطنی، باب التأمین فی الصلوۃ بعد فاتحۃ الکتاب والجھر بہا، ج اول،ص ٣٢٨ نمبر ١٢٥٦) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آمین آہستہ کہنا چاہئے۔ بخاری، مسلم وغیرہ میں

(۴۱۶)والاعتدال عند التحریمۃ من غیر طأطأۃ الرأس

زور سے آمین کہنے کی باضابطہ کوئی حدیث نہیں ہے۔

فائدہ : امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک آمین زور سے کہنا بہتر ہے۔وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں (اگر چہ اس میں زور کا لفظ نہیں ہے) حدیث یہ ہے۔(۱)عن ابی ھریرۃ ان النبی ﷺ قال : اذا امّن الامام فأمّنوا فانه من وافق تأمینه تأمین الملائکة غفر له ما تقدم من ذنبه وقال ابن شھاب وکان رسول اللہ ﷺ یقول آمین (بخاری شریف، باب جھر الامام بالتأمین ،ص ۱۲۷،نمبر ۷۸۰/مسلم شریف، باب التسمیع والتحمید والتأمین ،ص ۱۷۴،نمبر ۹۱۵/۴۱۰)اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ آمین کہتے تھے، زور سے کہتے ہونگے تب ہی تو راوی نے سنا ہوگا، اسلئے اس حدیث کے اشارۃ النص سے زور سے آمین کہنا ثابت ہوا۔(۲) عن وائل بن حجر قال سمعت النبی ﷺ قرأ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین ﴾وقال آمین و مد بھا صوته ۔(ترمذی شریف، باب ما جاء فی التأمین ،ص ۶۹ ،نمبر ۲۴۸)اس حدیث میں ہے کہ آمین زور سے کہا۔(۳)اس حدیث میں زور سے آمین کہنے کی صراحت ہے۔لیکن یہ بھی ساتھ ہی ہے کہ صحابہ نے زور سے آمین کہنا چھوڑ دیا تھا۔

عن ابی ھریرۃ قال ترک الناس التأمین ،وکان رسول اللہ اذا قال غیر المغضوب علیھم ولا الضالین قال آمین حتی یسمعھا اھل الصف الاول فیرتج بھا المسجد. (ابن ماجہ شریف، باب الجھر بآمین،ص ۱۲۱،نمبر ۸۵۳/دار قطنی ، باب التأمین فی الصلوۃ ، ج اول ،ص ۳۲۸،نمبر ۱۲۵۳)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آمین زور سے کہنا چاہئے ۔لیکن خود ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ نے زور سے آمین کہنا چھوڑ دیا تھا۔اسی حدیث میں اوپر آیا﴿ عن ابی ھریرۃ قال﴿ ترک الناس التأمین﴾

نوٹ : یہ استحباب کا اختلاف ہے۔کوئی زور سے آمین کہتا ہو تو اس پر نکیر نہیں کرنا چاہئے۔میرے استاذ حضرت مولانا انظر شاہ صاحب کشمیری کو دیکھا کہ وہ زور اور آہستہ کے درمیان میں آمین کہتے ،جس سے صرف بغل والے سن لیتے تھے۔تاکہ دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائے۔ناچیز بھی یہی کرتا ہے۔

لغت ثناء: سبحانک اللھم ،الخ کو ثنا کہتے ہیں۔تعوذ:اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔تسمیۃ:بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔تحمید: ربنا لک الحمد

ترجمہ : (۴۱۶) [۱۲]تحریمہ کے وقت بغیر سر جھکائے سیدھا کھڑا ہونا۔

تشریح : تحریمہ کے وقت بالکل سیدھا کھڑا ہو اور تکبیر کہے، سر جھکا ہوا نہ ہو۔

وجہ : ۔عن ابی حمید الساعدی قال سمعت و ھو فی عشرۃ من أصحاب النبی ﷺ .... فقال کان رسول اللہ ﷺ اذا قام الی الصلوۃ اعتدل قائما و رفع یدیه حتی یحاذی بھما منکبیه ۔(ترمذی شریف، باب منه،(ای ما جاء فی وصف الصلوۃ)ص ۸۲،نمبر ۳۰۴/نسائی شریف، باب الاعتدال فی الرکوع ،ص ۱۱۸،نمبر ۱۰۴۰) اس حدیث میں

(۴۱۷)وجهر الامام بالتکبیر والتسمیع(۴۱۸) وتفریج القدمین فی القیام قدر اربع اصابع

ہے کہ سر جھکا کر نہ کھڑے ہو۔

لغت : طأطأة الرأس: سر جھکا ہوا نہ ہو۔طأطأ: کا ترجمہ ہے سر جھکانا۔

ترجمہ : (۴۱۷) [۱۳]امام کا تمام تکبیریں۔[۱۴]اور سمع اللہ لمن حمدہ، زور سے کہنا۔

تشریح : امام کے ہر تکبیر کے وقت مقتدی کو رکوع میں اور سجدہ میں جانا ہے اس لئے امام کو چاہئے کہ تمام تکبیریں زور سے کہے، اسی طرح سمع اللہ لمن حمدہ، بھی زور سے کہے تا کہ مقتدی رکوع سے اٹھ سکے۔

وجہ :(۱) حدیث میں ہے کہ آپؐ رکوع اور سجدے میں جاتے وقت تکبیر کہتے۔ **سمع ابا هريرة يقول كان رسول الله ﷺ اذا قام الى الصلوة يكبر حين يقوم ثم يكبر حين يركع.** (بخاری شریف، باب التکبیر اذا قام من السجود، ص۱۰۹، نمبر ۷۸۹)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رکوع اور سجدہ میں جاتے ہوئے امام زور سے تکبیر کہے یہ سنت ہے۔(۲) **عن عبد الله بن مسعودؓ قال : كان رسول الله ﷺ يكبر فی كل خفض و رفع ، و قيام و قعود ، و أبو بكر و عمر** ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی التکبیر عند الرکوع والسجود، ص۶۰، نمبر ۲۵۳ رنسائی شریف، باب التکبیر للسجود، ص۱۵۰، نمبر ۱۰۸۴ رابوداود شریف، باب تمام التکبیر ،ص۱۲۹، نمبر ۸۳۶) اس حدیث میں ہے اٹھتے اور بیٹھتے وقت تکبیر کہتے ،یعنی زور سے کہتے (۳)حدیث میں ہے۔ **عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ قال اذا قال الامام سمع الله لمن حمده فقولوا اللهم ربنا لک الحمد** (بخاری شریف، باب فضل اللھم ربنا لک الحمد، ص۱۲۹، نمبر ۷۹۶ رترمذی شریف، باب آخر وباب مایقول الرجل اذا رفع رأسہ، ص۴۷، نمبر ۲۶۷)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام زور سے سمع اللہ لمن حمدہ، کہے تا کہ مقتدی ربنا لک الحمد، کہہ سکے۔

ترجمہ : (۴۱۸)[۱۵] قیام میں دونوں قدموں کی کشادگی چار انگلی کی مقدار ہو۔

تشریح : قیام میں دونوں قدموں کی کشادگی چار انگلی کی مقدار ہو،اس کے لئے کوئی حدیث یا اثر نہیں ملی ۔مصنف کا اصل مقصد یہ ہے کہ آدمی عام حالات میں جو اپنی ہیئت پر کھڑا ہوتا ہے اس ہیئت پر کھڑا ہو، پاؤں بہت چوڑے نہ کرے۔اور اپنی ہیئت پر کھڑا ہوگا تو دونوں پاؤں کے درمیان کا فاصلہ چار انگلی ہوگا۔خود کھڑا ہو کر دیکھ لیں۔

وجہ : (۱) **عن انس بهذا الحديث قال ان رسول الله ﷺ كان اذا قام الى الصلوة أخذه بيمينه ثم التفت فقال اعتدلوا سووا صفوفكم ثم اخذه بيساره فقال اعتدلوا سووا صفوفكم** ۔(ابوداود شریف، باب تسویۃ الصفوف، ص۱۰۶، نمبر ۶۷۰) اس حدیث میں ,اعتدلوا، ہے، سیدھے کھڑے ہو جاؤ، اور سیدھا کھڑا ہوگا تو دونوں پاؤں اپنی ہیئت پر رکھنا ہوگا اور اس وقت دونوں پاؤں کا درمیانی فاصلہ چار انگلی کی مقدار ہوتا ہے۔ (۲) **اخبرنی من رای ابن الزبير يصلی قد صف بين قدميه و الزق احدهما بالاخرى** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من کان یصف قدمیہ، ج ثانی، ص۱۱۱، نمبر

(۴۱۹) وان تکون السورۃ المضمومۃ للفاتحۃ من طوال المفصل فی الفجر والظہر ومن اوساطہ فی العصر والعشاء ومن قصارہ فی المغرب لو کان مقیما

۷۰۷۰)اس عمل صحابی میں ہے کہ دونوں قدموں کو ملا کر کھڑے ہوتے تھے۔(۳)**عن انس بن مالک عن رسول اللہ ﷺ قال رصوا صفوفکم و قاربوا بینھا و حاذوا بالاعناق، فوالذی نفسی بیدہ انی لاری الشیطان یدخل من خلل الصف کانھا الحذف۔** (ابوداود شریف، باب تسویۃ الصفوف ،ص۱۰۶،نمبر۶۶۷) اس حدیث میں ہے کہ مل کر کھڑے ہو،اور کندھے کو کندھے میں ملاؤ،اور کندھے میں کندھا ملا کر کھڑا ہوگا تو پاؤں اتنا چوڑا نہیں کر پائے گا،وہ اپنی ہیئت پر ہی رہے گا۔ (۴)**عن ابی حمید الساعدی قال سمعت و ھو فی عشرۃ من أصحاب النبی ﷺ .... فقال کان رسول اللہ ﷺ اذا قام الی الصلوۃ اعتدل قائماو رفع یدیہ حتی یحاذی بھما منکبیہ** ۔(ترمذی شریف،باب منہ،(ای ماجاء فی وصف الصلوۃ)ص۸۲،نمبر۳۰۴/نسائی شریف،باب الاعتدال فی الرکوع،ص۱۱۸،نمبر۱۰۴۰) اس حدیث میں ہے کہ سیدھا کھڑا ہوا اور سیدھا کھڑا ہوگا تو پاؤں اپنی ہیئت پر ہوگا۔

پاؤں چوڑا کر کے دوسرے کے پاؤں کے ساتھ ملاتے ہیں تو بار ہا ساتھ والے کے پاؤں پر انگلی جاتی ہے جس سے اس کو تکلیف ہوتی ہے۔اور پاؤں چوڑا کرنے والے کو بھی بار بار ملانے کا خیال رہتا ہے جو خشوع اور خضوع کے خلاف ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ پاؤں ملانے کا حکم حضورؐ کا نہیں ہے، یہ تو صحابہ کا اپنا عمل ہے،حضورؐ کا حکم تو صرف اتنا ہے کہ ملکر کھڑے ہو جس سے کندھا دوسرے کے کندھے کے برابر آجائے۔

فائدہ : دوسرے ائمہ کی رائے ہے کہ پاؤں کو پاؤں کے ساتھ ملایا جائے۔

وجہ :(۱) انکی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن انس عن النبی ﷺ قال اقیموا صفوفکم فانی أراکم من وراء ظھری ، و کان احدنا یلزق منکبہ بمنکب صاحبہ و قدمہ بقدمہ** ۔(بخاری شریف،باب الزاق المنکب بالمنکب والقدم بالقدم فی الصّف،ص۱۱۸،نمبر۷۲۵/ابوداود شریف ، باب تسویۃ الصفوف،ص۱۰۶،نمبر۶۶۲)اس حدیث میں صحابہ مونڈھے کو مونڈھے سے اور قدم کو قدم سے ملایا کرتے تھے۔(۲)**عن انس عن النبی ﷺ سووا صفوفکم فان تسویۃ الصفوف من اقامۃ الصلوۃ۔** (بخاری شریف،باب اقامۃ الصّف من تمام الصلوۃ،ص۱۱۸،نمبر۷۲۳) اس حدیث میں ہے کہ صف سیدھی کرو۔

ترجمہ : (۴۱۹) [۱۶]سورہ فاتحہ کے ساتھ جو سورت ملائی جائے وہ فجر میں اور ظہر میں طوال مفصل ہو،اور عصر اور عشاء میں اوساط مفصل ہو،اور مغرب میں قصار مفصل ہو،اگر وہ مقیم ہو۔

تشریح : اگر مقیم ہو تو فجر میں اور ظہر میں طوال مفصل کی سورتیں پڑھنا سنت ہے،اور عصر اور عشاء میں اوساط مفصل کی سورتیں پڑھنا سنت ہے،اور مغرب میں قصار مفصل کی سورتیں پڑھنا سنت ہے۔

﴿طوال مفصل، اوساط مفصل، اور قصار مفصل کیا ہیں﴾

سورہ حجرات ۴۹ سے لیکر سورہ بروج ۸۵ تک طوال مفصل ہے، کیونکہ یہ سورتیں لمبی لمبی ہیں، اور سورہ بروج ۸۵ سے لیکر سورہ البینۃ [لم یکن الذین کفروا] ۹۸ تک اوساط مفصل ہیں اسلئے کہ یہ سورتیں اوسط درجے کی ہیں نہ زیادہ لمبی ہیں اور نہ زیادہ چھوٹی ہیں، اور لم یکن الذین کفروا ۹۸ سے لیکر آخیر قرآن سورہ الناس ۱۱۴ تک قصار مفصل ہیں اسلئے کہ یہ سورتیں چھوٹی چھوٹی ہیں۔

وجہ : (۱) **عن ابی ھریرۃ قال ما صلیت وراء احد أشبہ صلوۃ برسول اللہ ﷺ من فلان .....یقرأ فی المغرب بقصار المفصل ، و یقرأفی العشاء بوسط المفصل ، و یقرأ فی الصبح بطوال المفصل** ۔(نسائی شریف ، باب تخفیف القیام و القرأۃ ،ص ۱۳۷، نمبر ۹۸۳ مصنف عبد الرزاق ، باب ما یقرأ فی الصلوۃ ، ج ثانی ،ص ۶۷ ،نمبر ۲۶۷۴)(۲) **روی عن عمرؓ انہ کتب الی ابی موسی ان اقرأ فی الصبح بطوال المفصل ....فی الظھر باوساط المفصل .....فی المغرب بقصار المفصل** ۔(ترمذی شریف، باب ما جاء فی القرأۃ فی صلوۃ الصبح ،۸۳، نمبر ۳۰۶ / ۳۰۷ / ۳۰۸)اس اثر میں ہے کہ فجر میں طوال مفصل، ظہر میں اوساط مفصل، اور مغرب میں قصار مفصل پڑھے۔(۳) ۔**عن ابی برزۃ أن رسول اللہ ﷺ کان یقرأ فی صلوۃ الغداۃ من الستین الی المأۃ** ۔ (مسلم شریف، باب القرأۃ فی الصبح ،۱۸۵، نمبر ۴۶۱ / ۱۰۳۱)اس حدیث میں ہے کہ آپ ؐ صبح کی نماز میں ساٹھ سے لیکر سو آیتوں تک پڑھا کرتے تھے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ چالیس سے ساٹھ تک بھی پڑھنا سنت ہے۔(۴)۔**عن جابر بن سمرۃ : أن النبی ﷺ کان یقرأ فی الفجر ﴿ق و القرآن المجید﴾ و کان صلوتہ بعد تخفیفا** ۔(مسلم شریف، باب القرأۃ فی الصبح ،۱۸۵، نمبر ۴۵۸ / ۱۰۲۷)اس حدیث میں ہے صبح کی نماز میں سورہ قٓ پڑھتے تھے، اور سورہ قٓ میں ۴۵ آیتیں ہیں جس سے معلوم ہوا کہ سورہ فاتحہ کے علاوہ چالیس سے لیکر پچاس آیتیں پڑھنی چاہئے، یہ سنت ہے۔ (۵)**عن ابی سعید الخدری : أن النبی ﷺ کان یقرأ فی صلوۃ الظھر فی الرکعتین الاولیین فی کل رکعۃ قدر ثلاثین آیۃ ، و فی الاخریین قدر خمس عشرۃ آیۃ** ۔(مسلم شریف ، باب القرائۃ فی الظھر والعصر ،۱۸۵، نمبر ۴۵۲ / ۱۰۱۵)اس حدیث میں ہے کہ ظہر کی پہلی رکعت میں بھی تیس آیتیں پڑھی اور دوسری رکعت میں بھی تیس آیتیں پڑھی، اور دونوں ملکر ساٹھ آیتیں ہوئیں، اور یہی ساٹھ آیتیں فجر میں بھی ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ ظہر کا حکم بھی وہی ہے جو فجر کا ہے(۶)**عن ابی سعید الخدری قال : کنا نحزر قیام رسول اللہ ﷺ فی الظھر و العصر ، فحزرنا قیامہ فی الرکعتین الاولیین من الظھر قدر قرأۃ ﴿آلم تنزیل﴾ السجدۃ** ۔(مسلم شریف، باب القرائۃ فی الظھر والعصر ،۱۸۵، نمبر ۴۵۲ / ۱۰۱۴)اس حدیث میں ہے کہ ہم نے آپ ؐ کے قیام کا اندازہ لگایا کہ ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ سجدہ کے برابر تھا، اور سورہ سجدہ میں تیس آیتیں ہیں جس سے معلوم ہوا کہ ظہر فجر کے قریب قریب ہے۔(۷) اور

(۴۲۰)ویقرأ ایّ سورۃ شاء لو کان مسافرا (۴۲۱)واطالۃ الاولی فی الفجر فقط (۴۲۲)وتکبیرۃ

عصر میں اوساط مفصل پڑھے اسکی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن ابی سعید الخدری : أن النبی ﷺ کان یقرأ فی صلوۃ الظھر فی الرکعتین الاولیین فی کل رکعۃ قدر ثلاثین آیۃ ، و فی الاخریین قدر خمس عشرۃ آیۃ أو قال نصف ذالک ، و فی العصر فی الرکعتین الاولیین فی کل رکعۃ قدر قرائۃ خمس عشرۃ آیۃ ، و فی الاخریین قدر نصف ذالک . (مسلم شریف، باب القرائۃ فی الظھر والعصر،۱۸۵،نمبر۱۰۱۵/۴۵۲)اس حدیث میں ہے کہ عصر میں ظہر سے آدھی پندرہ آیتیں پڑھتے تھے،تو یہ اوساط مفصل ہوا۔(۸) مغرب میں قصار مفصل پڑھے اس کی دلیل یہ حدیث ہے ۔اخبرنا ھشام بن عروۃ ان اباہ کان یقرأ فی صلاۃ المغرب بنحو ما تقرؤون و العادیات و نحوھامن السور ۔(ابوداود شریف، باب من رأی التخفیف فیھا،[من المغرب]ص۱۲۶،نمبر۸۱۳)

ترجمہ : (۴۲۰) اورمسافر ہوتو جوسورت چاہے پڑھے۔

تشریح : سفر میں مشقت ہوتی ہے اس لئے فجر ظہر عصر مغرب عشاء میں جوسورت مناسب ہو پڑھے۔ ہرایک کی گنجائش ہے۔

وجہ : (۱)سمعت البراء أن النبی ﷺ کان فی سفر ، فقرأ فی العشاء فی احدی الرکعتین ﴿والتین و الزیتون ﴾(بخاری شریف، باب الجھر فی العشاء،ص۱۰۵،نمبر۷۶۷)اس حدیث میں ہے کہ عشاء میں اوساط مفصل کے بجائے سفر کی وجہ سے چھوٹی سورت,والتین و الزیتون ،پڑھی(۲) عن عقبۃ بن عامر قال : کنت أقود برسول الله ﷺ ناقتہ فی السفر فقال لی : یا عقبۃ ! ألا أعلمک خیر سورتین قرئتا ، فعلمنی ﴿قل أعوذ برب الفلق ﴾و ﴿قل اعوذ برب الناس ﴾قال : فلم یرنی سررت بھما جدا ، قال : فلما نزل لصلوۃ الصبح صلی بھما صلوۃ الصبح للناس ، فلما فرغ رسول الله ﷺ من الصلوۃ التفت الی فقال : یا عقبۃ کیف رأیتَ ۔(ابوداود شریف، باب فی المعوذتین،ص۲۱۸،نمبر۱۴۶۲/نسائی شریف، کتاب الاستعاذہ،ص۷۴۰،نمبر۵۴۳۸)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر میں فجر میں بھی چھوٹی سورت پڑھی جاسکتی ہے۔

ترجمہ : (۴۲۱) [۱۷] صرف فجر کی پہلی رکعت دوسری رکعت سے لمبی کرے۔

تشریح : فجر کی پہلی رکعت میں دوسری رکعت کی بنسبت لمبی قرأت کرے،اسکا فائدہ یہ ہوگا کہ بعد میں آنے والے لوگوں کو جماعت مل جائے گی،اورائمہ کی رائے ہے کہ دوسری نمازوں میں بھی پہلی رکعت تھوڑی سی لمبی کرے۔

وجہ : (۱)اس حدیث میں اسکا ثبوت ہے۔عن عبد الله بن ابی قتادۃ ، عن ابیہ قال : کان رسول الله ﷺ یقرأ فی الرکعتین الاولیین من صلاۃ الظھر بفاتحۃالکتاب و سورتین ، یطول فی الاولی و یقصر فی الثانیۃ و یسمع الآیۃ احیانا ، و کان یقرأ فی العصر بفاتحۃ الکتاب و سورتین ، و کان یطول فی الاولی ، و کان

الرکوع وتسبیحه ثلاثا(۴۲۳) واخذ رکبتیه بیدیه وتفریج اصابعه والمرأة لا تفرّجها

یطول فی الرکعة الاولی من صلوة الصبح ، و یقصر فی الثانیة ۔(بخاری شریف، باب القرأۃ فی الظهر ،ص۱۰۵،نمبر ۷۵۹مسلم شریف، باب القرأۃ فی الظهر ،ص۱۸۵،نمبر۱۰۱۲/۴۵۱)اس حدیث میں ہے کہ پہلی رکعت لمبی کرے۔

ترجمه : (۴۲۲) [۱۸]رکوع کی تکبیر۔[۱۹] اس میں تین بار تسبیح کہنا۔

تشریح : رکوع میں نو۹سنتیں ہیں، یہاں اس کا بیان ہے۔ [۱،پہلی سنت]رکوع میں جاتے وقت تکبیر کہنا سنت ہے ۔[۲،دوسری] اور رکوع کے اندر تین مرتبہ سبحان ربی العظیم، کہنا سنت ہے۔ایک مرتبہ سبحان ربی العظیم کہے گا تو تسبیح ادا ہو جائے گی ،لیکن سنت کی ادائیگی نہیں ہوگی۔

وجه :(۱)حدیث میں ہے کہ آپؐ رکوع اور سجدے میں تکبیر کہتے۔ سمع ابا هریرة یقول کان رسول الله ﷺ اذا قام الی الصلوة یکبر حین یقوم ثم یکبر حین یرکع. (بخاری شریف، باب التکبیر اذا قام من السجود، ص۱۲۸،نمبر۷۸۹/مسلم شریف، باب اثبات التکبیر فی کل خفض ورفع فی الصلاۃ ،ص۱۶۶،نمبر۸۶۸/۳۹۲)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رکوع میں جاتے ہوئے تکبیر کہے۔(۲)اور تین مرتبہ تسبیح کہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے ۔عن ابن مسعود قال : قال رسول الله ﷺ اذا رکع احدکم فلیقل ثلاث مرات : سبحان ربی العظیم وذلک ادناہ، فاذا سجد فلیقل سبحان ربی الاعلی ثلاثا ، و ذالک ادناہ . (ابوداؤد شریف، باب مقدار الرکوع، والسجود ،ص۱۳۶،نمبر۸۸۶/ترمذی شریف، باب ماجاء فی التسبیح فی الرکوع والسجود، ص۶۰،نمبر۲۶۱)اس حدیث میں ہے کہ تین مرتبہ سبحان ربی العظیم، کہے اور یہ ادنی مرتبہ ہے۔

ترجمه : (۴۲۳) [۲۰] دونوں ہاتھوں سے اپنے دونوں گھٹنوں کو پکڑنا۔ [۲۱] اور انگلیوں کو کشادہ رکھنا، اور عورت اپنی انگلیاں کشادہ نہ رکھے۔

تشریح : [۳،تیسری سنت] رکوع میں دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر اس طرح رکھے کہ گویا کہ ان کو پکڑ رہا ہو۔[۴،چوتھی سنت] ہاتھ گھٹنے پر رکھتے وقت انگلیاں کشادہ رہیں۔ البتہ عورت کے لئے ستر اس میں ہے کہ انگلیاں ملا کر رکھے اس لئے وہ تھوڑا ملا کر رکھیں تو بہتر ہے۔

وجه : (۱)حدیث یہ ہے۔ فذکروا صلوة رسول الله ﷺ فقال ابو حمید انا اعلمکم بصلوة رسول الله ﷺ ان رسول الله ﷺ رکع فوضع یدیه علی رکبتیه کانه قابض علیهما و وتر یدیه فنحاهما عن جنبیه. (ترمذی شریف، باب ماجاء یجافی یدیه عن جنبیه فی الرکوع، ص۶۷،نمبر۲۶۰)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہاتھ سے گھٹنوں کو اس طرح پکڑے کہ کمان کی رسی کی طرح معلوم ہو(۲)حدیث میں ہے۔قال : أتینا عقبة بن عمرو الانصاری أبا مسعود فقلنا له : حدثنا عن صلوة رسول الله ﷺ ، فقام بین ایدینا فی المسجد فکبر ، فلما رکع وضع یدیه علی

(۴۲۴) ونصب ساقیه وبسط ظهره وتسویة رأسه بعجزه(۴۲۵) والرفع من الرکوع والقیام بعد

رکبتیه و جعل أصابعه أسفل من ذالک و جافی بین مرفقیه حتی استقر کل شیء منه۔(ابوداؤد شریف، بان صلوۃ من لایقیم صلبہ فی الرکوع والسجود، ص۱۳۳، نمبر۸۶۳، نسائی شریف، باب مواضع أصابع الیدین فی الرکوع، ص۱۴۳، نمبر۱۰۳۸)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رکوع میں دونوں ہاتھوں کو دونوں گھٹنوں پر پھیلا کر رکھے۔(۳) عن ابن عمر : أن رسول الله ﷺ قال لرجل : اذا قمت الی الصلوۃ فرکعت فضع یدیک علی رکبتیک ، و افرج بین أصابعک ثم ارفع رأسک حتی یرجع کل عضو الی مفصله ۔(مصنف عبدالرزاق، باب کیف الرکوع والسجود، ج ثانی، ص۹۸، نمبر۲۸۶۲) اس حدیث میں ہے کہ رکوع میں ہاتھ گھٹنے پر رکھو اور انگلیاں پھیلا کر رکھو۔

لغت : رکبۃ: گھٹنا۔تفریج: فرج سے مشتق ہے کشادہ رکھنا۔

ترجمہ : (۴۲۴) [۲۲] دونوں پنڈلیوں کو کھڑا رکھنا۔[۲۳] پشت پھیلی ہوئی رکھنا۔[۲۴] سر سرین کے برابر رکھنا۔

تشریح : [۵ پانچویں سنت] رکوع کرتے وقت پنڈلیاں کبھی پیچھے کی طرف کر دیتے ہیں اور کبھی آگے کی طرف کر دیتے ہیں، مصنف فرماتے ہیں کہ نہ آگے کی طرف کرے اور نہ پیچھے کی طرف کرے بلکہ سیدھی کھڑی رکھے یہ سنت ہے [۶ چھٹی سنت] پیٹھ پھیلی ہوئی ہو، یعنی کمر اور سر ایک سیدھ میں رہے، [۷ ساتویں سنت] سر سرین کے برابر رہے، نہ زیادہ جھکا ہوا ہو اور نہ اٹھا ہوا ہو۔

وجہ : (۱) عن ابی حمید الساعدی قال سمعت و هو فی عشرة من أصحاب النبی ﷺ ....و رکع ، ثم اعتدل ، فلم یصوب رأسه و لم یقنع ، ووضع یدیه علی رکبتیه ۔(ترمذی شریف، باب منہ(ای ماجاء فی وصف الصلوۃ)، ص۸۲، نمبر۳۰۴، نسائی شریف، باب الاعتدال فی الرکوع، ص۱۱۸، نمبر۱۰۴۰) اس حدیث میں ہے کہ سر نہ اونچا رکھے اور نہ جھکا کر رکھے، بلکہ ہموار رکھے۔(۲)۔ قال سمعت وابصة بن معبد یقول : رأیت رسول الله ﷺ یصلی ، فکان اذا رکع سوّی ظهره ، حتی لو صب علیه الماء لاستقر ۔(ابن ماجہ شریف، باب الرکوع فی الصلوۃ، ص۱۲۳، نمبر۸۶۹)اس حدیث میں ہے کہ رکوع میں پیٹھ برابر اور ہموار رکھے۔

لغت : عجز: سرین۔لاینکسہ : نہ زیادہ جھکائے۔صوب: سر کو جھکانا۔یقنع: قنع سے سر اٹھانا۔

ترجمہ : (۴۲۵) [۲۵] رکوع سے اٹھنا۔[۲۶] اس کے بعد اطمینان سے کھڑا رہنا۔

تشریح : [۸ آٹھویں سنت] رکوع سے اٹھنا سنت ہے۔[۹ نویں سنت] رکوع سے اُٹھ کر اطمینان سے پورا کھڑا ہو، یہ سنت ہے، جلدی کرنا اور پورا کھڑا ہوئے بغیر سجدے میں چلے جانا سنت نہیں ہے۔

وجہ : (۱) عن ابی حمید الساعدی قال سمعت و هو فی عشرة من أصحاب النبی ﷺ ....و رکع ، ثم اعتدل ، فلم یصوب رأسه و لم یقنع ، ووضع یدیه علی رکبتیه، ثم قال سمع الله لمن حمده و رفع یدیه و

مطمئنا (۴۲۶)ووضع رکبتیه ثم یدیه ثم وجهه للسجود وعکسه للنهوض(۴۲۷) و تکبیر السجود

اعتدل حتی یرجع کل عظم فی موضعه معتدلا ثم هوی الی الارض ساجدا ۔(ترمذی شریف، باب منہ (ای ماجاء فی وصف الصلوۃ)، ص۸۲، نمبر۳۰۴رنسائی شریف، باب الاعتدال فی الرکوع ،ص ۱۱۸، نمبر۱۰۴۰) اس حدیث میں بالکل سیدھے کھڑے ہوئے یہاں تک ہر ہڈی اپنی جگہ پر آ گئی۔(۲)اس حدیث میں بھی ہے۔عن ابی هریرة عن النبی ﷺ دخل المسجد فدخل رجل فصلی ثم جاء فسلم علی النبی ﷺ فرد النبی ﷺ علیه السلام فقال: ارجع فصل فانک لم تصل ....ثم ارکع حتی تطمئن راکعاً ثم ارفع حتی تعتدل قائما ، ثم اسجد حتی تطمئن ساجدا ۔ (بخاری شریف، باب امر النبی ﷺ الذی لایتم رکوعہ بالاعادۃ ،ص ۱۲۸، نمبر۷۹۳رترمذی شریف، باب ماجاء فی وصف الصلوۃ، ص۸۲، نمبر۳۰۳)اس حدیث میں رکوع سے اٹھنے کا بھی ثبوت ہے اور اطمینان سے کھڑے ہونے کا بھی ثبوت ہے۔

ترجمہ : (۴۲۶) [۲۷] سجدہ کے لئے پہلے دونوں گھٹنے رکھنا، پھر دونوں ہاتھ، پھر منہ رکھنا۔[۲۸] اٹھنے کے وقت اس کا بر عکس کرنا۔

تشریح : یہاں سے سجدے کی ۹ نوسنتیں بیان کی جارہی ہیں۔[۱، پہلی سنت]قومہ سے سجدہ میں جانے لگے تو زمین پر پہلے دونوں گھٹنے رکھے پھر دونوں ہتھیلیاں رکھے، پھر پیشانی رکھے، یہ سنت طریقہ ہے۔[۲، دوسری سنت]اور جب اٹھنے لگے تو اس کا الٹا کرے، یعنی پہلے پیشانی زمین سے اٹھائے، پھر دونوں ہتھیلی اٹھائے پھر گھٹنے اٹھائے۔

وجه : (۱) عن وائل بن حجر قال رأیت رسول الله ﷺ اذا سجد یضع رکبتیه قبل یدیه و اذا نهض رفع یدیه قبل رکبتیه ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی وضع الرکبتین قبل الیدین فی السجود، ص۶۷، نمبر ۲۶۸ر ابوداودشریف، باب کیف یضع رکبتیہ قبل یدیہ، ص۱۳۰، نمبر ۸۳۸)اس حدیث میں ہے کہ سجدہ میں جاتے وقت پہلے گھٹنا رکھے بعد میں ہاتھ رکھے، اور اٹھتے وقت پہلے ہاتھ اٹھائے بعد میں گھٹنا اٹھائے۔

ترجمہ : (۴۲۷) [۲۹]سجدہ کی تکبیر۔[۳۰] سجدے سے اٹھنے کی تکبیر۔

تشریح [۳ تیسری سنت]سجدہ میں جاتے وقت تکبیر کہنا۔[۴ چوتھی سنت]اور سجدہ سے سر اٹھاتے وقت بھی اللہ اکبر کہنا سنت ہے

وجه:(۱)۔ سمع ابا هریرة یقول کان رسول الله ﷺاذا قام الی الصلوة ....ثم یکبر حین یهوی ثم یکبر حین یرفع رأسه ، ثم یکبر حین یسجد ثم یکبر حین یرفع رأسه ثم یفعل ذالک فی الصلاة کلها حتی یقضیها . (بخاری شریف، باب التکبیر اذا قام من السجود، ص۱۲۸، نمبر۷۸۹رمسلم شریف، باب اثبات التکبیر فی کل خفض ورفع فی الصلاۃ، ص۱۶۶، نمبر۳۹۲/۸۶۸)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سجدے میں جاتے اور اٹھتے وقت تکبیر کہتے تھے ۔

ترجمہ : (۴۲۸) [۳۱] سجدہ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان کرنا۔[۳۲]سجدہ میں تین بار تسبیح کہنا۔

وتكبير الرفع منه (۴۲۸)وكون السجود بين كفيه وتسبيحه ثلاثا(۴۲۹) ومجا فاة الرجل بطنه عن

تشریح : [۵ پانچویں سنت]سجدہ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان کرے۔[۶ چھٹی سنت]سجدے میں تین مرتبہ تسبیح پڑھے۔

وجه : (۱)حدیث میں ہے۔قلت للبراء بن عازب این کان النبی ﷺ یضع وجهه اذا سجد؟ فقال بین کفیه (ترمذی شریف، باب ماجاء این وضع الرجل وجهه اذا سجد،ص ۵۷،نمبر ۲۷۱/مسلم شریف، باب وضع یده الیمنی علی الیسری بعد تکبیرة الاحرام،الخ ص ۱۷۰،نمبر ۸۹۶/۴۰۱)اس حدیث میں ہے کہ سجدے کے وقت چہرے کو دونوں ہتھیلیوں کے درمیان رکھے۔(۲) ۔عن عبد الجبار بن وائل عن ابیه عن النبی ﷺ فلما سجد وضع جبهته بین کفیه وجافی عن ابطیه. (ابوداؤد شریف، باب افتتاح الصلوة،ص ۱۱۶ ،نمبر ۷۳۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سجدہ کے وقت چہرہ ہتھیلیوں کے درمیان رکھے۔(۳)اورتین مرتبہ تسبیح کہےاس کی دلیل یہ حدیث ہے ۔عن ابن مسعود قال : قال رسول الله ﷺ اذا رکع احدکم فلیقل ثلاث مرات : سبحان ربی العظیم وذلک ادناه، فاذا سجد فلیقل سبحان ربی الاعلی ثلاثا ، و ذالک ادنـــاه . (ابوداؤدشریف،باب مقدارالرکوع،والسجو د ،ص ۱۳۶،نمبر ۸۸۶/ترمذی شریف،باب ماجاءفی التسبیح فی الرکوع والسجو د،ص ۶۰ ،نمبر ۲۶۱)اس حدیث میں ہے کہ تین مرتبہ سبحان ربی الاعلی ، کہے یہ ادنی مرتبہ ہے۔

ترجمه : (۴۲۹) [۳۳] مرد پیٹ کو ران سے اور کہنی کو پہلو سے اور ہاتھ کو زمین سے علیحدہ رکھے۔

تشریح : [۷ساتویں سنت]مرد جب سجدے میں جائے تو پیٹ کو رانوں سے علیحدہ رکھے،اور دونوں کہنیوں کو پہلوؤں سے علیحدہ رکھے،اور کلائی سے اوپر کا حصہ زمین سے اونچا رکھے،زمین سے ملا کر نہ رکھے۔یہ سنت ہے۔

وجه : (۱) عن البراء قال قال رسول الله ﷺ اذا سجدت فضع کفیک وارفع مرفقیک، وفی حدیث آخر ، اذا صلی فرج بین یدیه حتی یبدو بیاض ابطیه.(مسلم شریف،باب الاعتدال فی السجو دووضع الکفین علی الارض، ص ۲۰۳،نمبر ۴۹۵/۱۱۰۴/۱۱۰۵/ بخاری شریف، باب یبدی ضبعیه ویجافی فی السجو د،ص ۱۳۱، نمبر ۸۰۷)اس حدیث میں ہے کہ کہنیوں کو اونچا رکھے اور پہلو سے الگ رکھے۔(۲)عن عبد الجبار بن وائل عن ابیه عن النبی ﷺ فلما سجد وضع جبهتــه بیــن کــفیــه وجــافی عن ابطیــه. (ابوداؤدشریف،باب افتتاح الصلوة،ص ۱۱۶،نمبر ۷۳۶)اس حدیث میں ہے کہ ہتھیلیوں سے پہلوؤں کو الگ رکھے۔(۳)عـن انـس قـال قـال رسـول الـلـه ﷺ اعتدلوا فی السجود و لا یبسط أحدکم ذراعیه انبساط الکلب ۔ (مسلم شریف،باب الاعتدال فی السجو دووضع الکفین علی الارض،ص ۲۰۳،نمبر ۴۹۳/۱۱۰۲) اس حدیث میں ہے کہ کتے کی طرح ہاتھ کو زمین پر نہ بچھائے بلکہ اس کو اونچا رکھے۔

لغت : نہوض:اٹھنا۔مجافاة:الگ رہنا۔فخذ:ران۔جنب:پہلو۔ذراعیه:ذراع کی تثنیہ ہے،کلائی سے لیکر کہنی تک کے حصے کو ذراع کہتے ہیں۔یہاں کلائی سے اوپر کا حصہ مراد ہے۔

فخذيه ومرفقيه عن جنبيه وذراعيه عن الارض (۴۳۰) وانفخاض المرأة ولزقها بطنها بفخذيها (۴۳۱)والقومة والجلسة بين السجدتين

ترجمه : (۴۳۰) [۳۴] عورت سکڑے اور پیٹ کوران سے ملادے۔

تشریح : [۸آٹھویں سنت]عورت ران کو پیٹ اور پہلو سے ملائے اور ذرا سکڑ کر سجدہ کرے۔

وجه : (۱)عن ابی سعيد الخدری صاحب رسول الله ﷺ عن رسول الله انه قال خير صفوف الرجال الاول و خير صفوف النساء الصف الاخرو كان يأمر الرجال ان يتجافوا فی سجودهم و يأمر النساء ينخفضن فی سجودهن ۔(سنن بیہقی ،باب مایستحب للمرأة من ترک التجافی فی الرکوع والسجود،ج ثانی،ص۳۱۴،نمبر۳۱۹۸)۔ (۲)عن عبد الله ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ اذا جلست المرأة فی الصلوة وضعت فخذها علی فخذها الاخری وواذا سجدت الصقت بطنها فی فخذها كأستر ما يكون لها ۔(سنن بیہقی ،باب مایستحب للمرأة من ترک التجافی فی الرکوع والسجود،ج ثانی،ص۳۱۴،نمبر۳۱۹۹)(۳) اثر میں ہے۔ عن علی قال : اذا سجدت المرأة فلتحتفر و لتضم فخذيها ۲)عن ابن عباس أنه سئل عن صلوة المرأة فقال : تجتمع و تحتفر ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ،۴۳االمرأۃ کیف تکون فی سجودھا،ج اول،ص۲۴۲،نمبر۲۷۷۷ /۲۷۷۸)اس حدیث اور اثر سے معلوم ہوا کہ عورت سجدے کے اندر سکڑ کر رہے اور پیٹ کورانوں سے ملادے تا کہ زیادہ سے زیادہ ستر ہو سکے، یہی اسکے لئے بہتر ہے۔

لغت: انخفض :سکڑ نا۔لزق: چپکنا۔فخذ :ران۔

ترجمه : (۴۳۱) [۳۵] قومہ کرنا۔[۳۶] دوسجدوں کے درمیان جلسہ کرنا۔

تشریح : [۹نویں سنت]رکوع سے کھڑا ہو تو اطمینان سے کھڑا ہو اس کو قومہ کہتے ہیں یہ سنت ہے۔[۱۰دسویں سنت] دوسجدوں کے درمیان اطمینان سے بیٹھے اس کو جلسہ کہتے ہیں ،یہ بھی سنت ہے۔سجدے کی یہ دس سنتیں ہیں۔

وجه : (۱)عن ابی هريرة عن النبی ﷺ دخل المسجد فدخل رجل فصلی ثم جاء فسلم علی النبی ﷺ فرد النبی ﷺ عليه السلام فقال: ارجع فصل فانک لم تصل ....ثم اركع حتی تطمئن راكعاً ثم ارفع حتی تعتدل قائما ، ثم اسجد حتی تطمئن ساجداً ثم ارفع حتی تطمئن جالساً ، ثم اسجد حتی تطمئن ساجدا ، ثم افعل ذالک فی صلاتک كلها ۔ (بخاری شریف،باب امر النبی ﷺ الذی لایتم رکوعہ بالاعادۃ،ص۱۲۸،نمبر ۷۹۳/ترمذی شریف،باب ماجاء فی من لایقیم صلبہ فی الرکوع ولا السجود،ص۶۱،نمبر۲۶۵)(۲) ابوداود شریف میں اس حدیث کے آخر میں یہ بھی زیادہ ہے۔ و قال فی آخره : اذا فعلت هذا فقد تمت صلاتک ، و ما انتقصت من هذا شيئاً فانما انتقصته من صلاتک . (ابوداؤد شریف،باب صلوۃ من لایقیم صلبہ فی الرکوع والسجود،ص۱۳۲،نمبر۸۵۶) اس حدیث میں

(۴۳۲)ووضع اليدين على الفخذين فيما بين السجدتين كحالة التشهد(۴۳۳) وافتراش رجله

تعدیل ارکان نہ کرنے کی وجہ سے نماز لوٹانے کا حکم دیا، اس لئے تعدیل ارکان سنت ہے۔

ترجمه : (۴۳۲) [۳۷] دو سجدوں کے درمیان دونوں ہاتھوں کو دونوں رانوں پر رکھے، جیسے تشہد میں رکھتے ہیں۔

تشريح : دو سجدوں کے درمیان بیٹھے تو دونوں ہاتھوں کو دونوں رانوں پر رکھے، جیسے تشہد کے وقت دونوں ہاتھوں کو دونوں رانوں پر رکھتے ہیں۔

وجه : (۱)عاصم بن كليب الجرمی عن ابيه عن جده قال دخلت على النبی ﷺ وهو يصلی وقد وضع يده اليسرى على فخذه اليسرى ووضع يده اليمنى على فخذه اليمنى وقبض اصابعه وبسط السبابة۔ (ترمذی شریف، باب ابواب الدعاء، کتاب الدعوات، ص ۸۱۷، نمبر ۳۵۸۷ رنسائی شریف، باب قبض الثنتين من اصابع اليد اليمنى وعقد الوسطى، ص ۴۲، نمبر ۱۲۶۹) اس حدیث میں ہے کہ جلسہ یا تشہد میں بیٹھے تو دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر اور بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھے۔

ترجمه : (۴۳۳) [۳۸] بائیں پاؤں کو بچھانا اور داہنے کو کھڑا رکھنا۔ [۳۹] عورت سرین پر بیٹھے۔

تشريح : مرد جلسہ میں یا تشہد میں بیٹھے تو دائیں پاؤں کو کھڑا رکھے اور بائیں پاؤں بچھائے اور اس پر بیٹھے۔

وجه : (۱)فقال ابو حميد الساعدی.... فاذا جلس فی الركعتين جلس على رجله اليسرى و نصب اليمنى واذا جلس فی الركعة الآخرة قدم رجله اليسرى ونصب الاخرى وقعد على مقعدته۔(بخاری شریف، باب سنة الجلوس فی التشهد، ص ۱۳۴، نمبر ۸۲۸ رمسلم شریف، باب ما يجمع صفة الصلوة وما يفتتح به، ص ۲۰۵، نمبر ۴۹۸ / ۱۱۱۰) (۲)عن وائل بن حجر قال قدمت المدينة قلت لانظرن الى صلوة رسول الله ﷺ فلما جلس ۔ يعنى للتشهد ۔ افترش رجله اليسرى ووضع يده اليسرى يعنى على فخذه اليسرى ونصب رجله اليمنى ۔(ترمذی شریف، باب کیف الجلوس فی التشهد، ص ۷۹، نمبر ۲۹۲) اس حدیث میں ہے کہ دائیں پاؤں کو کھڑا کیا اور بائیں کو بچھایا۔

تشريح : عورت تشہد میں تورک کرے، یعنی دونوں پاؤں کو دائیں طرف کر دے اور سرین پر بیٹھے۔

وجه :(۱) عن ابی حميد الساعدی .... حتى اذا كانت السجدة التی فيها التسليم اخر رجله اليسرى وقعد متوركا على شقه الايسر. (ابوداؤد شریف، باب من ذكر التورك فی الرابعة، ص ۱۴۶، نمبر ۹۶۳ رمسلم شریف، باب صفة الجلوس فی الصلوة وكيفية وضع اليدين على الفخذين، ص ۲۳۵، نمبر ۵۷۹ / ۱۳۰۷) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قعدۂ اخیرہ میں تورک مسنون ہے، حنفیہ نے اس کو عورت کے بارے خاص کر لیا۔(۲)فقال ابو حميد الساعدی.... واذا جلس فی الركعة الآخرة قدم رجله اليسرى ونصب الاخرى وقعد على مقعدته۔ (بخاری شریف، باب سنة الجلوس فی التشهد

الیسریٰ ونصب الیمنیٰ وتورّک المرأة(۴۳۴) والاشارة فی الصحیح بالمسبحة عند الشھادة

،ص۱۳۴،نمبر۸۲۸(۳)اثر میں ہے۔قلت لعطاء تجلس المرأة فی مثنی علی شقھا الایسر ؟ قال : نعم ، قلت : ھو احب الیک من الایمن ؟ قال : نعم ،قال: تجتمع جالسة ما استطاعت ، قلت : تجلس جلوس الرجل فی مثنی أو تخرج رجلھا الیسری من تحت الیتھا ؟ قال : لا یضرھا أی ذالک جلست اذا اجتمعت ۔(مصنف ابن ابی شیبة ،۴۴فی المرأة کیف تجلس فی الصلوة ، ج اول ،ص۲۴۳،نمبر۲۷۹۱،سنن بیھقی ، باب مایستحب للمرأة من ترک التجافی فی الرکوع والسجود ، ج ثانی ،ص۳۱۴،نمبر۳۱۹۸)اس اثر میں ہے کہ عورت بائیں جانب بیٹھے گی ،اسلئے کہ اس میں اسکو آسانی بھی ہے۔

ترجمہ : (۴۳۴) [۴۰]صحیح روایت میں شہادت کے وقت شہادت کی انگلی سے اشارہ کرے، لا الہ پر اٹھائے اورالا اللہ کے وقت رکھ دے۔

تشریح : تحیات میں تشہد پڑھتے وقت جب لا الہ پر پہونچے تو شہادت کی انگلی کو اٹھائے اورالا اللہ پر نیچے کردے،شروع تحیات سے انگلی سے بار بار اشارہ کرتا رہے ایسا نہ کرے۔

وجہ : (۱) عن وائل بن حجر قال ... ثم جلس فافترش رجلہ الیسری ووضع یدہ الیسری علی فخذہ الیسری وحد مرفقہ الایمن علی فخذہ الیمنی وقبض ثنتین و حلق حلقة ورأیتہ یقول ھکذا وحلق بشر الابھام والوسطی واشار بالسبابة (ابوداؤدشریف، باب کیف الجلوس فی التشھد ،ص۱۴۶،نمبر۹۵۷)اس حدیث میں ہے کہ انگوٹھے اوردرمیان کی انگلی سے حلقہ بنائے اورشہادت کی انگلی سے اشارہ کرے(۳)عاصم بن کلیب الجرمی عن ابیہ عن جدہ قال دخلت علی النبی ﷺ وھو یصلی وقد وضع یدہ الیسری علی فخذہ الیسری ووضع یدہ الیمنی علی فخذہ الیمنی وقبض اصابعہ وبسط السبابة (ترمذی شریف، باب ابواب الدعاء ج ثانی ،ص۱۸۷،نمبر۳۵۸۷ر نسائی شریف، باب قبض الثنتین من اصابع الید الیمنی وعقد الوسطی،ص۱۶۷،نمبر۱۲۶۹)اس حدیث میں بھی ہے کہ حلقہ بنائے اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرے۔(۴)صرف ایک مرتبہ اشارہ کرے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔عن عبد اللہ انہ ذکر ان النبی ﷺ کان یشیر باصبعہ اذا دعا لا یحرکھا ۔(سنن بیہقی ، باب من روی انہ اشار بھاولم یحرکھا، ج ثانی ،ص۱۸۹، نمبر۲۷۸۶)اس حدیث میں ہے کہ بار بار حرکت نہیں کرتے تھے صرف ایک بار اشارہ کرتے تھے(۵) عن ابن عمر انہ رای رجلا یحرک الحصا.....قال فوضع یدہ الیمنی علی فخذہ و اشار باصبعہ التی تلی الابھام فی القبلة و رمی ببصرہ الیھا او نحوھا ثم قال ھکذا رأیت رسول اللہ ﷺ یصنع ۔ (سنن بیہقی، باب الاشارة بالمسبحة الی القبلة ،ج ثانی ،ص۱۹۰،نمبر۲۷۸۹) اس حدیث میں ہے کہ قبلہ کی طرف ایک مرتبہ اشارہ فرمایا۔

لا الہ الا اللہ کے وقت اشارہ کرے۔لا کے وقت انگلی کھڑی کرے اورالا اللہ کے وقت گرائے اس کی حدیث نہیں ملی۔

يرفعها عند النفي ويضعها عند الاثبات(۴۳۵) وقراءة الفاتحة فيما بعد الاولیین (۴۳۶)والصلوة

لغت : المسبحۃ: تسبیح پڑھنے کی چیز، دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی مراد ہے، کیونکہ اس سے تسبیح پڑھتے ہیں۔ الشھادۃ: تحیات میں اشھدان لا الہ، کو شہادت کہتے ہیں النفی: لا الہ، کو نفی کہا ہے۔ الاثبات: الا اللہ، کو اثبات، کہا ہے۔

ترجمہ : (۴۳۵) [۴۱] پہلی دونوں کے بعد کی رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھنا۔

تشریح : فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں کچھ نہ پڑھے تب بھی چلے گا لیکن سورہ فاتحہ پڑھنا سنت ہے۔ دوسرے ائمہ کے یہاں سورہ فاتحہ پڑھنا فرض ہے۔

وجہ:(۱) **عن عبد الله بن ابی قتادة عن ابيه ان النبی ﷺ كان يقرأ فی الظهر فی الاوليين بام الكتاب وسورتين و فی الركعتين الاخريين بام الكتاب ويسمعنا الآية و يطول فی الركعة الاولی ما لا يطيل فی الركعة الثانية وهكذا فی العصر** ۔(بخاری شریف، باب یقرأ فی الاخریین بفاتحۃ الکتاب، ص ۱۰۷، نمبر ۷۷۶ / مسلم شریف، باب القرأۃ فی الظھر والعصر، ص ۱۸۵، نمبر ۴۵۱/ ۱۰۱۲/ ابوداود شریف، باب القرأت فی الظھر، ص ۱۲۴، نمبر ۷۹۸) اس حدیث میں ہے کہ فرض کی دوسری دو رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ پڑھتے تھے (۲) **جابر بن سمرة قال قال عمر لسعد لقد شكوك فی كل شیء حتی الصلوة قال اما انا فامد فی الاوليين واحذف فی الآخرين ولا آلو ما اقتديت به من صلوة رسول الله قال صدقت ذاک الظن بک** ۔(بخاری شریف، باب یطول فی الاولیین ویحذف فی الاخریین ص ۱۰۶، نمبر ۷۷۰/ مسلم شریف، باب القرأۃ فی الظھر والعصر، ص ۱۸۶، نمبر ۴۵۳/ ۱۰۱۸) دوسری دو رکعتوں میں حذف کرتے تھے یعنی صرف سورہ فاتحہ پڑھتے تھے۔

ترجمہ : (۴۳۶) [۴۲] اخیر قعدہ میں رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھنا۔

تشریح : قعدہ اولی میں صرف تشہد پڑھ کر اٹھ جائے، لیکن دو رکعت کے بعد قعدہ اخیرہ ہو یا تین رکعت کے بعد یا چار رکعت کے بعد قعدہ آخیرہ ہو تو اس میں تشہد کے بعد درود شریف بھی پڑھے، اور بعد میں قرآن وحدیث کے الفاظ سے اپنے لئے دعا بھی کرے، پھر سلام پھیرے۔

وجہ : (۱) نماز میں درود شریف سنت ہونے کی دلیل یہ آیت ہے۔ **ان الله و ملئكته يصلون علی النبی يا ايها الذين آمنوا صلوا عليه وسلموا تسليما** ۔(آیت ۵۶، سورۃ الاحزاب ۳۳) اس آیت سے زندگی میں ایک مرتبہ درود پڑھنا فرض ہے اور نماز میں پڑھنا سنت ہے (۲) حدیث میں ہے۔ **عن كعب بن عجرة .... فقلنا قد عرفنا كيف نسلم عليک فكيف نصلی عليک؟ قال قولوا اللهم صل علی محمد الخ** ۔(مسلم شریف، باب الصلوۃ علی النبی بعد التشھد، ص ۱۷۳، نمبر ۴۰۶/ ۹۰۸/ ابوداؤد شریف، باب الصلوۃ علی النبی بعد التشھد، ص ۱۴۹، نمبر ۹۷۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ

علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الجلوس الاخیر (٤٣٧)والدعاء بما یشبہ الفاظ القرآن والسنة لا کلام الناس(٤٣٨) والالتفات یمینا ثم یسارا بالتسلیمتین(٤٣٩) ونیة الامام الرجال والحفظة

تشہد کے بعد حضورؐ پر درود پڑھنا چاہئے ۔(٣) انہ سمع فضالة ابن عبید یقول : سمع النبی ﷺ رجلا یدعو فی صلوتہ فلم یصل علی النبی ﷺ فقال النبی ﷺ : عجل ھذا ، ثم دعاہ ، فقال لہ أو لغیرہ : اذا صلی أحدکم فلیبدأ بتحمیداللہ و الثناء علیہ ، ثم لیصل علی النبی ﷺ ثم لیدع بعد ما شاء ۔(ترمذی شریف، باب فی ایجاب الدعاء بتقدیم الحمد والثناء والصلوۃ علی النبی قبلہ، ص ٩٤٧، نمبر ٣٤٧٧) اس حدیث میں ہے کہ تشہد کے بعد درود شریف پڑھے۔

ترجمه : (٤٣٧) [٤٣] الفاظِ قرآن وحدیث کے مشابہ دعا کرنا، کلام الناس کے مشابہ نہیں۔

وجه: (ا) انسانی کلام کی دعا کرے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اس لئے ایسی دعا نہ کرے جو انسانی کلام کے مشابہ ہو۔ اس حدیث میں اسکا اشارہ ہے۔ عن معاویة بن الحکم السلمی قال : بینا أنا اصلی مع رسول اللہ ﷺ ....قال : ان ھذہ الصلوۃ لا یصلح فیھا شیء من کلام الناس ، انما ھو التسبیح و التکبیر و قراءۃ القرآن ۔(مسلم شریف، باب تحریم الکلام فی الصلوۃ ونسخ ما کان من اباحتہ، ص ٢٠٣، نمبر ١١٩٩/٥٣٧) اس حدیث میں ہے کہ نماز میں کلام الناس نہ کرے۔
(٢) عن عبد اللہ قال اذا کنا مع النبی ﷺ فی الصلوۃ ... ثم لیتخیر من الدعاء اعجبہ الیہ فیدعو. (بخاری شریف، باب ما یتخیر من الدعاء بعد التشھد ولیس بواجب، ص ١١٥، نمبر ٨٣٥/ ابوداؤد شریف، باب التشھد، ص ١٤٦، نمبر ٩٦٨)
(٣) عن عائشة زوج النبی ﷺ اخبرتہ ان رسول اللہ ﷺ کان یدعو فی الصلوۃ اللھم انی اعوذبک من عذاب القبر ، الخ ۔(بخاری شریف، باب الدعاء قبل السلام، ص ١١٥، نمبر ٨٣٢) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سلام سے پہلے حدیث میں منقول دعائیں کرنی چاہئے۔

ترجمه : (٤٣٨) [٤٤] دونوں سلاموں میں داہنے پھر بائیں طرف منھ پھیرنا۔

تشریح : بنفسہ ایک سلام کرنا واجب ہے۔ لیکن دو سلام کرے، اور پہلے سلام میں دائیں طرف منہ کرے اور دوسرے سلام سے بائیں طرف منہ کرے یہ سنت ہے۔

وجه: (ا) عن عبد اللہ ان النبی ﷺ کان یسلم عن یمینہ وعن شمالہ حتی یری بیاض خدہ، السلام علیکم ورحمة اللہ ،السلام علیکم ورحمة اللہ (ابوداؤد شریف، باب فی السلام، ص ١٥١، نمبر ٩٩٦/ ترمذی شریف، باب ما جاء فی التسلیم فی الصلوۃ، ص ٩٧، نمبر ٢٩٥) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سلام پھیرنا چاہئے اس طرح کہ کنارے والوں کو گال نظر آنے لگے۔

وصالح الجن بالتسليمتين فى الاصح(۴۴۰) ونية المأموم امامه فى جهته وان حاذاه نواه فى التسليمتين مع القوم والحفظة وصالح الجن (۴۴۱)ونية المنفرد الملائكة فقط

ترجمه : (۴۳۹) [۴۵] امام دونوں سلام کرتے وقت مردوں کی نیت کرے اور نگہبان فرشتوں کی نیت کرے، اور نیک جن کی نیت کرے اصح روایت میں۔

تشریح : امام دونوں سلام کرتے وقت جو مرد مقتدی ہیں ان کی نیت کرے، عورت کی نیت نہ کرے، کیونکہ اس میں فتنہ ہے، اور حفاظت کرنے والے جو فرشتے ہیں ان کی نیت کرے، اور اصح روایت یہ ہے کہ نیک جن کی بھی نیت کرے، کیونکہ نماز میں وہ بھی حاضر ہوتے ہیں۔

وجه: (ا)حدیث میں ہے۔عن جابر بن سمرة .... انما یکفی احدکم أن یضع یدہ علی فخذہ ، ثم یسلم علی أخیه من علی یمینه و شماله۔(مسلم شریف، باب الامر بالسکون فی الصلوۃ والنھی عن الاشارۃ بالید، ص۱۸۱، نمبر۴۳۱/۹۷۰/ابوداود شریف، باب فی السلام، ص۱۵۲، نمبر ۹۹۸)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سلام میں دائیں اور بائیں جانب مقتدی کی نیت کرے۔اور یہ سب لوگ امام کے مقتدی ہیں اس لئے ان سبھوں کی نیت کرے۔

ترجمه : (۴۴۰) [۴۶] مقتدی نیت کرے اپنے امام کی جس جانب اس کا امام ہو، اور اگر سامنے ہو تو انکی نیت کرے دونوں سلاموں میں قوم کے ساتھ، اور محافظ فرشتوں کی، اور نیک جن کی۔

تشریح : جس جانب امام ہو مقتدی اس جانب سلام پھیرتے وقت اپنے امام کی نیت کرے، اور اگر امام بالکل سامنے ہو تو دونوں سلاموں میں امام کی نیت کرے۔اور اس مقتدی کیساتھ جو اور مقتدی ہیں انکی نیت کرے کہ میں انکو سلام کر رہا ہوں، اور محافظ فرشتے کی نیت کرے، اور نیک جن کی نیت کرے۔

وجه : (ا)دلیل یہ حدیث ہے۔عن سمرة بن جندب قال : أمرنا النبی ﷺ أن نرد علی الامام، و أن نتحاب، و أن یسلم بعضنا علی بعض ۔(ابوداود شریف، باب الرد علی الامام، ص۱۵۲، نمبر۱۰۰۱/ابن ماجہ شریف، باب رد السلام علی الامام، ص۱۳۱، نمبر۹۲۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنے امام کو بھی سلام کرنا چاہئے۔(۲)اثر میں ہے۔عن حماد قال : اذا کان الامام عن یمینک فسلمت عن یمینک ، و نویت الامام فی ذالک ، و اذا کان عن یسارک سلمت و نویت الامام فی ذالک ایضاً ، و اذا کان بین یدیک فسلمت علیه فی نفسک ، ثم سلمت عن یمینک و عن شمالک ۔(مصنف عبد الرزاق، باب الرد علی الامام، ج ثانی ص۱۴۷، نمبر۳۱۵۷)اس اثر سے معلوم ہوا کہ امام دائیں جانب ہو تو دائیں جانب اسکی نیت کرے، اور بائیں جانب ہو تو بائیں جانب اسکی نیت کرے۔

ترجمه : (۴۴۱) [۴۷] اکیلا آدمی صرف فرشتے کی نیت کرے۔

(۴۴۲) وخفض الثانية عن الاولى (۴۴۳)ومقارنته لسلام الامام(۴۴۴) والبداء ة باليمين

وجه : (۱) قلت لعطاء ليس عن يميني احد و عن يساری أناس ؟ قال فابدأ فسلم من علی يمينک من اجل الملائكة ثم سلم على الذى فى يسارک ۔(مصنف عبدالرزاق، باب التسلیم ،ج ثانی ،ص ۱۴۵،نمبر ۳۱۴۵) اس قول تابعی میں ہے کہ فرشتے کی نیت کرے۔(۲) عن ابن سيرين قال اذا صليت وحدک فسلم عن يمينک السلام ، و عن يسارک السلام علينا و على عباداللہ الصالحين ۔ (مصنف عبدالرزاق، باب التسلیم ،ج ثانی ،ص ۱۴۵،نمبر ۳۱۴۶) اس قول تابعی میں ہے کہ نیک بندوں کی نیت کرے،اوراس میں فرشتے بھی ہیں اور نیک جنات بھی۔

لغت : الحفظة: حفاظت کرنے والے مراد ہیں محافظ فرشتے۔حاذاہ: محاذات سے مشتق ہے،سامنے ہو۔

ترجمہ : (۴۴۲) [۴۸] دوسرے سلام کو پہلے سلام کی بنسبت آہستہ کہے۔

تشریح : پہلا سلام اصل ہے اسی سے سلام ہو گیا اور نماز پوری ہو گئی،اس لئے دوسرے سلام کو پہلے کی بنسبت آہستہ کہے۔

وجه :عن ابراهيم انه كان يسلم عن يمينه السلام عليكم ورحمة الله ، يرفع بها صوته ، و عن يساره ،السلام عليكم ورحمة الله، وكان اخفض من الاول ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من کان یسلم فی الصلاۃ تسلیمتین ، ج اول ،ص ۲۶۷،نمبر ۳۰۵۷) اس قول تابعی میں ہے کہ دوسرا سلام آہستہ کہے۔

ترجمہ : (۴۴۳) [۴۹] امام کے سلام کے ساتھ سلام کہے۔

تشریح مقتدی ہو تو امام سے پہلے سلام نہ کرے،البتہ بہت تاخیر بھی نہ کرے،بلکہ امام کے سلام کے فورا بعد سلام پھیر دے۔

وجه : (۱)عن عتبان بن مالک قال صلينا مع النبی ﷺ فسلمنا حين سلم ۔(بخاری شریف، باب یسلم حین یسلم الامام،ص ۱۳۶،نمبر ۸۳۸) اس حدیث میں ہے کہ امام کے سلام کے بعد فورا سلام کرے۔(۲)و كان ابن عمر ؓ يستحب اذا سلم الامام ان يسلم من خلفه ۔(بخاری شریف، باب یسلم حین یسلم الامام،ص ۱۳۶،نمبر ۸۳۸) اس حدیث میں ہے کہ امام کے سلام کے بعد فورا سلام کرے۔

ترجمہ : (۴۴۴) [۵۰] سلام داہنی جانب سے شروع کرے۔

وجه : (۱)عن عبد الله ان النبی ﷺ كان يسلم عن يمينه وعن شماله حتى يرى بياض خده، السلام عليكم ورحمة الله ،السلام عليكم ورحمة الله (ابوداؤد شریف، باب فی السلام،ص ۱۵۱،نمبر ۹۹۶ ترمذی شریف، باب ما جاء فی التسلیم فی الصلوۃ،ص ۹۷،نمبر ۲۹۵) اس حدیث میں پہلے دائیں کا ذکر ہے پھر بائیں کا،اس لئے پہلے دائیں سلام پھیرے اس کے بعد بائیں۔(۲)عن عطاء قال ابدأ بالامام ثم سلم على من عن يمينک ثم على من عن يسارک ۔(مصنف عبدالرزاق، باب الرد علی الامام،ج ثانی ،ص ۱۴۶،نمبر ۳۱۵۴) اس قول تابعی میں ہے کہ پہلے دائیں جانب سلام کرے پھر

(۴۴۵) وانتظار المسبوق فراغ الامام.

﴿فصل : فی آدابها﴾

بائیں جانب سلام کرے۔

ترجمہ : (۴۴۵) [۵۱] مسبوق امام کے فارغ ہونے کا انتظار کرے۔

تشریح : کسی کی رکعت چھوٹ گئی ہو اور وہ مسبوق بن گیا ہو تو امام کے پہلے سلام کے بعد فورا کھڑا نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ امام نے سجدہ سہو کرنے کے لئے یہ سلام کیا ہو، اور مسبوق کو بھی اس میں شرکت کرنی پڑے اس لئے دوسرا سلام کرے تب مسبوق کھڑا ہو۔

وجہ : قلت لعطاء تفوتنی رکعة مع الامام فیسلم الامام فأقوم فأقضی أم انتظر ؟ قال : تنتظر قلیلا فان احتبس فقم و دعه ۔ (مصنف عبد الرزاق، باب متی یقوم الرجل یقضی ما فاته اذا سلم الامام، ج ثانی ص ۱۴۷، نمبر ۳۱۶۱) اس قول تابعی میں ہے کہ مسبوق کو تھوڑا انتظار کرنا چاہئے۔

﴿فصل: نماز کے آداب کے بیان میں﴾

نماز کے مستحبات (۱۰) دس یہ ہیں:

۱:......تکبیر کے وقت مرد آستین سے اپنے دونوں ہاتھ نکال لیوے۔

۲:......اور مصلی قیام کے وقت سجدہ کی جگہ نظر رکھے۔

۳:......رکوع میں ظاہر قدم پر۔

۴:......اور سجدہ میں ناک کے سرے پر۔

۵:......اور قعدہ میں اپنی گود میں۔

۶:......اور سلام میں کندھوں پر نظر رکھے۔

۷:......اور حتی الوسع کھانسی دفع کرے۔

۸:......اور جمائی کے وقت منہ بند کرے۔

۹:......اور تکبیر میں حی علی الفلاح کہنے کے وقت کھڑا ہوئے۔

۱۰:......اور قد قامت الصلوۃ کہنے کے وقت امام نماز شروع کرے۔

(۴۴۶) من آدابها اخراج الرجل كفيه من كميه عند التكبير(۴۴۷) ونظر المصلى الى موضع

ضروری نوٹ : مستحبات کا مطلب ہے کہ کرے تو بہتر ہے اور نہ کرے تو کوئی حرج نہیں ہے

ترجمہ : (۴۴۶) [ا] تکبیر کے وقت مرد آستین سے اپنے دونوں ہاتھ نکال لیوے۔

تشریح : ہاتھ آستین کے اندر ہوگا تو پورے طور پر نہیں اٹھا سکے گا، اور اللہ کی بڑائی بھی پورے طور پر نہیں ہو سکے گی، اس لئے اگر ہاتھ آستین کے اندر ہو یا کپڑے کے اندر ہو تو اس کو نکال لے۔

وجہ : عن وائل بن حجر انه رأى النبى ﷺ رفع يديه حين دخل فى الصلاة كبر - وصف همام حيال اذنيه - ثم التحف بثوبه ثم وضع يده اليمنى على اليسرى فلما اراد ان يركع اخرج يديه من الثوب ثم رفعهما - (مسلم شریف، باب وضع یدہ الیمنی علی الیسری بعد تکبیرۃ الاحرام الخ، ص ۱۷۰، نمبر ۸۹۶/۴۰۱ /ابو داود شریف، باب رفع الیدین فی الصلاۃ، ص ۱۱۳، نمبر ۷۲۳) اس حدیث میں ہے کہ رکوع کے وقت ہاتھ نکالتے تھے، جس سے معلوم ہوا کہ آستین لمبی ہو تو تکبیر کے وقت ہاتھ آستین سے نکالے۔ (۲) اس قول ان ابا قلابۃ کان اذا سجد خرج یدیہ من ثوبہ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من کان یخرج یدیہ اذا سجد، ج اول، ص ۲۳۹، نمبر ۲۷۴۰) اس اثر میں ہے کہ سجدے کے وقت ہاتھ نکالے، اسی پر قیاس کرتے ہوئے تکبیر کے وقت ہاتھ باہر کرے۔ یہ آداب میں سے ہے۔ کم: آستین۔

ترجمہ : (۴۴۷) [۲] اور مصلی قیام کے وقت سجدہ کی جگہ نظر رکھے۔ [۳] اور رکوع کرتے وقت قدم کے ظاہری حصے پر۔ [۴] اور سجدہ میں ناک کے سرے پر۔

تشریح : اصل قاعدہ یہ ہے کہ نماز پڑھتے وقت ادھر ادھر نہ دیکھے، اور سجدے کی جگہ پر نظر رکھے تاکہ خشوع خضوع زیادہ سے زیادہ پیدا ہو سکے۔ اس لئے قیام کی حالت میں سجدے کی جگہ پر نظر رکھے، اور رکوع کی حالت میں قدم کے ظاہری حصے پر نظر رکھے۔ اور سجدے کی حالت میں ناک کے سرے پر نگاہ رکھے۔

وجہ : (ا) ادھر ادھر نہ دیکھے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ ان انس بن مالك حدثه قال قال رسول الله ﷺ ما بال اقوام يرفعون أبصارهم الى السماء فى صلاتهم ؟ فاشتد قوله فى ذالك حتى قال لينتهين عن ذالك او لتخطفن ابصارهم - (بخاری شریف، باب رفع البصر الی السماء فی الصلاۃ، ص ۱۲۲، نمبر ۷۵۰/مسلم شریف، باب النهی عن رفع البصر الی السماء فی الصلاۃ، ص ۱۸۳، نمبر ۴۲۸/۹۶۶) اس حدیث میں ہے کہ نماز میں نگاہ ادھر ادھر نہیں کرنی چاہئے۔ (۲) سجدے کی جگہ پر نظر ہو اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن محمد قال نبئت ان رسول الله ﷺ كان اذا صلى رفع بصره الى السماء فنزلت آية ان لم تكن ﴿ الذين هم فى صلاتهم خاشعون ﴾، فلا ادرى اى آية هى فكان محمد بن سيرين يحب ان لا يجاوز بصره مصلاه - (سنن بیہقی، باب لا یجاوز بصرہ موضع سجودہ، ج ثانی، ص ۴۰۲، نمبر ۳۵۴۱) اس

سجوده قائما والی ظاهر القدم راکعا والی ارنبة انفه ساجدا(۴۴۸) والی جحره جالسا والی المنکبین مسلّما (۴۴۹)ودفع السعال ما استطاع وکظم فمه عند التثاؤب(۴۵۰) والقیام حین قیل

حدیث مرسل میں ہے کہ سجدے کی جگہ نظر ہونی چاہئے ۔(۳)عن ابراهیم النخعی انه کان یحب للمصلی ان لا یجاوز بصره موضع سجوده ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من کان للمصلی ان یکون بصرہ حذاء موضع سجودہ، ج ثانی،ص۲۴،نمبر ۶۵۰۱)اس قول تابعی میں ہے کہ سجدے کی جگہ پر نظر رکھے۔

ترجمہ : (۴۴۸) [۵] بیٹھنے کی حالت میں اپنی گود میں۔[۶] اور سلام میں کندھوں پر نظر رکھے۔

تشریح : بیٹھنے کی حالت میں نظر گود میں رہے، چاہے جلسہ میں بیٹھے، یا تشہد کی حالت میں بیٹھے۔اور سلام پھیرنے کی حالت میں نظر کندھے پر رہے۔

وجہ : بیٹھنے کی حالت میں گود میں رہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔عن عبد اللہ بن الزبیر عن ابیه ان رسول الله ﷺ کان اذا قعد فی التشهد وضع کفه الیسری علی فخذه الیسری و اشار بالسبابة لا یجاوز بصره اشارته (نسائی شریف، باب موضع البصر عند الاشارۃ وتحریک السبابۃ،ص۱۷۷،نمبر ۱۲۷۶)اس حدیث میں ہے کہ آپ کی نگاہ انگلی پر ہوتی تھی

لغت : حجر: گود۔ارنب: ناک کا بانسہ۔ منکب: کندھا۔

ترجمہ : (۴۴۹) [۷] اور حتی الوسع کھانسی دفع کرے۔[۸]اور جمائی کے وقت منہ بند کرے۔

تشریح : بار بار کھانسنے سے خشوع وخضوع میں کمی آتی ہے،اور دوسروں کو بھی خلل ہوتا ہے اس لئے جتنا ہو سکے کھانسی کو دفع کرے۔اسی طرح جمائی آنا سستی کی علامت ہے،اور منہ بری طرح کھل جاتا ہے،اس لئے جمائی کے وقت منہ بند کرے۔

وجہ : اس حدیث میں منہ بند کرنے کا حکم ہے۔ عن ابی هریرة ان رسول الله ﷺ قال التثاوب من الشیطان فاذا تثاوب أحدکم فلیکظم ما استطاع ۔(مسلم شریف، باب تشمیت العاطس وکراهیۃ التثاوب،ص۱۲۹۴،نمبر ۲۹۹۴/۷۴۹۰)اس حدیث میں ہے کہ جمائی کو حتی الوسع دور کرے۔

لغت : السعال: کھانسی۔کظم: منہ بند کرنا۔التثاوب: جمائی آنا۔

ترجمہ : (۴۵۰) [۹]اور تکبیر میں حی علی الفلاح، کہنے کے وقت کھڑا ہو۔

تشریح : امام جب تک نماز پڑھانے کے لئے تیار نہ ہو تکبیر نہ کہے، کیونکہ اس سے مقتدی کو بلا وجہ انتظار کرنا پڑے گا۔لیکن اگر امام امامت کے لئے تیار ہو اور مصلے پر ہو تو فرماتے ہیں کہ حی علی الفلاح، پر مقتدی کھڑے ہو جائیں، کیونکہ موذن نماز کی طرف بلا رہا ہے۔۔حنفیوں کے یہاں حی علی الفلاح، پر کھڑا ہونے کا دو مطلب لئے ہیں،ایک یہ کہ اقامت شروع ہونے کے بعد حی علی الفلاح، سے پہلے تک کھڑا ہوتا رہے،البتہ اس سے تاخیر نہ کرے،ایک جماعت اسی پر عمل کرتی ہے،اس جماعت کی حدیث نیچے

حی علی الفلاح (۴۵۱) و شروع الامام مذ قیل قد قامت الصلوة.

آرہی ہے ۔دوسرا مطلب یہ ہے کہ حی علی الفلاح، سے پہلے کوئی مقتدی کھڑا نہ ہو،ٹھیک حی علی الفلاح، پر ہی کھڑا ہو،اوراس سے تاخیر نہ کرے۔دوسری جماعت اس طرف گئی ہے۔ یہ آداب ہیں اس لئے کسی جماعت کواس پر تشدد نہیں کرنا چاہئے۔

وجہ : (۱)امام جب تک مصلی پر آنے کے لئے تیار نہ ہوتو اقامت نہ کہےاس کے لئے یہ حدیث ہے۔**عن عبد الله بن ابی قتادة عن ابیه قال قال رسول الله ﷺ اذا اقیمت الصلوة فلا تقوموا حتی ترونی** ۔(بخاری شریف،باب متی یقوم الناس اذا رأوا الامام عندالاقامة ؟ ص ۱۰۵،نمبر ۶۳۷ رمسلم شریف، باب متی یقوم الناس للصلاة،ص ۲۴۴،نمبر ۶۰۴ / ۱۳۶۵) اس حدیث میں ہے کہ امام نماز کے لئے تیار ہوتب ہی مقتدی کھڑے ہوں چاہے اقامت کہی جا چکی ہو۔ (۲) حی علی الفلاح، سے پہلے کھڑا ہوتا رہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے. **عن ابی هريرة ان الصلاة كانت تقام لرسول الله ﷺ فيأخذ الناس مصافهم قبل ان يقوم النبی ﷺ مقامه** ۔(مسلم شریف، باب متی یقوم الناس للصلاة،ص ۲۴۵،نمبر ۶۰۵ / ۱۳۶۹ رابوداود شریف، باب فی الصلاة تقام ولم يأت الامام ينتظرونه قعودا،ص ۹۰،نمبر ۵۴۱) اس حدیث سے پتہ چلا کہ آپ مصلی پر جاتے اس سے پہلے اقامت کہی جاتی اور لوگ نماز کے لئے کھڑے بھی ہوجاتے ۔(۳) **عن البراء بن عاذب قال كنا نقوم فی الصفوف علی عهد رسول الله ﷺ طويلا قبل ان يكبر** ۔(ابوداود شریف، باب فی الصلاة تقام ولم يأت الامام ينتظرونه قعودا،ص ۹۰،نمبر ۵۴۳) اس حدیث میں ہے کہ تکبیر سے بہت پہلے لوگ کھڑے ہوجاتے ۔(۴) جو حضرات حی علی الصلوة پر کھڑے ہونے کے قائل ہیں انکی دلیل یہ قول تابعی ہے. **عن الحسن انه كره ان يقوم الامام حتی يقول المؤذن قد قامت الصلوة** ۔(مصنف ابن ابی شیبة، باب من قال اذا قال المؤذن قد قامت الصلوة فليقم، ج اول،ص ۳۵۶،نمبر ۴۰۹۹) اس اثر میں ہے کہ قد قامت الصلوة، پر ہی کھڑا ہو۔

ترجمہ : (۴۵۱) [۱۰] اور قد قامت الصلوة کہنے کے وقت امام نماز شروع کرے۔

وجہ : (۱) **عن عبد الله بن ابی اوفیؓ قال كان اذا قال بلال قد قامت الصلوة نهض رسول الله ﷺ فكبر** . (سنن بیہقی، باب من زعم انه یکبر قبل فراغ المؤذن من الاقامة، ج ثانی،ص ۳۵،نمبر ۲۲۹۷) اس حدیث میں ہے کہ قد قامت الصلوة کے وقت حضور تکبیر کہتے ۔(۲) **سألت ابراهيم متی يكبر الامام ؟ اذا فرغ المؤذن او قبل ان يفرغ ؟ قال ای ذالک فعلت فلا بأس ، قال و اخبرنی الاعمش عن ابراهيم انه كان يكبر حين يقول المؤذن قد قامت الصلاة** ۔(مصنف عبدالرزاق، باب متی یکبر الامام؟، ج ثانی ص ۴۸،نمبر ۵۵۲۳ رمصنف ابن ابی شیبة، باب فی الامام متی یکبر اذا قال المؤذن قد قامت الصلاة، ج اول،ص ۳۵۵،نمبر ۴۰۹۱) اس قول تابعی میں ہے کہ کبھی بھی تکبیر کہے کوئی بات نہیں ہے، البتہ ادب یہ ہے کہ ,قد قامت الصلوة، کے وقت امام تکبیر کہے۔(۳) **عن انس قال اقيمت الصلاة و رسول الله ﷺ**

﴿فصل : (فی کیفیة ترکیب الصلوة﴾

(۴۵۲)اذا اراد الرجل الدخول فی الصلوة اخرج کفیه من کمیه ثم رفعها حذاء اذنیه ثم کبّر بلا مدّ ناویا(۴۵۳) ویصح الشروع بکل ذکر خالص لله تعالی کسبحان الله

نجّی فی جانب المسجد فما قام الی الصلاۃحتی نام القوم ۔(ابوداودشریف، باب فی الصلاۃ تقام ولم یأت الامام ینتظر ونہ قعودا،ص۹۰،نمبر۵۴۴)اس حدیث میں ہے کہ اقامت سے کافی دیر کے بعد تکبیر کہی ۔

﴿فصل : نماز کی کیفیت کی ترکیب کے بیان میں﴾

ضروری نوٹ : اس فصل میں جتنے مسائل آرہے ہیں ان میں سے اکثر فرائض نماز، واجبات نماز، سنن نماز اور آداب نماز میں گزر چکے ہیں اور وہاں انکی دلیل بھی گزر چکی ہے، اس لئے دوبارہ انکی دلیل ذکر نہیں کی جائے گی ، ورنہ کتاب بہت موٹی ہو جائے گی، ہاں جو مسائل نہیں گزرے ہیں انکی دلیل یہاں ذکر کی جائے گی ۔

ترجمہ : (۴۵۲) جب مرد نماز میں داخل ہونے کا ارادہ کرے تو پہلے اپنے دونوں ہاتھوں کو آستینوں سے نکال لے، پھر دونوں ہاتھوں کو کانوں کے برابر اٹھاوے، پھر نیت کے ساتھ بلا مد کے ''الله اکبر '' کہے۔

تشریح : مرد اور عورت دونوں کی نماز کی ترتیب تقریبا ایک ہی ہے،صرف کہیں فرق ہے جسکو ذکر کیا جائے گا۔مرد جب نماز کا ارادہ کرے تو ہاتھوں کو آستین سے نکالے ,یہ ادب ہے،اور دونوں ہاتھوں کو کان کے برابر اٹھائے پھر نماز کی نیت کرتے ہوئے تکبیر کہے،البتہ تکبیر میں مد نہ ہو۔ کیونکہ ,الله، کے الف میں مد کرے گا تو استفہام ہو جائے گا،اور معنی ہوگا کیا اللہ بڑا ہے؟ اور اس سے کفر لازم ہوگا اس لئے مد نہ کرے۔ ۔کم: آستین ۔حذاء: برابر، مدمقابل۔

ترجمہ : (۴۵۳) اور صحیح ہے نماز شروع کرنا ہر اللہ کے خالص ذکر سے، جیسے سبحان اللہ سے ۔

تشریح : تکبیر تحریمہ فرض ہے،اس کے لئے اللہ اکبر کہنا زیادہ بہتر ہے۔لیکن کسی ایسے ذکر سے تکبیر تحریمہ کہے جس میں خالص اللہ کا ذکر ہو،اللہ سے مانگنا نہ ہو تو اس سے بھی تکبیر تحریمہ ہو جائے گی ، جیسے ,سبحان اللہ، کہے تو تکبیر تحریمہ ہو جائے گی ۔اور اگر مانگنا ہو جیسے ,اللھم اغفرلی،تو اس سے تکبیر نہیں ہوگی ۔

وجہ :(ا) آیت میں ہے۔ وذکر اسم ربہ فصلی (آیت ۱۵،سورۃ الاعلی ۸۷) آیت سے معلوم ہوا کہ نماز سے پہلے اللہ کا کوئی بھی نام لے، چاہے وہ تکبیر ہو یا تعظیم کا کوئی کلمہ(۲) آیت میں ہے وربک فکبر .(آیت ۳،سورۃ المدثر ۷۴)اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ اصل مقصود اللہ کی تعظیم کرنا ہے چاہے کوئی بھی کلمہ ہو(۳) حدیث میں ہے عن ابی سعید الخدری قال

(۴۵۴) وبالفارسية ان عجز عن العربية وان قدر لا يصح شروعه بالفارسية ولا قراء ته بها في

كان رسول الله ﷺ اذا قام الی الصلوة بالليل کبر ۔(ترمذی شریف، باب مایقول عند افتتاح الصلوة،ص ۵۷،نمبر ۲۴۲)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تحریمہ کے وقت تکبیر کہے۔اس لئے کسی بھی کلمات سے تعظیم کرنا کافی ہوگا۔ (۴)اثر میں ہے۔ عن الشعبی قال : بأی أسماء الله افتتحت الصلوة أجزاک ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، ۷ ما یجزی من افتتاح الصلوۃ،ج اول،ص ۲۱۵، نمبر ۲۴۶۴) اس اثر میں ہے کہ اللہ کے کسی نام سے بھی تکبیر شروع کرے گا تو تکبیر ہو جائے گی۔

ترجمہ : (۴۵۴) اورعربی سے عاجز ہوتو فارسی میں کہے۔اوراگر قادر ہوعربی پر تو نہیں صحیح ہے اس کا شروع کرنا فارسی میں ۔اوراسی طرح صحیح روایت کے موافق نہیں صحیح ہے اس کی قرأت کرنا فارسی میں۔

تشریح : اگرعربی میں تکبیر بھی نہیں کہہ سکتا ہوتو فارسی میں تکبیر کہہ لے اور بڑائی بیان کر لے تب بھی نماز ہو جائے گی۔اسی طرح عربی نہیں آتی ہوتو فارسی میں قرأت کرنا جائز ہے، کیونکہ یہ مجبور ہے۔لیکن اگر عربی آتی ہوتو فارسی میں تکبیر کہنا درست نہیں ہے، کیونکہ یہ مجبور نہیں ہے۔اسی طرح صحیح روایت یہ ہے کہ فارسی میں سورہ فاتحہ اور سورت کا ترجمہ کر کے قرأت کرنا بھی صحیح نہیں ہے۔

اصول :عربی اچھی نہ آتی ہوتب تو بالاتفاق نماز ہو جائے گی۔لیکن اگرعربی اچھی آتی ہو تو اختلاف ہے کہ یہ سب ہو جائے گی یا نہیں۔اختلاف کا مدار اس بات پر ہے کہ آیت کا معنی کسی دوسری زبان میں ادا کر دیا جائے تو آیت کی ادائیگی ہوگئی یا نہیں! امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دوسری زبان میں معنی ادا کر دیا جائے تو ادائیگی ہو جائے گی البتہ سنت متوارثہ کی مخالفت کی وجہ سے گنہگار ہوگا۔

وجہ: (۱)اسکی وجہ یہ ہے کہ عربی زبان کی اہمیت ضرور ہے لیکن آیت کا معنی اصل ہے جو کسی بھی زبان میں ادا ہو جائے تو کافی ہے (۲) کیونکہ بہت سی سورتیں دوسری کتابیں،تورات اورانجیل اور صحف ابراہیم میں تھیں جو عربی کے علاوہ دوسری زبان میں تھیں اور اس امت کے لوگ اسی کو اپنی نماز میں پڑھتے تھے جسکا مطلب یہ ہوا کہ دوسری زبان میں سورت پڑھ دینا جائز ہے۔اس آیت میں اسکا ذکر ہے۔و انه لفی زبر الاولین (آیت ۱۹۶،سورۃ الشعراء ۲۶) اس آیت میں ہے کہ آیت پہلی کتابوں میں تھی،(۲) اس آیت میں بھی ہے کہ قرآن پچھلی کتابوں میں تھا۔ ان هذا لفی الصحف الاولی صحف ابراهیم و موسی .(آیت ۱۹ ،سورۃ الاعلی ۸۷)اس آیت میں ہے کہ قرآن پچھلی کتابوں میں تھا (۳)حدیث میں ہے۔عن معقل بن يسارؓ قال : قال رسول الله ﷺ : ....و انی أعطيت سورة البقرة من الذكر الاول و أعطيت طه ، و طواسين ،و الحوامين من الواح موسی، و اعطيت فاتحة الكتاب من تحت العرش ۔(مستدرک للحاکم، باب ذکر فضائل سور و آی متفرقۃ، ج اول،ص ۷۵۷،نمبر ۲۰۸۷)اس حدیث میں ہے کہ یہ سورتیں پہلی کتابوں میں تھیں۔اور ظاہر ہے کہ وہ دوسری زبان میں ہی ہوگی اسلئے دوسری زبان میں آیت پڑھنا جائز ہوگا۔

صاحبین کا اصول یہ ہے کہ معنی کے ساتھ عربی کے الفاظ بھی ضروری ہیں،انکے یہاں معنی اور لفظ دونوں کے مجموعے کا نام قرآن ہے۔

الاصح. (۴۵۵) ثم وضع یمینه علی یساره تحت سرته عقب التحریمة بلا مهلة (۴۵۶) مستفتحا وهو ان یقول سبحانک اللهم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالی جدک ولا اله غیرک

وجه : (۱) انکی دلیل یہ ہے کہ آیت میں عربی الفاظ کو قرآن کہا ہے، آیت یہ ہے۔ انا أنزلناه قرآنا عربيا لعلكم تعقلون۔ (آیت ۲، سورۃ یوسف ۱۲)، و كذالک أنزلناه قرآنا عربيا و صرفنا فيه من الوعيد۔ (آیت ۱۳، سورۃ طٰہٰ ۲۰)، انا جعلناه قرآنا عربيا لعلكم تعقلون۔ (آیت ۳، سورۃ الزخرف ۴۳) ان آیتوں میں قرآن کو عربی کہا ہے اسلئے عربی لفظ اور معنی دونوں کے مجموعے کا نام قرآن ہے۔ اسلئے جنکو عربی اچھی آتی ہو وہ دوسری زبان میں آیت کا معنی پڑھے گا تو جائز نہیں ہوگا (۲) آیت میں ہے۔ و رتل القرآن ترتيلا۔ (آیت ۴، سورۃ المزمل ۷۳) کہ قرآن کو ترتیل سے پڑھو اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ عربی میں ہو اسلئے قرآن عربی الفاظ کا نام ہے۔ (۳) حدیث میں ہے کہ آپؐ نے اجازت مانگی تو عرب کے صرف سات لغات میں قرآن پڑھنے کی اجازت دی، اس سے معلوم ہوا کہ انکے علاوہ دوسری زبان میں قرآن پڑھنا جائز نہیں ہوگا۔ لمبی حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔ عن ابی بن كعب أن النبي ﷺ كان عند أضاة بني غفار قال: فأتاه جبريل عليه السلام فقال: ان الله يأمرک أن تقرأ أمتک القرآن على حرف .... ان الله يأمرک أن تقرأ أمتک القرآن على سبعة احرف، فأيما حرف قرأوا عليه، فقد أصابوا۔ (مسلم شریف، باب بیان أن القرآن أنزل علی سبعة أحرف و بیان معناها، ص ۳۲۹، نمبر ۱۹۰۶/۸۲۱ / بخاری شریف، باب أنزل القرآن علی سبعة أحرف، ص ۸۹۵، نمبر ۴۹۹۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عرب کے سات لغات پر ہی پڑھنا جائز ہوگا، اسکے علاوہ پر نہیں۔

اصول : امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک معنی کا نام قرآن ہے۔۔ صاحبین کے نزدیک عربی عبارت اور معنی دونوں کے مجموعے کا نام قرآن ہے۔۔ البتہ اگر عربی نہیں آتی ہو تو اب مجبوری ہے اسلئے دوسری زبان میں آیت کا معنی پڑھ دے تو نماز ہو جائے گی۔

ترجمه : (۴۵۵) پھر تحریمہ کے بعد بلا تاخیر داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے۔

تشریح : تکبیر تحریمہ کے بعد تحریمہ باندھنے میں دیر نہ کرے، بلکہ فوراً ناف کے نیچے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے اوپر رکھے، اور ثناء پڑھے۔

وجه : اس حدیث میں ہے کہ تکبیر کے بعد فوراً ہاتھ باندھے۔ عن وائل بن حجر انه رأى النبي ﷺ رفع يديه حين دخل في الصلاة كبر۔ وصف همام حيال اذنيه۔ ثم التحف بثوبه ثم وضع يده اليمنى على اليسرى. (مسلم شریف، باب وضع یده الیمنی علی الیسری، ص ۱۷۰، نمبر ۴۰۱/۸۹۶)

ترجمه : (۴۵۶) ثناء پڑھے: سبحانک اللهم و بحمدک و تبارک اسمک و تعالی جدک ولا اله غیرک'' ہر ایک نمازی شروع میں ثنا پڑھے۔

ویستفتح کل مصل(۴۵۷) ثم یتعوّذ سرّا للقراء ة فیأتی به المسبوق لا المقتدی ویؤخّر عن تکبیرات العیدین(۴۵۸) ثم یسمّی سرّا ویسمّی فی کل رکعة قبل الفاتحة فقط ثم قرأ الفاتحة

تشریح : تحریمہ باندھنے کے بعد سبحانک الخ پڑھے، اور یہ مقتدی بھی پڑھے، کیونکہ یہ قرأت کی طرح نہیں ہے کہ امام کی قرأت مقتدی کی قرأت شمار ہو۔

وجه: (۱) یہ حدیث ہے۔ عن ابی سعید الخدری قال کان رسول الله ﷺ اذا قام الی الصلوة باللیل کبر ثم یقول سبحانک اللهم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالی جدک ولا اله غیرک. (ترمذی شریف، باب ما یقول عند افتتاح الصلوۃ، ص ۵۷، نمبر ۲۴۲/ ابوداؤد شریف، باب من رأی الاستفتاح بسبحانک، ص ۱۱۹ نمبر ۷۷۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سبحانک اللھم الخ پڑھنا چاہئے۔

ترجمه : (۴۵۷) پھر قرأت کے لئے آہستہ "اعوذ بالله" کہے۔ اسے مسبوق پڑھے مقتدی نہ پڑھے۔ اور عیدین کی تکبیرات کے بعد پڑھے۔

تشریح : پھر آہستہ سے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، پڑھے، جن لوگوں کو قرأت کرنی ہے وہی اعوذ باللہ، پڑھے گا، اور جن کو قرأت نہیں کرنی ہے وہ اعوذ باللہ، اور بسم اللہ، نہیں پڑھے ۔ چنانچہ مسبوق بعد میں قرأت کرے گا اس لئے وہ اس وقت اعوذ باللہ، اور بسم اللہ پڑھے گا۔ عیدین کی تکبیرات زوائد کے بعد قرأت پڑھے گا اس لئے تکبیرات زوائد کے بعد اعوذ باللہ، اور بسم اللہ پڑھے گا۔ اور مقتدی چونکہ قرأت نہیں کرے گا اس لئے وہ اعوذ باللہ، اور بسم اللہ نہیں پڑھے گا۔

وجه : (۱) آیت یہ ہے۔ فاذا قرأت القرآن فاستعذ بالله من الشیطان الرجیم ۔(آیت ۹۸، سورۃ النحل ۱۶) اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرأت قرآن سے پہلے اعوذ باللہ الخ پڑھے۔ آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اعوذ باللہ قرأت کے تابع ہے، ثناء کے تابع نہیں ہے (۲)۔ حدیث میں ہے۔ عن ابی سعید الخدری قال کان رسول الله ﷺ اذا قام من اللیل کبر ..... ثم یقول : الله اکبر کبیراً ثلاثا ، اعوذ بالله السمیع العلیم من الشیطان الرجیم من همزه و نفخه و نفثه ثم یقرأ. (ابوداؤد شریف، باب من رأی الاستفتاح بسبحانک، ص ۱۲۱، نمبر ۷۷۵) اس حدیث میں ہے کہ اعوذ باللہ کے بعد قرأت کرے اس لئے یہ قرأت کے تابع ہے۔

ترجمه (۴۵۸) پھر آہستہ سے "بسم الله" پڑھے اور ہر رکعت میں صرف فاتحہ سے پہلے 'بسم الله' پڑھے۔ پھر فاتحہ پڑھے

تشریح اعوذ باللہ کے بعد، بسم اللہ، پڑھے، پھر سوہ فاتحہ پڑھے، جسکو فاتحہ پڑھنا ہو وہی بسم اللہ پڑھے، چنانچہ حنفیہ کے یہاں مقتدی فاتحہ نہیں پڑھے گا تو وہ بسم اللہ بھی نہ پڑھے گا۔ صرف فاتحہ سے پہلے کہہ کر یہ بھی بتانا چاہتے ہیں کہ سورت سے پہلے بسم اللہ نہ

(۴۵۹) وامّن الامام والماموم سرّا (۴۶۰) ثم قرأ سورة او ثلاث آیات (۴۶۱) ثم کبّر راکعا مطمئنا

پڑھے گا

وجه : (۱) عن ابی هریرة قال : قال رسول الله ﷺ : اذا قرأتم الحمد لله فاقرئوا بسم الله الرحمن الرحیم ، انها أم القرآن و أم الکتاب و السبع المثانی ، و بسم الله الرحمن الرحیم احداها ۔(دارقطنی ،باب وجوب قراءۃ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ،ج اول ،ص ۳۰۲ ،نمبر ۱۱۷۷ رسنن بیھقی ، باب الدلیل علی ان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آیۃ تامۃ من الفاتحۃ ،ج ثانی ،ص ۶۷ ،نمبر ۲۳۹۰)اس حدیث میں ہے کہ جو فاتحہ پڑھے وہی بسم اللہ ، پڑھے ۔(۱) صرف ایک مرتبہ بسم اللہ پڑھنا کافی ہے ،اور سورت سے پہلے نہ پڑھے اس کے لئے یہ اثر ہے ۔ عن ابراهیم أنه کان یقول : اذا قرأ الرجل فی صلوته مرة واحدة ﴿بسم الله الرحمن الرحیم﴾ اجزاه ذالک (۔مصنف ابن ابی شیبۃ ،۱۹۵ الرجل یقرأ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ،ج اول ،ص ۳۶۲ ،نمبر ۴۱۵۸ رمصنف عبد الرزاق ،باب قرأۃ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ،ج ثانی ،ص ۵۸ ،نمبر ۲۶۰۸)اس اثر میں ہے کہ بسم اللہ ایک مرتبہ یعنی شروع میں پڑھے ۔

ترجمه : (۴۵۹) اورامام اور مقتدی آہستہ سے آمین کہے ۔

وجه:(۱) عن ابی هریرة ان النبی ﷺ قال : اذا امّن الامام فأمّنوا فانه من وافق تأمینه تأمین الملائکة غفر له ما تقدم من ذنبه وقال ابن شهاب وکان رسول الله ﷺ یقول آمین (بخاری شریف ،باب جھر الامام بالتأمین ص ۱۰۷ ،نمبر ۷۸۰ رمسلم شریف ،باب التسمیع والتحمید والتأمین ص ۱۷۶ ،نمبر ۹۱۵/۴۱۰)اس حدیث سے معلوم ہوا امام اور مقتدی دونوں آمین کہے ۔(۲) اور آہستہ آمین کہنے کی دلیل یہ حدیث ہے ۔ عن علقمة بن وائل عن ابیه ان النبی ﷺ قرء غیر المغضوب علیهم ولا الضالین فقال آمین و خفض بها صوته ۔(ترمذی شریف ،باب ماجاء فی التأمین ،ص ۶۸ ،نمبر ۲۴۸ ردارقطنی ،باب التأمین فی الصلوۃ بعد فاتحۃ الکتاب والجھر بہا ،ج اول ،ص ۳۲۸ نمبر ۱۲۵۶)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آمین آہستہ کہنا چاہئے ۔

ترجمه : (۴۶۰) پھر ایک سورت یا تین آیتیں پڑھے ۔

تشریح : فاتحہ کے بعد ایک سورت ملائے ،یا ایک بڑی آیت ،یا تین چھوٹی آیتیں ملائے ۔

وجه : (۱) اس حدیث میں ہے ۔ عن ابی سعید قال قال رسول الله ﷺ ... ولا صلوة لمن لم یقرأ بالحمد و سورة فی فریضة او غیرها ۔(ترمذی شریف ،باب ماجاء فی تحریم الصلوۃ وتحلیلھا ص ۵۵ ،نمبر ۲۳۸ رابن ماجۃ شریف ،باب القرأۃ خلف الامام ،ص ۱۱۹ ،نمبر ۸۳۹)اس میں ،وسورۃ فی فریضۃ ، سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۂ فاتحہ کی طرح سورہ ملانا بھی فرض ہے ۔

ترجمه : (۴۶۱) پھر تکبیر کہتا ہوا اطمینان سے رکوع میں جائے ،سر کو سرین کے برابر رکھے ،کشادہ انگلیوں سے دونوں ہاتھوں

مسوّیا رأسه بعجزه آخذا رکبتیه بیدیه مفرّجا اصابعه وسبّح فیه ثلاثا وذلک ادناه(۴۶۲) ثم رفع رأسه واطمأنّ قائلا سمع الله لمن حمده ربّنا لک الحمد او اماما او منفردا. و المقتدی یکتفی بالتحمید (۴۶۳) ثم کبّر خارا للسجود. (۴۶۴)ثم وضع رکبتیه ثم یدیه ثم وجهه بین کفیه وسجد

سے اپنے دونوں گھٹنے پکڑے۔ اوراس میں کم درجہ تین مرتبہ ''**سبحان ربی العظیم** '' کہے۔

تشریح : یہاں رکوع کی چار سنتیں بیان کی ہیں۔[۱] تکبیر کہتا ہوا اطمینان سے رکوع میں جائے۔[۲] رکوع میں سر کو سرین کے برابر رکھے، نہ اونچا ہو اور نہ نیچا ہو۔[۳] کشادہ انگلیوں کے ساتھ دونوں ہاتھوں سے دونوں گھٹنوں کو پکڑے [۴] اور چوتھی سنت یہ ہے کہ تین مرتبہ سبحان ربی العظیم، پڑھے اور یہ ادنی درجہ ہے۔۔ ان سب کے دلائل گزر چکے ہیں۔

ترجمہ : (۴۶۲) پھر سر اٹھائے اور اطمینان سے کہے,سمع اللہ لمن حمدہ، امام اور منفرد ہو تو,ربنا لک الحمد، بھی کہے، اور مقتدی صرف,ربنا لک الحمد، پر اکتفاء کرے۔

تشریح : یہاں تین باتیں ہیں[۱] ایک بات یہ ہے کہ رکوع سے کھڑا ہو تو اطمینان سے کھڑا ہو جسکو تعدیل ارکان کہتے ہیں، کیونکہ یہ واجب ہے۔[۲] دوسری بات یہ ہے کہ,سمع اللہ لمن حمدہ، امام اور جو تنہا پڑھ رہا ہو دونوں کہیں گے، مقتدی سمع اللہ لمن حمدہ، نہیں کہے گا، وہ صرف,ربنا لک الحمد، کہے گا [۳] اور تیسری بات یہ ہے کہ، امام اور منفرد,ربنا لک الحمد، بھی کہیں گے۔

وجہ : (۱) **عن ابی ھریرۃ قال کان النبی ﷺ اذا قال سمع الله لمن حمده قال اللهم لک الحمد۔** (بخاری شریف، باب ما یقول الامام ومن خلفہ اذا رفع رأسہ من الرکوع ص ۱۲۹، نمبر ۷۹۵ / ترمذی شریف، باب ما یقول الرجل اذا رفع رأسہ من الرکوع، ص ۳۷، نمبر ۲۶۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام تسمیع اور تحمید دونوں کہے گا (۲)۔ **عن ابی اوفی قال : کان رسول الله ﷺ اذا رفع ظهره من الرکوع قال : سمع الله لمن حمده ، اللهم ربنا ! لک الحمد ، ملء السماوات و ملء الارض ، و ملء ما شئت من شیء بعد** ۔ (مسلم شریف، باب ما یقول اذا رفع رأسہ من الرکوع، ص ۱۹۸، نمبر ۱۰۶۷/۴۷۶) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ دونوں کہا کرتے تھے۔ اسلئے امام دونوں کہے۔

ترجمہ : (۴۶۳) پھر سجدے کے لئے جھکتے ہوئے تکبیر کہے۔

تشریح : قومہ کے بعد سجدہ میں جاتے ہوئے اللہ اکبر کہے۔ دلیل گزر چکی ہے۔۔ خارا: خر سے مشتق ہے، جھکتے ہوئے۔

ترجمہ : (۴۶۴) پھر دونوں گھٹنے رکھے، پھر دونوں ہاتھ رکھے، پھر دونوں ہتھیلیوں کے درمیان چہرہ رکھے، اور ناک اور پیشانی پر اطمینان سے سجدہ کرے۔

تشریح یہاں سجدے کی چار سنتیں ہیں [۱] زمین پر پہلے دونوں گھٹنے رکھے۔[۲] پھر دونوں ہاتھ رکھے۔[۳] پھر دونوں ہتھیلیاں

بانفه وجبهته مطمئنا(۴۶۵) مسبّحا ثلاثا وذلک ادناه (۴۶۶)وجافی بطنه عن فخذیه وعضدیه عن

رکھے[۴]اور چوتھی سنت ہے کہ صرف ناک پر یا پیشانی پر سجدہ نہ کرے بلکہ دونوں پر سجدہ کرے،ان میں سے اصل پیشانی ہے

وجه : (۱) عن وائل بن حجر قال رأیت رسول الله ﷺ اذا سجد یضع رکبتیه قبل یدیه و اذا نهض رفع یدیه قبل رکبتیه ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی وضع الرکبتین قبل الیدین فی السجود،ص۴۷،نمبر ۲۶۸/ ابوداودشریف،باب کیف یضع رکبتیه قبل یدیه،ص۱۳۰،نمبر ۸۳۸)اس حدیث میں ہے کہ سجدہ میں جاتے وقت پہلے گھٹنے رکھے بعد میں ہاتھ رکھے،اور اٹھتے وقت پہلے ہاتھ اٹھائے بعد میں گھٹنا اٹھائے۔(۲) سجدہ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان کرےاس کے لئے یہ حدیث ہے۔قلت للبراء بن عازب این کان النبی ﷺ یضع وجهه اذا سجد؟ فقال بین کفیه (ترمذی شریف،باب ماجاء این یضع الرجل وجهه اذا سجد،ص۵۷،نمبر۲۷۱/مسلم شریف، باب وضع یده الیمنی علی الیسری بعد تکبیرة الاحرام،الخ ص ۱۷۰،نمبر۸۹۶/۴۰۱)
اس حدیث میں ہے کہ سجدے کے وقت چہرے کو دونوں ہتھیلیوں کے درمیان رکھے۔

ترجمه : (۴۶۵) تین مرتبہ''سبحان ربی الاعلی'' کہے،اور یہ ادنی درجہ ہے۔

وجه : (۱)یہ حدیث ہے ۔عن ابن مسعود قال : قال رسول الله ﷺ اذا رکع احدکم فلیقل ثلاث مرات : سبحان ربی العظیم وذلک ادناه، فاذا سجد فلیقل سبحان ربی الاعلی ثلاثا ، و ذالک ادناه .(ابوداؤد شریف، باب مقدار الرکوع، والسجود ،ص۱۳۶،نمبر ۸۸۶/ترمذی شریف، باب ماجاء فی التسبیح فی الرکوع والسجود،ص۶۰،نمبر۲۶۱)
اس حدیث میں ہے کہ تین مرتبہ سبحان ربی الاعلی ، کہے یہ ادنی مرتبہ ہے۔

ترجمه : (۴۶۶)اور الگ رکھے اپنے پیٹ کو زانو سے اور بازو کو بغلوں سے اگر ازدحام نہ ہو،اور ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رخ رکھے۔

تشریح : مرد سجدے میں اپنے پیٹ کو زانوں سے الگ رکھے،اور بازو کو بغل سے الگ رکھے بشرطیکہ بھیڑ نہ ہو،لیکن اگر بھیڑ ہو تو تھوڑا سا سکڑ سکتا ہے،اور ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رخ رکھے۔

وجه : (۱)اس حدیث میں ہے کہ بغل کو ران سے الگ رکھو۔ عن مالک بن بحینة ان رسول الله ﷺ کان اذا صلی فرج بین یدیه حتی یبدو بیاض ابطیه. (بخاری شریف،باب یبدی ضبعیه ویجافی جنبه فی السجود،ص۱۳۱،نمبر ۸۰۷/ مسلم شریف، باب الاعتدال فی السجود ووضع الکفین علی الارض،ص۲۰۳،نمبر ۱۱۰۵/۴۹۵)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بغل کو ران سے اور پیٹ سے اتنا الگ رکھے کہ آدمی پیچھے سے اس کی بغل کی سفیدی دیکھ سکے۔(۲)یستقبل باطراف رجلیه القبلة قال ابو حمید عن النبی ﷺ . (بخاری شریف،باب یستقبل باطراف رجلیه القبلة،ص۱۳۱،نمبر ۸۰۸) (۳)فقال ابو حمید الساعدیؓ انا کنت احفظکم لصلوة رسول الله ﷺ..... فاذا سجد وضع یدیه غیر مفترش ولا قابضهما

ابطیہ فی غیر زحمة موجّھا اصابع یدیه ورجلیه نحو القبلة(۴۶۷) والمرأة تخفض وتزلق بطنها بفخذیھا (۴۶۸)وجلس بین السجدتین واضعا یدیه علی فخذیه مطمئنا(۴۶۹) ثم کبّر وسجد

واستقبل باطراف اصابع رجلیه القبلة . (بخاری شریف، باب سنة الجلوس فی التشھد ،ص۱۳۴،نمبر۸۲۸رسنن للبیھقی ،باب ینصب قدمیه ویستقبل باطراف اصابعھما القبلة ،ج ثانی،ص ۱۶۷،نمبر۲۷۱۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سجدہ کی حالت میں پاؤں کی انگلیاں قبلہ کی طرف رکھنا چاہئے۔اوراس کا بھی اشارہ ہے کہ ہاتھ کی انگلیاں بھی قبلہ ہی کی جانب ہوں۔(۴)اس حدیث میں ہے۔ **عن عائشة قالت کان النبی ﷺ اذا سجد وضع یدیه وجاه القبلة** . (مصنف ابن ابی شیبة ،باب من کان یقول اذا سجد فلیوجه یدیه الی القبلة ،ج ثانی،ص۲۳۶،نمبر۲۷۱۲)اس حدیث میں ہے کہ حضور قبلہ کی طرف ہاتھ کیا کرتے تھے۔

لغت : جافی:دور رکھے۔فخذ:ران۔عضد:بازو۔ابط:بغل زحمة:بھیڑ۔

ترجمه : (۴۶۷)اورعورت پست ہوکر پیٹ کو گھٹنوں سے ملادے۔

تشریح عورت پست ہوکر سجدہ کرے گی،اور پیٹ کو گھٹنوں سے ملادے گی۔کیونکہ ستر کے اعتبار سے یہی اس کے لئے بہتر ہے

وجه : (۱) **عن ابی سعید الخدری صاحب رسول الله ﷺ عن رسول الله انه قال خیر صفوف الرجال الاول و خیر صفوف النساء الصف الاخرو کان یأمر الرجال ان یتجافوا فی سجودھم و یأمر النساء ینخفضن فی سجودھن** ۔(سنن بیھقی ،باب مایستحب للمرأة من ترک التجافی فی الرکوع والسجود،ج ثانی،ص۳۱۴،نمبر۳۱۹۸)۔ (۲)**عن عبد الله ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ اذا جلست المرأة فی الصلوة وضعت فخذھا علی فخذھا الاخری واذا سجدت الصقت بطنھا فی فخذھا کأستر ما یکون لھا** ۔(سنن بیھقی ،باب مایستحب للمرأة من ترک التجافی فی الرکوع والسجود،ج ثانی،ص۳۱۴،نمبر۳۱۹۹)(۳) قول صحابی میں ہے۔ **عن علی قال : اذا سجدت المرأة فلتحتفر و لتضم فخذیھا** (۴)**عن ابن عباس أنه سئل عن صلوة المرأة فقال : تجتمع و تحتفر** ۔(مصنف ابن ابی شیبة ،۴۳ المرأة کیف تکون فی سجودھا،ج اول،ص۲۴۲،نمبر۲۷۷۷/۲۷۷۸رمصنف عبدالرزاق،باب تکبیر المرأة بیدیھا وقیام المرأة و رکوعھا وسجودھا،ج ثالث،ص۴۹،نمبر۵۰۸۲)اس حدیث اوراثر سے معلوم ہوا کہ عورت سجدے کے اندر سکڑ کر رہےاور پیٹ کورانوں سے ملادے تاکہ زیادہ سے زیادہ ستر ہوسکے،یہی اسکے لئے بہتر ہے۔

لغت : تخفض:سکڑے۔تلزق:ملادے۔

ترجمه : (۴۶۸) اوردونوں سجدوں کے درمیان رانوں پر ہاتھ رکھ کر اطمینان سے بیٹھے۔

تشریح : جب دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھے تو دونوں رانوں پر ہاتھوں کو رکھے،جیسے تشھد کے وقت رکھتے ہیں،اور پورے

مطمئنّا وسبّح فیه ثلاثا وجافی بطنه عن فخذیه وابدی عضدیه(٤٧٠) ثم رفع رأسه مکبّرا للنهوض

اطمینان سے بیٹھے تاکہ تعدیل ارکان ہوجائے۔

وجه : (١)فقال ابو حمید الساعدی.... فاذا جلس فی الرکعتین جلس علی رجله الیسری و نصب الیمنی واذا جلس فی الرکعة الآخرة قدم رجله الیسری ونصب الاخری وقعد علی مقعدته ۔(بخاری شریف، باب سنۃ الجلوس فی التشہد ،ص ١٣٤،نمبر ٨٢٨ /مسلم شریف، باب ما یجمع صفۃ الصلوۃ وما یفتتح بہ،ص ٢٠٥ ،نمبر ١١١٠/٤٩٨) (٢)عن وائل بن حجر قال قدمت المدینة قلت لانظرن الی صلوة رسول الله ﷺ فلما جلس ۔ یعنی للتشهد ۔ افترش رجله الیسری ووضع یده الیسری یعنی علی فخذه الیسری ونصب رجله الیمنی ۔(ترمذی شریف، باب کیف الجلوس فی التشہد ،ص ٦٧،نمبر ٢٩٢)اس حدیث میں ہے کہ دائیں پاؤں کو کھڑا کیا اور بائیں کو بچھایا۔

ترجمه : (٤٦٩) پھر تکبیر کہے اور اطمینان سے دوسرا سجدہ کرے۔اور اس میں کم سے کم تین مرتبہ تسبیح کہے۔اور پیٹ کو رانوں سے علیحدہ رکھ کر بازو کو ظاہر کرے۔

تشریح : دوسرے سجدے میں بھی پہلے سجدے کی طرح اطمینان سے کرے،اور کم سے کم تین تسبیح کہے،اور پیٹ کو رانوں سے الگ رکھے،اور بازو کو بھی الگ رکھے۔

ترجمه : (٤٧٠) پھر تکبیر کہتے ہوئے اٹھنے کے لئے سر اٹھائے زمین پر دونوں ہاتھوں سے سہارا دئے بغیر،اور بیٹھے بغیر۔

تشریح : دوسری رکعت کے لئے تکبیر کہتے ہوئے سر اٹھائے۔اور پھر سیدھا کھڑا ہو اس طرح کہ نہ زمین پر بیٹھے اور نہ دونوں ہاتھوں سے زمین کو ٹیکے، بلکہ پاؤں کے بل سیدھا کھڑا ہو جائے،اس درمیان ران کا سہارا لے۔حنفیہ کے یہاں یہی سنت ہے ۔لیکن اگر بڑھاپے یا کمزوری کی مجبوری ہو تو ہاتھ سے زمین کو ٹیک کر کھڑا ہو سکتا ہے۔

وجه : (١) حدیث یہ ہے عن ابی هریرة قال کان النبی ﷺ ینهض فی الصلوة علی صدور قدمیه (ترمذی شریف، باب منہ ایضا (کیف النھوض من السجود)،ص ٦٨،نمبر ٢٨٨/سنن للبیہقی ،باب من قال یرجع علی صدور قدمیہ، ج ثانی ،ص ١٧٩،نمبر ٢٧٦٣)اس سے معلوم ہوا کہ آپ ؐ بیٹھتے نہیں بلکہ پاؤں کے بل کھڑے ہو جاتے (٢) عن ابن عمر قال : نهی رسول الله ﷺ ....وقال ابن عبد الملک : نهی أن یعتمد الرجل علی یدیه اذا نهض فی الصلوة ۔(ابوداود شریف، باب کراھیۃ الاعتماد علی الید فی الصلوۃ ،ص ١٥١،نمبر ٩٩٢)اس حدیث میں تو اٹھتے وقت ٹیک لگانے سے منع فرمایا ہے۔(٣) أنه حدیث محمد بن جحادة: اذا نهض نهض علی رکبتیه واعتمد علی فخذیه ۔ (ابوداؤد شریف، باب افتتاح الصلوۃ ،ص ١١٦،نمبر ٧٣٦)اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ آپ ؐ سیدھے کھڑے ہو جاتے تھے۔ (٤) فحدثت به عطیة العوفی فقال رأیت ابن عمر، و ابن عباس ، و ابن الزبیر ، و أبا سعید الخدری ؓ یقومون علی صدور أقدامهم

بلا اعتماد علی الارض بیدیہ وبلا قعود (۴۷۱) والرکعۃ الثانیۃ کالاولی الا انہ لا یثنّی ولا

فی الصلوۃ۔(سنن للبیھقی، باب من قال یرجع علی صدور قدمیہ، ج ثانی، ص ۱۷۹، نمبر ۲۷۶۳ / مصنف عبد الرزاق، باب کیف النھوض من السجدۃ الآخرۃ ومن الرکعۃ الاولی والثانیۃ، ج ثانی، ص ۱۱۷، نمبر ۲۹۷۱) اس اثر میں ہے کہ یہ صحابہ دوسری رکعت کے لئے اپنے قدموں پر زور دیکر اٹھتے تھے۔

فائدۃ: امام شافعیؒ کے یہاں یہ ہے کہ جلسہ استراحت کرے، یعنی تھوڑی دیر بیٹھے پھر زمین پر ٹیک لگا کر کھڑا ہو۔ ہمارے یہاں اس کی گنجائش بڑھاپے اور کمزوری کے وقت ہے۔

وجہ: (۱) حدیث یہ ہے۔ اخبرنی مالک بن الحویرث اللیثی انہ رأی النبی ﷺ یصلی فاذا کان فی وتر من صلوتہ لم ینھض حتی یستوی قاعدا (بخاری شریف، من استوی قاعدا فی وتر من صلوتہ ثم نھض، ص ۱۳۳، نمبر ۸۲۳ / ترمذی شریف، باب کیف النھوض من السجود، ص ۸۷، نمبر ۲۸۷) (۲) جاء نا مالک بن الحویرث ... واذا رفع رأسہ عن السجدۃ الثانیۃ جلس واعتمد علی الارض ثم قام۔(بخاری شریف، باب کیف یعتمد علی الارض اذا قام من الرکعۃ ص ۱۳۳، نمبر ۸۲۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جلسۂ استراحت سنت ہے۔

لغت: نھوض: کھڑا ہونا۔ اعتماد: ٹیک لگانا، اعتماد کرنا۔

ترجمہ: (۴۷۱) اور دوسری رکعت پہلی جیسی ہے۔ ہاں اس میں ثنا اور اعوذ نہ پڑھے۔

تشریح: دوسری رکعت میں وہی اعمال کرے جو پہلی رکعت میں کئے ہیں۔ صرف اتنا فرق ہے کہ پہلی رکعت میں ثناء، یعنی سبحانک، پڑھا اور اعوذ باللہ، یہاں یہ دونوں نہیں پڑھے گا۔

وجہ: (۱) عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ ﷺ اذا استفتح الصلوۃ قال سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالی جدک ولا الہ غیرک۔ (ابوداؤد شریف، باب من رأی الاستفتاح بسبحانک، ص ۱۲۱ نمبر ۷۷۶) اس حدیث میں ہے کہ جب نماز شروع کرے تو سبحانک الخ پڑھے، اس لئے دوسری رکعت میں نہ پڑھے۔ (۲) کان الحسن یستعیذ مرۃ حین یستفتح صلاتہ قبل ان یقرأ فاتحۃ الکتاب۔(مصنف عبد الرزاق، باب متی یستعیذ، ج ثانی ص ۵۶، نمبر ۲۵۹۳) اس قول تابعی میں ہے کہ ایک مرتبہ شروع میں اعوذ باللہ پڑھے۔

نوٹ: دوسری رکعت میں بسم اللہ آہستہ سے پڑھے گا۔ کیونکہ قرأت سے پہلے بسم اللہ آہستہ سے پڑھنا مسنون ہے۔ (۱) حدیث میں ہے۔ عن ابن عباس قال کان النبی ﷺ یفتتح صلوتہ ببسم اللہ الرحمن الرحیم (ترمذی شریف، باب من رأی الجھر ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم ص نمبر ۲۴۵) اس سے معلوم ہوا کہ ہر رکعت کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع کرنا چاہئے (۲) عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ: اذا قرأتم الحمد للہ فأقرء وا، بسم اللہ الرحمن الرحیم، انھا ام

یتعوّذ(۲۷۲۔ الف) ولا یسنّ رفع الیدین الا عند افتتاح کل صلوة وعند تکبیر القنوت فی الوتر وتکبیرات الزوائد فی العیدین وحین یری الکعبة وحین یستلم الحجر الاسود وحین یقوم علی الصفا والمروة وعند الوقوف بعرفة و مزدلفة وبعد رمی الجمرة الاولی والوسطیٰ وعند التسبیح عقب

القرآن و أم الکتاب و السبع المثانی ، و بسم اللہ الرحمن الرحیم احداھا ۔(دار قطنی باب وجوب قرائۃ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم فی الصلوۃ ، ج اول ،ص ۳۱۰ نمبر ۱۱۷۷)اس حدیث میں تاکید ہے کہ جب جب الحمد پڑھے تو بسم اللہ پڑھے اسلئے بسم اللہ ہر رکعت میں آہستہ پڑھے۔

ترجمه : (۲۷۲[الف])اورنہیں مسنون ہے ہاتھ اٹھانا مگر ہر نماز کے شروع کرتے وقت ،اور وتر میں قنوت کی تکبیر ،اور عیدین کی تکبیراتِ زوائد ،اور کعبۃ اللہ کو دیکھنے کے وقت ،اور حجر اسود کو بوسہ دینے کے وقت ،اور صفا و مروہ پر کھڑے ہونے کے وقت ،اور وقوف عرفہ و مزدلفہ میں ،اور رمی جمرۂ اولی و وسطی کے بعد ،اور نمازوں کے بعد تسبیح کے وقت ۔[یعنی دعا کرتے وقت]

تشریح : مصنف یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ ہر رکعت میں رکوع میں جاتے وقت ،رکوع سے اٹھتے وقت ،سجدہ میں جاتے وقت ،اور دوسری رکعت کے لئے اٹھتے وقت رفع یدین کرنا حنفیہ کے یہاں مسنون نہیں ہے ،صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ کانوں تک اٹھانا مسنون ہے ۔اوراس کے علاوہ تکبیر تحریمہ کے وقت ،اور عیدین کے اندر تکبیر زوائد کے وقت ،اور وتر کے اندر دعاء قنوت کے وقت ہاتھ کانوں تک اٹھانا مسنون ہے ،باقی چھ جگہ نماز سے باہر ہیں ۔مجموعہ یہ ہیں[۴]اور کعبۃ اللہ کو دیکھنے کے وقت [۵]،اور حجر اسود کو بوسہ دینے کے وقت ،[۶]اور صفا و مروہ پر کھڑے ہونے کے وقت [۷]،اور وقوف عرفہ و مزدلفہ میں ،[۸]اور رمی جمرۂ اولی و وسطی کے بعد [۹]،اور نمازوں کے بعد دعا کے وقت ۔

وجه : (۱)ان ساتوں جگہوں پر ہاتھ اٹھانے کی دلیل یہ قول صحابی ہے ۔عن ابن عباس قال : لا ترفع الأیدی الا فی سبع مواطن : [اذا قام الی الصلوۃ [۲] و اذا رأی البیت [۳] و علی الصفا [۴] و المروۃ [۵] و فی عرفات [۶]و فی جمع [۷] و عند الجمار ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ،۵من کان یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ ثم لا یعود ،ج اول ،ص ۲۱۴،نمبر ۲۴۵۰)اس قول صحابی میں ہے کہ سات جگہ تکبیر کہتے وقت ہاتھ اٹھایا جائے گا ۔جس میں رکوع نہیں ہے ۔(۲) عن ابن عباس عن النبی ﷺ انه قال ترفع الأیدی[۱]فی الصلوۃ [۲] و اذا رأی البیت [۳] و علی الصفا [۴] و المروۃ [۵] و عشیۃ عرفۃ [۶] ویجمع عند الجمرتین [۷] و علی المیت ۔(سنن بیہقی ،باب رفع الیدین اذا رأی البیت ، ج خامس ،ص ۱۱۷،نمبر ۹۲۱۰)اس حدیث میں ہے کہ سات جگہ تکبیر کہتے وقت ہاتھ اٹھایا جائے گا جس میں رکوع نہیں ہے ۔

وجه : (۱)اصل بات یہ ہے کہ حضرت امام اعظمؒ کی نگاہ آیت ۔قوموا للہ قانتین (آیت ۲۳۸،سورۃ البقرۃ) کی طرف گئی ہے ،

الصلوۃ (۴۷۲.ب)واذا فرغ الرجل من سجدتی الرکعۃ الثانیۃ افترش رجلہ الیسریٰ وجلس علیھا ونصب یمناہ ووجّہ اصابعھا نحو القبلۃ ووضع یدیہ علی فخذیہ وبسط اصابعہ(۴۷۳) والمرأۃ

کہ نماز میں سکون سے کھڑے رہو اور بار بار ہاتھ اٹھانا سکون کے خلاف ہے اس لئے اس احادیث پر عمل کیا۔حدیث یہ ہے(۲)قال عبد اللہ بن مسعود الا اصلی بکم صلوۃ رسول اللہ ﷺ فصلی فلم یرفع یدیہ الا فی اول مرۃ . (ترمذی شریف، باب ان النبیؐ لم یرفع الا فی اول مرۃ،ص۷۱،نمبر۲۵۷)(۳) عن البراء ان رسول اللہ ﷺ کان اذا افتتح الصلوۃ رفع یدیہ الی قریب من اذنیہ ثم لا یعود . (ابوداؤد شریف، باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع،ص۱۱۸،نمبر۷۴۹/ نسائی شریف، باب رفع الیدین حذو المنکبین عند الرفع من الرکوع والرخصۃ فی ترک ذلک،ص۱۲۰،نمبر۱۰۵۹)ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رکوع کے وقت ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔(۴)عن جابر بن سمرۃ قال: خرج علینا رسول اللہ ﷺ فقال مالی اراکم رافعی ایدیکم کانھا اذ ناب خیل شمس؟ اسکنوا فی الصلوۃ (مسلم شریف، باب الامر بالسکون فی الصلوۃ والنھی عن الاشارۃ بالید،ص۱۸۳،نمبر۴۳۰/۹۶۸)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں سکون اور اطمینان مطلوب ہے۔اور بار بار ہاتھ اٹھانے میں سکون نہیں ہے۔اس لئے بھی رفع یدین نہیں ہونا چاہئے (۵)عن علقمۃ عن عبد اللہ قال صلیت مع النبی ﷺ ومع ابی بکر و مع عمر فلم یرفع ایدیھم الا عند التکبیرۃ الاولی فی افتتاح الصلوۃ(دارقطنی، باب ذکر التکبیر ورفع الیدین الخ، ج اول،ص ۲۹۶ نمبر۱۱۲۰/ترمذی شریف، باب ماجاء ان النبی ﷺ لم یرفع الا فی اول مرۃ، ج اول ،ص۷۱،نمبر۲۵۷)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تکبیر اولی کے علاوہ کسی وقت بھی رفع یدین نہیں کرنا چاہئے۔

ترجمہ : (۴۷۲[ب]) اور جب مرد دوسری رکعت کے سجدے سے فارغ ہو تو اپنا بایاں پاؤں بچھائے اور اس پر بیٹھے اور داہنا پاؤں کھڑا رکھے اور انگلیوں کو قبلہ رو کرے اور ہاتھوں کو رانوں پر انگلیاں پھیلا کر رکھے۔

وجہ : (۱)فقال ابو حمید الساعدی.... فاذا جلس فی الرکعتین جلس علی رجلہ الیسری و نصب الیمنی واذا جلس فی الرکعۃ الآخرۃ قدم رجلہ الیسری ونصب الاخری وقعد علی مقعدتہ ۔(بخاری شریف، باب سنۃ الجلوس فی التشھد،ص۱۳۴،نمبر۸۲۸/مسلم شریف، باب ما یجمع صفۃ الصلوۃ وما یفتتح بہ،ص۲۰۵،نمبر۴۹۸/۱۱۱۰) (۲)عن وائل بن حجر قال قدمت المدینۃ قلت لانظرن الی صلوۃ رسول اللہ ﷺ فلما جلس ۔ یعنی للتشھد ۔ افترش رجلہ الیسری ووضع یدہ الیسری یعنی علی فخذہ الیسری ونصب رجلہ الیمنی ۔(ترمذی شریف، باب کیف الجلوس فی التشھد،ص۶۷،نمبر۲۹۲)اس حدیث میں ہے کہ دائیں پاؤں کو کھڑا کیا اور بائیں کو بچھایا۔اور یہ بھی ہے کہ ہاتھوں کو ران پر رکھے(۳) انگلیاں قبلہ کی طرف رکھے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔قال اجتمع ابو حمید الساعدی ....قال ابو حمید انا اعلمکم بصلاۃ رسول اللہ ﷺ فذکر الحدیث قال فیہ ثم جلس فافترش رجلہ

تتورّک(٤٧٤) وقرأ تشهد ابن مسعود رضی اللہ عنه واشار بالمسبّحة فی الشهادة یرفعها عند النفی ویضعها عند الاثبات ولا یزید علی التشهد فی القعود الاول وھو التحیّات للہ والصلوات

الیسری و اقبل بصدر الیمنی علی قبلته و وضع کفه الیمنی و کفه الیسری۔(سنن بیہقی، باب کیفیۃ الجلوس فی التشھد الاول والثانی، ج ثانی، ص١٨٤، نمبر٢٧٧٤)اس حدیث میں ہے کہ تشہد کے وقت دائیں پاؤں کی انگلی قبلہ کی طرف رکھے

ترجمہ : (٤٧٣) اورعورت سرین پر بیٹھے۔

تشریح : عورت تشہد میں تورک کرے، یعنی دونوں پاؤں کو دائیں طرف کردے اور سرین پر بیٹھے۔

وجہ :(١) عن ابی حمید الساعدی ....حتی اذا کانت السجدة التی فیھاالتسلیم اخر رجله الیسری وقعد متورکا علی شقه الایسر. (ابوداؤدشریف، باب من ذکر التورک فی الرابعۃ ،ص ١٤٦ ،نمبر٩٦٣ رمسلم شریف، باب صفۃ الجلوس فی الصلوۃ وکیفیۃ وضع الیدین علی الفخذین ،ص ٢٣٥ ،نمبر١٣٠٧/٥٧٩)اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قعدۂ اخیرہ میں تورک مسنون ہے،حنفیہ نے اس کو عورت کے بارے میں خاص کرلیا۔(٢)فقال ابو حمید الساعدی....واذا جلس فی الرکعة الآخرة قدم رجله الیسری ونصب الاخری وقعد علی مقعدته ۔ (بخاری شریف، باب سنۃ الجلوس فی التشھد ،ص ١٣٤، نمبر٨٢٨(٣)اثر میں ہے۔قلت لعطاء تجلس المرأة فی مثنیٰ علی شقھا الایسر ؟ قال : نعم ، قلت : ھو احب الیک من الایمن ؟ قال : نعم ،قال: تجتمع جالسة ما استطاعت ، قلت : تجلس جلوس الرجل فی مثنا أو تخرج رجلھا الیسری من تحت الیتھا ؟ قال : لا یضرھا أی ذالک جلست اذا اجتمعت ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ،٤٤ فی المرأۃ کیف تجلس فی الصلوۃ ، ج اول ،ص ٢٤٣، نمبر٢٧٩١رسنن بیھقی ، باب مایستحب للمرأۃ من ترک التجافی فی الرکوع والسجود، ج ثانی ،ص ٣١٤، نمبر ٣١٩٨)اس اثر میں ہے کہ عورت بائیں جانب بیٹھے گی، اسلئے کہ اس میں اسکو آسانی بھی ہے اور سہولت بھی ہے۔

ترجمہ : (٤٧٤) اورحضرت ابن مسعودؓ کا تشہد پڑھے۔ اور شہادت کی انگلی سے اس طرح اشارہ کرے کہ نفی کے وقت اٹھا کر اثبات کے وقت رکھے۔اور پہلے قعدہ میں التحیات سے زیادہ نہ پڑھے۔وہ التحیات یہ ہے:''التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایھا النبی و رحمة اللہ و برکاته السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین اشھد ان لا اله الا اللہ و اشھد ان محمدا عبده و رسوله''۔

تشریح : تشہد کئی قسم کے ہیں ان میں سے عبداللہ ابن مسعودؓ کا تشہد پڑھنا حنفیہ کے یہاں زیادہ بہتر ہے۔

وجہ : (١)عبداللہ بن مسعودؓ کا تشہد یہ ہے۔ قال عبد اللہ بن مسعود کنا اذا صلینا خلف النبی ﷺ قلنا السلام علی جبرائیل ومیکائیل، السلام علی فلان وفلان فالتفت الینا رسول اللہ ﷺ فقال ان اللہ ھو السلام فاذا

والطیّبات السلام علیک ایھا النبی ورحمة اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد انّ محمدا عبدہ ورسولہ

صلی احدکم فلیقل التحیات للہ ، و الصلوات و الطیبات ، السلام علیک أیھا النبی و رحمة اللہ و برکاتہ ، السلام علینا ، و علی عباداللہ الصالحین . الخ ۔(بخاری شریف، باب التشھد فی الآخرة،ص ۱۳۵،نمبر ۸۳۱/مسلم شریف ،باب التشھد فی الصلوة،ص ۱۷۰،نمبر ۴۰۲/۸۹۷/ابوداود شریف،باب التشھد،ص ۱۴۷،نمبر ۹۶۸)اس حدیث میں , فلیقل ،امر کا صیغہ ہے جو وجوب پر دلالت کرتا ہے اس لئے عبد اللہ ابن مسعود کا تشھد ہمارے یہاں زیادہ بہتر ہے۔

(۲)مسلم کی حدیث میں یہ بھی ہے ۔سمعت ابن مسعود یقول علمنی رسول اللہ ﷺ التشھد و کفی بین کفیہ کما علمنی السورة من القرآن و اقتص التشھد بمثل ما اقتصوا. (مسلم شریف،باب التشھد فی الصلوة،ص ۱۷۱،نمبر ۴۰۲/۹۰۱/ترمذی شریف ، باب ماجاء فی التشھد ،ص ۶۷،نمبر ۲۸۹ /نسائی شریف ،باب تعلیم التشھد کتعلیم السورة،ص ۱۷۸، نمبر ۱۲۷۹)اس حدیث سے اور زیادہ اہمیت ہوگئی ۔کیونکہ جس طرح قرآن سکھاتے تھے اس طرح عبد اللہ بن مسعود کو حضورؐ نے تشھد سکھایا۔پھر عبدا بن مسعودؓ کا ہاتھ حضورؐ کے ہاتھ میں تھا جس سے اور اہمیت ہوئی۔اس لئے ہمارے یہاں یہی تشھد بہتر ہے۔

وجہ : (۱) اورشہادت کی انگلی سے اشارہ کرے اس کے لئے حدیث یہ ہے۔عن وائل بن حجر قال ... ثم جلس فافترش رجلہ الیسری ووضع یدہ الیسری علی فخذہ الیسری وحد مرفقہ الایمن علی فخذہ الیمنی وقبض ثنتین و حلق حلقة ورأیتہ یقول ھکذا وحلق بشر الابھام والوسطی واشار بالسبابة (ابوداؤد شریف،باب کیف الجلوس فی التشھد ،ص ۱۴۶،نمبر ۹۵۷)اس حدیث میں ہے کہ انگوٹھے اور درمیان کی انگلی سے حلقہ بنائے اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرے(۳)عاصم بن کلیب الجرمی عن ابیہ عن جدہ قال دخلت علی النبی ﷺ وھو یصلی وقد وضع یدہ الیسری علی فخذہ الیسری ووضع یدہ الیمنی علی فخذہ الیمنی وقبض اصابعہ وبسط السبابة (ترمذی شریف ، باب ابواب الدعاء ج ثانی ،ص ۱۸۷،نمبر ۳۵۸۷/نسائی شریف ، باب قبض الثنتین من اصابع الید الیمنی وعقد الوسطی،ص ۱۷۶،نمبر ۱۲۶۹)اس حدیث میں بھی ہے کہ حلقہ بنائے اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرے۔(۴) صرف ایک مرتبہ اشارہ کرے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔عن عبد اللہ انہ ذکر ان النبی ﷺ کان یشیر باصبعہ اذا دعا لا یحرکھا ۔(سنن بیہقی، باب من روی انہ اشار بھا ولم یحرکھا،ج ثانی،ص ۱۸۹،نمبر ۲۷۸۶)اس حدیث میں ہے کہ بار بار حرکت نہیں کرتے تھے صرف ایک بار اشارہ کرتے تھے۔ عن ابن عمر انہ رای رجلا یحرک الحصا.....قال فوضع یدہ الیمنی علی فخذہ و اشار باصبعہ التی تلی الابھام فی القبلة و رمی ببصرہ الیھا او نحوھا ثم قال ھکذا

(۴۷۴) وقرأ الفاتحۃ فیما بعد الاولیین (۴۷۵)ثم جلس وقرأ التشھد ثم صلی علی النبی صلی اللہ

رأیت رسول اللہ ﷺ یصنع ۔ (سنن بیہقی، باب الاشارۃ بالمسبحۃ الی القبلۃ، ج ثانی،ص ۱۹۰،نمبر ۲۷۸۹) اس حدیث میں ہے کہ قبلہ کی طرف ایک مرتبہ اشارہ فرمایا۔

لا الہ الا اللہ کے وقت اشارہ کرے۔ لا کے وقت انگلی کھڑی کرے اور الا اللہ کے وقت گرائے اس کی حدیث نہیں ملی۔

لغت : المسبحۃ: تسبیح پڑھنے کی چیز، دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی مراد ہے، کیونکہ اس سے تسبیح پڑھتے ہیں۔ الشہادۃ: تحیات میں اشھدان لا الہ، الخ کو شہادت کہتے ہیں النفی: لا الہ، کو نفی کہا ہے۔ الاثبات: الا اللہ، کو اثبات، کہا ہے۔

ترجمہ : (۴۷۴) پہلی دو رکعتوں کے بعد صرف سورہ فاتحہ پڑھے۔

تشریح : فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں کچھ نہ پڑھے تب بھی چلے گا لیکن سورہ فاتحہ پڑھنا سنت ہے۔ دوسرے ائمہ کے یہاں سورہ فاتحہ پڑھنا فرض ہے۔

وجہ:(۱) عن عبد اللہ بن ابی قتادۃ عن ابیہ ان النبی ﷺ کان یقرأ فی الظھر فی الاولیین بام الکتاب وسورتین و فی الرکعتین الاخریین بام الکتاب ویسمعنا الآیۃ و یطول فی الرکعۃ الاولی ما لا یطیل فی الرکعۃ الثانیۃ وھکذا فی العصر ۔(بخاری شریف، باب یقرأ فی الاخریین بفاتحۃ الکتاب،ص ۱۰۷،نمبر ۷۷۶ر مسلم شریف، باب القرأۃ فی الظہر والعصر،ص ۱۸۵،نمبر ۴۵۱/۱۰۱۲ر ابوداود شریف، باب القرأت فی الظہر ،ص ۱۲۴،نمبر ۷۹۸) اس حدیث میں ہے کہ فرض کی دوسری دو رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ پڑھتے تھے (۲)جابر بن سمرۃ قال قال عمر لسعد لقد شکوک فی کل شیء حتی الصلوۃ قال اما انا فامد فی الاولیین واحذف فی الآخرین ولا آلو ما اقتدیت بہ من صلوۃ رسول اللہ قال صدقت ذاک الظن بک ۔(بخاری شریف، باب یطول فی الاولیین ویحذف فی الآخرین،ص ۱۰۶،نمبر ۷۷۰ر مسلم شریف، باب القرأۃ فی الظہر والعصر،ص ۱۸۶،نمبر ۴۵۳/۱۰۱۸) دوسری دو رکعتوں میں حذف کرتے تھے یعنی صرف سورہ فاتحہ پڑھتے تھے۔(۳)عن ابن سیرین قال نبئت ان ابن مسعود کان یقرأ فی الظھر و العصر فی الرکعتین الاولیین بفاتحۃ الکتاب و ما تیسر و فی الاخریین بفاتحۃ الکتاب ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من کان یقرأ فی الاولیین بفاتحۃ الکتاب وسورۃ وفی الاخریین بفاتحۃ الکتاب، ج اول،ص ۳۲۵،نمبر ۳۷۲۲)اس قول صحابی میں ہے کہ تیسری اور چوتھی رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ پڑھتے ۔(۴)عن علی و عبد اللہؓ انھما قالا اقرأ فی الاولیین و سبح فی الاخریین ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من کان یقول یسبح فی الاخریین ولا یقرأ، ج اول،ص ۳۲۷،نمبر ۳۷۴۲)اس قول صحابی میں ہے کہ تیسری اور چوتھی رکعتوں میں صرف تسبیح پڑھے۔

ترجمہ:(۴۷۵) پھر بیٹھ کر التحیات پڑھ کر درود پڑھ کر قرآن وحدیث کے مشابہ دعا مانگے۔

علیہ وسلم ثم دعا بما یشبہ القرآن والسنۃ(٤٧٦) ثم یسلّم یمینا ویسارا فیقول السلام علیکم

تشریح: جوآخری قعدہ ہو، فجر کی نماز ہوتو دو رکعت کے بعد ہے، اور مغرب کی نماز ہے تو تین رکعت کے بعد ہے ، اور ظہر، عصر، اور عشاء کی نماز ہوتو چار رکعت کے بعد ہے، اور یہ دوسرا قعدہ ہے اس میں بیٹھ کر التحیات پڑھے، اس کے بعد درود شریف پڑھے، پھر ایسی دعا مانگے جو انسانی کلام کے مشابہ نہ ہو بلکہ قرآن اور حدیث سے منتخب ہو۔

وجہ: (١) نماز میں درود شریف سنت ہونے کی دلیل یہ آیت ہے۔ ان اللہ و ملئکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما (آیت ٥٦، سورۃ الاحزاب ٣٣) اس آیت سے زندگی میں ایک مرتبہ درود پڑھنا فرض ہے اور نماز میں پڑھنا سنت ہے (٢) حدیث میں ہے۔ عن کعب بن عجرۃ .... فقلنا قد عرفنا کیف نسلم علیک فکیف نصلی علیک؟ قال قولوا اللھم صلی علی محمد الخ۔ (مسلم شریف، باب الصلوۃ علی النبی بعد التشھد، ص ١٧٣، نمبر ٤٠٦/٩٠٨/ ابو داؤد شریف، باب الصلوۃ علی النبی بعد التشھد، ص ١٤٩، نمبر ٩٧٦) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تشہد کے بعد حضورؐ پر درود پڑھنا چاہئے۔ (٣) انہ سمع فضالۃ ابن عبید یقول: سمع النبی ﷺ رجلا یدعو فی صلوتہ فلم یصل علی النبی ﷺ فقال النبی ﷺ: عجل ھذا، ثم دعاہ، فقال لہ أو لغیرہ: اذا صلی أحدکم فلیبدأ بتحمید اللہ و الثناء علیہ، ثم لیصل علی النبی ﷺ ثم لیدع بعد ما شاء۔ (ترمذی شریف، باب فی ایجاب الدعاء بتقدیم الحمد والثناء والصلوۃ علی النبی قبلہ، ص ٧٩٤، نمبر ٣٤٧٧) اس حدیث میں ہے کہ تشہد کے بعد درود شریف پڑھے۔

اور الفاظ قرآن وحدیث کے مشابہ دعا کرے، جو کلام الناس کے مشابہ نہ ہو۔

وجہ: (١) انسانی کلام کی دعا کرے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اس لئے ایسی دعا نہ کرے جو انسانی کلام کے مشابہ ہو۔ اس حدیث میں اسکا اشارہ ہے۔ عن معاویۃ بن الحکم السلمی قال: بینا أنا اصلی مع رسول اللہ ﷺ ....قال: ان ھذہ الصلوۃ لا یصلح فیھا شیء من کلام الناس، انما ھو التسبیح و التکبیر و قراءۃ القرآن۔ (مسلم شریف، باب تحریم الکلام فی الصلوۃ ونسخ ما کان من اباحتہ، ص ٢٠٣، نمبر ٥٣٧/١١٩٩) اس حدیث میں ہے کہ نماز میں کلام الناس نہ کرے۔

(٢) عن عبد اللہ قال اذا کنا مع النبی ﷺ فی الصلوۃ ... ثم لیتخیر من الدعاء اعجبہ الیہ فیدعو۔ (بخاری شریف، باب ما یتخیر من الدعاء بعد التشھد ولیس بواجب، ص ١١٥، نمبر ٨٣٥/ ابو داؤد شریف، باب التشھد، ص ١٤٦، نمبر ٩٦٨)

(٣) عن عائشۃ زوج النبی ﷺ اخبرتہ ان رسول اللہ ﷺ کان یدعو فی الصلوۃ اللھم انی اعوذبک من عذاب القبر، الخ۔ (بخاری شریف، باب الدعاء قبل السلام، ص ١١٥، نمبر ٨٣٢) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سلام سے پہلے حدیث میں منقول دعائیں کرنی چاہئے۔

ترجمہ: (٤٧٦) پھر داہنے جانب سلام اس طرح پھیرے ''السلام علیکم و رحمۃ اللہ'' اس میں اپنے ہمراہیوں کی

ورحمة الله ناويا من معه كما تقدّم.

﴿باب الامامة﴾

(۴۷۷) هى افضل من الاذان(۴۷۸) والصلوة بالجماعة سنة للرجال الاحرار بلا عذر

نیت کرے جیسا کہ اوپر گذرا۔

وجه: (۱)عن عبد الله ان النبى ﷺ كان يسلم عن يمينه وعن شماله حتى يرى بياض خده، السلام عليكم ورحمة الله ،السلام عليكم ورحمة الله (ابوداؤدشریف، باب فی السلام،ص۱۵۱،نمبر۹۹۶/ترمذی شریف،باب ما جاءفی التسلیم فی الصلوۃ،ص۶۷،نمبر۲۹۵)اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سلام پھیرنا چاہئے اس طرح کہ کنارے والوں کو گال نظر آنے لگے۔ (۲)اوردائیں بائیں جانب والوں کی نیت کرے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن جابر بن سمرة .... انما يكفى احدكم أن يضع يده على فخذه ، ثم يسلم على أخيه من على يمينه و شماله ۔(مسلم شریف،باب الامر بالسکون فی الصلوۃ والنھی عن الاشارۃ بالید،ص۱۸۱،نمبر۴۳۱/۹۷۰/ابوداودشریف،باب فی السلام،ص۱۵۲،نمبر۹۹۸)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سلام میں دائیں اور بائیں جانب مقتدی کی نیت کرے۔

﴿باب الامامت﴾

ترجمه : (۴۷۷) امامت اذان سے افضل ہے۔

تشریح : اذان کے لئے حضرت بلالؓ تھے،اورامامت کے لئے خود حضورؐ تھے جس سے معلوم ہوا کہ امامت کرنا اذان دینے سے افضل ہے۔

ترجمه : (۴۷۸) آزادمردوں کے لئے بغیر عذر کے جماعت سے نماز پڑھنا سنت (مؤکدہ) ہے۔

تشریح : غلام کے لئے جماعت سے نماز پڑھنا سنت مؤکدہ نہیں ہے کیونکہ وہ آقا کی خدمت میں رہتا ہے،اسی طرح عذر ہو مثلا بیمار ہو تو اس کے لئے جماعت سے نماز پڑھنا مؤکدہ نہیں رہتا،اسی طرح عورت کے لئے جماعت میں شریک ہونا موکدہ نہیں ہے۔

وجه: (۱)اس آیت میں جماعت سے نماز پڑھنے کا اشارہ ہے۔و اقيموا الصلوة و آتوا الزكوة و اركعوا مع الراكعين ۔(آیت ۴۳سورۃ البقرۃ۲) اس آیت میں ہے کہ رکوع کرنے والے کے ساتھ رکوع کرو،یعنی نماز پڑھنے والے کے ساتھ نماز پڑھو،جس سے جماعت کا ثبوت ہوتا ہے۔(۲)عن ابى هرير ةان رسول الله قال والذى نفسى بيده لقد هممت ان امر بحطب ليحطب ثم امر بالصلوة فيوذن لها ثم آمر رجلا فيؤم الناس ثم اخالف الى رجال

(۴۷۹) وشروط صحة الامامة للرجال الاصحاء ستة اشياء. الاسلام والبلوغ والعقل والذكورة (۴۸۰)والقراء ة (۴۸۱)والسلامة من الاعذار كالرعاف والفأفأة والتمتمة واللثغ

فاحرق عليهم بيوتهم والذى نفسى بيده لو يعلم احدهم انه يجد عرقا سمينا او مرماتين حسنتين لشهد العشاء (بخاری شریف، باب وجوب صلوۃ الجماعۃ ،ص ۸۹، نمبر ۶۴۴ /ابوداؤد شریف، باب فی التشدید فی ترک الصلوۃ ص ۸۸ نمبر ۵۴۸) آپؐ نے جماعت چھوڑنے پر گھروں کو جلادینے کا ارادہ فرمایا جو جماعت کے وجوب کی دلیل ہے۔تاہم وہ سنت مؤکدہ ہے(۳) عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ من سمع المنادى فلم يمنعه من اتباعه عذر قالوا وما العذر؟ قال خوف او مرض لم تقبل منه الصلوة التى صلى. (ابوداؤد شریف، باب فی التشدید فی ترک الجماعۃ ،ص ۸۸، نمبر ۵۵۱)اس سے بھی معلوم ہوا کہ جماعت سنت مؤکدہ ہے۔کیونکہ بغیر عذر کے اس کے چھوڑنے سے نماز قبول نہیں ہوگی۔

ترجمه : (۴۷۹)اور تندرست مردوں کی امامت صحیح ہونے کی چھ شرطیں ہیں:۔

۱:......اسلام۔

۲:......بلوغ۔

۳:......عقل۔

۴:......مرد ہونا۔

وجه : ان سب کی دلیل پہلے گزر چکی ہے، کچھ آئندہ آرہی ہے۔

ترجمه :(۴۸۰)[۵] قرأت۔

تشریح : نماز میں قرأت فرض ہے اور امام کو قرأت ہی نہیں آتی تو امامت کیسے کرے گا!

وجه : (۱) فاقرءوا ما تيسر منه واقيموا لصلوة وآتوا الزكوة (آیت ۲۰، سورۃ المزمل ۷۳)اس آیت سے معلوم ہوا کہ نماز میں قرأت پڑھنا فرض ہے، اور جسکو قرأت نہیں آتی وہ اس فرض کی آدائگی سے محروم ہے اس لئے وہ امامت کے قابل نہیں ہے(۲) اس حدیث میں بھی ہے کہ قرأت کے بغیر نماز نہیں ہوگی۔عن ابى سعيد قال قال رسولؐ الله مفتاح الصلوة الطهور وتحريمها التكبير وتحليلها التسليم ولاصلوة لمن لم يقرأ بالحمد وسورة فى فريضة او غيرها. (ترمذی شریف، باب ماجاء فی تحریم الصلوۃ وتحلیلھا ،ص ۶۶، نمبر ۲۳۸ /ابوداؤد شریف، باب الامام یحدث بعد ما یرفع رأسہ من آخر رکعۃ ،ص ۱۰۰، نمبر ۶۱۸) اس حدیث میں ہے کہ قرأت کئے بغیر نماز نہیں ہوگی۔

ترجمه : (۴۸۱) [۶]عذروں سے سلامت ہونا، جیسے نکسیر اور جس کے کلام میں پہلے ''فافا'' نکلے، اور جس کے کلام میں ''ت'' اور ''م'' نکلے، اور جس کی زبان ''ث'' کی جانب اور ''ر'' سے ''غ'' کی طرف متحرک ہوجائے۔

(۴۸۲)وفقد شرط کطهارة وستر عورة.

تشریح : یہ مسئلے اس اصول پر ہیں جو آدمی معذور ہو وہ غیر معذور کی امامت نہیں کرا سکتا اس لئے جس کو مسلسل نکسیر ہے وہ غیر نکسیر والے کی امامت نہیں کرا سکتا۔ اسی طرح جنکی قرأت میں ف، نکلتا ہو، یا ت، نکلتا ہو، یا غ، نکلتا ہو تو اس کی قرأت درست نہیں ہے، امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہوتی ہے، اور جب امام کی قرأت نہیں ہوئی تو مقتدی کی بھی قرأت نہیں ہوئی اس لئے نماز فاسد ہو جائے گی، اس لئے یہ امامت نہیں کرا سکتا۔

وجه : (۱)عن جابر قال قال رسول الله ﷺ من کان له امام فقراء ة الامام له قراء ة. (ابن ماجہ شریف، باب اذا قرء الامام فانصتوا، ص ۱۲۰، نمبر ۸۵۰/دار قطنی، باب ذکر قولہ من کان لہ امام، ص ۳۲۱، نمبر ۱۲۲۰) اس حدیث میں ہے کہ امام کی قرأت مقتدی کے لئے کافی اور زبان میں کمزوری کی وجہ سے امام نے قرأت نہیں کی تو مقتدی نے بھی قرأت نہیں کی اس لئے اس کی امامت درست نہیں (۲)عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ الامام ضامن والمؤذن مؤتمن (ترمذی شریف، باب ما جاء ان الامام ضامن والمؤذن مؤتمن، ص ۵۸، نمبر ۲۰۷/ابن ماجۃ، باب ما یجب علی الامام، ص ۱۳۸، نمبر ۹۸۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام ضامن ہے۔ اس لئے اس کو قرأت اچھی آنی چاہئے، یا معذور نہیں ہونا چاہئے۔

لغت : الرعاف: ناک سے مسلسل خون بہنا، نکسیر پھوٹنا۔ الفأفأة: جس کی زبان سے ہر لفظ میں ف، نکلے، ہونٹ کی بندش کمزور ہونے سے ہر لفظ میں ف، نکلتا ہے۔ التمتمة: جس کی زبان سے ہر لفظ میں ت، م، نکل جائے، زبان پر بندش کمزور ہونے سے ایسا ہوتا ہے۔ اللثغ: زبان س، نکالنا چاہے تو ث، نکل جائے، ر، نکالنا چاہے تو غ، نکل جائے۔ ان صورتوں میں قرأت صحیح نہیں ہوتی۔

ترجمه : (۴۸۲) شرط نماز مفقود نہ ہو، مثلا طہارت، ستر عورت۔

تشریح : نماز کی جو شرائط ہیں مثلا امام حدث اصغر اور حدث اکبر سے پاک ہو، یا ستر عورت ہو، وہ شرطیں پائی جائیں تب امامت درست ہوگی، اور اگر وہ نہ ہوں تو امامت درست نہیں ہوگی، کیونکہ ان شرطوں کے مفقود ہونے سے خود امام کی نماز نہیں ہوگی تو مقتدی کی نماز کیسے ہو جائے گی۔

﴿وشروط صحة الاقتداء اربعة عشر شيئا.﴾

(۴۸۳) نية المقتدى المتابعة مقارنة لتحريمته

﴿اور اقتداء صحیح ہونے کی [۱۴] چودہ شرطیں ہیں﴾

۱:......مقتدی اپنے تحریمہ کے وقت امام کی متابعت کی نیت کرے۔

۲:......اور عورتوں کی صحت اقتدا کے لئے مرد کے لئے امامت کی نیت ہونا۔

۳:......اور امام کی ایڑی مقتدی سے آگے ہو۔

۴:......اور امام مقتدی سے کم درجہ کی نماز پڑھنے والا نہ ہو۔

۵:......اور امام اور مقتدی دونوں ایک فرض نماز پڑھنے والے ہوں۔

۶:......اور چار رکعت والی قضا نماز میں مقیم مسافر کا امام نہ ہو، اور نہ مسبوق ہو۔

۷:......اور امام اور مقتدی کے درمیان عورتوں کی صف کا فاصلہ نہ ہو۔

۸:......اور ایسی نہر کا فاصلہ نہ ہو جس میں چھوٹی کشتی چل سکے۔

۹:......اور درمیان میں ایسا راستہ نہ ہو جس میں گاڑی گذرتی ہو۔

۱۰:......اور درمیان میں ایسی دیوار نہ ہو جس سے امام کے انتقالات کا علم مشتبہ ہو جائے۔

۱۱:......اور امام سوار اور مقتدی پیادہ نہ ہو۔

۱۲:......یا مقتدی کی سواری امام کی سواری سے علیحدہ ہو۔

۱۳:......اور امام اور مقتدی غیر ملی ہوئی علیحدہ کشتی میں نہ ہو۔

۱۴:......مقتدی کو امام کے حال سے ایسی شئی کا علم نہ ہو جو اس کے زعم میں مفسد ہو۔

﴿اور صحت اقتداء کی [۱۴] چودہ شرطوں کی تفصیل﴾

ترجمہ : (۴۸۳)[۱] مقتدی اپنے تحریمہ کے وقت امام کی متابعت کی نیت کرے۔

تشریح : نماز فاسد ہونے میں اور صحیح ہونے میں امام مقتدی کا ذمہ دار ہے، اس لئے جس وقت سے تحریمہ باندھے اسی وقت سے مقتدی کی نیت ہو کہ اس امام کی متابعت کرنی ہے تب اس کی اقتداء درست ہوگی۔

وجہ : (۱) عن انس بن مالکؓ .....و قال انما جعل الامام لیؤتم به فاذا کبر فکبروا و اذا رکع فارکعوا و اذا رفع فارفعوا ۔(بخاری شریف، باب صلاۃ القاعد، ص ۱۷۸، نمبر ۱۱۱۴ر مسلم شریف، باب ائتمام الماموم بالامام، ص ۱۷۴، نمبر

(۴۸۴) ونية الرجل الامامة شرط لصحة اقتداء النساء به (۴۸۵)وتقدّم الامام بعقبه عن المأموم

۹۲۱/۴۱۱)اس حدیث میں ہے کہ امام اقتداء کے لئے ہے اس لئے اس کے تحریمے کے ساتھ جڑنا ضروری ہے۔(۲)واقیموا الصلوۃ و آتوا الزکوۃ وارکعوا مع الراکعین ۔(آیت ۴۳،سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ہے کہ رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو،جس کے اشارہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مقتدی کا تحریمہ امام کے تحریمے کے ساتھ ملا ہوا ہو۔

ترجمہ : (۴۸۴) [۲]اور عورتوں کی اقتداء صحیح ہونے کے لئے مرد کی امامت کی نیت کرنا شرط ہے۔

تشریح : عورت امام کی اقتداء کرے یہ اس وقت درست ہوگی جبکہ امام نے باضابطہ عورت کے امام بننے کی نیت کی ہو،اور اگر عورت کے امام بننے کی نیت نہ کرے تو عورت کا اقتداء کرنا درست نہیں ہے۔لیکن دوسری روایت یہ ہے کہ اگر عورت پیچھے کھڑی ہو تو امام اس کی نیت نہ کرے تب بھی امام کی اقتدا کرنا جائز ہے۔

وجہ : (۱) حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ عورت اور مرد کی نیت ایک ہو اور عورت مرد کے ساتھ کھڑی ہوگئی تو مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی ۔چونکہ محاذات سے مرد کی نماز فاسد ہونے کا خطرہ ہے اس لئے عورت کی امامت کی نیت کرنا ضروری ہے (۲) اخبرنا ابو حنیفة عن حماد عن ابرهیم قال اذا صلت المرأة الی جانب الرجل وکانا فی صلوة واحدة فسدت صلوته.قال محمد و به ناخذ وهو قول ابی حنیفة دوسرے اثر میں یہ ہے. انما تفسد علیه اذا صلت الی جانبه و هما فی صلوة واحدة ، تأتم به أو یأتمان بغیرهما ، وهو قول ابی حنیفة ۔(کتاب الآثار لامام محمد،باب ما یقطع الصلوۃ،ص ۲۷،نمبر ۱۳۷،نمبر ۱۳۸)اس اثر میں ہے کہ نماز متحد ہو تو فاسد ہوگی ۔ (۳) یہ حدیث اگر چہ منسوخ مانی جاتی ہے،لیکن اس سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ عن ابی هریرة قال : قال رسول الله ﷺ : یقطع الصلوة المرأة ، و الحمار ، و الکلب ، و یقی ذالک مثل موء خر ة الرحل ۔(مسلم شریف،باب قدر ما یستر المصلی ص ۲۰۹،نمبر ۱۱۳۹/۵۱۱/ابوداود شریف،باب ما یقطع الصلوۃ،ص ۱۱۱،نمبر ۷۰۲) اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ عورت کے سامنے آنے سے نماز ٹوٹ جائے گی۔

ترجمہ : (۴۸۵) [۳] اور امام کی ایڑی مقتدی سے آگے ہو۔

تشریح : امام کی شان یہ ہے کہ وہ مقتدی سے تھوڑا آگے ہو اس لئے امام کی ایڑی مقتدی سے آگے ہو تو آگے سمجھا جائے گا۔

وجہ: (۱) اس حدیث کے اشارے سے استدلال کیا جا سکتا ہے۔ عن انس بن مالک قال صلیت انا و یتیم فی بیتنا خلف النبی و امی خلفنا ام سلیم. (بخاری شریف،باب المرأۃ وحدها تکون صفا،ص ۱۸۸،نمبر ۷۲۷/ابوداؤد شریف،باب اذا کانوا ثلثۃ کیف یقومون ،ص ۹۷،نمبر ۶۱۲)اس حدیث میں مقتدی کو پیچھے کھڑا کیا جس سے استدلال کیا جا سکتا ہے کہ ایک مقتدی ہو تب بھی وہ تھوڑا پیچھے رہے۔

ترجمہ : (۴۸۶) [۴] اور امام مقتدی سے کم درجہ کی نماز پڑھنے والا نہ ہو۔

(۴۸۶)وان لا یکون ادنی حالا من المأموم (۴۸۷)وان لا یکون الامام مصلیا فرضا غیر فرضه (۴۸۸)وان لا یکون الامام مقیما لمسافر بعد الوقت فی رباعیة ولا مسبوق

تشریح : شریعت میں امام کی شان بلند ہے اس لئے وہ مقتدی سے اعلی درجے کا ہو یا برابر ہو،، بہت کم درجے کا نہ ہو، مثلا امام امی ہے اور مقتدی قاری ہو، یا امام لیٹ کر نماز پڑھ رہا ہو اور مقتدی کھڑا ہو کر نماز پڑھ رہا ہو، یا امام معذور ہو اور مقتدی معذور نہ ہو تو اقتداء درست نہیں ہے۔

وجه :(۱)اس حدیث میں ہے کہ امام ضامن ہے۔ **عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ الامام ضامن والمؤذن مؤتمن** (ترمذی شریف، باب ماجاء ان الامام ضامن والمؤذن مؤتمن، ص ۵۸، نمبر ۲۰۷/ابن ماجة، باب مایجب علی الامام، ص ۱۳۸، نمبر ۹۸۱)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام ضامن ہے۔اس لئے ضامن کو مضبوط ہونا چاہئے اور اعلی درجہ کا ہونا چاہئے یا کم از کم برابر درجہ کا ہونا چاہئے۔(۲)اس حدیث سے بھی اس کا اشارہ ملتا ہے۔ **عن ابی هریرة ان رسول الله ﷺ قال انما جعل الامام لیوتم به فلاتختلفوا علیه** ۔(مسلم شریف، باب ائتمام الماموم بالامام، ص ۱۷۶، نمبر ۴۱۴/۹۳۰)اس حدیث میں ہے کہ امام اقتدا کرنے کے لئے ہے اس لئے اس سے اختلاف نہ کرو۔اور یہاں اعلی کا ادنی درجہ سے اختلاف ہو جاتا ہے۔ (۳) اس اثر سے بھی معلوم ہوا کہ امام ضامن ہے۔ **عن ابراهیم قال : اذا فسدت صلوة الامام فسدت صلوة من خلفه** .(کتاب الآثار لامام محمد، باب مایقطع الصلوة، ص ۲۷، نمبر ۱۳۳)اس اثر میں ہے کہ امام کی نماز فاسد ہوگی تو مقتدی کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی۔اس سے معلوم ہوا کی امام ضامن ہے۔

اصول : امام مقتدی کے برابر ہو یا اس سے اعلی درجے کا ہو، اس سے بہت کم درجے کا نہ ہو۔

ترجمه : (۴۸۷)[۵] اور امام ایسا فرض پڑھنے والا نہ ہو جو مقتدی کے فرض کے علاوہ ہو۔

تشریح : اوپر حدیث میں گزرا کہ امام اور مقتدی میں اتحاد ہو اس لئے مثلا امام ظہر پڑھ رہا اور مقتدی اس کے پیچھے عصر کی نماز پڑھ رہا تو جائز نہیں ہے، اس لئے کہ امام اور مقتدی کے فرض میں اتحاد چاہئے۔ حدیث گزر چکی ہے۔

ترجمه : (۴۸۸) [۶]اور چار رکعت والی قضا نماز میں مقیم مسافر کا امام نہ ہو، اور نہ مسبوق ہو۔

تشریح : مسافر کی چار رکعتوں والی نماز بھی دو رکعت ہے، لیکن وقت کے اندر مقیم کے پیچھے چار رکعت ہو جاتی ہے، اور وقت گزرنے کے بعد دو ہی رکعت برقرار رہتی ہیں، اب مقیم کے پیچھے پڑھے تب بھی دو رکعت ہی رہے گی، جس کی وجہ سے امام کی مخالفت لازم آئے گی اس لئے چار رکعت والی نماز میں مسافر آدمی مقیم امام کی اقتداء وقت گزرنے کے بعد نہیں کر سکتا۔اور مسبوق امام اس لئے نہیں بن سکتا کہ جب وہ اپنی نماز پوری کر رہا ہے تو اس وقت بھی ایک گونہ اپنے امام کے پیچھے ہے اور یہ مقتدی ہے اس لئے اس کے پیچھے بھی کسی کی نماز درست نہیں۔

(۴۸۹)او ان لا يفصل بين الامام والماموم صف من النساء(۴۹۰) وان لا يفصل نهر تمرّ فيه الزورق

وجه : (۱)اثر میں ہے. عن الثوری قال : من نسی صلوۃ فی الحضرفذکر فی السفر صلی اربعا ، و ان نسی صلوۃ فی السفر ذکر فی الحضر صلی رکعتین ۔(مصنف عبدالرزاق، باب من نسی صلاۃ الحضر ، ج ثانی ،ص ۳۵۸، نمبر ۴۴۰۰)اس اثر میں ہے کہ مسافر وقت کے بعد دو رکعت ہی قضاء کریں گے۔(۲) سبب یعنی وقت بھی نہیں رہا جو نماز کی رکعتوں کو تبدیل کر سکے۔

اصول: وقت گزرنے کے بعد مسافر کی نماز کی رکعتوں میں تبدیلی نہیں ہوگی۔

لغت : مسبوقا: پہلی رکعت جس کی چھوٹ چکی ہو اس کو مسبوق، کہتے ہیں۔

ترجمه : (۴۸۹) [۷] اور نہ فاصلہ ہو امام اور مقتدی کے درمیان عورتوں کی صف کا۔

تشریح : حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ عورت سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اس لئے امام اور مقتدی کے درمیان عورتوں کا صف نہ ہو تب اقتداء درست ہوگی۔

وجه :(۱) اس قول تابعی میں ہے۔ عن ابراهیم انه کان یکره ان یصلی بصلاۃ الامام اذا کان بینهما طریق او نساء ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی الرجل والمرأۃ یصلی وبینہ وبین الامام حائط، ج ثانی، ص ۳۵، نمبر ۶۱۵۵ رمصنف عبد الرزاق، باب الرجل یصلی وراء الامام خارج المسجد، ج ثالث، ص ۹، نمبر ۴۸۹۶)اس قول تابعی میں ہے کہ امام اور مقتدی کے درمیان عورت یا بڑا راستہ ہو تو اقتداء صحیح نہیں ہے۔(۲)اس حدیث کی بنا پر عورت کو پیچھے ہونا چاہئے اس لئے درمیان میں ہونے کی وجہ سے اقتداء درست نہیں ہوگی۔حدیث یہ ہے۔عن انس بن مالک قال صلیت انا ویتیم فی بیتنا خلف النبی ﷺ وامی ام سلیم خلفنا (بخاری شریف، باب المرأۃ وحدھا تکون صفا، ص ۱۱۸، نمبر ۷۲۷/ ابوداؤد شریف، باب اذا کانوا ثلاثۃ کیف یقومون، ص ۹۷، نمبر ۶۱۲)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں کی صف پیچھے ہونی چاہئے ۔(۳)اس قول صحابی میں ہے کہ عورت کو پیچھے رکھو۔عن ابن مسعود قال : کان الرجال و النساء فی بنی اسرائیل یصلون جمیعا ،فکانت المرأۃ اذا کان لها الخلیل تلبس القالبین تطول بهما لخلیلها ، فالقی الله علیهن الحیض ، فکان ابن مسعود یقول : أخروهن حیث أخرهن الله ۔(طبرانی کبیر، عبداللہ بن مسعود الھذلی، باب، ج تاسع، ص ۲۹۵، نمبر ۹۴۸۴) اس قول صحابی میں ہے کہ عورت کو پیچھے رکھو۔

ترجمه : (۴۹۰)[۸] اور ایسی نہر کا فاصلہ نہ ہو جس میں چھوٹی کشتی چل سکے۔[۹]اور درمیان میں ایسا راستہ نہ ہو جس میں گاڑی گذرتی ہو۔[۱۰] اور درمیان میں ایسی دیوار نہ ہو جس سے امام کے انتقالات کا علم مشتبہ ہو جائے اور اگر آواز سننے یا دیکھنے سے اشتباہ نہ ہو تو صحیح روایت میں اقتدا صحیح ہے۔

ولا طريق تمرّ فيه العجلة ولا حائط يشتبه معه العلم بانتقالات الامام فان لم يشتبه لسماع او رؤية

تشریح : یہ تینوں مسئلے اس اصول پر ہیں کہ امام اور مقتدی کے درمیان اتنا فاصلہ ہو کہ دونوں الگ الگ نماز پڑھنے والے نظر آتے ہوں تو اقتداء درست نہیں ہوگی، اور دوسرا اصول یہ ہے کہ امام اور مقتدی کے درمیان اتنی حیلولت ہے کہ امام کے منتقل ہونے کا اور رکوع وسجدہ میں جانے کا بھی پتہ نہیں چل رہا ہے کہ اس کی اتباع کی جائے، نہ اس کی آواز سننے کے ذریعہ، نہ اس کو دیکھنے کے ذریعہ اور نہ کسی مکبر کی آواز سے اس صورت میں بھی اقتداء درست نہیں ہے۔۔تشریح مسئلہ۔ یہاں تین مسئلے ہیں، ہر ایک کی تشریح یہ ہے[۸] امام اور مقتدی کے درمیان چھوٹی نالی ہو تو کوئی حرج نہیں ہے لیکن اتنا بڑا نہر ہو کہ اس میں کشتی جا سکتی ہو تو امام اور مقتدی اجنبی نظر آنے لگے اس لئے اقتداء درست نہیں ہے۔[۹] یا امام اور مقتدی کے درمیان اتنا بڑا راستہ ہو اس میں گاڑی چل سکے، اور اس راستے پر نمازی کی کوئی صف نہ ہو تو اقتداء درست نہیں ہے[۹] امام اور مقتدی کے درمیان ایسی دیوار حائل ہو کہ آواز یا دیکھنے یا مکبر کی آواز سے امام کے منتقل ہونے اور رکوع سجدے میں جانے کا علم نہ ہوتا ہو تو اقتداء درست نہیں ہے، کیونکہ امام کی اتباع ضروری ہے اور یہاں رکوع وسجدے میں امام کی اتباع نہیں ہو سکے گی اس لئے اقتداء درست نہیں ہے۔اور اگر امام کی آواز سننے، یا دیکھنے، یا مکبر کے ذریعہ امام کی حرکتوں کا علم ہوتا ہو اور بہت فاصلہ بھی نہ ہو تو اقتداء جائز ہے۔

وجہ :(۱) **عن زيد بن ثابت ان النبی ﷺ اتخذ حجرة فی المسجد من حصير فصلی رسول الله ﷺ فيها ليالی حتی اجتمع اليه اناس** ۔(بخاری شریف، باب ما یکرہ من کثرۃ السوال ومن تکلف ما لا یعنیہ، ص ۱۲۵۴، نمبر ۷۲۹۰) اس حدیث میں حضورؐ حجرے میں تھے اور مقتدی الگ تھے لیکن حضور کے انتقال سے واقف ہوتے رہتے تھے اس لئے اقتداء درست ہوئی۔(۲) **عن صالح مولی التوامة قال كنت اصلی انا و ابو هريرة فوق ظهر المسجد نصلی بصلاة الامام للمكتوبة** ۔(سنن بیہقی، باب صلوۃ الامام فی المسجد او علی ظہر او فی رحبۃ، ج ثالث، ص ۱۵۷، نمبر ۵۲۴۴) اس عمل صحابی میں ہے کہ مسجد کی چھت پر اقتداء درست ہے۔(۳) **رأيت انس بن مالك صلی الجمعة فی بيوت حميد بن عبد الرحمن بن عوف فصلی بصلاة الامام فی المسجد و بين بيوت حميد و المسجد الطريق** ۔ (سنن بیہقی، باب المأموم یصلی خارج المسجد بصلاۃ الامام فی المسجد ولیس بینھما حائل، ج ثالث، ص ۱۵۸، نمبر ۵۲۴۷) اس عمل صحابی میں ہے کہ چھوٹا راستہ ہو تو اقتداء جائز ہے۔(۴) **قال الشافعیؒ قد صلی نسوة مع عائشة زوج النبی ﷺ فی حجرتها فقالت لا تصلين بصلاة الامام فانكن دونه حجاب** . (سنن بیہقی، باب المأموم یصلی خارج المسجد بصلاۃ الامام فی المسجد ولیس بینھما حائل، ج ثالث، ص ۱۵۷، نمبر ۵۲۴۶) اس قول صحابی میں ہے کہ حجاب ہو تو اقتداء درست نہیں ہے۔(۵) اس قول تابعی میں ہے کہ بڑا راستہ ہو تو اقتداء درست نہیں. **قال عمر اذا كان بينه و بين الامام طريق او نهر او حائط فليس معه** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی الرجل والمرأۃ یصلی و بینہ و بین الامام حائط، ج ثانی، ص ۳۵، نمبر ۶۱۵۴ رمصنف عبد الرزاق، باب الرجل یصلی وراء

صحّ الاقتداء فی الصحیح (۴۹۱) وان لا یکون الامام راکبا والمقتدی راجلا او راکبا غیر دابّة امامه وان لا یکون فی سفینة والامام فی أُخری غیر مقترنة بها(۴۹۲) وان لا یعلم المقتدی من حال امامه

الامام خارج المسجد، ج ثالث، ص ۹، نمبر ۴۸۹۴) اس قول تابعی میں ہے کہ امام اور مقتدی کے درمیان بڑا راستہ ہو یا نہر ہو، یا ایسی دیوار ہو جس سے امام کی حرکتوں کا پتہ نہ چلتا ہو تو اقتداء صحیح نہیں ہے۔

اصول :[۱] امام اور مقتدی کے درمیان اتنا فاصلہ ہو کہ دونوں الگ الگ نماز پڑھنے والے لگتے ہوں تو اقتداء درست نہیں ہے ۔[۲] یا کسی طرح امام کے انتقالات کا علم نہ ہوتا ہو تب بھی اقتداء درست نہیں ہے۔

لغت :الزورق: کشتی۔ العجلة: گاڑی۔

ترجمه : (۴۹۱)[۱۱] اور امام سوار اور مقتدی پیادہ نہ ہو۔[۱۲] یا مقتدی کی سواری امام کی سواری سے علیحدہ ہو۔[۱۳] اور یہ بھی نہ ہو کہ مقتدی ایک کشتی میں ہو اور امام دوسری کشتی میں ہو اور دونوں ملی ہوئی نہ ہوں۔

تشریح : یہ تینوں مسئلے بھی اوپر والے اصول پر ہیں، کہ امام اور مقتدی ایسا لگتے ہوں کہ الگ الگ نماز پڑھ رہے ہیں تو اقتداء درست نہیں ہوگی، تشریح مسئلہ، یہ ہے [۱۱] امام کسی جانور پر سوار ہے اور مقتدی پیدل ہے، اور جانور اس طرح ہے کہ وہ چل رہا ہے تو جانور کسی اور سمت جائے گا اور پیدل آدمی کسی دوسری سمت جائے گا اس لئے ایسا معلوم ہوگا کہ دونوں الگ الگ نماز پڑھ رہے ہیں اس لئے اقتداء درست نہیں ہے۔[۱۲] یا امام الگ سواری پر سوار ہو اور مقتدی کسی دوسری سواری پر سوار ہو تو ہر ایک سواری کی سمت الگ الگ ہو جائے گی اس لئے اقتداء جائز نہیں۔[۱۳] امام الگ کشتی پر ہو اور مقتدی الگ کشتی پر ہو اور دونوں کشتیاں جڑی ہوئی نہ ہوں تو ہر کشتی الگ الگ سمت میں جائے گی اس لئے ہر ایک الگ الگ معلوم ہوگا اس لئے اقتداء جائز نہیں ہے۔

ترجمه : (۴۹۲)[۱۴] مقتدی امام کی حالت میں سے ایسی چیز کا علم نہ ہو جو مقتدی کے گمان میں مفسد ہو، جیسے خون نکلنا اور قے ہونا اور اس کے بعد وضو نہ لوٹایا ہو۔

تشریح : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ مقتدی کو اپنے مذہب کے اعتبار سے امام کی نماز فاسد سمجھتا ہے تو وہ دل سے اس کی اقتداء ہی نہیں کرے گا اس لئے اس کی اقتداء درست نہیں ہوگی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جب مقتدی کی نماز فاسد ہوگئی تو اقتداء کرنے سے فائدہ کیا ہوگا! تشریح مسئلہ یہ ہے کہ امام مثلا امام شافعیؒ کے مسلک پر چلنے والا ہے، جسکی وجہ سے خون نکلا تو وضو نہیں ٹوٹا، یا قے ہوئی جسکی وجہ سے اس کے مذہب کے مطابق وضو نہیں ٹوٹا، اس لئے وضو دہرایا بھی نہیں، اور مقتدی امام ابوحنیفہ کو ماننے والا ہے جسکے گمان کے مطابق دونوں مسئلوں میں وضو ٹوٹ گیا اور مقتدی کو اس کا علم ہوگیا تو اقتداء درست نہیں ہوگی۔

وجه : (۱) کیونکہ دل سے امام کی اقتداء نہیں کی۔(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ مقتدی کے مذہب کے اعتبار سے امام کی نماز فاسد ہوگئی ہے جسکی وجہ سے مقتدی کی نماز بھی فاسد ہوگئی اس لئے اقتداء درست نہیں ہے۔ (۳) **عن سعید بن مسیب ان رسول**

مفسدا فی زعم المأموم کخروج دم او قی ء لم یعد بعده وضوئه(۴۹۳) وصحّ اقتداء متوضّئ بمتیمّم وغاسل بماسح وقائم بقاعد وباحدب ومؤم بمثله ومتنفّل بمفترض

اللہ ﷺ صلی بالناس وھو جنب فاعاد واعادوا ۔(دار قطنی ، باب صلوۃ الامام وھو جنب اومحدث ج اول ص ۳۵۴ نمبر ۱۳۵۴)اس حدیث مرسل سے معلوم ہوا کہ حضورؐ نے بھی نماز لوٹائی اور مقتدی نے بھی نماز لوٹائی (۴) .**عن ابراھیم قال : اذا فسدت صلوۃ الامام فسدت صلوۃ من خلفه** . (کتاب الآ ثار لامام محمد ، باب ما یقطع الصلوۃ ،ص ۲۷، نمبر ۱۳۳)اس اثر میں ہے کہ امام کی نماز فاسد ہوگی تو مقتدی کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی ۔(۵)**عن علی انه صلی بالقوم وھو جنب فاعاد ثم امرھم فاعادوا** (سنن للبیھقی ، باب امامۃ الجنب ج ثانی ص ۵۶۰ ،نمبر ۴۰۷۸/دار قطنی ، باب صلوۃ الامام وھو جنب اومحدث ، ج اول ،ص ۳۵۴ ،نمبر ۱۳۵۵)اس اثر سے بھی معلوم ہوا کہ مقتدی بھی نماز لوٹائیں گے ۔

اصول :(۱) مقتدی کے مذہب میں امام کی نماز فاسد ہوتو اس سے مقتدی کی نماز فاسد ہو جائے گی ،اس لئے اقتداء درست نہیں

ترجمہ (۴۹۳) صحیح ہے اقتداء وضو والے کی تیمّم والے کے ساتھ ،اور دھونے والے کی مسح کرنے والے کے ساتھ ،اور کھڑے کی بیٹھنے والے کے ساتھ ۔اور کبڑے کے ساتھ ،اور اشارہ کرنے والے کی اپنے مثل کے ،اور نفل والے کی فرض والے کے ساتھ ۔

تشریح : یہاں چھ مسئلے ہیں جوان تین اصولوں پر متفرع ہیں ۔[۱] امام اعلی درجے کا ہو اور مقتدی ادنی درجے کا ہو تو اقتداء صحیح ہے ۔[۲] امام اور مقتدی برابر درجے کے ہوں تو اقتداء درست ہے ۔[۳] امام مقتدی سے تھوڑا ادنی ہو تب بھی درست ہے ، بہت ادنی ہو تو درست نہیں ۔تشریح مسئلہ یہ ہے [۱] تیمّم کا حکم وضو کے قریب قریب ہے اس لئے تیمّم کرنے والے کے پیچھے وضو کرنے والے کی اقتداء درست ہے ۔[۲] پاوں دھونے والے کی نماز موزے پر مسح کرنے والے کے پیچھے جائز ہے ، کیونکہ مسح کرنے والا پاؤں دھونے والے کے برابر ہے ۔[۳] بیٹھنے والا کھڑا ہونے والے کے قریب قریب ہے اس لئے اقتداء درست ہے [۴] کبڑا آدمی معذور ہے اس لئے اس کا جھکنا بھی قیام کے درجے میں ہے اس لئے کبڑے کی اقتداء جائز ہے ۔[۵] ایک آدمی بیماری کی وجہ سے لیٹ کر اشارہ کر کے نماز پڑھ رہا ہے اس کے پیچھے اشارہ کر کے نماز پڑھنے والے کی نماز جائز ہے ، کیونکہ دونوں برابر درجے کے ہوئے ۔[۶] نفل پڑھنے والا فرض پڑھنے والے کے پیچھے نماز جائز ہے کیونکہ فرض پڑھنے والا اعلی درجے کا ہے اور نفل پڑھنے والا ادنی درجے کا ہے اس لئے اقتداء جائز ہے ۔

وجه : (۱) تیمّم والے کے پیچھے وضو والا نماز پڑھے اس کی دلیل یہ حدیث ہے ۔ **عن عمرو بن العاص قال احتلمت فی لیلة باردة فی غزوة ذات السلاسل فاشفقت ان اغتسل فاھلک فتیممت ثم صلیت باصحابی الصبح.** (ابو داؤد شریف ، باب اذا خاف الجنب البرد أیتیمم ص ۵۴ ،نمبر ۳۳۴/ بخاری شریف ، باب اذا خاف الجنب علی نفسه المرض اوالموت ، ص ۴۹ ،نمبر ۳۴۵)اس حدیث میں حضرت عمرو نے جنابت کا تیمّم کر کے ساتھیوں کو نماز پڑھائی ہے ۔ جب کہ ساتھی وضو اور غسل

(۴۹۴)وان ظهر بطلان صلوة امامه اعاد ويلزم الامام اعلام القوم باعادة صلوتهم بالقدر الممكن

والے تھے۔(۲)حضورؐ بغیر کسی مجبوری کے موزہ پہن کرمسح فرمایا کرتے تھے اسکی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن المغيرة أن النبي ﷺ كان يمسح على الخفين و على ناصيته و على عمامته** ۔دوسری حدیث میں ہے۔ **سمعتُ عروة بن المغيرة بن شعبة يذكر عن ابيه قال : ....فقال لي : د ع الخفين فاني ادخلت القدمين الخفين و هما طاهرتان ،فمسح عليهما** ۔(ابوداود شریف، باب المسح الخفین ،ص۲۳،نمبر ۱۵۰ انمبر ۱۵۱)ان دونوں حدیثوں میں ہے کہ آپؐ بغیر کسی مجبوری کے مسح خفین فرماتے تھے اسلئے وہ طہارت کاملہ ہے اسلئے طہارت کاملہ والے کی امامت کرسکتا ہے۔ (۳) بیٹھنے والے کے پیچھے کھڑے ہونے والے کی نماز درست ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **دخلت على عائشة فقلت الا تحدثيني عن مرض رسول الله ﷺ؟ . . . . فجعل ابو بكر يصلي وهو قائم بصلاة النبي ﷺ والناس بصلاة ابی بكر و النبي قاعد.** (بخاری شریف، باب انما جعل الامام لیوتم بہ،ص۱۱۲،نمبر ۶۸۷ رمسلم شریف، باب استخلاف الامام اذا عرض لہ عذر الخ،ص ۱۷۶،نمبر ۹۳۶/۴۱۸)(۴)فرض پڑھنے والا اعلی درجہ کا ہوتا ہے اورنفل پڑھنے والا ادنی درجہ کا،اس لئے نفل پڑھنے والا فرض پڑھنے والے کی اقتدا کرسکتا ہے(۵)حدیث میں ہے۔ **عن جابر بن يزيد انه صلى مع رسول الله ﷺ وهو غلام شاب فلما صلى اذا رجلان لم يصليا في ناحية المسجد فدعا بهما فجيئ بهما ترعد فرائصهما فقال ما منعكما ان تصليا معنا؟ قالا قد صلينا في رحالنا قال لا تفعلوا اذا صلى احدكم في رحله ثم ادرك الامام ولم يصل فليصل معه فانها له نافلة** ۔(ابوداؤد شریف، باب فیمن صلی فی منزلہ ثم ادرک الجماعۃ یصلی معھم ،ص۹۲،نمبر ۵۷۵ رترمذی شریف، باب ماجاء فی الرجل یصلی وحدہ ثم یدرک الجماعۃ ،ص۵۲،نمبر ۲۱۹)اس حدیث میں ہے کہ فرض پڑھنے والے کے پیچھے نفل نماز پڑھ سکتا ہے۔

ترجمه :(۴۹۴)اوراگراپنے امام کی نماز باطل ہونا ظاہر ہوجائے تو نماز دہرالے۔اورامام کو لازم ہے کہ قوم کو حتی الوسع اپنی اپنی نمازوں کے اعادہ کرنے کی مختار روایت میں ہے کہ اطلاع کردے۔

تشریح : اگرامام کو پتہ چل جائے کہ نماز فاسد ہوچکی ہے تو وہ نماز دہرالے،اورحتی الامکان مقتدی کو بھی اس کی اطلاع کردے تاکہ وہ بھی اپنی نماز دہرالے،کیونکہ انکی نماز بھی فاسد ہوچکی ہے۔

وجه : (۱)مقتدی کی نماز بھی فاسد ہوچکی ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن سعيد بن مسيب ان رسول الله ﷺ صلى بالناس وهو جنب فاعاد واعادوا** ۔(دارقطنی ،باب صلوۃ الامام وھو جنب اومحدث، ج اول،ص ۳۵۴،نمبر ۱۳۵۴)اس حدیث مرسل سے معلوم ہوا کہ حضورؐ نے بھی نماز لوٹائی اورمقتدیوں نے بھی نماز لوٹائی (۲) . **عن ابراهيم قال : اذا فسدت صلوة الامام فسدت صلوة من خلفه** . (کتاب الآثار لامام محمد، باب ما یقطع الصلوۃ ،ص۲۷،نمبر ۱۳۳)اس اثر میں ہے کہ

فی المختار.

﴿فصل : ﴾

امام کی نماز فاسد ہوگی تو مقتدی کی نماز بھی فاسد ہوجائے گی۔(۳)عن علی انه صلى بالقوم وهو جنب فاعاد ثم امرهم فاعادوا (سنن للبیہقی ، باب امامۃ الجنب ج ثانی ص ۵۶۰ ،نمبر ۴۰۷۸ /دار قطنی ، باب صلوۃ الامام وھو جنب او محدث، ج اول، ص ۳۵۴ ،نمبر ۱۳۵۵) اس اثر سے بھی معلوم ہوا کہ مقتدی بھی نماز لوٹائیں گے، اور یہ بھی پتہ چلا کہ مقتدی کو اس کی اطلاع دے ۔(۴)اس حدیث میں حضورؐ نے اپنے جنبی ہونے کی اطلاع دی ہے۔عن ابی هريرة قال اقيمت الصلاة فسوى الناس صفوفهم فخرج رسول الله ﷺ فتقدم و هو جنب فقال على مكانكم فرجع فاغتسل ثم خرج و رأسه يقطر ماء فصلى بهم ۔(بخاری شریف، باب اذا قال الامام مکانکم حتی نرجع انتظروہ،ص ۱۰۵،نمبر ۶۴۰ /مسلم شریف، باب متی یقوم الناس للصلاۃ؟،ص ۲۴۵،نمبر ۶۰۵ ،/۱۳۶۷)اس حدیث میں نماز فاسد ہونے اطلاع دی۔

﴿فصل: جماعت ساقط ہونے کے بیان میں﴾

ضروری نوٹ : یہ اٹھارہ اعذار ہیں جنکی موجودگی میں جماعت چھوڑ دینے کی گنجائش ہے،اور اگر وہ جماعت کا پابند تھا تو ان شاءاللہ جماعت کا ثواب بھی ملے گا۔لیکن شرط یہ ہے کہ یہ اعذار قوی ہوں تب گنجائش ہوگی، اور تھوڑا بہت عذر ہے تو جمات چھوڑنے کی گنجائش نہیں۔

وجہ :اس حدیث میں ہے کہ پاؤں گھسیٹتے ہوئے حضور مسجد میں تشریف لے گئے جماعت کی اتنی اہمیت ہے،حدیث یہ ہے۔كنا عند عائشة فذكرنا المواظبة على الصلاة و التعظيم لها.....فوجد النبى من نفسه خفة فخرج يهادى بين رجلين كانى انظر رجليه يخطان الارض من الوجع ۔(بخاری شریف، باب حد المریض ان یشھد الجماعۃ،ص ۱۰۸،نمبر ۶۶۴)اس حدیث میں ہے کہ اتنا مرض ہو کہ زمین پر پاؤں گھسیٹ کر چل سکتا ہو تب بھی جماعت میں جانا چاہئے ،اس سے زیادہ ہو تب غیر حاضر ہونے کی اجازت ہے۔

﴿يسقط حضور الجماعة بواحد من ثمانية عشر شيئا.﴾

(۴۹۵) مطر و برد وخوف و ظلمة

اٹھارہ (۱۸) چیزوں سے جماعت میں حاضر ہونا ساقط ہوجاتا ہے:

۱:......بارش۔

۲:......سخت جاڑا۔

۳:......خوف۔

۴:......سخت تاریکی۔

۵:......قید۔

۶:......نابینا ہونا۔

۷:......فالج۔

۸:......ہاتھ پاؤں کٹے ہونے۔

۹:......بیماری۔

۱۰:......بیٹھنے والا کہ چل نہ سکے۔

۱۱:......کیچڑ۔

۱۲:......اپاہج۔

۱۳:......نہایت ضعیف۔

۱۴:مسائل دین کے فوت ہونے کا اندیشہ۔

۱۵:نفس کی خواہش ہو کھانے کی ہو اور کھانا موجود ہونا۔

۱۶:......سفر کی تیاری۔

۱۷:......مریض کی تیمارداری۔

۱۸:......شب میں سخت آندھی ہو نہ کہ دن میں۔

ترجمہ : (۴۹۵)[۱] بارش۔[۲] سخت جاڑا۔[۳] خوف۔[۴] سخت تاریکی۔

تشریح : تیز بارش ہو، یا سخت جاڑا ہو، یا سخت خوف ہو کہ باہر نکلوں گا تو دشمن تکلیف پہنچائیں گے یا کوئی اہم چیز ضائع ہو

(۴۹۶) و حبس و عمی و فلج و قطع ید ورِجل وسقام

جائے گی، یا سخت اندھیرا ہوتو اس کے لئے گنجائش ہے کہ جماعت میں شریک نہ ہو اور گھر پر نماز پڑھ لے۔

وجه : (۱) بارش اور جاڑے کے لئے حدیث یہ ہے۔ان ابن عمر اذن بالصلاة فی لیلة ذات برد و ریح ثم قال الا صلوا فی الرحال ، ثم قال ان رسول الله ﷺ کان یأمر المؤذن اذا کانت لیلة ذات برد و مطر یقول الا صلوا فی الرحال ۔(بخاری شریف، باب الرخصة فی المطر والعلة ان یصلی فی رحلہ،ص۱۰۹،نمبر۶۶۶) اس حدیث میں ہے کہ بارش اور تیز سردی میں نماز گھر میں پڑھے۔(۲)عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ من سمع المنادی فلم یمنعه من اتباعه عذر قالوا ما العذر؟ قال خوف او مرض ، لم تقبل منه الصلاة التی صلی. (ابوداود شریف، باب التشدید فی ترک الجماعة،ص۹۱،نمبر۵۵۱) اس حدیث میں ہے کہ خوف یا مرض کی وجہ سے جماعت چھوڑنا جائز ہے۔

ترجمه :(۴۹۶)[۵] قید ہو[۶] نابینا ہونا۔[۷] فالج[۸] ہاتھ پاؤں کٹے ہوں،[۹] بیماری ہو۔

تشریح : آدمی قید میں ہوتو وہ جماعت میں آ ہی نہیں سکتا ہے اس لئے اس سے جماعت ساقط ہو جائے گی ، نابینا ہو جماعت ساقط ہو جائے گی۔فالج پڑا ہو تو جماعت میں بغیر کسی کے سہارے کے نہیں آ سکے گا اور دوسرے کے سہارے پر جماعت واجب نہیں ہوتی اس لئے جماعت ساقط ہوگی۔یہی حال ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے کا ہے،اسی طرح آدمی اتنا بیمار ہو کہ جماعت میں آنا مشکل ہو تو جماعت ساقط ہوگی،اور اگر اتنی بیماری ہے کہ آسانی سے جماعت میں آ سکتا ہے تو جماعت ساقط نہیں ہوگی۔

وجه : (۱) قید سے جماعت ساقط ہو اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ثم غزا رسول الله تبوکا و ھی غزوة العسرة ...ففزع ابو لبابة فارتبط بسارية التوبة التی عند باب ام سلمة زوج النبی ﷺ سبعا بین یوم و لیلة فی حر شدید لا یأکل فیهن و لا یشرب قطرة ۔(دلائل النبوة للبیهقی، باب حدیث ابولبابة، ج خامس، ص۲۷۰) اس حدیث میں حضرت ابولبابہؓ نے اپنے آپ کو قید کیا جسکی وجہ سے جماعت ساقط ہوگئی۔(۲) نابینا ہو اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ ان عتبان بن مالک و ھو من اصحاب النبی ﷺ ممن شھد بدرا من الانصار انه اتی رسول الله ﷺ فقال یا رسول الله انی قد انکرت بصری و انا اصلی لقومی و اذا کانت الامطار سال الوادی الذی بینی و بینھم و لم استطع ان آتی مسجدھم فاصلی لھم وودت انک یا رسول الله ! تأتی فتصلی فی مصلی اتخذہ مصلی ۔(مسلم شریف، باب الرخصة فی التخلف عن الجماعة لعذر،ص۲۵۶،نمبر۱۴۹۶/۶۵۷) اس حدیث میں ہے کہ آنکھ میں کمزوری ہو تو جماعت چھوڑ سکتا ہے۔یہ بھی ہے کہ کیچڑ اور پانی اتنا ہو کہ جا نہ سکتا ہو تو جماعت چھوڑنے کی گنجائش ہے۔(۳) فالج پڑا ہوا ہو یا ہاتھ پاؤں کٹا ہوا ہو اس کے لئے یہ حدیث ہے۔سمعت انسا یقول قال رجل من الانصار انی لا استطیع الصلاة معک و کان رجلا ضخما فصنع للنبی طعاما فدعاہ الی منزله فبسط له حصیرا و نضح طرف الحصیر فصلی علیه

(۴۹۷) واقعـاد ووحـل وزمـانة وشیخوخة (۴۹۸)وتکرار فقه بجماعة تفوته (۴۹۹)وحضور طعام

رکـعتیـن (بخاری شریف، باب ھل یصلی الامام بمن حضر ؟،ص۱۰۹،نمبر۶۷۰رمسلم شریف،باب الرخصة فی التخلف عن الجماعة لعذر،ص۲۵۶،نمبر۱۴۹۶/۶۵۷)اس حدیث میں مجبور آدمی کو گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت دی۔(۴) بیماری ہوتو اس کے لئے یہ حدیث ہے.**عن انس قال لم یخرج النبی ﷺ ثلاثا فاقیمت الصلاة فذھب ابوبکر یتقدم فقال نبی الله ﷺ بالحجاب فرفعه فلما وضح وجه النبی ﷺ ما رأینا منظرا کان اعجب الینا من وجه النبی ﷺ حین وضح لنـا فـأومـأ الـنبـی ﷺ بیده الی ابی بکر ان یتقدم و ارخی النبی ﷺ الحجاب فلم یقدر علیه حتی مات**(بخاری شریف، باب اھل العلم والفضل احق بالامامة ص۱۱۰،نمبر۶۸۱)اس حدیث میں ہے کہ سخت بیماری ہوتو جماعت میں حاضر نہ ہو

ترجمه : (۴۹۷) [۱۰] بیٹھنے والا کہ چل نہ سکے۔[۱۱] کیچڑ۔[۱۲] اپاہج۔[۱۳] بڑھاپا۔

تشریح : جو بیٹھنے والا چل نہ سکتا ہو اس سے جماعت ساقط ہے۔اتنا کیچڑ ہو کہ اس میں چلنا مشکل ہو اس سے جماعت ساقط ہے ۔اپاہج ہو،اسی طرح بہت بوڑھا ہو کہ چلنا مشکل ہو اس سے بھی جماعت ساقط ہے۔

وجه : (۱) کیچڑ ہو تو جماعت ساقط ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **ان عتبـان بـن مـالـک و هـو مـن اصـحـاب النبی ﷺ مـمـن شهـد بـدرا مـن الانصار انه اتی رسول الله ﷺ فقال یا رسول الله انی قد انکرت بصری و انا اصـلـی لـقـومی و اذا کانت الامطار سال الوادی الذی بینی و بینهم و لم استطیع ان آتی مسجدهم فاصلی لهـم وودت انک یا رسول الله ! تأتی فتصلی فی مصلی اتخذه مصلی** ۔(مسلم شریف،باب الرخصة فی التخلف عن الجماعة لعذر،ص۲۵۶،نمبر۱۴۹۶/۶۵۷) اس حدیث میں ہے کہ کیچڑ اور پانی اتنا ہو کہ جا نہ سکتا ہو تو جماعت چھوڑنے کی گنجائش ہے ۔باقی دلیل گزر چکی ہے۔

لغت : برد:ٹھنڈک،برفباری۔حبس:قید۔فلج:فالج۔سقام:بیماری۔اقعاد: قعد سے مشتق ہے،بیٹھا رہنا،یہاں مراد ہے ایسا بیٹھا رہنا کہ چل نہ سکتا ہو۔وحل:کیچڑ۔زمانة: اپاہج۔شیخوخة:بڑھاپا۔

ترجمه : (۴۹۸) [۱۴] جماعت کے ساتھ فقہ کی تکرار کر رہا ہو اور چھوڑ دینے سے اس کے فوت ہونے کا خطرہ۔

تشـریح : جماعت کے ساتھ ایسے اہم مسئلے کی تکرار کر رہا ہو کہ اس کے فوت ہونے سے دوبارہ حاصل ہونا مشکل ہو تو جماعت ساقط ہوگی،لیکن اگر مسئلہ اتنا اہم نہ ہو،یا دوبارہ حاصل ہونے کی امید ہو تو جماعت ساقط نہیں ہوگی۔

ترجمه : (۴۹۹)[۱۵] کھانا موجود ہو اور دل بہت چاہتا ہو۔

تشریح : کھانا موجود ہو اور بھوک اتنی لگی ہو کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے خشوع وخضوع ختم ہو جائے گا تو جماعت ساقط ہو جائے گی،اور اگر اتنی شدید بھوک نہیں ہے تو جماعت ساقط نہیں ہوگی۔

تتوقه نفسه (۵۰۰) وارادة سفر وقيامه بمريض وشدة ريح ليلا لا نهارا (۵۰۱) واذا انقطع عن الجماعة لعذر من اعذارها المبيحة للتخلّف يحصل له ثوابها .

وجه : (۱) عن انس بن مالک ان رسول الله ﷺ قال اذا قدم العشاء فابدوبه قبل ان تصلوا صلاة المغرب و لا تعجلوا عن عشائکم ۔(بخاری شریف، باب حضر الطعام واقیمت الصلاۃ ،ص ۱۰۹، نمبر ۶۷۲ رمسلم شریف، باب کراھیۃ الصلاۃ بحضرۃ الطعام الخ ،ص ۲۲۶، نمبر ۱۲۴۲/۵۵۷) اس حدیث میں ہے کہ سخت بھوک ہو اور کھانا حاضر ہو تو جماعت ساقط ہو جاتی ہے ۔(۲) سمعت عائشۃ عن النبی ﷺ انہ قال اذا وضع العشاء و اقیمت الصلاۃ فابدوا بالعشاء ۔(بخاری شریف، باب حضر الطعام واقیمت الصلاۃ ،ص ۱۰۹، نمبر ۶۷۱) اس حدیث میں ہے کہ سخت بھوک ہو اور کھانا حاضر ہو تو جماعت ساقط ہو جاتی ہے ۔(۳) عمر بن أمية ان اباه قال رأيت رسول الله ﷺ یاکل ذراعا یحتز منها فدعی الی الصلوۃ فقام فطرح السکین فصلی و لم یتوضأ ۔ (بخاری شریف، باب اذا دعی الامام الی الصلاۃ وبیدہ ما یاکل ،ص ۱۱۰، نمبر ۶۷۵) اس حدیث میں ہے کہ اگر ضرورت پوری ہو چکی ہو تو جماعت کے لئے جانا چاہئے ۔

ترجمه : (۵۰۰) [۱۶] سفر کی تیاری ۔[۱۷] مریض کی تیمارداری ۔[۱۸] شب میں سخت آندھی ہو نہ کہ دن میں ۔

تشریح : سفر بالکل سامنے ہو اور اس کی تیاری میں ہو تو جماعت ساقط ہو جائے گی ۔ یا بیمار پریشان ہو اور آدمی اس کی تیمارداری کر رہا ہو تو جماعت ساقط ہو جائے گا ۔ رات میں آندھی ہو تو جماعت ساقط ہو جائے گی ،البتہ دن میں ہلکی پھلکی آندھی ہو اور جماعت میں شریک ہو سکتا ہو تو جماعت ساقط نہیں ہو گی ۔

وجه : (۱) مریض کی تیمارداری کے لئے حدیث یہ ہے ۔ کنا عند عائشۃ فذکرنا المواظبۃ علی الصلاۃ و التعظیم لھا.....فوجد النبی من نفسہ خفۃ فخرج یھادی بین رجلین کانی انظر رجلیہ یخطان الارض من الوجع ۔(بخاری شریف، باب حد المرض ان یشھد الجماعۃ ،ص ۱۰۸، نمبر ۶۶۴) اس حدیث میں ہے کہ دو آدمی حضورؐ کو لیجا رہے تھے جس سے معلوم ہوا کہ جو تیمارداری میں ہو اس کی جماعت ساقط ہو گی ۔

ترجمه : (۵۰۱) اگر ان اعذار مبیحہ مذکورہ کی وجہ سے جماعت فوت ہو جائے تب بھی اس کو جماعت کا ثواب ملے گا ۔

﴿فصل : (فی الاحق بالامامة وترتیب الصوف﴾

(۵۰۲) اذا لم یکن بین الحاضرین صاحب منزل ولا وظیفة ولا ذو سلطان فالاعلم احقّ

﴿فصل: امامت کا زیادہ حقدار کون ہے، اور ترتیبِ صفوف کے بیان میں﴾

ترجمه : (۵۰۲) جب حاضرین میں صاحبِ خانہ اور مقرر امام اور صاحبِ حکومت موجود نہ ہو تو امامت کا مستحق سب سے زیادہ مسائل جاننے والا ہے۔

تشــــریــح : کسی کے گھر میں موجود ہو اور گھر والوں میں سے کوئی امامت کا اہل ہو تو وہ زیادہ حقدار ہے، ہاں وہ کسی اور کو اس کی اجازت دے تو وہ پڑھا سکتا ہے۔ یا مسجد ہو اور وہاں امام مقرر ہو تو وہ زیادہ حقدار ہے، یا حکومت کا کوئی بڑا آدمی ہو اور وہ امامت کا اہل ہو تو اس کا حق ہے، لیکن یہ سب نہ ہوں تو امامت کا زیادہ حقدار وہ ہے جو مسائل کو زیادہ جاننے والا ہو۔

وجه : (۱) گھر والا زیادہ حقدار ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن ابی مسعود الانصاری قال قال رسول الله ﷺ یؤم القوم اقرؤهم لکتاب الله فان کانوا فی القراءة سواء فاعلمهم بالسنة فان کانوا فی السنة سواء فاقدمهم هجرة.وفی حدیث آخر فان کانوا فی الهجرة سواء فلیؤمهم اکبرهم سنا و لا تؤمن الرجل فی اهله و لا فی سلطانه و لا تجلس علی تکرمته فی بیته الا ان یأذن لک او باذنه (مسلم شریف، باب من احق بالامامة، ص ۲۷۱، نمبر ۶۷۳/۱۵۳۲/۱۵۳۴/ابوداؤد شریف، باب من احق بالامامة، ص ۹۴، نمبر ۵۸۴) اس حدیث میں ہے کہ کوئی آدمی دوسرے کے گھر میں امامت نہ کرے جس کا مطلب یہ ہے کہ گھر والا زیادہ حقدار ہے۔ اسی حدیث میں ,ولا فی سلطانہ، اس کی سلطنت میں نہ کرے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ سلطنت والا امامت کا زیادہ حقدار ہے۔ (۲) اس عمل صحابی میں ہے۔ان ابا سعید صنع طعاما ثم دعا ابا ذر ، و حذیفة و ابن مسعود فحضرت الصلاة فتقدم ابو ذر لیصلی بهم فقال له ابو حذیفة ورائک ، رب البیت احق بالامامة ، فقال له ابو ذر : کذالک یا ابن مسعود ؟ قال نعم قال فتأخر ابو ذر ۔(مصنف عبد الرزاق، باب الرجل یأتی فی ربعه، ج ثانی، ص ۲۶۰، نمبر ۳۸۲۹) اس اثر میں ہے کہ گھر والا زیادہ حقدار ہے۔(۳) عن عمران بن حصین قال قال لنا رسول الله ﷺ ان اخاکم النجاشی قد مات فقوموا فصلوا علیه فقمنا فصففنا کما یصف علی المیت و صلینا علیه کما یصلی علی المیت ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی صلوة النبی ﷺ علی النجاشی، ص ۲۰۱، نمبر ۱۰۳۹/ بخاری شریف، باب الصلوة علی الجنائز بالمصلی والمسجد، ص ۱۷۷، نمبر ۱۳۲۷) حضورؐ سب کے امیر تھے اس لئے آپ نے نماز پڑھائی۔(۴) والی اور امیر نماز کا زیادہ حقدار ہے اس کی دلیل یہ اثر ہے .سمعت ابا حازم یقول انی لشاهد یوم مات الحسن بن علی فرأیت الحسین ابن علی یقول لسعید بن العاص ویطعن فی عنقه تقدم فلولا انها سنة

بالامامة(۵۰۳) ثم الاقرأ ثم الاورع ثم الاسنّ ثم الاحسن خُلقا ثم الاحسن وجها ثم الاشرف نسبا ثم

مـا قـدمت و كان بينهم شيء (سنن للبیہقی، باب من قال الوالی احق بالصلوۃ علی المیت من الولی، ج رابع، ص ۴۶، نمبر ۶۸۹۴ر مصنف عبدالرزاق، باب من أحق بالصلوۃ علی المیت، ج ثالث، ص ۳۰۲، نمبر ۶۳۹۶) اس اثر میں حضرت حسینؓ حضرت حسنؓ کے ولی تھے۔لیکن سعید بن عاص کونماز جنازہ کے لئے آگے بڑھایا۔کیونکہ وہ اس وقت والی اور امیر تھے۔اور حضرت حسینؓ نے فرمایا یہ سنت ہے اس لئے والی اور امیر نماز پڑھانے کا ولی سے زیادہ حقدار ہیں۔(۵) مقرر امام زیادہ حقدار ہے اس کی دلیل یہ قول صحابی ہے۔ عن علی قال الامام احق من صلی جنازة،ذهبت مع ابراهيم الى جنازة وهو وليهافارسل الى امام الحی فصلـی علیهـا (مصنف ابن ابی شیبۃ ۳۷، ما قالوا فی تقدم الامام علی الجنازۃ، ج ثانی، ص ۴۸۳، نمبر ۱۱۳۰۵/۱۱۳۰۶ر مصنف عبد الرزاق، باب من أحق بالصلوۃ علی المیت، ج ثالث، ص ۳۰۲، نمبر ۶۳۹۵) اس اثر سے معلوم ہوا کہ مسجد کا امام نماز کا حقدار ہے۔

(۶) سنت کوزیادہ جاننے والا امامت کا حقدار ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن ابی موسی قال مرض النبی ﷺ فاشتد مـرضـه فـقـال مـروا ابا بكر فليصل بالناس۔(بخاری شریف، باب اہل العلم والفضل احق بالامامۃ، ص ۱۱۰، نمبر ۶۷۸ر مسلم شریف، باب استخلاف الامام اذا عرض لہ عذر، ص ۱۷۷، نمبر ۴۱۸/۹۳۶)(۶)عن ابن مسعود قال قال رسول الله ﷺ ليلنی منكم اولوا الاحلام والنهی ثم الذين يلونهم ثلاثا (مسلم شریف، باب تسویۃ الصفوف واقامتھا وفضل الاول فالاول، ص ۱۸۴، نمبر ۴۳۲/۹۷۴ر ابوداود شریف، باب من یستحب ان یلی الامام فی الصّف وکراھیت التأخر، ص ۱۰۵، نمبر ۶۷۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عقل اور سمجھ رکھنے والے کوامام کے قریب رہنا چاہئے تا کہ ضرورت پر امامت کے کام آئے۔یہ نہیں کہا کہ قاری کوحضورؐ کے قریب ہونا چاہئے (۸) حدیث میں ہے عن عقبة بن عمرو قال قال رسول الله ﷺ يوم الناس اقـدمهـم هـجرة وان كانوا فی الهجرة سواء فافقههم فی الدين وان كانوا فی الدين سواء فاقرؤهم للقرآن (دار قطنی، باب من احق بالامامۃ، ج اول، ص ۲۸۴، نمبر ۱۰۷۲ر مستدرک للحاکم، کتاب الصلوۃ، ج اول، ص ۳۷۰، نمبر ۸۸۶) اس میں بھی افقہ کوزیادہ حق امامت دیا گیا ہے۔ ۔تاہم کسی غیر افضل نے امامت کر لی تو نماز ہو جائے گی۔

ترجمہ : (۵۰۳) پھر زیادہ اچھی طرح قرآن پڑھنے والا، پھر زیادہ عمر والا، پھر زیادہ اچھے اخلاق والا، پھر زیادہ اچھی صورت والا، پھر زیادہ شریف نسل والا، پھر زیادہ اچھی آواز والا، پھر زیادہ پاکیزہ کپڑے والا مستحق ہوگا۔

تشریح : اگر مجلس میں سب مسئلے کے جاننے کے اعتبار سے برابر ہوں تو پھر زیادہ حقدار اچھا قرآن پڑھنے والا ہے، وہ بھی سب برابر درجے کا ہوتو جو زیادہ عمر والا ہو وہ حقدار ہے۔لیکن عمر کے اعتبار سب برابر ہوں تو جو زیادہ اچھے اخلاق والا ہو وہ حقدار ہے۔ اخلاق میں بھی سب برابر ہوں تو جو زیادہ خوبصورت ہو وہ حقدار ہے، اور اس میں بھی سب برابر ہوں تو جو نسب کے اعتبار سے زیادہ شریف ہوں اس کا حق ہے۔اور اس میں بھی سب برابر ہوں تو جسکی آواز اچھی ہو اس کا حق ہے، اور اس میں بھی سبھی برابر ہوں تو

الاحسن صوتا ثم الانظف ثوبا(۵۰۴) فان استووا یقرع او الخیار للقوم فان اختلفوا فالعبرة بما

کپڑے کے اعتبار سے عمدہ ہواس کا حق ہے، انتخاب کرنے میں یہ ترتیب ہے کیونکہ اس سے نمازیوں کے دلوں میں اہمیت ہوتی ہے

وجه : (۱) گھر والا زیادہ حقدار ہےاس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن ابی مسعود الانصاری قال قال رسول الله ﷺ یؤم القوم اقرؤهم لکتاب الله فان کانوا فی القراء ة سواء فاعلمهم بالسنة فان کانوا فی السنة سواء فاقدمهم هجرة. وفی حدیث آخر فان کانوا فی الهجرة سواء فلیؤمهم اکبرهم سنا و لا تؤمن الرجل فی اهله و لا فی سلطانه و لا تجلس علی تکرمته فی بیته الا ان یأذن لک او باذنه (مسلم شریف، باب من احق بالامامة، ص ۲۷۱، نمبر ۶۷۳/۱۵۳۲/۱۵۳۴/ ابوداؤد شریف، باب من احق بالامامة، ص ۹۴، نمبر ۵۸۴) اس حدیث میں ہے کہ قاری کو زیادہ حق ہے، لیکن دوسری حدیث سے ثابت کیا کہ اعلم بالسنہ کو زیادہ حق ہے اس لئے اس کے بعد قاری امامت کا زیادہ حقدار ہوگا۔ پھر زیادہ عمر والا۔(۲) حدیث میں ہے۔عن عمرو بن سلمة قال : لی أبو قلابة .....فاذا حضرت الصلوة فلیوء ذن احدکم و لیوء مکم أکثرکم قرآنا ۔(بخاری شریف، باب[باب مقام النبی ﷺ بمکة زمن الفتح، ص ۲۸، نمبر ۴۳۰۲/ ابو داود شریف، باب من احق بالامامة، ص ۹۴، نمبر ۵۸۵) اس حدیث میں ہے کہ جسکو قرآن زیادہ آتا ہواسکو امامت کا زیادہ حق ہے ۔(۳) اس حدیث میں ہے کہ پرہیزگار زیادہ بہتر ہے۔عن مرثد بن ابی مرثد الغنوی و کان بدریا قال : قال رسول الله ﷺ : ان سرکم أن تقبل صلوتکم فلیوء مکم خیارکم فانهم وفدکم فیما بینکم و بین ربکم عزوجل ۔ (مستدرک للحاکم، ذکر مناقب مرثد بن ابی مرثد الغنوی، ج ثالث، ص ۲۴۶، نمبر ۴۹۸۱/ سنن بیہقی، باب اجعلوا أئمتکم خیارکم، ج ثالث، ص ۱۲۹، نمبر ۵۱۳۳) اس حدیث میں ہے کہ اپنے میں سے اچھے لوگ کو امام بناؤ تو نماز قبول ہوگی۔(۴) عن مالک بن الحویرث قال قدمنا علی النبی ﷺ ... قال ...فاذا حضرت الصلوة فلیؤذن لکم احدکم و لیؤمکم اکبرکم (بخاری شریف، باب اذا استووا فی القراءة فلیؤمهم اکبرهم، ص ۹۴، نمبر ۶۸۵/ مسلم شریف، باب من احق بالامامة، ص ۲۳۷، نمبر ۶۷۴/۱۵۳۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سبھی ہجرت اور قرأت میں برابر ہوں تو عمر کے اعتبار سے جو زیادہ ہو اس کو امامت کا حق ہے۔(۵) عن ابی مسعود الانصاری یقول قال لنا رسول الله ﷺ: یؤم القوم اقرؤهم لکتاب الله و أقدمهم قرأة فان کانت قرأتهم سواءً فلیوء مهم أقدمهم هجرة فان کانوا فی الهجرة سواءً فلیوء مهم أکبرهم سناً (مسلم شریف، باب من احق بالامامة ص ۲۳۶ نمبر ۶۷۳/۱۵۳۴/ ابوداؤد شریف، باب من احق بالامامة ص ۹۴ نمبر ۵۸۲) اس حدیث میں ہے کہ سب میں برابر ہوں تو جو عمر میں بڑے ہوں وہ امامت کا حقدار ہیں۔(۶) اچھی آواز والے کو ترجیح دی جائے گی اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن انس قال قال رسول الله ﷺ لکل شیء حلیة و حلیة القرآن الصوت الحسن ۔(مصنف عبدالرزاق، باب صوت الحسن، ج ثانی، ص ۳۱۹، نمبر ۴۱۸۴)

اختاره الاکثر(۵۰۵) وان قدّموا غیر الاولی فقد اساء وا.(۵۰۶)وکره امامة العبد والاعمی

اصول :جو چیز لوگوں کے دلوں کو زیادہ کھینچنے والی ہو امامت میں اس کی رعایت کی جائے گی۔

لغت : وظیفۃ:تنخواہ والا امام۔ذو سلطان:بادشاہ کی جانب سے جو بڑا آدمی مقرر ہو۔اعلم:سے مراد حدیث اور فقہ اور مسائل کو جاننے والا ہے۔اورع:پرہیزگار۔اسن:سن سے مشتق ہے،عمر دراز ہونا۔انظف:نظافت سے مشتق ہے،جو زیادہ صاف ستھرا رہتا ہو۔

ترجمہ :(۵۰۴)اگر سب برابر درجہ والے ہوں تو قرعہ ڈالے،یا قوم جسے اختیار کرے۔اگر آپس میں اختلاف ہو تو کثرتِ رائے کا اعتبار ہوگا۔

تشریح : اگر سب ہر چیز میں برابر درجے کے ہوں اور کسی وجہ سے ترجیح نہیں ہو سکتی ہو تو اب تین صورتیں ہیں[۱]قرعہ ڈالے اور جس کا نام نکلے وہ امامت کرائے۔[۲]یا قوم جسکو پسند کرلے وہ منتخب ہو جائے۔[۳]اور قوم میں اختلاف ہو جائے تو جسکی طرف زیادہ رائے ہو اس کو امامت کے لئے منتخب کرلے۔

وجه : مشکل کام میں قرعہ ڈالے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔**عن عائشةؓ قالت کان رسول الله ﷺ اذا اراد سفرا اقرع بین نسائه فأیتهن خرج سهمها خرج بها معه** ۔(بخاری شریف،باب القرعۃ فی المشکلات،ص ۴۳۸،نمبر ۲۶۸۸) اس حدیث میں ہے کہ سب برابر ہوں تو قرعہ سے فیصلہ کرے۔

ترجمہ : (۵۰۵) اگر غیر اولی آدمی کو مقدم کیا تو اچھا نہیں کیا۔

تشریح : اگر غیر اولی کو امام بنادیا تو نماز ہو جائے گی اس میں کوئی کراہیت نہیں ہے،البتہ اچھا نہیں کیا،کیونکہ حقدار کو حق نہیں دیا

ترجمہ: (۵۰۶) اور غلام اور نابینا اور دیہاتی اور ولدِ زنا جو جاہل ہو اور فاسق اور بدعتی کی امامت مکروہ ہے۔

تشریح : یہ وہ لوگ ہیں جن سے عام حالات میں لوگ کراہیت کرتے ہیں اس لئے انکی امامت مکروہ ہے،لیکن اگر یہ پڑھے لکھے لوگ ہوں اور معاشرہ میں معزز ہوں تو انکی امامت مکروہ نہیں،یا کوئی دوسرا آدمی امامت کے لائق نہیں ہے تو بھی انکی امامت مکروہ نہیں ہے۔نابینا آدمی کو نظر نہیں آتا اس لئے نجاست سے احتیاط نہیں کر پاتا اس لئے اس کی امامت مکروہ ہے۔تاہم امامت کرلی تو نماز ہو جائے گی۔

وجه :(۱) **عن مرثد بن ابی مرثد الغنوی و کان بدریا قال : قال رسول الله ﷺ : ان سرکم أن تقبل صلوتکم فلیوء مکم خیارکم فانهم وفدکم فیما بینکم و بین ربکم عزوجل** ۔(مستدرک للحاکم،ذکر مناقب مرثد بن ابی مرثد الغنوی،ج ثالث،ص ۲۴۶،نمبر ۴۹۸۱/سنن بیہقی،باب اجعلوا ائمتکم خیارکم،ج ثالث،ص ۱۲۹،نمبر ۵۱۳۴)اس حدیث میں ہے کہ اپنے میں سے اچھے لوگوں کو امام بناؤ تو نماز قبول ہوگی۔(۲)**سألت ابراهیم عن ولد الزنا و الاعرابی و العبد**

والاعرابی وولد الزنا الجاهل والفاسق والمبتدع(۵۰۷) وتطویل الصلوة (۵۰۸)وجماعة العراة

و الاعمی هل یؤمون ؟ قال نعم اذا اقاموا الصلاة . (مصنف عبدالرزاق، باب ھل یوم ولد الزنا؟، ج ثانی، ص ۲۶۳، نمبر ۳۸۴۹)اس قول تابعی میں ہے کہ نماز کھڑی ہوگئی اور کوئی نہ ہوتو امامت کرسکتا ہے، ورنہ تو اچھا نہیں ہے۔(۳) عجمی کا قرآن درست نہیں ہوتا اس لئے اسکی امامت مکروہ ہے، اس کے لئے اثر یہ ہے ۔ سمعت عبید ابن عمیر یقول : اجتمعت جماعة فیما حول مکة ....فقال المسوربن مخرمة : انظرنی یا امیر المو ء منین ان الرجل کان أعجمی اللسان و کان فی الحج فخشیت أن یسمع بعض الحجاج قرأته فیأخذ بعجمته ، فقال : ھنالک ذھبت بھا فقال : نعم فقال [عمر] أصبتَ. (سنن بیھقی، باب کراھیت امامة الأعجمی واللحان، ج ثالث، ص ۱۲۷، نمبر ۵۱۲۷)اس اثر میں دیہاتی کو امامت سے پیچھے ہٹایا کیونکہ اسکی قرأت اچھی نہیں تھی۔(۴)وکانت عائشة یؤمھا عبدھا ذکوان من المصحف ۔۔عن ابن عمر قال : لما قدم المھاجرون الاولون العصبة ۔موضع بقباء۔ قبل مقدم رسول الله ﷺ کان یوء مھم سالم مولی ابی حذیفة ، و کان اکثرھم قرآناً ۔(بخاری شریف، باب امامة العبد والمولی ص ۹۶ نمبر ۶۹۲) اس حدیث میں ہے کہ غلام امامت کرسکتا ہے بشرطیکہ علم ہو اور لوگ اسکو پسند کرتے ہوں ۔(۵) نابینا کی امامت کے بارے میں یہ حدیث ہے۔عن انس ان النبی ﷺ استخلف ابن ام مکتوم یؤم الناس وھو اعمی (ابوداؤد شریف، باب امامة الاعمی ص ۹۵ نمبر ۵۹۵)اس سے معلوم ہوا کہ نابینا پاکی ناپاکی کا احتیاط رکھتا ہو اور قوم میں باعزت ہو تو ان کو امام بنایا جاسکتا ہے۔مکروہ نہیں ہے۔(۶)اور فاسق کے پیچھے نماز ہوجائے گی اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن عبید الله بن عدی بن خیار انه دخل علی عثمان بن عفان وھو محصور فقال انک امام عامة ونزل بک ما تری و یصلی لنا امام فتنة و نتحرج فقال الصلوة احسن ما یعمل الناس فاذا احسن الناس فاحسن معھم واذا اساء فاجتنب اساتھم (بخاری شریف، باب امامة المفتون والمبتدع ص ۹۶ نمبر ۶۹۵)اس اثر سے معلوم ہوا کہ فاسق کے پیچھے نماز پڑھی جاسکتی ہے اگر چہ مکروہ ہے (۷)عن ابی ھریرة قال : قال رسول الله ﷺ : الصلوة المکتوبة واجبة خلف کل مسلم براً کان أو فاجراً و ان عمل الکبائر ۔(ابوداود شریف، باب امامة البر والفاجر، ص ۹۵، نمبر ۵۹۴)(۸) عن ابی ھریرة ان رسول الله ﷺ قال صلوا خلف کل بر و فاجر و صلوا علی کل بر و فاجر (دار قطنی، باب صفة من تجوز الصلوة معه والصلوة علیه، ج ثانی، ص ۴۴، نمبر ۱۷۵۰ سنن للبیھقی، باب الصلوة علی من قتل فی نفسه غیر مستحل لقتلھا، ج رابع، کتاب الجنائز، ص ۲۹، نمبر ۶۸۳۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فاسق کے پیچھے نماز ہوجائے گی۔

ترجمه : (۵۰۷)اور نماز کو حدِ مسنون سے زیادہ کرنا مکروہ ہے۔

تشریح : جن نمازوں میں جتنی قرأت مسنون ہے، مثلاً فجر اور ظہر میں طوال مفصل، عصر اور عشاء میں اوساط مفصل، اور مغرب

والنساء فان فعلن يقف الامام وسطهن كالعراة

میں قصار مفصل ،اس سے بہت زیادہ پڑھنا جس سے مقتدی اکتا جائے، یہ مکروہ ہے۔

وجه : اخبرنی ابو مسعود ان رجل قال والله یا رسول الله انی لاتأخر عن صلوة الغداة من اجل فلان مما یطیل بنا فما رأیت رسول الله ﷺ فی موعظه اشد غضبا منه یومئذ ثم قال ان منکم منفرين فايكم ما صلى بالناس فليتجوز فان فيهم الضعيف والكبير و ذاالحاجة ۔دوسری روایت میں ہے۔ و اذا صلى احدكم لنفسه فليطول ما شاء (بخاری شریف، باب تخفیف الامام فی القیام واتمام الرکوع والسجود،ص ۱۱۵،نمبر ۷۰۲/۷۰۳/مسلم شریف، باب أمر الائمة بتخفیف الصلوة فی تمام،ص ۱۸۸،نمبر ۴۶۶/۱۰۴۴)اس حدیث میں ہے کہ بہت لمبا کرنا مکروہ ہے لیکن اپنے لئے پڑھے تو جتنی چاہے لمبی قرأت کرسکتا ہے۔

ترجمه : (۵۰۸) اور ننگا آدمی اور عورتوں کی جماعت مکروہ ہے۔اگر یہ دونوں جماعت کرنا چاہیں تو امام وسط میں کھڑا رہے۔

تشریح : آدمیوں کے پاس کپڑا نہ ہو تو یہ الگ الگ نماز پڑھے جماعت کرنا مکروہ ہے،اور اگر جماعت کرلیں تو امام بیچ میں بیٹھے سب سے آگے نہ ہو تا کہ زیادہ بے پردگی نہ ہو۔اسی طرح صرف عورتوں کی جماعت مکروہ ہے،لیکن اگر کرنا چاہے تو امام درمیان میں کھڑی ہو مرد کی طرح آگے نہ ہو تا کہ زیادہ بے پردگی نہ ہو۔

وجه: (۱) امام بیچ میں کھڑا ہو اس کے لئے یہ عمل صحابی ہے۔عن قتادہ قال ۔ اذا خرج ناس من البحر عراة فأمهم أحدهم صلوا قعودا ، و كان امامهم معهم فى الصف و يومئون ايماءً ۔(مصنف عبدالرزاق، باب صلوة العریان، ج ثانی،ص ۳۸۴،نمبر ۴۵۶۷)اس اثر سے معلوم ہوا کہ ننگا آدمی بیٹھ کر نماز پڑھے گا اور اشارہ سے نماز پڑھے گا،اور صف کے درمیان کھڑا ہوگا۔(۲)عورت بیچ میں کھڑی ہو اس کے لئے یہ عمل صحابیہ ہے ۔عن ريطة الحنفية قالت أمتنا عائشة فقامت بينهن فى الصلوة المكتوبة فى حديث آخر. عن حجيرة بنت حصين قالت : أمتنا ام سلمة فى صلوة العصر فقامت بيننا (دارقطنی، باب صلوة النساء جماعة وموقف امامهن، ج اول،ص ۳۸۸ نمبر ۱۴۹۲/۱۴۹۳/مستدرک للحاکم، باب فی فضل الصلوات الخمس، ج اول،ص ۳۲۰،نمبر ۷۳۱)اس اثر سے معلوم ہوا کہ عورت کی امامت جائز ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ درمیان میں کھڑی ہوگی۔(۳)عورت کی امامت مکروہ ہونے کی وجہ یہ حدیث ہے۔عن ابى هريرة قال قال رسول الله ﷺ خير صفوف الرجال اولها وشرها آخرها و خير صفوف النساء آخرها و شرها اولها. (مسلم شریف، باب تسویة الصفوف واقامتها وفضل الاول الخ،ص ۱۸۲،نمبر ۴۴۰/۹۸۵/ابوداؤد شریف، باب صف النساء والتأخر عن الصف الاول،ص ۱۰۶، نمبر ۶۷۸)جب عورت کو اگلی صف میں جانا مکروہ ہے تو امامت کرنا بھی مکروہ ہوگا کیونکہ اس میں آگے جانا ہوتا ہے۔(۴)عن ام حميد امرأة ابى حميد الساعدى : أنها جائت النبى ﷺ فقالت : يا رسول الله ﷺ انى احب الصلوة

(۵۰۹) ویقف الواحد عن یمین الامام والاکثر خلفه(۵۱۰) ویصفّ الرجال ثم الصبیان ثم الخناثی ثم النساء.

معک ؟ قال : قد علمت انک تحبین الصلوۃ معی و صلوتک فی بیتک خیر لک من صلوتک فی حجرتک ۔(مسند احمد، باب حدیث ام حمیدؓ، ج سابع ،ص۵۱۴،نمبر ۲۷۶۵۵۰/سنن بیہقی ، باب خیر مساجد النساء قعر بیوتھن، ج ثالث ،ص ۱۸۸،نمبر ۵۳۶۱)اس حدیث میں ہے کہ کمرے میں نماز پڑھنا عورت کے لئے زیادہ بہتر ہے تو وہ امامت کیسے کرائے گی

ترجمه : (۵۰۹) اور ایک مقتدی امام کی داہنی جانب اور زیادہ ہوں تو پیچھے کھڑے ہوں۔

وجه : (۱)دائیں جانب افضل ہے اس لئے ایک آدمی مقتدی ہو تو امام اس کو اپنی دائیں جانب میں کھڑا کرے (۲) حدیث یہ ہے۔عن ابن عباس قال صلیت مع النبی ﷺ ذات لیلة فقمت عن یسارہ فاخذ رسول اللہ ﷺ برأسی من ورائی فجعلنی عن یمینه فصلی. (بخاری شریف، باب اذا قام الرجل عن یسار الامام وحوله الامام خلفه الی یمینه تمت صلوته ص ۱۰۰ نمبر ۷۲۶/مسلم شریف ، باب صلوۃ النبی ﷺ و دعاءہ باللیل ،ص ۲۶۰ ،نمبر ۷۶۳/۱۷۸۸)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک مقتدی ہو تو اس کو دائیں جانب کھڑا کرنا چاہئے ۔لیکن امام سے تھوڑا پیچھے کھڑا ہوگا۔ (۲) دو ہوں تو امام کے پیچھے کھڑا ہو۔عن انس بن مالک قال صلیت انا و یتیم فی بیتنا خلف النبی و امی خلفنا ام سلیم (بخاری شریف، باب المرأۃ وحدھا تکون صفا،ص ۱۱۸، نمبر ۷۲۷/ابو داؤد شریف ، باب اذا کانوا ثلثة کیف یقومون ،ص ۹۹،نمبر ۶۱۲)اس حدیث میں انس اور یتیم دو آدمی تھے تو حضورؐ کے پیچھے کھڑے ہوئے۔(۳) قال اتینا جابر بن عبد اللہ ، قال سرت مع رسول اللہ ﷺ فی غزوۃ فقام یصلی.... ثم جئت حتی قمت عن یسار رسول اللہ ﷺ فاخذ بیدی فأدارنی حتی اقامنی عن یمینه فجاء ابن صخر حتی قام عن یسارہ فاخذنا بیدیه جمیعا حتی اقامنا خلفه ۔(ابوداود شریف، باب اذا کان الثوب ضیقا یتزر به،ص ۱۰۲،نمبر ۶۳۴)اس حدیث میں ہے کہ دو ہوئے تو پیچھے کھڑا کیا۔

ترجمه : (۵۱۰)صف لگائی جائے گی پہلے مردوں کی، پھر بچوں کی ، پھر خنثی کی ، پھر عورتوں کی ۔

تشریح : اگر کئی قسم کے لوگ ہوں تو پہلے مردوں کی صف ہوگی ، پھر بچوں کی پھر خنثی کی ،اور اخیر میں عورتوں کی ۔ چونکہ خنثی مرد اور عورت کے درمیان کے لوگ ہیں اس لئے ان کو عورتوں سے تھوڑا آگے کھڑا کیا۔

وجه : (۱) عن انس بن مالک قال صلیت انا و یتیم فی بیتنا خلف النبی و امی خلفنا ام سلیم ۔(بخاری شریف ، باب المرأۃ وحدھا تکون صفا ،ص ۱۱۸ ،نمبر ۷۲۷/ابو داؤد شریف ، باب اذا کانوا ثلثة کیف یقومون ،ص ۹۹،نمبر ۶۱۲) اس حدیث میں مرد پہلے ہیں پھر جو بچے بھی ہیں اور اخیر میں عورتیں ہیں۔(۲)عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ خیر

﴿فصل : (فیما یفعله المقتدی بعد فراغ امامه من واجب و غیره﴾

(۵۱۱)لو سلّم الامام قبل فراغ المقتدی من التشهد یُتمّه (۵۱۲)ولو رفع الامام رأسه قبل تسبیح المقتدی ثلاثا فی الرکوع او السجود یتابعه (۵۱۳) ولو زاد الامام سجدة او قام بعد القعود الاخیر

صفوف الرجال اولها و شرها آخرها و خیر صفوف النساء آخرها و شرها اولها. (مسلم شریف، باب تسویۃ الصفوف وا قامتھا وفضل الاول الخ، ص۱۸۶، نمبر۹۸۵/۴۴۰/ابوداؤدشریف، باب صف النساء والتأ خرعن الصّف الاول، ص۱۰۶، نمبر۶۷۸)اس حدیث میں ہے کہ عورت کی صف اخیر میں ہونی چاہئے۔

﴿فصل:۔امام کے فارغ ہونے کے بعد مقتدی کےافعالِ واجبہ کا بیان﴾

ترجمہ : (۵۱۱) اگرامام مقتدی کے تشہد پڑھنے سے پہلے سلام پھیرے تو مقتدی اپنا تشہد پورا کرے۔

تشریح : تشہد پڑھناواجب ہےاس لئے تشہد پڑھنے سے پہلے امام سلام پھیر دے تو مقتدی اپنا تشہد پورا کرے اس کے بعد سلام پھیرے۔ کیونکہ تشہد واجب ہے، اورآ گے کوئی کام بھی نہیں ہے اس لئے تشہد پورا کر کے سلام پھیرے۔ یہ مسئلہ دو اصولوں پر ہے[۱] ایک یہ ہے کہ امام کی اقتداء واجب ہےاس لئے اگرامام کے ساتھ چلنے میں کوئی واجب چھوٹ رہا تو اس سے تاخیر کی جائے گی، اوراگرسنت چھوٹ رہی ہوتو اس کو چھوڑ کرامام کے ساتھ ہو کرعمل کیا جائے گا۔

ترجمہ(۵۱۲)اگرامام نے اپنا سر رکوع میں یا سجدے میں مقتدی کے تین مرتبہ تسبیح سے پہلے اٹھالیا تو مقتدی اس کی اتباع کرے

تشریح : رکوع میں یا سجدے میں تین مرتبہ تسبیح پڑھنا سنت ہے، اورامام کی اتباع کرناواجب ہےاس لئے اگرامام نے سراٹھالیا اورتین تسبیح چھوٹ گئی تب بھی امام کی متابعت کرے۔

وجہ : (۱)اس حدیث میں ہے کہ امام کی متابعت کرو۔عن انس بن مالک ؓ .....و قال انما جعل الامام لیؤتم به فاذا کبر فکبروا و اذا رکع فارکعوا و اذا رفع فارفعوا ۔(بخاری شریف، باب صلاۃ القاعد، ص۱۷۸، نمبر۱۱۱۴/مسلم شریف، باب ائتمام المأ موم بالامام، ص۱۷۴، نمبر۹۲۱/۴۱۱)اس حدیث میں ہے کہ امام کے ساتھ تکبیر کہو۔(۲)اس حدیث میں ہے کہ پہلا تشہد چھوڑ کر کھڑے ہوئے تو مقتدی بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہوگئے۔عن عبد اللہ بن بحینة انه قال صلی لنا رسول اللہ ﷺ رکعتین ثم قام فلم یجلس فقام الناس معه فلما قضی صلاته و انتظر التسلیم کبر فسجد سجدتین ۔(ابوداودشریف، باب من قام من ثنتین ولم یتشھد، ص۱۵۷، نمبر۱۰۳۴) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ اٹھے تو اس کے ساتھ مقتدی بھی کھڑے ہوئے۔

ترجمہ : (۵۱۳) اوراگرامام سجدہ زیادہ کرے، یا قعدہ اخیرہ کے بعد بھول سے کھڑا ہو جائے تو مقتدی اس کی تابعداری نہ

ساهيا لا يتّبعه المؤتمّ وان قيدها سلّم وحده (۵۱۴) وان قام الامام قبل القعود الاخير ساهيا انتظره المأموم فان سلّم المقتدى قبل ان يقيد امامه الزائدة بسجدة فسد فرضه (۵۱۵) وكره سلام

کرے۔اور اگر امام زائد رکعت کا سجدہ کر لیوے تو مقتدی سلام پھیر دے۔

تشریح : امام دو سجدے کے بجائے تین سجدہ کرلے تو چونکہ یہ نماز کا حصہ نہیں ہے اس لئے مقتدی اس کی اتباع نہ کرے۔اور قعدہ اخیرہ کے بعد بھول کر کھڑا ہو جائے تو یہ بھی نماز کا حصہ نہیں ہے اور آگے سلام کے علاوہ اور کوئی کام بھی نہیں ہے اس لئے مقتدی اس کی اتباع نہ کرے۔اور اگر اگلی رکعت پوری کرکے اس کا سجدہ بھی کرلیا تو اب اس کے واپس ہونے کا کوئی چانس نہیں ہے، کیونکہ وہ دوسری رکعت پوری کرکے سلام پھیرے گا، اس لئے مقتدی اب اکیلے سلام پھیر دے۔

ترجمه : (۵۱۴) اور اگر امام قعدۂ اخیرہ سے پہلے بھول کر کھڑا ہو جائے تو مقتدی اس کے لوٹنے کا انتظار کرے۔اور امام کے زائد رکعت کے سجدہ کرنے سے پہلے اگر مقتدی سلام پھیر دے گا تو اس کی فرض نماز فاسد ہو جائے گی

تشریح : قعدہ اخیرہ فرض ہے اس کو بھول کر کھڑے ہو گئے تو امام کے ساتھ ایک فرض رہ گیا اس لئے انکے لوٹنے کا انتظار کرے تاکہ ساتھ سلام پھیرے۔لیکن اگر ابھی امام نے اگلی رکعت کا سجدہ نہیں کیا تھا اور مقتدی نے سلام پھیر دیا تو مقتدی کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

وجه : اس حدیث سے استدلال کیا جا سکتا ہے۔ **عن انس ان النبی ﷺ حضهم على الصلاة و نهاهم ان ينصرفوا قبل انصرافه من الصلاة** ۔(ابوداود شریف، باب فیمن ینصرف قبل الامام، ص ۱۰۱، نمبر ۶۲۴) اس حدیث میں ہے کہ امام سے پہلے نماز سے نہ نکلے۔

ترجمه : (۵۱۵) اور امام کے تشہد کے بعد سلام پھیرنے سے پہلے مقتدی کا سلام پھیرنا مکروہ ہے۔

تشریح امام نے قعدہ آخیرہ میں تشہد پڑھ لیا لیکن ابھی سلام نہیں پھیرا تو مقتدی ابھی سلام نہ پھیرے اس کا سلام پھیرنا مکروہ ہے

وجه :(۱) حدیث کے اعتبار سے مقتدی کو امام کی اتباع کرنی چاہئے، اور اس نے اتباع نہیں کی اس لئے مکروہ ہے، تاہم امام کے ساتھ تشہد پڑھ چکا ہے اس لئے نماز ہو جائے گی۔ (۲) اس حدیث میں ہے۔ **عن عتبان بن مالک قال صلينا مع النبی ﷺ فسلمنا حين سلم** ۔(بخاری شریف، باب یسلم حین یسلم الامام، ص ۱۳۶، نمبر ۸۳۸) (۳) لیکن اگر سلام پھیر دیا تو نماز پوری ہو جائے گی، اس کے لئے حدیث یہ ہے۔ **عن عبد الله بن عمر ان رسول الله ﷺ قال اذا جلس الامام فی آخر ركعة ثم احدث رجل من خلفه قبل ان يسلم الامام فقد تمت صلوته** ۔(دار قطنی، باب من احدث قبل التسلیم، ج اول، ص ۳۶۸ نمبر ۱۴۰۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مقتدی بھی مقدار تشہد بیٹھنے کے بعد حدث کر دے تو اس کی نماز پوری ہو جائے گی، اسی طرح سلام پھیر دے تو نماز پوری ہو جائے گی۔

المقتدی بعد تشهد الامام قبل سلامه.

﴿فصل : (فی الاذکار الواردة بعد الفرض﴾

(۵۱۶) القیام الی السنة متصلا بالفرض مسنون وعن الشمس الائمة الحلوانی لا بأس بقراءة الاوراد بین الفریضة والسنة. (۵۱۷)ویستحب للامام بعد سلامه ان یتحوّل الی یساره لتطوّع بعد الفرض (۵۱۸) وان یستقبل بعده الناس ویستغفرون الله ویقرء ون آیة الکرسی والمعوذات

﴿فصل:فرض نماز کے بعداذکار کے بیان میں﴾

ترجمه : (۵۱۶) فرض نماز کے بعد متصلا نماز کے لئے کھڑا ہونا سنت ہے۔اور شمس الائمہ حلوانیؒ سے مروی ہے کہ فرض وسنت کے درمیان اَورَاد پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

تشریح : فرض نماز کے بعد متصلا سنت نماز پڑھے،البتہ تھوڑا اہٹ کر پڑھے،اور شمس الائمہ حلوانیؒ کی رائے ہے کہ فرض اور سنت کے درمیان اورادووظائف پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

وجه :(۱)سنت پڑھےاس کے لئے یہ حدیث ہے۔عن مغیرة بن شعبة قال قال لا یصلی الامام فی الموضع الذی صلی فیه حتی یتحول ۔(ابوداود شریف، باب الامام یتطوع فی مکانہ،ص۱۰۰،نمبر۶۱۶)اس حدیث میں ہے کہ نماز کے بعد سنت پڑھے۔(۲)اوراد کے لئے یہ حدیث ہے۔عن ابی هریرة قال جاء الفقراء الی النبی ﷺ ..... تسبحون و تحمدون و تکبرون خلف کل صلاة ثلاثا وثلاثین ۔(بخاری شریف، باب الذکر بعد السلام،ص۱۳۷،نمبر۸۴۳)

ترجمه :(۵۱۷)اورامام کے لئے مستحب ہے کہ سلام کے بعد دائیں جانب پھر جائے تاکہ فرض کے بعد نفل پڑھ سکے۔

وجه :(۱) عن البراء بن عازبؓ قال کنا اذا صلینا خلف رسول الله ﷺ احببنا ان نکون عن یمینه فیقبل علینا بوجهه ۔(ابوداود شریف، باب الامام ینحرف بعد التسلیم،ص۱۰۰،نمبر۶۱۵) اس حدیث میں ہے کہ دائیں جانب مڑے ۔(۲)عن عبد الله قال لا یجعل احدکم نصیباللشیطان من صلاته ان لا ینصرف الا عن یمینه و قد رأیت رسول الله ﷺ اکثر ما ینصرف عن شماله ۔(ابوداود شریف، باب کیف الانصراف من الصلاۃ، ص۱۵۸،نمبر۱۰۴۲/ بخاری شریف، باب الانفتال والانصراف عن الیمین والشمال،ص۱۳۸،نمبر۸۵۲)اس حدیث میں ہے کہ دائیں جانب مڑے،لیکن بائیں جانب مڑنا بھی جائز ہے۔

ترجمه : (۵۱۸)اور پھرلوگوں کی جانب متوجہ ہوکر تین بار استغفار،آیت الکرسی اورمعوذات پڑھے۔اور۳۳/۳۳ بار'' سبحان الله ''اور''الحمد لله ''اور''الله اکبر '' کہہ کرایک بار'' لاالہ الا الله وحده لا شریک له له الملک و له

ویسبّحون اللہ ثلاثا و ثلاثین ویحمّدونہ کذلک ویکبّرونہ کذلک ثم یقولون لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر (۵۱۹) ثم یدعون لانفسھم وللمسلمین

الحمد وھو علی کل شئی قدیر'' کہے۔

وجه : (۱) لوگوں کی طرف متوجہ ہو اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن سمرۃ بن جندب قال کان النبی ﷺ اذا صلی صلاۃ اقبل علینا بوجھہ۔ (بخاری شریف، باب یستقبل الامام الناس اذا سلم ص ۱۳۷، نمبر ۸۴۵) اس حدیث میں ہے کہ سلام کے بعد مقتدی کی طرف متوجہ ہو۔ (۲) اور ۳۳/۳۳ مرتبہ ''سبحان اللہ'' اور ''الحمد للہ'' اور ''اللہ اکبر'' کہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن ابی ھریرۃ قال جاء الفقراء الی النبی ﷺ ..... تسبحون و تحمدون و تکبرون خلف کل صلاۃ ثلاثا وثلاثین۔ (بخاری شریف، باب الذکر بعد السلام، ص ۱۳۷، نمبر ۸۴۳) (۲) اور لا الہ الا اللہ پڑھے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ املی علی المغیرۃ فی کتاب الی معاویۃ ان النبی ﷺ کان یقول فی دبر کل صلاۃ مکتوبۃ ، لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک و لہ الحمد و ھو علی کل شیء قدیر اللھم لا مانع لما اعطیت و لا معطی لما منعت و لا ینفع الجد منک الجد۔ (بخاری شریف، باب الذکر بعد السلام، ص ۱۳۷، نمبر ۸۴۴) اس حدیث میں نماز کے بعد دعا کا ذکر ہے۔ (۳) یہ حدیث بھی ہے۔ ان ابن عباس اخبرہ ان رفع الصوت بالذکر حین ینصرف الناس من المکتوبۃ کان علی عھد رسول اللہ ﷺ و قال ابن عباس کنت اعلم اذا انصرفوا بذالک اذا سمعتہ۔ (بخاری شریف، باب الذکر بعد السلام، ص ۱۳۷، نمبر ۸۴۱/ ابوداود شریف، باب التکبیر بعد الصلاۃ، ص ۱۵۲، نمبر ۱۰۰۳) اس حدیث میں ہے کہ نماز کے بعد زور سے ذکر کرتے۔

ترجمه : (۵۱۹) پھر ہاتھ اٹھا کر اپنے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے دعا کرے۔ اخیر میں ہاتھ کو اپنے منھ پر پھیر لیوے۔

نماز کے بعد کی دعاء

وجه : (۱) ہاتھ اٹھانے کا ثبوت اس حدیث میں ہے۔ عن یحی بن سعید و شریک سمعا انسا عن النبی ﷺ رفع یدیہ حتی رأیت بیاض ابطیہ۔ (بخاری شریف، باب رفع الایدی فی الدعاء، ص ۱۱۰۲، نمبر ۶۳۴۱/ ترمذی شریف، باب ما جاء فی رفع الایدی عند الدعاء، ص ۳۷۷، نمبر ۳۳۸۶) اس حدیث میں ہے کہ دعاء میں ہاتھ اٹھائے۔ (۲) و قال ابن عمر رفع النبی ﷺ یدیہ و قال اللھم انی ابرأالیک مما صنع خالد (بخاری شریف، باب رفع الایدی فی الدعاء، ص ۱۱۰۲، نمبر ۶۳۴۱) (۳) ہاتھ چہرے پر ملنے کا ثبوت اس حدیث میں ہے۔ عن الزھری قال کان رسول اللہ ﷺ یرفع یدیہ عند صدرہ فی الدعاء ثم یمسح بھما وجھہ۔ (مصنف عبد الرزاق، باب رفع الیدین فی الدعاء، ج ثانی، ص ۱۶۱، نمبر ۳۲۴۰/ ابوداود شریف، باب الدعاء، ص ۲۲۰، نمبر ۱۴۸۵) اس حدیث مرسل میں ہے کہ دعاء کے وقت ہاتھ سینے تک اٹھانا چاہئے۔ (۴)

رافعی ایدھم ثم یمسحون بھا وجوھھم فی آخرہ.

چہرے پر ہاتھ ملے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن عمر بن الخطابؓ قال کان رسول اللہ ﷺ اذا رفع یدیہ فی الدعاء لم یحطھما حتی یمسح بھما وجھہ** ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی رفع الایدی عند الدعاء، ص۷۷۳، نمبر ۳۳۸۶) اس حدیث میں ہے کہ ہاتھ چہرے پر ملے۔ (۵) نماز کے بعد دعاء ہے اس کا ثبوت یہ ہے۔ **کتب المغیرۃ الی معاویۃ بن ابی سفیان ان رسول اللہ ﷺ کان یقول فی دبر کل صلوۃ اذا سلم لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک و لہ الحمد و ھو علی کل شیء قدیر اللھم لا مانع لما اعطیت و لا معطی لما منعت و لا ینفع ذا الجد منک الجد** ۔(بخاری شریف، باب الدعاء بعد الصلوۃ، ص۱۱۰۱، نمبر ۶۳۳۰ / ابوداود شریف، باب مایقول الرجل اذا سلم، ص۲۲۲، نمبر ۱۵۰۵) اس حدیث میں ہے کہ نماز کے بعد کیا دعا مانگے۔ (۶) حدیث میں ہے کہ دعاء عبادت کا مغز ہے۔ **عن انس بن مالک عن النبی ﷺ قال الدعاء مخ العبادۃ** ۔(ترمذی شریف، باب منہ الدعاء مخ العبادۃ، ص ۷۷۰، نمبر ۳۳۷۱) (۷) اپنے لئے اور مسلمانوں کے لئے دعا کرے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن ثوبان عن النبی ﷺ قال .....و لا یؤم قوما فیخص نفسہ بدعوۃ دونھم فان فعل فقد خانھم** ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی کراہیۃ ان یخص الامام نفسہ بالدعاء، ص۹۶، نمبر ۳۵۷) اس حدیث میں ہے کہ اپنے لئے اور مسلمانوں کے لئے دعاء کریں۔

﴿باب ما یفسد الصلوۃ(وھوہ ثمانیة و ستون شیئا.﴾

﴿باب: نماز کو فاسد کرنے والی چیزوں کے بیان میں﴾

ضروری نوٹ : مصنف نے نماز کے فاسد ہونے کے (۶۸) اسباب گنائے ہیں، لیکن صاحب ھدایہ نے ان میں سے بعض کاموں کو مکروہ لکھا ہے، یعنی اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی، اگر چہ یہ مکروہ ہیں۔

﴿نماز کو فاسد کرنے والی اڑسٹھ (۶۸) چیزیں ایک نظر میں:﴾

۱:...... بات کرنا خواہ بھول سے ہو یا خطا سے۔

۲:...... ہمارے کلام کے مشابہ دعا کرنا۔

۳:...... سلام کرنے کی نیت سے سلام کرنا، چاہے بھول کر ہو۔

۴:...... زبان یا مصافحہ سے سلام کا جواب دینا۔

۵:...... عمل کثیر۔

۶:...... قبلہ سے سینہ پھیرنا۔

۷:...... منھ کے باہر سے کوئی چیز کھانا، اگر چہ تھوڑی ہو۔

۸:...... چنے کے برابر دانت کے اندر کی چیز کھانا۔

۹:...... پینا۔

۱۰:...... بلا عذر کھنکارنا

۱۱:...... اف کرنا۔

۱۲:...... آواز سے رونا۔

۱۳:...... آہ کرنا۔

۱۴:...... درد یا مصیبت سے رونے کی آواز بلند ہونا، جنت یا دوزخ کے ذکر سے نہیں

۱۵:...... چھینکنے والے کو یرحمک اللہ سے جواب دینا۔

۱۶:...... خدا کے شریک سے پوچھنے والے کو" لااله الا الله" سے جواب دینا۔

۱۷:...... بری چیز پر" انا لله و انا اليه راجعون" کہنا

۱۸:...... خوشی کے جواب میں" الحمد لله" کہنا۔

۱۹:......تعجب کے جواب میں ''لا اله الا الله'' یا ''سبحان الله'' کہنا۔

۲۰:......جواب کے ارادے سے کچھ بھی کہے، جیسے: '' یا یحیٰ خذ الکتاب ''۔

۲۱:......تیمّم والا پانی دیکھے۔

۲۲:......موزہ پر مسح کرنے والے کی مدت پوری ہو جائے۔

۲۳:......موزہ نکل جائے۔

۲۴:......امی آیت سیکھے۔

۲۵:......برہنہ کپڑے پالے۔

۲۶:......اشارہ کرنے والا رکوع، سجدہ پر قادر ہو جائے۔

۲۷:......صاحبِ ترتیب کو فوت شدہ نماز یاد آجائے

۲۸:......نا قابل امام کو خلیفہ بنالے۔

۲۹:......نماز فجر میں آفتاب طلوع ہو جائے۔

۳۰:......نماز عیدین میں زوال ہو جائے۔

۳۱:......نماز جمعہ میں وقت عصر داخل ہو جائے۔

۳۲:......زخم اچھے ہونے سے پٹی گر پڑے۔

۳۳:......معذور کا عذر زائل ہو جائے۔

۳۴:......قصداً بنفسہ یا غیر کے فعل سے حدث کرے۔

۳۵:......بے ہوشی۔

۳۶:......جنون۔

۳۷:......نظر یا احتلام سے جنابت ہو۔

۳۸:......ایک جگہ میں بلا حائل نماز مشترکہ تحریمہ میں عورت مشتہات کا محاذی ہونا، اور امام نے اس کی امامت کی نیت بھی کی ہو

۳۹:......حدث پیش آنے والے کی شرمگاہ (ستر) کھل جائے اگر چہ مجبوراً ہو،

۴۰:......وضو کے لئے جاتے آتے قرآن پڑھنا۔

۴۱:......حدث پیش آنے کے بعد بیداری باندازہ ایک رکن کے ٹھیرے

۴۲:......نزدیک پانی چھوڑ کر دور پانی کے لئے جائے

۴۳:......حدث کے گمان سے مسجد سے باہر نکلا۔

۴۴:......اس گمان کے علاوہ مسجد کے دوسری جگہ صفوں سے گذر جائے

۴۵:...... بے وضو کے خیال سے پھر جائے

۴۶:...... یا مدتِ مسح ختم ہونے کے خیال سے پھر جائے

۴۷:......یا اپنے ذمہ قضا ہونے کے خیال سے پھر جائے

۴۸:......اوپر نجاست ہونے کے خیال سے نماز سے پھر جائے اگر چہ مسجد سے نہ نکلے۔

۴۹:......اپنے امام کے سوا دوسرے کو لقمہ دینا۔

۵۰:......ایک نماز سے دوسری نماز کی طرف انتقال کی نیت سے تکبیر کہنا۔

۵۱:...... یہ تمام مذکورات اخیر قعدہ میں مقدار تشہد سے اگر پہلے حاصل ہوں تو مفسد صلوۃ ہوں گے۔

۵۲:......اللہ اکبر کو الف ممدودہ سے پڑھنا۔

۵۳:......بغیر یاد کے قرآن مجید کو دیکھ کر پڑھنا۔

۵۴:......کشف عورت یا نجاست مانعہ کے ساتھ ایک رکن ادا کرنا

۵۵:......امام سے پہلے مقتدی کوئی رکن ادا کر لیوے کہ امام اس رکن میں اس کا شریک نہ ہو۔

۵۶:......مسبوق (اپنی باقی رکعت کے سجدہ کر لینے کے بعد) سجدہ سہو میں امام کی متابعت کرے۔

۵۷:......اخیر قعدہ کے بعد نماز کا سجدہ کر کے دوبارہ قعدہ نہ کرنا۔

۵۸:......نیند میں رکن ادا کئے ہوئے کا اعادہ نہ کرنا۔

۵۹:......مسبوق کے لئے امام کا قہقہہ کرنا

۶۰:......اخیر قعدہ کے بعد امام کا قصداً حدث کرنا مسبوق کے لئے مفسد ہے

۶۱:......چار رکعت نماز میں مسافر ہونے کے خیال سے، سلام پھیر دے

۶۲:......چار رکعت نماز میں نماز جمعہ خیال کر کے سلام پھیر دے

۶۳:......نماز عشا کو تراویح خیال کر کے سلام پھیر دے

۶۴:......، یا نومسلم چار رکعت نماز میں دو رکعت فرض سمجھ کر سلام پھیر دے۔

(۵۲۰)الکلمة ولو سهوا او خطأً والدعاء بما يشبه كلامنا والسلام بنية التحيّة ولو ساهيا وردّ

ترجمه : (۵۲۰) بات کرنا خواہ بھول سے ہو یا خطا سے۔ ہمارے کلام کے مشابہ دعا کرنا۔ تحیہ کی نیت سے سلام کرنا، چاہے بھول کر ہو۔ زبان یا مصافحہ سے سلام کا جواب دینا۔

تشریح : نماز میں جان کر بات کرنے سے، یا بھول کر بات کرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے اس لئے دوبارہ نماز پڑھنی ہوگی، اسی طرح ایسی دعا جو کلام الناس ہو، یا ایسا سلام کرے جو مخاطب کی نیت سے ہو تو یہ اب سلام نہیں رہا بلکہ انسانی بات چیت ہوگئی اس لئے اس سے بھی نماز ٹوٹ جائے گی، یا سلام کا جواب دے تو بات چیت ہوگئی، یا نماز میں مصافحہ کرلیا تو یہ عمل کثیر ہوگیا اس لئے نماز ٹوٹ جائے گی۔

وجه: (۱) حدیث میں ہے۔ عن زيد بن ارقم قال كنا نتكلم في الصلوة ،يكلم الرجل صاحبه وهو الى جنبه في الصلوة حتى نزلت ﴿وقوموا لله قانتين﴾(آیت ۲۳۸، سورة البقرة ۲) فامرنا بالسكوت ونهينا عن الكلام (مسلم شریف، باب تحریم الکلام فی الصلوۃ ونسخ ما کان من اباحتہ ،ص۲۱۹،نمبر۵۳۹/۱۲۰۳/ابوداؤد شریف، باب النہی عن الکلام فی الصلوۃ ،ص۱۴۴،نمبر ۹۴۹/ترمذی شریف، باب فی نسخ الکلام فی الصلوۃ ،ص۹۲،نمبر۴۰۵)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں کلام کرنا جائز نہیں ہے۔(۲) سلام کا جوب دیگا تب بھی نماز ٹوٹے گی اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن معاوية بن حكم السلمي قال بينا انا اصلي مع رسول الله ﷺ اذ عطش رجل من القوم فقلت يرحمك الله ! فرماني القوم بابصارهم فقلت و اثكل أمياه ! ما شانكم ؟ تنظرون الي فجعلوا يضربون بايدهم على افخاذهم فلما رأيتهم يصمتوني لكني سكتُ فلما صلى رسول الله ﷺ ..... قال ان هذه الصلوة لا يصلح فيها شيء من كلام الناس انما هو التسبيح والتكبير وقراء ة القرآنَ۔(مسلم شریف، باب تحریم الکلام فی الصلوۃ ونسخ ما کان من اباحتہ ،ص۲۱۸ ،نمبر ۵۳۷/۱۱۹۹)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز لوگوں کے کلام کی کچھ بھی صلاحیت نہیں رکھتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ بھول کر بولنا بھی نماز کو فاسد کرے گا۔(۳)عن عبد الله بن مسعود ، و هذا حديث القاسم قال : كنت آتياً النبي ﷺ ....فقال : ان الله عز و جل يعني احدث في الصلوة أن لا تكلموا الا بذكر الله ، و ما ينبغي لكم ، و أن تقوموا لله قانتين . (نسائی شریف، باب الکلام فی الصلوۃ ،ص۱۷۰،نمبر۱۲۲۱)اس حدیث میں ہے کہ اللہ کے ذکر کے علاوہ کوئی بات نہ کرے۔ اسلئے جان کر اور بھول کر دونوں قسم کی باتوں سے نماز فاسد ہو جائے گی۔(۴)اثر میں ہے. عن الحسن و قتادة و حماد قالوا في رجل سها في صلوته فتكلم قالوا : يعيد صلوته ۔(مصنف عبد الرزاق، باب الکلام فی الصلوۃ ،ج ثانی ،ص۲۱۶،نمبر۳۵۸۳)اس اثر سے معلوم ہوا کہ بھول کر بھی بولے گا تو نماز باطل ہو جائے گی دوبارہ نماز پڑھے۔

ترجمه : (۵۲۱) عمل کثیر۔ قبلہ سے سینہ پھیرنا۔ منھ کے باہر سے کوئی چیز کھانا، اگر چہ تھوڑی ہو۔ چنے کے برابر دانت کے اندر

السلام بلسانه او بالمصافحة (۵۲۱)والعمل الكثير وتحويل الصدر عن القبلة واكل شیء من خارج

کی چیز کھانا۔ پینا۔

تشریح : ایسا کام جس میں دونوں ہاتھ استعمال ہوتے ہوں، اور دیکھنے والوں کو احساس ہو کہ یہ نماز میں نہیں ہے، اس کو عمل کثیر کہتے ہیں۔ قبلے سے سینہ پھر جائے تو اب وہ قبلہ کی طرف نہیں رہا، اور قبلہ کی طرف ہونا فرض ہے اس لئے اس کی نماز ٹوٹ جائے گی۔ البتہ صرف چہرہ قبلے سے پھرا تو ابھی بھی قبلہ کی طرف رخ ہے اس لئے اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی۔ منہ کے باہر سے کوئی چیز کھانا، یا پینا اس سے بھی نماز ٹوٹ جائے گی۔ منہ کے اندر تھوڑا بہت گوشت کا ٹکڑا ہوتا ہے اس لئے اس سے نہیں ٹوٹے گی، اس سے بچنا مشکل ہے وہ تھوک کے درجے میں ہے، لیکن چنے کی مقدار سے زیادہ ہو تو اس کی ایک حیثیت ہے اس لئے اس سے نماز ٹوٹ جائے گی۔

وجه :(۱) کھانے کے لئے یہ اثر ہے۔ **عن الثوری عمن سمع عطاء قال : لا يأكل و لا يشرب و هو يصلی ، فان فعل أعاد**۔ (مصنف عبد الرزاق، باب الأكل والشرب فی الصلوة، ج ثانی، ص ۲۱۷، نمبر ۳۵۸۹) اس اثر میں ہے کہ نماز میں کھائے گا یا پیے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی اسلئے نماز دوبارہ پڑھے۔ اور چونکہ جان کر یا بھول کر کی قید نہیں ہے اسلئے جان کر کھائے گا یا بھول کر کھائے گا دونوں صورتوں میں نماز فاسد ہو جائے گی۔ (۲) سینہ پھیرنے کے لئے یہ اثر ہے۔ عن الحسن انہ قال اذا ولی ظهره القبلة استانف الصلاة۔ (مصنف عبد الرزاق، باب الرجل یکون فی الصلاة فیخشی ان یذهب دابته اویری الذی یخافہ، ج ثانی، ص ۱۷۰، نمبر ۳۲۹۶ رسنن بیہقی، باب من قال یبنی من سبقہ الحدث علی ما مضٰی من صلاتہ، ج ثانی، ص ۳۶۵، نمبر ۳۳۹۳) اس قول تابعی میں ہے کہ قبلہ سے پھرے گا تو نماز کو دہرائے۔ (۳) اس حدیث میں ہے ۔ **عن عائشة قالت سألت رسول الله ﷺ عن الالتفات فی الصلوة فقال هو اختلاس يختلسه الشيطان من صلوة العبد** ۔ (بخاری شریف، باب الالتفات فی الصلوة، ص ۱۲۲، نمبر ۷۵۱ رابو داؤد شریف، باب الالتفات فی الصلوة، ص ۱۳۸، نمبر ۹۱۰) اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں ادھر ادھر دیکھنا مکروہ ہے۔ (۴) یہ حدیث بھی ہے۔ **قال ابو ذر : قال رسول الله ﷺ : لا يزال الله عز و جل مقبلاً على العبد و هو فی صلوته ما لم يلتفت ، فاذا التفت انصرف عنه** . (ابو داود شریف، باب الالتفات فی الصلوة، ص ۱۳۹، نمبر ۹۰۹) اس حدیث میں ہے کہ ادھر ادھر کرنا مکروہ ہے۔ (۵) اور تھوڑا بہت چہرہ پھرنے سے نماز نہیں ٹوٹے گی اس کے لئے یہ حدیث ہے ۔ **عن ابن عمرؓ انه قال رأى النبی ﷺ نخامة فی قبلة المسجد و هو يصلی بين يدى الناس فحتها** ۔ (بخاری شریف، باب ھل یلتفت لامر ینزل بہ؟ اویری شیئا او بصاقا فی القبلۃ، ص ۱۲۲، نمبر ۷۵۳)

ترجمه : (۵۲۲) بلا عذر کھنکارنا۔ اُف کرنا۔ آواز سے رونا۔ آہ کرنا۔ درد یا مصیبت سے رونے کی آواز بلند ہونا، جنت یا دوزخ کے ذکر سے نہیں۔

تشریح : ان آوازوں میں اصول یہ ہے کہ اتنی آواز نکالے کے ایک جملے کی طرح ہو جائے، اور انسانی کلام ہو جائے تب نماز

فـمـه ولـو قـلّ واكـل مـا بيـن اسـنانه وهو قدر الحمّصة وشُربه (۵۲۲) والتنحنح بلا عذر والتافيف والانيـن والتـأوّة وارتـفـا ع بكائه من وجع او مصيبة لا من ذكر جنّة او نار(۵۲۳) وتشميت عاطس

فاسد ہوگی۔ بغیر عذر کھنکارنا جس سے آواز نکل جائے، یا اُف کرے، یا آواز سے روئے، یا آہ کرے جس سے جملہ کی طرح آواز نکل جائے ، یا درد یا مصیبت سے روئے جس سے آواز نکل جائے تو نماز فاسد ہوگی لیکن اگر جنت یا دوزخ کی وجہ سے روئے تو اس میں خشوع خضوع زیادہ ہے اس لئے نماز نہیں ٹوٹے گی۔

وجه : (۱) جنت یا جہنم کے ذکر سے روئے تو نماز نہیں ٹوٹے گی اس کے لئے یہ آیت ہے۔اذا تتلی علیهم آیات الرحمن خـروا سـجـداً و بکیاً ۔(آیت نمبر ۵۸، سورۃ مریم ۱۹)(۲) حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نماز میں رویا کرتے تھے۔حدیث یہ ہے۔عن مطرف عن ابیه قال رأیتُ رسول الله ﷺ یصلی و فی صدره أزیز کأزیز الرحی من البکاء ﷺ . (ابوداود شریف، باب البکاء فی الصلوۃ، ص ۱۳۸، نمبر ۹۰۴) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نماز میں رویا کرتے تھے اور یہ جنت یا جہنم کی یاد سے رونا ہوتا تھا اسلئے اس سے نماز نہیں ٹوٹتی تھی۔(۳) حضرت ابوبکرؓ کے بارے میں حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ وہ نماز میں اتنا روئیں گے کے لوگ اسکی قرأت بھی نہ سن سکیں گے۔حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔عـن عـائشة ام الـمـوئـمـنین ....قالت عائشة : قـلـتُ ان ابـا بـکـر اذا قـام فی مقامک لم یسمع الناس من البکاء فمر عمر فلیصل .(بخاری شریف، ما یکرہ من التعمق والتنازع فی العلم والغلو فی الدین والبدع، ص ۱۲۵۵، نمبر ۷۳۰۲)(۵) اس حدیث میں ہے کہ نماز کسوف میں خوف خدا سے اُف اُف نکل گیا پھر بھی نماز نہیں ٹوٹی۔حدیث یہ ہے۔عن عبد الله بن عمر قال : انکسفت الشمس علی عهد رسول الـلـه ﷺ فقام رسول الله ﷺ لم یکد یرکع ....ثم نفخ فی آخر سجوده فقال ((أف أف))(ابوداود شریف، باب من قال یرکع رکعتین [فی صلوۃ الکسوف] ص ۱۷۸، نمبر ۱۱۹۴) اس حدیث میں ہے کہ اُف اُف ، کہا لیکن چونکہ یہ آواز خوف خدا کی وجہ سے تھی اسلئے اس سے نماز نہیں ٹوٹی۔

اور درد یا مصیبت کی وجہ سے رویا اور آواز نکل گئی اور حروف بھی نکل گئے تو یہ بات اور کلام کے درجے میں ہے اس لئے اس سے نماز ٹوٹ جائے گی، کیونکہ پہلے گزر چکا ہے کہ نماز میں بات کرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

لغت : التنحنح : کھنکارنا۔التافیف : اُف اُف کرنا۔الانین : رونا۔ التأوّہ : آہ آہ کرنا۔وجع : تکلیف۔

ترجمه : (۵۲۳) چھینکنے والے کو, یرحمک الله، سے جواب دینا۔خدا کے شریک سے پوچھنے والے کو" لااله الا الله " سے جواب دینا۔بری چیز پر "انا لله و انا الیه راجعون " کہنا۔خوشی کے جواب میں "الحمد لله " کہنا۔تعجب کے جواب میں " لا اله الا الله" یا "سبحان الله " کہنا۔جواب کے ارادے سے کچھ بھی کہے جیسے: " یـا یحیٰ خذ الکتاب " کہے۔[تو اس

بیرحمک اللہ وجواب مستفھم عن ندّبلا الہ الا اللہ و خبر سوء بالاسترجاع وسارّ بالحمد للہ وعجب بلا الہ الا اللہ او سبحان اللہ وکل شیء قصد بہ الجواب کیا یحییٰ خذ الکتاب(٥٢٤) سے نماز ٹوٹ جائے گی]

تشریح : یہاں اصول یہ ہے کہ الفاظ ایسے ہوں جو قرآن، یا حدیث کے ہوں اور ذکر کے درجے میں ہوں، لیکن اس سے انسان کو مخاطب کیا گیا ہو تو وہ انسانی کلام ہو گیا، اور بات کے درجے میں ہو گیا اس لئے اس سے نماز فاسد ہو جائے گی، اور اگر کلام الناس کے درجے میں نہیں ہوا تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔ تشریح مسئلہ: ''**یا یحیٰ خذ الکتاب**'' قرآن پاک کی آیت ہے، اس لئے اس سے نماز نہیں ٹوٹنی چاہئے، لیکن اس سے کلام کرنا مقصود ہے اس لئے نماز ٹوٹ جائے گی۔ اسی طرح باقی مسئلوں کو سمجھ لیں۔

وجه : (١) ان تمام کے لئے یہ حدیث دلیل بن سکتی ہے۔ **عن معاویة بن حکم السلمی قال بینا انا اصلی مع رسول اللہ ﷺ اذ عطش رجل من القوم ، فقلت : یرحمک اللہ ! فرمانی القوم بأبصارھم ... قال ان ھذہ الصلوۃ لا یصلح فیھا شیء من کلام الناس انما ھو التسبیح والتکبیر وقراءۃ القرآن**َ (مسلم شریف، باب تحریم الکلام فی الصلوۃ ونسخ ما کان من اباحتہ ،ص ٢٠٣ ،نمبر ٥٣٧/١١٩٩/ ابو داود شریف ، باب تشمیت العاطش فی الصلوۃ ،ص ١٤٢، نمبر ٩٣٠) اس حدیث میں یرحمک اللہ، ک، خطاب کے ذریعہ سے چھینک کا جواب دیا تو صحابہ نے اسکا انکار کیا اور گھور کر دیکھنے لگے، اور حضورؐ نے اسکو کلام شمار کرتے ہوئے فرمایا کہ نماز کلام کی صلاحیت نہیں رکھتی بلکہ ذکر کی چیز ہے، اس سے معلوم ہوا کہ خطاب کے ساتھ چھینک کا جواب دیا تو نماز فاسد ہوگی، اور، ک، خطاب کے ساتھ جواب نہیں دیا تو اس جملے کو ذکر پر محمول کر کے نماز فاسد نہیں ہوگی۔

اصول : انسانی کلام سے نماز فاسد ہوگی۔

ترجمه : (٥٢٤) تیمّم والا پانی دیکھے۔ موزہ پر مسح کرنے والے کی مدت پوری ہو جائے۔ یا موزہ نکل جائے۔

تشریح :ان مسئلوں کا اصول یہ ہے کہ فرعی طہارت پر عمل کر رہا تھا، اور درمیان نماز میں اصل پر قادر ہونے کی ضرورت پڑ گئی، اس لئے اصل آنے کی وجہ سے فرعی طہارت ٹوٹ گئی اس لئے نماز فاسد ہوگی۔ تشریح مسئلہ، تیمّم کرنے والا تیمّم کر کے نماز پڑھ رہا تھا جو فرع ہے، اب درمیان نماز میں پانی پر قادر ہو گیا جو اصل ہے اس لئے طہارت ٹوٹ گئی اس لئے نماز فاسد ہو جائے گی۔ یا موزے پر مسح کرنے کی مدت پوری ہو گئی اس لئے طہارت ٹوٹ گئی اس لئے نماز فاسد ہو جائے گی۔ یا نماز میں موزہ نکل گیا تو وضو ٹوٹ گیا اس لئے اب نماز فاسد ہو جائے گی، اور چونکہ یہ معاملے کبھی کبھار پیش آتے ہیں اس لئے وضو کر کے اس پر بنا بھی نہیں کر سکتا۔

جه : (١) چونکہ تیمّم پانی پر قدرت نہ ہونے کی حالت میں جائز ہے اس لئے جوں ہی پانی پر قدرت ہوگی تیمّم ٹوٹ جائیگا۔ آیت میں ہے۔ **فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا.** (آیت ٤٣، سورۃ النساء ٤)۔ کہ پانی نہ ہو تو تیمّم کرو۔ (٢) **عن الحسن انہ قال فی متیمم مر بماء غیر محتاج الی الوضوء فجاوزہ فحضرت الصلوۃ ولیس معہ ماء قال یعید التیمم**

ورویة متیمم ماء وتمام مدة ماسح الخف ونزعه(۵۲۵) وتعلُّم الامّیّ آیة ووجدان العاری ساترا

لان قدرته علی الماء تنقض تیممه الاول. (مصنف بن ابی شیبۃ ،۲۳۲ فی متیمم مر بماء جاوزہ، ج اول ،ص ۱۷۶، نمبر ۲۰۲۶) اس اثر میں ہے کہ درمیان میں پانی دیکھا تو نماز ٹوٹ گئی ۔(۳)عن صفوان بن عسال قال کان رسول الله ﷺ یأمرنا اذا کنا سفرا ان لا ننزع خفافنا ثلثة ایام ولیالیهن الا من جنابة ولکن من غائط وبول ونوم ۔(ترمذی شریف، باب المسح علی الخفین للمسافر والمقیم ص ۲۷ نمبر ۹۶ رنسائی شریف ، باب التوقیت فی المسح علی الخفین للمسافر ص ۱۸، نمبر ۱۲۷) اس حدیث میں ہے کہ مدت پوری ہوجائے تو طہارت ختم ہوجائے گی ۔(۴) عن مغیرة بن شعبة قال غزونا مع رسول الله ﷺ فامرنا بالمسح علی الخفین ثلاثة ایام ولیالیها للمسافر ویوما و لیلة للمقیم مالم یخلع . (سنن للبیہقی، باب من خلع خفیہ بعد ما مسح علیھما ،ص ۴۳۴، نمبر ۱۳۷۶ رمصنف ابن ابی شیبۃ ،۲۲۱ فی الرجل یمسح علی خفیہ ثم یخلعھا ، ج اول ،ص ۱۷۰، نمبر ۱۹۶۰) مالم یخلع سے پتہ چلتا ہے کہ موزہ پاؤں سے کھل جائے تو دوبارہ پاؤں دھونا ہوگا ۔(۵) یہ اثر بھی ہے۔ عن ابراهیم قال : اذا نزعتهما فاغسل قدمیک ، و به یأخذ الثوری . (مصنف عبد الرزاق، باب نزع الخفین بعد المسح ، ج اول ،ص ۲۱۰، نمبر ۸۱۳) اس اثر میں ہے کہ موزہ کھل جائے تو دونوں پاؤں کو دھوؤ۔

اصول : درمیان نماز میں وضو منقطع ہوجائے تو نماز فاسد ہوجائے گی۔

ترجمہ : (۵۲۵) امی آیت سیکھے ۔ننگا آدمی چھپانے کے لئے کپڑے پالے ۔اشارہ کرنے والا رکوع ،سجدہ پر قادر ہوجائے ۔[تو نماز ٹوٹ جائے گی]

تشریح : یہ مسئلے بھی اوپر والے اصول پر متفرع ہیں ،فرع پر عمل کر رہا تھا اور درمیان نماز میں اصل پر قادر ہوگیا تو پہلی نماز فاسد ہوگئی اس لئے اگلی نماز کی اس پر بنا نہیں ہوسکتی ۔امی آیت پڑھنے پر قادر نہیں تھا اس لئے بغیر قرأت کے کچھ رکعتیں پڑھیں اور اب درمیان نماز میں آیت یاد ہوگئی تو اصل پر قادر ہوگیا اس لئے نماز فاسد ہوجائے گی۔ ننگا آدمی بغیر کپڑے کے نماز پڑھ رہا تھا ،اور درمیان میں کپڑا مل گیا اس لئے اصل پر قادر ہوگیا ،اس لئے پڑھی ہوئی نماز فاسد ہوگئی ،اور اس پر بعد کی نماز کی بنا نہیں ہوسکتی اس لئے باقی نماز فاسد ہوگئی ۔رکوع اور سجدے کا اشارہ کرنے والے کو رکوع اور سجدے پر قدرت ہوگئی اس لئے اس کی نماز فاسد ہوگی

ترجمہ : (۵۲۶) صاحبِ ترتیب کو فوت شدہ نماز یاد آجائے۔

تشریح : صاحب ترتیب کے لئے یہ ہے کہ پہلے فوت شدہ نماز پڑھے اس کے بعد وقتیہ نماز پڑھے ۔لیکن بھول سے وقتیہ پڑھ لے تو ہوجائے گی ،اب وہ بھول سے وقتیہ پڑھ رہے تھے کہ فوت شدہ نماز یاد آگئی اس لئے وقتیہ فاسد ہوجائے گی ،اب پہلے فوت شدہ نماز پڑھے اس کے بعد ترتیب برقرار رکھنے کے لئے وقتیہ پڑھے۔

وجہ : (۱) حدیث یہ ہے۔ عن عبد الله بن عمر ان رسول الله ﷺ قال من نسی صلوة فلم یذکرها الا وهو

وقدرة المؤمی علی الرکوع والسجود (۵۲۶)وتذکّر فائتة لذی ترتیب (۵۲۷) واستخلاف من لا یصلح اماما (۵۲۸)وطلوع الشمس فی الفجر وزوالها فی العیدین ودخول وقت العصر فی الجمعة

مع الامام فلیصل مع الامام فاذا فرغ من صلوته فلیعد الصلوة التی نسی ثم لیعد الصلوة التی صلی مع الامام (سنن للبیھقی ، باب من ذکر صلوۃ وھو فی اخری، ج ثانی ،ص ۳۱۳ ،نمبر ۳۱۹۳ /دار قطنی ، باب الرجل یذکر صلوۃ وھو فی اُخری، ج اول ،ص ۴۰۰ ،نمبر ۱۵۴۴)اس حدیث میں ہے کہ امام کے ساتھ بھی وقتیہ نماز پڑھی ہے تو فائتہ قضا کرے۔ترتیب برقرار رکھنے کے لئے وقتیہ کو لوٹائے۔اس سے معلوم ہوا کہ فائتہ اور وقتیہ کے درمیان ترتیب واجب ہے(۲) فائتہ اور وقتیہ کے درمیان ترتیب برقرار رکھنے کی حدیث بخاری میں ہے۔ عن جابر قال جعل عمر یوم الخندق یسب کفارھم وقال یا رسول اللہ ! ما کدت اصلی العصر حتی غربت الشمس قال فنزلنا بطحان فصلی رسول اللہ ﷺ بعد ما غربت الشمس ثم صلی المغرب (بخاری شریف، باب قضاء الصلوات الاولی فالاولی ،ص ۸۴ نمبر ۵۹۸ /ترمذی شریف، باب ماجاء فی الرجل تفوتہ الصلوات بایتھن یبدأ ،ص ۴۳ ،نمبر ۱۷۹ /۱۸۰)اس حدیث میں عصر کی فائتہ پہلے پڑھی پھر مغرب کی وقتیہ پڑھی۔جس سے معلوم ہوا کہ فائتہ اور وقتیہ کے درمیان ترتیب ضروری ہے۔ورنہ تو مغرب کو مؤخر نہ کرتے۔(۳) اثر میں ہے۔ عن عامر وعن مغیرة عن ابراھیم قالا : اذا کنت فی صلوة العصر فذکرت أنک لم تصل الظھر فانصرف فصل الظھر ثم صل العصر . (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ۲۸۷، الرجل یذکر صلوۃ علیہ وھو فی اُخری، ج اول ،ص ۴۱۴ ،نمبر ۴۷۵۷) اس اثر میں ہے کہ پہلے فائتہ نماز پڑھے اسکے بعد وقتیہ نماز پڑھے۔

ترجمہ : (۵۲۷) خلیفہ بنالے ایسے امام کو جو امام بننے کا اہل نہیں ہے۔

تشریح : مثلا قاری امام تھا اس کو کوئی حدث لاحق ہوا اور اس نے امی کو امام بنایا تو نماز فاسد ہوگئی۔

وجہ : کیونکہ ادنی کی بنا اعلی پر ہوئی۔

ترجمہ (۵۲۸) نماز فجر میں آفتاب طلوع ہوجائے۔نماز عیدین میں زوال ہوجائے۔نماز جمعہ میں وقت عصر داخل ہوجائے۔

تشریح : نماز فجر میں آفتاب طلوع ہوگیا تو مکروہ وقت آنے کی وجہ سے نماز فاسد ہوگئی۔اسی طرح نماز عید میں زوال کا وقت آگیا تو مکروہ وقت آنے کی وجہ سے نماز فاسد ہوگئی۔اور یہی حال ہے کہ جمعہ کا وقت عصر کے وقت تک ہے۔اب عصر کا وقت آگیا تو جمعہ ٹوٹ کر ظہر لازم ہوگیا اس لئے جمعہ فاسد ہوگیا۔

وجہ : (۱) حدیث یہ ہے . سمعت عقبة بن عامر الجهنی یقول : ثلاث ساعات کان رسول اللہ ﷺ ینهانا أن نصلی فیهن ، أو أن نقبر فیهن موتانا : حین تطلع الشمس بازغة حتی ترتفع ، و حین یقوم قائم الظهیرة حتی تمیل الشمس ،و حین تضیّف الشمس للغروب حتی تغرب (مسلم شریف، باب الاوقات التی نھی عن الصلاۃ،

(۵۲۹)وسقوط الجبیرۃ عن برء وزوال عذر المعذور (۵۳۰) والحدث عمدا او بصنع غیرہ

ص۳۳۴،نمبر۸۳۱/۱۹۲۹/ابوداود شریف، باب الدفن عند طلوع الشمس وغروبھا،ص۴۶۶،نمبر۳۱۹۲/ترمذی شریف، باب ماجاء فی کراھیۃ الصلوۃ علی الجنازۃ،ص۲۴۹،نمبر۱۰۳۰)اس حدیث میں ہے کہ تین اوقات میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

اصول : اعلی کی بنا بہت ادنی پر نہیں ہوگی۔

ترجمہ : (۵۲۹) زخم اچھے ہونے سے پٹی گر پڑے۔معذور کا عذر زائل ہو جائے۔

تشریح : زخم ٹھیک ہونے سے پہلے پٹی پر مسح کر رہا تھا اور زخم ٹھیک ہونے کے بعد اس کو دھونا ہوگا جس کی وجہ سے اصل پر قادر ہونے کی وجہ سے طہارت ٹوٹ گئی اس لئے نماز فاسد ہوگی۔معذور عذر کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا اور درمیان نماز میں عذر زائل ہو گیا اس لئے اصل پر قادر ہو گیا، اس لئے نماز فاسد ہوگی۔

لغت : جبیرۃ: کھپچی، پٹی۔ برء: زخم ٹھیک ہونا۔

ترجمہ:(۵۳۰) جان کر خود سے یا دوسرے کے کرنے سے حدث کرے بیہوشی۔جنون۔نظر یا احتلام سے جنابت ہو۔

تشریح : یہاں اصول یہ ہے کہ جو حدث بار بار پیش آتا ہے، وہ بھول سے ہو گیا تو نماز نہیں ٹوٹے گی ،وضو کر کے بنا کر سکتا ہے۔اور جان کر حدث کیا، یا جو حدث کبھی کبھار پیش آتا ہے اس سے نماز ٹوٹ جائے گی۔تشریح مسئلہ یہ ہے۔بھول کر حدث کرے گا تو نماز فاسد نہیں ہوگی، وضو کر کے بنا کر سکتا ہے، لیکن جان کر خود سے حدث کرے ،یا کسی کے دھکا دینے سے حدث کرے، [بہر حال بھول سے نہ کرے] تو نماز فاسد ہو جائے گی، کیونکہ جان کر طہارت کو توڑا۔نماز میں بے ہوشی ہو جائے، یا جنون ہو جائے۔یا دیکھنے کی وجہ سے منی نکل جائے، یا احتلام کی وجہ سے منی نکل جائے تو طہارت ٹوٹ گئی اس لئے نماز فاسد ہوگی۔

وجہ : (۱) بھول کر حدث ہو تو نماز فاسد نہیں ہوگی وضو کر کے بنا کر سکتا ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔**عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ ﷺ: من اصابہ قیء او رعاف او قلس او مذی فلینصرف فلیتوضأ ثم لیبن علی صلوتہ وھو فی ذلک لا یتکلم** ۔(ابن ماجہ شریف، باب ماجاء فی البناء علی الصلوۃ ص۱۷۱،نمبر۱۲۲۱/دار قطنی ، باب فی الوضوء من الخارج من البدن کالرعاف الخ ،ج اول ،ص۱۶۰،نمبر۵۵۵)اس حدیث میں قی ،نکسیر کا پھوٹنا، مذی جیسے روز مرہ اور بار بار ہونے والے حدثوں سے بنا کرنے کے لئے کہا ہے۔(۲)اور جان کر حدث کرے تو نماز فاسد ہوگی اس کے لئے یہ حدیث ہے۔**علی بن طلق قال قال رسول اللہ ﷺ اذا فسا احدکم فی الصلوۃ فلینصرف فلیتوضأ ولیعد الصلوۃ** . (ابوداؤد شریف، باب اذا احدث فی الصلوۃ ،ص۱۵۱،نمبر۲۰۵)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جان کر حدث کیا تو نماز شروع سے پڑھنی چاہئے۔(۳) **عن ابراھیم فی صاحب القیء و الرعاف و القبلۃ : ینصرف فیتوضأ فان لم یتکلم بنی علی ما بقی و ان تکلم استأنف و کان یقول فی صاحب الغائط و البول : ینصرف فیتوضأ و یستقبل الصلوۃ** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ،

والاغماء والجنون والجنابة بنظر او احتلام (۵۳۱)ومحاذاۃ المشتھاۃ فی صلوۃ مطلقة مشترکة تحریمة فی مکان متّحد بلا حائل ونوٰی امامتھا(۵۳۲) وظھور عورۃ من سبقه الحدث ولو اضطرّ

۴۴۸، فی الذی یقی ءأو یرعف فی الصلوۃ، ج ثانی ص۱۲، نمبر ۵۹۱۰) اس اثر میں ہے کہ پیشاب اور پاخانہ جیسے حدث جو کبھی کبھار ہو تے ہیں ان میں شروع سے نماز پڑھے

اصول : جو حدث روز پیش آنے والا ہے، مثلا حدث ہونا، یا نکسیر پھوٹنا اس سے وضوٹو ٹا تو اس پر بنا کرسکتا ہے، حدیث میں اس کی وضاحت ہے، لیکن جو حدث کبھی کبھار پیش آتا ہے، مثلا جنابت ہونا، جنون ہونا، بیہوشی ہونا اس سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ یا جان کر حدث کیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

ترجمه : (۵۳۱) ایک جگہ میں بلا حائل نماز مشترکہ تحریمہ میں عورت مشتہات کا محاذی ہونا، اور امام نے اس کی امامت کی نیت بھی کی ہو۔

تشریح: عورت مرد کی بغل میں کھڑی ہو جائے اس سے مرد کی نماز فاسد ہو جائے یہ خلاف قیاس ہے۔اس لئے فاسد ہونے کے لئے چند شرطیں ہیں (۱) دونوں کی نماز ایک ہو (۲) بغیر پردہ کے عورت کھڑی ہو (۳) رکوع اور سجدہ والی نماز ہو (۴) عورت اہل شہوت ہو (۵) اور امام نے اس کی امامت کی نیت کی ہو تب مرد کی نماز فاسد ہوگی۔لیکن اگر امام نے عورت کی امامت کی نیت نہیں کی تو مرد کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔ یہ شرطیں لگانے کی

وجه : ایک حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ عورت سامنے ہو اور نماز میں اس پر ہاتھ لگ جائے تب بھی نماز نہیں ٹوٹے گی۔حدیث یہ ہے ۔**عن عائشة زوج النبی ﷺ انها قالت کنت انام بین یدی رسول الله ﷺ ورجلای فی قبلته فاذا سجد غمزنی فقبضت رجلی فاذا قام بسطتها .** (بخاری شریف، باب التطوع خلف المرأۃ ص ۷۳، نمبر ۵۱۳ر مسلم شریف، باب الاعتراض بین یدی المصلی ،ص ۱۹۷، نمبر ۱۱۴۵/۵۱۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت محاذات میں آجائے تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔اور دوسری حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ عورت سامنے آجائے تو نماز ٹوٹ جائے گی۔حدیث یہ ہے۔**عن ابی هریرۃ قال : قال رسول الله ﷺ : یقطع الصلوۃ المرأۃ ، و الحمار ، و الکلب ، و یقی ذالک مثل موء خرۃ الرحل۔**(مسلم شریف، باب قدر مایستر المصلی ،ص ۱۹۶، نمبر ۱۱۳۹/۵۱۱ر ابو داود شریف، باب مایقطع الصلوۃ ،ص ۱۱۱، نمبر ۷۰۲) اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ عورت کے سامنے آنے سے نماز ٹوٹ جائے گی ۔۔اسلئے حنفیہ نے درمیانی راستہ اختیار کیا کہ نماز میں عورت شریک ہو، اور درمیان میں کجاوے کی مثل کوئی حیلولت نہ ہو تب نماز ٹوٹے گی، اسلئے اوپر کی ساری شرطیں لگائی۔ اور اسکی تائید اس اثر سے ہوتی ہے۔ **اخبرنا ابو حنیفة عن حماد عن ابرهیم قال اذا صلت المرأۃ الی جانب الرجل وکانا فی صلوۃ واحدۃ فسدت صلوته .قال محمد و به ناخذ وهو قول ابی حنیفة۔**(کتاب الآثار لامام محمد، باب مایقطع

اليه ككشف المرأة ذراعها للوضوء (۵۳۳[الف])وقراء ته ذاهبا او عائدا للوضوء(۵۳۳[ب])

الصلوۃ،ص ۲۷،نمبر ۱۳۷)اس اثر میں ہے کہ نماز متحد ہوتب فاسد ہوگی۔

وجہ: (۱)مرد کا کام تھا کہ عورت کو نصیحت کر کے اس کو پیچھے کرتے لیکن اس نے ایسا نہیں کیا اس لئے اس کی نماز فاسد ہوگی (۲) عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ خیر صفوف الرجال اولها وشرها آخرها وخیر صفوف النساء آخرها و شرها اولها. (مسلم شریف، باب تسویۃ الصفوف واقامتھا وفضل الاول فالاول ص ۱۸۲ نمبر ۴۴۰)اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ مرد کو آگے کھڑا ہونا چاہئے اور عورتوں کو پیچھے صف میں کھڑا ہونا چاہئے۔لیکن وہ صف میں آ گئی اس لئے اس نے خلاف سنت کام کیا اس لئے نماز فاسد ہوگی۔(۳)عن عبادة بن نسی عن غضیب بن الحارث قال قلت لامیر المؤمنین : انا نبدو فان خرجت قررت و ان خرجت امراتی قرت قال فاقطع بینک و بینها بثوب ، ثم صل و لتصل، یعنی اقطع فی الخباء . (مصنف عبدالرزاق، باب الرجل والمرأۃ یصلیان احدھما بحذاء الآخر، ج ثانی،ص ۲۲،نمبر ۲۳۹۴)اس اثر سے معلوم ہوا کہ اصل بنیاد یہ ہے کہ دونوں کے درمیان کوئی موٹا کپڑا نہ ہو اور بالکل ساتھ کھڑی ہو جائے تو یہ ممکن ہے کہ مرد کو انتشار ہو جائے اور خروج مذی کا سبب بنے اس لئے مرد کی نماز فاسد کی۔ (۴) اخبرنا ابو حنیفة عن حماد عن ابرهیم قال اذا صلت المرأة الی جانب الرجل وکانا فی صلوة واحدة فسدت صلوته.قال محمد و به ناخذ وهو قول ابی حنیفة ۔(کتاب الآثار لامام محمد، باب ما یقطع الصلوۃ،ص ۲۷،نمبر ۱۳۷)اس اثر سے معلوم ہو کہ حضرت ابراہیم کا فتوی یہ تھا کہ بغیر پردہ کے مرد اور عورت ایک ساتھ کھڑے ہو جائیں اور دونوں ایک نماز میں مشترک ہوں تو مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

ترجمہ (۵۳۲) حدث پیش آنے والے کی شرمگاہ،ستر، کھل جائے اگر چہ مجبوراً ہو، جیسے عورت وضو کے لئے اپنے ہاتھ کھولے۔

تشریح : عقل کا تقاضا یہ ہے کہ بھول سے بھی حدث پیش آ جائے تو نماز ٹوٹ جائے ،لیکن حدیث کی وجہ سے یہ کہا گیا کہ وضو کر کے آئے اور پہلی نماز پر بنا کرے،لیکن شرط یہ ہے کہ اس حدث کے علاوہ نماز کے خلاف کوئی واقعہ پیش نہ آئے ، یا پانی تک جانے کی جتنی ضرورت ہے اتنا ہی جائے اس سے زیادہ جائے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی ، اب مسئلہ ہے کہ نماز میں عورت اپنا ستر نہ کھولے،مثلا بازو نہ کھولے،کلائی نہ کھولے ورنہ نماز فاسد ہو جائے گی،اس عورت کو حدث پیش آیا تھا اس لئے وضو کے لئے بازو کھولی ،یا کلائی کھولی تو نماز فاسد ہو جائے گی۔اگر چہ یہ مجبوری ہی میں کھولی۔

وجہ : کیونکہ حدیث میں بھول سے حدث پیش آنے کی گنجائش دی گئی تھی ، بازو کھولنے کی گنجائش نہیں دی گئی تھی۔

اصول : صرف بھول سے حدث پیش آنے میں بنا کی گنجائش دی گئی ہے اس سے زیادہ کی نہیں ،اور نہ عمدا حدث میں۔

ترجمہ : (۵۳۳[الف])وضو کے لئے جاتے آتے قرآن پڑھنا۔

تشریح : جتنی قرأت کرنی فرض تھی وہ پہلے نہیں کی اور بعد میں بھی نہیں کی اب حدث پیش آنے کے بعد وضو کے لئے جاتے

ومکثه قدر اداء رکن بعد سبق الحدث مستیقظا (۵۳۴)او مجاوزته ماء قریبا لغیره (۵۳۵)وخروجه من المسجد بظن الحدث ومجاوزته الصفوف فی غیره بظنه

اورآتے آیت پڑھی تو نماز فاسد ہوجائے گی ،اس لئے کہ حدث کی حالت میں اس قرات کرنے کا اعتبار نہیں ہے،اس لئے فرض قرأت چھوٹ گئی اس لئے نماز فاسد ہوگی۔

وجه : عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ: من اصابه قیء او رعاف او قلس او مذی فلینصرف فلیتوضأ ثم لیبن علی صلوته وهو فی ذلک لا یتکلم ۔(ابن ماجہ شریف، باب ما جاء فی البناء علی الصلوۃ،ص ۱۷۱،نمبر ۱۲۲۱/دار قطنی ، باب فی الوضوء من الخارج من البدن کالرعاف الخ، ج اول،ص ۱۶۰نمبر ۵۵۵) اس حدیث میں ,لا یتکلم ،سے اشارہ ہے کہ کوئی کلام بھی نہ کرے،اورآتے جاتے قرآن بھی نہ پڑھے۔

ترجمه : (۵۳۳[ب]) حدث پیش آنے کے بعد بیداری میں ایک رکن کے برابر ٹھہرے۔

تشریح : عقل کا تقاضا یہ ہے کہ حدث ہونے کے بعد نماز ٹوٹ جائے،اوروضو کے لئے جانے میں قبلہ سے سینہ پھیرے گا تو اور نماز ٹوٹ جانی چاہئے،اس لئے حدیث کی بنا پر بقدر ضرورت ہی گنجائش ملے گی،اس لئے حدث پیش آنے کے بعد بغیر مجبوری کے ایک رکن کے برابر ٹھہرا رہا تو نماز فاسد ہوجائے گی۔لیکن اگر کھڑا کھڑا سوگیا اور ایک رکن کے برابر ٹھہرا تو نماز فاسد نہیں ہوگی، کیونکہ سونے کی مجبوری ہے،اسی طرح بھیڑ تھی اس لئے دیر ہوئی، یا ناک کی نکسیر مسلسل بہہ رہی تھی اس لئے وضو کرنے میں دیر ہوئی تو نماز نہیں ٹوٹے گی اس لئے کہ مجبوری ہے۔

اصول : جتنی ضرورت ہے اتنی ہی گنجائش ملے گی۔

ترجمه : (۵۳۴)نزدیک پانی چھوڑ کر دور پانی کے لئے جائے۔

تشریح : وضو کرنے کے لئے نزدیک میں پانی موجود تھا اس کو پار کر کے دور میں وضو کرنے گیا تو نماز ٹوٹ جائے گی۔کیونکہ ضرورت سے زیادہ ٹھہرا رہا۔

ترجمه :(۵۳۵) حدث کے گمان سے مسجد سے باہر نکلا،اور مسجد کے علاوہ میں حدث کے گمان سے صفوں سے باہر نکل گیا۔

تشریح :حدث ہوا نہیں تھا لیکن حدث کے گمان سے مسجد سے باہر نکل گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔اور اگر مسجد کے علاوہ مثلا صحراء، یا میدان میں نماز پڑھ رہا ہے تو جتنی صفیں ہیں ان سے گزر کر باہر ہوجائے تو نماز فاسد ہوجائے گی،اور اگر ابھی صف کے درمیان تھا کہ یاد آیا کہ حدث نہیں ہوا ہے اور بنا کرلیا تو نماز ہوجائے گی۔

وجه : مسجد کے اندر اندر گویا کہ مجلس متحد ہے،اسی طرح صحراء اور میدان میں صف کے اندر اندر مجلس متحد ہے اس لئے اس کی گنجائش ہوگی۔

(۵۳٦) وانصرافه ظانّا انه غیر متوضّئ وانّ مدة مسحه انقضت او انّ علیه فائتة او نجاسة وان لم یخرج من المسجد (۵۳۷)وفتحه علی غیر امامه

اصـــول : اصلاح کی غرض سے قبلہ رخ سے منہ پھیرا ہو اور مجلس ایک ہو تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔ مسجد کی حدود، اور صف تک ایک مجلس ہے۔

تـرجـمـه : (۵۳٦) اس گمان سے کہ وضو والا نہیں ہے قبلے سے پھر گیا۔ یا اس گمان سے کہ مسح کی مدت ختم ہو گئی، یا اس گمان سے کہ اس پر فوت شدہ نماز ہے، یا اس پر نجاست ہے، اگر چہ مسجد سے نہ نکلا ہو۔[تب بھی نماز فاسد ہو جائے گی]

تشــریــح : ان مسئلوں میں اصول یہ ہے کہ۔ جو حدث بار بار پیش آتے ہیں، جیسے حدث ہونا، نکسیر پھوٹنا اس میں قبلے سے پھر جانے کی گنجائش ملے گی اس کے علاوہ میں نہیں۔ یہاں اس اصول پر ۴ مسئلے ہیں۔[۱] آدمی اس گمان میں قبلے سے پھر گیا کہ اس کو شروع سے وضو ہی نہیں ہے، چاہے وہ مسجد سے باہر نہ نکلا ہو، تو یہ حدث ہونا نہیں ہے جو بار بار پیش آتا ہو اس لئے اس میں نماز فاسد ہو جائے گی۔[۲] نماز میں یہ خیال ہوا کہ مدت مسح ختم ہو گئی اس لئے قبلے سے پھر گیا تو یہ بار بار پیش آنے والا حدث نہیں ہے۔[۳] آدمی صاحب ترتیب تھا نماز میں اس کو خیال آیا فوت شدہ نماز رہ گئی ہے اس لئے پہلے اس کو ادا کروں، اس خیال سے قبلے سے پھر گیا، بعد میں یاد آیا کہ فوت شدہ نماز اس کے ذمے نہیں ہے تو نماز فاسد ہو گئی اس لئے یہ واقعہ کبھی کبھار ہوتا ہے۔[۴] نماز میں یہ خیال ہوا کہ مجھ پر نجاست لگی ہوئی ہے جسکی بنا پر قبلے سے پھر گیا تو نماز ٹوٹ گئی اس لئے کہ یہ کبھی کبھار کا واقعہ ہے۔

ترجمه : (۵۳۷) اپنے امام کے سوا دوسرے کو لقمہ دینا۔

تشــــریــــح : اپنے امام کو لقمہ دینا تعلیم اور تعلم ہے اس لئے اس کی اجازت نہیں ہونی چاہئے، لیکن چونکہ اس سے اپنی نماز کی اصلاح ہے اس لئے اس کی اجازت دی گئی ہے، لیکن دوسرے آدمی کو لقمہ دینے میں اپنی نماز کی اصلاح نہیں ہے اور نہ اس کی ضرورت ہے اس لئے نماز فاسد ہو جائے گی۔

وجه : (۱) لقمہ دینے کی ممانعت ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن علیؓ قال قال رسول الله ﷺ : یا علی ! لا تفتح علی الامام فی الصلوة** ۔ (ابوداود شریف، باب النہی عن التلقین ص ۱۳۹، نمبر ۹۰۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ضرورت نہ ہو تو لقمہ نہیں دینا چاہئے۔(۲) **أن علیا قال : لا تفتح علی الامام قوم و هو یقرأ فانه کلام** ۔(مصنف عبد الرزاق، باب تلقینۃ الامام، ج ثانی، ص ۹۲، نمبر ۲۸۲۴) اس اثر سے معلوم ہوا کہ لقمہ دینا کلام کرنے کے درجے میں ہے اسلئے بلا ضرورت لقمہ نہیں دینا چاہئے۔(۳) مجبوری میں اپنے امام کو لقمہ دینے کی گنجائش اس حدیث میں ہے۔ **عن المسور بن یزید المالکی أن رسول الله ﷺ ۔قال یحیی ۔ و ربما قال: شهدت رسول الله ﷺ یقرأ فی الصلوة فترک**

(۵۳۸)والتكبير بنية الانتقال لصلوة اُخرىٰ غير صلوته(۵۳۹) اذا حصلت هذه المذكورات قبل

شيئاً لم يقرأه ، فقال له رجل : يا رسول الله! تركت آية كذا و كذا فقال رسول الله ﷺ :هلا ذكرتنيها ۔ (ابوداود شریف، باب الفتح علی الامام فی الصلوۃ،ص۱۳۹،نمبر۹۰۷)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنا امام بھول جائے تو اسکو لقمہ دیا جا سکتا ہے۔(۴)اثر میں ہے کہ لقمہ مانگے تو لقمہ دے۔ **عن ابی عبد الرحمن السلمی قال : اذا استطعمکم فأطعموہ ، يقول اذا تعايا فردوا عليه.** (مصنف عبدالرزاق، باب تلقینۃ الامام، ج ثانی،ص۹۳،نمبر۲۸۳۴رسنن بیہقی ،باب اذا حصر الامام لقن ،ج ثالث،ص۳۰۰،نمبر۵۷۹۲) اس اثر سے معلوم ہوا کہ لقمہ مانگے تو لقمہ دے ورنہ نہیں۔

ترجمہ :(۵۳۸)ایک نماز سے دوسری نماز کی طرف انتقال کی نیت سے تکبیر کہنا۔

تشریح : فرض نماز پڑھ رہا تھا اچانک خیال آیا کہ میں دوسرے وقت کا فرض پڑھ لوں اور اس ارادے سے اس نماز سے نکل کر دوسری نماز کی تکبیر کہہ لی تو پہلی نماز فاسد ہو جائے گی ،اب اس پر بنا نہیں کر سکتا۔ کیونکہ پہلی نماز کو توڑ چکا ہے، ہاں نماز پڑھ رہا تھا اور بھول سے سلام پھیر لیا اور پھر خیال آیا کہ ابھی پہلی نماز پوری نہیں ہوئی ہے اس لئے دوبارہ تکبیر کہہ لی تو پہلی نماز پر بنا کرنا جائز ہے، کیونکہ یہ عموم بلوی ہے۔

وجہ : (۱) کیونکہ اسکو چھوڑ کر دوسری نماز شروع کر دی تو دوسری نماز میں داخل ہونا اس وقت شمار کیا جائے گا جب پہلی نماز سے نکل جائے ،اسلئے پہلی نماز باطل ہو جائے گی۔(۲)اس حدیث میں اسکا اشارہ موجود ہے۔ **كان معاذ يصلى مع النبى ﷺ ثم يرجع فيؤمنا ....ثم جاء يؤم قومه فقرأ البقرة ، فاعتزل رجل من القوم فصلى ، فقيل نافقت يا فلان !** ۔(ابوداود شریف، باب تخفیف الصلوۃ،ص۱۲۳،نمبر۷۹۰)اس حدیث میں ایک صحابی نماز سے نکل گئے ،جس سے معلوم ہوا کہ آدمی نماز سے بالکل نکل جائے تو وہ نماز باطل ہو جاتی ہے۔ (۳)اور پہلی نماز میں بھول کر سلام پھیر دیا اور دوبارہ بنا کرنا چاہتا ہے تو کر سکتا ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔**عن ابی ھریرۃ أن رسول الله ﷺ انصرف من اثنتين ، فقال له ذو اليدين : أقصرت الصلوة أم نسيتَ يا رسول الله ؟ فقال رسول الله ﷺ : أصدق ذو اليدين ؟ فقال الناس : نعم ، فقام رسول الله ﷺ فصلى اثنتين أخريين ، ثم سلم ، ثم كبر ، فسجد مثل سجوده أو اطول** ۔(بخاری شریف،باب ھل یأ خذ الامام اذا شک بقول الناس ؟ ص۹۹ ،نمبر۷۱۴رابوداود شریف، باب السھو فی السجدتین ،ص۱۵۳،نمبر۱۰۰۸) اس حدیث میں اسی نماز کو دوبارہ شروع فرمایا تو پہلی نماز باقی رہی ۔۔درمیان نماز میں بات کی اس سے نماز ٹوٹی یا نہیں اسکی بحث پہلے گزر چکی ہے۔

ترجمہ : (۵۳۹)یہ تمام مذکورات اخیر قعدہ میں مقدار تشہد سے اگر پہلے حاصل ہوں تو مفسد صلوۃ ہوں گے۔

تشریح : درمیان میں حدث ہونے کے تمام صورتیں تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد پیش آئیں تو نماز پوری ہو جائے گی۔اور اس سے پہلے پیش آئی تو نماز ٹوٹ جائے گی۔

الجلوس الاخیر مقدار التشهد .(۵۴۰) ویُفسدها ایضا مدُّ الھمزة فی التکبیر (۵۴۱)وقراء ة ما لا یحفظه من مصحف

وجه : (۱) کیونکہ فرائض تو سارے پورے ہو چکے ہیں اب صرف سلام باقی ہے جو واجب ہے،اور درود شریف پڑھنا اور دعا پڑھنا باقی ہے جو سنت ہیں اس لئے نماز پوری ہو جائے گی۔(۲) حدیث یہ ہے۔عن عبد الله بن عمر ان رسول الله ﷺ قال اذا قضی الامام الصلوة وقعد فاحدث قبل ان یتکلم فقد تمت صلوته ومن کان خلفه ممن اتم الصلوة ۔(ابو داؤد شریف، باب الامام یحدث بعد یا یرفع رأسہ، ص۹۸، نمبر ۶۱۷ رترمذی شریف، باب ماجاء فی الرجل یحدث بعد التشھد، ص۹۲، نمبر ۴۰۸ ردار قطنی، باب من احدث قبل التسلیم فی آخر صلوتہ او احدث قبل تسلیم الامام فقد تمت صلوتہ ص۳۶۸ نمبر ۱۴۰۷)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد حدث کر دیا تو نماز پوری ہو گئی اس لئے اسکی نماز نقص کے ساتھ پوری ہو گئی اسلئے دوبارہ نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔(۳) اس حدیث میں ہے۔انّ رسول الله ﷺ اخذ بید عبد الله فعلمه التشھد فی الصلوة فذکر مثل دعاء حدیث الاعمش اذا قلت ھذا او قضیت ھذا فقد قضیت صلوتک ان شئت ان تقوم فقم وان شئت ان تقعد فاقعد ۔(ابوداؤد شریف، باب التشھد، ص۱۴۶، نمبر ۹۷۰)اس حدیث میں فرمایا گیا کہ تشہد کی مقدار بیٹھنے یا پڑھنے کے بعد نماز پوری ہو گئی۔

اصول: تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد خلیفہ کے بجائے اصل پر قدرت ہو گئی تو چونکہ تمام فرائض پورے ہو چکے ہیں اس لئے نماز پوری ہو گئی کمی کے ساتھ۔

ترجمه :(۵۴۰) اللہ اکبر کو الف ممدودہ سے پڑھنا۔

تشریح :,اللہ اکبر, میں اللہ کے شروع کے الف کو کھینچے گا تو,ٱاللہ اکبر, ہو جائے گا اور ترجمہ ہو گا کیا اللہ بڑا ہے،اس لئے نماز فاسد ہو جائے گی۔

ترجمه : (۵۴۱)بغیر یاد کے قرآن مجید کو دیکھ کر پڑھنا۔

تشریح :اگر قرآن یاد ہے اور اس کو دیکھ کر نماز میں پڑھ رہا ہے تو یہ ممکن ہے کہ یادداشت سے پڑھ رہا ہو قرآن کریم ویسے ہی کھلا رکھا ہو اس لئے نماز فاسد نہیں ہو گی،لیکن اگر یاد نہیں ہے اور قرآن کو دیکھ کر اس سے پڑھ رہا ہے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

وجه : اسکی دو وجہ بیان فرماتے ہیں(۱) ایک وجہ یہ ہے کہ قرآن سے پڑھنا اس سے تلقین کرنا ہے،یعنی اس سے لقمہ لینا ہے اور اس سے تعلیم اور تعلم کرنا ہے،اور پہلے گزر چکا ہے کہ اپنے مقتدی کے علاوہ سے لقمہ لینا صحیح نہیں ہے۔حدیث یہ ہے۔عن علیؓ قال قال رسول الله ﷺ : یا علی ! لا تفتح علی الامام فی الصلوة ۔ (ابوداود شریف، باب النھی عن التلقین، ص۱۳۹، نمبر ۹۰۸)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ضرورت نہ ہو تو لقمہ نہیں دینا چاہئے۔(۲) أن علیا قال : لا تفتح علی الامام قوم و

(۵۴۲) واداء رکن او امکانه مع کشف العورة او مع نجاسة مانعة (۵۴۳)ومسابقة المقتدی بر کن

هو یقرأ فانه کلام ۔(مصنف عبدالرزاق، باب تلقینۃ الامام، ج ثانی ص۹۲،نمبر۲۸۲۴) اس اثر میں ہے کہ اپنے امام کے علاوہ کولقمہ نہ دے کیونکہ وہ کلام کے درجے میں ہے،اورکلام سے نماز فاسد ہوجاتی ہے،اسلئے قرآن کو دیکھ کر قرأت کرنے سے نماز فاسد ہوجائے گی۔(۳) عن رفاعة بن رافع أن رسول الله ﷺ بینما ھو جالس فی المسجد یو ماً ....فان کان معک قرآن فاقرأ ، و الا فاحمد الله و کبره و هلله . (ترمذی شریف، باب ماجاء فی وصف الصلوۃ،ص۶۶،نمبر۳۰۲) (۴) عن عبد الله بن ابی أوفی قال : جاء رجل الی النبی ﷺ فقال : انی لا أستطیع أن أخذمن القرآن شیئاً فعلمنی ما یجزئنی منه فقال : قل سبحان الله و الحمد لله ۔(ابوداود شریف، باب ما یجزی الامی والاعجمی من القرأۃ،ص ۱۲۸،نمبر۸۳۲) ان دونوں حدیثوں میں ہے کہ قرآن زبانی یاد نہ ہوتو الحمد للہ پڑھواور تکبیر وغیرہ کہہ کر نماز پوری کرو۔یہاں آیت یاد نہ ہونے کی شکل میں تکبیر وغیرہ کہنے کے لئے کہا یہ نہیں کہا کہ قرآن دیکھ کر پڑھو جس سے معلوم ہوا قرآن دیکھ کر پڑھنا جائز نہیں ہے۔

ترجمہ : (۵۴۲) کشف عورت یا نجاست مانعہ کے ساتھ ایک رکن ادا کرنا یا ادا کرنا ممکن ہو۔

تشریح : ستر عورت کھلا اور فوراً ڈھانپ لیا تو نماز نہیں ٹوٹے گی، اسی طرح اتنی نجاست لگی کہ اس سے نماز نہیں ہوسکتی ہے، لیکن فوراً اس کو دور کردیا تو نماز نہیں ٹوٹے گی ،لیکن اگر اتنی دیر ستر کھلا رہا، یا نجاست لگی رہی کہ اس میں ایک رکن ادا کرسکتا ہو تو نماز فاسد ہوجائے گی۔۔ایک چھوٹا سا رکن سجدہ، تین مرتبہ ،سبحان اللہ، کہنے سے ادا ہوتا ہے۔

ترجمہ : (۵۴۳) امام سے پہلے مقتدی کوئی رکن ادا کرلیوے کہ امام اس رکن میں اس کا شریک نہ ہو۔

تشریح : مثلا مقتدی نے امام سے پہلے رکوع کرلیا،اور امام کے رکوع میں جانے سے پہلے مقتدی نے سر اٹھا لیا،جسکی وجہ سے مقتدی امام کے ساتھ پورے رکن میں شریک نہیں رہا تو مقتدی کی نماز فاسد ہوجائے گی۔

وجہ : (۱)اس حدیث میں ہے۔عن انس ان النبی ﷺ حضهم علی الصلاة و نهاهم ان ینصرفوا قبل انصرافه من الصلاة ۔(ابوداود شریف، باب فیمن ینصرف قبل الامام،ص۱۰۱،نمبر۶۲۴)اس حدیث میں ہے کہ امام سے پہلے نماز سے نہ نکلے۔(۲)عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ اما یخشی او الا یخشی احدکم اذا رفع رأسه و الامام ساجد ان یحول الله رأسه رأس حمار او صورته صورة حمار ۔(ابوداود شریف، باب التشدید فیمن یرفع قبل الامام او یضع قبلہ،ص۱۰۱،نمبر۶۲۳) اس حدیث میں ہے کہ امام سے پہلے سر نہ اٹھائے ۔(۳) اس حدیث میں ہے کہ امام کی متابعت کرو۔عن انس بن مالکؓ .....و قال انما جعل الامام لیؤتم به فاذا کبر فکبروا و اذا رکع فارکعوا و اذا رفع فارفعوا ۔(بخاری شریف، باب صلاۃ القاعد،ص۱۷۸،نمبر۱۱۱۴رمسلم شریف، باب ائتمام المأموم بالامام،ص۱۷۴،نمبر ۹۲۱/۴۱۱)اس حدیث میں ہے کہ امام کے ساتھ تکبیر کہو

لم یشارکہ فیہ امامہ (۵۴۴)و متابعة الامام فی سجود السھو للمسبوق(۵۴۵) وعدم اعادة الجلوس الاخیر بعد اداء سجدة صلبیّة تذکّرھا بعد الجلوس(۵۴۶) وعدم اعادة رکن ادّاہ نائما(۵۴۷) وقھقھة امام المسبوق وحدثہ العمد بعد الجلوس الاخیر

ترجمہ : (۵۴۴)مسبوق سجدہ سہو میں امام کی متابعت کرلے۔

تشریح : اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ،امام نے سلام پھیر دیا اس کے بعد مسبوق اپنی باقی نماز پوری کرنے کے لئے اٹھا اور ایک رکعت کا سجدہ بھی کرلیا،جسکی وجہ سے مسبوق اب امام سے بالکل الگ ہوگیا،اس کے بعد امام کو سہو یاد آیا اور سجدہ سہو کیا اور اس مسبوق نے بھی امام کی اتباع کی تو اس کی نماز فاسد ہوجائے گی، کیونکہ مسبوق کے سجدہ کرنے کے بعد امام اب اس کا امام نہیں رہا، اجنبی ہوگیا اس لئے اجنبی کی اقتداء کرنے کی وجہ سے نماز فاسد ہوجائے گی۔لیکن اگلی رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے تک امام کی اتباع میں سجدہ سہو کیا تو نماز فاسد نہیں ہوگی، کیونکہ یہ ابھی تک اس کا امام ہے۔

ترجمہ : (۵۴۵) قعدہ آخیرہ کو نہ لوٹائے اس کے بعد کہ صلبی سجدہ ادا کیا جو قعدہ آخیرہ کے بعد یاد آیا۔

تشریح : قعدہ آخیرہ میں یاد آیا کہ کسی رکعت کا اصلی سجدہ باقی رہ گیا ہے،اس نے اصلی سجدہ کیا،اور دوبارہ قعدہ آخیرہ کئے بغیر سلام پھیر دیا تو نماز فاسد ہوجائے گی

وجہ : کیونکہ قعدہ آخیرہ بالکل آخیر میں ہونا چاہئے،اور یہاں رکعت کا سجدہ آخیر میں ہوگیا اور اس کے بعد قعدہ نہیں کیا جو فرض ہے تو گویا کہ فرض چھوڑ دیا اس لئے نماز فاسد ہوجائے گی۔

لغت : سجدۃ صلبیۃ: رکعت کا سجدہ۔دوسرا ہے سجدہ سہو،تیسرا ہے سجدہ تلاوت۔

ترجمہ : (۵۴۶) نیند میں رکن ادا کئے ہوئے کا اعادہ نہ کرنا۔

تشریح : جو رکن سوئے ہوئے میں ادا کیا اس کا اعتبار نہیں ہے،اس لئے بیدار ہونے کے بعد اس کو ادا نہیں کیا تو وہ فرض چھوڑ دیا اس لئے نماز فاسد ہوجائے گی۔

ترجمہ : (۵۴۷) مسبوق کے امام کا قاعدہ اخیرہ کے بعد قہقہہ لگانا،یا جان کر حدث کرنا۔

تشریح : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ قعدہ اخیرہ سے پہلے جان کر حدث کر دیا تو نماز فاسد ہوجائے گی،اور قعدہ اخیرہ کے بعد حدث کیا تو نماز کراہیت کے ساتھ پوری ہوجائے گی۔صورت مسئلہ یہ ہے کہ۔قعدہ اخیرہ کے بعد مسبوق کے امام نے قہقہہ لگا دیا یا جان کر حدث کر دیا تو اس کی نماز کراہیت کے ساتھ پوری ہوجائے گی کیونکہ اب کوئی فرض باقی نہیں رہا،لیکن مسبوق کی نماز ابھی بیچ میں ہے،اس کو ابھی ایک رکعت اور پڑھنی ہے اس لئے اس کی نماز فاسد ہوجائے گی۔

(۵۴۸) والسلام علی رأس رکعتین فی غیر الثنائیّة ظانّا انه مسافرا وانّها الجمعة او انّها التراویح

وجه : (۱) اسکی وجہ یہ ہے کہ امام نے جب حدث کیا تو امام کی نماز بھی فاسد ہوگئی تھی لیکن تمام فرائض پورے ہو گئے تھے اسلئے دوبارہ بناء کرنے کی ضرورت نہیں رہی، اسلئے نقص کے ساتھ نماز پوری سمجھ لی گئی۔ لیکن مسبوق کی نماز ابھی باقی ہے اور اسکے فرائض بھی باقی ہیں اور اسکے درمیان ہی میں امام نے حدث کر دیا تو حقیقت میں امام کی نماز فاسد ہونے کی وجہ سے اس مسبوق کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی۔ (۲) اس حدیث کے اشارے سے بھی پتہ چلتا ہے کہ جس نے اول نماز نہیں پائی اسکی نماز فاسد ہو جائے گی۔ حدیث یہ ہے۔ عن عبد اللہ بن عمر و قال : قال رسول اللہ ﷺ : اذا أحدث الامام بعد ما یرفع رأسه من آخر سجدة و استوی جالساً تمت صلوته، و صلوة من خلفه ممن ائتم به ممن أدرک أول الصلوة ۔ (دار قطنی، باب من أحدث قبل التسلیم، ج اول، ص ۳۶۸، نمبر ۱۴۰۹) اس حدیث میں ہے کہ جو شروع نماز سے ہے اسکی نماز بھی پوری ہو جائے گی۔ اسکا مفہوم مخالف یہ ہے کہ جس نے شروع نماز نہیں پائی اسکی نماز فاسد ہو جائے گی۔ ۔ حدث سے نماز فاسد ہو جائے اسکے لئے حدیث یہ ہے۔ عن علی بن طلق قال قال رسول اللہ ﷺ اذا فساء احدکم فی الصلوة فلینصرف فلیتوضأ و لیعد الصلوة ۔ (ابوداؤد شریف، باب اذا احدث فی الصلوة، ص ۱۵۱ نمبر ۲۰۵) اس حدیث میں ہے کہ نماز میں حدث ہو جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور قہقہہ مارنے سے نماز ٹوٹ جائے گی اور وضو بھی ٹوٹ جائے گا اسکے لئے حدیث یہ ہے۔ عن عمران بن حصین قال : سمعت رسول اللہ ﷺ یقول : من ضحک فی الصلوة قرقرة فلیعد الوضوء و الصلوة ۔ (دار قطنی، باب أحادیث القهقهة فی الصلوة وعللها، ج اول، ص ۱۷۲، نمبر ۶۰۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قہقہہ مار کر ہنسے گا تو نماز بھی ٹوٹے گی اور وضو بھی ٹوٹ جائے گا۔

ترجمہ : (۵۴۸) دو رکعت سے زیادہ نمازوں میں دو ہی رکعت پر سلام پھیر دینا یہ گمان کرتے ہوئے کہ وہ مسافر ہے، یا یہ کہ وہ جمعہ ہے، یا تراویح ہے حالانکہ وہ عشاء کی نماز تھی، یا ابھی ابھی مسلمان ہوا تھا اس لئے گمان کیا کہ دو ہی رکعت فرض ہے۔

تشریح : یہاں اصول الگ الگ ہیں [۱] اگر بھول کر دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو قبلے سے سینہ پھرنے، اور بات کرنے، یا حدث کرنے سے پہلے پہلے تک بنا کر سکتا ہے، مثلا ظہر کی نماز تھی اور بھول سے دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو سینہ پھرنے اور بات کرنے، یا حدث کرنے سے پہلے پہلے تک بنا کرے اور مزید دو رکعت ملا کر سجدہ سہو کرے اور نماز پوری کر لے۔ [۲] لیکن اگر بھول کر سلام نہیں پھیرا بلکہ مسافر سمجھ کر یا جمعہ سمجھ کر، یا یہ سمجھا کہ تراویح کی نماز ہے حالانکہ وہ عشاء کی نماز تھی، اور جان کر سلام پھیر دیا تو اب نماز ٹوٹ گئی، بنا نہیں کر سکتا۔ اسی طرح نو مسلم تھا، اس کو معلوم نہیں تھا کہ ظہر کی چار رکعت ہوتی ہے اس لئے اس نے دو رکعت ہی پر سلام پھیر دیا تو اب بنا نہیں کر سکتا۔

وجہ : (۱) یہاں بھول کر سلام نہیں پھیرا ہے بلکہ جان کر مکمل انقطاع کی نیت سے سلام پھیرا ہے، اس لئے بنا نہیں کر سکتا۔ (۲)

وھی العشاء او کان قریب عھد بالاسلام فظنّ الفرض رکعتین

بھول کر سلام پھیرے تو بنا کر سکتا ہے، اس کے لئے حدیث یہ ہے ۔**عن ابی ھریرۃؓ قال صلی بنا النبی ﷺ الظھر او العصر فسلم فقال لہ ذو الیدین : الصلاۃ یا رسول اللہ أنقضت ؟ فقال النبی ﷺ لاصحابہ احق ما یقول ؟ قالوا نعم فصلی رکعتین اخریین ثم سجد سجدتین** ۔(بخاری شریف، باب اذا سلم فی رکعتین ،ص ۱۹۶، نمبر ۱۲۲۷) اس حدیث میں ہے کہ بھول سے دو رکعت پر سلام کر دیا تو دوبارہ اس پر بنا کیا۔

اصول : بھول کر سلام پھیرے تو بنا کر سکتا ہے۔ جان کر سلام پھیرے تو بنا نہیں کر سکتا۔

﴿باب زلة القاری﴾

(۵۴۹) قال المحشی لما رأیت مسائل زلة القاری من اهم ما یجب العلم بها و الناس عنها غافلون ووجدت ما فی الطحطاوی علی المراقی اوفی ما فی هذا البحث الحقة بهذا الکتاب مراعاة لمن سلک طریق الهدی و اجتنب سبل الهوی لیکون واقیا لی من النیران ووسیلة الی الجنان ورجحانا فی المیزانی عند خفة المیزان و علیه التکلان قال

﴿تکمیل﴾

[۱]زلة القاری من اهم المسائل، و هی مبنیة علی قواعد ناشئة من الاختلافات لا کما توهم انه لیس له القاعدة تبنی علیها ..[۲]فالاصل فیها عند الامام و محمد رحمهما الله تعالی تغیر المعنی تغیرا

﴿قرأت کی غلطیاں﴾

نوٹ : فقہ کی مروج کتابوں میں قرأت کے بارے میں مسئلہ لکھا ہوا نہیں ہے، صرف نور الایضاح کے حاشیہ میں طحطاوی کے حوالے سے کچھ مسئلے ہیں، میں نے چاہا کہ اس کی پوری وضاحت کردی جائے تا کہ طلبہ کو کام آئے۔ثمیر الدین قاسمی غفرلہ

(۵۴۹) محشی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ قرأت کی غلطیوں کے مسائل بہت اہم ہیں جنکو جاننا چاہئے، اور لوگ ان سے غافل ہیں، مراقی الفلاح پر جو طحطاوی ہے اس کو دیکھا کہ اس بحث کے بارے میں بہت کافی ہے، اس لئے اس کو اس کتاب کے ساتھ ملا دیا، جو ہدایت کے راستے پر چلنا چاہتے ہیں انکی رعایت کرتے ہوئے، اور خواہش کے راستے سے پرہیز کیا تا کہ آگ سے بچانے والے ہو جائے اور جنت کا وسیلہ بن جائے، اور میزان کے ہلکا ہوتے وقت بھاری ہونے کا ذریعہ بنے، اور اللہ تعالی ہی پر بھروسہ ہے۔

ترجمہ :[۱] زلۃ القاری (یعنی قرأت کرنے والے کی غلطیوں) کے احکام اہم مسائل میں سے ہیں ان کا دار مدار کچھ قاعدوں پر ہے جو علماء کے اختلاف سے پیدا ہوا ہے، ایسا نہیں ہے جیسا کہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ قرأت میں غلطی کے لئے کوئی قاعدہ نہیں ہے

تشریح :قرأت میں غلطیوں کا مسئلہ اہم ہے، اور اس کا مدار کچھ قاعدوں پر ہے۔ علماء کے درمیان اختلاف ہوا ہے، اس لئے دونوں کے قاعدے الگ الگ ہو گئے۔

ترجمہ [۲] اس میں امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کا اصول یہ ہے کہ معنی بہت بدل جائے تو نماز فاسد ہوگی ورنہ نہیں، چاہے وہ لفظ قرآن میں موجود ہو یا نہ ہو۔

تشریح : امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کا اصول یہ ہے کہ لفظ کے تبدیل سے یا قرأت کی تبدیلی سے، یا اعراب کی تبدیل سے معنی بہت بدل گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی، اور معنی نہیں بدلا تو نماز فاسد نہیں ہوگی، چاہے وہ لفظ قرآن میں ہو یا نہ ہو۔ یہ اختلاف اس

فاحشا وعدمه للفساد و عدمه مطلقا سواء كان اللفظ موجودا فی القرآن او لم يكن ،[۳] و عند ابی يوسفؒ ان كان اللفظ نظيره موجود ا فی القراٰن لا تفسد مطلقا تغير المعنی تغيرا فاحشا او لا ، و ان لم يكن موجودا فی القراٰن تفسد مطلقا [۴] و لا يعتبر الاعراب اصلا ، [۵]و محل الاختلاف فی الخطاء و النسيان ، اما فی العمد فتفسد به مطلقا بالاتفاق اذا كان مما يفسد الصلوة ،[٦] اما اذا كان ثناءً فلا تفسد و لو تعمد ذالک ، افاده ابن امير الحاج ،

صورت میں ہے جبکہ بھول کر غلطی ہوئی ہو، لیکن جان بوجھ کر غلطی کی ہے تو معنی کے بدلنے سے تینوں اماموں کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی

ترجمه : [۳]امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ ہے کہ لفظ کے مثل قرآن میں موجود ہو تو نماز بالکل فاسد نہیں ہوگی چاہے بہت معنی بدلا ہو یا نہ بدلا ہو، اور اگر قرآن میں موجود نہ ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

تشریح :امام ابو یوسفؒ کا اصول یہ ہے کہ لفظ کی تبدیل کی یا اعراب کی تبدیل کی یا قرأت میں خامی آئی، اور ایسا لفظ بن گیا کہ وہ قرآن میں ہے تو نماز فاسد نہیں ہوگی، چاہے معنی کتنا ہی بدل جائے۔

ترجمه : [۴]اعراب کا بالکل اعتبار نہیں ہے۔

تشریح : اعراب کے اعتبار سے پیش کے بجائے زبر ہو گیا، یا زیر ہو گیا تو اس کا اعتبار نہیں ہے اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی۔

ترجمه :[۵]اختلاف کا محل غلطی اور بھول ہے، پس اگر جان کر کیا تو بالاتفاق نماز فاسد ہوگی، اگر اس سے نماز فاسد ہوتی ہو۔

تشریح : جان کر الفاظ کی تبدیلی کی تو سب کے نزدیک نماز فاسد ہوگی، یہ اختلاف بھول کر غلطی کرنے میں ہے۔

ترجمه :[٦]اگر حمد وثنا ہو جائے تو نماز فاسد نہیں ہوگی، ابن امیر الحاج نے یہی فرمایا۔

تشریح :الفاظ کی تبدیل سے، یا اعراب کی بدلنے سے اللہ تعالی کے حمد وثنا کا معنی بن گیا تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی۔ کیونکہ اس میں کوئی قباحت نہیں ہوئی، علامہ ابن امیر الحاج نے یہی فرمایا۔

اصول :امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کا اصول یہ ہے کہ تبدیل سے بہت زیادہ معنی بدل جائے تو نماز فاسد ہوگی، ورنہ نہیں

اصول :امام ابو یوسفؒ کا اصول یہ ہے کہ تبدیل کے بعد جو لفظ بنا ہے اگر وہ قرآن میں ہے تو نماز فاسد نہیں ہوگی، چاہے کتنا ہی معنی بدلا ہو۔

﴿و فی هذا الفصل مسائل ﴾

[٧](الاولی) الخطاء فی الاعراب و یدخل فیه تخفیف المشدد و عکسه ، و قصر الممدود و عکسه ، و فک المدغم و عکسه ، فان لم یتغیر به المعنی لا تفسد به صلوته بالاجماع کما فی المضمرات ، [٨]و اذا تغیر المعنی نحو ان یقرأ : و اذا بتلی ابراھیمُ ربَه ، برفع ابراھیم و نصب ربه ، فالصحیح عنھما الفساد [٩]و علی قیاس قول ابی یوسفؒ لاتفسد لانه لا یعتبر الاعراب ، و به یفتی .واجمع المتأخرون کمحمدبن مقاتل و محمد بن سلام و اسماعیل الزاھد وابی بکر سعید

﴿اس فصل میں چند مسئلے ہیں﴾

ترجمہ : [٧] پہلامسئلہ:۔اعراب میں غلطی ہو،مشدد والے لفظ کوتخفیف پڑھ دے،یااس کاالٹا کردے[تخفیف والے لفظ کو مشدد پڑھ دے]۔قصر کو مد کردے،یامد کوقصر کردے۔ادغام کوفک ادغام کردے۔یااسکاالٹا،یعنی فک ادغام کوادغام کردے۔،پس اگراس سے معنی نہ بدلےتو بالاجماع نماز فاسد نہیں ہوگی۔کتاب مضمرات، میں ایسا ہی لکھا ہے۔

تشریح :یہاں چھ صورتیں ہیں[١]مشدد والا لفظ تھا اس کوتخفیف پڑھ دیا[٢]تخفیف والا لفظ تھا اس کومشدد پڑھ دیا۔[٣]مدوالا لفظ تھا اس کوقصر پڑھ دیا۔[٤]قصر والا لفظ تھا اس کو مد پڑھ دیا۔[٤]ادغام والا لفظ تھا اس کوبغیرادغام کے فک ادغام پڑھ دیا[٦]یا فک ادغام والا لفظ تھا اس کوادغام کرکے پڑھ دیا۔اوراس سے معنی نہیں بدلا تو بالاتفاق نما فاسد نہیں ہوگی۔اس لئے کہ معنی نہیں بدلا تو کوئی حرج نہیں ہوااس لئے نماز فاسد نہیں ہوگی۔

ترجمہ: [٨]اگراعراب کی تبدیل سے معنی بدل گیا،جیسے﴿ اذا ابتلی ابراھیمُ ربَه ﴾ابراہیم کورفع کے ساتھ اور ربہ کونصب کے ساتھ پڑھ دیا،توامام ابوحنیفہؒ اورامام محمدؒ کے نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ نماز فاسد ہوجائے گی۔

تشریح :اعراب کے بدلنے سے معنی بالکل الٹ گیا جیسے اصل عبارت تھی﴿ اذا ابتلی ابراھیمَ ربُه ﴾ (آیت١٢٤،سورۃ البقرۃ٢) کہ حضرت ابراہیمؑ کواس کے رب نے آزمایااور پڑھ دیا ﴿ اذا ابتلی ابراھیمُ ربَه ﴾ (آیت١٢٤،سورۃ البقرۃ٢) ابراہیم پر رفع پڑھ دیااوراس کو فاعل بنادیا،اوررب کومفعول بنادیااور ترجمہ یہ ہوا کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے رب کوآزمایا، توامام ابو حنیفہؒ اورامام محمدؒ کے نزدیک نماز فاسد ہوجائے گی،کیونکہ معنی بالکل بدل گیااور کفر کی حدتک پہنچ گیا۔ اس لئے نماز فاسد ہوگی۔

ترجمہ :[٩] حضرت امام ابویوسفؒ کے قاعدے پرنماز فاسد نہیں ہوگی،کیونکہ وہ اعراب کااعتبار نہیں کرتے ہیں۔اسی پرفتوی دیا جاتا ہے۔چنانچہ محمد بن مقاتلؒ،محمد بن سلامؒ،اسماعیلؒ،زاہدؒ،ابوبکرؒ،سعید بلخیؒ،ہندوانی بن فضلؒ اورحلوائیؒ جیسے حضرات متأخرین کا فتوی یہی ہے کہ اعراب کی غلطی سے کبھی بھی نماز فاسد نہیں ہوتی،اگرچہ وہ غلطی ایسی ہی کیوں نہ ہو جس پرعقیدہ جمالینا کفر ہوتا

البلخی و الهندوانی و ابن الفضل و الحلوانی علی ان الخطاء فی الاعراب لا یفسد مطلقا و ان کان مما اعتقاده کفر لان اکثر الناس لا یمیزون بین وجوه الاعراب ، و فی اختیار الصواب فی الاعراب ایقاع الناس فی الحرج و هو مرفوع شرعا [۱۰] و علی هذا مشی فی الخلاصة ، فقال :و فی النوازل لا تفسد فی الکل ، و به یفتی ، [۱۱]و ینبغی ان یکون هذا فی ما اذا کان خطاءً او غلطا وهو لا یعلم او تعمد ذالک مع ما لا یغیر المعنی کثیرا , کنصب ,الرحمن، فی قوله تعالی :

ہو۔ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ عوام الناس اعراب کی صورتوں میں تمیز نہیں کر سکتے ،لہذا صحت اعراب کی قید لگانے میں عوام پر غیر قابل برداشت تنگی ہے جس کو شریعت نے اٹھا دیا ہے۔

تشریح :امام ابو یوسفؒ کے قاعدے پر یہ ہوگا کہ اعراب کی تبدیل سے چاہے ایسا معنی پیدا ہو جاتا ہو جس سے کفر لازم آتا ہو پھر بھی نماز فاسد نہیں ہوگی ، کیونکہ اکثر عوام کو یہ پتہ ہی نہیں ہوتا کہ اعراب کی تبدیلی سے کیا معنی پیدا ہوا،اور نہ وہ اس کی رعایت کر پاتے ہیں اس لئے ان پر اعراب کی صحت کی قید لگانا تکلیف مالا یطاق ہے،اس لئے اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی ۔۔اوپر کے بہت سے بزرگوں نے اسی پر فتوی دیا ہے۔

اصول: امام ابوحنیفہؒامام محمدؒ کے یہاں اعراب کی تبدیل سے معنی بالکل بدل جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

اصول : اگر قرآن میں وہ لفظ موجود ہو تو امام ابو یوسف کے یہاں اعراب کی تبدیل سے معنی بالکل بدل جائے تب بھی نماز فاسد نہیں ہوگی۔

ترجمہ [۱۰]علامہ طحطاویؒ فرماتے ہیں کہ خلاصہ کتاب میں بھی اسی مسلک کو اختیار کیا ہے،چنانچہ صاحب خلاصہ کا ارشاد ہے: **وفی النوازل لا تفسد فی الکل و به یفتی** یعنی نوازل (کتاب کا نام ہے) میں ہے کہ ان تمام صورتوں میں نماز فاسد نہیں ہوتی ،اسی پر فتوی ہے۔

تشریح : علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ خلاصہ کتاب میں اسی مسلک کو اختیار کیا گیا ہے کہ اعراب کی غلطی سے نماز فاسد نہیں ہوگی

ترجمہ :[۱۱]مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اس قول کی توضیح میں خطا یا نادانستہ غلطی کی شرط لگائی جائے ،یعنی نماز اس صورت میں فاسد نہ ہوگی کہ جب نادانستہ طور پر اعراب میں غلطی ہوگئی ، یا اگر قصداً اعراب غلط پڑھا تھا تو اس غلط اعراب سے معنی میں زیادہ تبدیلی نہیں ہوئی تھی جیسے کہ **الرحمن علی العرش استوی** (آیت ۵ ،سورۃ طہ ۲۰) میں رحمٰن کے نون پر پیش کے بجائے زبر پڑھا جائے۔لیکن اگر قصداً غلط اعراب پڑھا جائے اور غلطی بھی ایسی ہو جس سے معنی میں بہت زیادہ تبدیلی ہو جائے یا ایسے معنی پیدا ہوں جن کا عقیدہ کفر ہے تو ایسی صورت میں فسادِ نماز کا حکم تو کم سے کم درجہ ہے۔

الرحمنَ علی العرش استوی ، اما لو تعمد مع ما یغیر المعنی کثیرا او یکون اعتقادہ کفرا فالفساد حینئذ اقل الاحوال ، و [۱۲]المفتی به قول ابی یوسف ، [۱۳] و اما تخفیف المشدد کما لو قرأ : ایاک نعبد ، او ,رب العالمین، بالتخفیف ، فقال المتاخرون لا تفسد مطلقا من غیر استثناء علی المختار لان ترک المد و التشدید بمنزلة الخطاء فی الاعراب ، کما قال قاضی خان و هو الاصح کما فی المضمرات ، و کذا نص فی الذخیرة علی انه الاصح کما فی ابن امیر الحاج ،[۱۴] و حکم تشدید المخفف کحکم عکسه فی الخلاف ، و التفصیل ، و کذا اظهار المدغم و عکسه فالکل نوع واحد کما فی الحلبی .

تشریح :مصنف فرماتے ہیں کہ اعراب کی غلطی جان کر کرے اور معنی اتنا بدل جائے کہ اس کا اعتقاد کفر ہو جائے تو نماز فاسد ہونی چاہئے ، یہ کم سے کم درجہ ہے۔ ہاں بھول کر اعراب کی غلطی کرے، یا جان کر اعراب کی غلطی کرے اور اس سے معنی میں کوئی زیادہ تبدیلی نہ ہوئی ہو تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی، اس کی ایک مثال دی کہ **الرحمنَ علی العرش استوی** (آیت ۵، سورۃ طہٰ ۲۰) الرحمٰن پر پیش پڑھنا چاہئے کیونکہ وہ استوی کا فاعل ہے، لیکن جان کر زبر پڑھ دیا تو اس سے کوئی زیادہ معنی نہیں بدلا اس لئے نماز فاسد نہیں ہوگی۔

ترجمہ : [۱۲] بہر حال امام ابو یوسفؒ کے قول پر فتوی ہے،

تشریح :بہر حال امام ابو یوسفؒ کے قول پر فتوی ہے کہ بھول کر اعراب غلط پڑھ دیا، یا جان کر غلط پڑھا لیکن معنی میں کوئی زیادہ تبدیلی نہیں ہوئی تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔

ترجمہ :[۱۳] بہر حال مشدد کی تخفیف، جیسے '' **ایاک نعبد** ''یا'' **رب العلمین** '' تشدید کے بغیر، پڑھے تو متأخرین نے فرمایا کہ مختار مذہب یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوگی، اس لئے کہ مد کو چھوڑنا اور تشدید کو چھوڑنا اعراب میں غلطی کی طرح ہے، جیسا کہ قاضی خان نے کہا اور وہی صحیح ہے، جیسا کہ صاحب مضمرات نے کہا اور اسی طرح صاحب ذخیرہ نے تصریح کی کہ یہ صحیح ہے جیسا کہ ابن امیر الحاج نے کہا۔

تشریح : جس لفظ پر تشدید پڑھنا چاہئے اس کو تخفیف پڑھ دیا، مثلا ایاک نعبد میں تشدید پڑھنا چاہئے، اس کو تخفیف پڑھ دیا۔ یا رب العالمین، پر تشدید پڑھنا چاہئے اس کو تخفیف پڑھ دیا تو یہ اعراب کی غلطی کی طرح ہے اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی۔ حضرت قاضی خان نے، مضمرات نے، ذخیرہ نے اور ابن امیر الحاج نے یہی کہا ہے۔۔ یہ چار کتابوں کے نام ہیں۔

ترجمہ :[۱۴] مخفف کو مشدد پڑھنے کا بھی یہی حکم ہے جو مشدد کو مخفف پڑھنے کا ہے۔ ایسے ہی ادغام کو ظاہر کرنا، اور اس کا الٹا یعنی

﴿المسئلة الثانية﴾

[۱۵]فی الوقف و الابتداء فی غیر موضعهما ، فان لم یتغیر به المعنی لا تفسد بالاجماع من المتقدمین و المتأخرین ، و ان تغیر المعنی ففیه اختلاف و الفتوی علی عدم الفساد بکل حال و هو قول عامة علمائنا المتأخرین لان فی مراعات الوقف و الوصل ایقاع الناس فی الحرج لا سیما العوام ، و الحرج مرفوع کما فی الذخیرة و السراجیة و النصاب ، و فیه ایضا لو ترک الوقف فی جمیع

ظاہر کو ادغام کرنا، یہ تمام صورتیں ایک ہی قسم کی غلطی ہے۔ جیسا کہ حلبی کتاب میں ہے۔

تشریح : یہ مسئلہ اوپر آ چکا ہے، لیکن خلاصہ کے حوالے سے دوبارہ لا رہے ہیں۔ کہ [۱] لفظ مخفف تھا اس کو تشدید پڑھ دیا۔ [۲] یا لفظ مشدد تھا اس کو مخفف پڑھ دیا [۳] یا ادغام تھا اس کو اظہار پڑھ دیا [۴] یا اظہار تھا اس کو مدغم پڑھ دیا تو۔ یہ سب اعراب کی طرح غلطیاں ہیں، اس لئے اگر بھول سے کیا تو نماز فاسد نہیں ہوگی، اور اگر جان کر کیا تو اگر معنی بہت زیادہ بدل گیا تو نماز فاسد ہوگی، اور معنی زیادہ نہیں بدلا تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔

اصول :[۱] لفظ مخفف تھا اس کو تشدید پڑھ دیا۔ [۲] یا لفظ مشدد تھا اس کو مخفف پڑھ دیا [۳] یا ادغام تھا اس کو اظہار پڑھ دیا [۴] یا اظہار تھا اس کو مدغم پڑھ دیا تو۔ یہ سب اعراب کی طرح غلطیاں ہیں، اس لئے اگر بھول سے کیا تو نماز فاسد نہیں ہوگی، اور اگر جان کر کیا تو اگر معنی بہت زیادہ بدل گیا تو نماز فاسد ہوگی، اور معنی زیادہ نہیں بدلا تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔

دوسرا مسئلہ: وقف کے بارے میں

ترجمہ :[۱۵] جہاں جگہ تھی وہاں وقف نہیں کیا اس جگہ کے علاوہ سے ابتداء کر دی، پس اگر اس سے معنی نہیں بدلا تو متقدمین اور متأخرین سب کا اجماع ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوگی۔۔ اور اگر معنی بدل گیا تو اس بارے میں اختلاف ہے، لیکن فتوی اسی پر ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوگی۔ یہ ہمارے عام متأخرین علماء کا قول ہے، اس لئے کہ وقف اور اتصال کی رعایت کرنے میں خاص طور پر عوام کو حرج میں مبتلاء کرنا ہے، حالانکہ اس قسم کی پریشانی سے شریعت اسلام آزاد اور محفوظ ہے، ذخیرہ، سراجیہ اور نصاب میں ایسا ہی درج ہے۔ نصاب میں یہ بھی ہے کہ اگر تمام قرآن شریف میں وقف چھوڑ دے تو ہمارے علماء کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی۔

تشریح : جہاں وقف کرنا چاہئے تھا وہاں وقف نہیں کیا، یا جہاں سے شروع نہیں کرنا چاہئے تھا وہاں سے آیت شروع کی۔ پس اگر اس سے معنی نہیں بدلا تو بالاتفاق نماز فاسد نہیں ہوگی۔ اور اگر معنی بدل گیا تب بھی فتوی اسی پر ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوگی، کیونکہ وقف اور وصل کی رعایت کی قید لگانے میں عوام کو حرج میں مبتلاء کرنا ہے، جو شریعت میں نہیں ہے۔ ذخیرہ، سراجیہ، اور نصاب کتاب میں ایسا ہی لکھا ہے۔ بلکہ نصاب کتاب میں تو یہ بھی لکھا ہے کہ پورے قرآن میں وقف چھوڑ دے تب بھی نماز فاسد نہیں ہوگی۔

القرآن لا تفسد صلوته عندنا ،[۱۶] و اما الحكم فی قطع بعض الكلمة ، كما لو اراد ان يقول : الحمد لله ، فقال :ال، فوقف على اللام ، او على الحاء ،او على الميم ، او اراد ان يقرأ : والعاديات ، فقال : و العا،فوقف على, العين، لانقطاع نفسه او نسيان الباقی ثم تمم او انتقل الى آية اخرى ، فالذى عليه عامة المشائخ عدم الفساد مطلقا و ان غير المعنى للضرورة و عموم البلوى ، كما فی الذخيرة وهو الاصح كما ذكره ابو الليث[۳]

﴿المسئلة الثالثة﴾

[۱۷]وضع حرف موضع حرف آخر ، فان كانت الكلمة لاتخرج عن لفظ القرآن و لم يتغير به المعنى المراد لاتفسد كما لو قرأ : ان الظلمون ، بواو الرفع او قال : و الارض وما دحٰها ، مكان

اصول: بے وقت وقف کیا، یا بے وقت شروع کیا اور اس سے معنی نہیں بدلا تو بالاتفاق نماز فاسد نہیں ہوگی، اور اگر معنی بدل گیا تب بھی مفتی بہ قول یہی ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوگی۔

ترجمہ:[۱۶] اگر ایک کلمہ کا کوئی ٹکڑا دوسرے سے الگ کر دیا مثلاً ''الحمد لله'' کہنے کا ارادہ تھا، مگر پہلے ال، کہہ کر 'لام' پر وقف کر دیا، یا الح کہہ کر 'حا'' پر یا ''میم' پر وقف کر دیا، یا مثلاً ''والعادیات'' پڑھنا چاہتا تھا ''والعا'' کہہ کر سانس ٹوٹ جانے، یا مثلاً باقی حصہ بھول جانے کے باعث ''عین'' پر وقف کر دیا، یا اس کو چھوڑ کر دوسری آیت شروع کر دی تو (ضرورت اور عموم بلوی کے پیش نظر) عام مشائخ کا مسلک یہی ہے کہ ان صورتوں میں نماز نہیں ٹوٹتی، اگر چہ معنی میں تبدیلی ہو جائے، كما فی الذخيره و هو الاصح كما ذكره ابو الليث۔

تشریح : لفظ کے کسی حرف پر رک گیا، سانس ٹوٹنے کی وجہ سے رکا، یا بھول جانے کی وجہ سے رک گیا، اور باقی کو بعد میں ادا کیا، یا دوسری آیت کی طرف منتقل ہو گیا تو چاہے معنی بدل گیا ہو تب بھی عام مشائخ اسی پر ہیں کہ نماز فاسد نہیں ہوگی، کیونکہ اس میں عموم بلوی ہے، اور عام لوگ مبتلاء ہیں۔

تیسرا مسئلہ کسی حرف کو دوسرے حرف کی جگہ میں رکھ دینے کے بارے میں۔

ترجمہ:[۱۷] ایک حرف کو دوسرے حرف کی جگہ رکھ دیا، پس اگر ایسا لفظ بنا کہ قرآن کے لفظ سے نہیں نکلا، اور معنی مراد بھی نہیں بدلا تو نماز فاسد نہیں ہوگی، جیسے'' ان الظالمين '' کے بجائے'' ان الظالمون '' پڑھا جائے، 'وما طحاها کے بجائے 'والارض وما دحاها'' (آیت ۶، سورۃ الشمس ۹۱) پڑھ دے۔

تشریح :ایک حرف کی جگہ پر دوسرا حرف پڑھ دیا، لیکن اس سے ایسا لفظ بن گیا کہ وہ لفظ قرآن میں موجود ہے، اور اس آیت میں

,طحها، [۱۸]وان خرجت به عن لفظ القران ولم یتغیر به المعنی لا تفسد عندهما خلافا لابی یوسفؒ کما قرأ :قیّامین بالقسط ، مکان قوّامین ، او, دوّارا ، مکان دیّاراً ، .[۱۹] و ان لم تخرج به عن لفظ القرآن و تغیر به المعنی فالخلاف بالعکس کما لو قرأ : و انتم خامدون ، مکان, سامدون، .

جو معنی مقصود ہے وہ بھی نہیں بدلا تو نماز فاسد نہیں ہوگی، کیونکہ معنی بھی نہیں بدلا، اور قرآن سے باہر بھی نہیں گیا۔اس کی مثال دیتے ہیں کہ ''ان الظالمین'' پڑھنا تھا، اور ان الظالمون' واو کے ساتھ پڑھ دیا تو اس سے معنی نہیں بدلا، اور یہ لفظ قرآن میں بھی ہے اس لئے نماز فاسد نہیں ہوگی، اسی طرح آیت ہے ''و الارض وما طحاھا '' (آیت ۶،سورۃ الشمس۹۱) ہے، اور اس نے ''والارض وما دحاھا' پڑھ دیا، دحی، اور طحی دونوں کے معانی پھیلانے کے ہیں، اور دونوں لفظ قرآن میں موجود ہیں، اس لئے نماز فاسد نہیں ہوگی۔

اصول:ایک حرف کو دوسرے کی جگہ پر لانے سے قرآن کے لفظ سے نہ نکلے اور معنی بھی نہ بدلے تو بالاتفاق نماز فاسد نہیں ہوگی۔

ترجمہ : [۱۸] اور اگر بدلنے سے قرآن کے لفظ سے نکل جائے اور معنی نہ بدلے تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوگی۔اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک فاسد ہو جائے گی، جیسا کہ قیامین بالقسط پڑھ لیا، قوامین بالقسط کی جگہ، یا دوارا پڑھ لیا دیارا، کی جگہ۔

تشریح : ایک حرف کی جگہ پر دوسرا حرف پڑھ دیا، جسکی وجہ سے وہ ایسا لفظ بن گیا جو قرآن میں نہیں ہے لیکن معنی نہیں بدلا، تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمد کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوگی، کیونکہ معنی نہیں بدلا۔اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی، کیونکہ وہ لفظ قرآن میں نہیں ہے، اگر چہ معنی نہیں بدلا۔ اس کی مثال دیتے ہیں، جیسے'' قوامین بالقسط'' کی جگہ'' قیامین بالقسط (آیت ۱۳۵،سورۃ النساء۴) پڑھ لیا تو اس سے معنی نہیں بدلا، لیکن قرآن میں قیامین لفظ نہیں ہے اسی طرح دیارا کی جگہ دوارا (آیت ۲۶، سورۃ النوح ۷۱) پڑھ لیا، تو معنی نہیں بدلا، لیکن دوارا' کا لفظ قرآن میں نہیں ہے۔اس لئے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی، اور طرفین کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوگی۔

ترجمہ :[۱۹] اور اگر دوسرا حرف لانے سے قرآن کے لفظ سے نہیں نکلا، لیکن معنی بدل گیا، تو اختلاف اس کا الٹا ہوگا، [یعنی امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوگی، اور امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی] جیسے وانتم خامدون، پڑھ دیا سامدون کی جگہ۔

تشریح : اگر ایک حرف کی جگہ پر دوسرا حرف لانے کی وجہ سے ایسا لفظ بنا جو قرآن میں ہے، لیکن معنی بدل گیا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوگی، کیونکہ وہ لفظ قرآن میں موجود ہے، اور امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی، کیونکہ معنی بدل گیا، اس کی مثال دیتے ہیں کہ انتم سامدون (آیت ۶۱،سورۃ النجم ۵۳) پڑھنا چاہئے تھا لیکن انتم خامدون پڑھ دیا تو

[۲۰]و للمتأخرين قواعد أُخر غير ما ذكر نا و اقتصرنا على ماسبق لاطراد ها فی كل الفروع بخلاف قواعد المتأخرين .

﴿واعلم﴾

[۲۱]انه لا يقيس مسائل زلة القاری بعضها على بعض الا من له دراية باللغة العربية و المعانی وغير ذالک مما يحتاج اليه التفسير ، كما فی منية المصلی و فی النهر.[۲۲]واحسن من لخص من كلامهم فی زلة القاری الكمال فی زاد الفقير ،[۲۳] فقال : ان كان الخطاء فی الاعراب و لم يتغير

انتم تو قرآن میں ''فاذاھم خامدون (آیت ۲۹،سورۃ یٰس ۳۶) میں ہے لیکن دونوں کے معانی الگ الگ ہیں،سامدون کا معنی ہے حیران کھڑا رہنا،اور خامدون کا معنی ہے آگ کا بجھ جانا،اس لئے طرفین کے نزدیک نماز فاسد ہوجائے گی،اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوگی۔

اصول :ایک آیت کی جگہ دوسری آیت پڑھ دی تو چونکہ وہ قرآن میں موجود ہے اس لئے چاہے وہاں کا مفہوم بدل جاتا ہو پھر بھی امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوگی۔

ترجمہ :[۲۰] اوپر جو قواعد ذکر ہوئے انکے علاوہ بہت سے قواعد متأخرین علماء کے ہیں،لیکن میں نے متقدمین کے قواعد ذکر کرنے پر اکتفاء کیا، کیونکہ یہ قواعد تمام فروعات میں نافذ ہوتے ہیں،اور متأخرین کے قواعد تمام فروعات میں نافذ نہیں ہوتے

تشریح :متاخرین کے قواعد اتنے مرتب نہیں ہیں اس لئے تمام فروعات میں نافذ نہیں ہوتے،اور متقدمین کے قواعد مرتب ہیں اس لئے تمام فروعات میں نافذ ہوجاتے ہیں اس لئے متقدمین کے قواعد کو بیان کیا۔

ترجمہ :[۲۱]تنبیہ:...... یہ خیال رکھو کہ زلۃ القاری کے مسائل میں ایک کو دوسرے پر وہی شخص قیاس کرسکتا ہے جس کو عربی لغت، معانی اور اس کے علاوہ ان امور کی کافی واقفیت ہو جن کی تفسیر میں ضرورت ہوتی ہے۔(منیۃ المصلی ،والنھر)

ترجمہ:[۲۲]حضرت کمال نے زاد الفقیر کتاب میں زلۃ القاری کے بارے میں علماء کے کلام کا اچھا خلاصہ بیان کیا ہے۔

ترجمہ :[۲۳]فرمایا اگر غلطی اعراب میں ہے اور اس سے معنی نہیں بدلا، جیسے قواما کو زیر پڑھ دیا زبر کی جگہ، یا نعبد کی با کو زبر پڑھ دیا پیش کی جگہ تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔

تشریح : آیت میں لفظ پر جو اعراب تھا اس کی جگہ کوئی اور اعراب پڑھ دیا،لیکن اس سے معنی نہیں بدلا تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔ اس کی دو مثالیں دیں[۱] مثلا قواما کے ''ق'' کو زبر کے بجائے زیر پڑھ دیا تو نماز فاسد نہیں ہوگی،کیوکہ اس تبدیلی سے معنی نہیں بدلا۔ [۲]اسی طرح نعبد کی با کو پیش پڑھنا چاہئے،لیکن اس نے زبر پڑھ دیا تو نماز فاسد نہیں ہوگی،کیونکہ اس سے معنی نہیں بدلا۔

بـه الـمعنی ,ککسر, قواماً، مکان فتحها ، و فتح ,باء نعبَد ، مکان ضمها ، لا تفسد ،[٢٤] و ان غیر کـنصب همزة ,العلماء، و ضم هاء الجلالة من قوله تعالی , انما یخشی اللهَ من عباده العلماءُ، تفسد علـی قـول الـمتـقـدمیـن .[٢٥] و اختـلف الـمتـأخـرون فقال ابن الفضل و ابن مقاتل و ابو جعفر و الـحـلـوانـی وابـن سـلام و اسماعیل الزاهدی لاتفسد ، و قول هٰولاء اوسع ..[٢٦]وان کان بوضع حـرف مکان حرف ولم یتغیر المعنی نحو, ایّاب، مکان, اوّاب، لاتفسد .. وعن ابی سعید تفسد ،.. [٢٧]وکثیـراًما یقع فی قرأة بعض القرویین و الاتراک و السودان ,ویّاک نعبد،بواو مکان الهمزة ، و الـصـراط الـذین ،بزیادة الالف و اللام ، و صرحوا فی الصورتین بعدم الفساد و ان غیر المعنی . و

ترجمه :[٢٤]اوراگراعراب بدلنے سے معنی بدل جائے، جیسے'' انـمـا یخشی الله مَن عباده العلماءُ (آیت۲۸،سورۃ الفاطر۳۵) میں علماء کے ہمزہ کوزبر پڑھ دے اوراللہ کے'ھ' کوپیش پڑھ دے تو متقدمین کےقول پرنماز فاسد ہوجائے گی۔

تشریح :اعراب بدلنے سے معنی الٹ جائے، جیسےاوپر کی آیت میں علماء یخشٰی کا فاعل ہے،اوراللہ مفعول ہے،اورمعنی یہ ہے کہ علماءاللہ تعالی سے زیادہ ڈرتے ہیں،لیکن اللہ پرپیش پڑھ کرفاعل بنادیا جائے اورعلماء پرنصب پڑھ کرمفعول بنادیا جائے تومعنی ہوگا، کہ اللہ تعالی علماء سے ڈرتے ہیں،تو متقدمین کےقول پرنماز فاسد ہوجائے گی، کیونکہ معنی بالکل بدل گیا۔

ترجمه :[٢٥] اورمتاخرین علماء نے اختلاف کیا۔ چنانچہ ابن فضل،ابن مقاتل،ابوجعفر،حلوانی،ابن سلام،اوراسماعیل زاہدی فرماتے ہیں کہ نماز فاسد نہیں ہوگی،اور ان حضرات کاقول اوسع ہے۔

تشریح : اعراب کی تبدیل سے معنی بھی بدل جائے تواوپر کے متاخرین حضرات کے یہاں نماز فاسد نہیں ہوگی،ان حضرات کے قول میں بہت گنجائش ہے،اوروجہ یہ گزری کہ اس سے عوام الناس حرج میں پڑ جائیں گے، جو شریعت میں نہیں ہے۔

ترجمه :[٢٦]اوراگرایک حرف کی جگہ دوسراحرف رکھ دیااورمعنی نہیں بدلا، جیسےاواب کی جگہ پرایاب، پڑھ دیا تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔اورحضرت ابوسعیدؒ نے فرمایا کہ نماز فاسد ہوگی۔

تشریح : ایک حرف کی جگہ دوسراحرف رکھ دیا، جیسے انہ اواب (آیت۱۹،سورۃ ص ۳۸) پڑھنا تھااس نے انہ ایاب، پڑھ دیا اوراس سے معنی نہیں بدلاتو نماز فاسد نہیں ہوگی، کیونکہ معنی نہیں بدلا۔لیکن حضرت ابوسعید نے فرمایا کہ نماز فاسد ہوجائے گی۔

ترجمه :[٢٧]بہت مرتبہ دیکھا کہ بعض دیہاتیوں کی قرأت میں اورترکی کے لوگ اورسوڈان کے لوگ ایاک نعبد'' ہمزہ کے بجائے ''ویاک نعبد'' واو کے ساتھ پڑھتے ہیں۔اور''صراط الذین''میں الف لام بڑھا کر''والصراط الذین'' پڑھتے ہیں،علماء نے دونوں صورتوں میں تصریح کی ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوگی چاہے معنی بدل جائے۔

تمامه فيه فليراجع ، و الله سبحانه تعالى اعلم و استغفرالله العظيم .

﴿فصل :﴾

(۵۵۰)لو نظر المصلی الی مکتوب وفهمه او اکل ما بین اسنانه دون الحمّصة بلا عمل کثیر او مرّ

تشریح :جھارکھنڈ کے دیہاتی اورترکی اورسوڈانی لوگ''ایاک نعبد''میں ہمزہ کے بجائے''ویاک نعبد''واو کے ساتھ پڑھتے ہیں تو اس سے چاہے معنی بدل جائے پھر بھی نماز فاسد نہیں ہوگی، کیونکہ فاسد کرنے سے دیہاتیوں کو حرج میں مبتلاء کرنا لازم ہوگا، اسی طرح ''وصراط الذین''میں الف لام نہیں ہے، لیکن دیہاتی لوگ''والصراط الذین''الف لام کے ساتھ پڑھتے ہیں تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی، تاکہ یہ بیچارے دیہاتی کی نماز زندگی بھر درست رہے۔اور ایک عجیب بات ہے کہ کوئی غلط لفظ ایک مرتبہ منہ پر چڑھ جانے کے بعد بہت کوشش کے باوجود بھی درست نہیں کر پاتا۔

ثمیر غفرلہ ۱۲/۲۸/ ۲۰۰۹ء

﴿فصل﴾

ترجمه : (۵۵۰) اگر نمازی نے لکھے ہوئے کو دیکھا اور اس کو سمجھ لیا، یا دانت کے درمیان سے کچھ کھایا اور وہ چنے کی مقدار سے کم ہے بغیر عمل کثیر کے، یا سجدے کی جگہ پر گزرنے والا گزرا تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔البتہ گزرنے والا گنہگار ہوگا۔

تشریح : یہاں تین مسئلے ہیں، اور تینوں کا حکم یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوگی۔[۱] نمازی نے لکھے ہوئے جملے کو دیکھا اور اس کو سمجھ بھی گیا، لیکن زبان سے نہیں پڑھا تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی، کیونکہ تعلیم اور تعلم بھی نہیں پائی گئی، اور نہ عمل کثیر پایا گیا۔[۲] دانت کے درمیان گوشت وغیرہ لگا ہوتھا جو چنے کی مقدار سے کم تھا تو اس کے کھانے سے نماز فاسد نہیں ہوگی، کیونکہ یہ تھوک کے درجے میں ہے۔[۳] سجدے کی جگہ پر کوئی آدمی گزر گیا تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی، البتہ گزرنے والا گنہگار ہوگا۔ کیونکہ کوئی عمل کثیر نہیں پایا گیا۔

وجه : (۱) حضورؐ نے ایک صلح کے موقع پر حضرت ابوبکرؓ کو اشارہ فرمایا کہ نماز کو جاری رکھیں اور حضرت ابوبکرؓ نے اس اشارے کو سمجھا بھی پھر بھی انکی نماز فاسد نہیں ہوئی، اسی پر قیاس کرتے ہوئے اگر لکھے ہوئے سے کوئی بات سمجھ لے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی۔لمبی حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔ **عن سهل بن سعدؓ قال بلغ رسول الله ﷺ أن بنی عمرو بن عوف بقباء كان بينهم شيء فخرج يصلح ....فلما اكثر الناس التفت فاذا رسول الله ﷺ فأشار اليه يأمره أن يصلی فرفع أبو بكرؓ يده فحمد الله ، ثم رجع القهقری وراء ه** ۔(بخاری شریف، باب رفع الایدی فی الصلوۃ لأمر ینزل بہ، ص ۱۹۴، نمبر ۱۲۱۸) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے اشارہ کیا اور حضرت ابوبکرؓ نے اسکو سمجھا پھر بھی نماز نہیں ٹوٹی۔(۲) اور عمل قلیل سے نماز

مارٌّ في موضع السجود

فاسد نہیں ہوتی اسکی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن ابی قتادة أن رسول الله ﷺ كان يصلى و هو حامل أمامة بنت زينب بنت رسول الله ﷺ، و لابی العاص بن الربيع ، فاذا قام حملها و اذا سجدو ضعها ؟ قال يحى : قال مالك : نعم ۔(مسلم شریف، باب جواز حمل الصبیان فی الصلوۃ۔ وان الفعل القليل لا يبطل الصلوۃ ص ۲۰۵ ،نمبر ۱۲۱۲/۵۴۳) اس حدیث میں ہے کہ تھوڑے بہت عمل سے حضرت امامہ کو اٹھاتے تھے، اسلئے اس سے نماز فاسد نہیں ہوئی ، لیکن عمل کثیر ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی ۔ (۳) چنے کی مقدار سے زیادہ کھائے گا تو نماز فاسد اس کے لئے یہ اثر ہے۔۔ عن الثوری عمن سمع عطاء قال : لا يأكل و لا يشرب و هو يصلى ، فان فعل أعاد ۔(مصنف عبد الرزاق، باب الأكل والشرب فی الصلوۃ، ج ثانی ،ص ۲۱۷ ،نمبر ۳۵۸۹) اس اثر میں ہے کہ نماز میں کھائے گا یا پیے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی اسلئے نماز دوبارہ پڑھے ۔(۴) نمازی کے سامنے سے گزریگا تو نماز فاسد نہیں ہوگی اس کے لئے دلیل یہ حدیث ہے۔ عن ابی سعيد قال قال رسول الله ﷺ : لا يقطع الصلوة شیء ، و ادرؤوا ما استطعتم فانما هو شيطان ۔(ابوداود شریف، باب من قال لا يقطع الصلوة شیء، ص ۱۱۳، نمبر ۷۱۹/دار قطنی ، باب صفة السہو فی الصلوۃ وأحكامه، ج اول ،ص ۳۵۷ ،نمبر ۱۳۶۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کوئی چیز نمازی کے سامنے سے گزرے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی البتہ سامنے سے گزرنا مکروہ ہے۔(۵) عن عائشة ذكر عندها ما يقطع الصلوة الكلب و الحمار ، و المرأة ، فقالت عائشة : شبهتمونا بالحمر و الكلاب ، و الله لقد رأيت النبی ﷺ يصلى و انی على السرير بينه و بين القبلة مضطجعة فتبدو لی الحاجة فأكره ان أجلس فأذى النبی ﷺ فأنسل من عند رجليه ۔(بخاری شریف، باب من قال لا يقطع الصلوة شیء ،ص ۷۳ ،نمبر ۵۱۴/ابو داود شریف، باب من قال المرأة لا يقطع الصلوة ،ص ۱۱۱ ،نمبر ۷۱۰) اس حدیث میں ہے کہ عورت سامنے سے گزر جائے تب بھی نماز نہیں ٹوٹے گی ۔ (۶) گزرنے والا گنہگار ہوگا اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن بسر بن سعيد أن زيد بن خالد أرسله الى ابی جهيم يسأله : ماذا سمع من رسول الله ﷺ فی المار بين يدی المصلی ، فقال ابو جهيم قال رسول الله ﷺ : ((لو يعلم المار بين يدی المصلی ما ذا عليه لكان أن يقف أربعين خيراً له من أن يمر بين يديه)) قال أبو النضر : لا أدری قال أربعين يو ما أو شهرا أو سنة ۔(بخاری شریف، باب اثم المار بين يدی المصلی ،ص ۷۳ ،نمبر ۵۱۰/ابوداود شریف، باب ما ینہی عنہ من المرور بين يدی المصلی ،ص ۱۱۱ ،نمبر ۷۰۱) اس حدیث میں ہے کہ نمازی کے سامنے سے گزرے تو اس سے اس پر اتنا گناہ ہے کہ اسکو جان لے تو نمازی کے سامنے ہی چالیس دن یا چالیس مہینے ، یا چالیس سال تک ٹھہرا رہے (۷) چالیس سال مراد ہے اس کے لئے حدیث یہ ہے ۔عن ابی هريرة قال قال النبی ﷺ : لو يعلم أحدكم ما له فی أن يمر بين يدی أخيه معترضاً فی الصلوة كان لأن يقيم مائة عام خير له من الخطوة التی خطاها ۔(ابن

(۱ ۵ ۵) لا تفسد وان اَثِمَ المارّ ولا تفسد بنظره الى فرج المطلقة بشهوة فى المختار وان ثبت به الرجعة.

﴿فصل : (يكره للمصلى سبعة وسبعون شيئا.﴾

ماجۃ شریف، باب المرور بین یدی المصلی ،۱۳۴،نمبر ۹۴۶)اس حدیث میں ہے کہ سو سال ٹھہرا رہے اس سے معلوم ہوا کہ بخاری والی حدیث میں چالیس سال مراد ہے۔

ترجمہ : (۵۵۱) اور اپنی مطلقہ عورت کی شرمگاہ کو شہوت کی نظر سے دیکھنا مختار مذہب میں نماز کو فاسد نہیں کرتا، اگر چہ اس سے رجعت ثابت ہو جائے گی۔

تشریح :نماز فاسد ہونے کا مدار عمل کثیر ہے، یا نجاست کا نکلنا ہے عورت کی شرمگاہ دیکھنے کی وجہ سے نہ عمل کثیر ہوا اور نہ مصلی کے بدن سے نجاست نکلی اس لئے نماز فاسد نہیں ہوگی۔ اور رجعت کا مدار ایسی حرکت کرنا ہے جو دلالت کرتی ہو کہ اس نے رجعت کی ، یا حرمت مصاہرہ کو دعوت دیتی ہو، اور فرج داخل کے دیکھنے سے حنفیہ کے نزدیک حرمت مصاہرہ ثابت ہو جاتی ہے اس لئے رجعت ہو جائے گی۔

﴿فصل:(نماز کے مکروہات کے بیان میں﴾

ضروری نوٹ :مکروہ کی دو قسمیں ہیں۔[۱] مکروہ تحریمی: یہ حرام کے قریب قریب ہے، اس میں حرمت زیادہ ہے۔[۲] دوسرا ہے مکروہ تنزیہی: اس میں حرمت کم ہے، پھر بھی یہ کرنا اچھا نہیں ہے۔ نماز میں مکروہ کے ارتکاب کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوگی، اگر چہ اس کا ارتکاب کرنا اچھا نہیں ہے۔

﴿ مصلی کے لئے ستتر (۷۷) چیزیں مکروہ ہیں :ایک نظر میں ﴾

۱:......واجب یا سنت کا قصدا چھوڑنا

۲:......،اور اپنے بدن یا کپڑے سے کھیلنا

۳:......،سجدہ کے لئے ایک مرتبہ سے زیادہ سنگریزے ہٹانا

۴:......،انگلیاں چٹخانا

۵:......،انگلیوں کو انگلیوں میں ڈالنا

۶:......،کوکھ پر ہاتھ رکھنا

۷:......،گردن پھرا کر دیکھنا

۸:......اکڑو بیٹھنا،

۹:......سجدے میں دونوں ہاتھ بچھادینا

۱۰:......دونوں ہاتھوں سے آستین سمیٹنا،

۱۱:......کرتے پر قدرت ہوتے ہوئے صرف پائجامہ سے نماز پڑھنا

۱۲:......اشارہ سے سلام کا جواب دینا،

۱۳:......بلا عذر چارزانو بیٹھنا،

۱۴:......مرد کو اپنے بالوں کا جوڑا باندھنا

۱۵:......، سر پر مستعمل رومال باندھنا اور سر کے درمیان کھلا رکھنا،

۱۶:......کپڑا سمیٹنا،

۱۷:......کپڑے کے دونوں کنارے لٹکتے چھوڑنا،

۱۸:......کپڑے میں اس طرح ہاتھ ڈاخل کرنا کہ نہ نکل سکے،

۱۹:......کپڑے کو داہنی بغل سے نکال کر اس کے دونوں کنارے بائیں کندھے پر ڈالنا،

۲۰:......قیام کے سوا دوسری حالت میں قرآن پڑھنا

۲۱:......نفل میں پہلی رکعت کو دراز کرنا،

۲۲:......پہلی رکعت سے دوسری رکعت کو تمام نمازوں میں لمبا کرنا

۲۳:......فرض کی ایک رکعت میں مکرر سورت پڑھنا

۲۴:......اوپر کی سورت پڑھنا،

۲۵:......دو رکعت میں دو سورتوں کے مابین ایک چھوٹی سورت کا فاصلہ کرنا

۲۶:......خوشبو سونگھنا،

۲۷:......کپڑے یا پنکھے سے ایک یا دو بار ہوا کرنا،

۲۸:......سجدے وغیرہ میں ہاتھ پاؤں کی انگلیاں قبلہ سے پھرانا

۲۹:......اور رکوع میں دونوں ہاتھوں کا گھٹنوں پر رکھنا چھوڑ دے

۳۰:......جمائی لینا

۳۱:......،آنکھیں بند رکھنا

۳۲:......،آنکھیں آسمان کی طرف اٹھانا

۳۳:......،انگڑائی لینا

۳۴:......،عمل قلیل کرنا،

۳۵:......جوں پکڑنا

۳۶:......،جوں کو مارنا،

۳۷:......ناک اور منھ ڈھکنا

۳۸:......،منھ میں ایسی چیز رکھنا جو قرأت کو مانع ہو،

۳۹:......عمامہ کے پیچ پر سجدہ کرنا،

۴۰:......تصویر پر سجدہ کرنا

۴۱:......،ناک میں عذر نہ ہوتے ہوئے صرف پیشانی پر اکتفاء کرنا،

۴۲:......راستہ اور حمام اور پاخانہ اور قبرستان میں نماز پڑھنا

۴۳:......اور بلا رضامندی غیر کی زمین میں نماز پڑھنا

۴۴:......،نجاست کے قریب نماز پڑھنا

۴۵:......اور بول و براز اور ریح کے دباؤ کے وقت نماز پڑھنا

۴۶:......اور نجاستِ غیر مانعہ کے ساتھ نماز پڑھنا

۴۷:......،معمولی کپڑے میں نماز پڑھنا

۴۸:......اور سر کھلے ہوئے بغیر انکساروزاری کے نماز پڑھنا

۴۹:......اور کھانا موجود ہوتے ہوئے اس کی خواہش کے ساتھ نماز پڑھنا

۵۰:......اور دل کو مشغول رکھنے والی اور خشوع کی مخل شئی کے ساتھ نماز پڑھنا،

۵۱:......ہاتھ سے آستین سمیٹنا

۵۲:......نماز میں تسبیح گننا

۵۳:......،امام کا محراب یا (اونچی) جگہ میں یا کسی (خاص) جگہ میں تنہا کھڑا ہونا،

(۵۵۲) ترک واجب او سنۃ عمدا (۵۵۳) کعبثہ بثوبہ وبدنہ وقلب الحصیٰ الا للسجود مرۃ

۵۴:......صف میں جگہ ہوتے ہوئے پیچھے کھڑا ہونا

۵۵:......تصویردار کپڑے پہننا،

۵۶:......سر پر یا پیچھے یا سامنے یا مقابلہ میں تصویر ہونا

۵۷:......سامنے تنور یا آتشدان آگ والا ہو نماز پڑھنا

۵۸:......سوئے ہوئے لوگ ہوں انکے سامنے نماز پڑھنا

۵۹:......نماز میں پیشانی سے غیر مضر مٹی صاف کرنا،

۶۰:......کسی سورت کا اس طرح مقرر کرلینا کہ اس کے سوا دوسری نہ پڑھے،

۶۱:......مصلی کے سامنے سے جہاں لوگوں کے گذرنے کا گمان ہو سترہ نہ رکھنا مکروہ ہے۔

نوٹ: ستتر تو نہیں ہوسکا ۶۱۔ مکروہات ہوئے

☆☆☆

ترجمہ : (۵۵۲) واجب یا سنت کا قصدا چھوڑنا۔

تشریح : واجب چھوڑے گا تو سجدہ سہو لازم ہوگا، البتہ نماز فاسد نہیں ہوگی، اور جان کر چھوڑنا مکرہ تحریمی ہے۔ اور سنت چھوڑے گا تو سجدہ سہو لازم نہیں ہوگا، اور جان کر چھوڑنا مکروہ ہے۔

ترجمہ : (۵۵۳) اور اپنے بدن یا کپڑے سے کھیلنا، سجدہ کے لئے ایک مرتبہ سے زیادہ کنکری ہٹانا، انگلیاں چٹخانا، انگلیوں کو انگلیوں میں ڈالنا، کوکھ پر ہاتھ رکھنا۔

تشریح : نماز میں اپنے کپڑے سے کھیلنا مکروہ ہے۔ بار بار کنکری ہٹانا مکروہ ہے، البتہ مجبوری ہو تو سجدے کی جگہ سے ایک مرتبہ کنکری ہٹانے کی گنجائش ہے۔ نماز میں انگلیاں چٹخانا مکروہ ہے۔ انگلیوں کو انگلیوں میں ڈالنا مکروہ ہے۔ اور کوکھ پر ہاتھ ڈالنا بھی مکروہ ہے۔

وجہ : (۱) نماز میں خشوع وخضوع ہونا چاہئے۔ آیت میں ہے , **قوموا للہ قانتین** ،نماز میں عاجزی سے اور ادب سے اللہ کے سامنے کھڑے رہو۔ اس لئے جسم اور کپڑے سے کھیلنا مکروہ ہے (۲) حدیث میں بھی ہے۔ **عن ابن عباس عن النبی ﷺ قال امرت ان اسجد علی سبعة اعظم لا اکف شعرا ولا ثوبا** (بخاری شریف، باب لا یکف ثوبہ فی الصلوۃ ،ص ۱۱۳، نمبر ۸۱۶ رمسلم شریف، باب اعضاء السجود والنھی عن کف الشعر والثوب، ص ۱۹۳، نمبر ۴۹۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کپڑے کو بلا وجہ بار بار

وفرقعة الاصابع وتشبيكها (۵۵۴)والتخصّر والالتفات بعنقه والاقعاء وافتراش ذراعيه وتشمير

سمیٹنا مکروہ ہے تو اس سے کھیلنا بھی مکروہ ہوگا (۳) اثر میں ہے۔قال الثوری : جائت الاحادیث أنه کان یکره العبث فی الصلوة ۔(مصنف عبد الرزاق، باب العبث فی الصلوة، ج ثانی ،ص ۲۶۷، نمبر ۳۳۱۰) اس اثر میں ہے کہ نماز میں کھیلنا مکرہ ہے۔(۴) کنکری ہٹانا مکروہ ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن معیقیب قال سألت رسول الله عن مسح الحصی فی الصلوة فقال ان کنت لا بد فاعلا فمرة واحدة . و فی حدیث آخر عن ابی ذر عن النبی ﷺ قال اذا قام احدکم الی الصلوة فلا یمسح الحصی فان الرحمة تواجهه (ترمذی شریف، باب ماجاء فی کراھیۃ مسح الحصی فی الصلوۃ، ص ۸۷، نمبر ۳۷۹/ابوداؤد شریف، باب فی مسح الحصی فی الصلوۃ، ص ۱۴۳، نمبر ۹۴۶/۹۴۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کنکری کو بار بار ہٹانا مکروہ ہے۔ یہ بھی ہے کہ ایک بار ہٹا سکتا ہے۔(۵)۔عن ابی ذر قال : سألتُ النبی ﷺ عن کل شیء حتی سألته عن مسح الحصی ، فقال : واحدة أو د ع . (مصنف عبد الرزاق، باب مسح الحصی، ج ثانی، ص ۳۹ نمبر ۲۴۰۶) اس حدیث میں ہے کہ کنکری کو الٹنا پلٹنا ہو تو صرف ایک مرتبہ کر سکتے ہو۔(۶) انگلیاں چٹخانا مکروہ ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن علی ان رسول الله ﷺ قال لا تفقع اصابعک وانت فی الصلوة . (ابن ماجہ شریف، باب ما یکرہ فی الصلوۃ، ص ۱۳۶، نمبر ۹۶۴/سنن للبیھقی، باب کراھیۃ تفقیع الاصابع فی الصلوۃ، ج ثانی، ص ۴۱۰، نمبر ۳۵۷۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں انگلیاں چٹخانا مکروہ ہے۔(۷) کوکھ پر ہاتھ رکھنا مکروہ ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن ابی هریرة عن النبی ﷺ انه نهی ان یصلی الرجل مختصرا . (مسلم شریف، باب کراھیۃ الاختصار فی الصلوۃ، ص ۲۰۶، نمبر ۵۴۵/۱۲۱۸/ابو داؤد شریف، باب التخصر والاقعاء، ص ۱۳۷، نمبر ۹۰۳) اس حدیث میں ہے کہ کوکھ پر ہاتھ رکھنے سے حضورؐ نے منع فرمایا ہے۔(۸) عن زیاد بن صبیح الحنفی قال : صلیت ُالی جنب ابن عمر فوضعت ُیدی علی خاصرتی ،فلما صلی قال : هذا الصلب فی الصلوة ،و کان رسول الله ﷺ ینهی عنه ۔(ابوداود شریف، باب التخصر والاقعاء، ص ۱۳۸، نمبر ۹۰۳) اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ کوکھ پر ہاتھ رکھنا مکروہ ہے۔

لغت : العبث: کھیلنا۔ قلب الحصے: کنکری کو الٹ پلٹ کرنا۔ فرقعۃ: چٹخانا، فرقعۃ الاصابع: انگلیوں کو چٹخانا۔ تشبیک: شبک سے مشتق ہے، انگلیوں کو انگلیوں میں ڈالنا۔ التخصر: کوکھ پر ہاتھ رکھنا۔ ماخذ ہے خاصرۃ، کوکھ۔

ترجمہ : (۵۵۴) گردن پھرا کر دیکھنا، اکڑو بیٹھنا، سجدے میں دونوں ہاتھ بچھا دینا، دونوں ہاتھوں سے آستین سمیٹنا۔

تشریح : گردن اتنا پھیرایا کہ سینہ بھی قبلے سے پھر گیا تب تو نماز فاسد ہو جائے گی، لیکن اتنا نہیں پھرایا، بلکہ صرف گردن پھیرا تو یہ مکروہ ہے۔ کتے کی طرح بیٹھنا [جسکو اکڑو بیٹھنا کہتے ہیں] بھی مکروہ ہے، کیونکہ یہ کتے کی طرح شکل بن جاتی ہے۔ سجدے میں دونوں ہاتھوں کو زمین پر بچھا دینا۔ دونوں ہاتھوں سے آستین سمیٹ کر اوپر کو چڑھانا بھی مکروہ ہے۔ کیونکہ بغیر ضرورت کے کپڑے

کمیہ عنھما (۵۵۵) و صلوتہ فی السراویل مع قدرتہ علی لبس القمیص(۵۵۶) ورد السلام سے کھیلنا ہوا جو مکروہ ہے۔

وجہ : (۱) گردن موڑ کر دیکھنا مکروہ ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن عائشۃ قالت سألت رسول اللہ ﷺ عن الالتفات فی الصلوۃ فقال ھو اختلاس یختلسہ الشیطان من صلوۃ العبد ۔(بخاری شریف، باب الالتفات فی الصلوۃ ص ۱۰۴ نمبر ۷۵۱/ ابوداؤد شریف، باب الالتفات فی الصلوۃ ص ۱۳۸ نمبر ۹۱۰) اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں ادھر ادھر دیکنا مکروہ ہے۔(۲) کتے کی طرح بیٹھنا مکروہ ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن علی قال قال النبی ﷺ : یا علی ! لا تقع اقعاء الکلب ۔(ابن ماجۃ شریف، باب الجلوس بین السجدتین، ص ۱۲۶، نمبر ۸۹۵/ ترمذی شریف، باب ماجاء فی کراھیۃ الاقعاء بین السجدتین، ص ۶۳، نمبر ۲۸۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کتے کی طرح نہ بیٹھے۔(۳) سمعت انس بن مالک یقول : قال لی النبی ﷺ : اذا رفعت رأسک من السجود فلا تقع کما یقعی الکلب ، ضع ألیتک بین قدمیک ، و الزق ظاھر قدمیک بالارض (ابن ماجۃ شریف، باب الجلوس بین السجدتین، ص ۱۲۶، نمبر ۸۹۶) اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ نماز میں کتے کی طرح بیٹھنا مکروہ ہے۔(۴) زمین پر ہاتھ بچھانا مکروہ ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔عن انس أن النبی ﷺ قال : اعتدلوا فی السجود و لا یفترش أحدکم ذراعیہ افتراش الکلب ۔(ابوداود شریف، باب صفۃ السجود، ص ۱۳۸، نمبر ۸۹۷/ بخاری شریف، باب لا یفترش ذراعیہ فی السجود، ص ۱۱۳، نمبر ۸۲۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سجدے میں کتے کی طرح ہاتھ نہ بچھائے۔

لغت : اقعاء: کتے کی طرح بیٹھنا، سرین کو زمین پر ٹکادے اور دونوں گھٹنے کو اونچا کر کے سینے کی طرف ملالے، اس کو اقعاء کہتے ہیں۔ ذراعیہ: دونوں بازو۔ تشمیر: کپڑا سمیٹنا۔ کم: آستین۔

ترجمہ : (۵۵۵) قمیص پہننے پر قدرت ہوتے ہوئے صرف پائجامہ سے نماز پڑھنا۔

تشریح : کپڑا نہ ہو تو مجبوری ہے، صرف ستر ڈھانکنے کے لئے کپڑا ہو تب بھی نماز ہو جائے گی لیکن کپڑا ہوتے ہوئے صرف پائجامہ میں نماز پڑھے اور اوپر قمیص نہ پہنے تو اور مونڈھے پر کپڑا نہ ہو تو یہ مکروہ ہے۔

وجہ : (۱) آیت۔ یا بنی آدم خذو زنتنکم عند کل مسجد. (آیت ۳۱، سورۃ الاعراف ۷) میں ہے کہ نماز کے وقت زینت کرو اور صرف پائجامہ میں نماز پڑھنا زینت کے خلاف ہے اس لئے مکروہ ہوگا۔(۲) عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ لا یصل احدکم فی الثوب الواحد لیس علی منکبیہ منہ شیء ۔(ابوداود شریف، باب جماع اثواب ما یصلی فیہ، ص ۱۰۱، نمبر ۶۲۶) اس حدیث میں کپڑا ہو تو مونڈھے پر بھی کپڑا ہونا چاہئے، یعنی پیجامہ کے علاوہ قمیص بھی ہونی چاہئے (۳) عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ ﷺ سئل عن الصلاۃ فی ثوب واحد فقال النبی ﷺ أو لکلکم ثوبان ؟ ۔(ابوداود

بالاشارة والتربّع بلا عذر(۵۵۷) وعقص شعره والاعتجار وهو شد الرأس بالمنديل وترک وسطها

شریف، باب جماع اثواب مایصلی فیہ ص۱۰۱، نمبر ۶۲۵) مجبوری میں ایک کپڑا ہو اور ستر ڈھنکا ہوا ہو تو نماز جائز ہو جائے گی۔

ترجمه: (۵۵۶) اشارہ سے سلام کا جواب دینا، بلا عذر چارزانو بیٹھنا

تشریح : زبان سے سلام کا جواب دے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی، لیکن اشارے سے سلام کا جواب دے گا تو نماز فاسد نہیں ہوگی، لیکن مکروہ ہے۔ بغیر عذر کے پلتی مار کر بیٹھنا، جسکو چارزانو بیٹھنا کہتے ہیں، مکروہ ہے۔

وجه : (۱) اس حدیث میں ہے۔ **عن جابر بن سمرة قال كنا اذا صلينا مع رسول الله ﷺ قلنا السلام عليكم ورحمة الله، السلام عليكم ورحمة الله واشار بيده الى الجانبين فقال رسول الله ﷺ علام تؤمون بايديكم كانها اذناب خيل شمس انما يكفى احدكم اى يضع يده على فخذه ثم يسلم على اخيه من على يمينه و شماله** ۔ (مسلم شریف، باب الامر بالسکون فی الصلوۃ والنہی عن الاشارۃ بیدہ الخ ص۱۸۴، نمبر ۴۳۱/۹۷۰ / ابوداؤد شریف، باب رد السلام فی الصلوۃ ص۱۴۰، نمبر ۹۲۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہاتھ کے اشارے سے بھی سلام کا جواب نہیں دینا چاہئے۔ (۲) پلتی مار کر بیٹھنا مکروہ ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **فقال ابو حميد الساعدى.... فاذا جلس فى الركعتين جلس على رجله اليسرى و نصب اليمنى واذا جلس فى الركعة الآخرة قدم رجله اليسرى ونصب الاخرى وقعد على مقعدته** ۔ (بخاری شریف، باب سنۃ الجلوس فی التشہد ص۱۱۴، نمبر ۸۲۸ / مسلم شریف، باب ما یجمع صفۃ الصلوۃ وما یفتتح بہ ص۱۹۴، نمبر ۴۹۸/۱۱۱۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تشہد میں دائیں پاؤں کو کھڑا رکھنا چاہئے اور بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر بیٹھنا چاہئے۔ اس لئے چارزانوں بیٹھنا مکروہ ہے۔ (۳) اس اثر میں ہے۔ **قال عبد الله (بن مسعود) لان اجلس على رضفين خير من ان اجلس فى الصلوة متربعا** (مصنف عبد الرزاق، باب الاقعاء فی الصلوۃ، ج ثانی، ص۱۲۸، نمبر ۳۰۵۷) آگ پر بیٹھنا بہتر ہے پلتی مار کر بیٹھنے سے۔

ترجمه : (۵۵۷)، مرد کو اپنے بالوں کا جوڑا باندھنا۔ (اعتجار) رومال سے سر کو باندھے اور بیچ میں کھلا چھوڑ دے، بار بار کپڑا سمیٹنا، سدل کرنا۔

تشریح : یہ مسائل اس اصول پر ہیں کہ زینت کے خلاف ہوں تو مکروہ ہے۔ اور کپڑے کو بار بار سنبھالنا پڑے تو مکروہ ہے۔۔ مرد کے لئے بالوں کا جوڑا باندھنا اس کی زینت کے خلاف ہے اس لئے مکروہ ہوگا۔ اسی طرح اعتجار، یعنی رومال سر پر لپیٹے اور بیچ میں کھلا رکھے یہ مرد کی زینت کے خلاف ہے اس لئے مکروہ ہے۔ نماز میں کپڑے کو بار بار سمیٹنے سے خشوع وخضوع ختم ہو جائے گا اس لئے مکروہ ہے۔ اسی طرح سدل، یعنی کپڑے کو کندھے پر رکھکر کھلا چھوڑ دینے سے رکوع اور سجدے میں اس کے گرنے کا خطرہ ہے، اس لئے اس کو بار بار سنبھالے گا جس سے خشوع وخضوع ختم ہو جائے گا اس لئے یہ بھی مکروہ ہے۔

مكشوفا و كفّ ثوبه وسدله (۵۵۸)والاندراج فيه بحيث لا يخرج يديه وجعل الثوب تحت ابطه

وجــــه : (ا) مرد کے لئے بال گوندھنے میں عورت کی مشابہت ہے اسلئے بھی مکروہ ہے۔(۲) چوٹلا مکروہ ہے اس کے لئے حدیث یہ ہے۔ **رأيت أبا رافع مو لى رسول الله ﷺ .... و قال نهى رسول الله ﷺ أن يصلى الرجل و هو عاقص شعره** ۔(ابن ماجۃ شریف، باب کف الشعر والثوب فی الصلوۃ، ص ۱۴۶، نمبر ۱۰۴۲)اس حدیث میں ہے کہ مرد کے لئے سر پر جوڑا باندھ کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔(۳)اس حدیث میں ہے۔**أنه رأى أبا رافع مو لى النبى ﷺ مر بحسن بن على عليهما السلام و هو يصلى قائما و قد غرز ضفر ه فى قفاه ، فحلها أبو رافع فالتفت حسن اليه مغضباً فقال ابو رافع : أقبل على صلوتك و لا تغضب فانى سمعت رسول الله ﷺ : يقول : ذالك كفل الشيطان ، يعنى مقعد الشيطان ـ يعنى مغرز ضفره** ۔(ابوداؤد شریف، باب الرجل یصلی عاقصاً شعرہ، ص ۱۰۴، نمبر ۶۴۶/ ترمذی شریف، باب ما جاء فی کف الشعر فی الصلوۃ، ص ۸۷، نمبر ۳۸۴) اس حدیث میں ہے کہ چوٹلا باندھنا شیطان کا کام ہے ۔(۴)بار بار کپڑا سمیٹنا مکروہ ہے اس کے لئے حدیث یہ ہے۔**عن ابن عباس قال أمر النبى ﷺ أن يسجد على سبعة أعظم ، و لا يكف ثوبه و لا شعره** ۔(بخاری شریف، باب لا یکف شعراً، ص ۱۱۳، نمبر ۸۱۵/ مسلم شریف، باب أعضاء السجو دو النھی عن کف الشعر والثوب، ص ۲۰۲، نمبر ۱۰۹۵/۴۹۰)اس حدیث میں ہے کہ نماز میں بال کو نہ سمیٹے، اور چوٹلا باندھنے میں بال کو سمیٹنا ہوتا ہے اسلئے یہ مکروہ ہوگا۔(۵) سدل مکروہ ہے اس کے لئے حدیث یہ ہے۔ **عن ابى هرير ةان رسول الله ﷺ نهى عن السدل فى الصلوة وان يغطى الرجل فاه** ۔(ابوداؤد شریف، باب ماجاء فی السدل فی الصلوۃ، ص ۱۰۳ نمبر ۶۴۳/ ترمذی شریف، باب ماجاء فی کراہیۃ السدل فی الصلوۃ، ص ۸۷، نمبر ۳۷۸)اس حدیث میں ہے کہ سدل کرنا مکروہ ہے۔

لغت : التربع: ربع سے مشتق ہے چار زانو بیٹھنا۔ عقص الشعر: مرد بالوں کو جمع کر کے باندھے، یا چوٹی گوندھے۔ اعتجار: عجر سے مشتق ہے، لپیٹنا، یہاں مراد ہے، کہ رومال سر کے چاروں طرف لپیٹے اور بیچ میں کھلا رکھے۔ کف الثوب: کپڑے کو بار سمیٹنا۔ سدل: کندھے پر چادر یا رومال رکھ دے، اور اس کو لپیٹے نہیں کھلا چھوڑ دے۔

ترجمه : (۵۵۸) کپڑے میں اس طرح ہاتھ داخل کرنا کہ نہ نکل سکے۔ کپڑے کو داہنی بغل سے نکال کر اس کے دونوں کنارے بائیں کندھے پر ڈالنا۔

تشریح : یہ مسئلے اس اصول پر ہیں کہ کپڑا بار بار سمیٹنے سے خشوع خضوع میں خلل آتا ہو تو مکروہ ہوگا۔ صورت مسئلہ یہ ہے، نماز میں کپڑے میں اس طرح ہاتھ ڈالے کے باہر نہ نکل سکے [اس کو عربی میں ،الصماء، کہتے ہیں]اس سے رکوع اور سجدے میں پریشانی ہوگی اس لئے یہ اس لئے مکروہ ہے ۔ کپڑے کو داہنی بغل میں ڈالے اور وہاں سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈالے اس میں تھوڑا تکبر کا

الایمن وطرح جانبیه علی عاتقه الایسر (۵۵۹)والقراء ۃ فی غیر حالة القیام واطالة الرکعة الاولی فی التطوّع وتطویل الثانیة علی الاولی فی جمیع الصلوات(۵۶۰) وتکرار السورۃ فی رکعة واحدۃ

مظاہرہ ہوتا ہے، جو صرف حج میں رمل کے وقت مستحسن ہے باقی میں نہیں۔

وجه : (۱) صماء مکروہ ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن جابر قال نهی رسول الله ﷺ عن الصماء و عن الاحتباء فی ثوب واحد**۔(ابوداود شریف، باب فی لبسۃ الصماء، ص ۵۷۵، نمبر ۴۰۸۰) اس حدیث میں ہے کہ لبسۃ صماء نہ کرے۔(۲) دائیں بغل کے نیچے کپڑا ڈالے اور بائیں کندھے پر ڈالے، یہ مکروہ ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن ابی هريرة قال نهی رسول الله ﷺ عن لبستین ان یحتبی الرجل مفضیا بفرجه الی السماء و یلبس ثوبه و احد جانبیه خارج و یلقی ثوبه علی عاتقه**۔(ابوداود شریف، باب فی لبسۃ الصماء، ص ۵۷۵، نمبر ۴۰۸۰) اس حدیث میں ہے کہ اندراج مکروہ ہے۔ **عن ابی هريرة قال نهی النبی ﷺ ان یصلی الرجل فی الثوب الواحدلیس علی عاتقه منه شیء**۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی اعراء المناکب، ج اول، ص ۳۰۷، نمبر ۳۵۰۹) اس حدیث میں ہے کہ کندھے پر کپڑا نہ ہو تو حضور نے نماز منع فرمائی ہے۔

ترجمه : (۵۵۹) قیام کے سوا دوسری حالت میں قرآن پڑھنا، نفل میں پہلی رکعت کو دراز کرنا، پہلی رکعت سے دوسری رکعت کو تمام نمازوں میں طویل کرنا۔

تشریح : قیام کے علاوہ دوسری حالتوں میں قرأت کرنا مکروہ ہے۔ نفل میں پہلی رکعت کو اتنا لمبا کرے کہ برابری ختم ہو جائے یہ مکروہ ہے، تھوڑا بہت لمبا ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ تمام نمازوں میں پہلی رکعت اور دوسری رکعت برابر ہوں یا تھوڑی بہت پہلی رکعت بڑی ہو، لیکن اس کے برخلاف دوسری رکعت کو پہلی رکعت سے بھی لمبی کر لینا مکروہ ہے۔

وجه : (۱) قیام کے علاوہ میں قرأت مکروہ ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن علی بن ابی طالب قال نهانی رسول الله ﷺ عن التختم بالذهب وعن لباس القسی و عن القرأۃ فی الرکوع و السجود و عن لباس المعصفر**.(مسلم شریف، باب النھی عن لطس الرجل الثوب المعصفر، ص ۹۳۱، نمبر ۲۰۷۸/۵۴۳۹) (۲) دوسری پر پہلی کو لمبی کرنا مکروہ ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن عبد الله بن ابی قتادۃ ، عن ابیه قال : کان رسول الله ﷺ یقرأ فی الرکعتین الاولیین من صلاۃ الظهر بفاتحةالکتاب و سورتین ، یطول فی الاولی و یقصر فی الثانیة و یسمع الآیة احیانا ، و کان یقرأ فی العصر بفاتحة الکتاب و سورتین ، و کان یطول فی الاولی ، و کان یطول فی الرکعة الاولی من صلوۃ الصبح ، و یقصر فی الثانیة**۔(بخاری شریف، باب القرأۃ فی الظھر، ص ۱۰۵، نمبر ۷۵۹ مسلم شریف، باب القرأۃ فی الظھر، ص ۱۸۵، نمبر ۴۵۱/۱۰۱۲) اس حدیث میں ہے کہ پہلی رکعت کو لمبی کرتے اور دوسری رکعت کو اس سے

من الفرض وقراءة سورة فوق التی قرأها وفصله بسورة بين سورتين قرأهما فی رکعتين (۵۶۱)وشمّ طيب وترويحه بثوب او مروحة مرة او مرّتين

مختصر کرتے تھے۔

ترجمہ :(۵۶۰) فرض کی ایک رکعت میں مکرر سورت پڑھنا،اوپر کی سورت پڑھنا،دورکعت میں دوسورتوں کے مابین ایک چھوٹی سورت کا فاصلہ کرنا۔

تشریح : فرض کی رکعت میں کئی سورتیں پڑھے گا تو رکعت لمبی ہو جائے گی،جس سے مقتدی کو تکلیف ہوگی اس لئے ایک رکعت میں کئی کئی سورتیں پڑھنا مکروہ ہے۔قرآن کریم ترتیب کے ساتھ لکھا ہوا ہے،اس کے خلاف الٹی ترتیب سے پڑھنا خلاف ترتیب ہے اس لئے مکروہ تنزیہی ہے،مثلا پہلی رکعت میں اذا جاء نصر اللہ،پڑھے اور دوسری رکعت میں قل یا ایھا الکافرون،پڑھے یہ مکروہ ہے۔دو چھوٹی سورتوں کے درمیان ایک چھوٹی سورت چھوڑنے سے اس کی بے اعتنائی معلوم ہوتی ہے اور ایک قسم کی توہین ہے،مثلا پہلی رکعت میں انا اعطیناک الکوثر،پڑھے اور دوسری رکعت میں اذا جاء نصر اللہ،پڑھے اور بیچ میں قل یا ایھا الکافرون،کو چھوڑ دے تو یہ اس کی توہین ہے اس لئے بغیر کسی مجبوری کے چھوڑ دینا مکروہ ہے،ہاں یاد نہ ہو یا کوئی مجبوری ہو تو مکروہ نہیں ہے۔ یا بڑی سورت چھوڑ دے تو مکروہ نہیں ہے،کیونکہ اتنی بڑی سورت ہر کسی کو یاد نہیں ہوتی۔

وجہ : (۱)مکرر سورت پڑھنا مکروہ ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔عن ابی هريرة ان النبی ﷺ قال اذا صلی احدكم للناس فليخفف فان فيهم السقيم و الشيخ الكبير و ذو الحاجة ۔ (ابوداود شریف،باب تخفیف الصلاۃ، ص۱۲۴،نمبر۷۹۵)(۲)یہ قول صحابی بھی ہے۔عن ابی جعفر قال لا يقرن بين سورتين فی كل ركعة۔(مصنف ابن ابی شیبۃ،باب من کان لا یجمع بین السورتین فی رکعۃ،ج اول،ص۳۲۴،نمبر۳۷۰۵)اس قول صحابی میں ہے کہ ایک رکعت میں دو سورتیں نہیں پڑھنی چاہئے۔ ہاں نفل میں جتنی چاہے سورتیں پڑھے۔(۳) عن عبد الله بن ابی الهذيل قال كانوا يكرهون ان يقرأوا بعض الآية و يتركوا بعضها ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ،باب من کرہ ان یقرأ بعض الآیۃ ویترک بعضھا،ج سادس،ص ۱۵۱،نمبر۳۰۲۵۵)اس قول تابعی میں ہے کہ درمیان سے بعض آیت چھوڑنا مکروہ ہے۔(۴)عن شقيق قال قيل لعبد الله ان فلانا يقرأ القرآن منكوسا ، فقال عبد الله ذاک منكوس القلب ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ،باب من کرہ ان یقرأ القرآن منکوسا ،ج سادس،ص۱۵۵،نمبر۳۰۲۹۸)اس قول صحابی میں ہے کہ قرآن الٹا پڑھنا دل کے الٹے ہونے کی دلیل ہے۔

ترجمہ : (۵۶۱)خوشبو سونگھنا،کپڑے یا پنکھے سے ایک یا دو بار ہوا کرنا۔

تشریح : کپڑے یا بدن میں خوشبو لگی ہوئی ہو اور اسکی بو ناک میں آرہی ہو یہ مکروہ نہیں ہے،لیکن قصدا انگلی کو ناک میں لیجا کر سونگھنا عمل کثیر کا خطرہ ہے اس لئے یہ مکروہ ہے۔کپڑے یا پنکھے سے نماز میں ہوا کرنا عمل کثیر کا خطرہ ہے،اور یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ کپڑے

(٥٦٢)وتحويل اصابع يديه او رِجليه عن القبلة فى السجود وغيره وترک وضع اليدين على الركبتين فى الركوع (٥٦٣) والتثاؤب و تغميض عينيه ورفعهما للسماء والتمطّى

سے کھیل رہا ہے اس لئے یہ خشوع وخضوع کے خلاف ہے اس لئے مکروہ ہے۔

وجه :(۱) عن ابن عباس عن النبی ﷺ قال امرت ان اسجد علی سبعة اعظم لا اکف شعرا ولا ثوبا (بخاری شریف، باب لا یکف ثوبہ فی الصلوۃ ،ص ۱۱۳، نمبر ۸۱۶ مسلم شریف، باب اعضاء السجود والنھی عن کف الشعر والثوب، ص ۱۹۳، نمبر ۴۹۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کپڑے کو بلا وجہ بار بار سمیٹنا مکروہ ہے تو خوشبو سونگنا بھی مکروہ ہوگا۔(۲) عن ابراهيم انه کان یکره ان یتروح فی الصلاة یعنی بثوبه من الحر ۔(مصنف عبد الرزاق، باب التروح فی الصلاۃ، ج ثانی، ص ۱۷۹، نمبر ۳۳۵۶) اس قول تابعی میں ہے کہ کپڑے سے ہوا کرنا مکروہ ہے۔

ترجمه : (۵۶۲) سجدے وغیرہ میں ہاتھ پاؤں کی انگلیاں قبلہ سے پھرانا، اور رکوع میں دونوں ہاتھوں کا گھٹنوں پر رکھنا چھوڑ دینا۔

تشريح : سجدے میں ہاتھ پاؤں کی انگلیاں قبلہ کی طرف کرنا سنت ہے اس لئے اس کے خلاف کرنا مکروہ ہے۔ رکوع میں دونوں ہاتھوں کو گھٹنے پر اس طرح رکھے کہ گویا کہ اس کو پکڑے ہوا ہو، یہ سنت ہے اس لئے ہاتھوں کو گھٹنوں پر نہ رکھے یہ مکروہ ہوگا۔

وجه :(۱) قبلہ کے خلاف انگلیاں رکھنا مکروہ ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ یستقبل باطراف رجليه القبلة قال ابو حميد عن النبی ﷺ . (بخاری شریف، باب یستقبل باطراف رجلیہ القبلۃ ،ص ۱۳۱، نمبر ۸۰۸) (,) اس حدیث میں ہے۔ عن عائشة قالت کان النبی ﷺ اذا سجد وضع يديه وجاه القبلة . (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من کان یقول اذا سجد فلیوجہ یدیہ الی القبلۃ، ج ثانی، ص ۲۳۶، نمبر ۲۷۱۲) اس لئے اس کے خلاف مکروہ ہوگا۔(۳) اور گھٹنے پر ہاتھ نہ رکھے یہ مکروہ ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔فذکروا صلوة رسول الله ﷺ فقال ابو حميد انا اعلمكم بصلوة رسول الله ﷺ ان رسول الله ﷺ ركع فوضع يديه على ركبتيه كانه قابض عليهما و وتر يديه فنحاهما عن جنبيه. (ترمذی شریف، باب ما جاء یجافی یدیہ عن جنبیہ فی الرکوع، ص ۲۷، نمبر ۲۶۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہاتھوں سے گھٹنوں کو اس طرح پکڑے کہ کمان کی رسی کی طرح معلوم ہو

ترجمه : (۵۶۳) جمائی لینا، آنکھیں بند رکھنا، آنکھیں آسمان کی طرف اٹھانا، انگڑائی لینا۔

تشريح : یہ سب باتیں سستی کی علامت ہیں اور خشوع وخضوع کے خلاف ہیں اس لئے یہ سب مکروہ ہیں۔

وجه : اس حدیث میں منہ بند کرنے کا حکم ہے۔ عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ قال التثاوب من الشيطان فاذا تثاوب أحدكم فليكظم ما استطاع ۔(مسلم شریف، باب تشمیت العاطس وکراھیۃ التثاوب، ص ۱۲۹۴، نمبر ۲۹۹۴/

(۵۶۴) والعمل القلیل واخذ قملة وقتلها وتغطیة انفه وفمه ووضع شیء فی فمه یمنع القراء ة

۷۴۹۰)اس حدیث میں ہے کہ جمائی کوحتی الوسع دور کرے ،جس سے معلوم ہوا کہ بلا وجہ یہ کرنا مکروہ ہے۔(۲) آنکھیں بند نہ کرے اس کے لئے یہ قول تابعی ہے۔و روینا عن مجاهد و قتادة کانا یکرهان تغمیض العینین فی الصلاة ۔(سنن بیہقی، باب لا یجاوز بصرہ موضع سجودہ ،ج ثانی ،ص ۴۰۳،نمبر ۳۵۴۵ رمصنف ابن ابی شیبۃ ، باب فی تغمیض العین فی الصلاۃ،،ج ثانی ،ص ۶۴،نمبر ۶۵۰۳) اس قول تابعی میں ہے کہ آنکھ بند نہ کرے۔ (۳) آنکھیں آسمان کی طرف نہ اٹھائے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ ان انس بن مالک حدثه قال قال رسول الله ﷺ ما بال اقوام یرفعون أبصارهم الی السماء فی صلاتهم ؟ فاشتد قوله فی ذالک حتی قال لینتهین عن ذالک او لتخطفن ابصارهم۔(بخاری شریف، باب رفع البصر الی السماء فی الصلاۃ ،ص ۱۲۲،نمبر ۷۵۰ رمسلم شریف، باب النهی عن رفع البصر الی السماء فی الصلاۃ ،ص ۱۸۳،نمبر ۹۶۶/۴۲۸)

(۴) انگڑائی نہ لے اس کے لئے یہ اثر ہے۔قلت لعطاء الرجل یتمطی فی الصلاة ؟ قال لم یبلغنی فیه شیء و لکنی لا احبه ، قلت فیقعقع الرقبة و الاصابع و غیر ذالک فی الصلاة ؟ قال اکرهه ،قلت التنخع او الامتخاط و البزاق وادخال الرجل یده فی انفه ؟ قال لا تفعله فی الصلاة، قلت فالاحتکاک فی الصلاة و الارتداد و الاتزار فی الصلاة ؟ قال کل ذالک لا تفعله فی الصلاة ۔(مصنف عبد الرزاق، باب التحریک فی الصلاۃ، ج ثانی ،ص ۱۷۱،نمبر ۳۳۰۴)اس قول تابعی میں ہے کہ انگڑائی لینا اچھا نہیں ہے۔

لغت : رکبۃ: گھٹنا۔التثاؤب: جمائی لینا۔تغمیض: آنکھ بند کرنا۔التمطی: انگڑائی لینا۔

ترجمه : (۵۶۴) عمل قلیل کرنا، جوں پکڑنا اوراس کا مارنا، ناک اور منھ ڈھکنا،منھ میں ایسی چیز رکھنا جو قرأت مسنونہ کو مانع ہو۔

تشریح : عمل کثیر سے نماز فاسد ہو جائے گی،البتہ بغیر مجبوری کے عمل قلیل کرنا مکروہ ہے،جس کام کے کرنے میں ایک ہاتھ استعمال ہوتا ہو وہ عمل قلیل ہے۔باقی سب آسان ہیں۔

وجه : (۱) جوں پکڑنے میں عمل قلیل ہوگا جو مکروہ ہے۔جوں کا پکڑنا اوراس کو مارنا مکروہ ہے اس کیلئے یہ حدیث ہے۔عن رجل من الانصار ان النبی ﷺ قال اذا وجد احدکم القملة و هو یصلی فلا یقتلها و لکن یصرها حتی یصلی ۔(سنن بیہقی، باب من وجد فی صلاتہ قملۃ فصرھا الخ، ج ثانی ،ص ۴۱۸،نمبر ۳۶۰۷)(۲) ناک ڈھانپنا مکروہ ہے اس لئے یہ قول صحابی ہے۔ ان ابن عباس کره تغطیة الانف ، قال قتادة و کان سعید بن المسیب و النخعی و عطاء یکرهونه ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ، باب فی تغطیۃ الانف وحدہ، ج ثانی ،ص ۱۳۲،نمبر ۷۳۱۲) (۳) منہ ڈھانپنا مکروہ ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے عن ابی هریرة ان رسول الله ﷺ نهی عن السدل فی الصلوة وان یغطی الرجل فاه ۔(ابو داؤد شریف، باب ما جاء فی السدل فی الصلوۃ ،ص ۱۰۳،نمبر ۶۴۳ رترمذی شریف، باب ما جاء فی کراہیۃ السدل فی الصلوۃ ،ص ۸۷،نمبر

المسنونة(۵۶۵) والسجود على كور عمامته وعلى صورة والاقتصار على الجبهة بلا عذر بالانف (۵۶۶) والصلوة فى الطريق والحمام وفى المخرج وفى المقبرة وارض الغير بلا رضاه وقريبا من

---

۳۷۸)اس حدیث میں ہے کہ منہ ڈھانکنا مکروہ ہے۔(۴)۔اخبرنی ابو بکر عن من اخبرہ ان النبی ﷺ نهى ان يخمر الفم فى الصلاة ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ، باب فی تغطیۃ الفم فی الصلاۃ، ج ثانی ص ۱۳۱، نمبر ۷۲۹۵) اور جب منہ ڈھانکنا مکروہ ہے تو ایسی چیز منہ میں رکھنا جس سے قرأت نہ کرسکتا ہو بدرجہ اولی مکروہ ہوگا۔

ترجمه : (۵۶۵) عمامہ کے پیچ پر سجدہ کرنا، تصویر پر سجدہ کرنا، ناک میں عذر نہ ہوتے ہوئے صرف پیشانی پر اقتصار کرنا،

تشریح : تیز گرمی ہو یا تیز سردی ہو تو عمامہ کے پیچ پر سجدہ کرسکتا ہے، البتہ اس پر سجدہ کرنے سے عمل قلیل لازم آتا ہو تو مکروہ ہے۔حدیث کے اعتبار سے تصویر حرام ہے اس لئے اس پر سجدہ کرنا بھی مکروہ ہوگا۔ناک اور پیشانی دونوں پر سجدہ کرنا ضروری ہے، البتہ پیشانی اصل ہے، اس لئے عذر کے بغیر صرف پیشانی پر اکتفاء کرنا مکروہ ہے۔

وجه: (۱) عمامے کے پیچ پر سجدہ کرنا مکروہ ہے اس کے لئے یہ قول صحابی ہے۔ ان ابن عمر كان يكره ان يسجد على كور عمامته حتى يكشفها ۔(مصنف عبد الرزاق، باب السجود علی کور العمامۃ، ج اول ص ۳۰۴، نمبر ۱۵۷۲) اس قول صحابی میں ہے کہ پگڑی کی پیچ پر سجدہ کرنا مکروہ ہے۔(۲) تصویر پر سجدہ کرنا مکروہ ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ سمعت عائشةؓ : قدم رسول الله ﷺ من سفر و قد سترت بقرام لى على سهوة لى فيها تماثيل فلما رأه رسول الله ﷺ و قال أشد الناس عذابا يوم القيامة الذين يضاهون بخلق الله ، قالت : فجعلناه وسادة أو وسادتين . (بخاری شریف، باب ما وطی من التصاویر، ص ۱۰۴۳، نمبر ۵۹۵۴ر مسلم شریف، باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان الخ۔کتاب اللباس والزینۃ، ص ۹۴۱، نمبر ۲۱۰۷/۵۵۳۱)(۳) صرف پیشانی پر اکتفاء کرنا مکروہ ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن ابن عباس قال قال النبی ﷺ امرت ان اسجد على سبعة اعظم على الجبهة ۔واشار بيده على انفه ۔واليدين والركبتين واطراف القدمين (بخاری شریف، باب السجود علی الانف ص ۱۱۲ نمبر ۸۱۲ر مسلم شریف، باب اعضاء السجود والنھی عن کفی الشعر ص ۱۹۳ نمبر ۴۹۰/۱۰۹۹) اس حدیث میں ہے کہ ناک اور پیشانی پر سجدہ کرے۔(۴) عن ابن عباس ، عن النبی ﷺ قال : لا صلوة لمن لم يضع أنفه على الارض . (دار قطنی، باب وجوب وضع الجبهة والانف، ج اول ص ۳۴۱، نمبر ۱۳۰۳ر مستدرک للحاکم، کتاب الصلوۃ، ج اول ص ۴۰۴، نمبر ۹۹۷) اس حدیث میں ہے کہ جب تک ناک زمین پر نہ لگائے نماز نہیں ہوگی۔

لغت :کور :عمامہ کا پیچ، کنارہ۔

ترجمه : (۵۶۶) راستہ اور حمام اور پاخانہ اور قبرستان اور بلا رضامندی غیر کی زمین میں، نجاست کے قریب [نماز مکروہ ہے]

نجاسة (۵۶۷) ومدافعا لاحد الاخبثين او الريح و نجاسة غير مانعة الا اذا خاف فوت الوقت او

تشریح : بیچ راستہ میں نماز پڑھنے سے لوگوں کو تکلیف ہوگی اس لئے مکروہ ہے۔ حمام خانہ، پاخانہ کے پاس عموما نجاست ہوتی ہے اور کراہیت ہوتی ہے اس لئے مکروہ ہے۔ قبرستان میں نماز پڑھنے سے خطرہ ہوتا ہے کہ خود قبر والوں سے مرادیں مانگ رہا ہو اس لئے مکروہ ہے۔ غیر کی زمین میں بغیر اس کی رضامندی کے نماز پڑھنے میں اس لئے کراہیت ہے کہ اپنی زمین نہیں ہے، لیکن ایسا محسوس ہوتا ہو کہ مالک اس سے ناراض نہیں ہوگا تو جائز ہے۔ نجاست کے قریب اس لئے مکروہ ہے کہ یہ کوئی اچھی چیز نہیں ہے کہ اس کے پاس عبادت کی جائے۔

وجه : (۱) عن ابن عمر ان النبی ﷺ نهی ان یصلی فی سبعة مواطن : فی المزبلة و المجزرة و المقبرة و قارعة الطریق، و فی الحمام و فی مواطن الابل و فوق ظهر بیت الله ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی کراہیۃ ما یصلی الیہ و فیہ، ص ۹۴، نمبر ۳۴۶) اس حدیث میں ہے کہ راستے کے درمیان، حمام خانہ، قبرستان، اور بیت الخلاء میں نماز نہ پڑھو۔

لغت : الحمام: پچھلے زمانے میں غسل خانہ بنا ہوتا تھا جس میں سب نہاتے تھے، اس میں عموما بدبو ہوتی تھی۔ المخرج: نکلنے کی جگہ، مراد ہے پیخانہ کرنے کی جگہ۔

ترجمه : (۵۶۷) اور پیشاب، پیخانہ اور ہوا کے وقت۔ اور نجاستِ غیر مانعہ کے ساتھ نماز پڑھنا، مگر ہاں وقت یا جماعت فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو خیر، ورنہ اس کو قطع کر دینا مستحب ہے۔

تشریح : پیشاب، پیخانہ زور سے لگا ہو، یا ہوا خارج کرنے کی سخت ضرورت ہو تو پہلے یہ ضرورت پوری کرے تب نماز پڑھے، ہاں جماعت فوت ہونے کا خطرہ ہو یا وقت نکل جانے کا خطرہ ہو اور حاجت سخت نہ ہو تو پہلے نماز پڑھ سکتا ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اتنی نجاست لگی ہو کہ اس سے نماز جائز ہے پھر بھی اس کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ ہے، پہلے اس کو دھو لینا چاہئے۔ ایک درہم سے کم نجاست لگی ہو تو معاف ہے، یعنی اگر پتلی نجاست ہو ایک درہم چوڑائی لمبائی سے کم ہو تو معاف ہے۔ اور گاڑھی نجاست ہو تو ایک درہم وزن سے کم ہو تو معاف ہے۔

وجه : (۱) پیشاب، پیخانہ کے وقت نماز مکروہ ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ قالت (عائشة) اجلس یا غندر انی سمعت رسول الله ﷺ یقول لا صلاة بحضرة الطعام و لا هو یدافعه الاخبثان ۔(مسلم شریف، باب کراہۃ الصلاۃ بحضرۃ الطعام، الخ ص ۲۲۶، نمبر ۵۶۰/۱۲۴۶) اس حدیث میں ہے کہ پیشاب پیخانہ کے زور کے وقت نماز نہ پڑھے۔ (۲) پہلے ضرورت پوری کرے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن ابن عمر قال قال النبی ﷺ اذا کان احدکم علی الطعام فلا یعجل حتی یقضی حاجته منه و ان اقیمت الصلاة ۔(بخاری شریف، باب اذا حضر الطعام و اقیمت الصلاۃ، ص ۱۰۹، نمبر ۶۷۴) اس حدیث میں ہے کہ کھانے یا پیشاب پیخانے کی ضرورت ہو تو پہلے اس کو پوری کر و چاہے اقامت کہی جا رہی ہو۔ (۳)

الجماعۃ والا ندب قطعھما(۵۶۸) والصلوۃ فی ثیاب البذلۃ(۵۶۹) ومکشوف الرأس لا للتذلل

اورنجاست غلیظہ ایک درہم معاف ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ قال : تعاد الصلوۃ من قدر الدرھم من الدم** (دارقطنی، باب قدر النجاسۃ التی تبطل الصلوۃ ص ۳۸۵ نمبر ۱۴۷۹ ر سنن للبیھقی، باب ما یجب غسلہ من الدم، ج اول، ص ۵۶٦، نمبر ۴۰۹۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خون یا اس جیسی نجاست غلیظہ درہم سے کم ہو تو معاف ہے۔

﴿ درہم کا حساب ﴾

درھم کے بارے میں دو قسم کی باتیں ہیں ، ایک یہ کہ اسکے وزن کا اعتبار کیا جائے اور دوسری یہ کہ اسکی مساحت یعنی رقبے کا اعتبار کیا جائے تو دونوں قولوں میں ترتیب یہ ہے کہ جس قول میں مساحت کا اعتبار کیا گیا ہے وہ پتلی نجاست کے بارے میں ہے۔ کہ پتلی نجاست ہو تو درھم کے رقبے کا اعتبار کیا جائے اور 2.75 سینٹی میٹر نجاست ہو تو جگہ ناپاک ہوگی، اور جس قول میں وزن کا اعتبار ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ نجاست گاڑھی ہو تو درھم کے وزن کا اعتبار کیا جائے اور 4.374 گرام وزن نجاست ہو تو جگہ ناپاک قرار دی جائے چاہے رقبے کے اعتبار سے 2.75 سینٹی میٹر سے کم رقبے پر ہی نجاست لگی ہو۔ یہ انگلینڈ میں پچاس پینس کی مقدار ہے۔

لغت : ندب قطعھما: کا مطلب یہ ہے کہ پیشاب، اور پیخانہ کی ضرورت کو پہلے پوری کرے۔ اور اس کو منقطع کرے۔

ترجمہ :(۵٦۸) (کارگذاری (معمولی) کپڑے میں۔

تشریح : ایسا کپڑا جس میں اچھے لوگوں کے پاس جانے میں کراہیت ہوتی ہے اس کو ,ثیاب البذلہ، کہتے ہیں، بغیر مجبوری کے اس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے

وجہ : (۱) **عن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ او قال قال عمر اذا کان لاحدکم ثوبان فلیصل فیھما فان لم یکن الا ثوب واحد فلیتزر بہ و لا یشتمل اشتمال الیھود** ۔(ابوداود شریف، باب اذا کان الثوب ضیقا یتزر بہ، ص ۱۰۲، نمبر ٦۳٦) اس حدیث میں ہے دو کپڑے ہوں تو دونوں کو پہننا چاہئے، اور نہ ہوں تو مجبوری ہے۔ (۲) **عن عبد اللہ بن بریدۃ عن ابیہ قال نھی رسول اللہ ﷺ ان یصلی فی لحاف لا یتوشح بہ والآخر ان یصلی فی سراویل و لیس علیہ رداء** ۔(ابوداود شریف، باب اذا کان الثوب ضیقا یتزر بہ، ص ۱۰۲، نمبر ٦۳٦) اس حدیث میں ہے کہ صرف پاجامے میں نماز پڑھنا اچھا نہیں ہے

ترجمہ : (۵٦۹) اور سر کھلے ہوئے بغیر انکسار وزاری کے۔[مکروہ ہے]

تشریح : انکساری اور آہ وزاری کرنے کے لئے سر پر کپڑا نہ رکھے تو اس کی گنجائش ہے، ورنہ عام حالات میں سر پر کپڑا ہونا چاہئے چاہے ٹوپی ہو چاہے رومال ہو چاہے پگڑی ہو، یہ مردوں کے لئے زینت ہیں ، اور آیت میں [**یا بنی آدم خذوا زینتکم**

والتضرع(٥٧٠) وبحضرة طعام يميل اليه وما يشغل البال ويخلّ بالخشوع

عند كل مسجد. (آیت ۳۱، سورۃ الاعراف ۷) فرمایا، کہ نماز کے وقت زینت اختیار کرو۔ ایک زمانے میں پگڑی کا رواج تھا ابھی اس کی جگہ پر ٹوپی، یا رومال کا رواج ہے۔

﴿ پگڑی، اور ٹوپی کی حدیثیں ﴾

وجه :(۱) عن جعفر بن عمر بن حريث عن ابيه قال رأيت النبى ﷺ على المنبر و عليه عمامة سوداء قد ارخى طرفها بين كتفيه۔ (ابوداود شریف، باب فی العمائم، ص ۵۷۴، نمبر ۴۰۷۷ رشمائل ترمذی شریف، باب ماجاء فی عمامۃ النبی ﷺ، ص ۸) (۲) عن ابن عباس ان النبى ﷺ خطب الناس و عليه عصابة دسماء۔ (شمائل ترمذی شریف، باب ماجاء فی عمامۃ النبی ﷺ، ص ۸، نمبر) ان دونوں حدیثوں میں ہے کہ خطبہ کے وقت حضور پگڑی پہنے ہوئے تھے۔ (۳) عن جابر قال دخل النبى ﷺ مكة يوم الفتح و عليه عمامة سوداء۔ (ترمذی شریف باب ماجاء فی العمامۃ السوداء، ص ۴۱۴، نمبر ۱۷۳۵ رابوداود شریف، باب فی العمائم، ص ۵۷۴، نمبر ۴۰۷۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پگڑی پہننا چاہئے۔ (۴) عن ابن عمر قال كان النبى ﷺ اذا اعتم سدل عمامته بين كتفيه۔ (ترمذی شریف، باب فی سدل العمامۃ بین الکتفین، ص ۴۱۴، نمبر ۱۷۳۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پگڑی کا شملہ کندھوں کے درمیان لٹکانا چاہئے۔ (۵) عن ابن مسعود عن النبى ﷺ قال كان على موسى يوم كلمه ربه كساء صوف و جبة صوف و كمة صوف و سراويل صوف و كانت نعلاه من جلد حمار ميت .....و الكمة القلنسوة الصغيرة۔ (ترمذی شریف باب ماجاء فی لبس الصوف، ص ۴۱۴، نمبر ۱۷۳۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اون کی ٹوپی پہنے تھے۔ اس لئے ٹوپی پہننا چاہئے۔ (۶) عن هلال بن يساف قال ....قلت لصاحبى نبدأ فننظر الى دله فاذا عليه قلنسوة لاطية ذات اذنين۔ (ابوداود شریف، باب الرجل یعتمد فی الصلاۃ علی عصا، ص ۱۴۴، نمبر ۹۴۸) اس عمل صحابی میں ہے کہ ان پر نماز میں ٹوپی تھی۔ (۷) قال الحسن كان القوم يسجدون على العمامة و القلنسوة و يداه فى كمه۔ (بخاری شریف، باب السجود علی الثوب فی شدۃ الحر، ص ۶۸، نمبر ۳۸۵) اس قول صحابی کے اشارے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرات عمامہ اور ٹوپی پہنا کرتے تھے۔ (۶) قال ركانة و سمعت النبى ﷺ يقول فرق ما بيننا و بين المشركين العمائم على القلانس۔ (ابوداود شریف، باب فی العمائم، ص ۵۷۴، نمبر ۴۰۷۷) اس حدیث میں پگڑی اور اس کے نیچے ٹوپی دونوں کا ثبوت ہے۔

ترجمہ : (۵۷۰) کھانا موجود ہو اس طرح کہ دل اس کی طرف مائل ہو اور مشغول ہو جائے اور خشوع میں خلل انداز ہو جائے تو [تو مکروہ ہے]

(۵۷۱) وعدّ الآی والتسبیح بالید (۵۷۲[الف])وقیام الامام فی المحراب او علی مکان او الارض

تشریح : کھانا موجود ہو اور اتنی بھوک لگی ہو کہ دل ادھر مائل ہو جائے اور نماز میں خشوع خضوع ختم ہو جائے، ایسی صورت میں نماز پڑھنا مکروہ ہے، اور بھوک زیادہ نہ لگی ہو تو مکروہ نہیں ہے۔

وجه : (۱) بھوک تیز ہونے کے وقت نماز مکروہ ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **قالت (عائشة) اجلس یا غندر انی سمعت رسول الله ﷺ یقول لا صلاة بحضرة الطعام و لا هو یدافعه الاخبثان** ۔(مسلم شریف، باب کراهة الصلاة بحضرة الطعام، الخ، ص ۲۲۶، نمبر ۵۶۰/۱۲۴۶) اس حدیث میں ہے کہ کھانے کے وقت نماز نہ پڑھے۔ (۲) پہلے کھانا کھائے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن ابن عمر قال قال النبی ﷺ اذا کان احدکم علی الطعام فلا یعجل حتی یقضی حاجته منه و ان اقیمت الصلاة** ۔(بخاری شریف، باب اذا حضر الطعام واقیمت الصلاة، ص ۱۰۹، نمبر ۶۷۴) اس حدیث میں ہے کہ کھانے یا پیشاب پیخانے کی ضرورت ہو تو پہلے اس کو پوری کر و چاہے اقامت کہی جا رہی ہو۔

لغت : بذلۃ: خرچ، ثیاب البذلۃ: ایسا کپڑا جس میں آدمی محنت مزدوری کرتا ہو۔ تذلل: ذلیل ہونا، آہ وزاری کرنا۔ التضرع: گڑگڑانا۔ البال: دل، مایشغل البال: جو دل کو مشغول کرے۔

ترجمه : (۵۷۱) ہاتھ سے آیت اور تسبیح گننا۔

تشریح : نماز سے باہر ہاتھ سے تسبیح گننا جائز ہے، البتہ نماز کے اندر ہاتھ سے آیت یا تسبیح گنے گا تو عمل قلیل لازم آئے گا اور دل اس میں مشغول ہوگا اس لئے یہ مکروہ ہے۔

وجه :(۱)۔ **سأله عمر بن عبد العزیز تعد الآیة فی الصلاة ؟ فقال ما افعل قال و انا ایضا ما افعل** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ۳۱۱ من کرھہ، ج اول، ص ۴۲۷، نمبر ۴۹۱۰)(۲) **کان عبد الله یکره العدد و یقول : أ یمن علی الله حسناته** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ۶۷۵ من کرہ عقد التسبیح، ج ثانی، ص ۱۶۴، نمبر ۷۶۶۶) اس اثر سے معلوم ہوا کہ انگلیوں سے تسبیح گننا مکروہ ہے۔ اس لئے نماز میں بھی مکروہ ہوگا۔ (۳) کنکری یا دھاگے کی تسبیح استعمال کرے اس کے لئے یہ عمل صحابی ہے۔ **قال نزلت علی ابی هریرة و معه کیس فی حصی او نوی فیقول سبحان الله سبحان الله حتی اذا نفذ ما فی الکیس القاه الی جاریة سوداء فجمعته ثم دفعته الیه** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی عقد التسبیح وعدد الحصی، ج ثانی، ص ۱۶۳، نمبر ۷۶۶۰) اس عمل صحابی میں ہے کہ کنکری اور گٹھلی سے تسبیح گن سکتا ہے۔ (۴) **عن حکیم بن الدیلمی عن مولاة لسعد ان سعدا کان یسبح بالحصی و النوی** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی عقد التسبیح وعدد الحصی، ج ثانی، ص ۱۶۳، نمبر ۷۶۵۸)

ترجمه :(۵۷۲[الف])، امام کا محراب میں، یا اونچی جگہ میں، یا کسی خاص جگہ میں تنہا کھڑا ہونا، صف میں جگہ ہوتے ہوئے

وحده والقيام خلف صف فيه فرجة.(۵۷۲[ب])ولبس ثوب فيه تصاوير وان يكون فوق رأسه او خلفه او بين يديه او بحذائه صورة الا ان تكون صغيرة او مقطوعة الرأس او لغير ذى روح

پیچھے کھڑا ہونا۔

تشریح : امام تنہا محراب میں کھڑا ہو، یا اونچی جگہ میں کھڑا ہو، یا کسی خاص جگہ میں کھڑا ہو اور اس کے ساتھ کوئی آدمی نہ ہو، جس سے معلوم ہوتا ہو کہ وہ بالکل الگ تھلگ ہیں تو یہ مکروہ ہے۔ کیونکہ یہودیوں کی طرح الگ شان شوکت والا معلوم ہوتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ صف میں جگہ ہوتے ہوئے بغیر مجبوری کے آدمی پیچھے کھڑا ہو جائے تو یہ بھی مکروہ ہے

وجه :(۱)عن ابراهيم كان يكره أن يصلى فى طاق الامام۔(مصنف عبد الرزاق، باب صلوۃ الامام فی الطاق، ج ثانی، ص ۴۷۲، نمبر ۳۹۱۱ رمصنف ابن ابی شیبۃ ۲۷۸ الصلوۃ فی الطاق، ج اول، ص ۴۰۹، نمبر ۴۶۹۷) اس اثر میں ہے کہ امام طاق یعنی محراب میں ہو تو یہ مکروہ ہے۔ البتہ امام محراب سے باہر ہو اور سجدہ محراب کے اندر کرتا ہو، تو چونکہ اس صورت میں امام کی کوئی خصوصیت نہیں رہی اسلئے یہ جائز ہے۔(۲) عن موسى الجهنى قال : قال رسول الله ﷺ لا تزال هذه الامة أو قال أمتى بخير ما لم يتخذ وا فى مساجدهم مدائح كمدائح النصارى . (مصنف ابن ابی شیبۃ ۲۷۸ الصلوۃ فی الطاق، جاول، ص ۴۰۹، نمبر ۴۶۹۹) اس اثر میں ہے کہ مسجدوں میں نصاری کی طرح محراب بنانا اچھی بات نہیں ہے۔ مدائح کا معنی ہے، محراب ۔(۳) أنه كان مع عمار بن ياسر بالمدائن ....قال له حذيفة : ألم تسمع رسول الله ﷺ يقول : اذا أم الرجل القوم فلا يقم فى مكان أرفع من مقامهم . أو نحو ذالک قال عمار : لذالک اتبعتک حين أخذت على يدى ۔(ابوداود شریف، باب الامام یقوم مکانا أرفع من مکان القوم، ص ۹۸، نمبر ۵۹۸ رمستدرک للحاکم، باب ومن کتاب الامامۃ وصلاۃ الجماعۃ، ج اول، ص ۳۲۹، نمبر ۷۶۰) اس حدیث میں ہے کہ امام اونچی جگہ پر ہو اور مقتدی نیچی جگہ پر ہو یہ اچھا نہیں ہے، اسی طرح اکیلا امام نیچی جگہ پر ہو تو اس میں امام کی توہین ہے اسلئے یہ بھی مکروہ ہے۔(۴) پہلی صف پوری کر واس کے لئے یہ حدیث ہے.عن انس ان رسول الله ﷺ قال أتموا الصف المقدم ثم الذين يليه فما كان من نقص فليكن فى الصف المو خر ۔(ابوداود شریف، باب تسویۃ الصفوف، ص ۱۰۵، نمبر ۶۷۱) ان دونوں حدیثوں میں ہے کہ پہلی صف پوری کریں ۔(۵)عن انس قال قال رسول الله ﷺ أتموا الصفوف فانى أراكم خلف ظهرى ۔(مسلم شریف، باب الصفوف تسویۃ الصفوف واقامتھا، الخ ص ۱۸۴، نمبر ۴۳۴ ر ۹۷۶)

ترجمه : (۵۷۲[ب]) ایسا کپڑا پہننا جس میں تصویر ہو، سر پر یا پیچھے یا سامنے یا مقابلہ میں تصویر ہونا، ہاں اگر بہت چھوٹی یا سر کٹی ہوئی یا غیر جاندار کی ہو تو حرج نہیں۔

(۵۷۳) وان یکون بین یدیه تنّور او کانون فیه جمر او قوم نیام

تشریح : ایسا کپڑا پہن کر نماز پڑھنا جس میں تصویر ہو مکروہ ہے۔ یا ایسی جگہ تصویر ہو جس سے اس کی تعظیم معلوم ہو تو یہ بھی مکروہ ہے، مثلا سر پر یا سامنے یا مقابلے میں تصویر ہو تو مکروہ ہے، البتہ تصویر پاؤں کے نیچے ہو اس کی توہین ہے اس لئے مکروہ نہیں، بہت چھوٹی تصویر جو نظر نہ آتی ہو، یا تصویر کا سر کٹا ہوا ہو، یا غیر جاندار کی تصویر ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

وجه :(۱) اس حدیث میں ہے۔عن عائشةؓ أنها اشترت نمرقة فیها تصاویر فقام النبی ﷺ بالباب فلم یدخل فقلت ُأتوب الی الله مما أذنبت قال : ما هذه النمرقة ؟ قلت ُلتجلس علیها و توسدها قال ان أصحاب هذه الصورة یعذبون یوم القیامة ۔(بخاری شریف، باب من کرہ القعود علی الصورۃ،ص ۱۰۴۳،نمبر ۵۹۵۷ر مسلم شریف، باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان الخ۔کتاب اللباس والزینۃ،ص ۹۴۱،نمبر ۲۱۰۷ر ۵۵۳۱)اس حدیث میں ہے کہ تصویر والے کپڑے پر آپؐ نے بیٹھنا پسند نہیں فرمایا، جب تصویر والے کپڑے پر بیٹھنا مکروہ ہے تو اسکو پہننا بدرجہ اولی مکروہ ہے۔(۲)عن عائشة قالت حشوت ُللنبی ﷺ وسادة فیها تماثیل کانها نمرقة ، فجاء فقام بین الناس و جعل یتغیر وجهه فقلت ُما لنا یا رسول الله ؟ قال :ما بال هذه الوسادة؟ قلت ُوسادة جعلتها لک لتضطجع علیها قال أما علمتِ أن الملائکة لا تدخل بیتاً فیه صورة و ان من صنع الصورة یعذب یوم القیامة فیقول : أحیوا ما خلقتم ۔(بخاری شریف، باب اذا قال احدکم آمین والملائکۃ فی السماء فوافقت احدھما الاخری غفرلہ ماتقدم من ذنبہ،ص ۵۳۸،نمبر ۳۲۲۴ر مسلم شریف، باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان الخ۔کتاب اللباس والزینۃ،ص ۹۴۱،نمبر ۲۱۰۷ر ۵۵۲۰) اس حدیث میں ہے کہ بستر اور کپڑے پر بھی جاندار کی تصویر ہو تو اسکو استعمال کرنا مکروہ ہے۔اور یہ بھی ثابت ہوا کہ دو ٹکڑا کر کے سر کاٹ دیا جائے تو مکروہ نہیں ہے۔ (۳) غیر جاندار کی تصویر جائز ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے عن ابن عباس ....سمعت ُ رسول الله ﷺ یقول : کل مصور فی النار یجعل له بکل صورة صورها ، نفساً فتعذبه فی جهنم ،و قال ان کنت َلا بد فاعلاً فاصنع الشجر و ما لا نفس له .فأقر به نصر بن علی (مسلم شریف، باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان الخ۔کتاب اللباس والزینۃ،ص ۹۴۱،نمبر ۲۱۱۰ر ۵۵۴۰)اس حدیث میں ہے کہ اگر تصویر بنانا ہی ہو تو ذی روح کے علاوہ کی تصویر بنائے۔

ترجمه : (۵۷۳) سامنے تنور یا آتشدان آگ والا ہو یا سوئے ہوئے لوگ ہوں

تشریح : سامنے چولھا ہو یا آتشداں[بہاری میں۔بورسی] ہو اور اس میں آگ ہو تو نماز مکروہ ہے، اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ پارسی لوگ آگ کی عبادت کرتے ہیں تو لوگ ایسا نہ سمجھے کہ آگ کی پوجا کر رہا ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ آگ سے جلنے کا خطرہ ہوگا اس لئے خشوع خضوع باقی نہیں رہے گا اس لئے بھی مکروہ ہے۔اور بہت سے سوئے ہوئے لوگ ہوں تو ہوسکتا ہے کہ وہ حدث کرے یا بڑبڑائے جس سے نماز میں خلل ہو اس لئے مکروہ ہے۔دیہات میں روشنی کے لئے موم بتی جلا کر صف کے سامنے رکھتے ہیں، اس

(۵۷۴)ومسح الجبهة من تراب لا یضره فی خلال الصلوة (۵۷۵)وتعیین سورة لا یقرأ غیرها الا لیسر علیه وتبرّکا بقراءة النبی صلی الله علیه وسلم (۵۷۶)وترک اتّخاذ سترة فی محل یظنّ

کی گنجائش ہے، کیونکہ وہ پوجا کے لئے نہیں رکھتے، اور روشنی کرنے کی مجبوری ہے۔

وجه : (۱) عبد الله بن عباس أن النبی ﷺ قال : لا تصلوا خلف النائم و لا المتحدث ۔(ابوداود شریف باب الصلوۃ الی المتحدثین والنیام، ص ۱۰۸، نمبر ۶۹۴ / ابن ماجۃ، باب من صلی و بینہ و بین القبلۃ شیء، ص ۱۳۵، نمبر ۹۵۹) اس حدیث میں ہے کہ سونے والے کے پیچھے نماز نہ پڑھے۔

لغت : تنور: چولھا۔ کانون: آتشدان۔ جمر: چنگاری۔

ترجمه : (۵۷۴) نماز میں پیشانی سے غیر مضر مٹی صاف کرنا۔

تشریح: جو مٹی نقصان نہ دیتی ہو اس کو نماز کے درمیان پیشانی سے جھاڑنا مکروہ ہے، کیونکہ اس سے عمل قلیل ہونے کا خطرہ ہے

وجه : (۱)سألت ابا سعید الخدری فقال رأیت رسول الله ﷺ یسجد فی الماء و الطین حتی رأیت اثر الطین فی جبهته ۔(بخاری شریف، باب من لم یمسح جبھتہ وانفہ حتی صلی، ص ۱۳۶، نمبر ۸۳۶)(۲)عن ابن عباس انه قال لا یمسح وجهه من التراب فی الصلاة حتی یتشهدو یسلم ۔(سنن بیہقی، باب لا یمسح وجھہ من التراب فی الصلاۃ حتی یسلم، ج ثانی، ص ۴۰۶، نمبر ۳۵۵۳)

ترجمه : (۵۷۵) کسی سورت کا اس طرح مقرر کر لینا کہ اس کے سوا دوسری نہ پڑھے، مگر ہاں آسانی کے لئے یا رسول اللہ ﷺ کی پڑھی ہوئی سورت کو برکت کے لئے پڑھے تو مکروہ نہیں۔

تشریح : کسی سورت کو خاص کر کے بار بار پڑھے تو اس کی اہمیت ہوگی، اور اس کے برخلاف دوسری سورتوں سے بے اعتنائی ہوگی اس لئے کسی سورت کو خاص کرنا مکروہ ہے، ہاں اگر کسی سورت کو حضورؐ نے پڑھی ہے اس لئے برکت کے لئے اس کو پڑھے، یا وہ اس کے لئے آسان ہے اس لئے وہ پڑھ رہا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ اس میں بے اعتنائی نہیں ہے۔

ترجمه : (۵۷۶) مصلی کے سامنے سے جہاں لوگوں کے گذرنے کا گمان ہو سترہ نہ رکھنا مکروہ ہے۔

تشریح : آدمی میدان میں نماز پڑھ رہا ہو اور خطرہ ہو کہ اس کے سامنے سے آدمی گزرے گا تو اس کو چاہئے کہ سترہ بنالے، اور سترہ کی سہولت نہ ہو تو سامنے خط کھینچ دے تاکہ گزرنے والا گنہگار نہ ہو اور نماز کے خشوع وخضوع میں خلل انداز نہ ہو۔ ہاں جہاں آدمی کے گزرنے کا خطرہ نہ ہو وہاں سترہ نہ بنائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

وجه :(۱)حدیث یہ ہے۔عن ابی ذر قال قال رسول الله ﷺ اذا قام احدکم یصلی فانه یستره اذا کان بین

المرور فيه بين يدى المصلى.

﴿فصل : (فی اتّخاذ السترة ودفع المارّبین یدی المصلی﴾

(۲۷۷) اذا ظنّ مروره يستحب له ان يغرز سترة تكون طول ذراع فصاعدا فى غلظ الاصبع

يديه مثل آخرة الرحل ، فاذا لم يكن بين يديه مثل آخر ة الرحل فانه يقطع صلاته الحمار ، و المرأة و الكلب الاسود ۔(مسلم شریف، باب قدر مایستر المصلی ،ص۲۰۹،نمبر۵۱۰/۱۱۳۷/ابوداودشریف، باب مایستر المصلی ،ص۱۰۸، نمبر۶۸۵)اس حدیث میں ہے کہ کجاوے کی طرح کوئی چیز سامنے ہوتو وہ سترہ بن جائے گا(۲) عن سهل بن ابى حثمة يبلغ به النبى ﷺ قال اذا صلى أحدكم الى سترة فليدن منها ، لا يقطع الشيطان عليه صلاته . (ابوداودشریف، باب الدنومن السترة ،ص۱۰۸،نمبر۶۹۵)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سترہ سے قریب ہونا چاہئے۔

﴿فصل: سترہ رکھنے اور مصلی کے سامنے سے گذرنے والے کو دفع کرنے کے بیان میں﴾

ترجمہ :(۲۷۷) جب کسی کے سامنے سے گذرنے کا گمان ہوتو ایک ہاتھ یا اس سے لمبا اور ایک انگلی برابر موٹا سترہ اپنے سامنے گاڑنا مستحب ہے۔

تشریح : نمازی آدمی کے سامنے سے کوئی گذرے گا تو اس کا خشوع وخضوع ختم ہوجائے گا اس لئے اگر میدان میں میں نماز پڑھ رہا ہو اور کسی کے گزرنے کا خطرہ ہوتو سامنے سترہ گاڑ دے، جو دور سے نظر آسکے، اور اس کا اندازہ یہ ہے کہ ایک ہاتھ یا اس سے زیادہ لمبا ہو اور ایک انگلی کی مقدار چوڑا ہو۔

وجہ : (۱) ایک ہاتھ اونچا سترہ ہوگا تو دور سے آدمی کو نظر آئے گا تو نمازی اس سے دور ہوکر چلے گا، اور اسکے سامنے سے نہیں گزرے گا۔(۲) اس حدیث میں ہے کہ کجاوے کی مانند سترہ اونچا ہو۔ عن ابى ذر قال قال رسول الله ﷺ اذا قام احدكم يصلى فانه يستره اذا كان بين يديه مثل آخرة الرحل ، فاذا لم يكن بين يديه مثل آخر ة الرحل فانه يقطع صلاته الحمار ، و المرأة و الكلب الاسود ۔(مسلم شریف، باب قدر مایستر المصلی ،ص۲۰۹،نمبر۵۱۰/۱۱۳۷/ابو داودشریف، باب مایستر المصلی ،ص۱۰۸،نمبر۶۸۵)اس حدیث میں ہے کہ کجاوے کی طرح کوئی چیز سامنے ہوتو وہ سترہ بن جائے گا ۔اور یہ تقریبا ایک ہاتھ اونچا ہوتا ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک ہاتھ اونچا ہو(۲) اس اثر میں اسکا ثبوت ہے۔ كان ابن عمر لا يصلى الا الى السترة قال : كان قدر مؤخرة رحله، ذراع ۔(مصنف عبدالرزاق ،باب قدر مایستر المصلی ،ج ثانی ،ص۳،نمبر۲۲۷۷)اس اثر میں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کا سترہ ایک ہاتھ لمبا ہوتا تھا۔(۳) سترہ ایک انگلی کے برابر موٹا ہو اس

.(۵۷۸)والسنة ان يقرب منها ويجعلها على احد حاجبيه لا يصمد اليها صمدا (۵۷۹)وان لم يجد

کی دلیل یہ حدیث ہے۔**عن ابی جحیفة قال : خرج رسول الله ﷺ بالهاجرة فصلى بالبطحاء الظهر و العصر ركعتين و نصب بين يديه عنزة و توضأ** . (بخاری شریف، باب السترة بمکة وغیرھا،ص۷۲،نمبر۵۰۱رمسلم شریف،باب سترة المصلی والندب الی الصلوة الی سترة،ص۱۹۵،نمبر۱۱۲۲/۵۰۳)اس حدیث میں ہے کہ سترے کے طور پر آپ کے سامنے ڈنڈا گاڑا جس سے معلوم ہوا کہ ڈنڈا کے برابر موٹا ہوتو سترہ ہو جائے گا،اور ڈنڈا عموما ایک انگلی موٹا ہوتا ہے،جس سے معلوم ہوا کہ سترہ ایک انگلی موٹا ہو۔(۴)اس اثر میں اسکا ثبوت ہے۔**أن ابا هريرة قال : مثل مؤخرة الرحل فى جلة السوط يعنى السترة** ۔ (مصنف عبدالرزاق ، باب قدر ما یستر المصلی ،ج ثانی،ص۶،نمبر۲۲۹۵) اس اثر میں ہے کہ سترہ کوڑے کے برابر موٹا ہو۔

لغت : سترة: پردہ،سترہ سے بھی پردہ ہوتا ہے اس لئے اس کو سترہ کہتے ہیں۔مار: گزرنے والا۔یغرز:غرز سے مشتق ہے،گاڑنا۔ ذراع: ہاتھ۔فصاعدا: یا اس سے زیادہ۔یہ صعد سے مشتق ہے، چڑھنا۔غلظ :موٹائی۔اصبع :انگلی۔

ترجمہ : (۵۷۸)اور سنت یہ ہے کہ سترہ کے قریب ہو اور اس کو دونوں بھؤوں میں سے ایک کی طرف کرے اور بالکل اس کے سامنے نہ کھڑا ہو۔

تشریح :اگر سترہ کے بالکل سامنے کھڑا ہو تب بھی کوئی حرج نہیں ہے،لیکن بعض دفعہ شبہ ہوتا ہے کہ شاید سترہ ہی کی عبادت کر رہا ہو اس لئے مستحب یہ ہے کہ ذرا دائیں یا بائیں جانب ہٹ کر کھڑا ہو۔

وجہ : (۱) **عن ضباعة بنت المقداد بن الاسود عن ابيها قال ما رأيت رسول الله ﷺ يصلى الى عود و لا عمود و لا شجرة الا جعله على حاجبه الايمن أو الأيسر و لا يصمد له صمداً** ۔(ابوداود شریف، باب اذا صلی الی ساریة أو نحوھا أین یجعلھا منہ،ص۱۰۷،نمبر۶۹۳)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سترہ بالکل سامنے نہ ہو بلکہ دائیں جانب یا بائیں جانب ہو،(۲) اور سترہ کے قریب ہو اس کے لئے یہ حدیث ہے۔**عن سهل بن ابى حثمة يبلغ به النبى ﷺ قال اذا صلى أحدكم الى سترة فليدن منها ، لا يقطع الشيطان عليه صلاته** . (ابوداود شریف،باب الدنو من السترة،ص۱۰۸، نمبر۶۹۵)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سترہ سے قریب ہونا چاہئے (۳) اور بالکل سامنے ہو تب بھی جائز ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔**عن ابى جحيفة قال : خرج رسول الله ﷺ بالهاجرة فصلى بالبطحاء الظهر و العصر ركعتين و نصب بين يديه عنزة و توضأ** . (بخاری شریف، باب السترة بمکة وغیرھا،ص۷۲،نمبر۵۰۱رمسلم شریف،باب سترة المصلی و الندب الی الصلوة الی سترة،ص۱۹۵،نمبر۱۱۲۲/۵۰۳)اس حدیث میں ہے کہ سامنے گاڑے۔صمد: بالکل سامنے کا ارادہ کرنا۔

ترجمہ : (۵۷۹)اور اگر کھڑی کرنے کی کوئی چیز نہ پائے تو طول میں خط کھینچ دے۔اور بعض کہتے ہیں کہ عرض میں ہلال کی طرح کھینچ دے۔

ما ينصبه فليخطّ خطا طولا وقالوا بالعرض مثل الهلال(۵۸۰)والمستحب ترک دفع المارّ ورُخِّص

تشریح : اگر گاڑنے یا کھڑی کرنے کی کوئی چیز نہ ہوتو لمبائی میں خط کھینچ دے تو یہ بھی سترہ کا کام دے گا۔اور بعض حضرات نے فرمایا کہ ہلال کی طرح چوڑائی میں خط کھینچے۔

وجه : (۱)عن ابی هريرة أن رسول الله ﷺ قال : اذا صلى احدكم فليجعل تلقاء وجهه شيئاً فان لم يجد فلينصب عصا ، فان لم يكن معه عصا فليخطط خطا ثم لا يضر ما مر أمامه ۔(ابوداود شریف، باب الخط اذا لم يجد عصا ،ص ۱۰۷،نمبر ۶۸۹/ابن ماجۃ شریف، باب مایستر المصلی ،ص ۱۳۳،نمبر ۹۴۳) اس حدیث میں ہے کہ سامنے رکھنے کے لئے کوئی چیز نہ ہوتو خط کھینچ دے، یہ بھی سترہ کا کام دے گی۔

ترجمه: (۵۸۰)اور گذرنے والے کو دفع نہ کرنا مستحب ہے۔

تشریح : سترہ نہیں ہے اور کوئی سامنے سے گزر رہا ہے تو بہتر ہے کہ اس کو دفع نہ کرے، کیونکہ اس سے خشوع وخضوع میں خلل آئے گا،لیکن اگر کر دیا تب بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

وجه : عن الشعبى قال ان مر بين يديک فلا ترده ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ۶۱ فی الرجل یمر بین یدی الرجل یردہ ام لا ،،ج اول،ص ۲۵۲،نمبر ۲۹۰۹)اس قول تابعی میں ہے کہ کوئی گزرے تو اس کو نہ ہٹائے۔

ترجمه : (۵۸۱)اور دفع کرنا اشارہ یا تسبیح سے جائز ہے۔اور دونوں کو جمع کرنا مکروہ ہے۔

تشریح :سامنے سے گزرنے والے کو ہاتھ کے اشارے سے روکے، یا تسبیح پڑھ کر سمجھائے کہ میں نماز میں ہوں اور اس سے روکے،ان دونوں میں سے ایک کر سکتا ہے،البتہ دونوں کو جمع کرنا مکروہ ہے۔کیونکہ اس کی ضرورت نہیں ہے۔

وجه : (۱)أن ابا سعيد قال قال النبى ﷺ .... اذا صلى أحدكم الى شيء يستره من الناس فأراد أحد أن يجتاز بين يديه ، فليدفعه فان ابى فليقاتله فانما هو شيطان ۔(بخاری شریف، باب یرد المصلی من مر بین یدیہ،ص ۷۳، نمبر ۵۰۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کوئی نمازی اور اسکے سترہ کے درمیان سے گزرنا چاہئے تو اسکو دور کرنے کی کوشش کرے،اور نہ مانے تو تھوڑی سختی سے بھی نمٹے۔(۲)اشارہ سے روکے اس کے لئے حدیث یہ ہے۔عن ام سلمة قالت : كان النبى ﷺ يصلى فى حجرة أم سلمة فمر بين يديه عبد الله ، او عمر بن أبى سلمة فقال بيده فرجع فمرت زينب بنت ام سلمة فقال بيده هكذا فمضت ، فلما صلى رسول الله ﷺ قال : هن أغلب ۔(ابن ماجۃ شریف، باب ما یقطع الصلوۃ ،ص ۱۳۴،نمبر ۹۴۸/مصنف ابن ابی شیبۃ ۶۲ من كان يكره أن يمر الرجل بين يدى الرجل وهو يصلى ، ج اول،ص ۲۵۳،نمبر ۲۹۱۸)اس حدیث میں ہے کہ آپؐ نے ہاتھ سے اشارہ کر کے گزرنے والے بچے کو روکا۔(۳)اور تسبیح پڑھ کر روکے اس کے لئے حدیث یہ ہے ۔عن سهل ابن سعد الساعدى : أن رسول الله ﷺ ذهب الى بنى عمرو بن عوف

دفعه بالاشارة او بالتسبیح وکره الجمع بینهما (۵۸۱)ویدفعه برفع الصوت بالقراء ة(۵۸۲) وتدفعه بالاشارة او التصفیق بظهر اصابع الیمنیٰ علی صفحة کفّ الیسریٰ ولا ترفع صوتها لانه

لیصلح بینهم ..... فقال رسول الله ﷺ ما لی رأیتکم أکثرتم التصفیق ؟من رابه شیء فی صلوته فلیسبح فانه اذا سبح التفت الیه و انماالتصفیق للنساء . (بخاری شریف، باب من دخل لیؤم الناس الخ،ص۹۵،نمبر۶۸۴؍مسلم شریف، باب تقدیم الجماعة من یصلی بھم ،ص۱۷۹،نمبر۴۲۱؍۹۴۹)اس حدیث میں ہے کہ کوئی معاملہ پیش آجائے تو تسبیح پڑھ کر اس کو دفع کرے،اورعورت کی آواز چونکہ ستر ہےاس لئے وہ ہاتھ پر ہاتھ مار کر دفع کرے۔

ترجمه : (۵۸۱) اور مرد قرأت کی بلند آواز سے دفع کرے۔

تشریح : اگر مرد قرأت میں نہ ہو تو تسبیح پڑھ کر روکے،لیکن اگر قرأت کر رہا ہو تو عام حالات کی قرأت میں سامنے والے کو تنبیہ نہیں ہوگی اس لئے زور سے قرأت کر کے روکے۔

وجه : اس حدیث میں ہے کہ جس طرح ہو سکے گذرنے والے کو روکو۔عن ابی سعید قال قال رسول الله ﷺ : لا یقطع الصلوة شیء ، و ادرؤوا ما استطعتم فانما هو شیطان ۔(ابوداود شریف، باب من قال لا یقطع الصلوة شیء،ص ۱۱۳،نمبر۷۱۹؍دار قطنی ، باب صفة السهو فی الصلوة وأحکامه، ج اول،ص ۳۵۷،نمبر۱۳۶۷)اس حدیث میں ہے کہ گزرنے والے کو جتنا ہو سکے روکو۔

ترجمه : (۵۸۲)اورعورت اشارہ سے،یا داہنے ہاتھ کی انگلیوں کو بائیں ہاتھ کی پشت پر مارنے سے ہٹا دے،اوراپنی آواز بلند نہ کرے،اس لئے کہ وہ فتنہ ہے۔

تشریح :عورت کی آواز فتنہ ہےاس لئے وہ تسبیح کر کے نہ ہٹائے، بلکہ یا اشارہ سے ہٹائے،یا تصفیق کر کے ہٹائے،اور تصفیق کا مطلب یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی انگلیوں کو بائیں ہاتھ کی پشت پر مارے،اس سے جو آواز نکلے اس کو تصفیق کہتے ہیں۔

وجه : اوپر حدیث گزری۔عن سهل ابن سعد الساعدی : أن رسول الله ﷺ ذهب الی بنی عمرو بن عوف لیصلح بینهم ..... فقال رسو ل الله ﷺ ما لی رأیتکم أکثرتم التصفیق ؟من رابه شیء فی صلوته فلیسبح فانه اذا سبح التفت الیه و انماالتصفیق للنساء . (بخاری شریف، باب من دخل لیؤم الناس الخ،ص۹۵،نمبر۶۸۴؍مسلم شریف، باب تقدیم الجماعة من یصلی بھم ،ص۱۷۹،نمبر۴۲۱؍۹۴۹)اس حدیث میں ہے کہ عورت کے لئے تصفیق ہے۔

ترجمه : (۵۸۳)اور گذرنے والے سے مقابلہ نہ کرے۔اور جو حدیث میں قتال کا حکم آیا ہےاس کی تاویل یہ ہے کہ وہ عمل پہلے مباح تھا،پھر منسوخ ہو چکا۔(یا تشدد پر حمل کیا جائے گا،یعنی سختی سے دفع کرے)۔

فتنة(۵۸۳) ولا یقاتل المارّ وماورد به مؤوّل بانه کان والعمل مباح وقد نُسخ

﴿فصل : (فیمالا یکرہ للمصلی﴾

(۵۸۴) لا یکرہ له شدّ الوسط ولا تقلّد بسیف و نحوہ اذا لم یشتغل بحرکته(۵۸۵) ولا عدم

تشریح : اشارہ کرنے کے باوجود کوئی آدمی گزر ہی جائے تو اس سے مقابلہ نہ کرے، کیونکہ اس سے خشوع خضوع زائل ہو جائے گا بلکہ اس کو چھوڑ دے، اور حدیث میں جو آیا ہے کہ قتال کرے، اس کی ایک تاویل یہ ہے کہ پہلے یہ حکم تھا بعد میں منسوخ ہو گیا، اور دوسری تاویل یہ ہے کہ اگر نہ مانے تو تھوڑی سختی سے ہٹانے کی کوشش کرے۔

وجه :(۱) قتال والی حدیث یہ ہے۔ **أن ابا سعید قال قال النبی ﷺ .... اذا صلی أحدکم الی شیء یسترہ من الناس فأراد أحد أن یجتاز بین یدیه ، فلیدفعه فان ابی فلیقاتله فانما هو شیطان** ۔(بخاری شریف، باب یرد المصلی من مر بین یدیہ، ص ۷۳، نمبر ۵۰۹) (۲) سختی پر محمول کرنے کی وجہ یہ حدیث ہے ۔ **عن ام سلمة قالت : کان النبی ﷺ یصلی فی حجرة أم سلمة فمر بین یدیه عبد الله ، او عمر بن أبی سلمة فقال بیدہ فرجع فمرت زینب بنت ام سلمة فقال بیدہ هکذا فمضت ، فلما صلی رسول الله ﷺ قال : هن أغلب** ۔(ابن ماجۃ شریف، باب ما یقطع الصلوۃ، ص ۱۳۴، نمبر ۹۴۸ / مصنف ابن ابی شیبۃ، ۶۲ من کان یکرہ أن یمر الرجل بین یدی الرجل وهو یصلی، ج اول، ص ۲۵۳، نمبر ۲۹۱۸) اس حدیث میں لڑکی سامنے سے گزر گئی تو آپ نے قتال نہیں کیا جس سے معلوم ہوا کہ پہلی حدیث سختی پر محمول ہے۔

﴿فصل: مصلی کے لئے غیر مکروہات کے بیان میں﴾

ترجمه : (۵۸۴) مکروہ نہیں ہے کمر باندھنا اور تلوار یا اس جیسی چیز کا لٹکانا جب کہ اس کی حرکت سے مشغول نہ ہو۔

تشریح : حاجی لوگ کمر میں ہمیانی باندھتے ہیں اور اس میں ریال رکھتے ہیں، اس لئے یہ مکروہ نہیں ہے۔ اسی طرح جہاد کرنے والے تلوار پہن کر نماز پڑھتے ہیں، اس لئے تلوار سے نماز میں خلل نہ ہوتا ہو اس کو پہن کر نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔

وجه : (۱) اثر میں ہے۔ **سألت ابا جعفر وعطاء عن الهمیان للمحرم فقال لا بأس به**. (مصنف ابن ابی شیبۃ ۴۳۴ فی الھمیان للمحرم ج ثالث ص ۳۹۳، نمبر ۱۵۴۴۴ / بخاری شریف، باب الطیب عند الاحرام ص ۲۰۸ نمبر ۱۵۳۷) اس اثر سے معلوم ہوا کہ محرم ہمیانی باندھ سکتا ہے۔

ترجمه : (۵۸۵) اور آگے یا پیچھے کھلے ہوئے قبا میں ہاتھ ڈالنا، مختار مذہب پر۔[مکروہ نہیں ہے]

تشریح : قبا کے آگے پیچھے اس طرح کھلا ہوا ہو کہ ستر ظاہر نہ ہوتا ہو اب اس میں ہاتھ ڈالے تو مکروہ نہیں ہے، کیونکہ اس سے ستر ظاہر نہیں ہو رہا ہے، اور نہ خشوع وخضوع میں خلل ہوتا ہے۔ قمیص کی طرح قباء ایک طرح کا کرتا ہوتا ہے، جسکے آگے پیچھے کھلا ہوتا ہے

ادخال یدیه فی فرجیه وشقّه علی المختار.(۵۸۶)ولا التوجّه لمصحف او سیف معلّق او ظهر قاعد یتحدث او شمع او سراج علی الصحیح(۵۸۷) والسجود علی بساط فیه تصاویر لم یسجد

ترجمه : (۵۸۶) اورقرآن مجید یا لٹکی ہوئی تلوار کے سامنے یا بیٹھے ہوئے باتیں کرنے والے کی پشت کی جانب یا شمع یا چراغ کی طرف نماز پڑھنا صحیح روایت میں مکروہ نہیں ہے۔

تشریح : قرآن کریم سامنے ہو، یا لٹکی ہوئی تلوار سامنے ہواور نماز پڑھے تو مکروہ نہیں ہے اس لئے کہ لوگ اس کی عبادت نہیں کرتے اس لئے مکروہ نہیں ہے۔ یوں بھی مسجدوں میں آگے کی کھلی الماری میں قرآن پڑھنے کے لئے رکھا ہوتا ہے۔ آدمی آگے باتیں کرر ہا ہواور پشت کی جانب کوئی نماز پڑھے تو مکروہ نہیں ہے کیونکہ وہ دوسری جانب ہوکر باتیں کرر ہے ہیں۔ یا آگے روشنی کے لئے شمع یا چراغ ہوتو اس کی جانب نماز مکروہ نہیں ہے، کیونکہ لوگ اس کو عبادت کے طور پر سامنے نہیں رکھتے، بلکہ مجبوری کے درجے میں روشنی کے لئے سامنے رکھتے ہیں۔ متن میں صحیح روایت اس لئے کہا کہ ان مسئلوں میں بعض حضرات کی رائے ہے کہ مکروہ ہے۔

وجه :(۱) حدیث یہ ہے۔ **عن ابن عمر ان رسول الله ﷺ کان اذا خرج یوم العید أمر بالحربة فتوضع بین یدیه ، فیصلی الیها و الناس ورائه ، و کان یفعل ذالک فی السفر** ۔(مسلم شریف، باب سترة المصلی والندب الی الصلوة الی سترة، ص۱۹۵، نمبر ۵۰۱/۱۱۱۵/ بخاری شریف، باب حمل العنزة أو الحربة بین یدی الامام یوم العید، ص۱۵۶، نمبر ۹۷۳)اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ اپنے سامنے نیزہ رکھتے اور اسکے سامنے نماز پڑھتے ، جس سے معلوم ہوا کہ سامنے تلوار یا ہتھیار ہوتو نماز پڑھنا جائز ہے۔اوراسی پر قیاس کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ سامنے قرآن کریم ہوتو بھی نماز جائز ہوگی، کیونکہ مسلمان انکی عبادت نہیں کرتے ۔(۲) آدمی سامنے ہوتو اسکے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے اسکی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن عائشة أن النبی ﷺ کان یصلی من اللیل و أنا معترضة بینه و بین القبلة کاعتراض الجنازة** ۔(ابن ماجۃ، باب من صلی وبینہ وبین القبلۃ شیء، ص۱۳۵، نمبر ۹۵۶/ ابوداود شریف، باب من قال: المرأة لا تقطع الصلوة ،ص۱۱۱، نمبر ۷۱۱)اس حدیث میں ہے کہ کوئی آدمی سامنے ہوتو اسکے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔(۳) اس اثر میں ہے بیٹھنے والے کے پیچھے نماز پڑھی، اثر یہ ہے۔ **عن نافع أن ابن عمر کان یقعد رجلاً فیصلی خلفه و الناس یمرون بین یدی ذالک الرجل** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، ۵۸ الرجل یستتر اذا صلی الیہ أم لا ؟، ج اول، ص۲۵۰، نمبر ۲۸۸۱) اس اثر میں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ حضرت نافع جو بیٹھے ہوئے ہوتے انکے پیچھے نماز پڑھتے تھے، جس سے معلوم ہوا کہ بیٹھنے والے کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے۔

ترجمه : (۵۸۷) اور ایسے فرش پر سجدہ کرنا جس میں تصویر ہو، اور تصویر پر سجدہ نہ کرتا ہو تو مکروہ نہیں ہے۔

تشریح : فرش یا کپڑے پر جاندار کی تصویر ہے، لیکن تصویر پر سجدہ نہیں کر رہا ہے تو اس کپڑے پر نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔

علیھا(۵۸۸) وقتل حیّة وعقرب خاف اذا ھما ولو بضربات وانحراف عن القبلة فی ا لاظھر

وجہ : (ا)نماز کیوقت کپڑے پر یا فرش پر پاؤں رکھے گا تو تصویر کی توہین ہوگی اس لئے مکروہ نہیں ہے ہاں اس تصویر پر سجدہ کرے گا تو اس کی تعظیم ہوگی اس لئے سجدہ کرے تو مکروہ ہوگا۔(۲) اس حدیث میں ہے کہ تصویر کو روندر ہا ہو تو مکروہ نہیں ہے۔ حدثنا ابو ھریرة قال : قال رسول اللہ ﷺ أتانی جبرائیل فقال لی : أتیتک البارحة فلم یمنعنی أن اکون دخلت ُالا أنہ کان علی الباب تماثیل و کان فی البیت قرام ستر فیہ تماثیل و کان فی البیت کلب ، فمر برأس التمثال الذی فی باب البیت یقطع فیصیر کھیئة الشجر ة و مر بالستر فلیقطع فلیجعل منہ و سادتین منبوذتین توطآن و مر بالکلب فلیخرج ففعل رسول اللہ ﷺ . (ابوداود شریف، باب فی الصور،ص ۵۸۳،نمبر ۴۱۵۸)اس حدیث میں ہے کہ تصویر کو روندے تو مکروہ نہیں۔

ترجمہ : (۵۸۸) ایسے سانپ یا بچھو کو قتل کرے جنکے ایذا کا خوف ہو[تو مکروہ نہیں]اگر چہ کئی مرتبہ مارنا ہو،اور قبلے سے انحراف ہو جائے، ظاہر روایت میں۔

تشریح : صاحب نور الایضاح کی رائے ہے کہ سانپ، بچھو کو کئی مرتبہ مارا جس سے عمل کثیر ہو گیا، یا قبلہ سے سینہ پھر گیا تب بھی مکروہ نہیں ہے، کیونکہ حدیث میں اس کو مارنے کا حکم ہے،لیکن دوسرے حضرات کی رائے ہے کہ ایذا کا خوف ہو تو مارنے کی اجازت ہے،لیکن عمل کثیر ہو گیا، یا سینہ قبلہ سے پھر گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

وجہ : (ا)سانپ یا بچھو سامنے ہو تو آدمی کا دل اسکی طرف مشغول رہتا ہےاورخشوع وخضوع ختم ہو جاتا ہے،اور اسکو مار دیا جائے تو خشوع وخضوع باقی رہے گا اسلئے اسکو نماز میں بھی مارنا جائز ہے۔(۲)حدیث میں اسکا ثبوت ہے۔عن ابی ھریرة قال : قال رسول اللہ ﷺ اقتلوا الاسودین فی الصلوة : الحیة و العقرب ۔(ابوداود شریف،باب العمل فی الصلوة،ص ۱۴۱،نمبر ۹۲۱؍ترمذی شریف، باب ماجاء فی قتل الاسودین فی الصلوة،ص ۱۰۴،نمبر ۳۹۰)اس حدیث میں ہے کہ نماز میں بھی سانپ اور بچھو کو مار سکتے ہو۔(۳)اس حدیث میں بھی اسکا ثبوت ہے۔ قالت حفصةؓ قال رسول اللہ ﷺ : خمس من الدواب لا حرج علی من قتلھن : الغراب ، و الحد أ، و الفأرة ، و العقرب ، و الکلب العقور ۔(بخاری شریف، باب مایقتل المحرم من الدواب،ص ۲۹۵،نمبر ۱۸۲۸؍مسلم شریف، باب ماینذب للمحرم وغیرہ قتلہ من الدواب فی الحل والحرم،ص ۴۹۸،نمبر ۱۱۹۸؍۲۸۶۱)اس حدیث میں ہے کہ ان پانچ جانوروں کو حرم میں بھی مارنا جائز ہے،اس لئے نماز میں بھی مارنا جائز ہوگا۔

ترجمہ : (۵۸۹)اور رکوع میں بدن کے ساتھ کپڑا چمٹ جانے سے اگر اس کو جھٹک دے تو کچھ حرج نہیں۔

تشریح : اگر کپڑا جسم سے چپکتا نہ ہو تو بار بار جھٹکنے کی عادت بنانا اچھا نہیں،لیکن اگر چپکتا ہو تو جھٹکنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے خشوع وخضوع باقی رہے گا۔

.(۵۸۹)ولا بأس بنفض ثوبه كيلا يلتصق بجسده فى الركوع(۵۹۰) ولا بمسح جبهته من التراب او الحشيش بعد الفراغ من الصلوة ولا قبل الفراغ اذا ضرّه او شغله عن الصلوة(۵۹۱) ولا بالنظر

وجه : اس حدیث میں اس کا اشارہ ہے۔ عن معيقيب قال سألت رسول الله عن مسح الحصى فى الصلوة فقال ان كنت لا بد فاعلا فمرة واحدة . و فى حديث آخر عن ابى ذر عن النبى ﷺ قال اذا قام احدكم الى الصلوة فلا يمسح الحصى فان الرحمة تواجهه (ترمذی شریف، باب ماجاء فی کراهية مسح الحصى فى الصلوة،ص ۸۷،نمبر ۳۷۹/ابوداؤدشریف، باب فی مسح الحصى فى الصلوة،ص ۱۴۳،نمبر ۹۴۶/۹۴۵)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مجبوری کے درجے میں کنکری کو ہٹانا جائز ہے تو کپڑے کو جھٹکنا بھی جائز ہوگا۔

لغت: نفض: جھٹکنا۔ یلتصق: چپکتا ہو۔

ترجمہ : (۵۹۰) اورنہیں مکروہ ہے پیشانی سے مٹی جھاڑنا، یا گھاس صاف کرنا نماز سے فارغ ہونے کے بعد، اور نہ فارغ ہونے سے پہلے جبکہ نقصان دیتی ہو یا نماز سے مشغول رکھتی ہو۔

تشریح : نماز سے فارغ ہونے کے بعد پیشانی سے مٹی جھاڑنا، یا کپڑے سے گھاس جھاڑنا مکروہ نہیں ہے۔اس لئے کہ اب یہ نماز میں نہیں ہے اور نہ یہ تقوی کے خلاف ہے۔اسی طرح اگر نماز کے اندر مٹی سجدہ کرنے میں پریشان کرتی ہو، یا اسکی وجہ سے خشوع وخضوع ختم ہو رہا ہو تو بغیر عمل کثیر کے مٹی جھاڑنا مکروہ نہیں ہے۔

وجہ : (۱)عن ابن عباس انه قال لا يمسح وجهه من التراب فى الصلاة حتى يتشهدو يسلم ۔(سنن بیہقی، باب لایمسح وجہہ من التراب فی الصلاۃ حتی یسلم ، ج ثانی ،ص ۴۰۶ ،نمبر ۳۵۵۳) اس قول صحابی میں ہے کہ سلام سے پہلے مٹی نہ جھاڑے،جس کا مطلب یہ ہے کہ سلام کے بعد مٹی، یا گھانس جھاڑ سکتا ہے۔(۲)عن معيقيب قال سألت رسول الله عن مسح الحصى فى الصلوة فقال ان كنت لا بد فاعلا فمرة واحدة . و فى حديث آخر عن ابى ذر عن النبى ﷺ قال اذا قام احدكم الى الصلوة فلا يمسح الحصى فان الرحمة تواجهه (ترمذی شریف، باب ماجاء فی کراهية مسح الحصى فى الصلوة،ص ۸۷ ،نمبر ۳۷۹/ابوداؤدشریف ، باب فی مسح الحصى فى الصلوة،ص ۱۴۳ ،نمبر ۹۴۶/۹۴۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مجبوری کے درجے میں کنکری کو ہٹانا جائز ہے تو مٹی نقصان دیتی ہو تو اس کو بھی ہٹانا جائز ہوگا۔

ترجمہ : (۵۹۱) اور بغیر منھ پھرائے آنکھ کے گوشہ سے دیکھنا۔

تشریح نماز میں منہ پھرا کر دیکھنا مکروہ ہے البتہ منہ پھرائے بغیر نظر گھما کر دیکھنا مکروہ نہیں ہے، البتہ یہ خشوع خضوع کے منافی ہے

وجہ : (۱)اس حدیث میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے نظر گھما کر حضورؐ کو دیکھا . عن سهل ابن سعد الساعدى ..... و كان ابو بكر لا يلتفت فى صلاته فلما اكثر الناس التصفيق التفت فرأى رسول الله ﷺ ۔(بخاری شریف،

بموق عينيه من غير تحويل الوجه .(۵۹۲)ولا بأس بالصلوة على الفُرُش والبُسُط واللبود .والافضل الصلوة على الارض او على ما تُنبته .(۵۹۳)ولا بأس بتكرار السورة فى الركعتين من النفل..

باب من دخل ليؤم الناس فجاء الامام الاول، ص۱۱۱،نمبر۶۸۴)(۲)عن عمر انه قال رأى النبى ﷺ نخامة فى قبلة المسجد و هو يصلى بين يدى الناس فحتها ۔(بخاری شریف، باب ھل یلتفت لامر ینزل بہ؟ اویری شیئا او بصاقا فی القبلة ،ص۱۲۲،نمبر۷۵۳) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے قبلے کی طرف دیکھا۔

لغت : مَوَق: آنکھ کا کنارہ، گوشہ چشم۔

ترجمہ (۵۹۲)اور فرش اور بچھونے اور لبادہ پر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، ہاں زمین اور اس کی اگی ہوئی چیز پر نماز افضل ہے

تشریح : زمین پر نماز پڑھنا افضل ہے کیونکہ اس میں خشوع وخضوع زیادہ ہے، لیکن اگر فرش پر یا بچھونے پر یا لبادے پر نماز پڑھ لے تو مکروہ نہیں ہے۔

وجہ :(۱) حدثتنى ميمونة بنت الحارث قالت كان رسول الله ﷺ يصلى و انا حذائه و انا حائض و ربما أصابتنى ثوبه اذا سجد و كان يصلى على الخمرة ۔(ابوداود شریف، باب الصلوۃ علی الخمرۃ ،ص۱۰۵،نمبر۶۵۶) عن انس بن مالك ان النبى ﷺ كان يزور ام سليم فتدركه الصلاة احيانا فيصلى على بساط لنا و هو حصير تنضحه بالماء. (ابوداود شریف، باب الصلوۃ علی الحصیر ،ص۱۰۵،نمبر۶۵۸) ان دونوں حدیثوں میں ہے کہ چٹائی اور بستر پر نماز پڑھنا جائز ہے۔

ترجمہ : (۵۹۳) اور نفل کی دو رکعت میں ایک سورت کے مکرر کرنے میں کچھ حرج نہیں۔

تشریح : ایک ہی سورت کو نفل کی دونوں رکعتوں میں پڑھے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔،اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ ایک رکعت میں دو سورتیں پڑھ لے تب بھی کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ یہ اپنی نماز جتنی چاہے لمبی کرے۔

وجہ :(۱)عن معاذ بن عبد الله الجهنى ان رجلا من جهينة اخبره انه سمع النبى ﷺ يقرأ فى الصبح اذا زلزلت الارض فى الركعتين كلتيهما فلا ادرى انسى رسول الله ﷺ ام قرأذالك عمدا ۔(ابوداود شریف، باب الرجل یعید سورۃ واحدۃ فی الرکعتین ،ص۱۲۶،نمبر۸۱۶)اس حدیث میں ہے کہ دونوں رکعتوں میں ایک ہی سورت پڑھی۔(۲) عن حذيفة قال صليت مع النبى ﷺ ذات ليلة فافتتح البقرة فقلت يركع عند المأة ثم مضى فقلت يصلى بها فى ركعة فمضى فقلت يركع بها ثم افتتح النساء فقرأها ثم افتتح آل عمران فقرأها يقرأ مترسلا ۔(مسلم شریف، باب استحباب تطویل القرأۃ فی صلاۃ اللیل ،ص۳۱۵،نمبر۷۷۲/۱۸۱۴)اس حدیث میں ہے کہ تہجد کی نماز میں ایک رکعت

﴿فصل : (فیما یوجب قطع الصلوۃ وما یُجیزہ و غیر ذلک﴾

(۵۹۴) یجب قطع الصلوۃ باستغاثۃ ملھوف بالمصلی لا بنداء احد ابویہ

میں تین سورتیں پڑھیں۔(۳) اس حدیث میں بھی ہے کہ ایک رکعت میں تین سورتیں پڑھیں۔ عن علی قال کان رسول اللہ ﷺ یوتر بثلاث یقرأ فیھن بتسع سور من المفصل یقرأ فی کل رکعۃ بثلاث سور آخرھن قل ھو اللہ احد ۔ (ترمذی شریف، باب ماجاء فی الوتر بثلاث، ص۱۰۶، نمبر۴۵۹)

﴿فصل: نماز توڑنا واجب وغیر واجب کے بیان میں﴾

ضروری نوٹ : یہ مسئلے اس اصول پر ہیں کہ نماز توڑ دینے کے بعد دوبارہ پڑھی جا سکتی ہے، اس لئے جہاں تھوڑی سی مجبوری ہو وہاں نماز توڑی جا سکتی ہے۔

اصول : اہم چیز کے لئے نماز توڑنا جائز ہے۔

وجہ : عن عمرو سمعہ من جابر کان معاذ یصلی مع النبی ﷺ ثم یرجع فیؤمنا قال مرۃ ثم یرجع فیصلی بقومہ فأخر النبی ﷺ لیلۃ الصلاۃ و قال مرۃ العشاء فصلی معاذ مع النبی ﷺ ثم جاء یؤم قومہ فقرأ البقرۃ فاعتزل رجل من القوم فصلی ۔(ابوداود شریف، باب تخفیف الصلاۃ، ص۱۲۳، نمبر۷۹۰) اس حدیث میں تھکن کی مجبوری سے نماز توڑ دی، اس لئے جان جانے یا رقم جانے کی مجبوری ہو تو نماز توڑ سکتا ہے۔

ترجمہ :(۵۹۴) اگر کوئی مظلوم نمازی سے استغاثہ کرے تو نماز توڑ دینا واجب ہے۔ ہاں والدین کے صرف بلانے سے (بے ضرورت) نماز توڑ دینا واجب نہیں (جائز ہے)۔

تشریح : نماز توڑنے کے بعد دوبارہ اس کو پڑھی جا سکتی ہے، اس لئے اگر جان کا خطرہ ہو تو نماز توڑ کر اس کی مدد کرنا واجب ہے، مثلا نابینا کنواں میں گر رہا ہو، یا کوئی پانی میں ڈوب رہا ہو تو اس کو بچانے کے لئے نماز توڑنا واجب ہے۔اور والدین کو کوئی خاص ضرورت نہ ہو اور بلائے تو نماز توڑنا واجب نہیں ہے، البتہ جائز ہے کہ نماز توڑ کر اس کے پاس جائے، اور اگر انکو سخت ضرورت ہو تو پھر نماز توڑنا واجب ہے۔

وجہ :(۱) و ان استنصروکم فی الدین فعلیکم النصر الا علی قوم بینکم و بینھم میثاق و اللہ بما تعملون بصیر . (آیت۷۲، سورۃ الانفال۸) اس آیت میں ہے کہ مدد مانگے تو مدد کرو، اس کے اشارۃ النص سے معلوم ہوا کہ مجبوری کے وقت نماز توڑنا واجب ہے (۲) عن عبد اللہ بن ابی قتادۃ عن ابیہ قال قال رسول اللہ ﷺ انی لاقوم الی الصلاۃ و انا ارید ان اطول فیھا فاسمع بکاء الصبی فاتجوز کراھیۃ ان اشق علی امہ ۔(ابوداود شریف، باب تخفیف الصلاۃ

(۵۹۵)ویجوز قطعها بسرقة ما یساوی درهما ولو بغیره (۵۹۶)وخوف ذئب علی غنم او خوف تردّی اعمی فی بئر و نحوه و اذا خافت القابلة موت الولد والا فلا بأس بتأخیرها الصلوة وتُقبل علی الولد (۵۹۷)وکذا المسافر اذا خافت من اللصوص او قطاع الطریق جاز له تاخیر الوقتیة (۵۹۸)وتارک الصلوة عمدا کسلا یضرب ضربا شدیدا حتی یسیل منه الدم ویحبس حتی یصلیها.

لامر یحدث،ص۱۲۳،نمبر۷۸۹) اس حدیث میں ہے کہ بچے کے رونے کی وجہ سے نماز میں تخفیف کی جاسکتی ہے تو مجبوری کی وجہ سے نماز توڑی بھی جاسکتی ہے، کیونکہ اس کو دوبارہ پڑھی جاسکتی ہے۔

لغت :استغاثۃ: غاث،یغیث سے مشتق ہے، مدد طلب کرنا۔ملھوف:لہف سے مشتق ہے مظلوم، مجبور۔

ترجمہ : (۵۹۵)ایک درہم چوری ہو جانے سے اگر چہ دوسرے کا ہو نماز توڑ دینا جائز ہے۔

تشریح ایک درہم کی اہمیت ہے اس لئے اسکی چوری ہونے کا خطرہ ہو تو چاہے اپنا درہم ہو یا دوسرے کا درہم ہو نماز توڑنا جائز ہے

ترجمہ : (۵۹۶)اور بکری پر بھیڑیے کے خوف سے، اور کنویں وغیرہ میں نابینا کے گرنے کے خوف سے، اور بچہ کے مرنے کے اندیشہ سے دائی کو نماز توڑنا واجب ہے۔اور اگر اس کے مرنے کا اندیشہ نہ ہو تو نماز کو تاخیر کر کے بچے پر متوجہ رہے۔

تشریح : یہ خوف ہو کہ بھیڑیا بکری کھا جائے گا، یا یہ خوف ہو کہ اندھا کنواں میں گر جائے گا، یا دایہ کو یہ خوف ہو کہ نماز میں رہوں گی تو بچہ مر جائے گا تو نماز توڑ دے، کیونکہ جان بچانا ضروری ہے۔اور بچے کے مرنے کا خوف نہ ہو اور دایہ بچہ نکالنے میں لگی ہو تو اس مجبوری کی وجہ سے نماز وقت سے مؤخر کر کے پڑھنے کی گنجائش ہے، کیونکہ یہ مرحلہ اہم ہوتا ہے۔

لغت : ذئب: بھیڑیا۔تردی:لڑھک جائے۔القابلۃ: دائی۔

ترجمہ : (۵۹۷) اور جب مسافر کو چور یا لٹیرے کا اندیشہ ہو تو نماز کو وقت سے تاخیر کرنے میں حرج نہیں۔

تشریح : مسافر کو چور کے چرانے کا خطرہ ہو، یا ڈاکہ زنی کا خطرہ تو وقت سے مؤخر کر کے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ترجمہ : (۵۹۸)اور جان کر سستی سے نماز چھوڑنے پر اتنا مارا جائے گا کہ خون بہنے لگے، اور قید کیا جائے گا یہاں تک کہ نماز پڑھنے لگے، اور ایسے ہی رمضان کے روزے چھوڑنے والے [کو مارا جائے گا]

تشریح : اور جان کر سستی کی وجہ سے نماز چھوڑ دے تو اس کو اتنا پیٹنا جائز ہے کہ خون بہنے لگے، اور جب تک نہ پڑھے قید رکھا جائے۔اسی طرح رمضان کا فرض روزہ سستی سے چھوڑ دے تو اس کو اتنا پیٹنے کی اجازت ہے کہ خون بہنے لگے، اور روزہ رکھنے تک قید میں رکھا جاسکتا ہے۔نوٹ :یہ کام حکومت اسلامی کا ہے، عام لوگ نہ کرے ورنہ انتشار ہونے کا خطرہ ہے، یہ دور وہ نہیں ہے۔

وجہ : الربیع بن سبرة الجهنی قال قال رسول الله ﷺ علموا الصبی الصلاة ابن سبع سنین و اضربوه

وكذا تارک صوم رمضان(۵۹۹) ولا يقتل الا اذا جحد او استخفّ باحدهما.

﴿باب الوتر﴾

(٦٠٠)الوتر واجب

عليها ابن عشرة ۔(ابوداود شریف، باب ماجاء متی یومر الصبی بالصلاۃ،ص۱۰۹،نمبر۴۰۷)اس حدیث میں ہے کہ دس سال کے بعد نماز چھوڑنے پر مارو۔

ترجمه : (۵۹۹) اور قتل نہ کیا جائے، ہاں اگر انکار کرے یا کسی ایک کو حقیر سمجھے تو پھر قتل کر دیا جائے۔

تشریح : نماز یا روزے کا انکار کرے، یا اس کو حقیر سمجھے تو اس سے آیت نماز اور آیت روزہ کا انکار لازم آتا ہے، یا اس کی توہین لازم آتی ہے جس سے وہ آدمی مرتد شمار ہوگا اس لئے وہ قتل کیا جائے گا، لیکن اگر نماز اور روزے کے فرض ہونے کا اقرار کرتا ہے، لیکن سستی سے نہیں پڑھتا ہے تو وہ مرتد نہیں ہوا اس لئے قتل نہیں کیا جائے گا۔

وجه : **عن ابی هريرة قال لما توفی رسول الله ﷺ و استخلف ابو بكر بعده .....فقال ابو بكر و الله !لاقاتلن من فرق بين الصلاة و الزكوة فان الزكوة حق المال و الله لو منعونی عقالا كانوا يؤدونه الى رسول الله ﷺ لقاتلتهم على منعه** ۔(مسلم شریف، باب الامر بقتال الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ، الخ،ص۳۲نمبر۱۲۴/۲۰)اس حدیث میں ہے کہ زکوۃ کے انکار کرنے سے قتال کیا جائے گا۔

﴿باب: وتر کے بیان میں﴾

ضروری نوٹ : نماز وتر کے بارے میں پانچ بحثیں ہیں[۱] وتر کی نماز واجب ہے، یا سنت۔[۲] وتر کی نماز ایک سلام کے ساتھ تین رکعت ہے، یا ایک رکعت ہے۔[۳] وتر میں دعاء قنوت رکوع سے پہلے ہے یا رکوع کے بعد[۴] دعاء قنوت پورے سال پڑھے یا صرف رمضان کے اخیر میں[۵] اور نمازوں میں بھی قنوت پڑھے یا صرف وتر کی نماز میں یہ پانچ بحثیں ہیں۔

ترجمه : (۶۰۰) نماز وتر واجب ہے۔

تشریح : صاحبینؒ کے نزدیک وتر سنت ہے، لیکن امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وتر واجب ہے۔

وجه :(۱) **قال ابو الوليد العدوی قال خرج علينا رسول الله ﷺ فقال ان الله تعالى قد امدكم بصلوة وهی خير لكم من حمر النعم وهی الوتر فجعلها لكم فيما بين العشاء الى طلوع الفجر** ۔(ابوداؤد شریف، باب استحباب الوتر،ص۲۰۸،نمبر۱۴۱۸/ترمذی شریف، باب ماجاء فی فضل الوتر،ص۱۰۳،نمبر۴۵۲/ابن ماجہ شریف، باب ماجاء فی الوتر،ص۱۶۴،نمبر۱۱۶۸)فرض نمازوں پر زیادہ کرنے کا مطلب یہی ہوسکتا ہے کہ وہ بھی فرض کی طرح ہی اہم ہے لیکن ہم فرض تو نہیں کرتے

(۱۰۲)وهو ثلاث رکعات بتسلیمة

اس لئے واجب قرار دیتے ہیں۔(۲)عن عبد الله بن بریدة عن ابیه قال سمعت رسول الله ﷺ یقول الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا،الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا ، الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا ۔(ابوداؤد شریف، باب فی من لم یوتر،ص ۲۰۸،نمبر ۱۴۱۹ رسنن للبیھقی ، باب تاکید صلوة الوتر ج ثانی ص ۶۵۹،نمبر ۴۴۶۰)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وتر حق ہے یعنی واجب ہے(۳)عن علی قال قال رسول الله ﷺ یا اهل القرآن اوتروا فان الله وتر یحب الوتر . (ابوداؤد شریف، باب استحباب الوتر،ص ۲۰۷،نمبر ۱۴۱۶ ر ترمذی شریف ، باب ماجاء ان الوتر لیس بحتم ،ص ۱۰۳،نمبر ۴۵۳) اس حدیث میں امر کا صیغہ ہے جو وجوب کے لئے آتا ہے۔اس سے بھی وتر کے واجب ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔

ترجمه : (۱۰۲)اور وہ ایک سلام سے تین رکعات ہیں۔

تشریح : دو رکعتوں کے بعد سلام نہ پھیرے بلکہ تین رکعت کے بعد سلام پھیرے۔

وجه: (۱)حدیث یہ ہے۔ عن علی قال کان رسول الله ﷺ یوتر بثلاث یقرأ فیهن بتسع سور من المفصل یقرأ فی کل رکعة بثلاث سور آخرهن قل هو الله احد ۔(ترمذی شریف،باب ماجاء فی الوتر بثلاث،ص ۱۰۶،نمبر ۴۵۹) (۲)عن ابی بن کعب قال کان رسول الله ﷺ کان یقرأ فی الوتر ﴿ بسبح اسم ربک الاعلی﴾ وفی الرکعة الثانیة ﴿بقل یا ایها الکافرون﴾ وفی الثالثة ﴿بقل هو الله احد ﴾ولا یسلم الا فی آخرهن (نسائی شریف، باب ذکر اختلاف الفاظ الناقلین بخبر ابی بن کعب فی الوتر،ص ۱۹۱،نمبر ۱۷۰۲ رمستدرک للحاکم ، کتاب الوتر ، ج اول ،ص ۴۴۶،نمبر ۱۱۳۹ ر ترمذی شریف ، باب ماجاء فی مایقرأ فی الوتر،ص ۱۰۶،نمبر ۴۶۳ رابوداؤد شریف ، باب مایقرأ فی الوتر ص ۲۰۸ نمبر ۱۴۲۳) ان احادیث سے معلوم ہوا کہ آپ تین رکعتیں وتر پڑھتے تھے۔اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک سلام کے ساتھ پڑھتے تھے۔کیونکہ ابی بن کعب کی حدیث میں ہے, ولا یسلم الا فی آخرهن ,(۳)مسلم شریف میں حضرت عائشہؓ کی ایک لمبی حدیث ہے جس میں حضورؐ کی تہجد کی نماز کا ذکر ہے۔اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ آپؐ وتر تین رکعت پڑھتے تھے انه سأل عائشة کیف کانت صلوة رسول الله ﷺ؟ ... ثم یصلی اربعا فلا تسأل عن حسنهن وطولهن ثم یصلی ثلاثا (مسلم شریف، باب صلوة اللیل وعدد رکعات النبیؐ فی اللیل ص ۲۵۴ نمبر ۱۷۲۳/۷۳۸)اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ آپؐ وتر تین رکعت پڑھتے تھے۔(۴) عن الحسن قال : أجمع المسلمون عن أن الوتر ثلاث لا یسلم الا فی آخرهن ۔(مصنف ابن ابی شیبة ، باب ۴۷۵ من کان یوتر بثلاث أو اکثر ، ج ثانی ،ص ۹۱،نمبر ۶۸۳۳)اس اثر میں ہے کہ مسلمانوں کا اجماع ہے کہ وتر تین رکعتیں ہیں،اور اسکے اخیر ہی میں سلام پھیرے۔نوٹ حرمین میں رمضان میں امام جماعت کے ساتھ وتر پڑھا رہے ہوں تو انکے ساتھ دو سلام کے ساتھ وتر پڑھ لینا چاہئے ، کیونکہ حدیث میں اسکی بھی گنجائش ہے اس لئے اتنے بڑے امام کے ساتھ وتر کی جماعت

(۲۰۲)ويقرأ فى كل ركعة منه الفاتحة وسورة. ويجلس على رأس الاوليين منه ويقتصر على التشهد ولا يستفتح عند قيامه للثالثة (۲۰۳)واذا فرغ من قراءة السورة فيها رفع يديه حذاء اذنيه

نہیں چھوڑنی چاہئے

ترجمه : (۲۰۲)اور ہر رکعت میں فاتحہ اور سورت پڑھے، اور دو رکعت پر بیٹھ کر صرف تشہد پر اقتصار (اکتفا) کرے، اور تیسری رکعت میں کھڑے ہو کر ثنا نہ پڑھے۔

تشریح : وتر واجب ہے لیکن اس کی دوسری حیثیت نفل اور سنت کی ہے، اور نفل اور سنت کی تمام رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھتے ہیں اور سورہ ملاتے ہیں کیونکہ اس کی ہر دو رکعتیں الگ الگ شفع ہیں، اس لئے وتر کی تینوں رکعتوں میں فاتحہ پڑھے اور سورت ملائے۔ اور دو رکعتوں پر بیٹھے اور صرف تشہد پڑھے، درود شریف اور دعا نہ پڑھے کیونکہ ابھی تیسری رکعت پڑھنی ہے۔ اور تیسری رکعت میں ثنا اس لئے نہ پڑھے کہ یہ پہلی دو رکعتوں کا ہی حصہ ہے، الگ سے شفع نہیں ہے۔

وجه: (۱)حدیث یہ ہے۔ عن على قال كان رسول الله ﷺ يوتر بثلاث يقرأ فيهن بتسع سور من المفصل يقرأ فى كل ركعة بثلاث سور آخرهن قل هو الله احد ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی الوتر بثلاث، ص ۱۰۶، نمبر ۴۵۹)
(۲)عن ابى بن كعب قال كان رسول الله ﷺ كان يقرأ فى الوتر ﴿ بسبح اسم ربك الاعلى﴾ وفى الركعة الثانية ﴿بقل يا ايها الكافرون﴾ وفى الثالثة ﴿بقل هو الله احد ﴾ولا يسلم الا فى آخرهن (نسائی شریف، باب ذکر اختلاف الفاظ الناقلین بخبر ابی بن کعب فی الوتر، ص ۱۹۱، نمبر ۱۷۰۲ رمستدرک للحاکم، کتاب الوتر، ج اول، ص ۴۴۶، نمبر ۱۱۳۹ رترمذی شریف، باب ماجاء مایقرأ فی الوتر، ص ۱۰۶، نمبر ۴۶۳ رابوداؤد شریف، باب مایقرأ فی الوتر ص ۲۰۸ نمبر ۱۴۲۳)
ان دونوں حدیثوں میں تینوں رکعتوں میں سورت ملائی ہے۔

ترجمه(۲۰۳)اور جب تیسری رکعت میں سورت ملانے سے فارغ ہو جائے تو دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائے اور اللہ اکبر کہے

تشریح : تیسری رکعت میں دعاء قنوت پڑھے، اس کی صورت یہ ہے کہ سورت ملانے کے بعد اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ کانوں تک اٹھائے اور رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھے، اور پورے سال دعاء قنوت پڑھے، صرف رمضان شریف میں پڑھنا کافی نہیں ہے۔

وجه : (۱)دعاء قنوت کا ارادہ کرے تو تکبیر کہے اور ہاتھ اٹھائے، اسکی وجہ یہ ہے کہ قرأت کرنے کے بعد اب دعاء قنوت پڑھنے کی طرف بدل رہی ہے، اور پہلے گزر چکا ہے کہ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف بدلے تو تکبیر کہے، اسلئے یہاں حالت بدلنے پر تکبیر کہے۔(۲)اثر میں ہے۔أن عبد الله بن مسعود كان اذا فرغ من القرأة كبّر ثم قنت فاذا فرغ من القنوت كبّر ثم ركع . (مصنف ابن ابی شیبة، باب ۵۹۰ فی التکبیر للقنوت، ج ثانی، ص ۱۰۱، نمبر ۶۹۴۷)اس اثر میں ہے کہ قنوت پڑھتے وقت تکبیر کہے۔ (۳)ہاتھ اٹھانے کا ثبوت اس اثر میں ہے عن عبد الله (بن مسعود) انه كان يرفع يديه فى قنوت

كبّر (۴ ۰ ۶)و قنت قائما قبل الركوع فی جميع السنة

الوتر . (مصنف ابن ابی شیبۃ ،۵۹۱ فی رفع الیدین فی القنوت ج ثانی ص ۱۰۱،نمبر ۶۹۵۳)(۴)عبد الرحمن بن الاسود عن ابیه قال کان ابن مسعود یرفع یدیه فی القنوت الی ثدییه (سنن للبیھقی ،باب رفع الیدین فی القنوت، ج ثالث،ص ۵۹،نمبر ۴۸۶۷)اس اثر سے معلوم ہوا کہ قنوت پڑھنے سے پہلے ہاتھ اٹھائے گا۔

ترجمہ :(۶۰۴) اور رکوع سے پہلے قیام کی حالت میں پورے سال قنوت پڑھے۔

تشریح :دعاء قنوت کی دوقسمیں ہیں[۱] ایک ہے قنوت نازلہ جو مصیبت کے وقت پڑھی جاتی ہے، اللھم اھد نی فیمن ھدیت، الخ ،حضورؐ نے قبیلہ بنی سلیم رعل، اورقبیلہ زکوان کے حملے کے وقت قنوت نازلہ پڑھی ہے، اور کچھ دنوں کے بعد اس کو بند کر دیا، حنفیہ کے یہاں بھی مصیبت کے وقت قنوت نازلہ مروج ہے، یہ فجر کی نماز میں دوسری رکعت کے رکوع سے اٹھنے کے بعد پڑھتے ہیں ۔[۲] دوسری دعاء قنوت ہے جو حنفیہ کے یہاں وتر میں رکوع سے پہلے پڑھی جاتی ہے اور پورے سال پڑھتے ہیں یہاں اسی دعا کا ذکر ہے

وجہ: (۱)حدیث میں ہے۔ عن ابی بن کعب ان رسول اللہ ﷺ قنت فی الوتر قبل الرکوع.(ابوداؤد شریف، باب القنوت فی الوتر،ص ۲۰۹،نمبر ۱۴۲۷؍نسائی شریف، باب ذکر اختلاف الفاظ الناقلین بخبر ابی بن کعب فی الوتر،ص ۱۹۱،نمبر ۱۷۰۰ ؍ابن ماجہ شریف، باب ما جاء فی القنوت قبل الرکوع و بعدہ،ص ۱۶،نمبر ۱۱۸۲)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وتر میں دعاء قنوت تیسری رکعت میں رکوع سے پہلے پڑھی جائے گی (۲)اس اثر میں ہے کہ۔ کان ابن مسعود لا یقنت فی شیء من الصلوات الا فی الوتر قبل الرکوع ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ،۵۸۱ فی القنوت قبل الرکوع أو بعدہ، ج ثانی،ص ۹۷،نمبر ۶۹۰۳)اس اثر میں ہے کہ کسی اور نماز میں قنوت نہیں پڑھتے سوائے وتر کے اور دوسری بات یہ ہے کہ رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔(۳)اور جس حدیث سے رکوع کے بعد ہے یا فجر کی نماز میں قنوت پڑھنے کا ثبوت ہے وہ قنوت نازلہ ہے جو کسی مصیبت کے وقت پڑھی جاتی ہے۔اسکا ثبوت یہ حدیث ہے۔ عن ابن عباس قال قنت رسول اللہ شهرا متتابعا فی الظهر والعصر والمغرب والعشاء وصلوة الصبح فی دبر كل صلوة اذا قال سمع الله لمن حمده من الركعة الآخرة يدعو على احياء من بنى سليم على رعل و ذكوان و عصية و يؤمن خلفه . (ابوداؤد شریف، باب القنوت فی الصلوۃ،ص ۲۱۱،نمبر ۱۴۴۳؍ بخاری شریف، باب القنوت قبل الرکوع و بعدہ،ص ۱۳۶،نمبر ۱۰۰۲)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رکوع کے بعد دعاء قنوت نازلہ مصیبت کے وقت تھی۔

پورے سال میں قنوت پڑھنے کی دلیل یہ حدیث ہے(۱) قال ابو هريرة او صانی رسول اللہ ﷺ بالوتر قبل النوم۔ (بخاری شریف، باب ساعات الوتر،ص ۱۳۵،نمبر ۹۹۵؍ابوداؤد شریف، باب فی الوتر قبل النوم،ص ۲۱۰،نمبر ۱۴۳۲)ان احادیث سے معلوم ہوا کہ پورے سال وتر پڑھنا ہے۔اس لئے پورے سال دعائے قنوت بھی اس میں پڑھنا واجب ہوگا۔ کیونکہ ابی بن کعب

(۲۰۵) ولا يقنت في غير الوتر .والقنوت معناه الدعاء وهو ان يقول اللهم انا نستعينک و نستهديک ونستغفرک ونتوب اليک ونؤمن بک ونتوکّل عليک و نثنی عليک الخير کله نشکرک و لا نکفرک و نخلع و نترک من يفجرک اللهم اياک نعبد ولک نصلی و نسجد واليک نسعیٰ و نحفد نرجو رحمتک و نخشیٰ عذابک ان عذابک الجد بالکفار ملحق وصلی

کی حدیث میں گزری کہ قنت فی الوتر قبل الرکوع کہ وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھا کرتے تھے اس لئے پورا سال قنوت پڑھی جائے گی (۲) اثر میں ہے۔عن ابراھیم قال : لاوتر الا بقنوت (مصنف ابن ابی شیبۃ ،۵۹۳ من قال لا وتر الا بقنوت ،ج ثانی ،ص ۱۰۲ ،نمبر ۶۹۵۹)اس اثر سے معلوم ہوا کہ وتر میں قنوت پڑھنا لازمی ہے۔ (۳)عن ابراھیم قال عبد الله : لا يقنت السنة کلها فی الفجر و يقنت فی الوتر کل ليلة قبل الرکوع قال ابو بکر : هذا القول عندنا ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ،۵۸۶ من قال القنوت فی النصف من رمضان ،ج ثانی ،ص ۱۰۰ ،نمبر ۶۹۴۱ رترمذی شریف ،باب ما جاء فی القنوت فی الوتر ، ص ۱۲۳ ،نمبر ۴۶۴) اس اثر میں ہے کہ عبداللہ ابن مسعودؓ پورے سال وتر میں قنوت پڑھتے تھے۔

ترجمہ :(۲۰۵) اور وتر کے سوا اور کسی نماز میں قنوت نہ پڑھے۔قنوت کے معنی دعا ہے۔اور یہ قنوت پڑھے:''اللهم انا نستعينک و نستهديک و نستغفرک و نتوب اليک و نؤمن بک و نتوکل عليک ونثنی عليک الخير کله ونشکرک ولا نکفرک ونخلع ونترک من يفجرک اللهم اياک نعبد و لک نصلی و نسجد و اليک نسعی ونحفد نرجو رحمتک ونخشی عذابک ان عذابک الجد بالکفار ملحق وصلی الله علی النبی و اٰله و سلم''۔

تشریح امام شافعیؒ کے نزدیک فجر میں بھی دعا قنوت ہے،اس لئے ماتن نے فرمایا کہ وتر کے علاوہ میں دعا قنوت نہیں ہے اور حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک اللھم اھد نی فیما ھدیت ،الخ والی دعاء ہے اس لئے مصنف نے اوپر اپنی دعا کا ذکر کیا ،اور یہ بھی اشارہ کیا کہ قنوت کا معنی ہے دعا کرنا ہے اس لئے ایسی کوئی دعا مناسب نہیں ہے جس میں بددعا ہو،کیونکہ اس سے حضورؐ کو منع کیا ہے

وجه : دعا قنوت کے جملے اس حدیث میں ہے۔عن خالد بن ابی عمران قال بينا رسول الله ﷺ يدعو علی مضر اذ جاء جبرئيل فأومأ اليه ان اسکت فسکت فقال يا محمد ان الله لم يبعثک سبابا و لا لعانا و انما بعثک رحمة و لم يبعثک عذابا ليس لک من الامر شیء او يتوب عليهم او يعذبهم فانهم ظالمون ، ثم علمه هذا القنوت((اللهم انا نستعينک و نستغفرک و نؤمن بک و نخضع لک و نخلع و نترک من يکفرک اللهم اياک نعبد و لک نصلی و نسجد و اليک نسعی و نحفد و نرجو رحمتک و نخشی

الله علی النبی وآله وسلم .(۲۰۶)والمؤتمّ یقرأ القنوت کالامام.(۲۰۷)واذا شرع الامام فی الدعاء بعد ما تقدّم قال ابو سف رحمه الله یتابعونه ویقرء ونه معه وقال محمد لا یتابعونه ولکن یؤمّنون والدعاء هو هذا اللهم اهدنا بفضلک فیمن هدیتَ وعافنا فیمن عافیتَ وتولّنا فیمن تولّیتَ و بارک لنا فیما اعطیتَ وقنا شرّ ما قضیتَ انک تقضی ولا یُقضی علیک انه لا یذلُّ من والیتَ ولا یعزُّ من

عذابلک و نخاف عذابک الجد ان عذابک بالکفار ملحق.) (سنن بیہقی، باب دعاء القنوت، ج ثانی، ص۲۹۸، نمبر۳۱۴۲/مصنف عبدالرزاق، باب القنوت، ج ثالث، ص۳۰، نمبر۴۹۸۲) اس حدیث میں ہے کہ پہلے بددعا فرماتے تھے بعد میں اس سے روک دیا گیا، اور دعاء قنوت سکھلائی گئی۔(۲) عن ام سلمۃؓ قالت : نهی رسول الله ﷺ عن القنوت فی الفجر ۔(ابن ماجۃ، باب ماجاء فی القنوت فی صلوۃ الفجر، ص۱۷۵، نمبر۱۲۴۲/دار قطنی، باب صفۃ القنوت وبیان موضعه، ج ثانی، ص ۲۷، نمبر۱۶۷۲) اس حدیث میں ہے کہ فجر کی نماز میں قنوت پڑھنے سے منع فرمایا دیا ہے۔

ترجمه : (۲۰۶) اور مقتدی بھی امام کی طرح قنوت پڑھے۔

تشریح : اگر آدمی تنہا وتر پڑھ رہا ہو تو خود دعاء قنوت پڑھے گا، لیکن اگر رمضان میں امام کے پیچھے پڑھ رہا ہو تب بھی ہر مقتدی دعاء قنوت پڑھے گا، امام کی دعا مقتدی کے لئے کافی نہیں ہے۔

وجه : (۱) امام کی صرف قرأت مقتدی کے لئے کافی ہے، دعا اور تسبیحات مقتدی کو بھی پڑھنی پڑتی ہیں اور اس لئے دعاء قنوت مقتدی بھی پڑھے گا۔

ترجمه : (۲۰۷) اور قنوت کے بعد جب امام دوسری دعا شروع کرے تو امام ابو یوسف کہتے ہیں کہ: مقتدی بھی امام کی متابعت میں اس کے ساتھ پڑھتا جائے، اور امام محمدؒ کہتے ہیں کہ: مقتدی نہ پڑھے، بلکہ آمین کہتا جائے۔ وہ یہ دعا ہے: ''اللهم اهدنا بفضلک فی من هدیت و عافنا فی من عافیت و تولنا فی من تولیت و بارک لنا فی ما اعطیت و قنا شر ما قضیت انک تقضی ولا یقضی علیک انه لا یذل من والیت ولا یعز من عادیت تبارکت ربنا و تعالیت و صلی الله علی سیدنا محمد و اٰله و صحبه و سلم''۔

تشریح :((اللهم انا نستعینک و نستغفرک ،الخ)) کے بعد کوئی اور دعا مثلا ((اللهم اهدنی فیمن هدیت)) پڑھنے لگ جائے تو امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ مقتدی امام کی اتباع میں دوسری دعائیں بھی پڑھے، اور امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اس کی اتباع نہ کرے بلکہ صرف آمین کہتا جائے۔

وجه :(۱) اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ قال الحسن بن علی : علمنی رسول الله ﷺ کلمات أقولهن فی

عـاديـتَ تبـاركـتَ ربـنـا وتعاليتَ وصلى الله على سيدنا محمد وآله وصحبه وسلم (۲۰۸) ومن لم يـحسن القنوت يقول اللهم اغفر لى ثلاث مرات او ربنا آتنا فى الدنيا حسنة و فى الآخرة حسنة وقنا عـذاب النار او يا ربِّ يا ربِّ يا ربِّ .(۲۰۹)واذا اقتدى بمن يقنت فى الفجر قام معه فى قنوته ساكتا

الوتر .قال ابن جواس : فى قنوت الوتر . اللهم اهدنى فيمن هديت وعا فنى فى من عافيت و تولنى فى من تـوليـت و بـارک لـى فـى مـا اعـطيـت و قنى شر ما قضيت انک تقضى ولا يقضى عليک انه لا يذل من واليـت ولا يعـز مـن عـاديـت تبـار کت ربنا و تعاليت (ابوداود شریف، باب القنوت فی الوتر، ص۲۱۳،نمبر۱۴۲۵/ ترمذی شریف، باب ماجاء فی القنوت فی الوتر، ص۱۲۳، نمبر۴۶۴)اس حدیث میں قنوت نازلہ والی حدیث کا ذکر ہے کہ وہ وتر میں بھی پڑھے

ترجمہ : (۲۰۸)اور جو قنوت نہ پڑھ سکتا ہو وہ تین بار'' اللهم اغفرلی " یا "ربـنـا اتنا فى الدنيا حسنة و فى الآخرة حسنة و قنا عذاب النار ''، یا صرف ''یا رب یا رب یا رب'' کہہ دے۔

تشریح : جب دعاء قنوت نہ آتی ہو تو اب مجبوری ہے اس لئے کوئی اور دعا پڑھ لے تب بھی قنوت ادا ہو جائے گی۔ یا نہ آنے پر یا رب یا رب، یا رب، کہہ لے تب بھی قنوت ادا ہو جائے گی۔

وجه : مثلا حضرت علیؓ سے وتر میں یہ دعا منقول ہے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ کوئی خاص دعا ضروری نہیں۔عـن عـلـیؓ ان النبی ﷺ کـان يـقـول فـى آخـروتـره ((الـهـم انـى اعـوذبک بـرضـاک مـن سخطک و اعوذ بمعافاتک من عـقـوبتک و اعوذ بک منک لا احصى ثناء عليک انت كما اثنيت على نفسک)) ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب مایقول الرجل فی آخر وترہ، ج ثانی، ص۱۰۰،نمبر۶۹۴۲)اس حدیث میں اوپر کی دعا کے علاوہ کا ذکر ہے۔

نوٹ : دعاء قنوت تین قسم کی ہیں [۱]مصیبت کے وقت قنوت نازلہ پڑھنا،حضورؐ نے ایک مہینہ پڑھا اسکے بعد چھوڑ دیا۔البتہ عظیم مصیبت کے وقت ابھی بھی حنفیہ کے یہاں فجر کی نماز میں پڑھنا مسنون ہے ۔[۲] فجر کی نماز میں ہمیشہ قنوت پڑھنا، یہ حنفیہ کے یہاں نہیں ہے اور امام شافعیؒ کے یہاں ہے ۔[۳] وتر میں دعاء قنوت پڑھنا۔ یہ امام شافعیؒ کے یہاں صرف رمضان کے نصف اخیر میں ہے، باقی دنوں میں نہیں۔اور حنفیہ کے یہاں پورے سال میں ہے۔۔ دلائل اور تفصیل اوپر گزر گئی۔

ترجمہ : (۲۰۹)اور اگر صبح کی نماز میں قنوت پڑھنے والے کی اقتدا کرے تو ظاہری روایت میں چپ کھڑا رہے،اور اپنے پہلو میں ہاتھ چھوڑے رکھے۔

تشریح : کوئی شافعی امام ہو اور وہ فجر کی نماز میں قنوت پڑھنے لگے تو ظاہری روایت یہ ہے کہ حنفی مقتدی اس کی اقتداء کرے اور وہ چپ کھڑا رہے،اور اس وقت ہاتھ چھوڑ دے اور پہلو کے پاس لٹکائے رکھے۔

فی الاظھر ویرسل یدیه فی جنبیه.(٢١٠) واذا نسی القنوت فی الوتر وتذکّره فی الرکوع او الرفع منه لا یقنت (٢١١)ولو قنت بعد رفع رأسه من الرکوع لا یعید الرکوع ویسجد للسھو لزوال القنوت عن محله الاصلی .(٢١٢)ولو رکع الامام قبل فراغ المقتدی من قراء ة القنوت او قبل

وجه : (١) فجر میں دعا اگر چہ منسوخ ہے تاہم اس کا ثبوت ہے،اس لئے اس کی اتباع کرے۔(٢)مقتدی امام کے تابع ہے، اسلئے جیسا امام کرے گا ویسا ہی مقتدی کو کرنا چاہئے۔اس حدیث میں ہے۔عن عائشة ام المؤمنین أنها قالت صلی رسول الله ﷺ فی بیته و ھو شاک ، فصلی جالساً و صلی ورائه قوم قیاماً ، فأشار الیھم أن اجلسو ا ، فلما انصرف قال ((انما جعل الامام لیؤتم به ، فاذا رکع فارکعوا ، واذا رفع فارفعوا ، و اذا قال سمع الله لمن حمده ؛ فقولوا : ربنا لک الحمد ، و اذا صلی جالسا فصلوا جلوساً)) ۔(بخاری شریف، باب انما جعل الامام لیؤتم بہ،ص ۹۵،نمبر ۶۸۸)اس حدیث میں ہے کہ مقتدی کو چاہئے کہ امام کی پوری اتباع کرے۔

ترجمه : (۲۱۰) اور اگر وتر میں قنوت بھول جائے اور رکوع میں یا اس سے اٹھنے کے بعد یاد آئے تو قنوت نہ پڑھے۔

تشریح : دعاء قنوت کا وقت رکوع سے پہلے ہے اس لئے جب اس میں بھول گیا تو اب دعا کا محل ختم ہو گیا،اس لئے رکوع میں یا رکوع سے اٹھنے کے بعد دعاء قنوت نہ پڑھے۔

ترجمه : (۲۱۱) اور اگر رکوع سے سر اٹھانے کے بعد دعاء قنوت پڑھی تو رکوع کو دوبارہ نہ لوٹائے ،لیکن اصلی محل سے قنوت زائل ہونے کی وجہ سے سجدہ سہو کرے۔

تشریح : رکوع اپنی جگہ پر ادا ہوا ہے اس لئے اس کو لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے البتہ دعاء قنوت اپنی اصلی جگہ سے ہٹ گئی ہے اور سجدے میں تاخیر ہوئی ہے اس لئے سجدہ سہو کرے۔

وجه : عن حماد قال اذا سھا قبل ان یقنت فلیسجد سجدتی السھو یعنی فی الوتر ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی السھو فی قنوت الوتر، ج ثانی،ص ۱۰۰،نمبر ۶۹۴۶)اس قول تابعی میں ہے کہ دعاء قنوت بھول جائے تو سجدہ سہو کرے۔

ترجمه : (۲۱۲) اگر امام نے مقتدی کے قنوت پوری کرنے سے پہلے رکوع کر لیا، یا قنوت کو شروع کرنے سے پہلے رکوع کر لیا اور خوف ہے کہ رکوع فوت ہو جائے گا تو امام کی اتباع کرے۔

تشریح : اگر امام نے مقتدی کے قنوت شروع کرنے سے پہلے، یا شروع تو کر چکا تھا لیکن اس کو پوری کرنے سے پہلے رکوع کر لیا تو،اور مقتدی کو خوف ہے کہ اگر میں نے قنوت پڑی تو امام کے ساتھ رکوع کے اخیر حصے میں بھی نہیں مل پاؤں گا تو قنوت چھوڑ کر امام کے ساتھ رکوع میں مل جائے۔

شروعه فيه وخاف فوت الركوع تابع امامه (۶۱۳) ولو ترک الامام ا لقنوت يأتی به المؤتمّ ان امكنه مشاركة الامام فی الركوع والا تابعه (۶۱۴) ولو ادرک الامام فی ركوع الثالثة من الوتر كان مدركا للقنوت فلا يأتی به فيما سبق به (۶۱۵) ويوتر بجماعة فی رمضان فقط وصلوته مع الجماعة

وجه : امام کی اتباع ضروری ہے، جبکہ دعا اتنی ضروری نہیں ہے۔ اس حدیث میں ہے۔ عن عائشة ام المؤمنين أنها قالت صلى رسول الله ﷺ فی بيته و هو شاک ، فصلى جالساً و صلى ورائه قوم قياماً فأشار اليهم أن اجلسوا ، فلما انصرف قال ((انما جعل الامام ليؤتم به ، فاذا ركع فاركعوا ، واذا رفع فارفعوا ، و اذا قال سمع الله لمن حمده ؛ فقولوا : ربنا لک الحمد ، و اذا صلى جالسا فصلوا جلوساً)) ۔(بخاری شریف، باب انما جعل الامام لیؤتم بہ، ص۹۵، نمبر ۶۸۸) اس حدیث میں ہے کہ مقتدی کو چاہئے کہ امام کی پوری اتباع کرے۔

ترجمہ : (۶۱۳) اور اگر امام نے قنوت چھوڑ دی تو اگر رکوع میں امام کے ساتھ شرکت کا امکان ہو تو مقتدی قنوت پڑھے، ورنہ تو امام کی اقتدا کرے۔

وجہ : پہلے گزر چکا ہے کہ امام کی اقتداء دعا کی بنسبت اہم ہے اس لئے اگر رکوع میں امام کے ساتھ ملنے کی امید ہو تو دعا قنوت بھی پڑھے اور رکوع میں مل جائے، اور امکان نہیں ہے تو دعا چھوڑ کر امام کے ساتھ مل جائے۔

ترجمہ (۶۱۴) اور اگر وتر کی تیسری رکعت کے رکوع میں امام سے ملے تو گویا اس کو قنوت مل گیا، اب اس کو اپنی باقی رکعت میں نہ پڑھے۔

تشریح : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ رکوع مل گیا تو اس رکعت کی قرأت مل گئی، اسی طرح تیسری رکعت کے رکوع میں امام کے ساتھ ملا تو گویا کہ وہ رکعت مل گئی، اس لئے امام کی دعاء قنوت اس مقتدی کے لئے کافی ہو جائے گی۔ اب جب پہلی اور دوسری رکعت پڑھے گا تو اس میں دعاء قنوت پڑھنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔

ترجمہ : (۶۱۵) اور صرف رمضان میں وتر کو جماعت سے پڑھے۔ اور رمضان میں اخیر شب میں تنہا وتر پڑھنے سے جماعت سے پڑھنا افضل ہے۔ قاضی خان نے اسی کو اختیار کر کے صحیح کہا ہے، اور دوسروں نے اس کے خلاف تصحیح کی ہے۔

تشریح : رمضان میں تراویح جماعت کے ساتھ پڑھتے ہیں، اور اس کے بعد وتر پڑھی جاتی ہے اس لئے وتر بھی جماعت کے ساتھ پڑھے، اور باقی دنوں میں وتر سنت کے بعد پڑھتے ہیں اور اخیر رات میں پڑھنا افضل ہے اس لئے وتر جماعت کے ساتھ نہیں پڑھی جائے گی۔ اور جن حضرات نے فرمایا کہ وتر تنہا پڑھنا افضل انکی دلیل یہ ہے کہ وتر رمضان میں بھی اخیر رات میں پڑھنا افضل ہے اس لئے اس کو تنہا پڑھے۔

فی رمضان افضل من ادائه منفردا آخر اللیل فی اختیار قاضی خان قال هو الصحیح وصحّح غیره خلافه.

وجه : (۱)۔عن ابن عباس قال کان النبی ﷺ یصلی فی شهر رمضان عشرین رکعة والوتر ۔(*طبرانی الکبیر، باب مقسم عن ابن عباس، ج حادی عشر، ص ۳۱۱، نمبر ۱۲۱۰۲ سنن للبیهقی، باب ما روی فی عدد رکعات القیام فی شهر رمضان، ج ثانی ص ۶۹۸، نمبر ۴۶۱۵*) اس حدیث میں ہے کہ رمضان میں وتر بھی جماعت کے ساتھ پڑھے۔(۲) ۔عن الحسن ان ابیاً ام الناس فی خلافة عمر فصلی بهم النصف من رمضان لا یقنت فلما مضی النصف قنت بعد الرکوع فلما دخل العشر ابقی و خلی عنهم فصلی بهم العشر معاذ القاری فی خلافة عمر (*مصنف ابن ابی شیبة، باب من قال القنوت فی النصف من رمضان، ج ثانی، ص ۹۹، نمبر ۶۹۳۴*) اس عمل تابعی میں ہے کہ رمضان میں وتر جماعت کے ساتھ پڑھی گئی۔

﴿فصل : (فی النوافل﴾

(۶۱۶) سُنَّ سنة مؤكدة ركعتان قبل الفجر وركعتان بعد الظهر و بعد المغرب وبعد العشاء واربع

﴿فصل:نوافل کے بیان میں﴾

ترجمه : (۶۱۶) سنت مؤکدہ ہے فجر سے پہلے دورکعت اور ظہر کے بعد دورکعت اور مغرب کے بعد دورکعت اور عشا کے بعد دورکعت اور ظہر سے پہلے چار رکعت اور جمعہ سے پہلے اور بعد میں چار رکعت ایک سلام سے سنت مؤکدہ ہے۔

تشریح : یہ بارہ رکعتیں سنت مؤکدہ ہیں انکی تاکید زیادہ آئی ہے [۱] فجر سے پہلے دو رکعتیں [۲] ظہر سے پہلے چار رکعتیں [۳] ظہر کے بعد دو رکعتیں [۳] مغرب کے بعد دو رکعتیں [۴] عشاء کے بعد دو رکعتیں۔

وجه : (۱) بارہ رکعتوں کی دلیل یہ حدیث ہے۔ سألت عائشة عن صلوة رسول الله ﷺ عن تطوعه؟ فقالت كان يصلی فی بيتی قبل الظهر اربعا ثم يخرج فيصلی بالناس ثم يدخل فيصلی ركعتين وكان يصلی بالناس المغرب ثم يدخل فيصلی ركعتين ويصلی بالناس العشاء و يدخل بيتی فيصلی ركعتين ... وكان اذا طلع الفجر صلی ركعتين (مسلم شریف، باب جواز النافلة قائما وقاعدا، ص ۲۵۲، نمبر ۱۶۹۹/۷۳۰ / ابوداؤد شریف، ابواب التطوع ورکعات السنة، ص ۱۸۵، نمبر ۱۲۵۱ / ترمذی شریف، باب ما جاء فی من صلی فی یوم ولیلة ثنتی عشرة رکعة من السنة ماله من الفضل، ص ۹۴، نمبر ۴۱۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فرض نماز سے پہلے اور فرض نماز کے بعد پورے دن اور رات میں سنت مؤکدہ ہیں اور وہ بارہ رکعتیں ہیں۔ ان کی تاکید آئی ہے۔ (۲) عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ ((من ثابر علی ثنتی عشرة ركعة من السنة بنی الله له بيتاً فی الجنة : أربع ركعات قبل الظهر ، و ركعتين بعدها ، و ركعتين بعد المغرب ، و ركعتين بعد العشاء ، و ركعتين قبل الفجر)) (ترمذی شریف، باب ما جاء فیمن صلی فی یوم ولیلة ثنتی عشرة رکعة من السنة، ص ۱۱۲، نمبر ۴۱۴ / ابن ماجہ، باب ما جاء فی ثنتی عشرة رکعة من السنة، ص ۱۶۰، نمبر ۱۱۴۰ / مسلم شریف، باب فضل السنن الراتبة قبل الفرائض و بعدھن و بیان عددھن، ص ۲۹۵، نمبر ۱۶۹۴/۷۲۸) اس حدیث میں ہے کہ جس نے بارہ رکعت سنت پر ہمیشگی کی تو اس کے لئے اللہ جنت میں گھر بنائے گا۔ (۳) اور ظہر سے پہلے چار رکعت کی دلیل یہ حدیث ہے۔ (۲) قالت ام حبيبة زوج النبی ﷺ قال رسول الله ﷺ من حافظ علی اربع ركعات قبل الظهر واربع بعدها حرم علی النار (ابوداؤد شریف، باب الاربع قبل الظہر وبعدھا، ص ۱۸۷، نمبر ۱۲۶۹) اس حدیث سے معلوم ہوا ظہر کی سنت چار رکعتیں پہلے ہیں اور چار رکعتیں بعد میں ہیں۔ (۴) اور جمعہ کے بعد چار رکعت کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ اذا صلی احدكم الجمعة فليصل بعدها اربعا ۔ (مسلم شریف، باب الصلاة بعد الجمعة، ص ۳۵۲، نمبر ۲۰۳۶/۸۸۱) اس حدیث میں ہے کہ جمعہ

قبل الظهر وقبل الجمعة وبعدها بتسليمة.(٦١٧) وندب اربع قبل العصر والعشاء وبعده وستٌّ بعد

کے بعد چار رکعت سنت پڑھے۔(۵) اور جمعہ سے پہلے چار رکعت پڑھے اس کی دلیل یہ عمل صحابی ہے۔ان ابن مسعود کان یصلی قبل الجمعة اربع رکعات ، و بعدها اربع رکعات ۔(مصنف عبدالرزاق، باب الصلاۃ قبل الجمعۃ وبعدھا، ج ثالث، ص ۱۳۰، نمبر ۵۵۴۱) اس اثر میں کہ جمعہ سے پہلے چار رکعت پڑھتے ۔(٦) اس حدیث میں جمعہ سے پہلے دو رکعت کا ثبوت ہے۔ عن ابی هريرة قالا جاء سليک الغطفانی و رسول الله ﷺ يخطب فقال له أصليت شيئا ؟ قال لا قال صل رکعتين تجوز فيهما ۔(ابوداود شریف، باب اذا دخل الرجل والامام یخطب، ص ۱٦۸، نمبر ۱۱۱٦ رترمذی شریف، باب ماجاء فی الرکعتین اذا جاء الرجل والامام یخطب، ص ۱۳۴، نمبر ۵۱۱)

ترجمه : (٦١٧) اور مستحب ہے عصر سے پہلے چار رکعت اور عشا سے پہلے چار رکعت اور اس کے بعد چار رکعت، اور مغرب کے بعد چھ رکعت۔

تشريح : عصر سے پہلے چار رکعتیں مستحب ہیں۔اور عشاء سے پہلے چار رکعتیں مستحب ہیں، اس کی دلیل نہیں مل رہی ہے، البتہ مغرب کے بعد جو چار رکعتیں ہیں اس کو عشاء سے پہلے کی دلیل بنا سکتے ہیں۔اور عشاء کے بعد چار رکعتیں ہیں، اور مغرب کے بعد چھ رکعتیں ہیں۔

وجه : (۱) عصر سے پہلے چار رکعتیں رکعت مستحب ہیں اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ رحم الله امرء صلی قبل العصر اربعا (ابوداؤد شریف، باب الصلوۃ قبل العصر، ص ۱۸۷، نمبر ۱۲۷۱ رترمذی شریف، باب ماجاء فی الاربع قبل العصر، ص ۹۸، نمبر ۴۳۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عصر سے پہلے چار رکعتیں سنت ہیں ۔لیکن دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دو رکعتیں سنت ہیں۔(۲) حدیث میں ہے ۔عن علی ان النبی ﷺ کان يصلی قبل العصر رکعتين ۔(ابوداؤد شریف، باب الصلوۃ قبل العصر ص ۱۸۷ نمبر ۱۲۷۲ رترمذی شریف، باب ماجاء فی الاربع قبل العصر ص ۹۸ نمبر ۴۲۹) اس حدیث کی بنا پر صاحب کتاب نے فرمایا کہ عصر کی سنت دو رکعت بھی پڑھ سکتا ہے۔(۳) عشاء کے بعد چار رکعتیں سنت ہیں اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن ابن عباس قال بت فی بيت خالتی ميمونة فصلی رسول الله ﷺ العشاء ثم جاء فصلی اربع رکعات ثم نام ۔(بخاری شریف، باب یقوم عن یمین الامام بحذاۂ سواء اذا کانا اثنین، ص ۱۱۴، نمبر ٦۹۷) اس حدیث میں ہے کہ عشاء کے بعد چار رکعتیں سنت ہیں۔(۴) عن عائشة قال سألتها عن صلوة رسول الله ﷺ فقالت ما صلی رسول الله العشاء قط فدخل علی الا صلی اربع رکعات او ست رکعات (ابوداؤد شریف، باب الصلوۃ بعد العشاء ص ۱۹۲ نمبر ۱۳۰۳) اس حدیث میں چار رکعت، اور چھ رکعت کا بھی ذکر ہے۔(۴) مغرب کے بعد چار رکعت ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔۔اور یہی حدیث عشاء سے پہلے چار رکعت کی دلیل بن سکتی ہے۔عن ابن عمر ۔ لا اعلمه الا رفعه

المغرب (٦١٨) ويقتصر فی الجلوس الاول من الرباعيّة المؤكدة على التشهد ولا يأتی فی الثالثة بدعاء الاستفتاح بخلاف المندوبة (٦١٩) واذا صلى نافلة اكثر من ركعتين ولم يجلس الا فی آخرها صحّ استحسانا لانها صارت صلوة واحدة وفيها الفرض الجلوس آخرها

۔قال من ركع بعد المغرب اربع ركعات كان كالمعقب [غزوة بعد غزوة ۔(مصنف عبدالرزاق، باب الصلاۃ فیما بین المغرب والعشاء، ج ثانی، ص ۴۱۵، نمبر ۴۷۴۰) اس حدیث میں چار رکعتوں کا تذکرہ ہے، (۵) اور دوسری حدیث میں دو رکعتوں کا تذکرہ ہے اس لئے ملا کر چھ رکعتیں ہوگئیں۔حدیث یہ ہے۔ سألت عائشة عن صلوة رسول الله ﷺ عن تطوعه؟.... وكان يصلي بالناس المغرب ثم يدخل فيصلي ركعتين . (مسلم شریف، باب جواز النافلۃ قائما وقاعدا ص ۲۵۲، نمبر ۱۶۹۹/۷۳۰/ابوداؤد شریف، ابواب التطوع ورکعات السنۃ ص ۱۸۵، نمبر ۱۲۵۱)

ترجمہ : (٦١٨) اور سنت مؤکدہ کی چار رکعت کے پہلے قعدہ میں صرف تشہد پر اقتصار (اکتفا) کرے، اور تیسری رکعت میں ثنا نہ پڑھے۔بخلاف مستحبات کے۔

تشریح : چار رکعت سنت مؤکدہ کی دو حیثیتیں ہیں [۱] ایک یہ کہ چاروں رکعتیں گویا کہ مجموعہ ہیں اس لئے دو رکعتوں کے بعد سلام نہ پھیرے، پہلی دو رکعتوں کے بعد قعدہ اولی میں صرف تشہد پڑھے، دعا اور درود شریف نہ پڑھے، اور سلام نہ پھیرے، اور چونکہ تیسری رکعت بھی پہلے کا ہی حصہ ہے اس لئے تیسری رکعت میں ثنا نہ پڑھے۔[۲] اور دوسری حیثیت نوافل کی ہے، اس لئے اگر سلام پھیر دیا تو کوئی حرج نہیں ہے۔اس کے بخلاف چار رکعت مستحبات کا طریقہ یہ ہے کہ قعدہ اولی میں تشہد کے بعد درود شریف بھی پڑھ سکتا ہے اور دعاء بھی پڑھ سکتا ہے اور تیسری رکعت میں ثنا بھی پڑھے، کیوں کہ اس کا ہر شفع الگ الگ نماز ہے۔

وجہ : (۱) چار سنتیں ایک ساتھ پڑھے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن ابن عباس قال : كان النبی ﷺ يركع قبل الجمعة أربعا ، لا يفصل فی شیء منهن . (ابن ماجۃ شریف، باب ما جاء فی الصلوۃ قبل الجمعۃ ص ۱۵۸، نمبر ۱۱۲۹) اس حدیث میں لا يفصل فی شیء منهن ، سے معلوم ہوا کہ درمیان میں سلام نہ پھیرے۔(۲) اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ چار رکعتیں ایک ساتھ پڑھے۔(۲) عن ابی هريرة قال : قال رسول الله ﷺ ((اذا صلى أحدكم الجمعة فليصل بعدها أربعا. (مسلم شریف باب الصلوۃ بعد الجمعۃ ص ۳۵۲، نمبر ۸۸۱/۲۰۳۶/ابن ماجۃ شریف، باب ما جاء فی الصلوۃ بعد الجمعۃ، ص ۱۵۸، نمبر ۱۱۳۲) ان حدیثوں میں ہے کہ جمعہ سے پہلے ایک سلام کے ساتھ چار رکعت پڑھے۔

ترجمہ : (٦١٩) اگر نفل دو رکعتوں سے زیادہ پڑھے اور اخیر میں بیٹھے تو استحسانا جائز ہے، اس لئے کہ وہ ایک نماز کی طرح ہوگئی، اور اس میں اخیر میں بیٹھنا فرض ہے۔

(٦٢٠) وكره الزيادة على اربع بتسليمة في النهار وعلى ثمان ليلا. (٦٢١) والافضل فيهما رباع عند ابى حنيفة وعندهما الافضل فى الليل مثنىٰ مثنىٰ وبه يفتى

تشریح : نفل کے ہر دو رکعت کو الگ الگ پڑھنا چاہئے اور اس پر سلام پھیرنا چاہئے، لیکن اگر چار رکعت کی نیت باندھ لی، اور چوتھی رکعت کے بعد بیٹھا تب بھی جائز ہے، کیونکہ اب یہ چاروں رکعتیں ایک نماز بن گئی اور ان کے اخیر میں بیٹھنا فرض ہوا۔

وجہ : (۱) عن عائشة قالت كان رسول الله يصلى من الليل ثلاث عشرة ركعة يوتر من ذلك بخمس لا يجلس فى شىء الا فى آخرها . (مسلم شریف، باب صلوۃ اللیل وعدد رکعات النبی فی اللیل، ص ۲۹۹ نمبر ۷۳۷/۱۷۲۰) اس حدیث میں چار رکعت کے بعد بیٹھے۔ (۲) سألت عائشة عن صلوة رسول الله ﷺ ؟ فقالت كان يصلى ثلاث عشرة ركعة ، يصلى ثمان ركعات ثم يوتر (مسلم شریف، باب صلوۃ اللیل وعدد رکعات النبی ﷺ فی اللیل، ص ۲۹۹، نمبر ۷۳۸/۱۷۲۴) اس حدیث میں آٹھ رکعتوں کے بعد بیٹھے۔ (۳) اس حدیث میں چاشت کی چار رکعتیں ایک ساتھ پڑھیں۔ عن عائشة قالت : كان رسول الله ﷺ يصلى الضحى أربعاً و يزيد ما شاء ۔ (مسلم شریف، باب استحباب صلوۃ الضحی وان أقلھا رکعتان، الخ ص ۲۴۹، نمبر ۷۱۹/۱۶۶۵) اس حدیث میں چار رکعتیں ایک ساتھ پڑھی۔

ترجمہ : (۶۲۰) اور دن میں چار رکعتوں سے زیادہ اور شب میں آٹھ سے زیادہ ایک سلام سے مکروہ ہے۔

تشریح : اوپر کی حدیث میں چاشت کی نماز جو دن کی نماز ہے چار رکعتیں ایک ساتھ پڑھیں، جس سے معلوم ہوا کہ دن کی نماز زیادہ چار رکعت پڑھی جا سکتی ہے۔ اور وتر کی نماز جو رات کی نماز ہے ایک ساتھ آٹھ رکعتیں پڑھی گئیں۔

وجہ : اس حدیث میں وتر رات کی نماز آٹھ رکعتیں ایک ساتھ پڑھیں۔ سألت عائشة عن صلوة رسول الله ﷺ ؟ فقالت كان يصلى ثلاث عشرة ركعة ، يصلى ثمان ركعات ثم يوتر (مسلم شریف، باب صلوۃ اللیل وعدد رکعات النبی ﷺ فی اللیل، ص ۲۹۸، نمبر ۷۳۸/۱۷۲۴) اس حدیث میں ایک ساتھ آٹھ رکعت پڑھی۔

ترجمہ : (۶۲۱) امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک رات اور دن میں چار چار رکعتیں افضل ہیں۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک رات میں دو دو رکعتیں افضل ہیں، اور اسی پر فتوی ہے۔

تشریح : امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دن میں اور رات میں چار چار رکعت نفل افضل ہے۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک رات میں دو دو رکعت افضل ہے اور دن میں چار رکعت افضل ہے۔

وجہ : (۱) امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ چاشت کی نماز چار رکعت ایک ساتھ پڑھی ہے جو دن کی نماز ہے اس لئے دن میں چار رکعت ایک ساتھ افضل ہے۔ حدیث یہ ہے ۔ عن عائشة قالت : كان رسول الله ﷺ يصلى الضحى أربعاً و يزيد ما شاء ۔ (مسلم شریف، باب استحباب صلوۃ الضحی وان أقلھا رکعتان، الخ ص ۲۴۹، نمبر ۷۱۹/۱۶۶۵) اس حدیث میں چار رکعت

(۲۲۲) وصلوة اللیل افضل من صلوة النهار وطول القیام احبُّ من کثرة السجود.

ایک ساتھ پڑھی۔(۲) اور تہجد میں چار رکعت ایک ساتھ پڑھی اس لئے رات کے نوافل میں چار رکعتیں افضل ہیں۔سأل عائشة کیف کانت صلاة رسول الله ﷺ فی رمضان ؟ قالت ما کان رسول الله ﷺ یزید فی رمضان و لا فی غیره علی احدی عشرة رکعة یصلی أربعا فلا تسأل عن حسنهن و طولهن ثم یصلی أربعا فلا تسأل عن حسنهن و طولهن ۔ (مسلم شریف، باب صلوۃ اللیل وعدد رکعات النبی فی اللیل،ص۲۹۹ نمبر ۱۷۲۳/۷۳۸) اس حدیث میں تہجد کی نماز ایک ساتھ چار رکعت پڑھی۔

وجه : اور صاحبینؒ کے یہاں دو دو افضل ہیں اس کی دلیل یہ حدیث ہے (۱) عن ابن عمر عن النبی ﷺ قال صلوة اللیل والنهار مثنی مثنی ان تشهد فی کل رکعتین (ابوداؤد شریف، باب فی صلوۃ النہار ص ۱۹۰ نمبر ۱۲۹۵) اس حدیث میں ہے کہ دن میں بھی دو دو رکعت پڑھے اور رات میں بھی دو رکعت پڑھے۔(۲) حدیث میں ہے. عن عائشة قالت کان رسول الله ﷺ یصلی فیما بین ان یفرغ من صلوة العشاء وهی التی یدعو الناس العتمة الی الفجر احدی عشر رکعت یسلم بین کل رکعتین ۔(مسلم شریف، باب صلوۃ اللیل وعدد رکعات النبی ﷺ فی اللیل،ص ۲۵۴،نمبر ۱۷۱۸/۷۳۶) اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ رات کی نماز دو دو رکعت پڑھنی چاہئے۔(۳) اور دن کے بارے میں یہ حدیث ہے ۔عن ام هانی بنت ابی طالب ان رسول الله ﷺ یوم الفتح صلی سبحة الضحی ثمانی رکعات یسلم من کل رکعتین۔(ابوداؤد شریف، باب صلوۃ الضحی ص ۱۹۰ نمبر ۱۲۹۰) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دن کی نماز دو دو رکعتیں پڑھے

ترجمه : (۶۲۲) رات کی نماز دن کی نماز سے افضل ہے۔اور زیادہ رکعت پڑھنے سے دیر تک کھڑا رہنا افضل ہے۔

تشریح : نوافل دن کی بھی بہتر ہیں، اور رات کی بھی ،لیکن رات کی نوافل زیادہ محبوب ہیں، اور دوسری بات یہ ہے کہ، کثرت سے رکعتیں پڑھے اس سے بہتر ہے کہ رکعتیں کم ہوں اور قیام کافی لمبا ہو۔

وجه : (۱) رات کی نفل دن سے افضل ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن جابر ان رسول الله ﷺ قال ان من اللیل ساعة لا یوافقها عبد مسلم یسأل الله خیرا الا اعطاها ایاه ۔(مسلم شریف، باب فی اللیل ساعۃ مستجاب فیہا الدعاء،ص ۳۰۶،نمبر ۱۷۷۰/۷۵۷) (۲) اس حدیث میں بھی ہے۔عن ابی هریرة ان رسول الله ﷺ قال ینزل ربنا تبارک و تعالی کل لیلة الی السماء الدنیا حین یبقی ثلث اللیل الآخیر فیقول من یدعونی فأستجیب له و من یسألنی فأعطیه و من یستغفرنی فأغفر له . (مسلم شریف، باب الترغیب فی الدعاء والذکر فی آخر اللیل والاجابۃ فیہ،ص ۳۰۷،نمبر ۱۷۷۲/۷۵۸) (۳) اور طول قیام بہتر ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن جابر قال قال رسول الله ﷺ افضل الصلاة طول القنوت ۔(مسلم شریف، باب افضل الصلاۃ طول القنوت،ص ۳۰۶،نمبر ۱۷۶۸/۷۵۶)

﴿فصل : (فی تحیّة المسجد و صلوة الضحیٰ و احیاء اللیالی﴾

(۶۲۳) سُنَّ تحیّة المسجد برکعتین قبل الجلوس(۶۲۴) واداء الفرض ینوب عنها و کل صلوة ادّاها عند الدخول بلا نیّة التحیّة (۶۲۵[الف]) وندب رکعتان بعد الوضوء قبل جفافه(۶۲۵[ب])

﴿فصل:تحیۃ المسجداورصلوۃِ ضحیٰ اورتہجد وغیرہ کے بیان میں﴾

ترجمہ : (۶۲۳) بیٹھنے سے پہلےتحیۃ المسجد دورکعت سنت ہے۔

تشریح : بیت اللہ میں داخل ہوتے وقت بیت اللہ کا حق ہوتا ہے کہ اس کا طواف کرے،اسی طرح مسجد میں داخل ہوتے وقت مسجد کا حق ہوتا ہے کہ دورکعت تحیۃ المسجد پڑھے، پس اگرتحیۃ المسجد کی نیت کئے بغیر کوئی نماز پڑھ لی تب بھی اس کے تحت میں مسجد کا حق اداہوجائے گا،اورتحیۃ المسجد اداہوجائے گی۔

وجہ : حدیث یہ ہے۔عن ابی قتادۃ السلمی ان رسول اللہ ﷺ قال اذا دخل أحدکم المسجد فلیرکع رکعتین قبل ان یجلس ۔(بخاری شریف، باب اذادخل المسجد فلیرکع رکعتین ،ص ۷۷،نمبر۴۴۴رمسلم شریف، باب استحباب تحیۃ المسجد الخ،ص۲۹۰،نمبر۱۶۵۴/۷۱۴)اس حدیث میں ہے کہ بیٹھنے سے پہلے دورکعت تحیۃ المسجد پڑھے۔

اصول : مسجد کا حق یہ ہے کہ اس میں داخل ہوتے وقت کوئی بھی نماز پڑھے۔

ترجمہ : (۶۲۴) فرض کی ادائیگی تحیۃ المسجد کے لئے کافی ہے،اور ہروہ نماز جسکو مسجد میں داخل ہوتے وقت پڑھی بغیرتحیۃ المسجد کی نیت سے وہ بھی تحیۃ المسجد کے لئے کافی ہے۔

تشریح : مسجد میں داخل ہوکرفرض نماز پڑھ لی تب بھی تحیۃ المسجد اداہوگئی، کیونکہ مسجد کا حق اداہوگیا،اسی طرح تحیۃ المسجد کی نیت کئے بغیر کوئی اورنماز پڑھ لی تب بھی تحیۃ المسجد اداہوجائے گی۔

وجہ : اس حدیث میں جمعہ کی سنت اورتحیۃ المسجد ایک ہی نیت سے اداہوئی ہے۔سمع جابرا قال دخل رجل یوم الجمعة و النبی ﷺ یخطب فقال صلیت ؟ قال : لا ، قال فصل رکعتین ۔(بخاری شریف،باب من جاءوالامام یخطب صلی رکعتین خفیفتین ،ص۱۴۹،نمبر۹۳۱ر ابوداودشریف،باب اذادخل الرجل والامام یخطب ،ص۱۶۸،نمبر۱۱۱۶)

ترجمہ : (۶۲۵[الف]) اوروضو کے بعداعضاخشک ہونے سے پہلے دورکعت[مستحب ہے]

تشریح : یہاں سے پانچ نمازیں جومستحب ہیں،اورموقع ملےتوپڑھنی چاہئے ان کا ذکر ہے۔ان میں سے[۱] پہلی نمازتحیۃ الوضوء ہے۔

وجہ : (۱)اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔انہ رأی عثمان دعا باناء ......ثم قال قال رسول اللہ ﷺ من

واربع فصاعدا فی الضحیٰ وندب صلوۃ اللیل و صلوۃ الاستخارۃ وصلوۃ الحاجۃ

توضأ نحو وضوئی هذا ثم صلی رکعتین لا یحدث فیهما نفسه غفر له ما تقدم من ذنبه . (بخاری شریف، باب الوضوء ثلاثا ثلاثا، ص۳۲، نمبر ۱۵۹/مسلم شریف، باب صفۃ الوضوء واکمالہ، ص۱۱۵، نمبر ۵۳۸/۲۲۶) (۲) اس حدیث میں بھی ہے .سمعت عثمان بن عفان ....سمعت رسول الله ﷺ یقول لا یتوضأ رجل مسلم فیحسن الوضوء فیصلی صلاۃ الا غفر له ما بینه و بین الصلاۃ التی تلیها ۔ (مسلم شریف، باب فضل الوضوء والصلاۃ عقبہ، ص۱۱۵، نمبر ۵۴۰/۲۲۷/ سنن نسائی، باب ثواب من توضأ کما امر، ص۲۰، نمبر ۱۴۶)

ترجمہ : (۲۲۵[ب]) اور چاشت کے وقت چار یا زیادہ اور نمازِ تہجد اور استخارہ اور صلوۃ حاجت مستحب ہے۔

تشریح : [۲] **چاشت کی نماز** چار رکعتیں پڑھے یا اس سے زیادہ پڑھے۔ نو بجے دن کو جو نماز پڑھتے ہیں اس کو صلاۃ الضحی [چاشت کی نماز، کہتے ہیں]

وجہ :(۱) چاشت نماز کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن عائشة قالت : کان رسول الله ﷺ یصلی الضحی أربعاً و یزید ما شاء ۔ (مسلم شریف، باب استحباب صلوۃ الضحی وان اقلها رکعتان، الخ ص۲۴۹، نمبر ۱۶۶۵/۷۱۹) اس حدیث میں چار رکعت ایک ساتھ پڑھی۔ (۲) ام هانی فانها قالت ان النبی ﷺ دخل بیتها یوم فتح مکة فاغتسل و صلی ثمانی رکعات فلم أری صلاۃ قط اخف منها غیر انه یتم الرکوع و السجود ۔ (بخاری شریف، باب صلاۃ الضحی فی السفر، ص۱۸۸، نمبر ۱۱۷۶) اس حدیث میں آٹھ رکعت نماز چاشت کا ذکر ہے۔

[۳] **تہجد کی نماز** پڑھنا مستحب ہے۔

وجہ : (۱) اس آیت میں ہے۔ و من اللیل فتهجد به نافلة لک عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا ۔ (آیت ۷۹، سورۃ الاسراء ۱۷) (۲) اس حدیث میں ہے۔ سمع ابن عباسؓ قال کان النبی ﷺ اذا قام من اللیل یتهجد ۔ (بخاری شریف، باب التهجد باللیل، ص۱۷۹، نمبر ۱۱۲۰) (۳)۔ سأل عائشة کیف کانت صلاۃ رسول الله ﷺ فی رمضان ؟ قالت ما کان رسول الله ﷺ یزید فی رمضان و لا فی غیره علی احدی عشرة رکعة یصلی أربعا فلا تسأل عن حسنهن و طولهن ثم یصلی أربعا فلا تسأل عن حسنهن و طولهن ۔ (مسلم شریف، باب صلوۃ اللیل وعدد رکعات النبی فی اللیل، ص۲۹۹ نمبر ۱۷۲۳/۷۳۸/ بخاری شریف، باب قیام النبی ﷺ باللیل فی رمضان وغیرہ، ص۱۸۳، نمبر ۱۱۴۷) اس حدیث میں تہجد کی نماز ایک ساتھ چار رکعت پڑھی۔

[۴] **استخارہ کی نماز** ۔ کسی نیک کام کرنے میں تذبذب ہو تو دو رکعت نماز پڑھے اور اس میں آگے والی دعا پڑھے، اور اللہ سے استخارہ کرے یہ مستحب ہے، اگر ایک دن میں راز نہ کھلے تو ایک ہفتہ تک کرتا رہے ۔ استخارہ میں کبھی خواب میں آجاتا ہے کہ

(٦٢٦) ونـدب احيـاء ليـالی العشر الاخير من رمضان واحياء ليلتی العيدين وليالی عشر ذی الحجة

یہ کام کرو، یا نہ کرو، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دل مائل ہوجاتا ہے کہ یہ کام کروں یا نہ کروں، پس کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی طرف دل مائل ہوگیا تو استخارہ پورا ہوگیا۔ استخارہ خود کرے یہی بہتر ہے۔

وجه : (۱) اس حدیث میں ہے۔ **عن جابرؓ قال کان النبی ﷺ يعلمنا الاستخارة فی الامور كلها كا لسورة من القرآن ، اذا هم احدكم بالامر فليركع ركعتين من غير الفريضة ثم يقول :اللهم انی استخيرک بعلمک و استقدرک بقدرتک و أسألک من فضلک العظيم فانک تقدر و لا اقدر ، و تعلم ولا اعلم ،و أنت علام الغيوب ، اللهم ان كنت تعلم ان هذا الامر خير لی فی دينی و معاشی و عاقبة امری ۔ او قال فی عاجل امری و آجله ۔ فاقدره لی ، و ان كنت تعلم ان هذا الامر شر لی فی دينی و معاشی و عاقبة امری ۔ او قال فی عاجل امری و آجله ۔ فاصرفه عنی و اصرفنی عنه ، و اقدرلی الخير حيث كان ثم رضنی به و يسمی حاجته** ۔(بخاری شریف، باب الدعاء عند الاستخارۃ، ص ۱۱۰۸، نمبر ۶۳۸۲ / ابوداود شریف، باب الاستخارۃ، ص ۲۲۶، نمبر ۱۵۳۸) اس حدیث میں استخارہ کی دعا بھی ہے اور اس کی نماز کا طریقہ بھی بیان کیا ہے۔

[۵] **نماز حاجت** ۔ کوئی ضرورت پڑ جائے تو دو رکعت حاجت کی نماز پڑھے

وجه : اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ **عن عبد الله بن ابی اوفی قال قال رسول الله ﷺ من كانت له الی الله حاجة او الی احد من بنی آدم فليتوضأ و ليحسن الوضوء ثم ليصل ركعتين ثم ليثن علی الله و ليصل علی النبی ﷺ ثم ليقل ، لا اله الا الله الحليم الكريم سبحان الله رب العرش العظيم ، الحمد لله رب العالمين ، اسألک موجبات رحمتک و عزائم مغفرتک ، و الغنيمة من كل بر و السلامة من كل اثم ، لا تدع لی ذنبا الا غفرته و لا هما الا فرجته و لا حاجة هی لک رضا الا قضيتها يا ارحم الرحمين** ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی صلاۃ الحاجۃ، ص ۱۲۶، نمبر ۴۷۹ / ابن ماجۃ شریف، باب ما جاء فی صلاۃ الحاجۃ، ص ۱۹۷، نمبر ۱۳۸۴) اس حدیث میں نماز حاجت کا طریقہ بتایا گیا ہے۔

ترجمه : (۶۲۶) اور رمضان کی اخیر کی دس راتیں اور دونوں عیدین کی شب اور عشرہ ذی الحجۃ کی راتیں اور شعبان کی پندرہوں رات کو (نماز وغیرہ سے) زندہ رکھنا مستحب ہے۔

تشریح : یہاں سے ان چار راتوں کا تذکرہ ہے جن میں زیادہ سے زیادہ نمازیں پڑھنا، اور عبادت کرنا مستحب ہے۔ ان میں سے [۱] پہلی ہے رمضان کی اخیر کی دس راتیں۔ ان دنوں میں اعتکاف کرے اور رات کو زیادہ سے زیادہ عبادت کرے۔

وجه :(۱) **عن عائشةؓ ان رسول الله ﷺ قال تحروا ليلة القدر فی الوتر من العشر الاواخر من رمضان** ۔(

وليلة النصف من شعبان (۶۲۷) ويكره الاجتماع على احياء ليلة من هذه الليالى فى المساجد.

بخاری شریف، باب تحری لیلۃ القدر فی الوتر من العشر الاواخر، ص ۳۲۳، نمبر ۲۰۱۷)(۲)عن عائشةؓ قالت كان النبى ﷺ اذا دخل العشر شد مئزره و أحيا ليله و ايقظ أهله ۔(بخاری شریف، باب العمل فی العشر الاواخر من رمضان، ص ۳۲۴، نمبر ۲۰۲۴) ان احادیث میں ہے کہ اخیر کی دس راتوں میں عبادت زیادہ سے زیادہ کرے۔

اور **دونوں عیدین کی شب۔**

وجه : اس کے لئے قول صحابی یہ ہے۔عن ابى الدرداء قال من قام ليلتى العيد لله محتسبا فلم يمت قلبه حتى تموت القلوب ....قال الشافعیؒ و بلغنا انه كان يقال ان الدعاء يستجاب فى خمس ليال : فى ليلة الجمعة ، و ليلة الاضحى ، و ليلة الفطر ، و اول ليلة من رجب ، و ليلة النصف من شعبان ۔(سنن بیہقی، باب عبادۃ لیلۃ العیدین، ج ثالث، ص ۴۴۵، نمبر ۶۲۹۳)

اور عشرہ ذی الحجۃ کی راتیں

وجه: (۱)اس کے لئے آیت یہ ہے والفجر ○ولیال عشر○والشفع والوتر۔(آیت ۲، سورۃ الفجر ۸۹) اس آیت میں دس راتوں سے ذی الحجہ کی دس راتیں مراد ہیں۔(۲)اس کے لئے حدیث یہ ہے۔ عن ابن عباس عن النبى ﷺ انه قال ما العمل فى أيام العشر افضل منها فى هذه قالوا و لا الجهاد ؟ قال ولا الجهاد الا رجل خرج يخاطر بنفسه و ماله فلم يرجع بشىء ۔(بخاری شریف، باب فضل العمل فی ایام التشریق، ص ۱۵۶، نمبر ۹۶۹ رترمذی شریف، باب ما جاء فی صیام العشر ، ص ۱۹۱، نمبر ۷۵۸)

اور شعبان کی پندرھوں رات کو(نماز وغیرہ سے) زندہ رکھنا مستحب ہے۔

وجه :(۱)اس کے لئے حدیث یہ ہے۔عن عائشةؓ قالت فقدت رسول الله ﷺ ليلة ....فقال ان الله عزو جل ينزل ليلة النصف من شعبان الى السماء الدنيا فيغفر لأكثر من عدد شعر غنم كلب ۔(ترمذی شریف، باب ما جاء فی لیلۃ النصف من شعبان، ص ۱۸۷، نمبر ۷۳۹)(۲) قول تابعی یہ ہے۔عن كثير بن مرة ان الله يطلع ليلة النصف من شعبان الى العباد فيغفر لاهل الارض ، الا رجل مشرك او مشاحن ۔(مصنف عبد الرزاق، باب النصف من شعبان، ج رابع، ص ۲۴۵، نمبر ۷۹۵۳)

ترجمه : (۶۲۷) ہاں ان راتوں میں سے کسی شب کے لئے بھی مسجد میں جمع ہونے کا(اہتمام کرنا) مکروہ ہے۔

تشریح : کچھ لوگ ان راتوں میں جمع ہوکر چراغاں کرتے ہیں اور دھمال کرتے ہیں وہ مکروہ ہے، جمع ہوکر سنجیدگی سے عبادت کرے تو جائز ہے۔

﴿فصل : (فی صلوة النفل جالسا و الصلوة علی الدابّة﴾

(۶۲۸)یجوز النفل قاعدا مع القدرة علی القیام لکن له نصف اجر القائم الا من عذر (۶۲۹) و یقعد

وجه : عن انس بن مالک ان جدته ملیکة دعت رسول الله لطعام صنعته له ....فقام رسول الله ﷺ و صففت انا و الیتیم ورائه و العجوز من ورائنا فصلی لنا رسول الله ﷺ رکعتین ثم انصرف ۔(بخاری شریف، باب الصلاۃ علی الحصیر ،ص ۶۸ ،نمبر ۳۸۰)اس حدیث میں بغیر کسی بلا وہ کے چار آدمیوں نے جماعت کے ساتھ نفل پڑھی۔

﴿فصل: بیٹھ کراور جانور پر نفل نماز کا بیان﴾

ضروری نوٹ : نفل نماز سہولت کے طور پر ہے اس لئے اس بات کی گنجائش دی گئی ہے کہ قیام پر قدرت کے باوجود بیٹھ کر نماز پڑھے، البتہ عذر نہ ہو تو بیٹھ کر نفل پڑھنے سے آدھا ثواب ملے گا، اور اس کی بھی گنجائش دی گئی ہے سواری پر بیٹھ کر نماز پڑھے اور جس جانب سواری جا رہی ہو، اگر قبلے کی جانب متوجہ ہونا ممکن نہ ہو تو سواری کے منہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتا جائے۔

وجه : (۱)عن .عمران بن حصین قال سألت النبی ﷺ عن صلو ۃ الرجل وهو قاعد فقال من صلی قائما فهو افضل و من صلی قاعدا فله نصف اجر القائم و من صلی نائما فله نصف اجر القاعد (بخاری شریف، باب صلوۃ القاعد ،ص ۱۵۰، نمبر ۱۱۱۶ر ترمذی شریف ، باب ماجاء ان صلوۃ القاعد علی النصف من صلوۃ القائم ،ص ۸۵ ،نمبر ۳۷۱) حدیث سے معلوم ہوا کہ نفل نماز قدرت کے باوجود بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے، البتہ اس کو ثواب کھڑے ہونے والے سے آدھا ملے گا۔(۲) حدیث میں ہے جابر بن عبد الله اخبره ان النبی ﷺ کان یصلی التطوع وهو راکب فی غیر القبلة . (بخاری شریف ، باب صلوۃ التطوع علی الدواب حیثما توجھت بہ ،ص ۱۴۸ ،نمبر ۱۰۹۴ر مسلم شریف ، باب جواز صلوۃ النافلۃ علی الدابۃ فی السفر حیث توجھت ،ص ۲۴۴ ،نمبر ۱۶۱۰/۷۰۰)(۳)عامر بن ربیعة اخبره قال رأیت النبی ﷺ وهو علی الراحلة یسبح یؤمی برأسه قبل ای وجه توجه و لم یکن رسول الله ﷺ یصنع ذلک فی الصلوة المکتوبة . (بخاری شریف، باب ینزل للمکتوبۃ ص ۱۴۸ ،نمبر ۱۰۹۷ر مسلم شریف، باب جواز صلوۃ النافلۃ علی الدابۃ فی السفر حیث توجھت ص ۲۴۴ نمبر ۱۶۱۸/۷۰۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبلہ کے رخ کے خلاف نفل نماز پڑھ لے تب بھی جائز ہوگی۔

ترجمه : (۶۲۸) قیام پر قدرت ہوتے ہوئے بھی بیٹھ کر نفل نماز جائز ہے، لیکن بلا عذر نصف اجر ہوگا۔

تشریح : اوپر حدیث گزر چکی ہے۔

ترجمه : (۶۲۹) اور مختار مذہب میں یہ ہے کہ جس طرح تحیات میں بیٹھتے ہیں اس طرح بیٹھے۔

كـالـمتشهّـد فـى الـمـختـار (۶۳۰) وجـاز اتـمـامـه قـاعدا بعد افتتـاحـه قـائمـا بلا كراهة على الاصح. (۶۳۱)ويتنفل راكبا خارج المصر مؤميا الى اىّ جهة توجهت دابّته

تشـريـح : مذہب مختار یہ ہے کہ جس طرح تشہد پڑھتے وقت بیٹھتے ہیں اس طرح بیٹھ کر نفلی نماز پڑھے۔ کیونکہ بیٹھنے میں یہ سب سے افضل طریقہ ہے۔ لیکن مجبوری کی وجہ سے دوسرے طریقے پر بیٹھا تب بھی جائز ہے۔

وجه : (۱) تشہد میں بیٹھنے کی کیفیت یہ ہے کہ دایاں پاؤں کھڑا کرے اور بایاں بچھائے اور اس پر سرین رکھ کر بیٹھ جائے۔ اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **فـقـال ابـو حـمـيـد الساعدى.... فاذا جلس فى الركعتين جلس على رجله اليسرى و نـصـب اليمنى واذا جلس فى الركعة الآخرة قدم رجله اليسرى ونصب الاخرى وقعد على مقعدته** ۔(بخاری شریف، باب سنة الجلوس فی التشہد، ص ۱۴، نمبر ۸۲۸ر مسلم شریف، باب ما یجمع صفة الصلوۃ وما یفتتح بہ، ص ۱۹۴، نمبر ۴۹۸ر ۱۱۱۰) (۲) **عـن وائـل بـن حـجـر قـال قدمت المدينة قلت لانظرن الى صلوة رسول الله ﷺ فلما جلس يعنى للتشهد افتـرش رجـلـه اليسـرى ووضـع يده اليسرى يعنى على فخذه اليسرى ونصب رجله اليمنى** ۔(ترمذی شریف، باب کیف الجلوس فی التشہد ص ۶۵ نمبر ۲۹۲) اس حدیث میں ہے کہ بایاں پاؤں بچھائے اور اس پر سرین رکھ کر بیٹھ کر جائے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھے، یہی زیادہ مختار ہے۔

ترجمه : (۶۳۰) اور نفل کو بیٹھ کر پورا کرنا جائز ہے اس کے بعد کہ کھڑا ہو کر شروع کیا ہو، بغیر کراہیت کے۔ صحیح روایت میں۔

تشـريـح : نفل کھڑا ہو کر شروع کیا ہو اب اس کو بیٹھ کر پورا کرنا چاہتا ہو تو صحیح روایت میں یہ ہے کہ بغیر کراہیت کے جائز ہے۔ صاحبینؒ کا مسلک یہ ہے کہ کھڑا ہو کر شروع ہوا اور کوئی عذر نہ ہو تو کھڑا ہو کر ہی پوری کرے۔

وجه : (۱) حدیث میں ہے۔ **عن عائشة ان رسول الله ﷺ كان يصلى جالسا فيقرأ وهو جالس فاذا بقى من قـرأتـه نـحـو مـن ثـلـثيـن آية او اربـعين آية قام فقرأها وهو قائم ثم ركع ثم سجد يفعل فى الركعة الثانية مثل ذلك** . (بخاری شریف، باب اذا صلی قاعدا ثم صح او وجد خفة تمم ما بقی، ص ۱۵۰، نمبر ۱۱۱۹ر مسلم شریف، باب جواز النافلة قائما وقاعدا ص ۲۵۲، نمبر ۷۳۱ر ۱۷۰۴) اس حدیث میں آپ نے بیٹھ کر بھی نماز پڑھی اور کھڑے ہو کر بھی جس کا مطلب یہ ہے کہ کھڑے ہو کر شروع کیا تو بیٹھ کر پوری کر سکتا ہے۔ اگر چہ کھڑا ہو کر ہی پوری کرنا بہتر ہے۔

ترجمه : (۶۳۱) اور سوار پر شہر سے باہر جس جہت کی طرف چوپایہ متوجہ ہو اشارہ سے نفل پڑھنا جائز ہے۔

تشـريـح : شہر سے باہر سواری جس طرف جا رہی ہو اسی طرف رخ کر کے نفل پڑھنا جائز ہے۔ شہر سے باہر نہ ہو بلکہ شہر کے اندر ہو اور سواری پر نہ ہو تو قبلے کی طرف توجہ کئے بغیر نفل نہیں ہوگی۔ کیونکہ قبلہ فرض ہے یہ تو حدیث کی بنا پر یہ سہولت دی گئی ہے۔

وجه : (۱) **عـامر بن ربيعة اخبره قال رأيت النبى ﷺ وهو على الراحلة يسبح يؤمى برأسه قبل الى اى وجه**

(٦٣٢) وبنیٰ بنزوله لا بر کوبه

توجه ولم یکن رسول الله ﷺ یصنع ذلک فی الصلوة المکتوبة . (بخاری شریف، باب ینزل للمکتوبۃ، ص۱۷۶، نمبر۱۰۹۷ رمسلم شریف، باب جواز صلوۃ النافلۃ علی الدابۃ فی السفر حیث توجھت، ص۲۴۴، نمبر۱۶۱۸/۷۰۰)(۲) **جابر بن عبد الله اخبره ان النبی ﷺ کان یصلی التطوع وهو راکب فی غیر القبلة** . (بخاری شریف، باب صلوۃ التطوع علی الدواب حیثما توجھت بہ، ص۱۷۶، نمبر۱۰۹۴ رمسلم شریف، باب جواز صلوۃ النافلۃ علی الدابۃ فی السفر حیث توجھت، ص۲۴۴، نمبر۱۶۱۰/۷۰۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبلہ کے رخ کے خلاف نفل نماز پڑھ لے تب بھی جائز ہوگی ۔(۳) اس حدیث سے استدلال کیا جا سکتا ہے کہ شہر سے باہر، کیونکہ اس میں سفر کا لفظ موجود ہے ۔ **کان عبد الله بن عمر یصلی فی السفر علی راحلته اینما توجهت به یؤمی وذکر عبد الله ان النبی ﷺ کان یفعله** . (بخاری شریف، باب الایماء علی الدابۃ، ص۱۴۸، نمبر۱۰۹۶ رمسلم شریف، باب جواز صلوۃ النافلۃ علی الدابۃ فی السفر، ص۲۴۴، نمبر۱۶۱۴/۷۰۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر سفر میں قبلہ کے خلاف رخ پر نماز پڑھتے تھے ۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ شہر میں ایسا کرنا جائز نہیں ہے ۔

ترجمہ : (۶۳۲) اور بنا کر سکتا ہے نیچے اتر کر نہ کہ سوار ہو کر۔

تشریح : سوار ہو کر نفل شروع کی اب ایک رکعت پڑھنے کے بعد نیچے اتر کر اس پر بنا کرنا چاہتا ہے تو بنا کر سکتا ہے ۔ لیکن اگر زمین پر نفل شروع کی اور ایک رکعت پڑھنے کے بعد سوار ہو کر اس پر بنا کرنا چاہے تو بنا نہیں کر سکتا۔

وجہ : (۱) اسکی وجہ یہ ہے کہ سواری پر تحریمہ باندھا تو اپنے اوپر لازم کیا کہ رکوع سجدے کا اشارہ کرے گا اور ہو سکے گا تو پورا رکوع اور سجدہ بھی کرے گا، تو گویا کہ اشارہ کر کے اور باضابطہ رکوع اور سجدہ کرے گا دونوں کا تحریمہ باندھا ہے ۔ اسلئے سواری پر بھی نفل پڑھے اور نیچے اتر کر بھی بناء کر سکتا ہے (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ سواری پر رکوع اور سجدے کا اشارہ کرے گا اور قیام بھی نہیں کر سکے گا اسلئے سواری پر نماز کمزور ہے اور نیچے اترے گا تو رکوع اور سجدے کا اتمام کرے گا اور قیام بھی کرے گا اسلئے نیچے اترنے میں تحریمہ قوی ہے، اسلئے ضعیف کی بناء قوی پر ہو سکتی ہے، اسلئے بھی سواری سے اتر کر بناء کر سکتا ہے، (۳) تیسری وجہ یہ ہے کہ سواری سے نیچے اترنے میں عمل کثیر نہیں ہے اسلئے بھی بناء کر سکتا ہے۔

اصول: ضعیف کی بناء قوی پر ہو سکتی ہے۔ لیکن قوی کی بناء ضعیف پر نہیں ہو سکتی ہے۔

اور زمین پر تحریمہ باندھا اور ایک رکعت پڑھ چکا ہے اب سواری پر چڑھ کر بناء کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا ۔ اسکی وجہ یہ ہے (۱) جب زمین پر تحریمہ باندھا تو اس بات کا التزام کیا کہ رکوع سجدے کا اتمام کرے گا اشارے کے ساتھ نہیں ادا کرے گا، اور قیام بھی کرے گا، اب سواری پر سوار ہو کر بناء کرے گا تو رکوع سجدے کا اشارہ کرے گا اور قیام بھی نہیں کر سکے گا تو اکمل شروع کر کے اضعف سے پورا کرنا چاہتا ہے اسلئے اضعف کی بناء اقوی پر نہیں کر سکے گا ۔ (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ سواری پر سوار ہوتے وقت عمل کثیر ہوگا جس سے

(۶۳۳)ولو كان بالنوافل الراتبة وعن ابى حنيفة رحمه الله تعالى انه ينزل لسنة الفجر لانها اكد من غيرها . (۶۳۴) وجاز للمتطوّع الاتّكاء على شيء ان تعب بلا كراهة وان كان بغير عذر فی الاظهر

تحریمہ باطل ہونے کا خطرہ ہے اسلئے بھی زمین سے شروع کر کے سواری پر بناء نہیں کر سکتا۔(۳) اور تیسری وجہ یہ ہے کہ زمین پر تحریمہ باندھا تو اکمل کا تحریمہ باندھا، اضعف کا نہیں باندھا، اسلئے اکمل کا تحریمہ باندھ کر اضعف ادا نہیں کر سکتا اسلئے کہ اسکا تحریمہ ہی نہیں باندھا ہے۔

ترجمہ : (۶۳۳) اگر چہ سنت مؤکدہ ہو۔اور امام ابوحنیفہؒ سے روایت ہے کہ فجر کی سنت کے لئے نیچے اترے اس لئے کہ وہ دوسری سنتوں سے موکد ہے۔

تشریح : تمام سنت موکدہ بھی نفل کے درجے میں ہیں یعنی ان کو بھی بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے، اور سواری پر پڑھ سکتا ہے، البتہ امام ابوحنیفہؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ فجر کی سنت بہت مؤکد ہے اس لئے اس کو بیٹھ کر نہ پڑھے، اور نہ اس کو سواری پر پڑھے۔

وجہ (۱) اس حدیث میں ہے . عن عائشة قالت : أن رسول الله ﷺ لم يكن على شيء من النوافل أشد معاهدة منه على الركعتين قبل الصبح (ابوداود شریف، باب رکعتی الفجر، ص ۱۸۸، نمبر ۱۲۵۴)(۲) عن أبی هريرة قال قال رسول الله ﷺ لا تدعوهما و ان طردتكم الخيل (ابوداود شریف، باب فی تخفيفهما. ای ركعتی الفجر، ص ۱۸۸، نمبر ۱۲۵۸) اس حدیث میں ہے کہ فجر کی سنت اور سنتوں سے اہم ہے اسلئے اسکو سواری سے نیچے اتر کر پڑھے

لغت : الراتبۃ : دن رات میں جو بارہ سنت مؤکدہ ہیں ان کو نوافل راتبہ، کہتے ہیں۔

ترجمہ : (۶۳۴) نفل پڑھنے والے کے لئے کسی چیز پر ٹیک لگانا جائز ہے اگر تھک گیا ہو، بغیر کراہیت کے، اور اگر بغیر کسی عذر کے ہو تو ظاہر روایت میں مکروہ ہے بے ادبی کی وجہ سے۔

تشریح : اگر تھک گیا ہو تو نفل پڑھنے والا کسی چیز پر ٹیک لگا سکتا ہے، یہ مکروہ نہیں ہے، اور اگر تھکا نہ ہو اور کوئی عذر بھی نہ ہو تو ظاہر روایت میں مکروہ ہے، کیونکہ یہ نماز کے ساتھ بے ادبی ہے۔

وجہ : اس حدیث میں ہے۔عن انس بن مالکؓ قال دخل النبی ﷺ فاذا حبل ممدود بين الساريتين فقال ما هذا الحبل ؟ قالوا هذا حبل لزينب فاذا فترت تعلقت فقال النبی ﷺ : لا، حلوه ليصل احدكم نشاطه فاذا فتر فليقعد. (بخاری شریف، باب ما یکرہ من التشدید فی العبادۃ، ص ۱۸۴، نمبر ۱۱۵۰) اس حدیث میں ہے کہ حضرت زینبؓ ٹیک لگا کر نفل پڑھا کرتیں تھیں، اور اسی حدیث میں حضورؐ اس طرح کرنے سے کراہیت کا اظہار فرمایا ہے۔

لغت : متطوع: نفل پڑھنے والا۔ اتکاء: ٹیک لگانا۔ تعب: تھک جانا۔ اسائۃ الادب: بے ادبی ہونا۔

لاساءة الادب (۶۳۵) ولا يمنع صحة الصلوة على الدابة نجاسة عليها ولو كانت فى السرج والركابين على الاصح (۶۳۶) ولا تصح صلوة الماشى بالاجماع.

﴿فصل : (فى صلوة الفرض والواجب على الدابة﴾

(۶۳۷)لا يصح على الدابة صلوة الفرض والواجبات كالوتر والمنذور وما شرع فيه نفلا فَافْسَده

ترجمه : (۶۳۵) نماز صحیح ہونے کو نجاست نہیں روکتی چاہے، چوپائے پر ہو، یا زین پر ہو، یا رکاب پر ہو صحیح روایت میں۔

تشریح : چوپائے پر نجاست ہو یا زین پر نجاست ہو، یا رکاب پر نجاست ہو پھر بھی اس چوپائے پر نماز پڑھنا جائز ہے، کیونکہ حدیث کی بنا پر اتنی نجاست معاف ہے۔

وجہ : (۱) جب جانور پر نماز پڑھنا جائز ہے تو یقینی بات ہے کہ جانور پیشاب پیخانہ کیا ہوگا، اور بہت ممکن ہے کہ اس کا پیشاب پیخانہ زین اور رکاب کو بھی لگا ہوگا، اس لئے اس کے باوجود اس پر نماز جائز ہے۔(۲) حدیث یہ ہے۔ جابر بن عبد الله اخبره ان النبى ﷺ كان يصلى التطوع وهو راكب فى غير القبلة . (بخاری شریف، باب صلوۃ التطوع علی الدواب حیثما توجھت بہ، ص ۱۴۸، نمبر ۱۰۹۴ مسلم شریف، باب جواز صلوۃ النافلۃ علی الدابۃ فی السفر حیث توجھت، ص ۲۴۴، نمبر ۱۶۱۰/۷۰۰)

لغت: دابۃ جانور، چوپایہ۔ سرج: زین۔ رکابین: رکاب کی تثنیہ ہے رکاب، سوار جس پر پاؤں رکھتا ہے۔

ترجمه : (۶۳۶) اور چلتے چلتے نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے بالاجماع۔

تشریح : چلتے چلتے نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔

وجہ : (۱) عن جابر بن عبد الله قال جاء عمر يوم الخندق فجعل يسب كفار قريش و يقول يا رسول الله ، ما صليت العصر حتى كادت الشمس ان يغيب فقال النبى ﷺ و انا و الله ما صليتها بعد قال فنزل الى بطحان فتوضاء و صلى العصر بعد ما غابت الشمس ثم صلى المغرب بعدها ۔(بخاری شریف، باب الصلاۃ عند مناھضۃ الحصون ولقاء العدو، ص ۱۵۲، نمبر ۹۴۵) اس حدیث میں چلتے ہوئے نماز نہیں پڑھی، بلکہ قضاء کی ۔(۲) بعض حضرات کے یہاں چلتے چلتے نماز جائز ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ ابن عمر عن النبى ﷺ وان كانوا اكثر من ذالك فليصلوا قياما و ركبانا ۔(بخاری شریف، باب صلاۃ الخوف رجالا ورکبانا، ص ۱۵۱، نمبر ۹۴۳) اس حدیث میں ہے کہ پیدل چلتے ہوئے نماز پڑھے۔

﴿فصل: جانور پر نماز فرض وواجب کے بیان میں﴾

ترجمه : (۶۳۷) جانور پر فرض نماز اور واجب نماز صحیح نہیں ہے۔ جیسے وتر ہے، نذر ہے، اور جو نفل شروع کی ہو پھر اس کو توڑ

.ولا صلوۃ الجنازۃ وسجدۃ تلیت آیتھا علی الارض(۲۳۸) الا لضرورۃ کخوف لص علی نفسہ او دابتہ او ثیابہ لو نزل وخوف سبع و طین المکان وجموح الدابۃ وعدم وجدان من یُرکبہ

دیا ہو،اور نماز جنازہ جانور پر جائز نہیں،اور وہ سجدہ جسکی آیت زمین پر تلاوت کی گئی ہے۔

تشریح : نفلی نماز اور سنت نمازیں بغیر کسی عذر کے جانور پر پڑھنا جائز ہے،لیکن جو نمازیں فرض ہیں،یا واجب ہیں،یا اس کا حکم واجب کے درجے میں ہے اس کو مجبوری کے بغیر سواری پر پڑھنا جائز نہیں ہے۔مصنف نے اس کی پانچ مثالیں دی ہیں[۱] وتر کی نماز واجب ہے اس لئے اس کو جانور پر نہیں پڑھ سکتا۔[۲] نذر کی نماز واجب ہے اس لئے اس کو سواری پر نہیں پڑھ سکتا۔[۳] نفل کو شروع کیا پھر اس کو توڑ دیا تو اس کو ادا کرنا واجب ہو گیا،اس لئے اس کو سواری پر ادا نہیں کر سکتا۔[۴] نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اس لئے اس کو سواری پر ادا نہیں کرے گا۔[۵] جو سجدہ کی آیت زمین پر تلاوت کی اس کو زمین پر اکمل طریقے پر ادا کرنا واجب ہے اس لئے سواری پر اس کا سجدہ کرنا جائز نہیں ہے۔

وجہ : (۱)اس حدیث میں ہے کہ فرض سواری پر پڑھنا جائز نہیں۔عامر بن ربیعۃ اخبرہ قال رأیت النبی ﷺ وھو علی الراحلۃ یسبح یؤمی برأسہ قبل الی ای وجہ توجہ ولم یکن رسول اللہ ﷺ یصنع ذلک فی الصلوۃ المکتوبۃ .(بخاری شریف،باب ینزل للمکتوبۃ،ص۱۴۸،نمبر ۱۰۹۷رمسلم شریف،باب جواز صلوۃ النافلۃ علی الدابۃ فی السفر حیث توجھت،ص۲۸۵،نمبر ۷۰۰/۱۶۱۸)(۲)ان ابن عمر کان اذا اراد ان یوتر نزل عن راحلتہ فاوتر بالارض ۔(مصنف عبد الرزاق،باب الوتر علی الدابۃ،ج ثانی،ص۳۸۲،نمبر ۴۵۵۳)اس عمل صحابی میں ہے کہ وتر زمین پر پڑھے۔

ترجمہ : (۲۳۸)مگر ضرورت کی بنا پر[جانور پر فرض اور واجب پڑھ سکتا ہے]جیسے نیچے اترنے میں اپنی ذات،یا چوپائے،یا کپڑے پر چور کا خوف ہو۔اور پھاڑ کھانے والے کا خوف ہو،اور مکان کیچڑ والا ہو اور چوپایہ سرکش ہو اور عاجز ہونے کی وجہ سے کوئی ایسا نہ ہو جو اس پر سوار کر دے۔

تشریح : اگر مجبوری ہو تو فرض نماز اور واجب نماز جانور پر پڑھ سکتا ہے۔آگے مصنف نے مجبوری کی ۴ قسمیں بیان کی ہیں۔[۱] جیسے نیچے اترنے میں اپنی ذات پر،یا چوپائے پر،یا کپڑے پر چور کا خطرہ ہو کہ وہ چرا لے گا۔[۲] یا پھاڑ کھانے والے جانور کا خطرہ ہو کہ نیچے اترے گا تو جانور پھاڑ ڈالے گا۔[۳] یا جگہ کیچڑ والی ہو کہ اس میں اترنا ناممکن ہو[۴] یا جانور سرکش ہو اگر اترا تو اس پر سوار ہونا ناممکن ہے،اور کوئی دوسرا آدمی بھی نہیں ہے کہ اس پر سوار کر دے،تو ایسی صورت میں آدمی کے لئے گنجائش ہے کہ جانور پر ہی فرض اور واجب نماز پڑھ لے۔اور رکوع اور سجدے کا اشارہ کرے۔

وجہ : (۱)اس قول تابعی میں ہے۔عن عطاء قال لا یصلی الرجل المکتوبۃ علی الدابۃ مقبلا الی البیت و لا

لعجزه.(۶۳۹) والصلوة فی المحمل علی الدابة کالصلوة علیها سواء کانت سائرة او واقفة (۶۴۰) ولو جعل تحت المحمل خشبة حتی بقی قراره الی الارض کان بمنزلة الارض فتصح

مدبرا عنه الا ان یکون مریضا او خائفا فلیصل علی دابته مقبلا الی البیت غیر مدبر عنه ۔(مصنف عبدالرزاق، باب ھل یصلی المکتوبة علی الدابة ،الخ، ج ثانی ،ص ۳۷۷،نمبر ۴۵۲۰)(۲)عن عطاء قال ان کان انسان فی ماء لا یستطیع ان یخرج منه فلیصل و لیومیء برأسه ایماء و لا یسجد ۔(مصنف عبدالرزاق، باب ھل یصلی المکتوبة علی الدابة ،الخ، ج ثانی ،ص ۳۷۸،نمبر ۴۵۲۷)اس قول تابعی میں ہے کہ مجبوری ہوتو جانور پر فرض نماز پڑھ سکتا ہے ۔(۳)وتر جانور پر پڑھے اس کے لئے پوری گنجائش ہے،اس کے لئے یہ حدیث ہے۔عن عبد الله بن عمر انه قال کان رسول الله ﷺ یوتر علی راحلته ۔(مسلم شریف، باب جواز صلوة النافلة علی الدابة فی السفر حیث توجھت ،ص ۲۸۵،نمبر ۷۰۰/۱۶۱۷/ابوداود شریف، باب التطوع علی الراحلة والوتر ،ص ۱۸۲،نمبر ۱۲۲۴) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ وتر سواری پر پڑھتے تھے۔

نوٹ آج کل ریل موٹر اور ہوائی جہاز پر نماز پڑھنے کا اتفاق ہوتا ہے،اگر وہاں رکوع سجدہ کر سکتا ہے تو فرض وغیرہ بھی اس پر جائز ہے،اور رکوع سجدہ نہیں کر سکتا ہے اور مجبوری ہے تو اشارہ سے نماز پڑھ لے اور مجبوری نہیں ہے تو نماز بعد میں پڑھے دلیل گزر چکی ہے

لغت : لص: چور۔دابة: چوپایہ، جانور،سواری۔سبع: پھاڑ کانے والا جانور۔ جموح: سرکشی کرنا، سواری کا قابو میں نہ آنا۔

ترجمہ : (۶۳۹) اور نماز کجاوے میں ایسا ہے جیسے خود جانور پر نماز پڑھ رہا ہو چاہے جانور چل رہا ہو یا ٹھہرا ہوا ہو۔

تشریح : محمل کا ترجمہ ہے کجاوہ۔کجاوے میں کھڑے ہونے کی جگہ نہ ہو اور نہ کھڑا ہو کر رکوع اور سجدہ کرنے کی جگہ ہو تو اس پر فرض اور واجب پڑھنا جائز نہیں ہے،اس کا حکم جانور کا حکم ہے، چاہے جانور چل رہا ہو چاہے ٹھہرا ہوا ہو۔کیونکہ اس میں قیام نہیں کر سکے گا،اور نہ پورے طور پر رکوع سجدہ کر سکے گا۔

لغت : المحمل: کجاوہ،اونٹ پر دونوں جانب لکڑی لگا کر انسان بیٹھنے کے لئے بناتے ہیں،جسکو کجاہ،اور محمل کہتے ہیں۔

ترجمہ : (۶۴۰)اور اگر کجاوے کے نیچے لکڑی ڈال دی جائے کہ وہ زمین پر ٹک جائے تو کجاوہ زمین کی طرح ہو گیا اب اس میں کھڑا ہو کر فرض جائز ہے۔

تشریح : کجاوہ جانور پر ہے اور کجاوے کے نیچے لکڑی اس طرح ڈالی کہ کجاوہ لکڑی کے سہارے زمین پر ٹک گیا،اور اس میں اتنی جگہ ہے کہ کھڑا ہو کر نماز پڑھ سکتا ہے،اور رکوع سجدہ کر سکتا ہے تو اب گویا کہ وہ زمین پر ہے اس لئے اس کا حکم زمین کا ہے،اس لئے اس میں کھڑا ہو کر فرض پڑھ سکتا ہے۔لیکن اگر کھڑا نہیں ہو سکتا، یا پورے طور پر رکوع سجدہ نہیں کر سکتا ہے،تو اس کا حکم کجاوہ ہی کا رہے گا ،کیونکہ فرض کا اصل فرض قیام،رکوع،اور سجدہ نہیں ہو رہے ہیں۔

اصول : قیام،رکوع اور سجدہ کر سکتا ہو تو زمین کا حکم ہے،اور یہ نہ کر سکتا ہو تو اس کا حکم کجاوے کا ہے۔

الفريضة فيه قائما.

﴿فصل : (فی الصلوة فی السفینة﴾

(۶۴۱)صلوة الفرض فيها و هی جارية قاعدا بلا عذر صحيحة عند ابی حنيفة بالركوع والسجود (۶۴۲) وقالا لا تصح الا من عذر وهو الاظهر والعذر كدوران الرأس وعدم القدرة على الخروج (۶۴۳)ولا تجوز فيها بالايماء اتفاقا (۶۴۴) والمربوطة فی لجة البحر وتحرّكها الريح شديدا

﴿فصل: کشتی میں نماز پڑھنے کے بیان میں﴾

ترجمه : (۶۴۱) چلتی ہوئی کشتی میں امام صاحبؒ کے نزدیک بلاعذر بھی بیٹھ کر رکوع وسجود سے نماز پڑھنا صحیح ہے۔

تشریح : امام ابوحنیفہؒ کی رائے ہے کہ کشتی چل رہی ہو تو اس کا چلنا ہی بیٹھنے کے لئے عذر ہے اس لئے عذر نہ بھی ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے۔

وجه : (۱)اس اثر میں اسکا ثبوت ہے۔ حدثت عن أنس بن مالك أنه قصر فی سفينة ، فصلى فيها جالسا و صلى من معه جلوسا ۔(مصنف عبدالرزاق، باب ھل یصلی الرجل وھو یسوق دابتہ؟ وقصر الصلوۃ، ج ثانی،ص ۳۸۳،نمبر ۴۵۵۷)اس اثر میں ہے کہ حضرت انسؓ نے کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھائی۔جس سے معلوم ہوا کہ بغیر عذر کے بھی کشتی میں فرض نماز بیٹھ کر پڑھی تو نماز ہو جائے گی۔

ترجمه : (۶۴۲) اور صاحبینؒ کے نزدیک بلاعذر صحیح نہیں، یہی ظاہر مذہب ہے۔اور عذر کی مثال جیسے سر گھومے (چکرائے)اور باہر نکلنے پر قادر نہ ہو۔

تشریح : صاحبینؒ کے نزدیک یہ ہے کہ چلتی ہوئی کشتی میں کھڑا ہونا مشکل ہو مثلا سر میں چکر آتا ہو اور باہر نکلنے پر قدرت نہ ہو تو اب بیٹھ کر نماز پڑھے،لیکن اگر کھڑا ہونا ممکن ہو تو بیٹھ کر نماز نہ پڑھے۔

وجه :اس اثر میں ہے۔ عن عطاء قال : يصلون فی السفينة قياما الا أن يخافوا أن يغرقوا ، فيصلون جلوسا يتبعون القبلة حيث ما زالت ۔(مصنف عبدالرزاق، باب الصلوۃ فی السفینۃ، ج ثانی،ص ۳۸۳،نمبر ۴۵۶۱)اس اثر میں ہے کہ ڈوبنے کا خطرہ ہو تب ہی بیٹھ کر نماز پڑھے۔یا پھر کھڑا ہونا مشکل ہو تب ہی بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے۔

ترجمه : (۶۴۳) اور سب کے نزدیک کشتی میں اشارہ سے نماز جائز نہیں۔

تشریح :کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے اس لئے اشارے سے نماز پڑھنا کسی کے نزدیک جائز نہیں۔دلیل اوپر گزر چکی۔

ترجمه : (۶۴۴)اور جو کشتی سمندر کے درمیان اس طرح بندھی ہوئی ہو کہ ہوا اس کو سخت ہلا رہی ہو تو وہ چلنے والی کشتی کی طرح

کالسائرۃ والا فکالواقفۃ علی الاصح (۶۴۵) وان کانت مربوطۃ بالشطّ لا تجوز صلوتہ قاعدا بالاجماع (۶۴۶) فان صلی قائما وکان شیء من السفینۃ علی قرار الارض صحت الصلوۃ والا فلا تصح علی المختار الا اذا لم یمکنہ الخروج (۶۴۷) ویتوجّہ المصلی فیھا الی القبلۃ عند افتتاح

ہے، ورنہ تو ٹھہرنے والی کشتی کی طرح ہے۔صحیح روایت پر۔

تشریح : کشتی سمندر کے درمیان ہو اور بہت ہل رہی ہو تو وہ چلنے والی کشتی کی طرح ہے، اور ہل نہ رہی ہو بلکہ ٹھہری ہوئی ہو تو اس کا حکم ساحل پر بندھی ہوئی کشتی کی طرح ہے، کہ اس میں بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں۔

اصول : کھڑا ہو کر نماز پڑھنا ممکن ہو تو کھڑا ہونا ضروری ہے ورنہ بیٹھ کر نماز پڑھے۔

لغت : لجۃ: سمندر کا گہرا پانی۔ مربوطۃ : باندھا ہوا ہو۔ سائرۃ: سار سے مشتق ہے، چلنے والی۔ شط: سمندر کا کنارہ، ساحل۔

ترجمہ : (۶۴۵) اور اگر کنارہ پر بندھی ہوئی ہو تو اس میں سب کے نزدیک بیٹھ کر نماز جائز نہیں۔

تشریح : کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھنے کی گنجائش اس لئے ہے کہ سر میں چکر آنے کا امکان ہے اس لئے کھڑا نہیں ہو سکتا ہے، لیکن کشتی کنارے پر کھڑی ہے تو اب کھڑا ہو سکتا ہے اس لئے اب بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

وجہ : عن ابراھیم قال تصلی فی السفینۃ قائما فان لم یستطیع فقاعدا تتبع القبلۃ حیث مالت ۔ (مصنف عبد الرزاق، باب الصلوۃ فی السفینۃ، ج ثانی، ص ۵۸۳، نمبر ۴۵۶۴) اس قول تابعی میں ہے کہ حتی المقدور کشتی میں نماز کھڑا ہو کر پڑھے۔

ترجمہ : (۶۴۶) اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور کشتی کا کچھ حصہ زمین پر ٹھہرا ہے تو نماز صحیح ہوگی، ورنہ تو صحیح نہیں ہوگی مذہب مختار پر، مگر یہ کہ نکلنا ممکن نہ ہو۔

تشریح : اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ کشتی سے نکل کر زمین پر کھڑا ہو کر پورے طور پر رکوع وسجدہ کر کے نماز پڑھنا ممکن ہو تو اس صورت میں اگر کشتی کا کچھ حصہ زمین پر ٹکا ہوا ہے تب تو یہ کشتی بھی زمین کی طرح ہو گئی اس لئے اسپر کھڑا ہو کر نماز پڑھنا درست ہے۔ اور اگر زمین پر ٹکی ہوئی نہیں ہے تو یہ زمین کی طرح نہیں ہوئی خالص کشتی باقی رہ گئی، اس لئے مصنف کی رائے ہے کہ اس پر نماز درست نہیں، ہاں باہر نکلنا ممکن نہ ہو تو کشتی میں نماز درست ہے۔۔ اصل مذھب یہ ہے کہ باہر نکلنا ممکن ہو اور کشتی میں پورے طور پر رکوع وسجدہ کر کے نماز پڑھنا ممکن نہ ہو تو باہر نماز پڑھے، اور باہر نکلنا ممکن نہ ہو تو جس طرح نماز پڑھنا ممکن ہو، بیٹھ کر یا کھڑا ہو کر اس طرح نماز پڑھے، نماز ہو جائے گی، کیونکہ اب مجبوری ہے۔

ترجمہ : (۶۴۷) اور کشتی میں قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز شروع کرے، اور جب جب بھی کشتی قبلہ سے پھرے تو نماز کے درمیان قبلہ کی طرف متوجہ ہوتا رہے، یہاں تک کہ قبلہ رخ نماز پوری کرے۔

الصلوة و کلّما استدارت عنها یتوجّہ الیها فی خلال الصلوة حتی یتمّها مستقبلا.

﴿فصل : (فی التراویح﴾

(۶۴۸) التراویح سنة للرجال والنساء.

تشریح :کشتی میں نماز شروع کرے قبلے کی جانب متوجہ ہوکر شروع کرے، اور درمیان میں کشتی گھومتی جائے تو آدمی قبلہ کی طرف گھومتا جائے اور قبلہ ہی کی طرف ہوکر نماز ختم کرے۔

وجہ : (۱)اس آیت میں ہے۔و حیث ما کنتم فولوا وجوهکم شطره ۔(آیت ۱۵۰،سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ہے کہ جہاں بھی ہو قبلہ کی طرف چہرہ کرو۔(۲)اس قول تابعی میں ہے۔عن عطاء قال : یصلون فی السفینة قیاما الا أن یخافوا أن یغرقوا ، فیصلون جلوسا یتبعون القبلة حیث ما زالت ۔(مصنف عبد الرزاق، باب الصلوۃ فی السفینۃ، ج ثانی، ص ۳۸۳، نمبر ۴۵۶۱) کہ قبلہ کی طرف گھومتا جائے۔

﴿فصل: تراویح کے بیان میں﴾

ترجمہ : (۶۴۸) تراویح مردوں اور عورتوں کے لئے سنت مؤکدہ ہے۔

تشریح :تراویح راحۃ سے مشتق ہے جس کا معنی ہے آرام کرنا، چونکہ ہر چار رکعتوں کے بعد آرام کرتے ہیں اس لئے اس کو تراویح کہتے ہیں۔ یہ مرد اور عورت کے لئے سنت مؤکدہ ہے۔

وجہ :(۱) تراویح پڑھنے کی دلیل اور مرد اور عورت کے لئے سنت مؤکدہ ہونے کی دلیل یہ حدیث ہے۔ان عائشة اخبرته ان رسول الله ﷺ خرج لیلة من جوف اللیل فصلی فی المسجد وصلی رجال بصلاته فاصبح الناس فتحدثوا فاجتمع اکثر منهم فصلی فصلوا معه فاصبح الناس فتحدثوا فکثر اهل المسجد من اللیلة الثالثة فخرج رسول الله فصلی بصلوته فلما کانت اللیلة الرابعة عجز المسجد عن اهله حتی خرج لصلوة الصبح فلما قضی الفجر اقبل علی الناس فتشهد ثم قال اما بعد ! فانه لم یخف علیّ مکانکم لکنی خشیت ان تفرض علیکم فتعجزوا عنها فتوفی رسول الله والامر علی ذلک ۔(بخاری شریف، باب فضل من قام رمضان، ص ۳۲۲، نمبر ۲۰۱۲ رمسلم شریف، باب الترغیب فی قیام رمضان وھو التراویح ص ۳۰۸، نمبر ۷۶۱/۱۷۸۴ رابوداؤد شریف، کتاب تفریع ابواب شہر رمضان باب فی قیام شہر رمضان، ص ۲۰۲، نمبر ۱۳۷۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور تراویح کے لئے رمضان میں تین راتیں کھڑے ہوئے تھے اور لوگوں کو تراویح پڑھائی تھی۔ البتہ ہمیشہ اس لئے نہیں پڑھائی کہ کہیں فرض نہ ہوجائے۔اس حدیث سے

(۶۴۹) وصلوتها بالجماعة سنة كفاية (۶۵۰) ووقتها بعد صلوة العشاء.(۶۵۱) ويصح تقديم

یہ بھی معلوم ہوا کہ تراویح جماعت کے ساتھ پڑھے۔(۲)أن ابا هريرةؓ قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول لرمضان ((من قامه ايمانا و احتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه . (بخاری شریف، باب فضل من قام رمضان، ص۳۲۲، نمبر۲۰۰۸ر مسلم شریف، باب الترغیب فی قیام رمضان وھوالتراویح ص ۳۰۸، نمبر۷۵۹ /۱۷۷۱ر ابو داؤد شریف، کتاب تفریع ابواب شہر رمضان باب فی قیام شہر رمضان، ص۲۰۲، نمبر۱۳۷۱) اس حدیث میں ہے کہ ایمان کے ساتھ جو تراویح پڑھے گا اسکا گناہ معاف کر دیا جائے گا۔اس میں تراویح کا ثبوت ہے۔(۳)عورت کے لئے بھی تراویح سنت مؤکدہ ہےاس کی دلیل اس قول صحابی میں ہے۔ عن عرفجة ان علياؓ كان يأمر الناس بالقيام في رمضان فيجعل للرجال اماما و للنساء اماما ۔(مصنف عبد الرزاق، باب قیام رمضان ج رابع ،ص۱۹۹، نمبر۷۷۲۵ر سنن بیہقی، باب قیام شہر رمضان، ج ثانی ،ص ۶۹۵ ،نمبر۴۶۰۶)اس عمل صحابی میں ہے کہ عورت کے لئے بھی تراویح کا امام مقرر فرماتے تھے۔

ترجمه : (۶۴۹)اوراس کی جماعت سنت کفایہ ہے۔

تشريح : تراویح کی جماعت سنت کفایہ ہے،کفایہ کا مطلب یہ ہے کہ محلے میں کچھ لوگ جماعت کے ساتھ تراویح پڑھ لیں تو جماعت کی سنت ادا ہو جائے گی۔

وجه : (۱)ان عمر بن خطاب امر رجلا يصلى بهم عشرين ركعة. (مصنف ابن ابی شیبۃ، ۶۷۷ کم یصلی فی رمضان من رکعۃ ،ج ثانی ،ص ۱۶۵، نمبر۷۶۸۱ر مصنف عبد الرزاق، باب قیام رمضان ج رابع ،ص۲۰۰، نمبر۷۷۶۰)اس حدیث اور عمل صحابہ سے معلوم ہوا کہ تراویح کی نماز بیس رکعتیں ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھے۔(۲)ان عليا أمر رجلا يصلى بهم عشرين ركعة . (مصنف ابن ابی شیبۃ، ۶۷۷ کم یصلی فی رمضان من رکعۃ ،ج ثانی ،ص ۱۶۵، نمبر ۷۶۸۰ر سنن للبیھقی، باب ماروی فی عدد رکعات القیام فی شہر رمضان ج ثانی ص ۶۹۸ ،نمبر۴۶۲۰)اس اثر میں بھی ہے کہ حضرت علیؓ بیس رکعتیں تراویح پڑھنے کا حکم دیا کرتے تھے۔اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جماعت کے ساتھ پڑھے۔

ترجمه : (۶۵۰) اوراس کا وقت نماز عشا کے بعد ہے۔

وجه : اس حدیث میں ہے کہ ,جوف اللیل، میں نماز پڑھائی جس سے معلوم ہوا کہ عشاء کے بعد تراویح کا وقت ہے۔ ان عائشة اخبرته ان رسول الله ﷺ خرج ليلة من جوف الليل فصلى في المسجد وصلى رجال بصلاته ۔(بخاری شریف، باب فضل من قام رمضان، ص۳۲۲، نمبر۲۰۱۲ر مسلم شریف، باب الترغیب فی قیام رمضان وھوالتراویح ص ۳۰۸، نمبر۷۶۱ر ۱۷۸۴)

ترجمه : (۶۵۱) اورصحیح ہے وتر کو تراویح پر مقدم کرنا اوراس سے مؤخر کرنا۔

الوتر على التراويح وتاخيره عنها (۶۵۲) و يستحبّ تاخير التراويح الى ثلث الليل او نصفه ولا يكره تاخيرها الى ما بعده على الصحيح (۶۵۳) وهي عشرون ركعة بعشر تسليمات.

تشریح : تراویح وتر کے تابع نہیں ہے اس لئے تراویح کو وتر سے پہلے بھی پڑھ سکتے ہیں اور بعد میں بھی، البتہ وتر کو تراویح کے بعد پڑھنا بہتر ہے، کیونکہ وتر کے بارے میں حدیث ہے کہ وہ رات کی آخری نماز ہو۔

وجه : اس حدیث میں اشارہ ہے کہ وتر بعد میں پڑھے۔ عن ابن عباس قال كان النبى ﷺ يصلى فى شهر رمضان عشرين ركعة والوتر ۔(طبرانی الکبیر، باب مقسم عن ابن عباس، ج حادی عشر، ص ۳۱۱، نمبر ۱۲۱۰۲ رسنن للبیھقی، باب ماروی فی عدد رکعات القیام فی شہر رمضان، ج ثانی، ص ۶۹۸، نمبر ۴۶۱۵ رمصنف ابن ابی شیبۃ، باب کم یصلی فی رمضان من رکعۃ، ج ثانی، ص ۱۶۶، نمبر ۷۶۹۱) عشرین رکعۃ والوتر، سے پتہ چلتا ہے کہ وتر بعد میں پڑھے۔

ترجمه : (۶۵۲) اور تراویح کو تہائی رات تک یا آدھی رات تک مؤخر کرنا مستحب ہے، اور صحیح روایت میں اس کے بعد بھی مکروہ نہیں ہے۔

تشریح: تراویح کا وقت عشاء کے بعد ہے، لیکن مستحب یہ ہے کہ تہائی رات تک مؤخر کرے، یا آدھی رات تک مؤخر کرے۔ اور اس کے بعد بھی مؤخر کرے تو مکروہ نہیں ہے۔ لیکن یہ اس وقت ہے جب نمازی کو نشاط ہو ورنہ عشاء کے فوراً بعد تراویح شروع کرے

وجه : (۱) ان عائشة اخبرته ان رسول الله ﷺ خرج ليلة من جوف الليل فصلى فى المسجد وصلى رجال بصلاته ۔(بخاری شریف، باب فضل من قام رمضان، ص ۳۲۲، نمبر ۲۰۱۲ رمسلم شریف، باب الترغیب فی قیام رمضان وھو التراویح، ص ۳۰۸، نمبر ۱۷۶۱ /۱۷۸۴) اس حدیث میں ,جوف اللیل، سے اشارہ ہے کہ تراویح رات کے درمیانی حصے میں پڑھی ۔(۲) اور سحری سے پہلے پہلے تک مؤخر کرسکتا ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن ابى ذر قال : صمنا مع رسول الله ﷺ رمضان فلم يقم بنا شيئا من الشهر ....فلما كانت الثالثة جمع أهله و نسائه و الناس فقام بنا حتى خشينا أن يفوتنا الفلاح ، قال قلت : ما الفلاح ؟ قال السحور ، ثم لم يقم بنا بقيةالشهر ۔(ابوداود شریف، باب فی قیام شہر رمضان، ص ۲۰۵، نمبر ۱۳۷۵) اس حدیث میں ہے کہ سحری تک تراویح پڑھتے رہے جسکا مطلب یہ ہوا کہ سحری تک وقت ہے۔

لغت: ثلث اللیل، ونصفہ: تہائی رات یعنی دس بجے رات تک، اور آدھی رات یعنی بارہ بجے رات تک مؤخر کرے۔

ترجمه : (۶۵۳) اور تراویح دس سلام سے بیس رکعت ہیں۔

تشریح : تراویح دو دو رکعت کر کے پڑھے، اور دس سلام کے ساتھ بیس رکعتیں پڑھے۔

وجه : بیس رکعت تراویح کی دلیل یہ حدیث ہے (۱)۔ عن ابن عباس قال كان النبى ﷺ يصلى فى شهر رمضان عشرين ركعة والوتر ۔(طبرانی الکبیر، باب مقسم عن ابن عباس، ج حادی عشر، ص ۳۱۱، نمبر ۱۲۱۰۲ رسنن للبیھقی، باب ماروی فی

عدد رکعات القیام فی شہر رمضان، ج ثانی ،ص ۶۹۸،نمبر ۴۶۱۵ ؍مصنف ابن ابی شیبۃ ، باب کم یصلی فی رمضان من رکعۃ ، ج ثانی ، ص۱۶۶،نمبر۷۶۹۱)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضورؐ بیس رکعتیں تراویح پڑھتے تھے۔(۲) ان عمر بن خطاب امر رجلا یصلی بھم عشرین رکعة (مصنف ابن ابی شیبۃ ،۷۷۶ کم یصلی فی رمضان من رکعۃ ،ج ثانی ،ص ۱۶۵،نمبر ۷۶۸۱ ؍مصنف عبدالرزاق ، باب قیام رمضان ، ج رابع ،ص ۲۰۰ نمبر ۷۷۶۰)اس حدیث اور عمل صحابہ سے معلوم ہوا کہ تراویح کی نماز بیس رکعتیں ہیں۔ (۳)ان علیا أمر رجلا یصلی بھم عشرین رکعة . (مصنف ابن ابی شیبۃ ،۷۷۶ کم یصلی فی رمضان من رکعۃ ،ج ثانی ،ص ۱۶۵، نمبر ۷۶۸۰ ؍سنن للبیھقی ، باب ما روی فی عدد رکعات القیام فی شہر رمضان ج ثانی ص ۶۹۸ ،نمبر ۴۶۲۰)اس اثر میں بھی ہے کہ حضرت علیؓ بیس رکعتیں تراویح پڑھنے کا حکم دیا کرتے تھے۔

(۴)امام ترمذیؒ نے فرمایا کہ اہل مدینہ کی ایک رائے ہے کہ ۴۱ رکعتیں تراویح پڑھے،البتہ امام شافعیؒ کا مسلک یہ بیان فرمایا کہ وہ بیس رکعتیں پڑھنے کے قائل ہیں ترمذی شریف کی عبارت یہ ہے۔و اختلف اھل العلم فی قیام رمضان ، فرأی بعضھم أن یصلی احدی و اربعین رکعة مع الوتر ، و ھو قول أھل المدینة ، و العمل علی ھذا عندھم بالمدینة وأکثر اھل العلم علی ما روی عن علی و عمر و غیرھما من أصحاب النبی ﷺ عشرین رکعة و ھو قول سفیان الثوری و ابن المبارک و الشافعی ، و قال الشافعی و ھکذا أدرکت ببلدنا بمکة یصلون عشرین رکعة . (ترمذی شریف، باب ماجاء فی قیام شھر رمضان،۲۰۱،نمبر ۸۰۶)اس عبارت سے معلوم ہوا کہ امام شافعیؒ کا مسلک بھی یہی ہے کہ تراویح بیس رکعتیں پڑھی جائے۔

نوٹ: (۱)حضرت عائشہؓ کی ایک حدیث ہے جس سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ تراویح کی نماز صرف آٹھ رکعتیں ہیں،لیکن اس حدیث سے استدلال کرنا اسلئے صحیح نہیں ہے کہ امام بخاری،امام مسلم، امام ابوداوداور امام ترمذی نے اس حدیث کو حضورؐ کے تہجد کے باب میں نقل کیا ہے،جس کا مطلب یہ نکلا کہ یہ حضرات اس حدیث کو تہجد کے ساتھ خاص مانتے تھے کہ آپ تہجد میں آٹھ رکعتیں پڑھا کرتے تھے تراویح میں نہیں۔(۱)حدیث یہ ہے۔سأل عائشةؓ کیف کانت صلوة رسول الله ﷺ فی رمضان ؟ فقالت : ما کان رسول الله ﷺ یزید فی رمضان و لا فی غیرہ علی احدی عشرة رکعة ، یصلی اربعا فلا تسأل عن حسنھن و طولھن ، ثم یصلی ثلاثا . (بخاری شریف، باب قیام النبی ﷺ باللیل فی رمضان وغیرہ ،ص ۱۸۳، نمبر ۱۱۴۷ ؍مسلم شریف ، باب صلوۃ اللیل وعدد رکعات النبی ﷺ فی اللیل وان الوتر رکعۃ ،ص ۲۹۹ ،نمبر ۱۷۲۳/۷۳۸ ؍ابوداود شریف، باب فی صلوۃ اللیل ،ص ۱۹۹،نمبر ۱۳۴۱ ؍ترمذی شریف، باب ماجاء فی وصف صلوۃ النبی ﷺ باللیل ،ص ۹۹،نمبر ۴۳۹) یہ حدیث مسلم شریف ،ابوداودشریف ،ترمذی شریف میں صرف تہجد کے باب میں ذکر فرمایا ہے تراویح کے باب میں ذکر نہیں فرمایا جسکا

(۶۵۴) ویستحبّ الجلوس بعد کل اربع بقدر ھا وکذا بین الترویحة الخامسة والوتر.

مطلب یہ ہے کہ حضورؐ تہجد میں آٹھ رکعتیں پڑھتے تھے (۲) اس حدیث سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے۔ عن ابن عباس قال کان النبی ﷺ یصلی من اللیل ثمان رکعات و یوتر بثلاث ۔(طبرانی کبیر، باب یحی بن وثاب عن ابن عباس، ج ثانی عشر، ص ۱۰۶، نمبر ۱۲۶۹۰) اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ تہجد کی نماز حضورؐ آٹھ رکعتیں پڑھتے تھے۔

(۳) صرف امام بخاریؒ نے اس حدیث کو تراویح کے باب میں بھی ذکر فرمایا ہے، اور تہجد کے باب میں بھی ذکر فرمایا ہے۔ تہجد کے بارے میں بخاری کی اوپر حدیث گزر چکی اور تراویح کے بارے میں حدیث کا باب یہ ہے ۔ سأل عائشةؓ کیف کانت صلوة رسول الله ﷺ فی رمضان ؟ فقالت : ما کان یزید فی رمضان و لا فی غیرہ علی احدی عشرة رکعة ، یصلی اربعا فلا تسأل عن حسنهن و طولهن ، ثم یصلی أربعا فلا تسأل عن حسنهن و طولهن ثم یصلی ثلاثا . (بخاری شریف، باب فضل من قام رمضان، ص ۳۲۲، نمبر ۲۰۱۳) اس آٹھ رکعتوں کی حدیث کو امام بخاریؒ نے قیام رمضان ، یعنی تراویح کے باب میں ذکر فرمایا ہے۔ (۴) اس حدیث میں تذکرہ ہے کہ آپ چار رکعتیں ایک ساتھ پڑھا کرتے تھے جن کے حسن کا کیا کہنا۔ اور تراویح کی نماز ایک ساتھ چار رکعت نہیں ہوتی۔ بلکہ دو دو رکعت کر کے ہوتی ہے۔ اس لئے وہ حدیث تراویح کے بارے میں نہیں ہے بلکہ تہجد کے بارے میں ہے۔ (۵) سنن للبیھقی نے دونوں روایتوں کو اس طرح جمع کیا ہے کہ پہلے گیارہ رکعت تہجد پڑھتے ہوں گے۔ پھر بیس رکعت تراویح پڑھتے ہوں گے۔ ان کا جملہ اس طرح ہے ویمکن الجمع بین الروایتین فانهم کانوا یقومون باحدی عشرة ثم کانوا یقومون بعشرین ویوترون بثلاث. (سنن للبیھقی، باب ماروی فی عدد رکعات القیام فی شھر رمضان، ج ثانی، ص ۶۹۹، نمبر ۴۶۱۸) اس عبارت سے معلوم ہوا کہ رمضان میں بھی پہلے تہجد کی نماز آٹھ رکعتیں پڑھتے ہونگے، انکے بعد تراویح کی بیس رکعتیں پڑھتے تھے۔

ترجمه : (۶۵۴) اور ہر چار رکعت پر اسی کے بقدر بیٹھنا مستحب ہے۔ اسی طرح پانچویں ترویحہ اور وتر کے درمیان بیٹھنا بھی مستحب ہے۔

تشريح : بیس رکعتیں دس سلام سے پڑھے اور اور دو دو رکعت پر سلام پھیرے۔ اور ہر چار رکعت کے بعد آرام کرے، جسکو ترویحہ، کہتے ہیں، اور وتر اور پانچویں ترویحہ کے درمیان بھی آرام کرے۔

وجه : (۱) دو دو رکعت کر کے نماز پڑھے اس کی دلیل یہ عمل صحابی ہے۔ عن ابی عمر أنه صلی خلف ابی ھریرة و کان یصلی رکعتین ثم یسلم ثم یقوم فیوتر برکعة ۔(مصنف ابن ابی شیبة، باب ۶۸۵ فی کم یسلم الامام، ج ثانی، ص ۱۷۰، نمبر ۷۷۳۴) اس اثر میں ہے کہ تراویح میں دو رکعت پر سلام پھیرے۔ (۲) اور ہر چار رکعت پر بیٹھے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن عائشةؓ قالت کان رسول الله ﷺ یصلی اربع رکعات فی اللیل ثم یتروح فأطال حتی رحمته فقلت بأبی

(۶۵۵) وسُنَّ ختم القرآن فیها مرة فی الشهر علی الصحیح (۶۵۶) وان ملّ به القوم قرأ بقدر ما

انت و أمی یا رسول الله قد غفر الله لک ما تقدم من ذنبک و ما تأخر ، قال : أفلا أکون عبدا شکوراً ۔ (سنن للبیھقی ، باب ماروی فی عدد رکعات القیام فی شہر رمضان ج ثانی ،ص ۷۰۰،نمبر ۴۶۲۳) اس حدیث میں بھی ہے کہ آپ تہجد کی چار رکعتوں کے بعد آرام فرماتے تھے ۔(۳) کان عمر بن خطاب یروحنا فی رمضان یعنی بین الترویحتین قدر ما یذھب الرجل من المسجد الی سلع . (سنن للبیھقی ، باب ماروی فی عدد رکعات القیام فی شہر رمضان ج ثانی ،ص ۷۰۰،نمبر ۴۶۲۲ رمصنف ابن ابی شیبۃ ، باب کم یصلی فی رمضان من رکعۃ ، ج ثانی ،ص ۱۶۶،نمبر ۷۶۸۹ رمصنف عبد الرزاق ، باب قیام رمضان ، ج رابع ،ص ۲۰۴،نمبر ۷۷۰۹) اس عمل سے معلوم ہوا کہ دو ترویحوں کے درمیان تھوڑا آرام بھی کرنا چاہئے تا کہ لوگ پریشان نہ ہوں۔

ترجمہ : (۶۵۵) اور تراویح میں ایک ختمِ قرآن مجید مہینہ بھر میں کرنا صحیح روایت پر سنت ہے۔

تشریح : پورے مہینے کی تراویح میں ایک قرآن ختم کرنا سنت ہے۔

وجہ : (۱) اس حدیث میں اس کا اشارہ ہے۔عن عبد الله بن عمر قال قال لی رسول الله ﷺ اقرأ القرآن فی شھر قلت انی اجد قوۃ قال فاقرأہ فی سبع و لا تزد علی ذالک ۔(بخاری شریف، باب فی کم یقرأ القرآن،ص ۹۰۵، نمبر ۵۰۵۴ رابو داود شریف ، باب فی کم یوراُ القرآن ،ص ۲۰۸،نمبر ۱۳۸۸) اس حدیث میں ہے کہ ایک ماہ میں قرآن ختم کرنا چاہئے ۔(۲) کان عمر بن عبد العزیز یأمر الذین یقرأون فی رمضان فی کل رکعة بعشر آیات عشر آیات . (مصنف ابن ابی شیبۃ ، باب ۶۷۶ فی صلوۃ رمضان ، ج ثانی ،ص ۱۶۴،نمبر ۷۶۷۵)

ترجمہ : (۶۵۶) اگر قوم آزردہ ہوتی ہو تو اتنا پڑھے جس سے ان کو باعث نفرت نہ ہو، مختار روایت میں۔

تشریح : قوم کو پریشانی ہوتی ہو تو تراویح کی ہر رکعت میں اتنی آیتیں پڑھے جن سے ان کو نفرت نہ ہو مختار روایت یہی ہے، چنانچہ حضرت عمرؓ تیز پڑھنے والوں سے تیس اور اوسط پڑھنے والے سے پچیس ، اور آہستہ پڑھنے والے سے بیس آیتیں پڑھنے کے لئے کہتے تھے۔

وجہ : (۱) عن ابی عثمان قال : دعا عمر القراء فی رمضان فأمر اسرعھم قراء ۃ أن یقرأ ثلاثلین آیة و الوسط خمسا و عشرین آیة و البطیء عشرین آیة ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ، باب ۶۷۶ فی صلوۃ رمضان ، ج ثانی ،ص ۱۶۴،نمبر ۷۶۷۱ رسنن بیھقی ، باب قدر قراءتھم فی قیام شھر رمضان ، ج ثانی ،ص ۷۰۰،نمبر ۴۶۲۴) اس اثر میں ہے کہ سست پڑھنے والے کو بھی بیس آیتیں پڑھنے کے لئے کہتے تھے۔اب ہر رکعت میں بیس آیتیں پڑھے تو ایک دن کی بیس رکعتوں میں چار سو آیتیں ہو نگیں اور تیس دنوں میں بارہ ہزار آیتیں ہونگیں۔قرآن کریم میں ۶۲۳۶ آیتیں ہیں اسلئے بارہ ہزار کو ۶۲۳۶ سے تقسیم دیں تو پورے

لایؤدّی الی تنفیرھم فی المختار (۶۵۷) ولا یترک الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی کل تشھد منھا ولو ملّ القوم علی المختار ولا یترک الثناء وتسبیح الرکوع والسجود ولا یأتی بالدعاء ان ملّ القوم (۶۵۸) ولا تُقضی التراویح بفواتھا منفردا ولا بجماعۃ.

رمضان میں دو ختم ہوئے، اسکا مطلب یہ ہوا کہ حضرت عمرؓ پورے رمضان میں دو ختم کرواتے تھے، لیکن سہولت کے لئے ہم کہتے ہیں کہ کم سے کم ایک ختم کرے۔ اس سے حافظ صاحبان کا قرآن بھی یاد رہے گا۔ (۳) ایک مرتبہ ختم کرنے کا ثبوت اس اثر میں ہے۔ **کان عمر بن عبد العزیز یأمر الذین یقرأون فی رمضان فی کل رکعۃ بعشر آیات عشر آیات** . (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ۶۷۶ فی صلوۃ رمضان، ج ثانی، ص ۱۶۴، نمبر ۷۶۷۵) اس اثر میں ہے کہ ہر رکعت میں دس دس آیتیں پڑھنے کا حکم دیا کرتے تھے تو پورے رمضان میں چھ ہزار آیتیں پڑھی جائے گی جس سے ایک قرآن کریم ختم ہوگا۔

ترجمہ : (۶۵۷) اور ہر تشہد میں حضور ﷺ پر درود بھیجنا نہ چھوڑے چاہے قوم رنجیدہ ہو، اور ثنا، اور رکوع کی تسبیح اور سجدے کی تسبیح نہ چھوڑے، اور قوم رنجیدہ ہوتی ہو تو دعا چھوڑ دے۔

تشریح : حضور ﷺ پر درود شریف پڑھنا بہت اہم ہے، اسی طرح ثنا پڑھنا، اور رکوع اور سجدے کی تسبیح بہت اہم ہیں اس لئے چاہے قوم رنجیدہ ہوں انکو تراویح میں نہ چھوڑے، البتہ تشہد میں جو دعا پڑھتے ہیں چاہے تو اس کو چھوڑ دے، کیونکہ یہ اتنی اہم نہیں ہے

ترجمہ : (۶۵۸) اور تراویح فوت ہو جائے تو اس کی قضا نہ اکیلے کرے اور نہ جماعت سے۔

تشریح : تراویح پڑھنی چاہئے سنت ہے، لیکن اگر چھوٹ گئی تو بعد میں اس کی قضا اکیلے میں بھی نہیں ہے اور جماعت کے ساتھ بھی نہیں ہے۔

وجہ : (۱) **عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ ﷺ کان یرغب فی قیام رمضان من غیر عزیمۃ**۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من کان یری القیام فی رمضان، ج ثانی، ص ۱۶۶، نمبر ۷۶۹۷) اس حدیث میں ہے کہ شدت کے ساتھ تراویح کی ترغیب نہیں دیتے تھے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر ادا نہیں پڑھی تب بھی کوئی حرج نہیں ہے اس لئے اس کی قضا بھی نہیں ہے۔ (۲) سنت کی قضاء نہیں ہے اس لئے تراویح چھوٹ جائے تو اس کی قضا نہیں ہے۔

﴿باب الصلوة فی الکعبة﴾

(۶۵۹) صحَّ فرض و نفل فیها (۶۶۰) و کذا فوقها و ان لم یتخذ سترة لکنه مکروه لاساءة الادب

﴿باب: کعبہ میں نماز پڑھنے کے بیان میں﴾

ضروری نوٹ: بیت اللہ کے اندر نماز پڑھنا جائز ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ بیت اللہ کا کچھ نہ کچھ حصہ سامنے ہوگا جو قبلہ ہو جائے گا۔اور قبلہ بننے کے لئے اتنا کافی ہے۔باقی دلائل آگے آرہے ہیں۔

ترجمه : (۶۵۹) کعبۃ اللہ میں فرض و نفل نماز جائز ہے۔

وجه: (۱) حدیث میں ہے۔عن عبد اللہ بن عمر ان رسول اللہ ﷺ دخل الکعبة و اسامة بن زید و بلال و عثمان بن طلحة الحجبی فاغلقها علیه و مکث فیها فسألت بلالا حین خرج ما صنع النبی ﷺ ؟ قال جعل عمودا عن یساره و عمودا عن یمینه و ثلاثة أعمدة ورائه و کان البیت یومئذ علی ستة أعمدة ثم صلی۔ (بخاری شریف، باب الصلوة بین السواری فی غیر جماعة، ص ۸۶، نمبر ۵۰۵ رمسلم شریف، باب استحباب دخول الکعبة للحاج وغیرہ، ص ۵۵۹، نمبر ۱۳۲۹ / ۳۲۳۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیت اللہ کے اندر نماز پڑھنا جائز ہے۔

ترجمه :(۶۶۰) اور ایسے ہی کعبہ کے اوپر جائز ہے اگر چہ سترہ نہ ہو،لیکن بے ادبی کی وجہ سے مکروہ ہے اس کے اوپر جانے کی وجہ سے۔

تشریح : بیت اللہ کی چھت پر نماز پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ یہ اس کی شان اور عظمت کے خلاف ہے۔لیکن اگر پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی۔کیونکہ بیت اللہ کی محاذات کی فضا اس کے سامنے ہوگی جو قبلہ ہو جائے گی۔قبلہ ہونے کے لئے بیت اللہ کی دیوار سامنے ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ اس کی فضا سامنے ہونا ضروری ہے۔جیسے کوئی ہوائی جہاز میں نماز پڑھے تو جہاز کی بلندی کی وجہ سے بیت اللہ کی دیوار اس کے سامنے نہیں ہوگی۔صرف بیت اللہ کے محاذات کی فضا اس کے سامنے ہوگی اور نماز ہو جائے گی۔البتہ اس پر نماز پڑھنا مکروہ ہے

وجه : (۱) اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن ابن عمر ان النبی ﷺ نهی ان یصلی فی سبعة مواطن فی المزبلة والمجزرة والمقبرة وقارعة الطریق وفی الحمام ومعاطن الابل و فوق ظهر بیت الله. (ترمذی شریف، باب ماجاء فی کراهیة ما یصلی الیه وفیه، کتاب الصلوة، ص ۸۱، نمبر ۳۴۶ / ابن ماجہ شریف ، باب المواضع التی تکرہ فیها الصلوة، ص ۱۰۶، نمبر ۷۴۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیت اللہ پر نماز پڑھنا مکروہ ہے، تاہم نماز پڑھے گا تو نماز ہو جائے گی۔

ترجمه : (۶۶۱) اور کسی نے اپنی پیٹھ کو امام کے منہ کے علاوہ کی طرف کرے تو اس کی نماز صحیح ہے کعبہ کے اندر، یا اس کے اوپر

باستعلائه عليها.(۲۶۱) ومن جعل ظهره الى غير وجه امامه فيها او فوقها صحَّ وان جعل ظهره الى وجه امامه لا يصح.(۲۶۲) وصحَّ الاقتداء خارجها بامام فيها والباب مفتوح

۔اور اگر اپنی پیٹھ کو امام کے چہرے کی طرف کرے گا تو نماز نہیں ہوگی۔

تشریح : کوئی شخص کعبہ کے اندر ہے، یا اس کے اوپر ہے اس لئے کسی طرف بھی منہ کر کے نماز پڑھے گا تو ہو جائے گی، کیونکہ اس کے ہر طرف قبلہ ہے، لیکن اپنی پیٹھ امام کے منہ کی طرف کرے گا تو نماز نہیں ہوگی، کیونکہ یہ امام سے آگے بڑھ گیا، اور امام سے آگے بڑھتا ہے تو نماز نہیں ہوتی ہے، باقی جس طرف بھی پیٹھ کرے گا نماز ہو جائے گی۔ اس کی تفصیل اس طرح ہے۔

[۱] امام کی پیٹھ کی طرف مقتدی کا چہرہ ہو۔ یہ صورت جائز ہے۔ کیونکہ امام مقتدی کے بالکل آگے ہوا۔

[۲] امام کے منہ کی طرف مقتدی کا منہ ہو۔ یہ صورت بھی جائز ہے، مگر مکروہ ہے۔ اس لئے کہ امام سے آگے تو ہے لیکن مقتدی کی پیٹھ امام کی طرف نہیں ہے اس لئے اس کو آگے رہنا نہیں کہیں گے، اور امام کی اتباع کی وجہ سے نماز ہو جائے گی۔ البتہ امام کے سامنے ہو نے کی وجہ سے ایسا ہو گیا کہ بت کی طرح امام کو سامنے رکھ کر نماز پڑھ رہا ہے اسلئے مکروہ ہے۔

[۳] امام کی پیٹھ کی طرف اپنی پیٹھ کر دے۔ یہ صورت جائز ہے۔ کیونکہ امام کے آگے نہیں ہے، امام کے پیچھے ہی ہے، البتہ امام کی طرف چہرہ کرنا چاہئے تو اس نے پیٹھ کر دی، تاہم جائز ہے، اور متن میں اسی صورت کو بیان کیا ہے

[۴] امام کے منہ کی طرف مقتدی اپنی پیٹھ کر دے۔ تو اس صورت میں مقتدی کی نماز نہیں ہوگی۔ کیونکہ امام سے بالکل آگے ہو گیا۔

کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کا نقشہ دیکھیں

بیت اللہ

اس کی نماز جائز ہے
مقتدی اس کی نماز جائز نہیں ہے
اس لئے کہ یہ امام سے آگے ہے
امام
اس کی نماز جائز ہے
مقتدی اس کی نماز جائز ہے
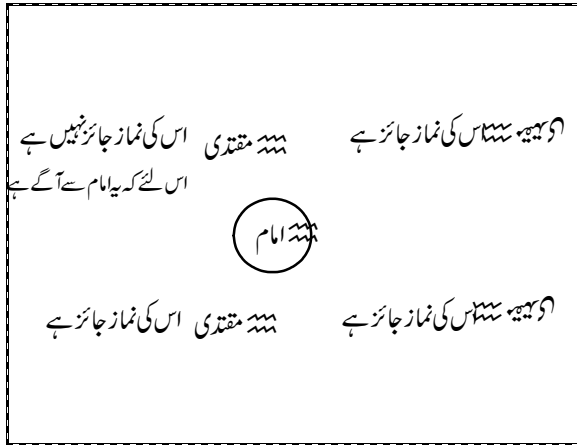
ترجمہ : (۲۶۲) اور امام کعبہ کے اندر ہو اور دروازہ کھلا ہو تو کعبہ سے باہر اقتدا کرنا صحیح ہے۔

(٦٦٣) وان تحلّقوا حولها والامام خارجها صحَّ الا لمن كان اقرب اليها فى جهة امامه.

تشریح : امام کعبہ کے اندر ہو اور دروازہ کھلا ہوا ہو تو کعبہ سے باہر والوں کے لئے اقتداء درست ہے، تا کہ مقتدی کو امام کی حالت کا پتہ رہے، اور اگر کعبہ کا دروازہ بند ہو تو چونکہ امام کی حالت کا پتہ نہیں ہو گا اس لئے اقتداء درست نہیں ہو گا۔

وجه: (۱) حدیث میں ہے۔ عن عبد الله بن عمر ان رسول الله ﷺ دخل الكعبة و اسامة بن زيد و بلال و عثمان بن طلحة الحجبى فاغلقها عليه و مكث فيها فسألت بلالا حين خرج ما صنع النبى ﷺ ؟ قال جعل عمودا عن يساره و عمودا عن يمينه و ثلاثة أعمدة ورائه و كان البيت يومئذ على ستة أعمدة ثم صلى۔ (بخاری شریف، باب الصلوۃ بین السواری فی غیر جماعۃ، ص ۸۶، نمبر ۵۰۵ رمسلم شریف، باب استحباب دخول الکعبۃ للحجاج وغیرہ، ص ۵۵۹، نمبر ۱۳۲۹ر۳۲۳۰) اس حدیث میں ہے کہ کعبہ کا دروازہ بند تھا اس لئے باہر والوں نے حضور کی اقتداء نہیں کی۔

ترجمہ : (۶۶۳) اگر کعبہ کے ارد گرد حلقہ بنالیں، اور امام کعبہ سے باہر ہو تو سب کی نماز صحیح ہے مگر جو امام کی جانب کعبہ سے زیادہ قریب ہو۔

تشریح : کعبہ کے ارد گرد مسجد حرام میں کچھ لوگ حلقہ بنالیں تو جو آدمی امام کی جانب ہو اور امام سے بھی آگے ہو جائے تو اس کی نماز نہیں ہو گی، کیونکہ وہ امام کی جانب امام سے بھی آگے بڑھ گیا۔ البتہ جو آدمی امام کی جانب نہ ہو اور امام سے آگے بڑھ جائے اس کی نماز ہو جائے گی، کیونکہ وہ امام سے آگے نہیں بڑھا۔

اصول: امام سے آگے مقتدی ہو جائے تو اس کی نماز جائز نہیں ہو گی ورنہ ہو جائے گی۔

﴿بیت اللہ کے ارد گرد نماز پڑھنے کا نقشہ﴾

مقتدی

مقتدی

بیت اللہ
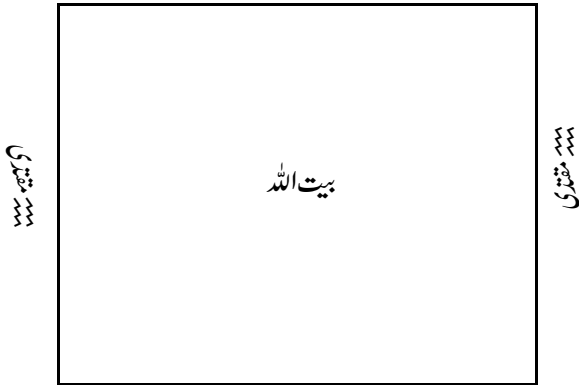
مقتدی

مقتدی اس کی نماز نہیں ہوگی، باقی سب کی ہو جائے گی
اس لئے کہ یہ امام سے آگے ہے

امام

مقتدی

﴿باب صلوۃ المسافر﴾

(۲۶۴) اقلُّ سفر تتغیّر بہ الاحکام مسیرۃ ثلاثۃ ایام من اقصر ایام السنۃ بسیرٍ وسطٍ مع الاستراحات(۲۶۵) والوسط سیر الابل ومشی الاقدام فی البرّ وفی الجبل بما یناسبہ وفی البحر

﴿باب: نماز مسافر کے بیان میں﴾

ضروری نوٹ: آدمی سفر میں چلا جائے تو اس کو مسافر کہتے ہیں۔ سفر کی حالت میں آدمی آدھی نماز پڑھے اس کی دلیل (۱) یہ آیت ہے و اذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح أن تقصروا من الصلوۃ ان خفتم أن یفتنکم الذین کفروا (سورۃ النساء ۴، آیت ۱۰۱) اس آیت میں ہے کہ جب سفر کرو تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے کہ نماز میں قصر کرو۔

ترجمہ: (۲۶۴) سفر کی کم سے کم مدت جس سے احکام بدل جاتے ہیں سال کے چھوٹے دنوں سے تین دن ہیں آرام کے ساتھ درمیانی چال سے۔

تشریح: سفر کی کم سے کم مدت تین دن ہیں جن سے احکام بدل جاتے ہیں۔ اور یہ سفر آرام کے ساتھ درمیانی چال سے ہو۔

وجہ: (۱) تین دن کے سفر کا اعتبار اس حدیث سے ہے۔ عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ لا یحل لامرأۃ تؤمن باللہ والیوم الآخر ان تسافر سفرا یکون ثلاثہ ایام فصاعدا الا و معھا ابوھا او ابنھا او زوجھا او اخوھا او ذو محرم منھا۔ (مسلم شریف، باب سفر المرأۃ مع محرم الی حج وغیرہ، ص ۵۲۶، نمبر ۱۳۴۰/۳۲۷۰ / بخاری شریف، باب فی کم یقصر الصلوۃ، ص ۱۷۵، نمبر ۱۰۸۶) اس حدیث میں جس مسافت کو سفر قرار دیا ہے وہ تین دن کی مسافت ہے۔ (۲) موزے پر مسح میں بھی تین دن کے سفر کو سفر قرار دینے کا اشارہ ملتا ہے۔ حدیث یہ ہے۔ عن شریح بن ھانی قال اتیت عائشۃ اسألھا عن المسح علی الخفین ... فقال جعل رسول اللہ ﷺ ثلاثۃ ایام ولیالیھن للمسافر ویوما ولیلۃ للمقیم۔ (مسلم شریف، باب التوقیت فی المسح علی الخفین، ص ۱۳۰، نمبر ۲۷۶/۶۳۹ / ابو داؤد شریف، باب التوقیت فی المسح، ص ۳۳، نمبر ۱۵۷) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سفر کی مدت تین دن ہونی چاہئے۔ اسی کو سفر شرعی کہیں گے۔ (۳) اور وسط کا اعتبار اس آیت میں ہے۔ فکفٰرتہ اطعام عشرۃ مساکین من اوسط ما تطعمون أھلیکم أو کسوتھم۔ (آیت ۸۹، سورۃ المائدۃ ۵) اس آیت سے معلوم ہوا کہ شریعت میں وسط کا اعتبار ہے۔

ترجمہ: (۲۶۵) اور درمیانی چال خشکی میں اونٹ کی چال اور پیدل چلنا ہے، اور پہاڑ میں جو اس کے مناسب ہو، اور سمندر میں ہوا معتدل ہو۔

تشریح: یہاں درمیانی چال کی تفصیل ہے [۱] میدان میں چلنا ہو تو اونٹ کی درمیانی چال کا اعتبار ہے کہ وہ کتنا چل سکتا ہے

اعتدال الریح

۔[۲] یا آدمی پیدل کتنا چل سکتا ہے اس کی درمیانی چال کا اعتبار ہے، یہ عموما ایک دن میں ۱۶ میل چلتے ہیں اور تین دن میں اس کی مسافت ۴۸ میل ہو جائے گی ۔[۳] اور پہاڑوں میں چلنا ہو تو دیکھا جائے گا کہ ایک دن میں، اونٹ، یا آدمی، یا گدھا کتنا چل سکتا ہے، اس کا اعتبار ہوگا ۔[۴] اور سمندر میں چلنا ہو تو دیکھا جائے گا کہ ہوا موافق ہو تو ایک دن میں بادبانی کشتی کتنی چلتی ہے اس کا اعتبار ہوگا، اور تین دن کشتی کتنی چلے گی اتنے میل پر مسافر بنے گا۔ پیٹرول سے چلنے والی کشتی، پانی جہاز کا اعتبار نہیں ہے [۵] اس زمانے میں ہوائی جہاز کا، یا موٹر کار کا رواج نہیں تھا اس لئے ان دونوں کا حکم نہیں ذکر کیا۔

﴿ فرسخ، میل اور کیلو میٹر کا حساب ﴾

پچھلے زمانے میں عرب میں برد، فرسخ اور غلوہ رائج تھے، بعد میں میل شرعی آیا اور ابھی دنیا میں انگریزی میل اور کیلو میٹر کا حساب رائج ہے۔ اس لئے ان کی تفصیل یہ ہے۔

ایک برد [4] چار فرسخ کا ہوتا ہے، اور چار برد پر نماز کا قصر ہے، اس لئے سولہ فرسخ پر قصر ہوا۔ اور ایک فرسخ [3] تین شرعی میل کا ہوتا ہے، اس لئے سولہ کو تین سے ضرب دیں تو [48] اڑتالیس شرعی میل پر قصر ہوا۔ ایک برد چار فرسخ کا ہوتا ہے اس کا ذکر عبد اللہ بن عباسؓ کے قول میں ہے۔ **کان ابن عمر و ابن عباس یقصران و یفطران فی اربعة برد وھو ستة عشر فرسخا** (بخاری شریف، باب فی کم یقصر الصلوۃ، ص ۱۴۷، نمبر ۱۰۸۶) اس اثر میں ہے کہ چار برد سولہ فرسخ کا ہوتا تھا۔ یعنی ایک برد چار فرسخ کا۔ اور چار برد سولہ فرسخ کا ہوا جس پر عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن عباس سفر کا حکم لگاتے تھے۔ (۲) یہ اثر بھی ہے جس میں ہے کہ 48 میل پر قصر کرے، اثر یہ ہے۔ **عن عطاء بن ابی رباح قال : قلت لابن عباس : أقصر الی عرفة فقال : لا ، قلتُ : أقصر الی مر قال: لا ، قلتُ أقصر الی الطائف و الی عسفان قال : نعم ، و ذالک ثمانية و أربعون میلا و عقد بیده .** (مصنف ابن ابی شیبہ، باب ۳۴۷۔ فی مسیرۃ کم یقصر الصلوۃ، ج ثانی، ص ۲۰۴، نمبر ۸۱۳۸) اس اثر میں ہے کہ ۴۸ میل ہو تو مسافر بنے گا (۳) موسوعۃ امام شافعیؒ کے حاشیہ میں ہے کہ ایک برد 22176 میٹر کا ہوتا ہے۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ 81 کیلو میٹر کے سفر میں قصر ہوگا۔ موسوعۃ امام شافعی، باب السفر الذی تقصر فی مثلہ الصلوہ بلا خوف، ج ثانی، ص ۱۹، نمبر ۱۸۹۵) یہ وہی حساب ہے جو آگے پیش کیا جا رہا ہے۔

اور ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے۔ اور ایک میل شرعی چار ہزار ہاتھ کا۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ دو ہزار گز کا شرعی میل ہوا۔ اس کی دلیل در مختار کی یہ عبارت ہے۔ **الفرسخ : ثلاثة امیال و المیل : اربعة آلاف ذراع** (رد المحتار علی در المختار، باب صلوۃ المسافر، ج

ثانی،ص ۲۵۷)اس عبارت سے معلوم ہوا کہ فرسخ تین میل کا ہوتا ہے۔اور ایک میل شرعی 4000 ہاتھ کا ہوتا ہے۔اور دو ہاتھ کا ایک گز ہوتا ہے،اس حساب سے 2000 [دو ہزار گز] کا ایک شرعی میل ہوا۔اب سولہ فرسخ کو تین میل سے ضرب دیں تو 48 میل شرعی ہوئے۔

(شرعی میل،انگریزی میل اور کیلومیٹر میں فرق)

انگریزی میل شرعی میل سے 1.13636 چھوٹا ہوتا ہے۔کیونکہ انگریزی میل 1760 گز کا ہوتا ہے.اور شرعی میل 2000 گز کا ہوتا ہے۔اور کیلومیٹر شرعی میل سے 1.828 چھوٹا ہوتا ہے۔اس لئے کہ کیلومیٹر صرف 1093.61 گز کا ہوتا ہے۔اور کیلو میٹر انگریزی میل سے 1.6092 فیصد چھوٹا ہوتا ہے۔

اس حساب سے 48 شرعی میل 54.545 انگریزی میل ہوگا۔اور 87.782 کیلومیٹر ہوگا۔جس پر قصر کا حکم لگایا جائے گا شرعی میل،انگریزی میل،اور کیلومیٹر ایک نظر میں۔

کون	کتنا میٹر یا گز کا ہوتا ہے
ایک گز	0.914399۔میٹر کا ہوتا ہے
ایک میٹر	1.0936143۔گز کا ہوتا ہے

کون	کتنا میٹر یا گز کا ہوتا ہے
ایک انگریزی میل	3520۔ہاتھ کا ہوتا ہے
ایک انگریزی میل	1760۔گز کا ہوتا ہے
ایک انگریزی میل	1.6093422۔کیلومیٹر کا ہوتا ہے
ایک انگریزی میل	1609.3422۔میٹر کا ہوتا ہے

ایک کیلومیٹر	1000۔میٹر کا ہوتا ہے
ایک کیلومیٹر	1093.61۔گز کا ہوتا ہے
ایک کیلومیٹر	0.62137۔انگریزی میل کا ہوتا ہے
ایک کیلومیٹر	2187.22۔ ہاتھ کا ہوتا ہے

کون	کتنا میٹر یا گز کا ہوتا ہے
ایک شرعی میل	4000۔ ہاتھ کا ہوتا ہے
ایک شرعی میل	2000۔ گز کا ہوتا ہے
ایک شرعی میل	1828.798۔ میٹر کا ہوتا ہے
ایک شرعی میل	1.828798۔ کیلومیٹر کا ہوتا ہے
ایک شرعی میل	1.13636۔ انگریزی میل کا ہوتا ہے
ایک شرعی میل	1.13636۔ انگریزی میل سے بڑا ہوتا ہے

خلاصہ	کتنا میٹر یا گز کا ہوتا ہے
48 شرعی میل	54.5452۔ انگریزی میل کا ہوا
48 شرعی میل	87.7823۔ کیلومیٹر کا ہوا

﴿برد اور فرسخ کا حساب﴾

کون	کتنا میٹر یا گز کا ہوتا ہے
ایک برد	12۔ شرعی میل کا ہوتا ہے
4 برد	48۔ شرعی میل کا ہوتا ہے
ایک برد	13.63632۔ انگریزی میل کا ہوتا ہے
ایک برد	21.9455۔ کیلومیٹر کا ہوتا ہے
ایک برد	21945.576۔ میٹر کا ہوتا ہے
ایک برد	23999.92۔ گز کا ہوتا ہے
ایک برد	4۔ فرسخ کا ہوتا ہے

کون	کتنا میٹر یا گز کا ہوتا ہے
ایک فرسخ	3۔شرعی میل کا ہوتا ہے
ایک فرسخ	3.40908۔انگریزی میل کا ہوتا ہے
ایک فرسخ	5.48639۔کیلومیٹر کا ہوتا ہے
ایک فرسخ	5486.39۔میٹر کا ہوتا ہے
ایک فرسخ	6000۔گز کا ہوتا ہے
ایک فرسخ	48۔شرعی میل کا ہوتا ہے

﴿بحری میل کا حساب ایک نظر میں﴾

نوٹ: یہ حساب صرف احسن الفتاوی میں ملا۔

کون	کتنا میٹر یا گز کا ہوتا ہے
ایک بحری میل	2026.67 کا ہوتا ہے
ایک بحری میل	انگریزی میل سے 1.151517۔بڑا کا ہوتا ہے
ایک بحری میل	کیلومیٹر سے 1.853192۔بڑا کا ہوتا ہے
کشتی ایک گھنٹے میں	5.5۔بحری میل طے کرتی ہے
72۔گھنٹے میں	72×5.5=396۔بحری میل ہوئے
396۔بحری میل	×1.151517=456.00076۔انگریزی میل ہوئے
396۔بحری میل	×1.853192=733.8640۔کیلومیٹر ہوئے
	خلاصہ .456۔انگریزی میل پر سمندر میں قصر ہوگا
	خلاصہ 733.86۔کیلومیٹر پر سمندر میں قصر ہوگا

بحوالہ: احسن الفتاوی، باب صلوۃ المسافر، القول الاظہر، بحری سفر، ج رابع، ص۹۶

(٦٦٦)فيقصر الفرض الرباعی من نوی السفر ولو كان عاصيا بسفره اذا جاوز بيوت مقامه وجاوز

ترجمه :(٦٦٦) اس لئے چار رکعت والے فرض کو قصر کرے گا جس نے سفر کی نیت کی ہو اگرچہ سفر میں گنہگار ہو جبکہ اپنی بستی کے مکانوں سے تجاوز کر جائے، اور اس کے متصل فنا سے تجاوز کر جائے۔

تشریح :کسی نے ۴۸ میل سفر کی نیت کی ہو، اور اس نیت سے بستی کے مکانوں سے آگے بڑھ جائے، یا فناء شہر جو شہر سے متصل ہو اس سے آگے بڑھ جائے تو چار رکعتوں والی نماز دو رکعت پڑھے گا۔ اور اگر ابھی شہر کے اندر ہے تو چار رکعت ہی پڑھے گا، کیونکہ ابھی گویا کہ گھر میں ہے۔

وجه :(۱) قصر کرنے کی دلیل یہ آیت ہے۔ و اذا ضربتم فی الارض فليس عليكم جناح أن تقصروا من الصلوة ان خفتم أن يفتنكم الذين كفروا (سورۃ النساء ۴، آیت ۱۰۱) اس آیت میں ہے کہ جب سفر کرو تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے کہ نماز میں قصر کرو۔ (۲) اس حدیث میں اسکا ثبوت ہے۔ سمع ابن عمر يقول صحبت رسول الله فكان لايزيد فی السفر على ركعتين وابا بكر و عمر و عثمان كذلك. (بخاری شریف، باب من لم یتطوع فی السفر دبر الصلوات ص ۱۷۷، نمبر ۱۱۰۲ / مسلم شریف، باب صلوۃ المسافرین وقصرھا، ص ۲۸۰، نمبر ۱۵۷۹/۶۸۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضورؐ اور صحابہ نے سفر میں دو رکعت سے زیادہ نماز نہیں پڑھی۔ (۳) عن ابن عباس قال : ان الله فرض على لسان نبيكم ﷺ على المسافر ركعتين ، و على المقيم أربعا ، و فی الخوف ركعة . (مسلم شریف، باب صلوۃ المسافرین وقصرھا، ص ۲۸۰، نمبر ۱۵۷۶/۶۸۷ / ابوداؤد شریف، باب صلوۃ المسافر ص ۱۷۶ نمبر ۱۱۹۸ / بخاری شریف نمبر ۱۱۰۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسافر کے اوپر دو رکعت ہی فرض ہے۔ (۴) اور فناء شہر سے نکل چکا ہو تب قصر کرے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن انس بن مالك قال صليت الظهر مع رسول الله ﷺ بالمدينة اربعا والعصر بذی الحليفة ركعتين۔ (بخاری شریف، باب یقصر اذا خرج من موضعه، ص ۱۴۸، نمبر ۱۰۸۹ / ابوداود شریف، باب متی یقصر المسافر، ص ۱۷۹، نمبر ۱۲۰۲) اس حدیث میں ہے کہ جب تک مدینہ میں رہے اس وقت تک چار رکعت نماز پڑھی اور مدینہ سے باہر مقام ذوالحلیفۃ چلے گئے تو چونکہ شہر سے نکل گئے تو دو رکعت نماز پڑھی (۵) اس قول صحابی میں ہے۔ أن عليا خرج من البصرة فصلى الظهر أربعا فقال : اما انا اذا جاوزنا هذا الخص صلينا ركعتين ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ۳۶۷ من کان یقصر الصلوۃ، ج ثانی، ص ۲۰۶، نمبر ۸۱۶۹ / مصنف عبد الرزاق، باب المسافر متی یقصر اذا خرج مسافرا، ج ثانی، ص ۳۴۹ نمبر ۴۳۳۱) خص: کا معنی ہے جھونپڑا۔ کوفہ کے باہر بانس کے جھونپڑے تھے اس لئے حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ان جھونپڑوں سے آگے بڑھتے تو دو رکعت نماز پڑھتے لیکن ان جھونپڑوں کے پاس ہیں اس لئے چار رکعت نماز پڑھیں گے۔ کیونکہ فنائے شہر میں ابھی موجود ہیں۔

ترجمه (٦٦٧) اور اگر زراعت کی وجہ سے یا تین سو چار سو قدم کے برابر شہر سے فنا دور ہو تو اب اس سے تجاوز کرنا شرط نہیں ہے

ایضا ما اتّصل به من فنائه. (۲۶۷)وان انفصل الفناء بمزرعة او قدر غلوة لا یشترط مجاوزته. (۲۶۸) والفناء المکان المعدّ لمصالح البلد کرکض الدواب ودفن الموتیٰ. (۲۶۹) ویشترط لصحة نیة السفر ثلاثة اشیاء .الاستقلال بالحکم والبلوغ وعدم نقصان مدة السفر عن ثلاثة ایام

تشریح : اگر کھیتی کی وجہ سے فناء شہر ایک غلوۃ کی مقدار دور ہے تو اب فناء شہر کو پار کرنا ضروری نہیں ہے، بستی کے مکانات پار کرنے کے بعد قصر کر سکتا ہے۔ کیونکہ اب فناء شہر بستی کے ساتھ متصل نہیں رہی۔ بڑے شہروں میں محلے کے جو مکانات ہیں، اور فناء ہے اس کو پار کرنے کے بعد، یا اس منسپلٹی کے مکانات کو پار کرنے کے بعد قصر کر سکتا ہے۔

وجه : (ا) فنا شہر کے مکانات سے متصل نہیں رہا بلکہ کھیتوں کا فاصلہ ہو گیا، اس لئے اب فنا کے پار کرنے کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، بلکہ مکانات کا پار کر لینا کافی ہے۔ (۲) اس عمل صحابی میں بستی کے مکانات کا اعتبار کیا ہے۔ عن ابن عمر انه کان یقصر الصلاة حین یخرج من بیوت المدینة ، و یقصر اذا رجع حتی یدخل بیوتها ۔(مصنف عبدالرزاق، باب المسافر متی یقصر اذا خرج مسافرا، ج ثانی، ص ۳۴۹، نمبر ۴۳۳۵) اس اثر میں ہے کہ بستی کے مکانات سے باہر نکلے تو قصر کرے۔

ترجمه : (۲۶۸) اور فنا وہ جگہ ہے جسکو شہر کی مصلحتوں کے لئے تیار کی گئی ہو، جیسے گھوڑے دوڑانا، اور مردوں کو دفن کرنا۔ گاؤں کی مصلحتوں کے لئے جو جگہ رکھی جاتی ہے اس کو فناء شہر کہتے ہیں، جیسے گھوڑے دوڑانے کے لئے، یا میت دفن کرنے کے لئے قبرستان ہو یہ فناء شہر ہے۔

لغت : غلوة: تین سو سے چار سو قدم تک کے فاصلے کو غلوۃ، کہتے ہیں۔ مزرعة : زراعت سے مشتق ہے، کھیتی۔ رکض: گھوڑے دوڑانا، دفن الموتی: میت دفن کرنا، قبروستان۔

ترجمه : (۲۶۹) نیت سفر کے صحیح ہونے کی تین شرطیں ہیں:

ا:......حکم میں مستقل ہونا۔

۲:......اور بلوغ۔

۳:......اور مدتِ سفر تین روز سے کم نہ ہو۔

تشریح : جس سفر میں قصر کی اجازت ہے اس کی تین شرطیں ہیں۔ [ا] پہلی شرط یہ ہے کہ جو سفر کی نیت کرنے والا ہو وہ اصل آدمی ہو کسی کا تابع نہ ہو، مثلا غلام، بیوی نہ ہو، کیونکہ انکے لئے آقا، اور شوہر نیت کرتے ہیں۔ [۲] دوسری شرط یہ ہے کہ وہ بالغ ہو، بچہ نہ ہو۔ [۳] اور تیسری شرط یہ ہے کہ مدت سفر تین دن سے کم نہ ہو اگر ان تینوں شرطوں میں سے کوئی ایک نہ ہو تو قصر کی اجازت نہیں

ترجمه : (۲۷۰) تو وہ قصر نہ کرے جو اپنی بستی کی آبادی سے تجاوز نہ کرے، یا تجاوز کرے لیکن وہ بچہ ہو، یا تابع ہو اور متبوع

(٦٧٠) فلا يقصر من لم يجاوز عمران مقامه او جاوز وكان صبيا او تابعا لم ينو متبوعه السفر كالمرأة مع زوجها والعبد مع مولاه والجندى مع اميره او ناويا دون الثلاثة (٦٧١) و تعتبر نية الاقامة والسفر من الاصل دون التبع ان علم نية المتبوع فى الاصح. (٦٧٢) والقصر عزيمة عندنا فاذا اتم الرباعية وقعد القعود الاول صحت صلوته مع الكراهة والا فلا تصح الا اذا نوى الاقامة لمّا

نے سفر کا ارادہ نہ کیا ہو، جیسے عورت اپنے شوہر کے ساتھ ہو، اور غلام اپنے آقا کے ساتھ ہو، یا لشکر اپنے امیر کے ساتھ ہو۔ یا تین دن سے کم کی نیت کی ہو۔

تشریح : اوپر کے حکم پر یہ تبصرہ ہے۔ کہ اگر بستی کی آبادی سے باہر نہ گیا ہو تو ابھی قصر نہ کرے، یا بستی کی آبادی سے باہر تو گیا ہو، لیکن آدمی بچہ ہو تو اس کی نیت کا اعتبار نہیں ہے اس لئے قصر نہیں کر سکتا ہے، یا ہے تو بالغ لیکن تابع ہے اور متبوع نے سفر کی نیت نہیں کی ہے تو اس تابع کی نیت کا اعتبار نہیں ہے، مثلا غلام آقا کے ساتھ ہے اور آقا نے سفر کی نیت کی ہے، یا بیوی شوہر کے ساتھ اور شوہر نے سفر کی نیت نہیں کی ہے، یا لشکر امیر کے ساتھ ہے اور امیر نے سفر کی نیت نہیں کی ہے اس لئے ابھی قصر نہیں کر سکتا، یا نیت تو کی ہے لیکن تین دن سفر کی نیت نہیں ہے اس لئے قصر نہیں کر سکتا ہے۔

لغت : عمران: آبادی، بستیاں۔ متبوع: اصل۔ الجندی: لشکر۔

ترجمہ : (۶۷۱) اور اقامت اور سفر کی نیت میں اصل کا اعتبار کیا جائے گا نہ کہ تابع کا، اگر متبوع کی نیت کا پتہ چل جائے صحیح روایت میں۔

تشریح : سفر کرنے میں اور اقامت کرنے میں اصل کا اعتبار ہے تابع کا اعتبار نہیں ہے، اس لئے تابع کو چاہئے کہ اصل کی نیت معلوم کرتا رہے، اور اگر پتہ نہ چلے تو سابق حکم چلتا رہے گا، مثلا آقا نے اقامت کی نیت کر لی ہے اور غلام کو اس کی خبر نہیں ہے، اس لئے غلام قصر کر کے نماز پڑھتا رہا تو غلام کا قصر جائز ہوگا، کیونکہ غلام کو آقا کی نیت کا علم نہیں ہے۔ لیکن علم ہونے کے بعد اتمام کرنا ہوگا

وجہ : اس آیت میں اس کا اشارہ ہے۔ الرجال قوامون على النساء ۔ (آیت ۳۴، سورۃ النساء۴) اس آیت میں ہے کہ مرد عورت پر نگراں ہے، اس لئے اس کی نیت کا اعتبار ہوگا۔

ترجمہ : (۶۷۲) ہمارے نزدیک قصر عزیمت ہے، پس اگر چار رکعت والی نماز کو مکمل پڑھا اور پہلے قعدہ میں بیٹھا تو کراہیت کے ساتھ اس کی نماز درست ہوگی، اور اگر نہیں بیٹھا تو صحیح نہیں ہوگی، مگر جبکہ تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہوتے وقت اقامت کی نیت کر لے۔

تشریح : یہاں تین باتیں ہیں۔ [۱] ہمارے نزدیک دو رکعت پڑھنا عزیمت ہے، یعنی ضروری ہے، چنانچہ اگر قصر کرنے کے

قام للثالثة

بجائے چار رکعت پڑھ لی، اور دو رکعت کے بعد جو قعدہ اخیرہ کرنا چاہئے تھا وہ کرلیا تو اب نماز ہو جائے گی، کیونکہ قعدہ آخیرہ کرکے قصر فرض پورا کرلیا، لیکن دوسری دو رکعت نفل ہے جسکو فرض کے ساتھ ملا دیا اس لئے مکروہ ہوا۔[۲] اور اگر دو رکعتوں کے بعد نہیں بیٹھا، یعنی قعدہ اخیرہ نہیں کیا تو نماز نہیں ہوگی، اس لئے کہ اس نے قعدہ آخیرہ چھوڑ دیا جو فرض ہے۔[۳] ہاں اگر تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہوتے وقت اقامت کی نیت کرلی تو اب یہ مقیم ہو گیا اس لئے اب اس کے لئے چار رکعت پڑھنا جائز ہو گیا۔ کتاب الاصل میں عبارت اس طرح ہے۔ **قلت أرأيت مسافرا صلى في سفره أربعا أربعا حتى رجع الى اهله ما القول في ذالک ؟ قال ان كان قعد في كل ركعتين قدر التشهد فصلاته تامة ، و ان كان لم يقعد في الركعتين الاوليين قدر التشهد فصلاته فاسدة و عليه ان يعيد . قلت لم كان هذا عندک هكذا ؟ قال لان صلاة المسافر الفريضة ركعتان فما زاد عليها فهو تطوع فان خلط المكتوبة بالتطوع فسدت صلاته الا ان يقعد في الركعتين الاوليين قدر التشهد لان التشهد فصل لما بينهما** ۔(کتاب الاصل ،لامام محمدؒ، باب صلاۃ المسافر، ج اول،ص ۲۵۲،) اس عبارت میں ہے کہ قعدہ میں نہیں بیٹھا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

وجه: (ا) قول صحابی میں ہے۔ **ان ابن مسعود قال من صلى في السفر اربعا اعاد الصلوة** ۔(مصنف بن عبد الرزاق، باب من اتم في السفر ، ج ثانی، ص ۵۴۰، نمبر ۴۴۷۸) اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ مسافر نے چار رکعت نماز پڑھ لی تو نماز لوٹائے گا (اگر تشہد میں نہ بیٹھا ہو) (۲) **عن ابن عباس قال : ان الله فرض الصلاة على لسان نبيكم ﷺ على المسافر ركعتين ، و على المقيم أربعا ، و في الخوف ركعة** . (مسلم شریف، باب صلوة المسافرین وقصرھا ص ۲۸۰، نمبر ۶۸۷ /۱۵۷۶ /ابو داؤد شریف، باب صلوۃ المسافر ص ۱۷۹، نمبر ۱۱۹۸/ بخاری شریف نمبر ۱۱۰۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسافر کے اوپر دو رکعتیں ہی فرض ہیں۔

فائده: امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے یہاں ہے کہ چار رکعت پڑھے تب بھی جائز ہے، اور دو پڑھے تو رخصت ہے۔

وجه : (ا) انکی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن عبد الله قال صليت مع النبي ﷺ بمنى ركعتين و ابى بكر وعمر و مع عثمان صدرا من امارته ثم اتمها** . (بخاری شریف، باب ما جاء في التقصير ص ۱۴۷ نمبر ۱۰۸۲) اس حدیث میں حضرت عثمانؓ نے سفر میں اتمام فرمایا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اتمام کرنا بھی جائز ہے۔(۲) **عن عائشةؓ أن النبي ﷺ كان يقصر في السفر و يتم ، و يفطر و يصوم** . (دار قطنی ، کتاب الصوم، باب القبلة للصائم ، ج ثانی ، ص ۱۶۸، نمبر ۲۲۷۵ / سنن بیہقی باب من ترک القصر في السفر غير رغبة عن السنة ، ج ثالث ، ص ۲۰۳، نمبر ۵۴۲۴) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ قصر بھی فرماتے تھے اور اتمام بھی ، اسلئے اتمام کرنا بھی جائز ہے۔(۳) **عن عائشة قالت : خرجت مع رسول الله ﷺ في عمرة رمضان فأفطر**

(۶۷۳) ولا يزال يقصر حتى يدخل مصره او ينوى اقامته نصف شهر ببلد او قرية. (۶۷۴) وقصر

رسول الله ﷺ و صمت ُو قصر و أتممت ُ، فقلت يا رسول الله ﷺ بأبى انت و أمى أفطرت َو صمت ُ، و قصرت َو أتممت ُ، قال : ((أحسنت ِيا عائشة)) (دارقطني، كتاب الصوم، باب القبلة للصائم، ج ثاني، ص ۱۶۷، نمبر ۲۲۷۰ رسنن بيهقي باب من ترك القصر في السفر غير رغبة عن السنة، ج ثالث، ص ۲۰۳، نمبر ۵۴۲۷) اس حدیث میں تو حضرت عائشہؓ کے اتمام کرنے پر آپؐ نے انکو سراہا، جس سے معلوم ہوا کہ اتمام کرنا بھی جائز ہے۔ (۴) ایک دلیل یہ بھی ہے کہ سفر میں روزے نہ رکھنا رخصت ہے اسی طرح قصر کرنا بھی رخصت ہوگا۔

ترجمه : (۶۷۳) اور ہمیشہ قصر کرتا رہے گا یہاں تک کہ اپنے شہر میں داخل ہو جائے، یا آدھے مہینے کی اقامت کی نیت کر لے کسی شہر میں گاؤں میں۔

تشریح : اب مسافر واپس اپنا وطن آجائے تو اتمام کرے گا۔ یا کسی دوسرے شہر میں یا گاؤں میں پندرہ دن کے ٹھہرنے کی نیت کرے تب اتمام کرے گا، اور چار رکعت نماز پڑھے گا۔

وجه : (۱) **عن ابن عباس قال اقام رسول الله ﷺ بمكة عام الفتح خمس عشرة يقصر الصلوة** ۔ (ابوداؤد شریف، باب متى يتم المسافر، ص ۱۸۰، نمبر ۱۲۳۱ رترمذی شریف، باب ماجاء في كم تقصر الصلوة، ص ۱۲۲، نمبر ۵۴۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پندرہ دن تک ٹھہرنے کی نیت کرے تو اتمام کرے گا (۲) اس کی تائید میں یہ اثر بھی ہے ۔ **قال كان ابن عمر اذا اجمع على اقامة خمس عشرة سرح ظهره و صلى اربعا.** (مصنف ابن ابی شیبة، ۲۱۷ باب من قال اذا اجمع على اقامة خمسة عشرة اتم، ج ثاني، ص ۲۱۱، نمبر ۸۲۱۷ رمصنف بن عبد الرزاق، باب الرجل يخرج في وقت الصلوة، ج ثاني، ص ۳۵۲، نمبر ۴۳۵۵ رترمذی شریف، باب ماجاء في كم تقصر الصلوة، ص ۱۲۲، نمبر ۵۴۸) اس اثر سے معلوم ہوا کہ وطن اقامت بننے میں پندرہ دن کا اعتبار ہے۔ (۳) **عن ابن عمر انه قال من اقام خمسة عشريوما أتم الصلاة** ۔ (ترمذی شریف، باب ماجاء في كم تقصر الصلاة ص ۱۴۳، نمبر ۵۴۸) اس اثر میں بھی ہے کہ پندرہ دن کے اقامت کی نیت کرے تو مقیم ہو جائے گا، اور اتمام کرنا پڑے گا۔

ترجمه : (۶۷۴) اور اگر اس سے کم کی نیت کرے یا بلا نیت اقامت برسوں رہے تو قصر کرے۔

تشریح : اگر کسی شہر میں پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت کی تو مسافر باقی رہے گا اور قصر کرے گا۔ یا پندرہ دن سے زیادہ ٹھہرے لیکن ٹھہرنے کی نیت نہیں تھی بلکہ یہ تھا کہ آج چلا جاؤں گا کل چلا جاؤں گا تب بھی وہ مسافر باقی رہے گا اور قصر کرتا رہے گا۔

وجه: (۱) پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت ہو تو قصر کرے گا اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن انس بن مالك قال خرجنا مع النبى ﷺ من المدينة الى مكة فصلى ركعتين قال قلت لانس كم اقام رسول الله ﷺ بمكة ؟ قال عشرا** ۔ (ترمذی شریف، باب ماجاء في كم تقصر الصلوة، ص ۱۴۳، نمبر ۵۴۸ رابوداؤد شریف، باب متى يتم المسافر، ص ۱۸۰، نمبر ۱۲۳۱

ان نویٰ اقلّ منه او لم ینو وبقی سنین. (۶۷۵) ولا تصح نیة الاقامة ببلدتین لم یعیّن المبیت باحدهما (۶۷۶) ولا فی مفازة لغیر اهل الاخبیة ولا لعسکرنا بدار الحرب ولا بدارنا فی محاصرة اهل

)اس حدیث میں ہے کہ پندرہ دن سے کم ٹھہرے تو قصر کرتے رہے۔(۲) قال کان ابن عمر اذا اجمع علی اقامة خمس عشرة سرح ظهره وصلی اربعا. (مصنف ابن ابی شیبة ۴۱۷ باب من قال اذا اجمع علی اقامة خمسة عشرة اتم ج ثانی ص ۲۱۱، نمبر ۸۲۱۷/ مصنف بن عبد الرزاق، باب الرجل یخرج فی وقت الصلوۃ ج ثانی ص ۳۵۲ نمبر ۴۳۵۵/ ترمذی شریف، باب ماجاء فی کم تقتصر الصلوۃ ص ۱۲۲ نمبر ۵۴۸)اس اثر میں ہے اجمع، یعنی پختہ ارادہ کرے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ پختہ ارادہ نہ ہو تو قصر ہی کرتا رہے گا۔(۳) ان ابن عمر اقام بآذر بیجان ستة اشهر یقصر الصلوة وکان یقول اذا ازمعت اقامةفأتم. (مصنف عبد الرزاق، باب الرجل یخرج فی وقت الصلوۃ، ج ثانی، ص ۳۵۲، نمبر ۴۳۵۱)۔(۴) عن انس أن أصحاب رسول الله ﷺ أقاموا برامهر مز تسعة أشهر یقصرون الصلوة (سنن بیہقی، باب من قال یقصر أبدا مالم یجمع مکثاً، ج ثالث، ص ۲۱۸، نمبر ۵۴۸۰) اس اثر میں ہے کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ نو مہینے رہے اور قصر کرتے رہے، کیونکہ رہنے کا پختہ ارادہ نہیں تھا۔

ترجمہ : (۶۷۵)اور ایسے کسی دو شہروں میں کہ کسی ایک میں شب باشی معین نہ کی ہو اقامت کی نیت صحیح نہیں۔

تشریح : دو شہروں میں مثلا بیس دن ٹھہرنا ہے لیکن کتنی راتیں کہاں ٹھہرنا ہے یہ متعین نہیں ہے، تو چونکہ ایک شہر میں مکمل پندرہ دن ٹھہرنے کا پختہ ارادہ نہیں ہے اس لئے اقامت کی نیت صحیح نہیں ہے اور اس کے لئے اتمام کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

وجہ : (۱) قال کان ابن عمر اذا اجمع علی اقامة خمس عشرة سرح ظهره وصلی اربعا. (مصنف ابن ابی شیبة ۴۱۷ باب من قال اذا اجمع علی اقامة خمسة عشرة اتم، ج ثانی، ص ۲۱۱، نمبر ۸۲۱۷/ مصنف بن عبد الرزاق، باب الرجل یخرج فی وقت الصلوۃ، ج ثانی، ص ۳۵۲، نمبر ۴۳۵۵)اس قول صحابی میں ہے کہ پندرہ دن کی اقامت کا پختہ ارادہ ہو تب ہی چار رکعتیں پڑھ سکتا ہے، اور یہاں ایک جگہ پندرہ راتیں ٹھہرنے کی نیت نہیں ہے اس لئے چار رکعت نہیں پڑھے گا۔ اصل اعتبار رات میں سونے کا ہے۔(۲)اس حدیث میں ہے۔عن ابن عباس ؓ قال أقام النبی ﷺ بمکة تسعة عشر یوما یصلی رکعتین . (بخاری شریف، باب، کتاب المغازی، ص ۷۲۷، نمبر ۴۲۹۸)اس حدیث سے استدلال کیا جا سکتا ہے کہ حضور کی نیت ایک جگہ ٹھہرنے کی نہیں تھی اس لئے اتمام نہیں فرمایا ۔

لغت : مبیت: باتَ سے مشتق ہے، رات گزارنا۔

ترجمہ : (۶۷۶) اور نہ جنگل میں خانہ بدوش کے سوا [اقامت کرنا درست نہیں ہے] اور نہ ہمارے لشکر کے لئے دار الحرب میں۔ اور نہ ہمارے دار الاسلام میں اہل بغاوت کے محاصرے میں۔

البغی.(٦٧٧) وان اقتدیٰ مسافر بمقیم فی الوقت صحّ واتمّھا اربعا وبعدہ لا یصح

تشریح : یہ تین مسئلے اس اصول پر ہیں کہ، جگہ ایسی ہو کہ وہاں پندرہ دن ٹھہرنا مشکل ہو تو وہاں پندرہ کی نیت بھی کرے گا تو وہ معتبر نہیں ہو گی، اور مسافر برقرار رہے گا۔[ا] پہلا مسئلہ یہ ہے کہ جنگل میں جو خانہ بدوش رہتے ہیں وہ سالوں جنگل میں رہ سکتے ہیں اس لئے وہ کسی جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرے تو مقیم ہو جائے گا، لیکن دوسرے آدمی اتنی دیر تک ٹھہرنے کی استطاعت نہیں رکھتا اس لئے وہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت بھی کرے تو اس کا اعتبار نہیں ہے۔[۲] دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ دار الحرب میں لشکر اسلام ہو تو ٹھکانا نہیں ہے کہ کب پسپائی ہو اور انکو واپس آنا پڑے اس لئے وہاں پندرہ دن کی نیت بھی کرے تو اس کا اعتبار نہیں ہے۔[۳] تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ دار الاسلام میں ہی مرکزی لشکر نے باغیوں کا محاصرہ کیا ہے تو یہ لشکر پندرہ دن تک ٹھہرنے کی نیت کرے تو اس سے وہ مقیم نہیں ہوں گے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ شکست کھا کر پیچھے ہٹنا پڑے، یا کامیاب ہو کر آگے بڑھنا پڑے۔

وجہ : (ا) عن جابر بن عبد الله قال اقام رسول الله ﷺ بتبوک عشرین یوما یقصر الصلوة. (ابوداؤد شریف، باب اذا اقام بارض العدو یقصر، ص ۱۸۱، نمبر ۱۲۳۵) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ تبوک میں بیس دن رہے اور وہ دار الحرب تھا اسلئے بیس دن رہنے کے باوجود بھی قصر فرماتے رہے۔(۲) اس قول صحابی میں ہے۔ قال لابن عباس : انا نطیل القیام بالغزو بخراسان فکیف تری فقال : صل رکعتین و ان أقمت عشر سنین ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ۴۰۷، فی المسافر یطیل المقام فی المصر، ج ثانی، ص ۲۱۰، نمبر ۸۲۰۲) اس اثر میں بھی ہے کہ غزوہ کرتے ہوئے دس سال بھی رہ گیا تو مسافر ہی رہے گا۔

لغت : مفازۃ : بیاباں۔ اخبیۃ: خیمے والے۔

ترجمہ : (٦٧٧) اور اگر وقت کے اندر مسافر نے مقیم کی اقتداء کی تو صحیح ہے، اور اس کو پوری کر کے چار پڑھے گا، اور وقت کے بعد صحیح نہیں ہے۔

تشریح : وقت کے اندر مسافر نے مقیم کی اقتداء کی تو اقتداء کرنا صحیح ہے، لیکن مسافر دو رکعت نہیں پڑھے گا، بلکہ امام کی اقتداء میں چار رکعت پڑھے گا، اور وقت کے بعد مسافر مقیم کی اقتداء نہیں کر سکتا، کیونکہ اب مسافر کی نماز دو رکعت سے چار رکعت نہیں بدل سکتی، اور مقیم چار رکعت پڑھے گا اس لئے اس کی اقتداء ہی جائز نہیں ہے۔

وجہ: (ا) چونکہ وقت سبب ہے اور وہ باقی ہے اس لئے مسافر کی نماز مقیم امام کی وجہ سے تبدیل ہو کر چار رکعت ہو جائے گی۔ کیونکہ اس کی اقتدا میں امام کی مخالفت نہیں کر سکتا اور پہلے سلام نہیں پھیر سکتا ہے۔ اس لئے اگر وقت باقی ہو اور مسافر مقیم امام کی اقتدا کر لے تو چار رکعت پڑھے گا (۲) اس اثر میں اسکا ثبوت ہے۔ عن ابن عمرؓ أنه کان اذا صلی مع الامام صلی اربعا و اذا صلی وحدہ صلی رکعتین ۔(سنن بیہقی، باب المقیم یصلی بالمسافرین والمقیمین، ج ثالث، ص ۲۲۴، نمبر ۵۵۰۲) اس عمل صحابی

(۶۷۸) وبعکسہ صحّ فیھما وندب للامام ان یقول اتمّوا صلوتکم فانی مسافر و ینبغی ان یقول

میں ہے کہ مقیم امام کے ساتھ پڑھے تو چار رکعت پڑھے۔(۳)اس عمل صحابی میں بھی ہے۔ ان عبد اللہ بن عمر کان یصلی وراء الامام بمنی اربعا فاذا صلی لنفسہ صلی رکعتین (مؤطاامام مالک، باب صلوۃ المسافراذا کان اماما اوکان وراء امام ص۱۳۳رمصنف عبدالرزاق، باب المسافر یدخل فی صلوۃ المقیمین ج ثانی ص۳۵۷،نمبر۴۳۹۳)اس اثر سے معلوم ہوا کہ وقت کے اندر مقیم کی اقتدا میں مسافر کی نماز چار رکعت ہوجاتی ہے۔(۳) اس قول تابعی میں ہے . عن الثوری قال : من نسی صلوۃ فی الحضرفذکر فی السفر صلی اربعا ، و ان نسی صلوۃ فی السفر ذکر فی الحضر صلی رکعتین ۔(مصنف عبدالرزاق، باب من نسی صلاۃ الحضر ،ج ثانی، ص ۳۵۸،نمبر۴۴۰۰)اس اثر میں ہے کہ مسافر وقت کے بعد دو رکعت ہی قضاء کریں گے۔(۲) سبب یعنی وقت بھی نہیں رہا جو نماز کی رکعتوں کو تبدیل کر سکے۔

اصول: وقت گزرنے کے بعد مسافر کی نماز کی رکعتوں میں تبدیلی نہیں ہوگی۔

ترجمہ : (۶۷۸) اور اگر اس کا الٹا ہو تو دونوں صورتوں میں اقتداء جائز ہے ۔اور امام کو یہ کہنا مستحب ہے کہ میں مسافر ہوں تم اپنی نماز پوری کرلو۔اور یہ نماز شروع کرنے سے پہلے کہنا لائق (مناسب) ہے۔

تشریح : یعنی اگر مقیم مسافر امام کی اقتداء کرے تو وقت کے اندر بھی اقتداء کرنا جائز ہے،اور وقت کے بعد بھی جائز ہے۔اور یہ بھی مستحب ہے کہ امام نماز سے پہلے یہ اعلان کردے کہ میں مسافر ہوں تم اپنی نماز پوری کرلو۔

وجہ : (۱)مقیم مسافر کے پیچھے نماز پڑھے گا تو وقت کے اندر بھی اور وقت کے بعد بھی مقیم چار رکعت نماز پڑھے گا اور مسافر دو رکعت پڑھے گا،اس لئے دونوں صورتوں میں مقیم کی نماز مسافر کے پیچھے جائز ہے۔(۲) حدیث میں اس کا ثبوت ہے . عن عمران بن حصین قال غزوت مع رسول اللہ ﷺ وشھدت معہ الفتح فاقام بمکۃ ثمانی عشرۃ لیلۃلا یصلی الا رکعتین ویقول یا اھل البلد! صلوا اربعا فانا قوم سفر (ابوداؤد شریف، باب متی یتم المسافر ص۱۸۰نمبر۱۲۲۹رمصنف عبدالرزاق، باب مسافر ام مقیمین ج ثانی ص۵۴۰نمبر۴۳۶۹)اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ امام دو رکعت پوری کر کے سلام پھیرے گا اور کہے گا میں مسافر ہوں مقیم اپنی اپنی نماز پوری کرلیں۔

ترجمہ : اور مقیم اپنے اور مسافر امام کے فارغ ہونے کے بعد اپنی باقی نماز میں قرأت نہ پڑھے،اصح روایت میں۔

وجہ : اسکی دو وجہ ہیں(۱)اس مقیم مقتدی نے مسافر امام کے تحریمے کے ساتھ تحرمہ باندھا تھا اسلئے تحریمہ کے اعتبار سے ابھی بھی اسکا مقتدی ہے،اگرچہ اس امام نے سلام پھیرلیا ہے اسلئے فعل کے اعتبار سے اس وقت اسکا مقتدی نہیں ہے،تاہم تحریمے کے اعتبار سے اسکا مقتدی ہے،اور قاعدہ یہ گزرا کہ کوئی امام کے پیچھے ہو تو اس پر قرأت نہیں ہے اسلئے اس مقیم پر بھی قرأت نہیں ہے۔(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ اس مقیم کی فرض قرأت تو پہلی دو رکعتوں میں اداء ہوچکی ہے۔اب دوسری دو رکعتوں میں قرأت پڑھنا ہمارے

ذلک قبل شروعه فی الصلوة (۶۷۹) ولا یقرأ المقیم فیما یتمّه بعد فراغ امامه المسافر فی الاصح .(۶۸۰)وفائتة السفر والحضر تقضیٰ رکعتین واربعا والمعتبر فیه آخر الوقت. (۶۸۱) ویبطل

نزدیک سنت ہے فرض نہیں ہے اسلئے احتیاط اسی میں ہے کہ مقیم مقتدی جب اپنی بقیہ دو رکعت اداء کرنے لگے تو ان میں قرأت نہ کرے، بلکہ جس طرح لاحق یعنی درمیان میں جسکی رکعت چھوٹ گئی ہو وہ جب اپنی رکعت اداء کرنے کے لئے کھڑے ہو تو قرأت نہ کرے اسی طرح یہ مقیم بھی قرأت نہ کرے احتیاط اسی میں ہے۔

ترجمه : (۶۸۰) سفر کا فوت شدہ اور حضر کا قضا کیا جائے گا دو رکعت اور چار رکعت، اور اس میں اعتبار آخری وقت کا ہے۔

تشـــریح : یہاں لف ونشر مرتب ہے۔یعنی سفر میں نماز فوت ہوئی ہو تو حضر میں بھی دو ہی رکعت قضا کرے گا، کیونکہ وقت گزر جانے کے بعد دو رکعت ہی برقرار رہی، اور حضر کی نماز ہو اور سفر میں اس کی قضا کرنا چاہے تو چار رکعت ہی پڑھے گا، کیونکہ وقت گزر جانے کے بعد چار رکعت لازم ہو گئی۔

لغت : المعتبر فیہ آخر الوقت: آخری وقت میں جتنی رکعت لازم ہوئی اسی کا اعتبار ہے، اگر یہ چار لازم ہوئی تو بعد میں بھی چار ہی ادا کرنی ہو گی، اور دو لازم ہوئی تو بعد میں بھی دو ہی لازم ہوں گی۔

وجه : (۱) اس قول تابعی میں ہے ۔ **عن الثوری قال : من نسی صلوة فی الحضر فذکر فی السفر صلی اربعا ، و ان نسی صلوة فی السفر ذکر فی الحضر صلی رکعتین** ۔(مصنف عبدالرزاق، باب من نسی صلاۃ الحضر ، ج ثانی ،ص ۳۵۸، نمبر ۴۴۰۰)اس اثر میں ہے کہ مسافر وقت کے بعد دو رکعت ہی قضاء کریں گے۔(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ تبدیل کا سبب وقت ہے، اور وہ اسی وقت ختم ہو چکا ہے اس لئے جتنی رکعتیں لازم ہو چکی تھیں وہی برقرار رہیں گی۔

ترجمه : (۶۸۱) اور وطنِ اصلی صرف وطن اصلی سے باطل ہوتا ہے۔

تشریح : کہیں وطن اصلی تھا، اب اس کو چھوڑ کر دوسری جگہ وطن اصلی بنالیا تو اب پہلا وطن اصلی باطل ہو گیا، اب وہاں آئے گا تو قصر کرے گا، ہاں اگر دونوں کو وطن بنا رکھا ہے، مثلا جہاں پیدا ہوا وہاں وطن کی طرح رہتا ہے، اور جہاں کاروبار ہے، یا مستقل ملازمت ہے وہاں بھی وطن کی طرح ہے تو اب دونوں اصلی ہوں گے۔اور دونوں جگہ اتمام کرے گا۔ دنیا کا کاروبار پھیل گیا ہے اس لئے آج کل اسی پر فتوی ہے۔

وجه: (۱)حدیث میں ہے۔ **عن عمران بن حصین قال غزوت مع رسول الله ﷺ وشهدت معه الفتح فاقام بمکة ثمانی عشرة لیلةلا یصلی الا رکعتین ویقول یا اهل البلد! صلوا اربعا فانا قوم سفر** (ابوداؤد شریف، باب متی یتم المسافر، ص ۱۸۰، نمبر ۱۲۲۹ رمصنف عبدالرزاق، باب مسافر ام مقیمین ، ج ثانی ،ص ۵۴۰، نمبر ۴۳۶۹)حضورؐ اور صحابہ کرام

الوطن الاصلی بمثلہ فقط (۲۸۲) ویبطل وطن الاقامۃ بمثلہ وبالسفر وبالاصلی (۲۸۳) والوطن الاصلی ھو الذی وُلِد فیہ او تزوّج، او لم یتزوّج وقصد التعیّش لا الارتحال عنہ.

مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما گئے تو جب مکہ مکرمہ تشریف لائے جو پہلے وطن تھا وہاں قصر فرماتے رہے، اور یہ بھی فرمایا کہ ہم مسافر لوگ ہیں ۔جس سے معلوم ہوا کہ وطن سے ہجرت کے بعد وہ وطن باقی نہیں رہتا۔(۲) دوجگہ وطن اصلی ہو اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن ابن عمر قال صلی رسول اللہ ﷺ بمنی رکعتین و ابو بکر بعدہ و عمر بعد ابی بکر و عثمان صدرا من خلافتہ ثم ان عثمان صلی بعد اربعا** ۔(مسلم شریف، باب قصر الصلاۃ بمنی، ص ۲۸۲، نمبر ۱۵۹۲/۶۹۴) حضرت عثمانؓ نے بعد میں مکہ مکرمہ میں شادی کی اور اس کو بھی وطن اصلی بنایا، اور چار رکعت نماز پڑھی۔

ترجمہ: (۲۸۲) اور وطن اقامت وطن اقامت سے باطل ہوتا ہے، اور سفر سے باطل ہوتا ہے، اور وطن اصلی سے باطل ہوتا ہے

تشریح : وطن اقامت تین چیزوں سے باطل ہوتا ہے [۱] وطن اقامت سے باطل ہوتا ہے، یعنی کہیں دوسری جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کی ہو تو پہلا وطن اقامت باطل ہو جائے گا، اب اگر پہلے وطن اقامت پر آئے گا تو قصر ہی کرے گا۔[۲] دوسری صورت یہ ہے کہ سفر سے وطن اقامت باطل ہو جاتا ہے۔یعنی وطن اقامت سے ۵۴ میل کا سفر کیا پھر وطن اقامت کی جگہ پر واپس آیا اور دوبارہ پندرہ دن وہاں ٹھہرنے کی نیت نہیں کی تو وہ وہاں مسافر ہی رہے گا اور قصر ہی کرتا رہے گا، کیونکہ سفر کرنے سے وطن اقامت باطل ہو گیا۔[۳] اور تیسری صورت یہ ہے کہ وطن اصلی چلا گیا تو اس سے بھی وطن اقامت باطل ہو جاتا ہے، اب دوبارہ وطن اقامت پر آیا اور پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہیں کی تو قصر کرتا رہے گا۔اسلئے کہ وطن اصلی سے وطن اقامت باطل ہو جاتا ہے۔

وجہ : (۱) قاعدہ یہ ہے کہ کوئی چیز اپنے مثل سے باطل ہوتی ہے، یا اپنے سے اعلی سے باطل ہوتی ہے۔اب وطن اصلی اعلی ہے اور وطن اقامت ادنی ہے، اس لئے وطن اصلی سے وطن اقامت باطل ہو جائے گا۔وطن اقامت سے وطن اقامت باطل ہو جائے گا، اسلئے کہ وہ مثل ہے۔اور سفر سے وطن اقامت اسلئے باطل ہوگا کہ سفر اقامت کے ضد ہے۔اسلئے ۵۴ میل سفر کرنے سے وطن اقامت باطل ہو جائے گا، اب دوبارہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرے تو وطن اقامت بنے گا اور اتمام کرے گا ورنہ قصر کرتا رہے گا۔

ترجمہ : (۲۸۳) وطن اصلی وہ ہے جہاں انسان پیدا ہوا۔یا شادی کی۔یا شادی تو نہیں کی لیکن ہمیشہ رہنے کا فیصلہ کیا کہ یہاں سے کوچ نہیں کروں گا۔

تشریح : وطن اصلی تین طرح سے بنتا ہے [۱] جہاں انسان پیدا ہوا وہ وطن اصلی ہے، جیسے حضورؐ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے تو یہ آپؐ کا وطن اصلی تھا۔[۲] جہاں شادی کی اس کو بھی وطن اصلی شمار کرتے ہیں۔ جیسے حضرت عثمانؓ نے مکہ مکرمہ میں شادی کی تھی اور وہاں ٹھہرتے بھی تھے اس لئے چار رکعت نماز پڑھتے تھے۔[۳] جہاں ہمیشہ رہنے کا فیصلہ کر لیا ہو اور اس سے منتقل ہونے کی نیت نہ ہو وہ

(۶۸۴) وطن الاقامة موضع نویٰ الاقامة فیه نصف شهر فما فوقه.(۶۸۵) ولم یعتبر المحقِّقون وطن السکنیٰ وهو ما ینوی الاقامة فیه دون نصف شهر.

بھی وطن اصلی بن جاتا ہے، جیسے حضورؐ نے مدینہ طیبہ میں ہمیشہ رہنے کا فرمالیا تو مدینہ طیبہ وطن اصلی بن گیا۔

ترجمہ : (۶۸۴) وطن اقامت وہ جگہ ہے جہاں آدھا مہینہ، یا اس سے زیادہ رہنے کی نیت کی ہو۔

تشریح : جہاں پندرہ روز یا اس سے زیادہ رہنے کی نیت کی ہو اس کو وطن اقامت کہتے ہیں۔اس سے اتمام لازم ہوتا ہے۔

ترجمہ (۶۸۵) محققین نے وطن سکنی کا اعتبار نہیں کیا ہے، اور وطن سکنی یہ ہے کہ اس میں آدھے مہینے سے کم ٹھہرنے کی نیت کرے

تشریح : آدھا مہینہ یعنی پندرہ دن سے کم کسی جگہ ٹھہرنے کی نیت کرے تو اس کو ,وطن سکنی، کہتے ہیں۔محققین نے اس میں اتمام کرنے کا اعتبار نہیں کیا ہے، کیونکہ یہ اقامت پندرہ دن نہیں ہے۔اس کے لئے حدیث گزر چکی ہے۔